

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ



رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

4	اجمالی فہرست
5	پیش لفظ
5	جلد ہشتم
11	حمد باری تعالیٰ
12	صلوٰۃ وسلام اور اس کے ضمن میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کا بیان
19	فہرست مضامین
43	فہرست ضمنی مسائل
57	باب احکام المسجد احکام مسجد کا بیان
59	التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد ^{۱۳۰۷ھ} (اس بارے میں عمدہ رہنمائی کہ مسجد کا صحن مسجد ہی ہوتا ہے)
129	باب ادراک الفریضة
129	(نماز فرض کو پانے کا بیان)
141	باب قضاء الفوائت (فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا بیان)
177	باب سجود السهو
177	(سجدہ سہو کا بیان)
223	باب سجود التلاوة
223	(سجدہ تلاوت کا بیان)
241	باب صلوٰۃ المسافر
241	(مسافر کی نماز کا بیان)
273	باب الجمعة
273	(نماز جمعہ کا بیان)
413	مرقاۃ الجمان فی المہبوط عن المنبر لمدح السلطان ^{۱۳۲۰ھ}
413	(تعریف حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک)
413	سیڑھی اُترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق)

477.....	رِعايَةُ الْمَذْهَبَيْنِ فِي الدَّعَاءِ بَيْنَ الْخُطْبَتَيْنِ ۱۳۱۰ھ
477.....	(دو خطبوں کے درمیان دُعا کرنے کا بیان)
498.....	أَوْفَى اللَّمَعَةِ فِي أَذَانِ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ۱۳۲۰ھ
498.....	(اذانِ جمعہ کے بارے میں کامل رہنمائی)
510.....	بَابُ الْعِيدَيْنِ
510.....	(عیدین کا بیان)
512.....	سُرُورُ الْعِيدِ السَّعِيدِ فِي حُلِّ الدَّعَاءِ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِيدِ ۱۳۳۹ھ
512.....	(نمازِ عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا ثبوت)
602.....	وَسَاحُ الْجِيدِ فِي تَحْلِيلِ مَعَانِقَةِ الْعِيدِ ۱۳۱۲ھ
602.....	(نمازِ عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا ثبوت)
641.....	بَابُ الْإِسْتِقَاءِ
641.....	(نمازِ استقاء کا بیان)
642.....	مَآخِذُ مَرَاجِعِ
666.....	ضَمِيمِهِ
666.....	مَآخِذُ مَرَاجِعِ

فتاویٰ رضویہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ (الحديث)
 اَلْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي الْفَتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ
 مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد ہشتم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
 فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ _____ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء _____ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور نمبر (۸) پاکستان (۵۴۰۰۰)

۷۶۵۷۳۱۴

کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
ترجمہ عربی عبارات	حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ	مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
تخریج و تصحیح	(۱) مولانا نذیر احمد سعیدی (۲) مولانا محمد رب نواز
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیب فہرست	حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ	(۱) مولانا نظیر احمد سعیدی (۲) مولانا محبوب احمد چشتی
پیسٹنگ	محمد سہیل عمر
صفحات	۶۶۴
اشاعت	محرم الحرام ۱۴۱۶ھ / جون ۱۹۹۵ء
مطبع	آر اینڈ ڈبلیو، ایس پرنٹرز لاہور
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت	

ملنے کے پتے

- * مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- * مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
- * مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی

اجمالی فہرست

۵	پیش لفظ
۹	فتاویٰ رضویہ کا خطبہ (مقالہ)
۵۷	باب احکام المسجد
۱۲۹	باب ادراك الفريضة
۱۴۱	باب قضاء الفوائت
۱۷۷	باب سجود السهو
۲۲۳	باب سجود التلاوة
۲۴۱	باب صلوة المسافر
۲۷۳	باب الجمعة
۵۰۹	باب العیدین
۶۴۰	باب الاستسقاء
۶۴۱	ماخذ و مراجع

فہرست رسائل

۵۹	○ التبصیر المنجد
۴۱۳	○ مرقاة الجمان
۴۷۷	○ رعاية المذهبين
۴۹۷	○ اوفى اللبعة
۵۱۱	○ سرور العید
۶۰۱	○ وشاح الجید

بسم الله الرحمن الرحيم ط

پیش لفظ

الحمد لله اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خزان علم و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں منضہ شہود پر لانے کے لئے "رضا فاؤنڈیشن" کے نام سے قائم شدہ ادارہ انتہائی سرعت اور کامیابی کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اس سے قبل فتاویٰ رضویہ کی سات مجلدات آپ تک پہنچ چکی ہیں، اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے آٹھویں جلد آپ کی خدمت میں پیش کی جا رہی ہے، اس جلد کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ فاضل شہیر مترجم کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری نے کیا ہے جبکہ جلد ششم و ہفتم کا ترجمہ بھی انہی کی رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔

جلد ہشتم

یہ جلد فتاویٰ رضویہ (قدیم) کی جلد سوم میں سے باب احکام المساجد سے جلد سوم کے آخر تک ۳۳۷ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ متعدد ضمنی مسائل و فوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل نو مستقبل ابواب زیر بحث ہیں:

(۱) باب احکام المساجد

(۲) باب ادراك الفريضة

(۳) باب قضاء الفوائت

(۴) باب سجود السهو

(۵) باب سجود التلاوة

(۶) باب صلوٰۃ المسافر

(۷) باب الجمعة

(۸) باب العیدین

(۹) باب الاستسقاء

اس کے علاوہ انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات و تدقیقات پر مشتمل چھ رسائل بھی پیش نظر جلد میں شامل ہیں جن کے نام یہ ہیں:

(۱) التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد (۱۳۰۷ھ)

صحن مسجد کے مسجد ہونے کا بیان

(۲) مرقاة الجنان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان (۱۳۲۰ھ)

تعریف حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک سیڑھی اُترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق

(۳) رعاية المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین (۱۳۱۰ھ)

دو خطبوں کے درمیان دعا کرنے کا طریقہ

(۴) اوفی اللبعة فی اذان یوم الجمعة (۱۳۲۰ھ)

اذان ثانی مسجد سے باہر دینے کا بیان

(۵) سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید (۱۳۳۹ھ)

نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ثبوت

(۶) وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید (۱۳۱۲ھ)

نماز عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا بیان

مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس جلد میں شامل نہ ہو سکے:

(۱) شبامۃ العنبر فی النداء بأزاء المنبر

اذان جمعہ بیرون مسجد محاذیء منبر چاہئے

(۲) لواصع البہا فی المصر للجمعة والاربع عقیبہا

جمعہ کے لئے شہر شرط ہونے اور احتیاطی ظہر کے بیان میں

(۳) احسن المقاصد فی بیان ماتنزه عنه المساجد

مسجد میں کیا کیا کام ناروا ہیں

(۴) مایجلی الاصر عن تحديد المصر

شہر کی تعریف، جمعہ وعیدین کہاں جائز ہیں

رسالہ جلیلہ وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید جو اس سے پہلے فتاویٰ رضویہ میں شامل نہیں تھا وہ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی کے ترجمہ کے ساتھ اس جلد میں شامل کر دیا گیا ہے۔

حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالدائم دائم ایڈیٹر ماہ نامہ جام عرفان، خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور ہزارہ کا فتاویٰ رضویہ کے خطبہ سے متعلق وہ مقالہ جو ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آوری ہوٹل میں پڑھا گیا جلد ہشتم میں شامل کیا جا رہا ہے۔

حافظ عبدالستار سعیدی

محرم الحرام ۱۴۱۶ھ

ناظم تعلیمات

جون ۱۹۹۵ء

جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور





مولانا قاضی عبدالدائم دایم

ایڈیٹر ماہنامہ جام عرفان

خانقاہ نقشبندیہ، ہری پور

فتاویٰ رضویہ کا خطبہ

○ علم و فضل کا شہ پارہ _____ فکر و فن کا مہ پارہ

○ فصاحت و بلاغت اور براعتِ استدلال کا دمکتا ہوا شہکار

○ کتب فقہ اور ائمہ کرام کے ناموں کا مہکتا ہوا گلزار

سلسبیل و کوثر و تسنیم کی موج رواں
کیف آگیں، جاں فزا تحریر شاہ احمد رضا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ۛ

الْحَمْدُ لِلْمُتَّوِّجِدِ بِجَلَالِهِ الْمُتَفَرِّدِ
وَصَلَوْتُهُ دَوْمًا عَلَى خَيْرِ الْأَنْبَاءِ مُحَمَّدٍ
وَالْأَلْبِ وَالْأَصْحَابِ هُمْ مَا وَآى عِنْدَ شَدَائِدِى
فَالِى الْعَظِيمِ تَوْسُلِى بِكِتَابِهِ وَبِأَحْمَدِ
(امام احمد رضا)

ارشاد ربانی ہے: وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ یعنی اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کیجئے۔
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ تعالیٰ اسی فرمان خداوندی پر عمل کرتے ہوئے یوں زمزمہ سراہوتے ہیں نہ
ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم
جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

اگرچہ سیاق و سباق کے اعتبار سے یہاں "سخن" سے مراد منظوم کلام ہے، لیکن درحقیقت امام احمد رضا کی شاہی ہر نوع سخن میں
مسلم ہے۔۔۔ خواہ نظم ہو یا نثر۔

مزید کمال کی بات یہ ہے کہ کلام و بیان پر آپ کی قدرت کسی ایک زبان سے منحصر نہیں ہے، بلکہ عربی، فارسی، اردو اور ہندی
میں سے جس زبان کو ذریعہ اظہار بنانا چاہیں، اس کے تمام الفاظ آپ کے بے پایاں حافظے میں مستحضر ہو جاتے ہیں اور ان میں
سے آپ جس کو موقع و محل کے لحاظ سے موزوں سمجھتے ہیں، اس کو اتنی خوبصورتی اور تناسب سے استعمال میں لاتے ہیں کہ
خوش گفتاری کا حق ادا کر دیتے ہیں اور نثر میں بھی نظم کا سماں باندھ دیتے ہیں۔

مستحج الفاظ کی ایسی لڑیاں اور مقفی جملوں کی ایسی مالائیں آپ کے منظوم و منثور کلام میں اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ان کا احاطہ از بس دشوار ہے؛ تاہم ان میں سب سے زیادہ حیرت انگیز "فتاویٰ رضویہ" کا عربی خطبہ ہے، جو بلاشبہ فصاحت و بلاغت کا ایک اچھوتا شاہکار ہے۔ دلکش اشارات، روشن تلمیحات، خوبصورت استعارات اور خوشنما تشبیہات پر مشتمل اس بلاغت پارے کی خصوصیت یہ ہے کہ خطبے کے جملہ لوازمات و مناسبات۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف، صحابہ اور اہلبیت کی مدح، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت پر درود و سلام۔ یہ تمام چیزیں کتب فقہ اور ائمہ کے ناموں سے ادا کی گئی ہیں یعنی کتب فقہ کے ناموں اور ائمہ کے اسماء گرامی کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ کہیں حمد کے غنچہ چٹک اٹھے ہیں اور کہیں نعت کے پھول کھل پڑے ہیں، کہیں منقبت کے گجرے بن گئے ہیں اور کہیں درود و سلام کی ڈالیاں تیار ہو گئی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ جملہ محسنات بدیعہ از قسم براعت استتلال و رعایت سجع وغیرہ بھی پوری طرح ملحوظ رکھی گئی ہیں۔ اتنی قیودات اور پابندیوں کے باوجود خطبے کی سلاست و روانی میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا۔ نہ جملوں کی بے ساختگی میں کہیں جھول پیدا ہوا، نہ تراکیب کی برجستگی میں کوئی خلل واقع ہوا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط واللہ ذو الفضل العظیم ۝

اس مختصر مقالے میں اتنی گنجائش تو نہیں کہ اس ضیاء خطبے کی تمام خوبیاں گنائی جائیں، تاہم چند دلائل جھلکیاں خوش ذوق

قارئین و سامعین کی نذر ہیں ع

گر قبول افتد زہے عز و شرف

حمد باری تعالیٰ

فقہ حنفی میں امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مشہور تصنیف کا نام الفقہ الاکبر ہے، اسی طرح جامع کبیر، زیادات، فیض، مبسوط، دُرر، غُرر بھی بلند پایہ فقہی تصانیف ہیں، امام احمد رضا نے ان ناموں میں کہیں ضمیر کا، کہیں حرف جر وغیرہ کا اضافہ کر کے ان کو اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ کتابوں کے یہ نام ہی اللہ تعالیٰ کی بہترین حمد بن گئے ہیں، فرماتے ہیں:

الْحَمْدُ لِلّٰهِ هُوَ الْفَقْهُ الْاَكْبَرُ وَالْجَامِعُ الْكَبِيرُ لِزِيَادَاتِ فَيْضِهِ الْمُبْسُوطِ الدَّرَجَةُ الْغُورُ (سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، اللہ کی تعریف ہی سب سے بڑی دانائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے پھیلے ہوئے فیض کے شفاف اور تابناک اضافوں کی بڑی جامع ہے)

سبحان اللہ، کیا دلپذیر حمد ہے!

یعنی فیضان الہی کے اضافے اور زیادات موتیوں کی طرح شفاف اور روشن پیشانیوں کی طرح تابناک ہیں۔ اب آپ خود ہی سوچئے کہ جس فیض کے اضافے اور زیادات اس قدر منزہ اور روشن ہوں اس فیض کی اپنی شفافیت و تابندگی کا کیا عالم ہوگا! پھر صاحب فیض جل و علا کی تابانی و درخشانی کی تو بات ہی نہ پوچھئے کہ وہ انسانی فہم و ادراک سے ماوراء ہے اور زبان و بیان اس کی ترجمانی سے قاصر ہیں۔ بقول شیخ سعدیؒ:

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم و زہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

دفتر تمام گشت و پیاہاں رسید عمر ماہمچنان در اول وصف تو ماندہ ایم

جزاک اللہ، اے امام احمد رضا! کیا الہی اور انوکھی حمد بیان کی ہے آپ نے، اللہ رب العالمین کی!

لیکن واضح رہے سامعین و قارئین کرام! کہ حمد کا یہ پہلو ضمنی ہے، جبکہ امام احمد رضا در حقیقت یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا۔ یعنی ع:

حمد بجد مر خدائے پاک را

لیکن محض "حمد بے حد" کہہ دینے سے وہ بات نہیں بنتی جو امام احمد رضا کہنا چاہتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فیض مبسوط کا ذکر کرتے

ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ کے فیض کی کوئی انتہا نہیں۔ اور غیر متناہی فیض کی زیادات، غیر متناہی در غیر متناہی ہوں گی اور جو حمد

ان زیادات کی جامع ہوگی وہ غیر متناہی در غیر متناہی ہوگی، اور امام احمد رضا اللہ تعالیٰ کی ایسی ہی حمد کرنا چاہتے ہیں۔ الجامع

لزیادات فیضہ

کیا کمال درجے کا اغراق فی المبالغہ ہے! "حمد بے حد" یا "بے انتہا تعریف" میں اس مبالغے کا عشر عشیر بھی نہیں پایا جاتا۔

صلوٰۃ وسلام اور اس کے ضمن میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے فضائل کا بیان

بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا نے پہلے توائمہ فقہ کے ناموں اور معروف القاب کو اس طرح

ترتیب دیا کہ کچھ ان میں سے سرور عالم کے نام بن گئے اور کچھ ان کی صفات۔ اس کے بعد اسماء کتب سے آنحضرت صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کئے ہیں البتہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے دوران امام احمد رضا نے مندرجہ بالا تمام محاسن و

لطائف کے علاوہ ایک اور خوبی کا اضافہ کیا ہے، یعنی سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں اپنے عقیدے کی بھی

وضاحت کردی ہے اور یوں اہلسنت کی ترجمانی کا فریضہ بھی انجام دے دیا ہے۔

امام احمد رضا کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم سب کے، بلکہ سارے عالم کے مالک ہیں، لیکن بالذات نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تملیک سے مالک ہیں۔ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں:۔
ان کو تملیک ملکہ الملک سے
مالک عالم کہا پھر تجھ کو کیا!
ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بروز محشر عاصیوں کی شفاعت فرمائیں گے اور حق تعالیٰ سے ان کو بخشوائیں گے۔

پیش حق مرثدہ شفاعت کا سناتے جائیں گے
آپ روتے جائیں گے، ہم کو ہنساتے جائیں گے
اب دیکھئے کہ ائمہ کرام کے اسماء والقب سے کس طرح اپنے عقیدے کی وضاحت فرمائی ہے، لکھتے ہیں:
وَالصَّلَوةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ لِلرُّسُلِ الْكِرَامِ * مَا لِكُنِي وَشَافِعِي أَحْمَدُ الْكِرَامِ۔
(اور صلوٰۃ والسلام ہو رسولوں کے سب سے بڑے امام پر، جو میرے مالک ہیں اور میرے لئے شفاعت کرنے والے ہیں، ان کا نام احمد ہے، بہت ہی عزت والے ہیں، امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد)
ائمہ مذاہب اربعہ کے معروف القاب و اسماء مذکور ہیں، انہی کے ساتھ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف کی جا رہی ہے اور ساتھ ساتھ اپنا عقیدہ بیان کیا جا رہا ہے۔
تھوڑا آگے بڑھئے اور اہل سنت کے ایک اور عقیدے کی ترجمانی کا انداز دیکھئے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام کائنات کی اصل اور مبدیٰ ہیں۔

تواصل وجود آمدی از نخست

وگرہر چہ موجود شد فرغ تست

یہی عقیدہ امام احمد رضا کا ہے۔

اصل ہر بود و بہبود، تخم وجود

قاسم کنز نعمت پہ لاکھوں سلام

اس عقیدے کے اظہار کے لئے آپ نے امام اعظم کے تین مشہور شاگردوں یعنی امام محمد، امام حسن ابن زیاد اور امام قاضی ابویوسف رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے ناموں کا انتخاب کیا اور انہیں اس طرح یکجا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کا بھی اظہار ہو گیا، آپ کے حسن و جمال کا بھی بیان ہو گیا، اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ

حسن یوسف پر تو حسن مصطفیٰ ہے، بلکہ خود یوسف علیہ السلام فرع مصطفیٰ اور ابن مصطفیٰ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ چنانچہ فرماتے ہیں نہ
یَقُولُ الْحَسَنُ بِلَا تَوْقِفٍ

محمد الحسن ابو یوسف

آپ کے جمال بے مثال کو دیکھ کر خود حسن بغیر کسی توقف کے پکار اٹھتا ہے کہ حسن والے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در حقیقت یوسف علیہ السلام کے 'آب'، اور اصل ہیں۔

ایک یوسف علیہ السلام پر ہی کیا موقوف۔ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمام مخلوقات کی اصل ٹھہرے تو ظاہری وجود میں جو آپ کے جد امجد ہیں، یعنی ابو البشر آدم علیہ السلام، وہ بھی حقیقت کے اعتبار سے آپ کے پسر قرار پاتے ہیں۔ "حداً لِقِ بَخْشِشٍ" میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا ہے

ان کی نبوت، ان کی ابوت ہے سب کو عام اُمّ البشر عروس انہی کے پسر کی ہے
"ظاہر میں میرے پھول، در حقیقت میں میرے نخل" اس گل کی یاد میں یہ صدا ابو البشر کی ہے
اور یوسف علیہ السلام کے حسن پر ہی کیا منحصر۔ اہل سنت کے نزدیک تو تمام انبیاء و رسل کے جملہ کمالات بارگاہ مصطفوی کا فیضان و عطا ہے۔
امام بوصیری فرماتے ہیں نہ

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٍ

غُرْفًا مِنَ الْبَيْتِ أَوْ رَشْفًا مِنَ الدَّيْبِ

(تمام انبیاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحر کرم سے ایک چلو کے یا آپ کی باران رحمت سے ایک چھینٹے کے طلبگار ہیں)

اور امام احمد رضا یوں نغمہ سنا رہے ہیں نہ

لا ورب العرش! جس کو ملا ان سے ملا

بُٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

اسی عقیدے کو فتاویٰ رضویہ کے خطبے میں تبلیغ کے انداز میں بیان کیا ہے:

الْبَحْرُ الرَّائِقُ ÷ مِنْهُ يَسْتَبِيدُ كُلُّ نَهْرٍ فَائِقٍ -

"البحر الرائق" اور "النهر الفائق" "کنز الدقائق" کی دو شرحیں ہیں۔ علیحضرت نے "منہ يستمد كل" کا اضافہ کر کے

کیا ایمان افروز معنی پیدا کئے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ حیران کن سمندر ہیں کہ ہر فوقیت رکھنے والا دریا اور نہر انہی سے مدد لیتی ہے۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضل و کمال کے بحر ذخار ہیں اور باقی انبیاء و رسل فوقیت رکھنے والے دریا اور نہریں۔ ظاہر ہے کہ دریاؤں اور نہروں میں وہ پانی بہتا ہے جو بھاپ بن کر سمندر سے اٹھتا ہے اور کہیں بارش بن کر برستا ہے، کہیں برف بن کر گرتا ہے۔

منقبت

اگر کسی مسئلے میں امام ابو حنیفہ اور قاضی ابو یوسف متفق ہوں تو فقہاء ان کو "شیخین" کہتے ہیں اور اگر قاضی ابو یوسف اور امام محمد کا اتفاق ہو تو ان کو "صاحبین" کہا جاتا ہے اور اگر امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی ایک رائے ہو تو ان کو "طرفین" کا لقب دیا جاتا ہے۔ اب امام احمد رضا کا کمال دیکھئے کہ انہوں نے ان تینوں فقہی اصطلاحات کو صدیق اکبر اور فاروق اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر منطبق کر دیا اور فرمایا:

لَا سَيِّمًا الشَّيْخَيْنِ الصَّاحِبَيْنِ ÷ الْأَخَذَيْنِ مِنَ الشَّرِّ يَحْتَمِلُ وَالْحَقِيقَةُ بِكُلِّ الطَّرَفَيْنِ
(خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وہ بزرگ ساتھی جو شریعت و حقیقت کے دونوں کناروں کو تھامنے والے ہیں) غرضیکہ کیا کیا لکھوں اور کہاں تک لکھوں کہ ع

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

مگر فی الحال اختصار کے پیش نظر اتنا ہی کہوں گا کہ اتنے اوصاف و محاسن پر مشتمل خطبہ آج تک نہیں لکھا گیا۔ باقی خصوصیات کو چھوڑیے، صرف ایک خصوصیت پر نظر ڈال لیجئے، آپ کو میرے دعوے کی صداقت کا یقین آجائے گا۔ اور وہ حیرت افزا خصوصیت یہ ہے کہ اس خطبے میں مجموعی طور پر نوے ہفتاؤں اور اماموں کے نام مذکور ہیں اور جس خوبی و لطافت سے مذکور ہیں اس پر فصاحت ناز کرتی ہے اور بلاغت جھوم جھوم اٹھتی ہے۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ فصاحت و بلاغت کی یہ رعنائیاں صرف خطبے تک ہی محدود نہیں، بلکہ پورا فتاویٰ تخیل کی نزاکتوں اور ادبی لطافتوں سے مالا مال ہے۔ اگر اس کی تفصیل بیان کی جائے تو سینکڑوں صفحات درکار ہیں؛ تاہم ایک امتیازی کمال کی طرف اہل ذوق کو متوجہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ احمد رضا کا معمول ہے کہ اگر کسی سوال کا جواب زیادہ تفصیل سے دینا ہو تو اس کو مستقل رسالہ بنا دیتے ہیں اور باقاعدہ اس کا نام رکھتے ہیں۔ یہ اس قدر موزوں، مناسب اور واقع کے مطابق ہوتا ہے کہ پڑھنے والا امام احمد رضا کی دسترس اور رسائی پر حیران رہ جاتا ہے۔ ہر نام میں مندرجہ ذیل چار خصوصیات مشترک ہوتی ہیں:

- (۱) ہر نام عربی میں ہوتا ہے خواہ رسالہ کسی بھی زبان میں ہو۔
 (۲) ہر نام دو حصوں پر مشتمل ہوتا ہے اور دونوں حصوں کا آخری حرف ایک ہی ہوتا ہے، یعنی سجع کا پورا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔
 (۳) ہر نام اسم با مسمیٰ ہوتا ہے، یعنی نام ہی سے پتا چل جاتا ہے کہ اس رسالے کا موضوع کیا ہے۔
 (۴) ہر نام تاریخی ہوتا ہے، یعنی ابجد کے حساب سے اگر اس کے حروف کے اعداد نکالے جائیں تو ان کا مجموعہ اس سن پر دلالت کرتا ہے جس میں وہ رسالہ لکھا گیا۔

مثال کے طور پر رضا فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام انتہائی آب و تاب سے چھپنے والی فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں گیارہ رسالے ہیں ان میں سے بطور نمونہ صرف تین نام پیش خدمت ہیں:

- (۱) اگر امام ابو حنیفہ اور صاحبین و متاخرین فقہاء کا کسی مسئلے میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں کس کے قول پر فتویٰ ہوگا؟ امام صاحب کے؟ صاحبین و دیگر فقہاء کے؟ یا بعض معمولات میں امام صاحب کے قول پر اور بعض صاحبین و دیگر فقہاء کی رائے پر؟ اس مسئلے کی توضیح کے لئے امام احمد رضا نے جو رسالہ لکھا اس کے نام سے ہی ان کی تحقیق واضح ہو جاتی ہے۔

اجلی الاعلام، ان الفتویٰ مطلقاً علی قول الامام

(واضح اعلان کہ فتویٰ بہر صورت امام ابو حنیفہ کے قول پر ہے)

- (ب) کون سی نیند ناقض وضو ہے اور کون سی نہیں۔ اس کی تفصیلات سے قوم کو آگاہ کرنے کے لئے جو رسالہ لکھا اس کا نام ہے:

نبہ القوم، ان الموضوع من ای نوم

(قوم کو آگاہ کرنا کہ کون سی نیند کے بعد وضو ہے)

- (ج) حالت جنابت میں قرأت جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کن کن صورتوں میں؟ ان مسائل سے پردہ اٹھانے والے رسالے کا نام ہے؟

ارتفاع الحجب، عن وجہ قرأۃ الجنب

(پردوں کا اٹھ جانا، ان تمام صورتوں سے جو جنبی کی قرأت سے متعلق ہیں)

تینوں رسائل کے نام مندرجہ بالا چاروں خصوصیات کے جامع ہیں جن میں سے پہلی تین تو واضح طور پر نظر آرہی ہیں؛ البتہ چوتھی خصوصیت یعنی نام کا تاریخی ہونا، استخراج کا تقاضا کرتی ہے۔ نبہ القوم کا استخراج درج ذیل ہے کیونکہ یہ نام تینوں میں مختصر ہے، باقیوں کو اس پر قیاس کر لیجئے۔

نبہ القوم ن، ب، ۵، ا، ل، ق، و، م

$$۲۳۴ = ۴۰ + ۶ + ۱۰۰ + ۳۰ + ۱ + ۵ + ۲ + ۵۰$$

ان الموضوع من ای نوم، ان، ا، ل، و، ض، و، م، ن، ا، ی، ن، و، م +

$$۱۳۲۵ - ۱۰۹۱ = ۴۰ + ۶ + ۵۰ + ۱۰ + ۱ + ۵۰ + ۴۰ + ۶ + ۸۰۰ + ۶ + ۳۰ + ۱ + ۵۰ + ۱$$

۱۳۲۵ اس کا مجموعہ اعداد ہے اور یہی سن تاریخ ہے۔

امام احمد رضا کے سوا ایسے عمدہ، اعلیٰ، دانشمین اور فکر و فن کے شہکار نام کون رکھ سکتا ہے! تاریخ میں کسی ایک فاضل کا نام بتا دیجئے جس نے اتنے رسالے لکھے ہوں اور ان کے ایسے خوبصورت نام رکھے ہوں! بلاشبہ امام احمد رضا متنبی کے اس شعر کا حقیقی مصداق ہیں!

مضت الدهور وما تین بمثله

ولقد اتی فعجزن عن نظرائه

وصلی اللہ علی سیدنا و مولینا محمد و علی آلہ واصحابہ و ذریاتہ اجمعین

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
اُن کے مولیٰ کے ان پر کروں درود
اُن کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
شفعی، مالک، احمد، امام حنیف
چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام
بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب
تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت پہ دعوٰی نہیں شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام

اُمین یا رب العالمین!



فہرست مضامین

۶۰	جس مسئلہ پر تمام بلاد میں عام مسکین کے تعامل و افعال شاہد عدل ہوں وہ محتاج دلیل نہیں۔	۵	پیش لفظ
۶۰	جو دعویٰ خلاف تعامل کرے اپنے دعوے پر دلیل لائے۔	۹	فتاویٰ رضویہ
۶۰	صحن مسجد کے مسجد ہونے کی وضاحت کے لئے دس وجوہ کا ذکر۔	۵۷	باب احکام المساجد
۶۰	مسجد اس بقعہ کا نام ہے جو بغرض نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا ہو۔	۵۹	رسالہ التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد (صحن مسجد کے مسجد ہونے کے بیان میں)
۶۰	عمارات و بنایا سقف وغیرہ مسجد کی ماہیت میں داخل نہیں۔	۶۰	صحن مسجد قطعاً جزء مسجد ہے جس طرح صحن دار جزء دار ہے۔
۶۰	اگر عمارت اصلاً نہ ہو صرف چبوترہ یا محدود میدان نماز کے لئے وقف کر دیا جائے تو قطعاً مسجد ہو جائے گا اور تمام احکام مسجد کا استحقاق پائے گا۔	۶۰	اگر قسم کھائی کہ زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحن میں گیا تو حانث ہوگا۔
۶۱	مسقف وغیر مسقف میں فرق کرنا اسے مسجد اسے فناء مسجد ٹھہرانا محض بے معنی ہے۔	۶۰	اگر قسم کھائی کہ مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا تو حانث نہ ہوگا۔
۶۱	مسجد و معبد ہو یا منزل و مسکن ہر مکان کو لحاظ اختلاف موسم و حصوں پر تقسیم کرنا عاداتِ مطردہ بنی نوع انسان سے ہے، ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے اور ہوا لینے کے کام آئے۔	۶۰	معتکف کو مسجد کے صحن میں آنا جانا بیٹھنا یقیناً روا ہے۔

۶۱	زبان عرب میں مسقف حصے کو شتوی اور اور غیر مسقف کو صیفی کہتے ہیں۔	۶۱	مسجد میں پیڑ بونا ممنوع، ہاں اگر اس میں مسجد کی منفعت ہو تو جائز ہے۔
۶۱	صرف شتوی یعنی مسقف کو مسجد اور صیفی یعنی صحن کو خارج از مسجد ٹھہرانا غرض واقفین کے خلاف ہے۔	۶۱	جامع مسجد بخارا میں درخت لگانے کی اجازت مشائخ نے ضرورت و حاجت کی وجہ سے دی۔
۶۲	عام مسلمین صحن مسجد کو مسجد ہی سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ گرمیوں میں فجر و مغرب و عشاء کی نمازیں صحن میں پڑھتے ہیں، ان کے حفاظ تراویح وہیں پڑھاتے ہیں، معتکف وہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔	۶۲	دروازہ مسجد پر جو دکانیں ہیں فناے مسجد ہیں۔
۶۲	مسجد بیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف ہے۔	۶۲	دروازہ مسجد پر بنی ہوئی دکانوں کی چھت پر کھڑے ہونے والے نمازیوں کی اقتداء صحیح ہے۔
۶۲	حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم و اقدم ہے۔	۶۲	فناء وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فناء ہو۔
۶۲	جس مسجد میں کوئی نمازی نہ آئے تو اس مسجد کا مؤذن اذان دے، اقامت کہے اور اکیلے نماز پڑھے، یہ اس کے لئے دوسری مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے سے زیادہ بہتر ہے۔	۶۲	اگر فناء کی تعریف یوں کی جائے کہ وہ متصل بہ فناء ہے تو اس سے دور لازم آئے گا۔
۶۳	صحن مسجد کو مسجد نہ ماننے کے نزاع بے جا کا انجام مساجد کو ویران کرنا ہے۔	۶۲	یہ ادعا کہ صحن و فناء کا مفہوم واحد ہے جہل شدید ہے۔
۶۴	زمانہ نبوی میں مسجد نبوی کی حدود کیا تھیں یعنی اس کا طول و عرض کتنا تھا۔	۶۴	جنبی کا صحن مسجد میں جانا جائز نہیں۔
۶۴	صفہ جو کہ مسجد شریف کی جانب شام جنوب رو یہ ایک مسقف والان تھا جزء مسجد تھا اور اہل صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں سکونت رکھتے تھے۔	۶۴	اگر پانی کا چشمہ مسجد میں ہے اور اس کے سوا کہیں نہ ملے تو جنبی تیمم کر کے وہاں جاسکتا ہے۔
۶۴	اصحاب صفہ قراء تھے۔	۶۴	صحن مسجد کا جزء مسجد ہونا اعلیٰ بدیہیات ہے۔
۶۵	محراب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم محراب امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب شمال ہے۔	۶۵	بارہ ائمہ دین کی تصریحات کہ صحن مسجد بھی مسجد ہے۔

۸۰	صغیر و کبیر مسجدوں میں فرق۔	۷۰	صحیح مسجد کو علماء کبھی مسجد صغی اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں۔
۸۵	مسجد سے متصل کوئی مکان مسجد سے بلند ہو تو حرج نہیں اور یہ خیال کہ جس مسجد سے متصل کوئی بلند مکان ہو اس میں نماز نہیں ہوتی محض غلط ہے۔	۷۰	صرف اس قول سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اس خطہ زمین سے واقف کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے۔
۸۶	مسجد ضرار کی ایک صورت۔	۷۲	نمازیوں کو تکلیف دینے والے، بد مذہب اور جن کے بدن سے بدبو نکلتی ہو مسجد آنے سے انہیں روکا جائے۔
۸۷	ضرورت پر متعدد مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔	۷۳	مسجد کا صحیح مسجد ہی ہوتا ہے اس میں نہ اذان دی جاسکتی ہے نہ جنازہ کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔
۸۷	مسجد منہدم کر کے دکان وغیرہ بنالینا حرام ہے۔	۷۳	مسجد کی فصیل خارج از مسجد ہوتی ہے۔
۸۷	نئی مسجد بنانے میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ پرانی مسجد ویران نہ ہو جائے ورنہ گناہ ہوگا۔	۷۴	بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد آنے سے روکا نہیں جاسکتا۔
۸۸	حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ایک روایت کی تردید۔	۷۴	ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔
۸۸	ہر شہر میں ایک جامع مسجد بنانا واجب ہے اور محلوں میں بھی مسجدیں بنانے کا حکم ہے۔	۷۵	غیر مقلدین زمانہ پر حکم کفر ہے۔
۸۹	بلند مسجدیں بنانا جائز ہے۔	۷۶	مسجدوں پر کسی کا کوئی حق نہیں پہنچتا، نہ کسی کو نماز پڑھنے سے روکا جاسکتا ہے۔
۸۹	سُود کی مخلوط آمدنی سے مسجد کے فرش، کھواں وغیرہ بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا۔	۷۷	سینوں کی مسجدوں پر روافض کا کوئی حق نہیں۔
۹۰	مسجدوں میں پاک چیزیں لگائی جائیں، نئی ہوں یا پرانی۔	۷۷	مسجد ضرار کی تعریف۔
۹۰	مسجدوں کی بیچ ناجائز ہے۔	۷۸	ایک مسجد ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد ضرار ہوگی یا نہیں؟
۹۱	کسی نے مسجد پر ظلماً قبضہ کر لیا اور حصول یابی کی کوئی صورت نہ ہو اور وہ دوسری جگہ معاوضہ میں دینے کے لئے تیار ہو تو وہ جگہ لے کر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔	۷۹	ضرورت ہو تو ایک مسجد کو دو کیا جاسکتا ہے۔
۹۲	مسجد میں معتکف کو سونا جائز ہے اور غیر معتکف کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے مصنف کی تحقیق۔	۷۹	اگر باہمی رنجش کی بنا پر دوسری مسجد بنائی جائے تو یہ مسجد ضرار نہیں۔

۱۰۴	مسجد کی دیواروں پر طغرے وغیرہ لٹکانا جائز ہے جبکہ بلندی پر ہوں۔	۹۵	مسجدوں کو چوپال بنانا جائز نہیں۔
۱۰۵	مسجدوں میں نقش و نگار کرنے کا حکم۔	۹۵	صحیح یہ ہے کہ معتکف کے سوا دوسروں کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔
۱۰۸	کرسی پر بیٹھ کر مسجد میں وعظ کہنا جائز ہے جبکہ نمازیوں کو کوئی خلل نہ ہو۔	۹۵	مسجد یا صحن میں گالی گلوچ وغیرہ لغویات جائز نہیں ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔
۱۰۸	قوی و فطی حدیثوں میں تعارض ہو تو قوی پر عمل ہوگا۔	۹۵	مسجد کا حجرہ اور فناء مسجد کے حکم میں ہیں۔
۱۰۹	مسجدوں میں جوتے کہاں رکھے جائیں۔	۹۵	مسجد کے حجرہ میں تعویذ لکھ کر اجرت پر دینا جائز نہیں۔
۱۰۹	بلا ضرورت سامنے جوتے کہاں رکھے جائیں۔	۹۶	معتکف مسجد میں احتیاط سے کھائے پیئے۔
۱۱۰	مسجد کے کنویں سے لوگوں کو پانی بھرنے سے منع نہیں کیا جاسکتا البتہ مسجد کی رسی اور ڈول سے غیر نماز کے لئے پانی بھرنا منع ہے۔	۹۶	مسجد میں اگلا دلان رکھنا یا مسند سے ٹیک لگانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں۔
۱۱۰	طہارت میں اوہام کو دخل نہیں۔	۹۸	بہت احکام و مسائل نیت کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔
۱۱۱	بے ضرورت مسجد میں درخت لگانا منع ہے۔	۹۹	مسجدوں میں درود، وظائف، تلاوت وغیرہ جسر سے کرنا جس سے نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف ہو منع ہے۔
۱۱۱	مسجد کے درخت کے پھل پھول بلا قیمت لینا جائز نہیں۔	۱۰۱	مسافر مسجد میں ٹھہر سکتا ہے جبکہ مسجد کے اسباب کو اس سے اندیشہ نہ ہو۔
۱۱۲	مسجدوں میں دنیا کی باتیں یا شور شغب حرام ہے۔ ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔	۱۰۲	مسجدوں میں مٹی کا تیل جلانا جائز نہیں، اور اگر بدبو زائل کردی جائے تو اس کا جلانا جائز ہے۔
۱۱۳	مسجد منہدم ہو گئی اور اس کے متعلق دکانیں ہوں تو ان کے کرایہ سے مسجد تعمیر کی جائے، کرایہ کی آمدنی کو دوسری مسجد یا امام پر خرچ کرنا حرام ہے۔	۱۰۳	نماز کے اوقات میں مسجدوں کے دروازے بند رکھنا منع ہے۔
۱۱۳	قبروں کو ہموار کر کے مسجد میں شامل کر لینا حرام ہے۔	۱۰۴	بلا ضرورت مسجد میں چراغ جلانا منع ہے۔
۱۱۶	مسجدوں میں مدرسے قائم کرنے کے شرائط۔	۱۰۴	مسجد کے سامان میں گملے وغیرہ لٹکانا جائز ہے جبکہ نمازیوں کی نگاہ کے سامنے نہ ہوں۔
۱۱۹	مسجدوں میں کندہ پتھر لگانے کا حکم۔		

۱۴۱	فجر کی فرض پڑھ لی ہو اور سنت رہ گئی ہو تو زوال سے پہلے تک پڑھ سکتا ہے	۱۴۲	مسجدوں پر جھنڈے لہرانے کا حکم۔
۱۴۲	نمازیں کچھ چھوٹی ہوں اور کچھ پڑھی ہوں تو کس ترتیب سے پڑھی جائیں۔	۱۴۳	مسجدوں میں میلاد شریف یا وعظ کہنا کیسا ہے۔
۱۴۳	فجر کی سنت رہ گئی ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال تک پڑھ لے۔ طلوع آفتاب سے پہلے پڑھنا منع ہے۔	۱۴۴	مسجدوں میں علماء اور مشائخ کے لئے قیام کیا جاسکتا ہے۔
۱۴۴	صاحب ترتیب خطبہ کے وقت بھی قضا پڑھ لے ورنہ اس کا جمعہ نہیں ہوگا اور جو صاحب ترتیب نہ ہو وہ دوران خطبہ میں قضا نہیں پڑھ سکتا۔	۱۴۵	قبریں پاٹ کر مسجد بنانا کیسا ہے۔
۱۴۵	سنت فجر بلا عذر میٹھ کر صحیح نہیں ہوگی اور سنت فجر قضا ہو جائے تو اس کے پڑھنے کا وقت۔	۱۴۶	مسجد کی تعمیر کے لئے زمین کیسی ہوں۔
۱۴۶	عشاء سے پہلے والی سنت فوت ہو جائے تو اس کی قضا نہیں، ہاں عشاء کے بعد دو رکعت سنت کے بعد اسے پڑھ لے تو کوئی ممانعت نہیں۔	۱۴۷	مسجد میں جمعہ کے لئے دریاں دی گئیں اور وہاں جمعہ پڑھنا بند ہو گیا تو ان دریوں کو دوسری مسجد میں دینا جائز نہیں۔
۱۴۸	سنت فجر فوت ہو جائے تو طلوع شمس سے پہلے پڑھنا گناہ ہے۔	۱۴۸	باب ادراک الفریضة
۱۴۹	جمعہ کی سنت چھوٹ گئی ہے تو جمعہ کے بعد اس کو بہ نیت سنت پڑھ لے۔	۱۴۹	کوئی نفل یا سنت پڑھ رہا ہے اور جماعت قائم ہوئی تو پوری کر کے جماعت میں شریک ہو یا چھوڑے۔
۱۵۳	سنت فجر قضا ہو جائے تو طلوع شمس کے بعد زوال سے پہلے تک پڑھ لے زوال کے بعد اس کی قضا نہیں۔	۱۵۰	امام قعدہ اخیرہ میں ہو تو فجر کی سنتیں پڑھ کر شریک ہونا چاہئے یا بغیر پڑھے۔
۱۵۲	میت کی جانب سے قضائے عمری ادا کرنے کی ایک صورت۔	۱۵۱	فرض پڑھ چکا ہے اور جماعت کھڑی ہوئی تو کیا کرے۔
۱۵۵	قضائے عمری کا ایک غلط طریقہ۔	۱۵۲	امام فجر کے قعدہ اخیرہ میں ہو اور سنت پڑھ کر شریک ہو سکتا ہے تو سنت پڑھے ورنہ شریک ہو جائے اور آفتاب بلند ہونے کے بعد سنت پڑھے۔
۱۵۷	قضائے عمری کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کی نیت۔	۱۵۳	فجر کی جماعت ہو رہی ہے تو سنت کہاں پڑھی جائے۔
		۱۵۴	باب قضاء الفوائت

۱۷۷	باب سجود السہو	۱۵۸	جس کے ذمہ قضا نمازیں ہوں وہ نفلوں کی جگہ بھی قضا نمازیں پڑھے۔
۱۷۷	سورۃ سوچنے میں بقدر ادائے رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار دیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہے۔	۱۵۸	نماز قضا ہو جانے کی ایک صورت۔
۱۸۱	بجول کر کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے سے قریب ہو تو کیا کرے۔	۱۶۲	قضا نمازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں، اور ہو سکتی ہے تو کہاں، مسجد یا مکان میں۔
۱۸۳	قعدہ اخیرہ کو قعدہ اولیٰ سمجھ کر کھڑا ہو گیا اور سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ آیا تو بیٹھتے ہی سجدہ سہو کرے دوبارہ التحیات نہ پڑھے۔	۱۶۳	قضائے عمری ادا کرنے کا طریقہ۔
۱۸۳	قعدہ اولیٰ میں کھڑا ہونے کے قریب تھا کہ بیٹھ گیا تو سجدہ سہو واجب ہو گیا یا نہیں۔	۱۶۳	نماز، روزہ، حج وغیرہ کے چھوڑنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا البتہ ان کی قضا اس پر فرض ہے۔
۱۸۵	امام پر سجدہ سہو نہیں تھا اور سجدہ سہو کیا تو اس کے بعد جو لوگ اس نماز میں شریک ہوں گے ان کی نماز نہیں ہوگی۔	۱۶۴	جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہو بیٹھ کر نماز نہیں ہوگی۔
۱۹۱	سجدہ سہو کے لئے امام سلام کرے تو مسبوق بھی سلام کرنے میں شریک ہو گیا یا نہیں۔	۱۶۴	فجر کی نماز قضا ہو جائے وہ جمعہ اور عید کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔
۱۹۱	قعدہ اولیٰ میں اللہم صل علی محمد تک پڑھے گا تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔	۱۶۴	میت کے ذمہ نماز روزہ کا کفارہ ہو اور کفارہ میں قرآن شریف کا ہدیہ مسکین کو دیا جائے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں۔
۱۹۱	مسبوق، سجدہ سہو کا سلام نہ کرے۔	۱۶۵	میت کے کفارہ ادا کرنے کے لئے مال نہ ہو یا کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو۔
۱۹۲	قعدہ اولیٰ میں شک ہو اور سجدہ سہو کر لے تو نماز ہو جائے گی۔	۱۶۵	قضا نماز کے کفارہ کا مستحق کون ہے۔
۱۹۲	فاتحہ کے بعد بسم اللہ ترتیل سے پڑھی جس سے کافی دیر ہو گئی تو سجدہ سہو واجب نہیں سکوت یا سورت سوچنے میں دیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔	۱۶۶	میت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ۔
۱۹۲	چار رکعت والی نماز میں پچھلی دور رکعتوں میں سورت کا ضم کرنا کیسا ہے۔	۱۷۵	کفارہ میں قرآن شریف دینے سے پورا کفارہ ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف جس ہدیہ کا ہے اتنا ہی ادا ہوگا۔

۲۱۵	سجدہ سہو واجب ہو اور سجدہ نہ کرے تو نماز کا اعادہ واجب ہے۔	۱۹۶	سجدہ سہو کے لئے ایک طرف سلام چاہئے دونوں طرف نہیں۔
۲۱۶	تیسری یا چوتھی رکعت میں سہو آفتحہ کے بعد آیت پڑھ دی یا رکوع کی تسبیحات سجدہ میں یا سجدہ کی رکوع میں یا مقتدی نے تعوذ پڑھا، یا امام نے تسبیح کے بجائے تکبیر کہی تو سجدہ سہو نہیں۔	۱۹۶	افتحہ کے ساتھ سورت نہیں ملائی اور رکوع میں چلا گیا تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے، اور اگر رکوع کے بعد یاد آئے تو سجدہ سہو کرے۔
۲۱۶	قعدہ اخیرہ میں بھول کر کھڑا ہو جائے تو کیا کرے۔	۱۹۷	مقتدی سے سہو ہونے پر نہ اعادہ صلوٰۃ ہے نہ سجدہ سہو، یہ کیوں، اس کے متعلق ایک علمی بحث۔
۲۱۶	کسی کو نسیان ہو اور دوسرے کے بتانے پر وہ نماز پڑھے تو نماز نہیں ہوگی، ایسا شخص نماز کس طرح پڑھے۔	۲۱۰	امام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدہ واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ نہ کرے اپنی نماز پوری کرنے کے بعد کرے۔
۲۱۹	بغیر قنوت پڑھے رکوع چلا جائے تو پلٹے نہیں اور اگر پلٹا تو نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا پلٹنے کے لئے مقتدی نے لقمہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔	۲۱۲	سجدہ سہو کا سلام دہنی طرف ہے دونوں طرف نہیں ورنہ سجدہ سہو ساقط اور گناہ لازم۔
۲۲۳	باب سجود التلاوة	۲۱۲	قعدہ اولیٰ میں امام عادت سے زیادہ دیر لگا دے تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں۔
۲۲۳	کتاب وغیرہ میں آیات سجدہ ہوں تو ان کے پڑھنے سے سجدہ واجب ہوگا یا نہیں۔	۲۱۲	بغیر قنوت پڑھے رکوع میں چلا جائے تو پلٹے نہیں سجدہ سہو کرے۔
۲۳۳	آیت سجدہ پڑھنے کے بعد فوراً سجدہ کرنا واجب ہوتا ہے یا نہیں۔	۲۱۳	قعدہ اولیٰ میں امام سہو اکھڑا ہو گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں۔
۲۳۴	امام نے سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کی تو امام اور مقتدی سب کا سجدہ ادا ہوگا یا نہیں۔	۲۱۴	امام کو قعدہ سے سہو ہو تو اللہ اکبر یا التَّحِيَّات سے بھی لقمہ دیا جاسکتا ہے مگر سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔
۲۳۸	آیت سجدہ کے ترجمہ پڑھنے سے سجدہ لازم ہوتا ہے یا نہیں۔	۲۱۵	نسیان کی وجہ سے رکعت وغیرہ کی تعداد یاد نہ رہتی ہو تو یاد دلانے کے لئے آدمی مقرر کرنا جائز نہیں۔
۲۳۹	سجدہ تلاوت کے لئے طہارت اور نیت ہونا ضروری ہے۔	۲۱۵	تین سجدے کرنے سے سجدہ سہو واجب ہوگا۔

۲۶۸	سفر میں نماز پوری پڑھنا، قصر نہ کرنا گناہ ہے۔	۲۳۹	سجدہ کرنے میں قرآن شریف سامنے ہو تو حرج نہیں۔
۲۶۸	ساڑھے ستاون میل کے ارادہ سے سفر کرنے سے آدمی مسافر ہوتا ہے دس دس بیس بیس میل ادھر ادھر جانے سے شرعی سفر نہیں ہوگا۔	۲۳۹	آیت سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرنا واجب، تراویح ہو یا کوئی دوسری نماز۔
۲۶۸	جنگلات کے ملازمین کے متعلق ایک سوال۔	۲۲۵	تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے سے مجلس تبدیل ہو جاتی ہے۔
۲۷۰	سسرال مدت سفر پر ہو تو وہاں جانے پر نماز میں قصر ہوگا۔	۵۳۹	سجود تلاوت صلوٰۃ میں دو آیتیں بالاتفاق اور تین علی الاختلاف قاطع فور نہیں۔
۲۷۰	ساڑھے ستاون میل کے فاصلہ پر علی الاقوال جانا ہو تو قصر ہے۔	۲۴۱	باب صلوٰۃ السافر
۲۷۱	مسافر امام نے پوری نماز پڑھائی تو مقیم کی نماز نہیں ہوگی۔	۲۴۱	حکام سرکاری دوروں میں مسافر ہوں گے یا نہیں۔
۲۷۱	کہیں دکان ہو تو وہ وطن اصلی نہیں بن جاتا۔	۲۵۳	مسافر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مدت قصر تک مسلسل جانے کا ارادہ ہو ورنہ مسافر نہیں ہوگا۔
۲۷۳	باب الجمعة	۲۵۵	منزل، کوس اور فرسنگ کی مسافتوں کا بیان۔
۲۷۳	دیہات میں جمعہ جائز نہیں۔	۲۵۵	قصر تین منزل سے کم میں نہیں ہوتا۔
۲۷۴	جمعہ کے لئے شہر شرط ہے۔	۲۵۵	مسافر جس راستہ سے سفر کرے گا وہی معتبر ہوگا۔
۲۷۴	شہر کی تعریف۔	۲۵۵	دو مسافروں کے درمیان ایک مشترک غلام ہو اور ایک نے اقامت کی نیت کر لی اور دوسرے نے نہیں کی تو غلام قصر کرے یا نہیں۔
۲۷۲	شہر کی یہ تعریف کہ جمیع سکان جن پر جمعہ فرض ہے آجائیں تو مسجد میں نہ آسکیں ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے۔	۲۵۸	آبادی سے باہر نکلتے ہی مسافر ہو جاتا ہے اور جب تک وطن واپس نہ آجائے یا کہیں اقامت کی نیت نہ کر لے مسافر رہے گا۔
۲۷۲	جمعہ کے متعلق ایک شبہ کا زوالہ احتیاطی ظہر خواص کے لئے ہے۔	۲۵۸	جنگلات میں جو ملازمین ہوتے ہیں وہ مسافر کہلائیں گے یا نہیں۔
۲۸۲	فتاویٰ ابوالبرکات کے ایک فتویٰ کا رد۔	۲۶۷	جو اسٹیشن جنگلوں میں ہوتے ہیں ان کے ملازمین مسافر ہیں یا نہیں۔
۲۸۲	خطبہ کے الفاظ کے معانی سمجھنا صحت جمعہ کے لئے شرط نہیں۔		

۲۸۶	خطبہ میں خطبہ کا ترجمہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔	۲۸۶	جمعہ کس سال فرض ہوا۔	۳۱۳
۲۸۷	قلعے وغیرہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔	۲۸۷	جمعہ عیدین وغیرہ میں کثیر جماعت ہو تو سہو کا سجدہ چھوڑا جاسکتا ہے۔	۳۱۴
۲۸۸	صحت جمعہ کے لئے اذان عام ضروری ہے۔	۲۸۸	ایک مسجد میں جمعہ ہو جائے تو دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	۳۱۵
۲۸۸	جمعہ کی سنتوں کی تعداد کتنی ہے۔	۲۸۸	ایک مسجد میں دو بار جمعہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔	۳۲۰
۲۹۴	احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔	۲۹۴	یا ایک وقت میں جمعہ کی دو جماعتیں ہو سکتی ہیں یا نہیں۔	۳۲۰
۲۹۶	جمعہ سے متعلق چند سوال۔	۲۹۶	عربی میں خطبہ پڑھنا پھر اردو میں ترجمہ کرنا یا اردو میں پڑھنا یا کچھ عربی اور کچھ اشعار میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔	۳۲۲
۳۰۰	اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد زبان سے دعا کرنا منع ہے دل سے کر سکتا ہے۔	۳۰۰	جمعہ کے بعد ظہر کی نیت سے دو رکعت پڑھنا جائز نہیں۔	۳۲۶
۳۰۲	تعوذ سے خطبہ شروع کرنا چاہئے۔	۳۰۲	خطبہ کے متعلق دوسروں کے دو فتوے اور مصنف کی تحقیق۔	۳۲۹
۳۰۲	اردو کے قصائد وغیرہ خطبہ میں پڑھنا خلاف سنت ہے۔	۳۰۲	خطبہ میں دہنے بائیں منہ پھیرنا بے اصل ہے۔	۳۴۲
۳۰۳	عصا لے کر خطبہ پڑھنا کیسا ہے۔	۳۰۳	عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔	۳۴۳
۳۰۳	عربی، فارسی اور اردو اشعار میں خطبہ ہو تو کیسا ہے۔	۳۰۳	منبر کے کھتے زینے ہوں اور کس زینہ پر خطبہ ہو اور منبر کا رواج کب سے ہے۔	۳۴۳
۳۰۹	نا بالغ خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے تو کیا حکم ہے۔	۳۰۹	احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔	۳۴۴
۳۱۰	احتیاطی ظہر کے متعلق ایک سوال۔	۳۱۰	جہاں آبادی اتنی ہو کہ وہاں کی بڑی مسجد میں نہ آسکیں، حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ کی روایت کی بنا پر وہ شہر ہے، متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے، اس روایت پر وہاں جمعہ اور عیدین ہو سکتے ہیں۔	۳۴۷
۳۱۲	متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے مگر ایک جگہ پڑھنا افضل ہے۔	۳۱۲	شہر اور دیہات کا فرق (افسوس کہ پورا جواب نہ مل سکا۔)	۳۴۸
۳۱۲	جہاں صحت جمعہ کے شرائط میں اشتباہ ہو تو وہاں خواص کے لئے چار رکعت احتیاطی پڑھنے کا حکم ہے۔	۳۱۲	شوکت اسلامی کے خیال سے جمعہ اور عیدین کاؤں میں پڑھے جائیں تو جائز ہے یا نہیں۔	۳۵۰

۳۶۵	احتیاطی ظہر عوام کے لئے نہیں ہے۔	۳۵۲	نماز، وظیفہ وغیرہ خطبہ کے وقت پڑھنا جائز نہیں۔
۳۶۵	خطبہ میں حضور کا نام پاک آئے تو دل میں درود پڑھے زبان سے سکوت فرض ہے۔	۳۵۲	جمعہ ہو چکنے کے بعد دوسرے لوگ اس مسجد میں جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔
۳۶۵	مصر، قری اور شہر کافرق۔	۳۵۲	جامع مسجد تنگ پڑتی ہو تو عید گاہ میں جمعہ پڑھا جائے۔
۳۶۵	متصل بستیاں ہوں اور کثیر مسلمان آباد ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔	۳۵۲	احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ
۳۷۴	تحقیق یہ ہے جمعہ کے لئے شہر شرط ہے ہم اسی پر فتویٰ دیتے ہیں لیکن دیہات میں جمعہ پڑھنے سے عوام کو نہ منع کرتے ہیں اور نہ منع کرنا پسند کرتے ہیں ایک روایت پر جمعہ صحیح ہو جاتا ہے۔ عوام جس طرح بھی خدا اور سول کا نام لیں غنیمت ہے۔	۳۵۱	جمعہ اور ہر نماز کے بعد قبلہ سے انحراف امام کے لئے سنت ہے۔
۳۷۶	جہاں تین چار سو مسلمان آباد ہوں، مضفی، ڈاک خانہ، شفا خانہ، بازار وغیرہ ہوں وہ شہر ہے یا دیہات۔	۳۵۱	قبلہ رو بیٹھا رہنا بالاجماع مکروہ ہے۔
۳۸۴	جمعہ کی امامت کے لئے سلطان یا مازون کی شرط کوئی بنیادی شرط نہیں۔	۳۵۱	جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں طویل دعا بہتر نہیں اور یونہی جبکہ مقتدیوں پر گراں گزرے۔
۳۸۴	نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین اور کسوف کی امامت میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔	۳۵۱	دعا کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں۔
۳۸۷	دیہات میں جمعہ، عیدین جائز نہیں عوام پڑھیں تو انہیں منع کرنے کی ضرورت نہیں۔	۳۵۹	جمعہ، عیدین اور کسوف میں امام کیسا ہو۔
۳۸۹	خطبہ میں غیر عربی کا خط مکروہ تنزیہی اور خلاف سنت ہے۔	۳۵۹	ایک مسجد میں جمعہ کی نماز دوبارہ پڑھنا جائز نہیں۔
۳۹۴	خطبہ اولیٰ میں اوصیکم بتقویٰ اللہ نہ پڑھا جائے تو شوافع کی نماز ہو گی یا نہیں۔	۳۶۳	جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر شرط ہے جہاں شہر نہ ہو وہاں فنائے شہر کافی ہے۔
۳۹۶	ایک مسجد میں اذان و اقامت اور خطبہ کے ساتھ جمعہ ہو چکنے کے بعد پھر دوسروں کو چند بار ایسے ہی جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔	۳۶۳	فنائے شہر کس کو کہتے ہیں۔
۳۹۶	دونوں خطبہ کے مابین دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔	۳۶۳	مالہ یسع اکبر مساجد اہلہ مصر کو علماء نے رد کر دیا ہے۔

۳۹۷	رسالہ مرقاة الجمان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان (ثانی خطبہ میں ایک سیرھی اترنے پھر چڑھنے کے بارے میں)	۳۱۲
۳۹۸	جہاں جمعہ صحیح ہونے میں اشتباہ نہ ہو، وہاں احتیاطی ظہر منع ہے۔	۳۱۷
۳۹۹	امام میں شرعی عیب ہو اور اسے معزول نہ کر سکیں تو دوسری جگہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔	۳۱۷
۳۹۹	جہاں لوگ عربی نہیں سمجھتے ان کی رعایت میں اردو میں خطبہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔	۳۱۷
۴۰۲	مسجد میں اذان ثانی دینا مکروہ ہے۔	۳۱۷
۴۰۲	جمعہ کی پہلی اذان کب سے شروع ہوئی، خلفائے راشدین کے زمانہ میں اذان ثانی کہاں ہوتی تھی۔	۳۱۷
۴۰۲	قلعہ میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔	۳۱۷
۴۰۳	شافعی امام کے پیچھے حنفی کا جمعہ ہو گا یا نہیں۔	۳۱۷
۴۰۳	بے اذن امام معین کے دوسرے نے خطبہ پڑھا اور نماز پڑھائی جمعہ نہیں ہوگا، ہاں امام معین نماز میں شریک ہو جائے تو ہو جائے گا۔	۳۱۷
۴۰۵	مسجد سے باہر کوئی ایسی جگہ نہ ہو جہاں مؤذن خطیب کے محاذی میں اذان دے سکے تو وہاں کیا کیا جائے۔	۳۱۷
۴۱۱	جمعہ کے دونوں خطبے فرض ہیں یا ایک فرض دوسرا سنت۔	۳۱۸

۴۱۸	مدت رضاعت میں جو ارتقا ہو موجب تحریم ہے۔	۴۱۸	مجلس واحد حسب صریح کافہ ائمہ جامع کلمات ہوتی ہے۔
۴۱۸	امام ابن حجر کے قول "بَحَثُ بَعْضُهُمْ" میں لفظ بعض پر مصنف کی تحقیقی بحث۔	۴۱۸	ایجاب و قبول تب مرتبط ہوتے ہیں جب ایک ہی مجلس میں ہوں۔
۴۱۹	مجهول الحال کی بحث، مجهول الماخذ قابل استناد نہیں۔	۴۱۹	موجود معدوم کے ساتھ مرتبط نہیں ہوتا۔
۴۱۹	مقلد محض نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتا ہے نہ دوسرے پر اس کی بحث حجت ہو سکتی ہے۔	۴۱۹	تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے سے مجلس تبدیل ہو جاتی ہے۔
۴۱۹	تقلید مقلد اجماعاً باطل ہے۔	۴۱۹	مجلس تبدیل ہونے کی بعض صورتوں کا بیان۔
۴۱۹	مجرد حدود شرعاً دلیل منع نہیں۔	۴۱۹	المصر مالا یسیع اکبر مساجد اہلہ یہ نہ مذہب امام اور نہ صاحبین کا قول۔
۴۱۹	بدعت کبھی حرام، کبھی واجب، کبھی مندوب، کبھی مکروہ اور کبھی مباح ہوتی ہے۔	۴۱۹	دیہات کے لوگوں پر جمعہ واجب نہیں۔
۴۲۰	بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے۔ جشن میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے کے لئے لوگوں کا جمع ہونا بدعت حسنہ اور مندوب ہے۔	۴۲۰	اذان ثانی کا جواب امام دے سکتا ہے مقتدی نہیں مگر مقتدی دے تو اس سے نزاع نہیں کرنا چاہئے۔
۴۲۰	نفس بدعت مستزیم قبیح و شاعت نہیں۔	۴۲۰	تعوذ سے خطبہ شروع کرنا چاہئے اور کوئی بسم اللہ سے شروع کرے تو جواز میں شک نہیں۔
۴۲۱	ندب حکم شرعی ہے جس کے لئے دلیل ضروری ہے۔	۴۲۱	خطبہ میں اسم جلالت یا حضور کا اسم مبارک آئے تو دل میں جل جلالہ، یا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے زبان سے نہیں۔
۴۲۱	زیادۃ علی السنہ وہ مکروہ ہے جو باعتبار سنت ہو نہ کہ باعتبار اباحت و ندب۔	۴۲۱	خطبہ کے وقت سنتیں پڑھنا ممنوع ہے۔
۴۲۲	حدیث قد تعدی میں تعدی اعتقاد پر محمول ہے۔	۴۲۲	خطبہ زبانی اور دیکھ کر دونوں طور پر پڑھا جاسکتا ہے اور زبانی پڑھنا افضل ہے۔
۴۲۳	لزوم ایہام سنیت، عدم مداومت کا مقتضی ہے نہ کہ مداومت علی التمرک کا۔	۴۲۳	نہ ہم دیہات میں جمعہ پڑھیں گے اور جہاں قائم نہ ہوں وہاں قائم کریں گے مگر عوام کو منع بھی نہ کریں گے۔
۴۲۳	دوران خطبہ ذکر سلطان پر خطبہ کے منبر کی ایک سیڑھی اترنے اور پڑھنے میں نکتہ جمیلہ اور دقیقہ جلیلہ۔	۴۲۳	

۴۵۲	چھوٹے چھوٹے گاؤں متصل ہوں تو وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔	۴۴۰	امام قابل امامت نہ ہو اور اسے بدل بھی نہ سکتا ہو تو تنہا ظہر پڑھے۔
۴۵۳	غیر عربی میں خطبہ نہیں ہونا چاہئے۔	۴۴۱	خطبہ سننے کی حالت میں کوئی حرکت کرنا منع ہے اور ولد کر اللہ اعلیٰ پر نماز کے لئے کھڑے ہونا حرام ہے۔
۴۵۴	مختصر خطبہ پڑھنا عقلمندی کا ثبوت ہے۔	۴۴۱	امام نے جمعہ پڑھا کر دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز میں شرکت کی یہ کیسا ہے۔
۴۵۴	الوداعی کوئی حکم شرعی نہیں اور نہ اس کا التزام اچھا۔	۴۴۱	ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے۔
۴۵۴	جمعہ میں قرأت کی مقدار کیا ہے۔	۴۴۱	جمعہ کا امام کون ہو۔
۴۴۶	دیہات میں جمعہ جائز نہیں اور جہاں قائم ہو بند کرنا جاہلوں کا کام ہے۔	۴۴۲	میدان میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے اس کے لئے مسجد یا عمارت ہونا ضروری نہیں۔
۴۵۷	اب جمعہ میں قاضی سے مراد والی قاضی ہے نکاح کا قاضی نہیں۔	۴۴۲	جمعہ کے شرائط۔
۴۵۸	مجلس خانوں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔	۴۴۶	خطبہ میں آیت شروع کرنے سے پہلے تعوذ پڑھنا چاہئے اور وہ آیت سورہ کی ابتداء میں ہو تو بسم اللہ بھی پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔
۴۵۸	دھوپ کی وجہ سے چھتری لگا کر خطبہ سننا جائز ہے یا نہیں۔	۴۴۶	جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے۔
۴۵۹	جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے سفر کرنا جائز ہے۔	۴۴۶	خطبہ مختصر ہونا چاہئے۔
۴۵۹	جمعہ کا وقت ہو جانے کے بعد سفر کرنا گناہ ہے۔	۴۴۷	علمی خطبہ کے مصنف سنی تھے۔
۴۵۹	گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر کر لی جائے تو وہ مسجد کے حکم میں نہیں۔	۴۴۹	بن میں جمعہ حرام اور گاؤں میں ناجائز۔
۴۶۰	جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں۔	۴۵۰	جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے۔
۴۶۱	حضور کی تبعیت میں حضرت غوث الاعظم پر درود پڑھنا جائز ہے۔	۴۵۰	جہاں متصل بستیاں ہوں وہاں جمعہ جائز ہے یا نہیں۔
۴۶۲	ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے، احتیاطی ظہر خواص کے لئے ہے، جہاں جمعہ صحیح ہو گا ظہر ساقط ہو گی۔	۴۵۲	الوداعی خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں، ہاں وہ فی نفسہ مباح ہے۔

۴۶۹	امام جمعہ مقرر کرنے کا حق بادشاہ یا نائب کو ہے۔	۴۶۲	لوگوں کے مقرر کردہ اماموں کے پیچھے جمعہ صحیح ہے۔
۴۷۱	سنت پڑھنے میں خطبہ شروع ہو تو کیا حکم ہے۔	۴۶۳	دریا، سمندر وغیرہ میں جمعہ جائز نہیں نہ دارالحرب میں۔
۴۷۷	۵ رسالہ رعاية المذہبین فی الدعاء بین الخطبتین (مابین الخطبتین دعا کرنے کے بارے میں)	۴۶۵	ایک زینہ اُڑنے پھر چڑھنے کو علماء نے ایک مصلحت سے خطیب کے لئے رکھا تھا وہ اب نہیں۔
۴۷۷	امام کے لئے دعائیں الخطبتین کے جواز میں اصلاً کلام نہیں۔	۴۶۵	سلاطین کے لئے مبالغہ آمیز الفاظ ممنوع ہیں۔
۴۷۷	جواز کے لئے نبی شرعی کا نہ ہونا ہی سند کافی ہے،	۴۶۵	جمعہ کا اول اور آخر وقت۔
۴۷۷	ممنوع وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں۔	۴۶۵	خطبہ میں کیا ہو خلفائے راشدین کے نام نہ لئے جائیں تو کیا حرج ہے۔
۴۷۷	خدا اور رسول کی نبی کے بغیر ہر گز کوئی شئی ممنوع نہیں ہو سکتی۔	۴۶۶	قادیانیوں کی نماز باطل ہے۔
۴۷۷	حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو مینہ برسنے اور دوسرے جمعہ کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دعا مانگنا صحیح بخاری و مسلم وغیرہما میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔	۴۶۶	بجائے خطبہ کے وعظ و نصیحت ہو تو کیا حرج ہے۔
۴۷۷	جب عین خطبہ میں دعا مانگنا حدیث سے ثابت ہوا جو کہ قطع خطبہ کو مستلزم ہے تو بین الخطبتین دعا کا جواز بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا۔	۴۶۶	غیر عربی میں خطبہ کیسا ہے۔
۴۷۷	بین الخطبتین دعا کے جواز پر متعدد شارحین حدیث کے اقوال۔	۴۶۸	جو ثنائی زمانہ سے خطبہ اور امامت کے منصب پر مقرر ہو اس کے خطبہ سننے کو ناجائز کہنا منع ہے۔
۴۷۸	صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و متعدد اقوال صحابہ و تابعین کو رو سے یہ جلسہ ان اوقات میں ہے جن میں ساعت اجابت جمعہ کی امید ہے۔	۴۶۸	اذان خطبہ کا جواب دینا اور دعا مانگنا اور نام پاک پر انگوٹھا چومنا نہیں چاہئے۔
۴۷۸	ساعت اجابت جمعہ کے بارے میں روایات۔	۴۶۸	درود شریف دل میں پڑھے زبان سے نہیں۔
		۴۶۹	اردو میں خطبہ خلاف سنت ہے۔

۴۷۹	۱۔ وہ امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ہے۔	۴۸۵	فقیر غفر اللہ لہ، (یعنی مصنف رحمۃ اللہ علیہ) اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا کبھی اخلاص کبھی درود شریف پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا تاکہ مقتدی دیکھ کر دعائیں مشغول نہ ہوں۔
۴۷۹	۲۔ وہ شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے۔	۴۸۵	دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔
۴۷۹	۳۔ وہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے۔	۴۹۲	نماز جمعہ میں قراۃ کی مقدار۔
۴۷۹	۴۔ وہ خروج امام سے ختم خطبہ تک ہے۔	۴۹۷	۵۔ وہ اذان سے نماز تک ہے۔
۴۷۹	۵۔ وہ اذان سے نماز تک ہے۔	۴۹۷	ہمارے علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے۔
۴۷۹	۶۔ وہ دونوں خطبوں کے درمیان ہے۔	۴۹۸	اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہئے مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔
۴۸۰	اکابر علماء حنفیہ کے نزدیک جلسہ بین الخطبتین میں دعا مستحب ہے۔	۴۹۸	اقامت ضرور مسجد میں ہوگی۔
۴۸۰	منکرین کے امام شوکانی نے بھی نیل الاوطار میں جواز کے قول کو نقل کیا اور مسلم رکھا۔	۴۹۸	اذان کے لئے اگر منارہ نہ ہو تو مسجد سے باہر ایسی زمین پر دی جائے جو مسجد سے متعلق ہو۔
۴۸۰	یہ جواز استحباب کا حکم امام کا ہے، رہے مقتدی ان کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام میں اختلاف ہے۔	۴۹۸	اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنت ہے۔
۴۸۱	حاصل کلام یہ ہے کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں زبان کو حرکت نہ دیں۔	۴۹۸	مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے۔
۴۸۱	دوران خطبہ اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر خطیب کرے تو مقتدی دل میں درود شریف پڑھیں۔	۴۹۹	اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی اذان بھی بلندی پر ہونا سنت ہے۔
۴۸۲	علماء محتاطین مسائل اجتہادیہ میں تو انکار بھی ضروری نہیں جانتے چہ جائیکہ تفصیل و تکفیر کی جائے۔	۴۹۹	اذان وہاں ہونی چاہئے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے۔
۴۸۵	مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک و بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی ہے۔	۴۹۹	سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔
۴۸۵	امام کے لئے دعا بین الخطبتین اگرچہ جائز ہے مگر خوف مفسدہ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے۔	۴۹۹	اگر اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اس کے متعلق زمین میں اذان دے۔

۴۹۹	جمعہ کی اذان ثانی کا حکم بھی یہی ہے کہ مسجد کے اندر نہ دی جائے، اس میں کوئی تخصیص اور استثناء نہیں۔	۵۰۴	منذہ بیرون مسجد تھا بعدہ مسجد بڑھائی گئی اب منذہ اندرون مسجد ہو گیا اس پر اذان میں حرج نہ ہوگا۔
۴۹۹	جمعہ کی اذان ثانی کے مسجد میں جائز ہونے پر لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر سے استدلال محض ناواقفی ہے۔	۵۰۴	تمامی مسجد کے بعد اگر بانی مسجد اذان کے لئے مسجد میں نیامکان مستثنیٰ کرنا چاہے تو اس کی اجازت نہیں۔
۴۹۹	لفظ بین یدی المنبر یا بین یدی الامام کا حاصل یہ ہے کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے امام کے مواجہہ میں ہو۔ اس سے داخل مسجد اذان کا ہونا مستحب نہیں۔	۵۰۴	تمامیت مسجد کے بعد مسجد میں امام کا مکان بنانے کا حکم۔
۵۰۰	بین یدی سمت مقابل میں منبر سے جہت تک صادق ہے۔	۵۰۴	ان احادیث کی تشریح جن میں اذان کے ساتھ فی المسجد کا لفظ آیا ہے۔
۵۰۰	بین یدی کے معنی کی وضاحت اور اس پر قرآن وحدیث سے شواہد کا ذکر۔	۵۰۹	باب العیدین
۵۰۱	جمعہ کی اذان ثانی زمانہ اقدس حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر ہوا کرتی تھی۔	۵۰۹	عید کے خطبہ میں لیک یاد رو پڑھنا کیسا ہے۔
۵۰۲	مصنف (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف سے دہلی کی ایک مسجد کے مؤذن کو عقلی دلیل سے مسئلہ سمجھانا۔	۵۱۱	۵ سالہ سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوة العید (نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے ثبوت میں)
۵۰۲	بانی مسجد نے تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ یا کوئی محل مرتفع بنایا تو جائز ہے۔ اتنا ٹکڑا اذان کے لئے جدا سمجھا جائے گا یہاں کراہت عارض نہ ہوگی۔	۵۱۱	مولوی عبدالحلیم لکھنوی صاحب کے ایک فتویٰ سے متعلق سوال۔
۵۰۲	مسجد میں جواز وضو کی ایک صورت۔	۵۱۱	نماز عیدین کے بعد تابعین عظام اور مجتہدین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔
		۵۱۲	مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم الشان سند جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہوئی امام المحدثین حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔

۵۱۶	آیات مذکورہ میں بقول سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب سے مراد دعا میں جدوجہد کرنا ہے۔	۵۱۵	زمانہ تابعین میں نماز عید خطبہ سے پہلے ہوتی پھر امام اپنے راحلہ پر وقوف کر کے دعا مانگتا۔
۵۱۵	آیہ کریمہ مطلق ہے اور اپنے اطلاق کے ساتھ فرض، واجب اور نفل سب کو شامل ہے لہذا نماز عیدین بھی اس حکم میں داخل ہیں۔	۵۱۵	زمانہ تابعین میں نماز عید اذان و اقامت کے بغیر ہوتی تھی۔
۵۱۶	احادیث سے ادا بار صلوات کا مطلقاً محل دعا ہونا مستفاد ہے۔	۵۱۵	نماز عیدین کے بعد دعا مانگنا سنت تابعین ہے۔
۵۱۶	علماء بشارت حدیث نماز مطلق کے بعد دعا مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں۔	۵۱۵	راحلہ پر وقوف و عدم وقوف سنت دعا کی نفی نہیں کر سکتا۔
۵۱۷	مطلوب کی دعا نماز ذات رکوع و سجود کے بعد واقع ہونا آداب سے ہے۔	۵۱۵	امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عادت کریمہ ہے جو اثر اپنے خلاف مذہب ہوتا ہے اس پر تقریر نہیں فرماتے۔
۵۱۷	اعمال صالحہ وجہ رضائے مولیٰ جل وعلا ہوتے ہیں۔	۵۱۵	مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے نماز عید کے بعد دعا کے مسئلہ کو دو عیدوں پر منقسم فرمایا۔
۵۱۸	دعا کا محل عمل صالح سے فراغت کے بعد ہے۔	۵۱۵	عید اول قرآن و حدیث سے اس دعا کے جواز اور ادعائے مانعین کی غلطی کے بیان میں۔
۵۱۸	ہر ختم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے۔	۵۱۵	عید دوم فتویٰ مولوی عبداللہ لکھنوی سے اسناد پر کلام اور اوہام مانعین کے ازالہ نام کے بیان میں۔
۵۱۸	افطار کے وقت روزہ دار کی ایک دعا رد نہیں ہوتی۔	۵۱۵	نماز عید کے بعد دعا کی شرع مطہر سے کہیں ممانعت نہیں۔
۵۱۹	یہ فضیلت روزہ، فرض، واجب و نفل سب کو عام ہے کیونکہ نصوص میں قید و خصوص نہیں۔	۵۱۵	جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہو ہرگز ممنوع نہیں ہو سکتا۔
۵۱۹	نماز افضل اعمال و اعظم ارکان اسلام ہے۔	۵۱۵	جو ادعائے منع کرے اثبات ممانعت اس کے ذمہ ہے۔
۵۱۵	نماز، روزے سے زائد موجب رضائے ذوالجلال والا کرام ہے۔	۵۱۶	اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب کی تفسیر۔

۵۱۹	بعد فراغ محلیت دعا فرائض سے خاص نہیں۔	۵۱۹	جس قدر مجمع کثیر ہوگا اسی قدر امید اجابت ظاہر تر ہوگی۔
۵۱۹	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا۔	۵۲۳	دعاء نماز پر اقتصار ہر گز شرعاً مطلوب نہیں۔
۵۱۹	دعا مانگنے کا مستحسن طریقہ۔	۵۲۳	بعد نماز ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنے والے کی نماز ناقص ہے۔
۵۲۰	رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ سنی جاتی ہے۔	۵۲۳	سب سے زیادہ قرب بندے کو اپنے رب سے حالت سجود میں ہوتا ہے۔
۵۲۰	واجبات نوافل سے اعلیٰ اور اعظم اور رضائے الہی میں اوفر و اتم ہیں۔	۵۲۳	تسبیح سجود بھی دعا ہے۔
۵۲۱	فریضہ و نافلہ کے لئے ثبوت خاص بعینہ واجبات کے لئے ثبوت خاص ہے۔	۵۲۳	ہر ذکر دعا ہے۔
۵۲۱	فرض و واجب و نفل میں فرق۔	۵۲۴	نماز میں آدمی ہر قسم کی دعا نہیں مانگ سکتا۔
۵۲۲	بشادت قرآن و حدیث و اقوال علماء ثابت ہے کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد و غیر ہاکے بعد دعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے۔	۵۲۵	مجمع عیدین میں بعد نماز دعا خاص اذن حدیث و ارشاد شرع سے ثابت ہے۔
۵۲۲	دعا بنص قرآن و حدیث و اجماع ائمہ قدیم و حدیث اعظم مندوبات شرع سے ہے۔	۵۲۵	عیدین کے اجتماع میں دعاء کی تحریص و ترغیب سے متعلق احادیث۔
۵۲۲	مظان اجابت دعا کی تحری مسنون و محبوب ہے۔	۵۲۶	عید کی صبح ہر شہر میں فرشتے بھیجے جاتے ہیں۔
۵۲۲	تحری مذکور پر قرآن و حدیث سے دلائل۔	۵۲۶	اللہ کا فرمان ہے کہ مجمع عید میں آخرت کے لئے جو مانگو گے عطا کروں گا۔
۵۲۲	حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔	۵۲۶	دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو مقہول ہیں۔
۵۲۳	گروہ مسلمین میں سے بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو ان کی دعا مقبول ہے۔	۵۲۶	اگر دنیاوی اشیاء سے متعلق دعا قبول نہ ہو تو اس کے برابر بلا دفع کی جاتی ہے یا وہ دعا روز قیامت کے لئے ذخیرہ رکھی جاتی ہے جو بندہ کے لئے بہر صورت بہتر ہے۔
۵۲۳	علماء نے مجمع مسلمین کو اوقات اجابت سے شمار کیا ہے۔	۵۲۷	حدیث سے مستفاد ہے کہ بعد نماز عید خود اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے دعا کا تقاضا فرماتا ہے۔
۵۲۳	مجمع مسلمین کا اوقات اجابت سے ہونا حدیث صحاح سے ثابت ہے۔	۵۲۷	ہر جلسہ کے بعد دعا کی تاکید سے متعلق حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تخریج و تشریح۔

۵۲۹	نکمرہ سیاق شرط میں واقع ہو تو عام اور جزا میں واقع ہو تو خاص ہوتا ہے۔	۵۳۲	فضائل و ترغیب دعا سے متعلق احادیث کا ذخیرہ کن کتابوں میں ہے۔
۵۲۹	نکمرہ نفی کے تحت آئے تو عام اور اثبات میں آئے تو خاص ہوتا ہے۔	۵۳۲	دعا کی تاکید و تکثیر اور ترک دعا پر تہدید سے متعلق گیارہ احادیث کریمہ۔
۵۲۹	اسماء شرط سب صورتوں کو عام ہوتے ہیں۔	۵۳۲	خدا اور رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اس کو مخصوص و مقید کرنے والا کون ہے۔
۵۲۹	ادعائے تخصیص بے محض محض مردود و باطل ہے۔	۵۳۵	خدا اور رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا دوسرا اس سے منع کرنے والا کون ہے۔
۵۲۹	جلسہ خیر سے اٹھتے وقت دعا کرنا خیر کے حفظ و نگہداشت کے لئے ہے۔	۵۳۵	اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو کسی ہیئت خاصہ اور محل معین سے مخصوص فرمایا اس سے تجاوز جائز نہیں۔
۵۲۹	خیر جس قدر اعظم ہو اسی قدر اس کا حفظ اہم ہوتا ہے۔	۵۳۵	اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اطلاق و ارسال پر رکھا ہر گز کسی ہیئت و محل پر مقصور نہ ہوگی۔
۵۲۹	خیر نماز سب چیزوں سے افضل ہے۔	۵۳۵	تکثیر ذکر الہی پر دلائل۔
۵۲۹	جلسہ صلوات کے بعد تاکید دعا پر حدیث ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عموم لفظ اور شہادت معنی سے استدلال۔	۵۳۵	ہر دعا بالبدایہ ذکر الہی ہے۔
۵۳۰	دعا مطلقاً عظم مندوبات و دینیہ واجل مطلوبات شرعیہ سے ہے۔	۵۳۳	اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہا اجازت عامہ دعا کے دلائل ہیں۔
۵۳۰	شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے تقیید وقت و تخصیص ہیئت مطلقاً دعا کی اجازت دی۔	۵۳۵	تکثیر ذکر سے متعلق احادیث۔
۵۳۰	شرع میں تکثیر دعا پر ترغیب اور ترک دعا پر وعید وارد ہوئی ہے۔	۵۳۵	ذکر الہی اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔
۵۳۰	قرآن مجید سے استدلال۔	۵۳۵	دعا و ذکر قطعاً متساوی ہیں۔
۵۳۰	حدیث قدسی سے استدلال۔	۵۳۶	جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہو گیا۔
		۵۳۶	کثرت ذکر الہی سے متعلق آیات کی تفسیر۔

۵۳۸	ذکر، تسبیح، تہلیل اور دعا ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔	۵۳۳	سات احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے۔
۵۳۹	نہیں اور نہ دیکھا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔	۵۳۵	وہ حدیث جو خطبہ عید اور معاودت میں فصل بتاتی ہے۔
۵۴۰	نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔	۵۳۵	وہ حدیث جو نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت میں فصل کا اظہار کرتی ہے۔
۵۴۰	مولوی عبدالحی صاحب کے فتویٰ کے دو محمل ہیں، ایک یہ کہ ثبوت عدم کا ادعا ہو، دوسرا یہ کہ عدم ثبوت کا دعویٰ ہو۔	۵۴۵	نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت میں اتصال کا ادعا باطل، لہذا عدم دعا پر استدلال غلط۔
۵۴۰	محمل اول کا وجہ کثیرہ سے بطلان۔	۵۴۵	ثم کبھی مجازاً بحالت عدم مہلت بھی آتا ہے۔
۵۴۰	فائے تعقیب اتصال حقیقی پر دال نہیں۔	۵۴۶	مستدل کو احتمال کافی نہیں خصوصاً اختلاف اصل۔
۵۴۱	زید وعدہ کرے کہ نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو بعد نماز معمولی دو حرفی دعا ہر گز عرفاً و شرعاً مبطل فور نہیں۔	۵۴۶	فاء برہا مجرد ترتیب کے لئے آتی ہے بے معنی اتصال و تعقیب کے۔
۵۴۱	سجود تلامذت صلیوہ میں دو آیتیں بالاتفاق اور تین علی الاختلاف قاطع فور نہیں۔	۵۴۶	ایجاب کلی اور سلب جزئی میں منافاة ہے۔
۵۴۱	توابع فاضل نہیں ہوتے۔	۵۴۶	محمد بن الصباح البرزازی صدوق ہے۔
۵۴۱	مسئلہ ضم سورۃ میں آمین فاتحہ و سورۃ میں فاصل نہیں کیونکہ تابع فاتحہ ہے۔	۵۴۶	محمد بن یحییٰ بن ایوب ثقہ ہے۔
۵۴۱	سنن توابع فرائض ہیں۔	۵۴۶	ہدیہ بن عبد الوہاب صدوق ہے۔
۵۴۲	حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نورس عید کی نمازیں پڑھی ہیں۔	۵۴۶	عمر بن رافع البجلی ثقہ ہے۔
۵۴۲	احادیث متعددہ کا وقائع متعددہ پر محمول ہونا ممکن ہے۔	۵۴۷	فضل بن موسیٰ ثقہ ہے۔
۵۴۲	وقائع حال کے لئے عموم نہیں۔	۵۴۹	من وجہ قول فعل سے اعلیٰ و اتم ہے۔
۵۴۲	ترک مرۃ وجوب و لزوم کے منافی ہوتا ہے۔	۵۴۹	فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اثبات استحباب میں کافی و دانی ہے۔
۵۴۳	ثمّ فاصلہ و مہلت چاہتا ہے۔		

۵۴۰	جامع مسجد میں عید پڑھنی جائز ہے اور عید گاہ میں بہتر۔	۵۴۹	باجماع و اطلاق عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری و ساری ہوتا ہے۔
۵۴۰	قصہ نماز عید چھوڑنا گناہ ہے۔	۵۴۹	اطلاق حکم کے معنی کا بیان۔
۵۴۰	عید کس پر واجب ہے۔	۵۴۹	جب تک شرعی استناد ہو تمام خصوصیات و تعینات حکم مطلق میں داخل ہوتے ہیں۔
۵۴۱	تکبیرات زوائد کب سے شروع ہوئیں۔	۵۵۰	عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں۔
۵۴۲	بلا عذر پہلے روز عید نہیں پڑھی گئی دوسرے روز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں۔	۵۵۰	عدم نقل نقل عدم نہیں۔
۵۴۵	ایک عید گاہ میں دوبارہ عید پڑھی گئی پہلی خطبہ کے ساتھ اور دوسری بلا خطبہ، نماز ہوئی یا نہیں۔	۵۵۱	عدم نقل نافی وجود نہیں۔
۵۴۶	نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے۔	۵۵۱	عدم ثبوت کو اثبات عدم لازم نہیں۔
۵۴۶	دن چڑھنے کے بعد چاند کی تحقیق ہو اور شدید بارش ہو اور کچھ لوگ پہلے روز پڑھ لیں دوسرے روز باقی لوگ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	۵۵۱	بار بار واقعہ حدیث امور مشہورہ و معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں مگر وہ ترک دلیل عدم نہیں ہوتا۔
۵۸۰	حکام کی اجازت سے عید گاہ بنی ہو اس میں عید پڑھنی جائز ہے یا نہیں۔	۵۵۱	نقل عدم نقل منع نہیں۔
۵۸۰	گورنمنٹ کی زمین پر بلا اجازت عید پڑھنی کیسی ہے۔	۵۵۱	نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔
۵۸۰	عید گاہ کے لئے عمارت ہونا ضروری نہیں۔	۵۵۱	مجرد عدم نقل اور عدم فعل مستلزم ممانعت نہیں۔
۵۸۲	عید کے امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے امام کے لئے ہیں۔	۵۵۵	قرون ثلاثہ سے عدم ورود کو دلیل منع جاننا وہابیہ کا مغالطہ عامۃ الورد ہے۔
۵۸۲	نماز عید سے پہلے مزدوری وغیرہ کرنا جائز ہے۔	۵۵۳	وہابیہ کے خلاف مولوی عبدالحلہ لکھنوی کے فتاویٰ سے پندرہ عبارتیں۔
۵۸۳	عید پڑھنے والا عید کی امامت نہیں کر سکتا۔	۵۶۰	عید صحرामیں پڑھنی چاہئے یا مسجد میں۔
۵۸۴	لوگوں کو جمع کرنے کے لئے صرف الصلوۃ جامعۃ کہنے کی اجازت ہے اس کے لئے بنگلہ جلانا یا گھنٹا بجانا حرام ہے۔	۵۶۱	خطبہ میں یا نماز سے پہلے چندہ کی تحریک کیسی ہے۔
۵۸۴	مسجد کافر شر و غیرہ عید گاہ لے جانا جائز نہیں۔	۵۶۷	جمعہ و عیدین اور نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق۔
۵۸۵	نماز کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔	۵۶۷	قاضی کی تعریف اور شرائط۔

۶۰۸	سولہ احادیث سے بے آمد سفر بھی جواز معافۃ کا ثبوت۔	۵۸۶	چاند کے بارے میں تار وغیرہ معتبر نہیں۔
۶۰۸	امام حسین کی محبوبیت رسول۔	۵۸۷	مسجد میں عید پڑھی جاسکتی ہے اور عید گاہ میں سنت ہے:
۶۰۹	حسین سے سرکار کی محبت۔	۵۸۸	ایک شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہو سکتی ہے۔
۶۰۹	حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے عالم حکمت ہونے کی دعا۔	۵۹۰	ایک شہر کے لئے دو عید گاہ نہیں چاہئے۔
۶۰۹	عدل رسالت۔ حضرت اُسید کی محبت رسول۔	۵۹۲	بقر عید میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا اور نماز کے بعد قربانی کا کھانا مسنون ہے۔
۶۱۰	حضرت ابوذر پر سرکار کا کرم۔	۵۹۳	چاند میں اختلاف ہو تو قربانی کے ایام میں احتیاط چاہئے۔
۶۱۰	حضرت علی کی محبوبیت رسول اور ان کا مقام۔	۵۹۵	چاند میں تردد ہوتے ہوئے عید پڑھ لی گئی تو نماز ہوگی یا نہیں۔
۶۱۲	حضرت ابوبکر کا عشق رسول اور ان کی فضیلت۔	۵۹۷	عید کے احکام مسجد کے احکام ہیں۔
۶۱۲	حضرت عثمان کی مقبولیت رسول۔	۵۹۸	تکبیرات میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو کیا حکم ہے۔
۶۱۳	حضرت بتول زہرا کی مقبولیت رسول۔	۵۹۹	دوران خطبہ میں خطیب سامعین سے سبحان اللہ وغیرہ پڑھوائے تو کیا حکم ہے۔
۶۱۳	مولوی اسماعیل کے نزدیک قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، مصافحہ بعد فجر و عصر اور معافۃ عید بدعت حسنہ ہے۔	۶۰۱	۵ رسالہ و شاخ الجبیدی فی تحلیل معافۃ العید (نماز عید کے بعد معافۃ کے جائز ہونے کا بیان)
۶۱۵	معافۃ عید سے متعلق مولانا عبداللہ فرنگی محلی کا فتویٰ۔	۶۰۲	دونوں فتوؤں کا سبب تحریر۔
۶۱۷	مصافحہ و معافۃ کے بارے میں عبارات رد المحتار و مرقات۔	۶۰۳	معافۃ کا جواز اور اس کے شرائط۔
۶۱۹	ہر سن رسیدہ مسلمان قابل ادب ہے، اہل علم اور سادات کرام اور زیادہ ادب و احترام کے مستحق ہیں۔	۶۰۴	معافۃ آمد سفر سے خاص نہیں۔
		۶۰۶	جہاں معافۃ سے ممانعت ہے وہاں معافۃ بروجہ ثبوت مراد ہے۔

۶۲۵	قرون سابقہ میں نہ ہونا ممانعت کی دلیل نہیں۔	۶۲۰	فتاویٰ مولانا عبدالحی میں وہابیت کی بیخ کن عبارتیں۔
۶۲۵	بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: حرام، واجب، مندوب، مکروہ، مباح۔	۶۲۰	(۱۱) بہت سی بدعات جائز ہیں۔
۶۲۵	جو بدعت کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو وہ مذموم نہیں۔	۶۲۰	(۲۲) خطبہ الوداع بدعت ہونے کے باوجود جائز و ثواب ہے۔
۶۲۵	مصحف (قرآن) میں سورتوں کے نام، آیتوں کی تعداد لکھنا بدعت ہے مگر بدعت حسنہ۔	۶۲۰	(۳۳) وجود یہ شہود یہ حضرات کو بدعتی کہنے والا جاہل و ناواقف اور قابل ملامت ہے۔
۶۲۶	مندوبیت کی نفی سے مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا (متزیہی بھی نہیں)	۶۲۰	(۴۴) شغل برزخ شرک و گمراہی نہیں۔
۶۲۷	عبارات فقہاء سے مصافحہ بعد فجر و عصر بلکہ مصافحہ بعد ہر نماز کا جائز بلکہ سنت ہونا ثابت ہوتا ہے۔	۶۲۱	(۵۵) تراویح کے ختم قرآن میں تین بار سورہ اخلاص پڑھنا مستحسن ہے۔
۶۲۹	دو مسلمان باہم مصافحہ کریں تو ہاتھوں کی تحریک کے ساتھ ان کے گناہ جھڑتے ہیں۔	۶۲۱	(۶۶) میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا مستحسن ہے۔
۶۲۹	ان کی مغفرت ہوتی ہے، ان پر سورتیں نازل ہوتی ہیں، ننانوے ^{۹۹} اس کے لئے جو سبقت کرے۔	۶۲۱	(۷۷) کعبہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں مجالس میلاد کا انعقاد اور ان میں سورہ والضحیٰ سے ختم قرآن تک ہر سورہ پر تکبیر۔
۶۳۲	اصح یہی ہے کہ مصافحہ بعد نماز جائز ہے۔	۶۲۱	مولانا فرنگی مٹلی نے ایسی مجالس میں خود شرکت کی اور انہیں متبرک بتایا۔
۶۳۳	صحیح فتویٰ میں اختلاف ہو تو اطلاق مثنون کو ترجیح ہوگی۔	۶۲۲	خلاف اولیٰ مکروہ نہیں، جائز و مباح ہے۔
۶۳۳	فقہانے جسے رائج و صحیح قرار دیا ہمیں اسی کی پیروی کرنی ہے۔	۶۲۳	ثبوت کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے، خواہ کراہت متزیہی ہو۔
۶۳۳	قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور مخالفت اجماع ہے۔	۶۲۴	احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ معانقہ ابتدائے ملاقات سے خاص نہیں۔
۶۳۴	اہل باطل کا شعرا اسی وقت تک قابل احتراز ہے جب تک ان کا شعرا رہے، اگر ان سے رواج اُٹھ گیا اور وہ امر فی نفسہ شرعاً جائز ہے تو اب اس سے ممانعت نہیں۔	۶۲۴	بد مذہبوں سے مشابہت صرف تین صورتوں میں ممنوع ہے۔

۶۳۸	بدعتِ مذمومہ کا ارتکاب ترکِ سنت سے بُرا ہے۔	۶۳۶	مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اپنا ہاتھ کھینچنا نہیں چاہئے۔
۶۳۸	بدعتِ مباحہ سے بچنا مطلوب نہیں لہذا اگر کسی ایسی بدعت کی بجآوری میں کسی سنت پر بھی عمل ہوتا ہے تو کرے۔	۶۳۶	مسلمان کی خاطر داری رعایتِ ادب پر مقدم ہے۔
۶۴۱	باب الاستسقاء	۶۳۶	مسلمانوں کے عادات و رسوم کی موافقت ہی کرنی چاہئے بشرطیکہ شرع سے صریح اور ناقابل تاویل ممانعت نہ ہو۔
۶۴۱	استسقاء دعا ہے یا نماز، اور یہ کب ہو۔		



فہرست ضمنی مسائل

۴۹۸	اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنت ہے۔		اذان و اقامت
۴۹۹	مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب کی اذان بھی بلندی پر ہونا سنت ہے۔	۳۰۰	اذان ثانی کا جواب زبان سے دینا یا اذان کے بعد زبان سے دعا کرنا منع ہے دل سے کر سکتا ہے۔
۴۹۹	اذان وہاں ہونی چاہئے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے۔	۴۳۶	اذان ثانی کا جواب امام دے سکتا ہے مقتدی نہیں مگر مقتدی دے تو اس سے نزاع نہیں کرنا چاہئے۔
۴۹۹	سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔	۴۶۸	اذان خطبہ کا جواب دینا اور دعا مانگنا اور نام پاک پر انگوٹھا چومنا نہیں چاہئے۔
۴۹۹	اگر اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اس کے متعلق زمین میں اذان دے۔	۴۹۷	ہمارے علماء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے۔
	اوقات	۴۹۸	اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہئے مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔
۴۶۵	جمعہ کا اول و آخر وقت۔	۴۹۸	اقامت ضرور مسجد میں ہوگی۔
		۴۹۸	اذان کے لئے اگر منارہ نہ ہو تو مسجد سے باہر ایسی زمین پر دی جائے جو مسجد سے متعلق ہو۔

۴۶۹	امام جمعہ مقرر کرنے کا حق بادشاہ یا نائب کو ہے۔		جماعت
۵۶۷	جمعہ وعیدین اور نماز پنجگانہ کی امامت میں فرق۔	۶۶	دروازہ مسجد پر بنی ہوئی دکانوں کی چھت پر کھڑے ہونے والے نمازیوں کی اقتداء صحیح ہے۔
۵۸۲	عید کے امام کے لئے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے امام کے لئے ہیں۔	۱۶۲	قضا نمازوں کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں، اور ہو سکتی ہے تو کہاں، مسجد یا مکان میں۔
۵۸۳	عید پڑھنے والا عید کی امامت نہیں کر سکتا۔		امامت
	قراءت	۳۵۹	جمعہ، عیدین اور کسوف میں امام کیسا ہو۔
۱۹۲	فاتحہ کے بعد بسم اللہ تریل سے پڑھی جس سے کافی دیر ہو گئی تو سجدہ سہو واجب نہیں سکت یا سورت سوچنے میں دیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔	۳۸۳	جمعہ کی امامت کے لئے سلطان یا ماذون کی شرط کوئی بنیادی شرط نہیں۔
۱۹۲	چار رکعت والی نماز میں کچھلی دور رکعتوں میں سورت کا ضم کرنا کیسا ہے۔	۳۸۳	نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین اور کسوف کی امامت میں کوئی فرق ہے یا نہیں۔
۱۹۶	فاتحہ کے ساتھ سورت نہیں ملائی اور رکوع میں چلا گیا تو یاد آنے پر فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے اور پھر رکوع کرے، اور اگر رکوع کے بعد یاد آئے تو سجدہ سہو کرے۔	۳۹۹	امام میں شرعی عیب ہو اور اسے معزول نہ کر سکیں تو دوسری جگہ جمعہ کے لئے جانا واجب ہے۔
	مسائل لقمہ	۴۰۴	شافعی امام کے پیچھے خفی کا جمعہ ہو گا یا نہیں۔
۲۱۲	قعدہ اولیٰ میں امام عادت سے زیادہ دیر لگا دے تو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے یا نہیں۔	۴۲۰	امام قابل امامت نہ ہو اور اسے بدل بھی نہ سکتا ہو تو تنہا ظہر پڑھے۔
۲۱۳	قعدہ اولیٰ میں امام سہواً کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے لقمہ دیا تو نماز ہوگی یا نہیں۔	۴۲۱	امام نے جمعہ پڑھا کر دوسری مسجد میں جمعہ کی نماز میں شرکت کی یہ کیسا ہے۔
۲۱۴	امام کو قعدہ سے سہو ہو تو اللہ اکبر یا التحیات سے بھی لقمہ دیا جاسکتا ہے مگر سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔	۴۲۱	جمعہ کا امام کون ہو۔
۲۱۹	بغیر قنوت پڑھے رکوع چلا جائے تو پلٹے نہیں اور اگر پلٹا تو نماز ہو جائے گی مگر گنہگار ہوگا پلٹنے کے لئے مقتدی نے لقمہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔	۴۶۲	لوگوں کے مقرر کردہ امام کے پیچھے جمعہ صحیح ہے۔

۵۱۱	نماز عیدین کے بعد تابعین عظام اور مجتہدین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔		احکام مسبق
۵۱۶	علماء بشارات حدیث نماز مطلق کے بعد دعا مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں۔	۱۹۱	سجدہ سہو کے لئے امام سلام کرے تو مسبق بھی سلام کرنے میں شریک ہوگا یا نہیں۔
۵۱۷	مطلوب کی دعا نماز ذات رکوع و سجود کے بعد واقع ہونا آداب سے ہے۔	۱۹۱	مسبق، سجدہ سہو کا سلام نہ کرے۔
۵۱۸	دعا کا محل عمل صالح سے فراغت کے بعد ہے۔		ذکر الہی
۵۱۹	بعد فراغ محلیت دعا فرائض سے خاص نہیں۔	۵۳۵	تکثیر ذکر الہی پر دلائل۔
۵۱۹	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا۔	۵۳۵	ہر دعا بالبدیہ ذکر الہی ہے۔
۵۱۹	دعا مانگنے کا مستحسن طریقہ۔	۵۳۵	تکثیر ذکر سے متعلق احادیث۔
۵۲۰	رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ سنی جاتی ہے۔	۵۳۵	ذکر الہی اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔
۵۲۲	مظان اجابت دعا کی تحری مسنون و محبوب ہے۔	۵۳۶	جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہو گیا۔
۵۲۲	تحری مذکور پر قرآن وحدیث سے دلائل۔		آداب دعا
۵۲۳	گروہ مسلمین میں سے بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں تو ان کی دعا مقبول ہے۔	۳۵۶	جمعہ اور ہر نماز کے بعد قبلہ سے انحراف امام کے لئے سنت ہے۔
۵۲۳	علماء نے مجمع مسلمین کو اوقات اجابت سے شمار کیا ہے۔	۳۵۶	قبلہ رو بیٹھا رہنا بالاجماع مکروہ ہے۔
۵۲۳	مجمع مسلمین کا اوقات اجابت سے ہونا حدیث صحاح سے ثابت ہے۔	۳۵۶	جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں طویل دعا بہتر نہیں اور یونہی جبکہ مقتدیوں پر گراں گزرے۔
۵۲۳	جس قدر مجمع کثیر ہوگا اسی قدر امید اجابت ظاہر تر ہوگی۔	۳۵۶	دعا کے انتظار میں مقتدیوں کو بیٹھا رہنا ضروری نہیں۔
۵۲۳	دعاء نماز پر اقتصار ہر گز شرعاً مطلوب نہیں۔	۳۹۶	دونوں خطبہ کے مابین دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔
۵۲۳	بعد نماز ہاتھ اٹھا کر دعا نہ مانگنے والے کی نماز ناقص ہے۔		

۱۶۵	میت کے کفارہ ادا کرنے کے لئے مال نہ ہو یا کم ہو تو کفارہ کیسے ادا ہو۔	۵۲۳	تہنچ سجود بھی دعا ہے۔
۱۶۵	قضا نماز کے کفارہ کا مستحق کون ہے۔	۵۲۶	اللہ کا فرمان ہے کہ جمع عید میں آخرت کے لئے جو مانگو گے عطا کروں گا۔
۱۶۶	میت کی جانب سے کفارہ ادا کرنے کا طریقہ۔	۵۲۶	اگر دنیاوی اشیاء سے متعلق دعا قبول نہ ہو تو اس کے برابر بلا دفع کی جاتی ہے یا وہ دعا روز قیامت کے لئے ذخیرہ رکھی جاتی ہے جو بندہ کے لئے بہر صورت بہتر ہے۔
۱۷۵	کفارہ میں قرآن شریف دینے سے پورا کفارہ ادا نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف جس ہدیہ کا ہے اتنا ہی ادا ہوگا۔	۵۲۵	جلسہ خیر سے اٹھتے وقت دعا کرنا خیر کے حفظ و نگہداشت کے لئے ہے۔
	احکام قبور	۵۳۰	دعا مطلقاً اعظم مندوبات دینیہ واجل مطلوبات شرعیہ سے ہے۔
۱۱۳	قبروں کو ہموار کر کے مسجد میں شامل کر دینا حرام ہے۔	۵۳۲	دعا کی تاکید و تکثیر اور ترک دعا پر تہدید سے متعلق گیارہ احادیث کریمہ۔
۱۲۳	قبریں پاٹ کر مسجد بنانا کیسا ہے۔		قضائے عمری
	اعتکاف	۱۵۴	میت کی جانب سے قضائے عمری ادا کرنے کی ایک صورت۔
۶۰	معتکف کو مسجد کے صحن میں آنا جانا بیٹھنا یقیناً روا ہے۔	۱۵۵	قضائے عمری کا ایک غلط طریقہ۔
۹۲	مسجد میں معتکف کو سونا جائز ہے اور غیر معتکف کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے مصنف کی تحقیق۔	۱۵۷	قضائے عمری کے پڑھنے کا طریقہ اور اس کی نیت۔
۹۵	صحیح یہ ہے کہ معتکف کے سوا دوسروں کو مسجد میں کھانا پینا جائز نہیں۔	۱۶۳	قضائے عمری ادا کرنے کا طریقہ۔
۹۶	معتکف مسجد میں احتیاط سے کھائے پیئے۔		حیلہ اسقاط
	عقائد و کلام	۱۶۴	میت کے ذمہ نماز و زہ کا کفارہ ہو اور کفارہ میں قرآن شریف کا ہدیہ مسکین کو دیا جائے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں۔
۷۴	ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔		

۷۵	غیر مقلدین زمانہ پر حکم کفر ہے۔	۵۰۰	بین یدی سمت مقابل میں منتائے جہت تک صادق ہے۔
۱۶۳	نماز، روزہ، حج وغیرہ کے چھوڑنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا البتہ ان کی قضا اس پر فرض ہے۔	۵۰۰	بین یدی کے معنی کی وضاحت اور اس پر قرآن و حدیث سے شواہد کا ذکر۔
۴۲۰	بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اتفاق ہے۔	۴۲۰	فوائد حدیثیہ
۴۲۰	جشن میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منانے کے لئے لوگوں کا جمع ہونا بدعت حسنہ اور مندوب ہے۔	۴۲۱	حدیث "قدر تعدی میں تعدی اعتقاد پر محمول ہے۔"
۴۲۱	زیادۃ علی السنہ وہ مکروہ ہے جو باعقاد سنت ہو نہ کہ باعقاد اباحت و ندب۔	۴۲۲	ان احادیث کی تشریح جن میں اذان کے ساتھ فی المسجد کا لفظ آیا ہے۔
۴۲۵	موجود معدوم کے ساتھ مرتبط نہیں ہوتا۔	۵۰۴	احادیث سے ادبار صلوات کا مطلقاً محل دعا ہونا مستفاد ہے۔
۴۶۶	قادیانیوں کی نماز باطل ہے۔	۵۱۶	حدیث سے مستفاد ہے کہ بعد نماز عید خود اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے دعا کا تقاضا فرماتا ہے۔
۴۸۵	مسلمانوں کو بلا وجہ شرک و بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی ہے۔	۵۲۷	ہر جلسہ کے بعد دعا کی تاکید سے متعلق حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تخریج و تشریح۔
۶۲۰	بہت سی بدعات جائز ہیں۔	۵۲۹	جلسہ صلوات کے بعد تاکید دعا پر حدیث ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عموم لفظ اور شہادت معنی سے استدلال۔
۶۲۰	خطبۃ الوداع بدعت ہونے کے باوجود جائز و ثواب ہے۔	۵۴۵	وہ حدیث جو نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت میں فصل کا اظہار کرتی ہے۔
۶۲۰	وجودیہ شہودیہ حضرات کو بدعتی کہنے والا جاہل و ناواقف اور قابل ملامت ہے۔	۵۴۹	فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اثبات استحباب میں کافی و دافی ہے۔
۶۲۰	شغل، برزخ شرک و گمراہی نہیں۔		

۱۰۸	قولی و فعلی حدیثوں میں تعارض ہو تو قولی پر عمل ہوگا۔		سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۴۱۷	کلیات نا مخصوصہ سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں۔	۴۷۷	حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو مینہ برسنے اور دوسرے جمعہ کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دعا مانگنا صحیح بخاری و مسلم وغیرہا میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔
۴۱۸	امام ابن حجر کے قول "بَحْثُ بَعْضِهِمْ" میں لفظ بعض پر مصنف کی تحقیقی بحث۔	۵۴۲	حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نورس عید کی نمازیں پڑھی ہیں۔
۴۱۹	مجهول الحال کی بحث، مجهول الماخذ قابل استناد نہیں۔	۵۴۳	صدیق و فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے۔
۴۱۹	مقلد محض نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتا ہے نہ دوسرے پر اس کی بحث حجت ہو سکتی ہے۔		اسماء الرجال
۴۱۹	تقلید مقلد اجماعاً باطل ہے۔	۵۴۶	محمد بن الصباح البرزاردی صدوق ہے۔
۴۱۹	مجرد حدوث شرعاً دلیل منع نہیں۔	۵۴۶	محمد بن یحییٰ بن ایوب ثقہ ہے۔
۴۲۰	نفس بدعت مستلزم قبح و شاعت نہیں۔	۵۴۶	ہدیہ بن عبد الوہاب صدوق ہے۔
۴۲۳	لزوم ایہام سنیت، عدم مداومت کا مقتضی ہے نہ کہ مداومت علی الترتیب کا۔	۵۴۶	عمر بن رافع البجلی ثقہ ہے۔
۴۷۷	جواز کے لئے نہی شرعی کا نہ ہونا ہی سند کافی ہے،	۵۴۷	فضل بن موسیٰ ثقہ ہے۔
۴۷۷	ممنوع وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع فرمائیں۔		فوائد اصولیہ
۴۷۷	خدا و رسول کی نہی کے بغیر ہر گز کوئی شئی ممنوع نہیں ہو سکتی۔	۶۰	جس مسئلہ پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل و افعال شاہد عدل ہوں وہ محتاج دلیل نہیں۔
۵۱۵	راحلہ پر وقوف و عدم وقوف سنت دعا کی نفی نہیں کر سکتا۔	۶۰	جو دعوئی خلاف تعامل کرے اپنے دعوے پر دلیل لائے۔
۵۱۵	جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہو ہر گز ممنوع نہیں ہو سکتا۔		

۵۴۲	احادیث متعددہ کا واقع متعددہ پر محمول ہونا ممکن ہے۔	۵۴۱	فریضہ و نافلہ کے لئے ثبوت خاص بعینہ واجبات کے لئے ثبوت خاص ہے۔
۵۴۲	واقع حال کے لئے عموم نہیں۔	۵۴۳	مہرزد کا ہے۔
۵۴۲	ترک مرۃ وجوب و لزوم کے منافی ہوتا ہے۔	۵۴۹	نکرہ سیاق شرط میں واقع ہو تو عام اور جزا میں واقع ہو تو خاص ہوتا ہے۔
۵۴۳	ثم فاصلہ و مہلت چاہتا ہے۔	۵۴۹	نکرہ نفی کے تحت آئے تو عام اور اثبات میں آئے تو خاص ہوتا ہے۔
۵۴۵	ثم کبھی مجازاً بحالت عدم مہلت بھی آتا ہے۔	۵۴۹	اسماء شرط سب صورتوں کو عام ہوتے ہیں۔
۵۴۶	متدل کو احتمال کافی نہیں خصوصاً خلاف اصل۔	۵۴۹	ادعائے تخصیص بے تخصیص محض مردود و باطل ہے۔
۵۴۳	فاء برہا مجرد ترتیب کے لئے آتی ہے بے معنی اتصال و تعقیب کے۔	۵۴۹	خیر جس قدر اعظم ہو اسی قدر اس کا حفظ اہم ہوتا ہے۔
۵۴۹	من وجہ قول فعل سے اعلیٰ و اتم ہے۔	۵۴۳	خدا اور رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اس کو مخصوص و مقید کرنے والا کون ہے۔
۵۴۹	باجماع و اطلاق عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری و ساری ہوتا ہے۔	۵۴۵	خدا اور رسول جل مجدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا ہو دوسرا اس سے منع کرنے والا کون ہے۔
۵۴۹	اطلاق حکم کے معنی کا بیان۔	۵۴۵	اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو کسی ہیئت خاصہ اور محل معین سے مخصوص فرمایا اس سے تجاوز جائز نہیں۔
۵۴۹	جب تک شرعی استثناء نہ ہو تمام خصوصیات و تعینات حکم مطلق میں داخل ہوتے ہیں۔	۵۴۵	اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو اطلاق و ارسال پر رکھا ہر گز کسی ہیئت و محل پر مقصور نہ ہوگی۔
۵۵۰	عدم وجدان عدم وجود کو مستلزم نہیں۔	۵۴۵	اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہ اجازت عامہ و عام کے دلائل ہیں۔
۵۵۰	عدم نقل نقل عدم نہیں۔	۵۴۹	نہیں اور نہ دیکھا میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔
۵۵۱	عدم نقل نافی وجود نہیں۔	۵۴۰	نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا۔
۵۵۱	عدم ثبوت کو اثبات عدم لازم نہیں۔	۵۴۰	فائے تعقیب اتصال حقیقی پر دال نہیں۔
۵۵۱	بارہا واقع حدیث امور مشہورہ و معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں مگر وہ ترک دلیل عدم نہیں ہوتا۔	۵۴۱	توابع فاضل نہیں ہوتے۔

۶۶	۵۵۱	نقل عدم نقل منع نہیں۔	۵۵۱	فناء وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فناء ہو۔	۶۶
۶۶	۵۵۱	نہ کرنا اور چیز ہے اور منع کرنا اور چیز۔	۵۵۱	اگر فناء کی تعریف یوں کی جائے کہ وہ متصل بہ فناء ہے تو اس سے دور لازم آئے گا۔	۶۶
۶۶	۵۵۱	مجرد عدم نقل اور عدم فعل مستلزم ممانعت نہیں۔	۵۵۱	یہ ادعا کہ صحن و فناء کا مفہوم واحد ہے جہل شدید ہے۔	۶۶
۶۶	۶۲۴	بد مذہبوں سے مشابہت صرف تین صورتوں میں ممنوع ہے۔	۶۲۴	صحن مسجد کا جزء مسجد ہونا اعلیٰ بدیہیات ہے۔	۶۶
۶۶	۶۲۵	قرون سابقہ میں نہ ہونا ممانعت کی دلیل نہیں۔	۶۲۵	صحن مسجد کو علماء کبھی مسجد صیغی اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں۔	۶۶
۶۶	۶۲۵	بدعت کی پانچ قسمیں ہیں: حرام، واجب، مندوب، مکروہ، مباح۔	۶۲۵	بہت احکام و مسائل نیت کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔	۶۶
۶۶	۶۲۵	جو بدعت کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو وہ مذموم نہیں۔	۶۲۵	شہر کی تعریف۔	۶۶
۶۶	۶۲۵	مصحف (قرآن) میں سورتوں کے نام، آیتوں کی تعداد لکھنا بدعت ہے مگر بدعت حسنہ۔	۶۲۵	شہر کی یہ تعریف کہ جمیع مکان جن پر جمعہ فرض ہے آجائیں تو مسجد میں نہ آسکیں ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے۔	۶۶
۶۶	۶۲۶	مندوبیت کی نفی سے مکروہ ہونا ثابت نہیں ہوتا (تذہیبی بھی نہیں)۔	۶۲۶	خطبہ کے الفاظ کے معانی سمجھنا سخت جمعہ کے لئے شرط نہیں۔	۶۶
۶۶	۶۳۴	اہل باطل کا شعار اسی وقت تک قابل احتراز ہے جب تک اُن کا شعار رہے، اگر ان سے رواج اٹھ گیا اور وہ امر فی نفسہ شرعاً جائز ہے تو اب اس سے ممانعت نہیں۔	۶۳۴	احتیاطی ظہر پڑھنے کا طریقہ۔	۶۶
۶۶		فوائد فقہیہ		جمعہ عیدین وغیرہ میں کثیر جماعت ہو تو سہو کا سجدہ چھوڑا جاسکتا ہے۔	۶۶
۶۶	۶۰	مسجد اس بقعہ کا نام ہے جو بغرض نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا ہو۔	۶۰	فنائے شہر کس کو کہتے ہیں۔	۶۶
۶۶	۶۰	عمارات و بنایا سقف وغیرہ مسجد کی ماہیت میں داخل نہیں۔	۶۰	احتیاطی ظہر عوام کے لئے نہیں ہے۔	۶۶
۶۶	۶۲	مسجدیت، صحن سے انکار اجماع کے خلاف ہے۔	۶۲	مصر، قری اور شہر کافرق۔	۶۶
۶۶	۶۲	حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم و اقدم ہے۔	۶۲	جہاں جمعہ صحیح ہونے میں اشتباہ نہ ہو، وہاں احتیاطی ظہر منع ہے۔	۶۶

۵۴۱	سنن توابع فرائض ہیں۔	۴۱۷	جس جگہ قول مجتہد موجود ہو علماء اسی جگہ حکم بالجزم لکھتے ہیں۔
۵۴۵	نماز و خطبہ اور خطبہ و معاودت میں اتصال کا اذعا باطل، لہذا عدم دعا پر استدلال غلط۔	۴۱۷	اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی ہو تو علماء اس کو بطور جزم نہیں لکھتے بلکہ صراحۃً بتا دیتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ یہ منقول فی المذہب معلوم نہ ہو۔
۵۶۵	قاضی کی تعریف اور شرائط۔	۴۱۷	اگر کوئی عالم قول غیر مجتہد کو بطور جزم لکھ جائے تو اس پر گرفت ہوتی ہے۔
۶۲۲	خلاف اولیٰ مکروہ نہیں، جائز و مباح ہے۔	۴۱۹	بدعت کبھی حرام، کبھی واجب، کبھی مندوب، کبھی مکروہ اور کبھی مباح ہوتی ہے۔
۶۲۳	ثبوت کراہت کے لئے دلیل خاص ضروری ہے، خواہ کراہت تنزیہی ہو۔	۴۲۱	ندب حکم شرعی ہے جس کے لئے دلیل ضروری ہے۔
	ریاضی	۴۲۵	مجلس واحد حسب صریح کافہ ائمہ جامع کلمات ہوتی ہے۔
۲۵۵	منزل، کوس اور فرسنگ کی مسافتوں کا بیان۔	۴۲۵	ایجاب و قبول تب مرتبط ہوتے ہیں جب ایک ہی مجلس میں ہوں۔
	تاریخ و تذکرہ	۴۲۷	المصر مالایسع اکبر مساجدہ اہلہ یہ نہ مذہب امام اور نہ صاحبین کا قول۔
۶۳	زمانہ نبوی میں مسجد نبوی کی حدود کیا تھیں یعنی اس کا طول و عرض کتنا تھا۔	۴۵۷	اب جمعہ میں قاضی سے مراد والی قاضی ہے نکاح کا قاضی نہیں۔
۶۳	صفہ جو کہ مسجد شریف کی جانب شام جنوب رو یہ ایک مسقف والاں تھا جزء مسجد تھا اور اہل صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس میں سکونت رکھتے تھے۔	۴۹۹	جمعہ کی اذان ثانی کے مسجد میں جائز ہونے پر لفظ بین یدی الامام یا بین یدی المنبر سے استدلال محض ناواقعی ہے۔
۶۳	اصحاب صفہ قراء تھے۔	۵۲۱	فرض و واجب و نفل میں فرق۔
۳۱۳	جمعہ کس سال فرض ہوا۔	۵۴۱	زید وعدہ کرے کہ نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو بعد نماز معمولی دو حرنی دعا پر گزر عراً و شرعاً مبطل فور نہیں۔
۴۰۲	جمعہ کی پہلی اذان کب سے شروع ہوئی، خلفائے راشدین کے زمانہ میں اذان ثانی کہاں ہوتی تھی۔	۵۴۱	مسئلہ ضم سورۃ میں آمین فاتحہ و سورۃ میں فاصل نہیں کیونکہ تابع فاتحہ ہے۔

۵۲۳	سب سے زیادہ قرب بندے کو اپنے رب سے حالت سجود میں ہوتا ہے۔	۵۰۱	جمعہ کی اذان ثانی زمانہ اقدس حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر ہوا کرتی تھی۔
۵۲۹	خیر نماز سب چیزوں سے افضل ہے۔	۵۱۵	زمانہ تابعین میں نماز عید خطبہ سے پہلے ہوتی پھر امام اپنے راحلہ پر وقوف کر کے دعا مانگتا۔
۶۰۸	امام حسین کی محبوبیت رسول۔	۵۱۵	زمانہ تابعین میں نماز عید اذان و اقامت کے بغیر ہوتی تھی۔
۶۰۹	حسین سے سرکار کی محبت۔	۵۱۱	تکبیرات زوالد کب سے شروع ہوئیں۔
۶۰۹	حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے عالم حکمت ہونے کی دعا۔		فضائل و مناقب
۶۰۹	عدل رسالت۔ حضرت اُسید کی محبت رسول۔	۵۱۷	اعمال صالحہ وجہ رضائے مولیٰ جل و علا ہوتے ہیں۔
۶۰۹	حضرت ابوذر پر سرکار کا کرم۔	۵۱۸	ہر ختم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے۔
۶۱۰	حضرت علی کی محبوبیت رسول اور ان کا مقام۔	۵۱۸	افطار کے وقت روزہ دار کی ایک دعا رد نہیں ہوتی۔
۶۱۲	حضرت ابو بکر کا عشق رسول اور ان کی فضیلت۔	۵۱۹	یہ فضیلت روزہ، فرض، واجب و نقل سب کو عام ہے کیونکہ نصوص میں قید و خصوص نہیں۔
۶۱۲	حضرت عثمان کی مقبولیت رسول۔	۵۱۹	نماز افضل اعمال و اعظم ارکان اسلام ہے۔
۶۱۳	حضرت بتول زہرا کی مقبولیت رسول۔	۵۱۹	نماز، روزے سے زائد موجب رضائے ذوالجلال والا کرام ہے۔
۶۱۹	ہر سن رسیدہ مسلمان قابل ادب ہے، اہل علم اور سادات کرام اور زیادہ ادب و احترام کے مستحق ہیں	۵۲۰	واجبات نوافل سے اعلیٰ اور اعظم اور ارضائے الہی میں اوفر و اتم ہیں۔
۶۲۹	دو مسلمان باہم مصافحہ کریں تو ہاتھوں کی تحریک کے ساتھ ان کے گناہ جھڑتے ہیں۔	۵۲۲	دعا: نص قرآن و حدیث و اجماع ائمہ قدیم و حدیث اعظم مندوبات شرع سے ہے۔
۶۲۹	ان کی مغفرت ہوتی ہے، ان پر سورتیں نازل ہوتی ہیں، ننانوے ^{۹۹} اس کے لئے جو سبقت کرے۔	۵۲۲	حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔

۴۳۷	خطبہ میں اسم جلالہ یا حضور کا اسم مبارک آئے تو دل میں جل جلالہ، یا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہے زبان سے نہیں۔		حظر و اباحت
۴۳۷	خطبہ کے وقت سنتیں پڑھنا ممنوع ہے۔	۶۵	مسجد میں بیڑ بونا ممنوع، ہاں اگر اس میں مسجد کی منفعت ہو تو جائز ہے۔
۴۳۸	خطبہ زبانی اور دیکھ کر دونوں طور پر پڑھا جاسکتا ہے اور زبانی پڑھنا افضل ہے۔	۶۷	جنبی کا صحن مسجد میں جانا جائز نہیں۔
۴۴۶	خطبہ میں آیت شروع کرنے سے پہلے تعوذ پڑھنا چاہئے اور وہ آیت سورہ کی ابتداء میں ہو تو بسم اللہ بھی پڑھ لینے میں کوئی حرج نہیں۔	۶۷	اگر پانی کا چشمہ مسجد میں ہے اور اس کے سوا کہیں نہ ملے تو جنبی تیمم کر کے وہاں جاسکتا ہے۔
۴۵۲	الوداعی خطبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں، ہاں وہ فی نفسہ مباح ہے۔	۸۵	مسجد سے متصل کوئی مکان مسجد سے بلند ہو تو حرج نہیں اور یہ خیال کہ جس مسجد سے متصل کوئی بلند مکان ہو اس میں نماز نہیں ہوتی محض غلط ہے۔
۴۵۸	دھوپ کی وجہ سے چھتری لگا کر خطبہ سننا جائز ہے یا نہیں۔	۸۷	ضرورت پر متعدد مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں۔
۴۵۹	جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے سفر کرنا جائز ہے۔	۸۹	بلند مسجدیں بنانا جائز ہے۔
۴۵۹	جمعہ کا وقت ہو جانے کے بعد سفر کرنا گناہ ہے۔	۸۹	سُود کی مخلوط آمدنی سے مسجد کے فرش، کنواں وغیرہ بنانے سے مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا۔
۴۶۱	حضور کی تبعیت میں حضرت غوث الاعظم پر درود پڑھنا جائز ہے۔	۹۰	مسجدوں میں پاک چیزیں لگائی جائیں، نئی ہوں یا پرانی۔
۴۶۵	سلاطین کے لئے مبالغہ آمیز الفاظ ممنوع ہیں۔	۹۵	مسجدوں کو چوپال بنانا جائز نہیں۔
۴۶۹	اُردو میں خطبہ خلاف سنت ہے۔	۹۵	مسجد یا صحن میں گالی گلوچ وغیرہ لغویات جائز نہیں ایسے کو مسجد سے نکال دینا چاہئے۔
۴۸۱	دوران خطبہ اگر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر خطیب کرے تو مقتدی دل میں درود شریف پڑھیں۔	۹۹	مسجدوں میں درود، وظائف، تلاوت وغیرہ جس سے کرنا جس سے نمازیوں یا سونے والوں کو تکلیف ہو منع ہے۔
۵۰۲	بانی مسجد نے تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ یا کوئی محل مرتفع بنایا تو جائز ہے۔ اتنا نکل اذان کے لئے جدا سمجھا جائے گا یہاں کراہت عارض نہ ہوگی۔	۴۳۶	تعوذ سے خطبہ شروع کرنا چاہئے اور کوئی بسم اللہ سے شروع کرے تو جواز میں شک نہیں۔

۶۲۱	۵۰۲	مسجد میں جواز وضو کی ایک صورت۔	تراویح کے ختم قرآن میں تین بار سورہ اخلاص پڑھنا مستحسن ہے۔
۶۲۱	۵۰۳	منذ نہ بیرون مسجد تھا بعد مسجد بڑھائی گئی اب منذ نہ اندرون مسجد ہو گیا اس پر اذان میں حرج نہ ہوگا۔	میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا مستحسن ہے۔
۶۲۱	۵۰۴	تمامی مسجد کے بعد اگر بانی مسجد اذان کے لئے مسجد میں نیامکان مستثنیٰ کرنا چاہے تو اس کی اجازت نہیں۔	مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں مجالس میلاد کا انعقاد اور ان میں سورہ والضحیٰ سے ختم قرآن تک ہر سورہ پر تکبیر۔
۶۳۶	۵۰۴	تمامیت مسجد کے بعد مسجد میں امام کا مکان بنانے کا حکم۔	مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو اپنا ہاتھ کھینچنا نہیں چاہئے۔
۶۳۶	۵۰۹	عید کے خطبہ میں لہیک یا درو پڑھنا کیسا ہے۔	مسلمان کی خاطر داری رعایت ادب پر مقدم ہے۔
۶۳۶	۵۲۲	عیدین و تہجد وغیرہ کے بعد دعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے۔	مسلمانوں کے عادات و رسوم کی موافقت ہی کرنی چاہئے بشرطیکہ شرع سے صریح اور ناقابل تاویل ممانعت نہ ہو۔
۶۳۸	۵۲۳	نماز میں آدمی ہر قسم کی دعا نہیں مانگ سکتا۔	بدعت مباحہ سے بچنا مطلوب نہیں لہذا اگر کسی ایسی بدعت کی بجآوری میں کسی سنت پر بھی عمل ہوتا ہے تو کرے۔
	۵۳۰	شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بے تقیید وقت و تخصیص بیت مطلقاً دعا کی اجازت دی۔	تفسیر و علوم قرآن
۵۱۶	۵۳۰	شرع میں تکبیر دعا پر ترغیب اور ترک دعا پر وعید وارد ہوئی ہے۔	اللہ تبارک و تعالیٰ کے ارشاد فاذا فرغت فانصب و الی ربک فارغب کی تفسیر۔
۵۱۶	۵۳۸	ذکر، تسبیح، تہلیل اور دعا ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔	آیات مذکورہ میں بقول سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فراغ سے مراد نماز سے فراغ ہونا اور نصب سے مراد دعا میں جدوجہد کرنا ہے۔
۵۱۶	۵۶۱	خطبہ میں یا نماز سے پہلے چندہ کی تحریک کیسی ہے۔	آیہ کریمہ مطلق ہے اور اپنے اطلاق کے ساتھ فرض، واجب اور نفل سب کو شامل ہے لہذا نماز عیدین بھی اس حکم میں داخل ہیں۔
۵۳۶	۵۷۱	خارجی زمین میں عید گاہ بنی ہو وہ عید گاہ ہوگی یا نہیں۔	کثرت ذکر الہی سے متعلق آیات کی تفسیر۔
	۵۷۱	نماز کے بعد مصافحہ کرنا کیسا ہے۔	

منطق		مدت رضاعت میں جو ارتقا ہو موجب تحریم ہے۔	۴۱۸
ایجاب کلی اور سلب جزئی میں منافات ہے۔	۵۴۶	وقف	
منظرہ وزدہ مند ہیاں		صرف اس قول سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اس خطہ زمین سے وقف کی ملکیت زائل ہو جاتی ہے۔	۷۰
سینوں کی مسجدوں پر روافض کا کوئی حق نہیں۔	۷۷	بیع	
مصنف (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف سے دہلی کی ایک مسجد کے مؤذن کو عقلی دلیل سے مسئلہ سمجھانا۔	۵۰۲	مسجدوں کی بیع ناجائز ہے۔	۹۰
عید دوم فتویٰ مولوی عبدالحلہ لکھنوی سے اسناد پر کلام اور اوہام مانعین کے ازالہ تام کے بیان میں۔	۵۱۵	غصب	
جو اذعائے منع کرے اثبات ممانعت اس کے ذمہ ہے۔	۵۱۵	کسی نے مسجد پر ظلماً قبضہ کر لیا اور حصول یابی کی کوئی صورت نہ ہو اور وہ دوسری جگہ معاوضہ میں دینے کے لئے تیار ہو تو وہ جگہ لے کر مسجد بنائی جاسکتی ہے۔	۹۱
قرون ثلثہ سے عدم ورود کو دلیل منع جاننا وہابیہ کا مغالطہ عامۃ الورد ہے۔	۵۵۲	اجارہ	
وہابیہ کے خلاف مولوی عبدالحلہ لکھنوی کے فتاویٰ سے پندرہ عبارتیں۔	۵۵۳	مسجد کے حجرہ میں تعویذ لکھ کر اجرت پر دینا جائز نہیں۔	۹۵
رضاعت		تمدن	
کسی لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھنٹی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اس کی دختر اس پر حرام ہے۔	۴۱۸	مسجد و معبد ہو یا منزل و مسکن ہر مکان کو بلحاظ اختلاف موسم و حصوں پر تقسیم کرنا عادات مطروہ بنی نوع انسان سے ہے، ایک پارہ مستف کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے اور ہوا لینے کے کام آئے۔	۶۱

۷۷	مسجد ضرار کی تعریف۔		رسم المفتی
۸۰	صغیر و کبیر مسجدوں میں فرق۔	۴۱۷	مسلمانوں کے کسی فعل کو بدعت شنیعہ کہنا ایک حکم تو اللہ رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم پر لگانا ہے کہ ان کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے اور ایک حکم مسلمانوں پر لگانا ہے کہ وہ اس فعل کے باعث گنہگار و مستحق عذاب ہیں اور ایسا حکم لگانا بلا دلیل شرعی واضح کے ناجائز ہے۔
۸۶	مسجد ضرار کی ایک صورت۔	۴۱۷	دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصول اربعہ اور ہمارے لئے قول مجتہد ہے۔
۳۴۳	منبر کے کھتے زینے ہوں اور کس زینہ پر خطبہ ہو اور منبر کا رواج کب سے ہے۔	۴۸۴	علماء محتاطین مسائل اجتہادیہ میں تو انکار بھی ضروری نہیں جانتے چہ جائیکہ تفصیل و تکفیر کی جائے۔
۳۴۸	شہر اور دیہات کا فرق (افسوس کہ پورا جواب نہ مل سکا)	۶۳۳	تصحیح و فتویٰ میں اختلاف ہو تو اطلاق مثنون کو ترجیح ہوگی۔
۴۲۵	مجلس تبدیل ہونے کی بعض صورتوں کا بیان۔	۶۳۳	فقہانے جسے رائج و صحیح قرار دیا ہمیں اسی کی پیروی کرنی ہے۔
۵۱۲	مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عظیم الشان سند جو امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی امام المجتہدین حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے۔	۶۳۳	قول مرجوح پر فتویٰ دینا جہالت اور مخالفت اجماع ہے۔
۵۱۵	امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی عادت کریمہ ہے جو اثر اپنے خلاف مذہب ہوتا ہے اس پر تقریر نہیں فرماتے۔		قسم
۵۲۶	دنیا کی چیزیں خیر و شر دونوں کو محتمل ہیں۔	۶۰	اگر قسم کھائی کہ زید کے گھر نہ جاؤں گا اور صحن میں گیا تو حانث ہوگا۔
۵۳۲	فضائل و ترغیب دعا سے متعلق احادیث کا ذخیرہ کن کتابوں میں ہے۔	۶۰	اگر قسم کھائی کہ مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا تو حانث نہ ہوگا۔
۵۳۵	دعاؤ ذکر قطعاً متساوی ہیں (حاشیہ)		متفرقات
		۶۱	زبان عرب میں مسقف حصے کو شتوی اور غیر مسقف کو صیفی کہتے ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

باب احکام المسجد

احکام مسجد کا بیان

۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ

از لکھنؤ محلہ علی گنج مرسلہ حافظ عبد اللہ

مسئلہ ۱۱۱۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین جواب اس مسئلہ کا کہ مسجد پر بسبب گرمی کے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے، ہاں اگر مسجد جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ نہ رہے تو باقی ماندہ لوگ چھت پر صف بندی کر لیں یہ بلا کراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے بشرطیکہ حال امام مشتبہ نہ ہو۔

عالمگیری میں ہے ہر مسجد کے اوپر چڑھنا مکروہ ہے، یہی وجہ ہے کہ شدید گرمی کے وقت اس کے اوپر جماعت کرانا مکروہ ہے البتہ اس صورت میں کہ مسجد نمازیوں پر تنگ ہو جائے تو ضرورت کی وجہ سے مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں۔ جیسا کہ غرائب میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فی العلیگیرۃ الصعود علی کل مسجد مکروہ ولہذا اذا اشتد الحر یکرہ ان یصلوا بالجماعۃ فوقہ الا اذا ضاق المسجد فیح لایکرہ الصعود علی سطحہ لضرورۃ کذا فی الغرائب^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الخامس فی آداب المسجد مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۲/۲



التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد

(اس بارے میں عمدہ رہنمائی کہ مسجد کا صحن مسجد ہی ہوتا ہے)

مسئلہ ۱۱۱۶: از قصبہ کھٹور، اسٹیشن سائن ضلع سورت، ملک گجرات، مسجد پُرب والے، مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ عربی کھٹور و سیٹھ بانا بھائی صاحب مہتمم مدرسہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس صحن مسجد کے حکم پر موسم گرما میں ہمیشہ نماز فرض باجماعت مغرب و عشاء و فجر اور کبھی عصر بھی ادا کی جائے، اور یہ مسجد چونکہ برسر بازار واقع ہے اس واسطے آمد و رفت نمازیوں کی زیادہ ہے عصر و مغرب کو کبھی جماعت ہو چکی ہو تو اکثر آدمی آکر اُس صحن پر اکیلے فرض نماز پڑھ لیتے ہیں کبھی دو چار آدمی آگئے تو وہاں پر جماعت بھی کر لیتے ہیں اور مو سم اعتدال ربیع و خریف میں بھی کبھی معمولی جماعت صحن مذکور پر ہو جایا کرتی ہے، اب صحن مذکور کو حکم مسجد کا دیا جائے یا نہیں؟ اس پر جنبی وغیرہ ناپاک آدمی کا بلا عذر شرعی کے جانا جائز ہے یا نہیں؟ وہ شخص باہم مناظرہ کرتے ہیں ایک کے نزدیک صحن مذکور مسجد ہے اور جنبی کا اس پر جانا حرام، اور دوسرے کے نزدیک مصلی عید کے حکم میں ہے جنبی کو اس پر جانا جائز ہے، دلیل اس کی یہ ہے کہ ہمارے شہر سورت میں اندرون مسجد کو جماعت خانہ اور صحن مسجد کو خارج بولتے ہیں، دوسری دلیل یہ کہ فنا اور حریم مسجد اور صحن مسجد باعتبار مفہوم کے متحد ہیں فنا اور حریم مسجد پر جب جنبی کو جانا جائز ہو تو صحن پر بھی جائز ہوگا کس واسطے کو فنا کو حکم مصلی عید کا ہے اور علمائے سورت میں سے دو عالم صحن مذکور حکم مسجد کا فرماتے ہیں ان دونوں عالموں میں سے ایک عالم صاحب اس شخص کے جو صحن مسجد کو خارج مسجد کہتا ہے استاد بھی ہیں، اب ہر ایک مناظرین مر قومه بالا میں سے ایک دوسرے کو مفسد کہتا ہے مفسد فی الدین ہے اور مصلح عند الشرع کون؟ اور لفظ فنا مسجد اور حریم مسجد کے معنی صحن مسجد کے سمجھنا صحیح ہیں یا غلط؟ اور دوسرے یہ کہ ساکنان شہر سورت کا عرف کہ

اندرون مسجد جماعت خانہ اور صحن مسجد خارج مسجد بولنا یہ عند الشرع معتبر ہے یا نہیں؟ اور کس قدریں نمازیں ہر سال میں اُس صحن پر ادا کی جائیں کہ وہ صحن مسجد بن جائے؟ اُس صحن کی مسجد بن جانے میں سوائے نماز کے اور کوئی دوسری شرط بھی عند الشرع معتبر ہو تو تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله والصلوة والسلام على رسول الله

صحن مسجد قطعاً جزئیہ مسجد ہے جس طرح صحن دار جزء دار، یہاں تک کہ اگر قسم کھائی زید کے گھر نہ جاؤں گا، اور صحن میں گیا بیشک حاثت ہو گا کما یظهر من الهدایة والهنديّة والدر المختار ورد المختار و عامّة الاسفار (جیسا کہ ہدایہ، ہندیہ، دُر مختار، رد المختار اور عام کتب میں ہے، ت) اسی طرح اگر قسم کھائی مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا ہر گز حاثت نہ ہوا، ولہذا معتکف کو صحن میں آنا جانا بیٹھنا ہنایقیناروا، یہ مسئلہ اپنی نہایت وضاحت وغایت شہرت سے قریب ہے کہ بدیہیات اولیہ سے ملتحق ہو، جس پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل و افعال شاہد عدل، جن کے بعد اصلاً احتیاج دلیل نہیں، ہاں جو دعویٰ خلاف کرے اپنے دعوے پر دلیل لائے، اور ہر گز نہ لائے گا حَتّٰی یَدِیْجَ الْجَمَلُ فِی سَمِّ الْخِیَاطِ (یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہو جائے۔ ت) مدعی خلاف نے کہ صحن مسجد کے مسجد نہ ہونے پر دو دلیلیں پیش کیں، ایک عام جس میں دلیل کی صورت بھی نہیں بلکہ محض دعویٰ ہے دلیل ہے دوسری خاص مساجد سورت سے متعلق دونوں محض باطل و زاہق۔ فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس مسئلہ واضح کی ایضاح کو بحکم ضرورت صرف دس وجہیں ذکر کرتا ہے جن سے حکم انجلائے تام پائے اور دونوں دلیل خلاف کا ازالہ وہام ہو جائے، اسی کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالیٰ تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہو جائے گا۔

فاقول: وبالله التوفیق وافاضة التحقيق (میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ ہی توفیق اور تحقیق عطا کرنے والا ہے،

اولاً: مسجد اس بقعہ کا نام ہے جو بغرض نماز پنجگانہ وقف خالص کہا گیا و تمام تعریفہ مع فوائد قیودہ فی الوقف من کتابنا العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة (مسجد کی کامل تعریف اور اس کے تمام قیود کے فوائد کی تفصیل ہمارے فتاوی — "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویة" کے باب الوقف میں ملاحظہ کیجئے۔ ت) یہ تعریف بالیقین صحن کو بھی شامل اور عمارات و بنایا سقف وغیرہ ہر گز اس کی ماہیت میں داخل نہیں یہاں تک کہ اگر عمارت اصلاً نہ ہو صرف ایک چوترہ یا محدود میدان نماز کے لئے وقف کر دیں قطعاً مسجد

ہو جائے گا اور تمام احکام مسجد کا استحقاق پائے گا۔ فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ ذخیر ہو فتاویٰ علمگیر یو غیر ہا میں ہے

رجل له ساحة امر قوما ان يصلوا فيها بجماعة ان قال صلوا فيها ابداءا وامرهم بالصلوة مطلقا و نوی الابد صارت الساحة مسجدا لو مات لا یورث عنه^۱ اھ ملخصاً	ایک آدمی کی لھلی جگہ ہے لوگوں سے کہتا ہے کہ یہاں نماز ادا کرو، اب اگر اس نے یہ کہا کہ یہاں ہمیشہ تم نماز پڑھو، یا اتنا کہا نماز پڑھو مگر تیت ہمیشہ کی، تو وہ جگہ مسجد کہلائے گی۔ اگر وہ فوت ہو جاتا ہے تو وہ زمین وراثت میں شامل نہ ہوگی اھ ملخصاً (ت)

پھر مسقف وغیرہ مسقف میں فرق کرنا اسے مسجد سے فناء مسجد ٹھہرانا محض بے معنی۔

ٹھہرا ہر عاقل جانتا ہے کہ مسجد و معبد ہو یا مسکن و منزل ہر مکان کو بلحاظ اختلافِ موسم و حصوں پر تقسیم کرنا عاداتِ مطردہ بنی
نوع انسان سے ہے جس پر معظم معمورة الارض میں تمام اعصار و امصار کے لوگ اتفاق کئے ہوئے ہیں ایک پارہ مسقف کرتے
ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے، دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے، ہوا لینے، گرمی سے بچنے کے کام آئے،
زبانِ عرب میں اول کو شتوی کہتے ہیں اور دوم کو صیفی کہا افادہ العلامة بدر الدین محمود العینی فی کتاب الایمان من
البنایة شرح الهدایة (جیسا کہ علامہ بدر الدین محمود عینی نے بنایہ شرح الہدایہ کے کتاب الایمان میں تصریح کی ہے۔ ت) یہ
دونوں ٹکڑے قطعاً اس معبد یا منزل کے یکساں دو جزء ہوتے ہیں جن کے باعث وہ مکان ہر موسم میں کام کا ہوتا ہے اور بالیقین
مساجد میں صحن رکھنے سے بھی واقفین کی یہی غرض ہوتی ہے ورنہ اگر صرف شتوی یعنی مسقف کو مسجد اور صیفی یعنی صحن کو
خارج از مسجد ٹھہرائے تو کیا واقفین نے مسجد صرف موسم سرما و عصرین گرما کے لئے بنائی تھی کہ ان اوقات میں تو نماز مسجد
میں ہو باقی زمانوں میں نمازوں اعتکاف کے لئے مسجد نہ ملے یا ان کا مقصود یہ جبر کرنا تھا کیسی ہی جس و حرارت کی شدت ہو
مگر ہمیشہ مسلمان اسی بند مکان میں نماز پڑھیں، معتکف رہیں، ہوا و راحت کا نام نہ لیں، یا انھیں دنیا کا حال معلوم نہ تھا کہ
سال میں بہت اوقات ایسے آتے ہیں جن میں آدمی کو درجہ اندرونی میں مشغول نماز و تراویح و اعتکاف ہونا درکنار دم بھر کو
جاننا ناگوار ہوتا ہے، اور جب کچھ نہیں تو بالجزم ثابت کہ جس طرح انھوں نے اپنے چین کے لئے مکان سکونت میں صحن و دالان
دونوں درجے رکھے ہیں یونہی عام مسلمان کی عام اوقات میں آسائش و آرام کے لئے مسجد کو بھی انہی دو حصوں پر تقسیم کیا۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب الحادی عشر فی المسجد و ملہ متعلق بہ مطبوعہ مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۲ / ۲۵۵

ہائے : اب نمازیوں سے پوچھئے آپ اذان سن کر گھر سے کس ارادہ پر چلتے ہیں، یہی کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے یا کچھ اور، قطعاً یہی جواب دیں گے کہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں، اب دیکھئے کہ وہ موسم گرما میں فجر و مغرب و عشاء کی نمازیں کہاں پڑھتے ہیں اور اُن کے حفاظ قرآن مجید کہاں سناتے ہیں اور اُن کے معتکف کہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں، خود ہی کھل جائے گا کہ مسلمانوں نے صحن کو بھی مسجد سمجھا ہے یا نہیں تو مسجدیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف۔

رابعا : بلکہ غور کیجئے تو جو صاحب انکار رکھتے ہیں خود انہی کے افعال اُن کی خطا پر دال، اگر وہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہوں تو لاجرم موسم گرما میں عام مسلمانوں کی طرح صحن ہی پر پڑھتے ہوں گے پھر ان سے پوچھئے آپ گھر چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھنے کیوں آئے، اور جب یہ مسجد نہیں تو یہاں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت سمجھی، فضیلت درکنار داعی اللہ کی اجابت کب کی، اور حدیث لاصلوٰۃ لجامار المسجد الا فی المسجد¹ (مسجد کے پڑوسی کی نماز، مسجد کے علاوہ نہیں ہو سکتی۔ ت) کی تعمیل کہاں ہوئی اور سنت عظیمہ جلیلہ کس واسطے چھوڑی، کہا کوئی ذی عقل مسلمان گوارا کرے گا کہ مکان چھوڑ کر آذان سن کر نماز کو جائے اور مسجد ہوتے ساتے مسجد میں نہ پڑھے بلکہ اس کے حریم و حوالی میں نماز پڑھ کر چلا آئے، کیا اہل عقل ایسے شخص کو مجنون نہ کہیں گے، تو انکار والوں کا قول و فعل قطعاً متناقض، اگر یہ عذر کریں کہ جہاں امام نے پڑھی مجبوری ہیں پڑھنی ہوئی ہے تو محض بیجا و نامعقول و ناقابل قبول، آپ صاحبوں پر حق مسجد کی رعایت اتباع جماعت سے اہم و اقدم تھی، جب آپ نے دیکھا کہ سب اہل جماعت مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھتے ہیں آپ کو چاہئے تھا خود مسجد میں جا کر پڑھتے، اگر کوئی مسلمان آپ کا ساتھ دیتا جماعت کرتے ورنہ تنہا ہی پڑھتے کہ حق مسجد سے ادا ہوتے۔ یہاں تک علماء اس تنہا پڑھنے کو دوسری مسجد میں باجماعت پڑھنے سے افضل بتاتے ہیں نہ کہ غیر مسجد میں۔ فتاویٰ امام قاضی خاں پھر خزائنہ المفتین پھر رد المحتار وغیرہ میں ہے۔

آدمی اپنے محلہ کی مسجد میں جائے اس میں آذان دے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو کیونکہ اس پر محلہ کی مسجد کا حق ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے، ایسی مسجد کے مؤذن کے بارے میں جس میں کوئی نہیں آتا فقہاء نے کہا ہے کہ وہ وہاں تنہا ہی آذان دے کر اور نماز پڑھے یہ دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے

یذہب الی مسجد منزله ویؤذن فیہ ویصلی وان کان واحداً لان لمسجد منزله حقاً علیہ فیؤدی حقہ مؤذن مسجد لایحضر مسجده احد قالوا یؤذن ویقیم ویصلی وحده فذالك احب من ان یصلی فی مسجد اخر²

¹ مستدرک حاکم کتاب الصلوٰۃ لجامار المسجد الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۲۴۶

² فتاویٰ قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۱/۳۲

تعمیہ: انھیں وجہ سے ظاہر ہو گیا کہ اہل سورت کا خاص درجہ شتویٰ کو جماعت خانہ کہنا ایک اصطلاح خاص ہے اور صیفی یعنی صحن کو خارج اسی معنی پر کہتے ہیں کہ اُس جماعت خانہ مصطلح سے باہر ہے نہ بایں معنی کہ جزء مسجد نہیں، اور اگر مسجد ہی کہتے ہوں تو یہ کہنا ایسا ہے جیسے علماء کرام ظاہر بدن کو خارج البدن فرماتے ہیں جس کے یہ معنی کہ بدن بیرونی حصہ نہ یہ کہ بدن سے باہر، یونہی خارج مسجد یعنی مسجد کا بیرونی ٹکڑا، نہ یہ کہ مسجد سے خارج۔ اور بالفرض اگر انھوں نے اپنی اصطلاح میں مسجد صرف شتویٰ یعنی مسقف ہی کا نام رکھا ہو تو اسے مسجد نہ کہنے کا حاصل اس قدر ہو گا کہ درجہ شتویہ نہیں نہ یہ کہ شرعاً مسجد نہیں، اُن کے افعال دائمی یعنی موسم گرما میں ہمیشہ جماعت مغرب و عشاء و فجر صحن ہی پر پڑھنا اور آذان سننے پر مکانوں سے بارادہ صلوٰۃ فی المسجد آ کر یہاں جماعت کرنا جس کی تصریح سوال میں موجود۔ اور رمضان گرما میں یہیں تراویح پڑھنا، معتکف رہنا کہ عادتاً بالقطع معلوم و مشہود، اس مراد مقصود پر شاہد مبین و مفید تعیین و موثر یقین، کما لا یخفی علی صبی عاقل فضلا عن فاضل (جیسا کہ کسی عاقل بچے سے مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر خفی رہے۔ ت)

خامساً: طرفہ یہ کہ انکار کرنے والے حلت دخول جنب میں بحث و نزاع کرتے ہیں اُن کے قول پر یہ معاذ اللہ صراحۃً بدعت شنیعہ مسلمانوں سے علی الدوام والا التزام واقع ہوتی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور حق مسجد تلف کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ خلاف میں اپنی بھی تکلیف ہے، اب اگر وہ اپنے قول باطل پر اصرار کر کے اسی فکر میں پڑیں کہ نماز صحن مطلقاً بند کر دی جائے اور ہمیشہ ہر موسم ہر وقت کی جماعت اندر ہی ہوا کرے، اور بالفرض اُن کی یہ بات خلق کو نماز صحن سے مانع آئے تو دیکھئے موسم گرما میں کتنی مسجدیں نماز و جماعت و تراویح و اعتکاف سے معطل محض ہوئی جاتی ہیں کہ لوگ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندر ان افعال کی بجآوری سے بالطبع گھبرائیں گے، لاجرم مسجد کے آنے سے باز رہیں گے اور اگر ایک دو نے یہ ناحق و بے سبب کی سخت مصیبت گوارا بھی کر لی تو عام خلایق کا تنفر قطعی یقینی، تو اس نزاع بجا کا انجام معاذ اللہ مساجد کا ویران کرنا اور اُن میں ذکر و نماز سے بندگان خدا کو روکنا ہے۔

اللہ عزوجل نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو اُن میں نام خدا یاد کئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔	قال اللہ عزوجل وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا وَسُئِلَ فِي خَرَابِهَا¹

اب صحن کو مسجد نہ ماننے والے غور کریں کہ کس کا قول افساد فی الدین تھا ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

سادہً: اس مسئلہ جلیلہ کو کلمات ائمہ کرام ہی سے استخراج کرنا چاہئے تو بوجہ کثیرہ میسر، علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مسجد مبارک حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زمانہ اقدس میں جنوباً یعنی دیوارِ قبلہ سے پائین مسجد تک سو گز طول رکھتی تھی اور اسی قدر شرقاً و غرباً عرض تھا اور پائین میں یعنی جانبِ شام ایک مسقف دالان جنوب رویہ تھا جسے صفہ کہتے اور اہل صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اُس میں سکونت رکھتے یہ بھی جزءِ مسجد تھا، علامہ رحمۃ اللہ سندی تلمیذ امام محقق علی الاطلاق ابن المہام منک متوسط اور مولانا علی قاری مکی اس کی شرح مسلک منقطع میں فرماتے ہیں:

(حدہ) ای حدود المسجد الاول (منالْمَشْرِقِ مِنْ وَرَاءِ الْمَنْبَرِ نَحْوَ ذِرَاعٍ وَمِنْ الْمَغْرِبِ الْاسْطَوَانَةُ الْخَامِسَةُ مِنَ الْمَنْبَرِ وَمِنْ الشَّامِ حَيْثُ يَنْتَهِي مِائَةُ ذِرَاعٍ مِنْ مُحَرَّابِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَهُوَ مَعْلُومٌ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ بِالْعَلَامَةِ الْمَوْضُوعَةِ ¹ أَهْلُ مَخْصَصًا۔	(اس کی حد) یعنی مسجد اول کی حدود (منبر کی دوسری طرف مشرق کی طرف ایک گز کے برابر ہے، اور جانبِ مغرب پانچویں ستون تک اور جانبِ شام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محراب سے سو گز ہے) اور نشانات مخصوصہ کی وجہ سے اہل مدینہ کو معلوم ہے اہل تَخْيِصًا۔ (ت)

علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

أَهْلُ الصَّفَةِ فَقَرَاءُ الْمُهَاجِرِينَ وَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ مِنْهُمْ مَنْزِلٌ يَسْكُنُهُ فَكَانُوا يَأْوُونَ إِلَى مَوْضِعٍ مَظْلَلٍ فِي مَسْجِدِ الْمَدِينَةِ۔ ²	اہل صفہ مہاجر فقراء میں سے تھے اور جس کے لئے گھر نہ ہوتا وہ وہیں ٹھہرتا، پس صفہ مسجد نبوی میں ایک چھتدار جگہ میں رہتے تھے۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے:

بَابُ نَوْمِ الرِّجَالِ فِي الْمَسْجِدِ وَقَالَ ابُو قَلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَدِمَ رَهْطٌ مِنْ عِجْلٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانُوا فِي الصَّفَةِ. وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ	باب لوگوں کا مسجد میں سونے کے بارے میں، ابوقلابہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عجل کا ایک وفد رسالتِ مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور وہ صفہ میں تھے

¹ مسلک منقطع مع ارشاد الساری فصل ولیقنتم ایام مقامہ بالمدينة المشرفة مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۳

² مجمع بحار الانوار لفظ صفہ کے تحت مذکور ہے مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۳۵۳/۲

بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کان اصحاب الصفة الفقراء ¹	حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اصحاب صفہ فقراء تھے۔ (ت)

علامہ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

الصفة بضم الصاد و تشدید الفاء موضع مظلل فی اخريات المسجد النبوی تاوی الیہ المساکین۔ ²	الصفة، صاد پر پیش، فاء پر تشدید، مسجد نبوی کے آخری حصہ میں وہ چھتی ہوئی جگہ جہاں مساکین پناہ لیتے تھے۔ (ت)

اب مشاہدہ کرنے والا جانتا ہے کہ محراب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ محراب امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب شمال ہے، پائین مسجد کو پیمائش کرتے آئے تو سو گز کی مساحت ایک حصہ صحن میں آئے گی، اور قطعاً معلوم کہ زمانہ اقدس میں جس قدر بنائے مسجد تھی اُس میں کمی نہ ہوئی بلکہ افزونیاں ہی ہوتی آئیں تو واجب کہ اس وقت بھی یہ سو گز مع صحن تھی اور جبکہ صفہ تک جزء مسجد تھا کما ظہر ما نقلنا من العبارات (جیسے کہ ہماری نقل کردہ عبارات سے ظاہر ہے۔ ت) تو کیونکہ معقول کہ بیچ میں صحن خارج مسجد گنا جائے۔

سابقہ علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد میں پیڑ بونا ممنوع ہے کہ اُس سے نماز کی جگہ رُکے گی مگر جبکہ اس میں منفعت مسجد ہو اس طرح کہ زمین مسجد اس قدر گل ہو کہ ستون بوجہ شدتِ رطوبت نہ ٹھہرتے ہوں تو جذب تری کیلئے پیڑ بوئے جائیں کہ جڑیں پھیل کر زمین کی نم کھینچ لیں۔ ظہیریہ و خانیہ و خلاصہ و ہندیہ و بحر الرائق وغیرہا میں ہے،

یکرہ غرس الشجر فی المسجد لانه یشبه بالبیعة تكون فیہ منفعة للمسجد بان کان الارض نزة لا تستقر اسا طینہا فی غرس فیہ الشجر لیقل النزة۔ ³	مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بیعہ (گرجے) کی مشابہت ہے اور نماز کی جگہ مشغول کرنا ہے۔ البتہ اس صورت میں جائز ہوگا جب اس میں کوئی نفع ہو، مثلاً زمین سیلابی ہے اس پر ستون کھڑے نہیں ہوتے تو اس میں درخت لگائے جائیں تاکہ سیلابیت کم ہو جائے۔ (ت)

ظہیریہ کے لفظ یہ ہیں:

فتغرس لتجذب عروق الاشجار ذلک	پس درخت لگائیں تاکہ ان کی جڑیں اس تری کو جذب

¹ صحیح البخاری باب نوم الرجال فی المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۳

² ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب نوم الرجال فی المسجد مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۱/۲۳

³ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ نوکسٹور لکھنؤ ۱/۳۱

الز فح یجوز و الافلا وانما جو زمشاءخنا فی المسجد الجامع ببخاری لمافیہ من الحاجة اهـ ¹	کر لیں، تو اب درخت لگانا جائز ہوگا ورنہ نہیں، ہمارے مشائخ نے بخارا کی جامع مسجد میں درخت لگانے کو جو جائز قرار دیا ہے اس میں یہی ضرورت وحاجت پیش نظر ہے (ت)

ظاہر ہے کہ ستون مسجد مسقف ہی میں ہوتے ہیں اور پیڑ درجہ اندرونی میں نہیں بوئے جاتے بلکہ سائے میں پرورش نہیں ہوتے معذرا جب تری کی وہ بیشتری کہ ستون نہیں ٹھہرتے تو ایسی رطوبت پھلوا ری وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے پودوں سے دفع نہیں ہو سکتی، نہ ان کی جڑیں اتنی پھیلیں کہ اطراف سے جذب کر لیں اور بڑے پیڑ اندر بوئے جانا معقول نہیں تو واجب کہ اس سے مراد صحن مسجد میں بونا ہے اور اسے انھوں نے مسجد میں بونا قرار دیا۔ جب تو غرس فی المسجد کی صورت جواز میں رکھا، اور مثال ظہیریہ نے تو اس معنی کو خوب واضح کر دیا۔ قطعاً معلوم کہ جامع بخارا نامسقف نہیں نہ زنبہار اُس کے درخت زیر سقف ہیں بلکہ یقیناً صحن میں بوئے گئے، اور اسی کو علمائے کرام نے غرس فی المسجد جانا۔

ثامناً علماء فرماتے ہیں دروازہ مسجد پر جو دکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں کہ مسجد سے متصل ہیں، فتاویٰ امام قاضی خاں پھر فتاویٰ علمگیر یہ میں ہے:

یصح الاقتداء لمن قام علی الدکانین التی تکون علی باب المسجد لانها من فناء المسجد متصلة بالمسجد۔ ²	اس شخص کی اقتداء درست ہے جو اس دکان پر کھڑا ہے جو مسجد کے دروازے پر ہے کیونکہ یہ فنائے مسجد میں ہونے کی وجہ سے مسجد سے متصل ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو دکانیں دروازہ پر ہیں صحن مسجد سے متصل ہیں نہ درجہ مسقف سے، تو لاجرم صحن مسجد مسجد ہے، اور یہیں سے ظاہر کہ صحن کو فنا کہنا محض غلط ہے اگر وہ فنائے مسجد ہوتا تو دکانیں کہ اس سے متصل ہیں متصل بہ فنا ہوتیں، نہ متصل بہ مسجد، پھر ان دکانوں کے فنا ٹھہرنے میں کلام ہوتا کہ فنا وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فنا ہو، ورنہ اس تعریف پر لزوم دور کے علاوہ متصل بالفنا بھی فنا ٹھہرے تو سارا شہر یا لاقلاً تمام محلہ فنائے مسجد قرار پائے گا (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) اور یہ ادعا کہ صحن و فنا کا مفہوم واحد

¹ بحر الرائق بحوالہ الظہیریہ فصل لما فرغ من بیان الکراہیۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵/۲

² فتاویٰ قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ نوکسٹور لکھنؤ ۳۲/۱

جہل شدید ہے کہ کسی عاقل سے معقول نہیں، شاید یہ قائل اُن دکانوں کو بھی صحن مسجد کہے گا۔
 ہاسکا انصاف کیجئے تو یہ خاص جزئیہ بھی یعنی صحن مسجد میں جنب کا جانا ناجائز ہونا کلماتِ علما سے مستفاد ہو سکتا ہے، ائمہ فرماتے ہیں جنب کو مسجد میں جانا جائز نہیں مگر جبکہ پانی کا چشمہ مسجد میں ہو اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ملے تو تیمم کر کے لے آئے۔ مبسوط و عنایہ و رد المحتار و فتاویٰ حجب و فتاویٰ ہندیہ و غیرہا سفر میں ہے:

واللفظ للثلاثة الاول مسافر مرم بمسجد فيه عين ماء وهو جنب ولايجد غيره، فانه يتيمم لدخول المسجد لان لاجنباً تمنعه من دخول المسجد على كل حال عندنا۔ ¹	پہلی تین کتب کے الفاظ یہ ہیں: ایک جنبی مسافر ایسی مسجد سے گزرا جس کے اندر پانی کا چشمہ ہے اور اس کے علاوہ وہ پانی نہیں پاتا تو وہ دخول مسجد کے لئے تیمم کرے کیونکہ ہمارے نزدیک ہر حال میں جنابت اسے دخول مسجد سے مانع ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ عامہ بلاد میں عامہ مساجد جماعات مسقف ہوتی ہیں اور چشمہ آب عادی صحن ہی میں ہوتا ہے اور کلمات فقہاء امورِ عادیہ غالبہ ہی پر مبتنی ہوتے ہیں، بہت نادر ہے کہ حصہ اندرونی میں چشمہ آب ہو، تو انھوں نے صحن ہی میں جنب کو جانے پر یہ احکام فرمائے فافہم و تبصر (پس سمجھو اور غور کرو۔ ت) ان کے سوا اور بہت وجوہ کثیرہ سے استنباط ممکن مگر بعد اُن دلائل قاہرہ کے جوابتدائیر گوش سامعین ہوئے حاجتِ تطویل نہیں۔

عاشرا یا ہذا اُن براہین ساطعہ کے بعد صحن مسجد کا جزء مسجد ہونا اجلی بدیہیات تھا جس پر اصلاً تصریح کتب کی احتیاج نہ تھی بلکہ جو اسے مسجد نہیں مانتا وہی محتاج تصریح و قطعی تھا اور ہر گز نہ دکھا سکتا نہ کبھی دکھا سکے، تاہم فقیر نے بطور تبرع یہ چار استنباط بھی کلمات ائمہ سے ذکر کئے کہ یہ بدیہی مسئلہ اپنے غایت و ضوح و اشتہار کے باعث اس قبیل سے تھا جس پر خادم فقہ کو کتب ائمہ میں تصریح جزئیہ ملنے کی امید نہ ہوتی کہ ایسی روشن و مشہور باتوں پر فقہائے کرام کم توجہ فرماتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی اس امر کی تصریح کتابوں سے نکالنا چاہے کہ مسجد کے درجہ شتوی میں جسے اہل سورت جماعت خانہ کہتے ہیں تین در ہیں بائیں طرف کا در بھی جزء مسجد ہے اور اس میں بھی جنب کو جانا ممنوع یا نہیں تو غالباً ہر گز اس کا جزئیہ نہ پائے گا مگر بحمد اللہ تعالیٰ جب فقیر یہاں تک لکھ چکا مسئلہ کا خاص جزئیہ کلمات علماء میں یاد آیا جس میں ائمہ دین نے صاف تصریحیں فرمائی ہیں کہ مسجد کے صیفی و شتوی یعنی صحن و مسقف دونوں درجے یقیناً مسجد ہیں۔ اب سنئے امام طاہر بن عبدالرشید بخاری فتاویٰ خلاصہ پھر امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زلیعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر امام حسین بن محمد سمعی خزائنہ المفتن پھر امام محقق عل الاطلاق کمال الدین محمد بن المہام فتح القدیر پھر علامہ عبدالرحمن بن محمد رومی مجمع الانہر شرح

¹ المبسوط للرخسی باب التیمم مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۸

المفتی الابحہر پھر علامہ سیدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح پھر خاتم المحققین سیدی محمد بن عاب دین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

واللفظ للخلاصة ولخزانة رجل انتهى الى المأم والناس في الصلوة الفجر ان رجال ان يدرك ركعة في الجماعة يأتي بركعتي الفجر عند باب المسجد وان لم يمكن يأتي بهما في المسجد الشتوي ان كان الامام في الصيفي وان كان الامام في الشتوي هو يأتي في الصيفي وان كان المسجد واحدا يقف في ناحية المسجد الا يصليهما مخالطاً للصف مخالفاً للجماعة فان فعل ذلك يكره اشد الكراهة اهـ¹	خلاصہ اور خزانہ کی عبارت یہ ہے: ایک آدمی مسجد میں پہنچا، امام اور لوگ نماز فجر ادا کر رہے تھے اب اگر آنے والا شخص امید رکھتا ہے کہ اسے ایک رکعت جماعت کے ساتھ مل جائے گی تو وہ مسجد کے دروازہ کے پاس دو سنتیں ادا کرے، اور اگر وہاں ممکن نہ ہو مسجد شتوی (یعنی سردیوں والے حصہ) میں دو رکعت ادا کرے، جب امام صیفی مسجد (یعنی گرمیوں والے حصہ) میں ہو اور اگر اس کا عکس ہو یعنی امام شتوی مسجد میں ہو تو یہ صیفی میں پڑھے۔ اگر مسجد واحد ہی ہو تو مسجد کے ایک گوشے میں ادا کرے اور ان دو رکعتوں کی ادائیگی کے لئے صف کے متصل کھڑا نہ ہو کیونکہ یہ جماعت کی مخالف ہے۔ اگر ایسا کیا تو یہ شدید مکروہ ہوگا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ما تن کا قول "مسجد کے دروازے کے پاس" یعنی مسجد سے باہر، جیسے کہ قسمتانی نے اس پر تصریح کی ہے الخ (ت) اقول: (میں کہتا ہوں) ہدایہ اور ہندیہ کے الفاظ نے واضح کر دیا ہے کہ وہ فجر کی سنتیں مسجد کے دروازے پر پڑھ کر مسجد میں داخل ہو۔ (ت)	قوله عند باب المسجد اي خارج المسجد كما صرح به القهستاني² الخ۔ اقول: ويوضحه قول الهداية و الهنديه يصلي ركعتي الفجر عند باب المسجد ثم يدخل³

امام ابوالبركات⁴ حافظ الدين نسفی کافی شرح میں فرماتے ہیں:

سنتوں کے لئے افضل مقام گھر ہے اور اگر امام مسجد	الافضل في السنن المنزل ثم باب المسجد

¹ خلاصة الفتاوى كتاب الصلوة الجنب في السنن مطبوعه نو كسور لكهنو ١١/٢٢ و ١٢/٢٢

² ردالمحتار باب ادراك الفريضة مطبوعه ايم سعيد كيمپني كراچي ١٢/٥٦

³ الهداية باب ادراك الفريضة مطبوعه المكتبة العربية كراچي ١١/١٣٢

ان كان الامام يصلي في المسجد ثم المسجد الخارج ان كان الامام يصلي في الداخل او الداخل ان كان في الخارج ¹ اھ ملخصاً	میں جماعت کروا رہا ہو تو مسجد کا دروازہ بہتر مقام ہے، اگر امام داخل مسجد میں جماعت کروا رہا ہو تو پھر خارج مسجد اسی طرح امام خارج مسجد ہو تو سنتوں کے لئے داخل مسجد بہتر ہے اھ (تلخیصاً ت)

^۱ محقق علامہ زین بن نجیم مصری بحر الرائق پھر علامہ سیدی احمد طحاوی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

السنة في السنن ان يأتى بها في بيته او عند باب المسجد وان لم يمكنه ففي المسجد الخارج ² الخ	سنتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ انھیں گھر میں ادا کرے یا مسجد کے دروازے کے پاس، اور اگر وہاں ممکن نہ ہو تو پھر صحن مسجد میں ادا کرے الخ (ت)

"نہ و شرح" صغیرنیہ للعلامہ ابراہیم الحلبي میں ہے:

(السنة) المؤكدة (في سنة الفجر) هو ان لا يأتى بها مخالطاً للصف ولا خلف الصف من غير حائل و (ان يأتى بها) اما (في بيته) وهو الافضل (او عند باب المسجد) ان امكن بأن كان هناك موضع لائق للصلاة (وان لم يمكنه) ذلك (ففي المسجد الخارج) ان كانوا يصلون في الداخل و بالعكس ان كان هناك مسجد ان صيفى شتوى ³ اھ	(سنت) مؤکدہ (فجر کی سنتوں میں) یہ ہے کہ انھیں صف کے متصل اور بغیر رکاوٹ کے صف کے پیچھے بھی ادا نہ کرے (انھیں بجالاتے) یا (گھر میں) اور یہی افضل طریقہ ہے، یا (مسجد کے دروازے کے پاس) اگر ممکن ہو یعنی اگر وہاں نماز ادا کی جاسکتی ہو (اور اگر ممکن نہ ہو) یہ بات (تو پھر صحن مسجد میں) (اگر لوگ داخل مسجد نماز ادا کر رہے ہوں اور عکس کی صورت میں عکس ہوگا اگر وہاں دو مساجد صیفی اور شتوی ہیں اھ (ت)

امام محقق^۳ علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں اسی قول نہیہ کے نیچے فرماتے ہیں، المسجد الخارج صحن المسجد^۴ اھ (مسجد خارج سے مراد صحن مسجد ہے اھ - ت)

¹ کافی شرح وافی

² حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب اوراک الفریضہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۳۰۰/۱

³ صغیرنی شرح نہیہ الصلوی فصل فی النوافل مطبوعہ مکتبۃ دہلی بھارت ۲۰۴/۱

⁴ التعلیق الحلبي لمافی نہیہ الصلوی بحوالہ حلیہ امیر الحاج مع نہیہ الصلوی فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۳۹ ۴

دیکھو اول کی سات کتابوں میں صیفی و شتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آٹھ سے گیارہ تک چار کتابوں میں انھیں مسجد داخل و مسجد خارج سے تعبیر کیا۔ صغیری نے ان عبارات شتی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کر دیا، اور حلیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحن مسجد کا نام ہے، تو صاف واضح ہو گیا کہ صحن مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علماء کبھی مسجد صیفی اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد للہ علی وضوح الحق (حق کے واضح ہو جانے پر اللہ کی حمد ہے۔ ت) ان نصوص صریحہ کے بعد ان استنباط کی حاجت نہ تھی مگر کیا کہجے کہ فقیر انھیں پہلے ذکر کر چکا تھا معہذا ان کے ابقا میں طالبان علم و خادمانِ فقہ کی منفعت کہ اقوال علماء سے استنباط مسائل کا طریقہ دیکھیں وباللہ التوفیق اب کہ بحمد اللہ کا لشمس علی نصف النہار واضح و آشکار ہو گیا کہ صحن مسجد بالیقین جزء مسجد ہے تو اس کے لئے تمام احکام مسجد آپ ہی ثابت، جن کا ثبوت صحن پر نمازیں پڑھے جائے خواہ کس شرط پر اصلاً موقوف نہیں کہ مسجد مذہب رائج پر واقف کے صرف اس کہنے سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول صحیح ظاہر الروایہ میں دو آدمیوں کی جماعت باذان و اقامت بلکہ واقف کے سوا ایک ہی شخص کی اذان و اقامت و نماز بر ہیئت جماعت اور ایک قول ظاہر الروایہ میں سوائے واقف ایک ہی آدمی کی منفرداً نماز پڑھ لینے سے بمجمیع اجزاء مسجد ہو جاتی ہے تو ہر جزء میں جداگانہ نماز ہونے کی بالاجماع حاجت نہیں، مذہب اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز زیادہ دو شخصوں کی جماعت ہر پارہ مسجد کو شامل نہیں ہو سکتی کما لایخفی فوضح المقصود والحمد للہ العلی الودود (جیسا کہ واضح ہے تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لئے جو بلند اور محبت کرنے والا ہے۔ ت)

اس کی ملکیت مسجد سے ان الفاظ سے زائل ہو جاتی ہے کہ میں نے اسے مسجد بنادیا ہے یہ ثانی امام (ابو یوسف) کے نزدیک ہے (الدر المننتی میں ہے کہ تنویر، درر اور وقایہ وغیرہ میں قول ابو یوسف کو مقدم ذکر کیا، اور آپ جانتے ہیں کہ ان کا قول وقف اور قضاء میں رائج ہے اھ ش) امام محمد اور امام صاحب نے اس میں جماعت کے ساتھ نماز کو بھی لازم و شرط قرار دیا ہے (جماعت کا شرط قرار دینا اس لئے ہے کہ مسجد سے مقصود ہی یہی ہے اسی لئے یہ شرط ہے

تنویر الابصار و درمختار و رد المحتار میں ہے: یزول ملکہ عن المسجد بقوله جعلته مسجد عند الثانی (وفی الدر المننتی و قدم فی التنویر والدرر والوقایہ وغیرہا قول ابی یوسف و علمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء اھ ش) و شرط محمد و الامام الصلوٰۃ فیہ بجماعۃ (واشتراط الجماعۃ لانہا المقصودۃ من المسجد، ولذا شرط ان تكون جہراً

کہ وہاں اذان واقامت بلند آواز سے ہوں ورنہ وہ مسجد قرار ہی نہ پائے گی۔ امام زلیلی کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے، اور کہا کہ فتح میں ہے کہ اگر امام اور مؤذن ایک ہی آدمی تھا اور اس نے وہاں تنہا نماز ادا کی تو وہ بالاتفاق مسجد ہی قرار دی جائے گی کیونکہ اس طریقہ پر ادائیگی جماعت ہی کی طرح ہے لیکن اگر وقف کرنے والے نے فقط نماز ادا کی تو صحیح یہی ہے کہ یہ کافی نہیں (اھ ش) ایک قول یہ ہے کہ ایک آدمی کا نماز ادا کر لینا بھی کافی ہے اور اسے خانیہ نے ظاہر الروایہ قرار دیا ہے (اور متون میں یہی ہے جیسے کہ کنز، ملتقی وغیرہ، اور آپ اول کی تصحیح جان ہی چکے، اور اسی کو خانیہ نے صحیح کہا، اور حاکم نے کافی میں اسی پر اقتصار کیا، پس یہی ظاہر روایت ہے ایضاً اھ ش) مختصراً۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)	بأذان واقامة والالم يصبر مسجد اقال الزيلعي: وهذه الرواية هي الصحيحة وقال في الفتح: ولو اتحد الامام والمؤذن وصلى فيه وحده صار مسجد الاتفاق لان الاداء على هذا الوجه كاف لجماعة، لكن لو صلى الواقف وحده فالصحيح انه لا يكفي اه ش) وقيل: يكفي واحد وجعله في الخانية ظاهر الرواية (وعليه امتون كالكنز وملتقى وغيرهما وقد علمت تصحيح الاول و صححه في الخانية ايضاً وعليه اقتصر في کافی الحاكم فهو ظاهر الرواية ايضاً اھ ش) ¹ (مختصراً) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۱۱: از بری سال مرسلہ جان محمود ساکن چاند

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں ایک مسجد مدت سے قائم ہے اور وہ خود متولی ہے اور جمعہ کی نماز بھی ہمیشہ پڑھی جاتی ہے ابھی متولی مسجد نے ایک شخص کو کسی وجہ سے منع کیا کہ وہ اس مسجد میں نہ آئے جب اُس کو منع کیا تو وہ شخص اور چند مصلیٰ مجتمع ہو کر دوسری جگہ پر ایک مسجد نئی بنا کر لی اس قدر فاصلہ پر ہے کہ اگر بلند آواز سے اذان کہے تو احتمال سنائی کی ہے، اس صورت میں دونوں مسجدوں میں جمعہ کی نماز جائز ہے یا ایک میں، اگر ایک میں ہے تو اول یا ثانی، اگر صورت، مذکورہ میں منع کرنا کسی مصلیٰ کو شرعاً کوئی وجہ سے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بحوالہ الکتاب توجروا یوم الحساب۔

¹ رد المحتار علی الدرار المختار شرح تنویر الابصار کتاب الوقف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۵/۳

الجواب:

جو شخص مودی ہو کہ نمازیوں کو تکلیف دیتا ہے برا بھلا کہتا ہے شریعہ اُس سے اندیشہ رہتا ہے ایسے شخص کو مسجد میں آنے سے منع کرنا جائز ہے، اور اگر بد مذہب گمراہ مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا نیچری یا تفضیلی وغیرہا ہے اور مسجد میں آکر نمازیوں کو بہکاتا ہے اپنے مذہب ناپاک کی طرف بلاتا ہے تو اسے منع کرنا اور مسجد میں نہ آنے دینا ضرور واجب ہے۔

فقد نص فی العینی ثم المختار وغیرہما من معتمدات الاسفار، باخراج کل مودو لو بلسانہ۔ 1	علامہ عینی نے تصریح کی ہے پھر در مختار وغیرہ معتمد کتب میں ہے کہ ہر ادا دینے والے کو مسجد سے نکال دیا جائے خواہ اس کی اذیت زبان سے ہو۔ (ت)

یونہی جس کے بدن میں بدبو ہو کہ اس سے نمازیوں کو ایذا ہو مثلاً معاذ اللہ گندادہن یا گندابغل یا جس نے خارش وغیرہ کے باعث گندھک ملی ہو اسے بھی مسجد میں نہ آنے دیا جائے لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلا یقر بن مصلانا² (رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ ہر گز ہماری نماز گاہ کے قریب نہ آئے۔) (ت) اور بلا وجہ شرعی اپنی کسی رنجش دنیوی کے باعث مسجد سے کسی مسلمان کو روکنا سخت گناہ ہے۔

لقولہ تعالیٰ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ³	اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور کون اس سے بڑھ کر ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ کے نام کے ذکر سے روکے اور ان کی بربادی میں کوشاں ہو۔ (ت)

اور مسجد جبکہ نہ نیت خالصہ بنائی جائے تو پہلی مسجد کے کسی قدر قریب ہو کچھ حرج نہیں۔

لما فی الاشباہ والدر ان لاهل المحلة جعلوا المسجد الواحد مسجدین ⁴	اشباہ اور در میں ہے کہ اہل محلہ کے لئے جائز ہے کہ ایک مسجد کو دو مساجد بنالیں۔ (ت)

مگر جمعہ قائم کرنے کے لئے ضرور ہے کہ امام جمعہ وہ ہو جسے بادشاہ اسلام نے امام جمعہ مقرر کیا یا وہ جسے اس نے اپنا نائب کیا اور یہ نہ ہو تو وہ جسے اہل اسلام جمع ہو کر امام جمعہ مقرر و معین کریں، ہر شخص جمعہ وعیدین کی امامت نہیں کر سکتا۔

¹ دُر مختار آخر باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱/۹۴

² مجمع الزوائد کتاب الصلوٰۃ باب فیمن اکل ثوم الخ مطبوعہ دار الکتب بیروت ۲/۱۷

³ القرآن ۱۱۴/۲

⁴ الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۶۳۵، ۲۳۴، در مختار قبیل باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع

مجتبائی دہلی ۱۱/۹۴

کما نصوا علیہ معتمدات المذہب (جیسا کہ اس پر معتمدات مذہب نے تصریح کی ہے۔ ت)
اس طرح کا امام اگر اس دوسری مسجد کو میسر ہوگا تو اس میں بھی جمعہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ واللہ سببہ و تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۱۲۱۱۸: از شہر پور بندر ملک کاٹھیاواڑ محلہ ڈیڈروڈ مسئلہ کھتری عمر ابو بکر صاحب ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل ذیل میں:

(۱) صحن مسجد داخل مسجد ہے یا خارج مسجد ہے؟

(۲) اذان ثانی جمعہ جو صحن مسجد میں پڑھی جائے تو داخل مسجد قرار پائے گی یا نہ؟

(۳) کوئی شخص باوجود داخل مسجد ہونے کے صحن مسجد میں نماز پڑھے تو اس کو مسجد کا پورا ثواب ملے گا یا کم؟

(۴) جنازہ مسجد میں یا صحن مسجد میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صحن مسجد جزو مسجد ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ میں اس پر تصریح ہے۔ ت) اُس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے، پٹے ہوئے درجے کو مسجد شتوی کہتے ہیں یعنی موسم سرما کی مسجد اور صحن کو مسجد صیفی یعنی موسم گرما کی مسجد۔ اذان مسجد میں منع ہے، نہ دالان میں اجازت ہے نہ صحن میں۔ مسجد میں جنازے کے لئے اجازت نہیں ہوا (یہی صحیح ہے۔ ت)
صحن کسی حکم میں مسجد سے جدا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۲: از پبلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب ۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ فضیل حوض خارج مسجد ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

حوض قدیم کی فضیل فنائے مسجد ہے، نہ عین مسجد، ورنہ اس پر وضو ناجائز ہوتا، اور فنائے مسجد میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۲۳: از تروپول سولول ڈاک خانہ ہرول ضلع در بھنگہ بلگرام چرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
ایک جگہ بستی میں بستی کے سارے مسلمان مل کر کے مسجد بنوایا لیکن زمین دوسرے آدمی کے نام سے، جس کے نام سے زمین ہے وہ دغوی کرتا ہے کہ وہ مسجد ہماری ہے ہم جس کو حکم دیں گے وہ نماز پڑھے گا اور ہم جس کو حکم دیں گے وہ امامت کرے گا۔ وہ جسے روک دیتا ہے اس مسجد میں اس کی نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ اور اُس

مسجد کو کیا کہا جائے گا؟

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے: **وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ**^۱ مساجد خاص اللہ کی ہیں۔ ان میں کسی کا کوئی دعوٰی نہ زمین والے کو نہ عملے والوں کا، اور بلاوجہ شرعی کسی سنی مسلمان کو مسجد سے منع کرنا حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ^۲	اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجد کو روکے اُن میں اللہ کا نام لیا جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

مگر اُس کے منع کرنے سے نہ مسجد میں کوئی نقصان آئے گا نہ وہ جسے منع کیا اُسے مسجد میں نماز پڑھنا منع ہو جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۴: از شہر رانچی قصاب محلہ مرسلہ شیخ ولی محمد سوداگر چرسہ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ غیر مقلد وہابی جو تقلید کو بدعت کہے، ائمہ مجتہدین پر طعن کرے، ختم نبوت اور کرامات اولیا کا قائل نہ ہو۔ جناب ولی الاولیاء غوث الاعظم پر طعن کرے، انعقاد مجلس میلاد اور یارسول اللہ کہنے کو بدعت کہے، آمین بالجسر و رفع الیدین کرے وغیرہ وغیرہ، ایسے شخص کی اقتداء اور اس کی موانست و مکالت صوم و صلوٰۃ جائز ہے یا نہیں؟ ایسے عقیدہ والوں کو واسطے دفع فتنہ و فساد کے جو موجب اس کا خلاف عقیدت باہمی سے مسجد میں نہ آنے دینا جائز ہے یا نہیں؟ بحسب فرمان شرع شریف بحوالہ کتب ارشاد ہو۔

الجواب:

ایسا شخص کافر و مرتد ہے، اس کے مرتد ہونے کے لئے صرف انکار خاتمیت ہی کافی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وَلَٰكِنْ رَّسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ^۳ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اور لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔ ت) تتمۃ الفتاویٰ اور الاشباہ والنظائر میں ہے:

ان لم يعرف ان محمدا صلى الله تعالى عليه وسلم آخر الانبياء فليس بمسلم لانه من الضروريات ^۴	اگر کوئی شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین میں سے ہے۔ (ت)

^۱ القرآن، ۲/ ۱۸

^۲ القرآن، ۲/ ۱۱۴

^۳ القرآن، ۳۳/ ۲۰

^۴ الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۹۶

تقلید کو بدعت کہنا، ائمہ مجتہدین پر طعن کرنا اور بے تقلید امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رفع یدین اور جس سے آئین کہنا خیانات و علامات غیر مقلدی ہیں، اور کرامات اولیاء سے انکار اور حضور سید الاولیاء پر طعن گمراہی و بد نصیبی، اور مجلس میلاد پاک اور یار رسول اللہ کہنے کو بدعت کہنا شعار وہابیت ہے اور وہابی لوگ وغیرہ مقلدین زمانہ پر حکم کفر ہے جس کی تفصیل الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ اور حسام الحرمین سے روشن۔ شخص مذکور کے پیچھے نماز باطل محض ہے، اور اس سے مجالست و موانست حرام۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِنَّمَا يُسِيبُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ① وقال الله تعالى وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَاغْتَسِبُوا الْقَتْلَ ②

دفع فتنہ و فساد بقدر قدرت فرض ہے، اور مفسدوں موزیوں کو بشرط استطاعت مسجد سے روکا جائے گا۔
عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری شریف میں ہے پھر در مختار میں ہے: ویمنع منه کل موز و لو بلسانہ³۔ (اور ہر ایذا دینے والے کو مسجد سے روکا جائے گا اگرچہ اس کی اذیت زبان سے ہو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۲۵: از دیرم گام ضلع احمد آباد گجرات جامع مسجد مرسلہ سید غلام محی الدین صاحب ۱۳ رجب ۱۳۲۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیرم گام گجرات میں جو عید گاہ ہے اُس پر چند لوگ جن کا چار پانچ نفر سے زیادہ عدد نہیں خود بخود بلا اجازت بانی مسجد و بلا اجازت مسلمانان شہر ایسے قابض و متصرف ہو گئے ہیں کہ گویا وہ مالک ہی ہیں، چنانچہ علی الاعلان اس امر کا اظہار کرتے رہتے ہیں کہ اس مسجد میں سوائے ہمارے دوسرے کا حق نہیں جس کو ہم چاہیں گے امام بنائیں گے، اور امام جو بناتے ہیں تو ایسا کہ جس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تمام مسلمانان شہر اور اہل علم حضرات کراہت کرتے ہیں اور یہ کراہت شرعی ہوئی نہ مخالفت ذاتی پر قابضین کی قلیل جماعت کے عقائد کی یہ کیفیت ہے کہ نکاح ثانی کو حرام قطعی سمجھتے ہیں، اور مسجد پر تصرفات میں سے یہ بھی ہے کہ اہل شہر کے ساتھ نماز پڑھنے میں مزاحمت کرتے ہیں، آیا اہل شہر کو اس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسری عید گاہ قرار دیکر اہل شہر نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

① القرآن ۶/۶۸

② القرآن ۱۱/۱۱۳

③ در مختار آخر باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

الجواب:

اہل شہر کو اُس مسجد میں نماز پڑھنا جائز ہے، اور اُن لوگوں کو مزاحمت کا کوئی حق نہیں، اگر وہ مانع آئیں گے سخت ظالم ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی مساجد میں اللہ کے نام کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا¹۔

اور ایسا امام کہ وہ مقرر کریں معتبر نہ ہوگا، امام وہی مانا جائے گا جسے عام مسلمانان شہر حسب شرائط شرعیہ مقرر کریں گے، اس کے سوا وہ امام جسے وہ پانچ چھ برخلاف شہر مقرر کریں نماز عید باطل محض ہوگی، اہل شہر اگر کسی وجہ سے اس عید گاہ میں نماز نہ پڑھ سکیں دوسری جگہ پڑھیں اگرچہ کسی میدان میں کہ عید گاہ میں، عمارت کی حاجت نہیں، اور اگر دوسری عید گاہ ہی تعمیر کرنی مناسب ہو تو انھیں اس کا بھی اختیار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۲۶: از مرآۃ آباد مرسلہ مولوی عبدالباری ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام بعد فراغت نماز جمعہ کے مقتدیوں کو اپنے پیچھے قطعی نماز نہ پڑھنے دے اور خود اذکار وغیرہ سے مشغول رہے اور مصلیٰ سے لے کر مسجد کے دروازے تک سیدھ میں کوئی نمازی نماز نہ پڑھنے پائے بلکہ اگر کسی نے تیت بھی باندھ لی تو وہ نیت جبراً تروا دے اس لئے کہ اس کے نکلنے میں حرج ہوگا کیونکہ اس کی عادت ہے بعد فراغت جمعہ بہت دیر کے بعد وہ اپنے حجرہ میں جاتا ہے، تو اتنی دیر تک کوئی مصلیٰ اس کے محاذ اور عقب میں نماز نہ پڑھے، اگر کسی ناواقف نے ایسا کر بھی لیا تو اس پر نہایت تشدد کرتا ہے، یہ کہاں تک روا ہے؟

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ²۔ مسجدیں خالص اللہ کے لئے ہیں،

اُن میں کسی کا ذاتی دعوٰی نہیں پہنچتا۔ اور فرماتا ہے: وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ³۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں نامِ الٰہی لینے جانے سے روکے، یہ سب ظلم شدید ہے اور بندھی ہوئی

¹ القرآن ۲/۱۱۴

² القرآن ۲۲/۱۸

³ القرآن ۲/۱۱۴

نیت تڑوا دینا شد ظلم، وَلَا تَبْتَغُوا أَعْمَالَكُمْ¹ (اور اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۷: از شہر کہنہ محلہ بخار پورہ مسئلہ عبدالرحمان بیگ صاحب ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد جو قدیمی تعمیر کردہ اہلسنت وجماعت کی ہے اور زمانہ قدیم سے آج تک مسجد مذکورہ پر قبضہ بھی اہلسنت والجماعت کا، ایسی مسجد میں شیعہ و سنی ہر دو فریق کا باہم نماز پڑھنا اور اذان واقامت بھی ہر دو فریق کی ہونا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اہل سنت کی مسجد میں روافض کا کوئی حق نہیں، اہل سنت کی معتمد کتابوں خلاصہ وفتح القدیر وعلگیری و تنویر الابصار ودر مختار میں تصریح ہے کہ روافض کافر ہیں اور کافر کا مسجد میں کوئی حق نہیں۔ عبارت یہ ہے:

الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنہما و العیاذ باللہ تعالیٰ، فہو کافر ² ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	رافضی جب شیخین کریمین کو گالی دے یا ان پر لعنت کرے (والعیاذ باللہ تعالیٰ) تو وہ کافر ہوگا (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۸: از ملک بنگالہ قصبہ گوری پور ضلع میمن سگھہ مرسلہ میاں عبدالجلیل ۱۸ اذی القعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص بڑا فتنان و مفسد ہے، جماعت المسلمین بوجہ اس کے افتراق ہو گیا ہے، لوگ دوسری مسجد میں نماز پڑھتے ہیں اور وہ مفسد امام اس قوم باغین کا ہے اور یہ بغاوت دینی نہیں بلکہ محض نفسانیت ہے اس صورت میں اس مسجد کھنہ کو مسجد ضرار کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

مسجد کہنہ اُن کے جانے اور نماز پڑھنے پڑھانے سے مسجد ضرار نہیں ہو سکتی ضرار وہ مسجد ہے جو ابتداء افساد فی الدین و تفریق بین المؤمنین کے لئے بنائی گئی ہو۔

قال تعالیٰ "وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفَرُّقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ" الی قوله تعالیٰ "أَمْ هُمْ آسِسُ بَنِيَانَةٍ عَلَى شَفَا"	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو، اور کفر کے سبب، اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو" (اللہ تعالیٰ کے اس قول تک)"

¹ القرآن ۳۳/۴۷

² خلاصہ الفتویٰ کتاب الفاظ الکفر مطبوعہ حبیبیہ کوئٹہ ۳۸۱/۴

یادہ جس نے اپنی نیوچنی ایک گراؤ گڑھے کے کنارے "الایۃ	جُرْفِ ہَاۤیَا ^۱ الایۃ
(ت)	

تعمیر شدہ مسجد میں مفسدین کا جانا خواہ ان کا قبضہ و تسلط ہو جانا اُسے مسجد ضرار نہیں کر سکتا، جیسے واقعہ حرہ میں لشکریانہ زید یا حادثہ نجد میں متعان نجدی بلید کا مساجد طیبہ حرین محترمین میں مفسدانہ دخل، والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ ۱۱۲۹:

از گوالباری ضلع مالوہ انگریز آباد ڈاکخانہ بھولاہاٹ مرسلہ شیخ غریب اللہ صاحب ۴ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں مسلمانان ہم قوم ہم مذہب قریب دواڑھائی سو گھر کے رہتے ہیں اور ایک مسجد پختہ عرصہ دس بارہ برس سے کہ بنوائی ہوئی انھیں مسلمانان کی ہے اور ایک دل ایک رائے ہو کر اسی مسجد میں نماز پنجگانہ جمیع مسلمانان باشندہ بستی مذکورہ ادا کرتے ہیں اتفاق وقت کہ بعد چند سال کے دو مسلمان رئیس میں جو رہنے والے اسی بستی کے ہیں جھگڑا و تکرار دنیاوی در بارہ زمین خواہ کسی امر دنیاوی کے برپا ہوا اور ہنوز ہے یا نہیں ہے کہ منجملہ دو کے ایک نے بلا سبب اپنے زور نفسانی وضد میں آکر چالیس پچاس گھر مسلمانوں کو شامل اپنے لے کر اُس مسجد مذکورہ سے روگرداں ہوا اور ہو کر ایک مسجد گیا ہی جسے پھوس کہتے ہیں اپنے مکان کے قریب تعمیر کرا کر نماز پنجگانہ مع ہمراہیان خود ادا کرتا ہے تو کیا رہتے ہوئے مسجد پختہ کے کہ مسجد ہذا سے مسجد گیاندازی دو سو قدم پر واقع ہے اور ان دونوں کے راستہ درمیان کسی طرح کا خوف جان و مال کا نہیں ہے نماز پنج وقتی مسجد گیاہ میں ادا ہو سکتی ہے کہ نہیں؟ اس کے جواز و لا جواز سے جہاں تک تعمیل فرما کر ممتاز فرمایا جائے گا عین نوازش و اکرام ہے اور ان دونوں رئیسوں کا بلکہ سائر مسلمانان کا فیصلہ ہے مکرر آنکہ اُن لوگوں نے جتنے روز تک اُس مسجد گیاہ میں جان بوجھ کر نماز پڑھی تو اُن سبھوں کی نماز ہوئی یا نہیں، اور بصورت نکلنے حکم جواز آمنہ صحتاً و بصورت نکلنے ناجواز ان مسلمانوں روگردانوں پر از روئے شرع شریف کے کیا لازم آسکتا ہے اور ان لوگوں کو جماعت میں پھوٹ ڈالنے والا کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے پر کیا حکم مطابق شرع کے جاری کیا جائے گا اور وہ لوگ کیا کہے جاسکتے ہیں؟ آگاہ فرمایا جائے۔ بینوا تو جروا۔

الجواب:

جتنی نمازیں ان لوگوں نے اس نئی مسجد میں پڑھیں ان کی صحت اور ان سے ادائے فرض میں تو اصلاً شبہ نہیں اگرچہ یہ مسجد انھوں نے کسی نیت سے بنائی ہو،

^۱ القرآن ۹/۷۰۸ و ۱۰۹

لَقَوْلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعَلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهْرًا فَأَيُّ مَآرِجٍ مِنْ أَمْتِي أَدْرِكْتَهُ الصَّلَاةُ فَلْيَصِلْ ¹ ۔	کیونکہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: میری خاطر ساری زمین مسجد اور پاک کردی گئی ہے، میرا امتی جہاں نماز کا وقت پائے وہاں ہی ادا کر لے (ت)

ہاں یہ کہ وہ مسجد شرعاً مسجد ہوئی یا نہیں، اور اس میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں اور یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے ہوئے یا نہیں۔ یہ امور اُن لوگوں کی نیت پر موقوف ہیں، اگر یہ مسجد انھوں نے بغرض نماز خالص اللہ عزوجل ہی کے لئے بنائی اگرچہ اس پر باعث باہمی رنجش ہوئی کہ بسبب رنج ایک جگہ جمع ہونا مناسب نہ جانا اور نماز بمسجد ادا کرنی نہ چاہی، لہذا یہ مسجد بہ نیت بجائوری نماز ہی بنائی تو اس کے مسجد ہونے اور اس میں نماز جائز و ثواب ہونے میں کوئی شبہ نہیں لانہ وقف صدر عن اہلہ فی محلہ علی وجہہ (کیونکہ یہ وقف ہے اہل وقف سے محل وقف میں طریق کے بمطابق وقف ہوئی ہے۔ ت) اور اس نیت کی حالت میں یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکتے کہ اُن کا مقصود اپنی نماز باجماعت ادا کرنا ہے، نہ دوسروں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا، یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اہل محلہ کو جائز ہے کہ بغرض نماز ایک مسجد کی دو مسجدیں کر لیں۔ درمختار میں ہے:

لاہل المحلة جعل المسجدین واحد او عکسہ لصلوة لالدرس او ذکر ² ۔	اہل محلہ دو مساجد کو ایک یا اس کا عکس کر سکتے ہیں مگر نماز کے لئے، درس یا ذکر کے لئے ایسا نہیں کر سکتے (ت)

اشیاء میں ہے:

لاہل المحلة جعل المسجد الواحد مسجدین والاولی ان یکون لكل طائفة مؤذن ³ ۔	اہل محلہ ایک مسجد کو دو مساجد بنا سکتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ ہر گروہ کے لئے الگ مؤذن ہو۔ (ت)

اور اگر یہ نیت نہ تھی مسجد اللہ کے لئے نہ بنائی بلکہ اس سے مقصود اگلی مسجد کو ضرر پہنچانا اور اس کی جماعت کا متفرق کر دینا تھا تو بیشک یہ مسجد نہ ہوئی، نہ اس میں نماز کی اجازت بلکہ نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت، اور اس صورت میں یہ لوگ ضرور تفریق جماعت مومنین کے وبال میں مبتلا ہوئے کہ حرام قطعی و گناہ عظیم ہے۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا	اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور وہ لوگ جنھوں نے مسجد

¹ صحیح البخاری، کتاب الصلوة، باب قول النبی جعلت لی الارض مسجد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۶۲/۱

² درمختار آخر باب ما یفسد الصلوة الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۹۴/۱

³ الاشیاء والنظائر القول فی احکام المسجد مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۳۴/۶۳۵

ضَرَامًا وَكَفْرًا وَتَفَرُّيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ ¹ الاية	نقصان کا ذریعہ، کفر اور مسلمانوں کے درمیان تفریق پیدا کرنے کا ذریعہ بنایا۔ (ت)

مگر نیت امر باطن ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام و کبیرہ، اور ہر گز مسلمان سے متوقع نہیں کہ اس نے ایسی فاسد ملعون نیت سے مسجد بنائی۔

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ¹ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ² ۔	اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: نہ پیچھے لگ اس چیز کے جس کا تجھے علم نہیں کیونکہ سمع، بصر اور دل ہر ایک کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ (ت)

تو بے ثبوت کافی شرعی ہر گز اس بُری نیت کا گمان کرنا جائز نہیں بلکہ اسی پہلی نیت پر محمول کریں گے اور مسجد کو مسجد اور اس میں نماز کو جائز ثواب اور اس کی آبادی کو بھی ضرور سمجھیں گے۔

مسئلہ ۱۱۳۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد صغیر و کبیر میں کیا فرق ہے؟ بینوا توجروا
الجواب:

اقول: وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق (اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اور اس کے ذریعے تحقیق تک وصول ہوتا ہے۔ ت) تحقیق یہ ہے کہ علمائے کرام ۱۱ مسئلوں میں مسجد صغیر و کبیر میں فرماتے ہیں: ایک مسئلہ صحت اقتدا و اتصال صفوف کہ مسجد بقعہ واحدہ ہے اس میں امام و مقتدی کا فصل مانع صحت اقتدا نہیں اگرچہ امام محراب میں اور مقتدی یا صف قریب باب ہو مگر مسجد کبیر میں حکم مثل صحرا ہے کہ اگر امام و صف میں اتنا فاصلہ ہو جس میں دو صفیں ہو سکتیں تو اقتدا صحیح نہ ہوگی۔ دوسرے مسئلہ اثم مرور پیش مصلیٰ کہ مسجد میں دیوار قبلہ تک جائز نہیں جب تک بیچ میں حائل نہ ہو ہاں مسجد کبیر مثل صحرا ہے کہ مصلیٰ جب خاشعین کی سی نماز پڑھے کہ نگاہ موضع سجود پر جمائے رہے تو اس حالت میں جہاں تک اس کی نظر پہنچے کہ نظر کا قاعدہ ہے جہاں جمائی جائے اس سے کچھ آگے بڑھتی ہے وہاں تک گزرنا ممنوع و ناجائز ہے اس سے آگے روا، ان دونوں مسئلوں میں مسجد کبیر سے ایک ہی مراد ہے یعنی نہایت درجہ عظیم و وسیع مسجد جیسی جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر تھی یا جامع قدس شریف کہ تین مسجدوں کا مجموعہ ہے، باقی عام مساجد جس طرح عامہ بلاد میں ہوتی ہیں سب ان دونوں حکموں میں متحد ہیں اگرچہ طول و عرض میں سو سو گز ہوں،

¹ القرآن ۱۰۷/۹

² القرآن ۳۶/۱۷

تہستانیہ میں مسجد صغیر کے تذکرہ میں جو ہے کہ وہ ساٹھ گز سے کم ہوتی ہے بعض کے نزدیک چالیس گز، یہی مختار ہے۔ اسی کی طرف جواہر میں اشارہ ہے۔ طحاوی میں ہے کہ اس کا قول "یا مسجد کبیر جو چالیس گز یا اس سے زائد ہو اور صغیر وہ ہے جو اس سے چھوٹی ہو، یہی مختار ہے"۔ تہستانی عن الجواہر اور شامیہ میں سند مذکور کے ساتھ اسی طرح ہے، مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ردالمحتار کے حاشیہ میں لکھا،

اقول: (میں کہتا ہوں) اللہ کی توفیق سے مجھ پر یہ واضح ہوا کہ یہ خطا و غلط ہے بلکہ صغیر و کبیر مسجد میں حاصل وہی چیز ہے جو کتاب (یعنی ردالمحتار میں امداد کے حوالے سے) اس فصل کے تحت گزرا جو "اقتدا سے مانع کے بیان" میں ہے اس مسجد میں مانع ہے جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً مسجد قدس کیونکہ فقہاء نے مسجد صغیر میں قبلہ کی جانب نمازی کے آگے سے گزرنے سے منع پر جو علت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ مسجد ایک ہی ٹکڑا کی طرح ہے جیسا کہ شرح الوقایہ اور ہماری اس شرح میں ہے اور ہمارے محشی نے فاصل مانع کو بیان کرتے ہوئے کہا بخلاف مسجد کبیر کے، کیونکہ اس میں مانع بنایا گیا ہے الخ غور کرو۔ بڑی کوئی مسجد ہے وہ وہی ہوگی جو بہت ہی بڑی ہو مثلاً

امام وقع فی القہستانیۃ عند ذکر المسجد الصغیر، ہواقل من ستین ذراعاً، وقیل من اربعین وهو المختار، کما اشار الیہ فی الجواہر¹ وفی الطحاوی قوله او بمسجد کبیر ہو مکان اربعین ذراعاً کثرو الصغیر مکان اقل من ذلك وهو المختار قہستانی عن الجواہر² وفی الشامیۃ³۔ بمثلہ بالسند المذكور فرأیتنی کتبت علیہ فیما علقت علی رد المحتار مانصہ

اقول: وبالله التوفیق یظہری ان هذا خطأ بل الحاصل ہنہا فی الصغیر والكبیر ما تقدم فی الكتاب (اعنی ردالمحتار عن الامداد) فی مسئلة الفصل ا لمانع عن الاقتداء انه لا یمنع الا فی مسجد کبیر جدا کمسجد القدس وذلك لانهم عللو کراهة المرور بین یدیہ فی المسجد الصغیر الی جدار القبلة بأن المسجد بقعة واحدة کما فی شرح الوقایة وفی شرحنا هذا وقد ذکر محشینا فی تقریرہ مسألة الفصل لمانع فقال بخلاف المسجد الکبیر فانه جعل فیہ مانعاً الخ فانظر ای کبیر ذلك ما هو الا الکبیر جدا

¹ جامع الرموز فصل ما یفسد الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۰۱/۱

² حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب ما یفسد الصلوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۶۸/۱

³ ردالمحتار باب یفسد الصلوۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶۳۴/۱

مسجد قدس جو کچھ قسمستانی نے جواہر سے نقل کیا ہے وہ گھر میں مسئلہ فصل کے بارے میں ہے نہ کہ مسجد کے بارے میں، جیسے کہ عبارت جواہر سے گزرا (کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں کہ علامہ محشی^۱ نے قسمستانی میں کہا کہ گھر کھلے میدان کی طرح ہے اور اصح یہ ہے کہ بیت، مسجد کی طرح ہوتا ہے اسی لئے اس میں بلا اتصال صفوف بھی اقتدا جائز ہوتی ہے جیسا کہ منیہ میں ہے اھ اور دار کا حکم بیان نہیں کیا، چاہے کہ غور کیا جائے لیکن ظاہر اصح ایا مسجد کبیر کو بہت بڑا قرار دینا لگا کر رہا ہے کہ دار کا حکم گھر والا ہے تامل، پھر میں نے حاشیہ مدنی میں جواہر الفتاویٰ سے دیکھا کہ قاضی خاں سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اس میں اختلاف ہے بعض نے ساٹھ گز کہا ہے بعض نے کہا کہ اگر چالیس گز ہو تو بڑی مسجد ورنہ چھوٹی، اور یہی مختار ہے اھ حاصل یہ ہے کہ بڑی دار صحر کی طرح اور چھوٹی دار مسجد کی طرح ہے اگرچہ مختار بڑی مسجد کیلئے چالیس گز ہونا ہی ہو۔

اقول: اس سے فقہاء کی تمام عبارات میں تطبیق ہو گئی واللہ الحمد، کیونکہ بعض نے اس مسئلہ کو مسجد صغیر کے ساتھ مقید کیا ہے جیسے کہ ہمارے

کمسجد القدس، وما ذکر القہستانی عن الجواہر فانما كان في الدار في مسألة الفصل لافي المسجد كما مرت عبارة الجواہر (حيث قال العلامة المحشی^۱) في القہستانی ف: البيت كالصحراء والاصح انه كالمسجد، ولهذا يجوز الاقتداء فيه بلا اتصال الصفوف كما في المنية اھ ولم يذكر حكم الدار فليراجع، لكن ظاهر التقييد بالصحراء والمسجد لكبير جدا ان الدار كالبيت تامل، ثم رأيت في حاشية المدنی عن جواہر الفتاویٰ ان قاضی خاں سئل عن ذلك، فقال، اختلفوا فيه، فقدره بعضهم بستين ذراعا وبعضهم قال ان كانت اربعين ذراعا فهي كبيرة والا فصغيرة، هذا هو المختار اھ وحاصله ان الدار الكبيرة كالصحراء والصغيرة كالمسجد، وان المختار في تقدير الكبيرة اربعون ذراعا^۲ اقول: وبهذا تلتمم كلماتهم والله الحمد - فان منهم من قيد هذه المسئلة بالمسجد الصغير كمتنا هذا و

^۱ جد الممتار علی رد المختار باب ما یفسد الصلوة الخ المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۳۰۱/۳۰۰

^۲ رد المختار باب الامامة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۸۵

ف: علیحضرت نے یہاں سے اقوال تک شامی کی عبارت نقل کی ہے پھر اقول وبهذا تلتمم سے آخر تک علیحضرت کا اپنا حاشیہ ہے۔ نذیر احمد

اس متن و غرر، نقایہ، بحر، کافی، اور برجندی میں منصوریہ سے قاضی خاں اور ظہیر الدین مرغینانی، ومنہم من اطلق كالخلاصة و جوامع الفقه كما في الفتح و البراد واحد فان الصغير احتراز عن الكبير جدا، فعامة المساجد في حكم الصغير فساغ الاطلاق لمن اطلق بل اوضحه جدا كلام العلامة الشلبی علی التبيين عن الداراية عن شيخ الاسلام ان هذا اعتبار موضع السجود اذا كان في الصحراء او في الجامع الذي له حكم الصحراء اما في المسجد فالحد هو المسجد اه فانظر كيف اطلق المسجد واراد به مقابل ذلك الكبير جدا، وايضا تلتئم كلمات الذخيرة فانه ذكر في الفصل الرابع من كتاب الصلوة في مسئلة المرور الاصح ان بقاء المسجد في ذلك كله على السواء الخ - واستشهد عليه بكلام محمد المطلق في المساجد، غير المختص قطعاً بها دون اربعين، ثم اعاد المسئلة في الفصل التاسع فقال ان كان المسجد صغيرا يكره في اي موضع يمر و الى هذا اشار محمد في الاصل فذكر ذلك لكلام لمحمد بعينه فعلم والله الحمد ان المزاد بالمطلق والمقيد واحد وهي المساجد كلها سوى ما يمنع فيه الفصل بصفيين الاقتداء ولاينافيه اطلاق من اطلق و قال انما ياثم بالمرور في موضع السجود كفخر الاسلام وصاحب الهداية والوقاية وغيرهم وذلك لان المساجد

اس متن و غرر، نقایہ، بحر، کافی، اور برجندی میں منصوریہ سے قاضی خاں اور ظہیر الدین مرغینانی کے حوالے سے کہا اور بعض نے اس کو مطلق رکھا مثلاً خلاصہ اور جامع الفقه، جیسا کہ فتح میں ہے اور مراد ایک ہی ہے کیونکہ صغیر ایسی کبیر سے احتراز ہے جو بہت ہی بڑی ہو تو اکثر مساجد صغیر کا حکم رکھتی ہیں تو جس نے مطلق رکھا اس کا اطلاق جائز ہو گیا بلکہ علامہ الشلبی نے تبیین پر درایہ سے شیخ الاسلام کے حوالے سے خوب واضح کیا ہے کہ موضع سجدہ کا اعتبار تب ہوتا ہے جب صحرا ہو یا ایسی جامع مسجد ہو جو حکم صحرا رکھتی ہو رہا دیگر مسجد کا معاملہ تو وہاں یہ حد مسجد ہی ہے اہ آپ غور کریں انھوں نے مسجد کو مطلق رکھا اور اس سے مراد ایسی مسجد لی جو بہت ہی بڑی کے مقابل ہو، اور کلمات ذخیرہ بھی جمع ہو گئے کیونکہ انھوں نے کتاب الصلوة کی فصل رابع میں نمازی کے آگے سے گزرنے کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ اصح یہ ہے کہ مسجد کے تمام مقامات اس میں برابر ہیں الخ اور اس پر استناد امام محمد کے کلام سے کیا جو مساجد کے معاملہ میں مطلق ہے اور چالیس گز سے کم مسجد کے ساتھ ہر گز مخصوص نہیں، پھر نویں فصل میں دہرایا اور کہا اگر مسجد چھوٹی ہو تو ہر جگہ سے گزنا مکروہ ہے اور اسی کی طرف امام محمد نے اصل میں اشارہ فرمایا اور امام محمد کی عبارت یعنی نقل کی، للہ الحمد اس سے واضح ہو گیا کہ یہاں مطلق اور مقید دونوں سے مراد ایک ہی ہے اور تمام مساجد کا معاملہ مساوی ہے سوا ان کے جن میں دو صفوں کا فاصلہ اقتداء کے لئے مانع ہے اور مطلق کہنے والے کا اطلاق جس نے یوں کہا ہے

کہ نمازی کے آگے سے جائے سجدہ پر گزرنے والا گنہگار ہوگا، اس کا یہ اطلاق فخر الاسلام، صاحب ہدایہ اور وقاریہ وغیرہ کے منافی نہیں ہے، یہ اس لئے کہ مساجد ایک ٹکڑا کی مانند ہوتی ہیں پس وہ قبلہ کی دیوار تک تمام کی تمام موضع سجدہ کا حکم رکھتی ہیں جیسا کہ شرح وقایہ میں ہے بلکہ اس کی طرف امام محمد نے اصل میں اشارہ فرمایا جیسا کہ ذخیرہ میں ہے للہ الحمد واضح ہو گیا کہ ان کے درمیان اختلاف نہیں اور گزرنا مسجد میں دیوار قبلہ تک مطلقاً ممنوع ہے، اور بہت بڑی جامع مسجد ہو یا صحرا ہو تو پھر خشوع کے ساتھ نماز پڑھنے والے نمازی کی نظر کے پھیلاؤ تک آگے سے گزرنا ممنوع ہے، اسی سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فقہ میں محقق کی بحث مذہب متعلق علیہ کے خلاف ہے۔ اس تقریر کو غنیمت جان لو کیونکہ اس عاجز فقیر پر رب قدیر کا عطیہ ہے، اللہ ہی کے لئے حمد کثیر مبارک اور طیب ہے، وہ ختم ہوا جو میں نے وہاں لکھا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	كبقعة واحدة فالى جدار القبلة كله موضع السجود كما قاله فى شرح الوقاية بل اشار اليه محمد فى الاصل كما فى الذخيرة فتحصل والله الحمد ان لاختلاف بينهم وان الممنوع فى المسجد المرور مطلقا الى جدار القبلة و فى الجامع الكبير جدا والصحراء الى موضع نظر المصلى الخاشع وبه ظهر ان بحث المحقق فى الفتح وقع مخالفا للمذهب لما اطبقوا عليه فاغتنمه فان هذا التحرير من فيض القدير فاغتنمه فان هذا التحرير من فيض القدير على العاجز الفقير والله الحمد حمدا كثيرا طيبا مباركا فيه¹ اه ما كتبت عليه والله تعالى اعلم

مسئلہ ۱۱۳۱: از شہر محلہ جسولی مسئولہ مولوی غلام جان پنجابی طالب علم مدرسہ اہلسنت وجماعت ۱۶ شعبان ۱۴۳۶ھ

زید نے دس برس ہوئے مسجد کے پیچھے جو زید کا مکان مسجد کے متصل بلاخانا تھا اور مسجد کی بنا سے اس کی بنا جادگانہ تھی اور زمین بھی زید کی اپنی موروثی تھی اُس مکان پر زید نے ایک بالاخانہ بنایا اور زید کے نیچے مکان کا چھت مسجد کی چھت کے برابر ہے صرف بالاخانہ مسجد سے اونچا ہے بلکہ بالاخانہ مسجد کے برابر بھی نہیں ہے مسجد کے بائیں جانب طالب علم کے حجرے کے برابر ہے، ہاں کچھ تھوڑا سا کونا بالاخانے کا مسجد کے کونے کے برابر ہے لیکن زید بالاخانہ بنانے کے بعد دل میں نادم ہوا، اور چونکہ روپیہ خرچ ہو چکا تھا اس وجہ سے اس نے بالاخانے کو اکھیرا نہیں لیکن مسجد کی عزت کی وجہ سے زید مع آل و عیال بالاخانہ میں نہیں رہتا نیچے مکان میں رہتا ہے اب اس بالاخانے کو اکھیرنا چاہے یا نہیں؟

الجواب:

جبکہ مسجد کی کسی چیز میں تصرف نہ ہو تو اس کا اکھیرنا کچھ ضرور نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ جد المختار علیٰ ردا المختار باب یفقد الصلوۃ الخ الجمع الاسلامی بیروت ۱۴۰۲-۲۰۰۱

مسئلہ ۱۱۳۲: از سیرام پور ضلع ہوگلی مرسلہ محمد عبدالکیم بیڑی مرچنٹ ۲۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد قبل سے ہے اور نماز پنجگانہ ہوا کرتی ہے اور متولی مسجد کا سہ منزلہ مکان مسجد کے متصل ہے بعد انتقال متولی کے لوگوں نے مسجد میں نماز پڑھنا چھوڑ دیا اور عزریہ ہے کہ جس مسجد کے قریب کوئی اونچی عمارت ہو اس مسجد میں نماز نہیں جائز ہے، لہذا لوگوں نے دوسری مسجد متصل پہلی مسجد کے پندرہ قدم کے فاصلہ میں بناتے ہیں اور منع کرنے سے نہیں مانتے حالانکہ اس مسجد کے بنانے سے سابق مسجد کے ویران ہونے کا احتمال ہے لہذا حکم خدا اور رسول جل وعلا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہے؟

الجواب:

یہ محض جاہلانہ باطل خیال ہے شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں، کعبہ معظمہ کے گرد مکہ مکرمہ میں بہت بلند بلند کئی کئی منزل کے مکان ہیں کہ بظاہر کعبہ معظمہ سے اونچے معلوم ہوتے ہیں حالانکہ نہ کوئی مکان کعبہ معظمہ سے اونچا ہو سکتا ہے نہ کسی مسجد سے، کعبہ و مسجد ان ظاہری دیواروں کا نام نہیں بلکہ اتنی جگہ کے محاذی ساتواں آسمان تک سب مسجد ہے اس سے اونچا کیا اُس کے کروڑوں حصے برابر کوئی مکان بلند نہیں ہو سکتا اگرچہ سو منزلہ ہو، درمختار میں ہے: **انه مسجد الى عنان السماء**^۱۔ (یہ آسمان تک مسجد ہے۔) رد المحتار میں ہے:

و کذا الى تحت الثرى كما في البيهقي عن الاسبيجاني^۲۔ اور اسی طرح تحت الثری تک، جیسا کہ بیہقی میں اسبیجانی سے ہے۔ (ت)

اس بیہودہ خیال کی بنا پر دوسری مسجد پندرہ بیس قدم کے فاصلہ پر بنانا جس سے پہلی مسجد کی جماعت کو نقصان پہنچے خود ہی ممنوع تھا، ایک تو وہ خیال باطل، دوسرے جماعت میں تفریق کہ مسجد ضرار کے اغراض فاسدہ سے ایک غرض ہے۔ قال تعالیٰ **وَتَقَرَّبَ إِلَيْنَا ابْنَيْنِ الْمُؤْمِنِينَ**^۳ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔) یہاں تک کہ اس سے مقصود مسجد اؤل کا باطل و معطل کر دینا ہے یہ سخت حرام اشد ظلم ہے۔

قال الله تعالى وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا^۴ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون، جو اللہ تعالیٰ کی مساجد سے اس کے نام کے ذکر کو روکتا ہے اور انھیں خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۲: از موضع بیراڈا خانہ سٹر انج ضلع ڈھا کہ ملک بنگال مرسلہ مولوی خواجہ شمس الدین محمد فریدی ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

^۱ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ مطبوعی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

^۲ رد المحتار باب مطب فی احکام المسجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۵۶

^۳ القرآن، ۹/۱۰۷

^۴ القرآن، ۲/۱۱۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اطراف ضلع فرید پور ضلع کھونڈا میں قدیم سے ایک مسجد ہے جس میں اہل محلہ پنجگانہ نماز جمعہ پڑھتے چلے آئے ہیں ان دنوں دنیاوی کسی لین دین کے جھگڑے میں بعض مصلیٰ وغیرہ مصلیٰ اس مسجد قدیم کے مقابل چارپانچ سو ہاتھ کے فاصلہ میں محض ضد و مخالف سے دوسری ایک مسجد بنائی ہے اور اس مسجد قدیم کے باقی مصلیٰ صاحبوں کو یہاں سے بھگا کر لے جانے کی پوری کوشش کر رہا ہے تاکہ یہ مسجد ویران ہو جائے اور یہاں پڑھنے والے لوگ اچھی طرح سے ضبط ہو جائیں، مسجد قدیم میں امام و متولی صاحب و دیگر مصلیٰ صاحبان کبھی کسی کو پڑھنے سے مانع مزاحم نہ ہوا، اور نہ اس لین دین کے جھگڑے میں شامل ہے تاہم چند قدیمی مصلیٰ صاحبوں کو بوجہ عداوت مخالفت یہاں سے بھگا لے گیا ہے، پس اس صورت میں مسجد جدید میں نماز جائز ہوگی یا حکم میں مسجد ضرار کے ہوگا؟ اگر شرعاً مسجد ضرار قرار پائے بوجہ مخالفت و عداوت و تفریق جماعت تو اس مسجد کو کیا کرنا ہوگا؟ اگر شرعاً مسجد جدید ضرار ثابت ہو جائے تو جن مولوی صاحبان نے جدید مسجد نماز عدم جواز و مسجد ضرار فرمایا تھا ان عالمو کو گالی دینے و برا کہنے و عداوت رکھنے، حقیر جاننے والے پر شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر واقع میں ایسا ہی ہے کہ یہ لوگ یہ مسجد اللہ کے لئے نہیں بناتے محض ضد اور نفسانیت اور مسجد قدیم کی جماعت متفرق کرنے کے لئے بناتے ہیں تو ضرور وہ مسجد ضرار کے حکم میں ہے اور اس حالت میں ان لوگوں کو جو اسے مسجد ضرار کہتے ہیں برا کہنا اور گالی دینا سخت حرام اور موجب عذاب شدید ہے اور اگر واقعی کسی جھگڑے کے سبب وہ مسجد قدیم میں نہیں آسکتے اور وہاں نماز پڑھنے میں صحیح اندیشہ اپنی آبرو وغیرہ کا رکھتے ہیں اس مجبوری سے اس میں آنا ترک کر کے اور اپنی جماعت کے لئے دوسری مسجد بوجہ اللہ بناتے ہیں تو وہ ہر گز مسجد ضرار نہیں ہو سکتی، جو اسے ضرار کہتے ہیں برا کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۳: از موضع سیسی تحصیل وڈا کھانہ کچھا ضلع مین تال مرسلہ عبد ررحمن پدھان ۲ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میرے گاؤں کی مسجد پرانی خام تھی، وہ شکستہ بھی ہے، دوسرے آبادی کم ہو جانے سے ایک کنارے پر آبادی کے ہو گئی ہے جو بہت بے موقع ہے، اس لئے مسجد اندر آبادی جدید تعمیر کرانے کی خواہش ہے، اس واسطے مطابق حکم شرع شریف دوسری جگہ میں مسجد جدید تعمیر ہو سکتی ہے یا نہیں اگر ہو سکتی ہے تو کس طرح؟ خلاصہ حکم سے آگاہی بخشے۔

الجواب:

مسجد بیچ آبادی میں تعمیر کریں ثواب عظیم پائیں گے، اور اُس پہلی مسجد کا بھی آباد رکھنا فرض ہے، اس کنارے والے پانچوں وقت اس میں نماز پڑھیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۴ تا ۱۱۳۷: از شہر محلہ گڑھیا موصولہ از شیخ ولایت حسین

ایک مسجد متصل کتب خانہ دو منزلہ پر واقع تھی دیوار زینہ مسجد پر اہل ہنود سے بحق ملکیت تنازعہ ہو کر کل مکانات مع جائے تنازعہ کے اہل اسلام صاحبان بریلی نے بحق مسجد زیارت مع ایک قطعہ دیگر اراضی ہنود سے خرید لیا، مسجد نہایت چھوٹی ہونے کے سبب توسیع اُس کی ہونا تجویز کیا گیا، انجمن اسلامیہ بریلی نے تمام تعمیر وغیرہ کا انتظام اپنے ذمہ یعنی سپردگی میں لیا اور توسیع مسجد مذکورہ قطعہ اراضی دیگر تجویز کر کے کام تعمیر شروع کیا، مسجد کہنہ کو چھوڑ کر متصل اُس کے دوسری مسجد جدید تعمیر کی اور مسجد کہنہ کو ایسا منہدم کیا کہ نشان تک اُس کا باقی نہ رہا اور جائے مسجد کہنہ کو دیگر مکانات میں بغرض حصول زر شامل کر لیا جاتا ہے، سوالات ذیل برائے جواب پیش ہیں:

- (۱) بجائے توسیع مسجد کہنہ کے دوسری جگہ جدید مسجد تعمیر ہونا کیا مسجد اول کا حکم بموجب شرع شریف رکھے گی؟
- (۲) جگہ مسجد کہنہ منہدم کو دیگر تعمیر دینی میں شامل کر کے کام میں لانا جائز ہے یا نہیں؟
- (۳) جن اہل اسلام صاحبان سے یہ فعل مذکورہ بالا ظہور میں آیا حکماً یا عملاً مشیر، ان کے ہر شرعاً کیا حکم ہے؟
- (۴) بقیہ اہل اسلام کو فاعل مذکور بالا سے کیا عمل درآمد کرنا چاہئے؟

الجواب:

جبکہ اس مسجد جدید کو مسلمانوں نے مسجد کر لیا یہ بھی مسجد ہو گئی، مسجد اول کی اور اس کی دونوں کی حفاظت و آبادی فرض ہے، مسجد اول کو منہدم کر کے تعمیر دنیاوی تعمیر دینی میں ہی میں شامل کر دینا حرام حرام سخت حرام ہے، جنھوں نے ایسا کیا ہو اور جو اس میں مشیر ہوں اور جو اسے جائز رکھیں سب اس آئیہ کریمہ کے تحت میں ہیں:

اُن سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو اُن میں اللہ کا نام لئے جانے سے روکیں اور اُن کی ویرانی میں کوشاں ہوں انھیں تو مسجدوں میں قدم رکھنا روانہ تھا مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُدْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ۚ أُولَٰئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَدْخُلُوهَا إِلَّا خَائِفِينَ ۚ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝^۱

^۱ القرآن ۱۱۴/۲ و ۱۱۵

فرض فرض فرض قطعی فرض ہے کہ مسجد اول کو بھی بدستور مسجد رکھیں، اور اگر اُس کی دکانیں کر لی گئی ہوں فرض قطعی ہے کہ فوراً فوراً اُن دکانوں کو منہدم کر کے بدستور مسجد کا اعادہ کریں ورنہ عذاب عظیم کے مستحق ہوں گے، جو نہ مائیں اور قرآن عظیم کی مخالفت پر اڑے رہیں مسلمانوں کو ان سے اجتناب لازم ہے، ان کے پاس بیٹھنا منع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر کبھی شیطان بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔	قَالَ اللَّهُ تَعَالَىٰ وَامَّا يُسَيِّئُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ ١- الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجد ویران کر کے اس کا دکانیں کر لے وہ لوگ اگر مخالف خدا سے باز نہ آئیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کوشش کر کے مسجد منہدم کو پھر مسجد کر لیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۸: از چھاونی بنیچہ توپ خانہ ٹین نزد مسجد حافظ محمد عبدالرؤف خاں پیش امام مسجد مسجد بنانا فرض ہے یا واجب یا مستحب؟ اور براہے وہ پیسہ جو خرچ ہوگا رے پتھر میں، اس واسطے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چند آدمی حاضر ہوئے عرض کیا، یا امام! ہم ایک مسجد بنواتے ہیں کچھ آپ تبرکات عنایت فرمائے کہ برکت ہو، امام صاحب نے پہلے چہرہ سائلین کی طرف سے پھیر کر خراب منہ بنایا اور ایک درہم نکال کر دے دیا دوسرے روز وہ شخص آئے اور درہم واپس دے کر کہنے لگے کہ حضرت! لیجئے یہ درہم کوٹھا ہے اس کو بازار قبول نہیں کرتا۔ امام صاحب نے وہ درہم لے کر رکھ لیا اور فرمایا خوش ہو کر کہ: خراب ہے وہ پیسہ جوگا رے پتھر میں خرچ ہووے۔

الجواب:

یہ شیطانی خیال ہیں اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حکایت نقل کی وہ محض کذب، دروغ اور شیطانی گھڑت ہے۔ ہر شہر میں ایک مسجد جامع بنانا واجب ہے اور ہر محلہ میں ایک مسجد بنانے کا حکم ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

امر رسول اللہ ببناء المساجد في الدور و ان تنظف	رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ ہر محلے میں مسجدیں بنوائی جائیں اور یہ کہ وہ ستھری رکھی جائیں۔

بنائے مسجد میں جو مال صرف ہوتا ہے وہگا رے پتھر میں صرف نہیں ہوتا بلکہ رضائے رب اکبر میں۔ اللہ عزوجل

¹ القرآن ۶/۶۸

² سنن ابوداؤد باب اتخاذ المساجد فی الدور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶۶، سنن ابن ماجہ باب تطہیر المساجد و تطہیر ما مطبوعہ امجد سعید کمپنی کراچی ص ۵۵

فرماتا ہے: **فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ^۱** محلوں میں مسجدیں بلند کرنے کا اللہ نے اذن دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بنی اللہ مسجداً بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنة زاد فی روایۃ من درو یاقوت ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جو اللہ کے لئے مسجد بنائے اللہ اس کے لئے جنت میں موتیوں اور یاقوت کا گھر بنائے گا۔

مسئلہ ۱۱۳۹: از قطب پور ڈاکخانہ پیر گنج ضلع رنگ پور مسئلہ رحمت اللہ صاحب ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

چہ می فرماید علمائے دین کہ ایک مسجد قدیم کو از مال حلال تیار کیا گیا تھا اور وقف بھی کیا گیا اس وقت ایک سود خور کے سود کا مال اور حلال مال دونوں مخلوط ہو گئے، دونوں میں تمیز نہیں ہو سکتی کہ کون حرام کون حلال ہے مسجد قدیم کو تعمیر کیا یعنی گھر کو ٹین دیادہ صحن مسجد کو اینٹ سے پختہ کیا اور مصلیوں کے وضو کے واسطے کنواں بنوایا۔ اب عرض یہ ہے کہ ایسی مسجد میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا اتوا جروا

الجواب:

صورت مذکور میں اُس مسجد میں نماز پڑھنا فقط جائز نہیں بلکہ اس کا آباد رکھنا فرض ہے اور سود کی مخلوط آدمی سے ٹین اور فرش اور کُنواں بنانے میں مسجد میں کوئی حرج نہیں آتا بلکہ اس فرش پر نماز جائز ہے اور اس کنویں سے پینا اور وضو کرنا حلال۔ امام محمد فرماتے ہیں: **بہ ناخذ مالہ تعرف شیئاً حراماً بعینہ^۳**۔ (اسی پر ہمارا عمل ہے جب تک ہم کسی شے کو حرام نہ جان لیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۴۰: از کیس اسٹریٹ صاحب بگانی مرسلہ حکیم سید محمد اسماعیل صاحب ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۷ھ

حضرت مولانا مولوی محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضور کو ایک امر کی تکلیف دی جاتی ہے اور چونکہ یہ خدا کا کام ہے اور حضور ہم لوگوں کے آقا ہیں، حضور سے دریافت کرنا

^۱ القرآن، ۲۴/۳۶

^۲ الصحیح للمسلم کتاب المساجد مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۶۰/۱، کتاب الزہد ۲/۴۱۱، مجمع الزوائد و منبع الفوائد باب بناء المساجد مطبوعہ دار الکتب

بیروت ۷/۲

^۳ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ ظہیریۃ الباب لثانی عشر فی الہدایا و اضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۴۲/۵

میرا فرض منصبی ہے، ایک مسجد بنانے کی خواہش صرف حضور سے اجازت اس امر کی لینی ہے، یہاں اکثر پرانی اینٹ ملتی ہے اور وہ اینٹ پاک عمدہ ملتی تو اس اینٹ سے مسجد بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ حضور کی جیسی رائے عالی ہو اس سے بہت جلد بواپسی ڈاک مطلع فرمائیں، خداوند کریم حضور کو اجر عظیم عطا فرمائے گا۔

الجواب:

جناب سید صاحب مکرم اکرم و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر جبل پور آیا ہوا ہے، آپ کا عنایت نامہ، ریلی سے یہاں آیا، ایسے سوالوں کا خیال ادب والے دلوں میں پیدا ہوتا ہے، مولیٰ تعالیٰ توفیق و برکات زاہد دے، اینٹ اگرچہ پرانی استعمال شدہ ہے مگر جبکہ پاک ہے مسجد میں لگا سکتے ہیں جیسے زمین مسجد کہ اصل مسجد وہی ہے، پہلے کوئی مکان معبد کفار ہو اور اسے توڑ کر مسجد کیا جاتا ہے، مسجد اقدس مدینہ طیبہ کی زمین میں مشرکین کا قبرستان تھا ان کی قبریں کھدوا کر ان کی ہڈیوں وغیرہا کی نجاستوں سے صاف فرما کر حضور انور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے اسے مسجد فرمایا۔ وھو تعالیٰ اعلم

۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

مسئلہ ۱۱۴۱: از ہلدوانی ضلع بنی تال مرسلہ حافظ اسرار الحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مکان پختہ وقف کر دیا، تھوڑے عرصہ کے بعد وہ مکان گورنمنٹ نے اٹھادیا، اس مکان کے بدلے دوسری جگہ زمین دے دی، جو زمین مکان کے عوض میں ملی تھی وہ چند شخص جمع ہو کر کے مبلغ پچاس روپے کو فروخت کر دی گئی، آیا زمین کا بیع کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

الجواب:

وہ زمین اگر مسلمان نے مسجد کر دی تو اسے بیچنا جائز نہیں، اور اگر ہنوز ابھی مسجد نہ کی تھی اور وہ مناسب نہیں اسے بیچ کر دوسری مناسب جگہ مسجد بنانا چاہتے ہیں تو حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴۲، ۱۱۴۳: از قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ مرسلہ حاجی شرف الدین عمر میاں متولی جامع مسجد ۲۱ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اس قصبہ ڈبھوئی ریاست بڑودہ میں ایک عید گاہ قدیم زمانے کی بنی ہوئی ہے، اس کے نزدیک ریل کا احاطہ ہے، اب ریلوے کمپنی والے اس ریل کے احاطے کو بڑھانے کی غرض سے عید گاہ کو گرا کر اور جا پر بنا دینا چاہتے ہیں، آیا یہ شرع شریف میں درست ہے یا نہیں؟ اگر مسلمان ڈبھوئی اس عید گاہ کو نہ دیں تو ریاست کی جانب سے جبراً گرا دینے کا اندیشہ ہے اس حالت میں کیا کیا جائے؟

(۲) ریاست بڑودہ تعلقہ سنگھیرا موضع ماکنی کے قریب جنگل میں ایک مسجد قدیم شاہی زمانے کی بنی ہوئی اس

وقت مسمار حالت میں ہے، اس مسجد میں چند قیمتی پتھر، محرابیں، کھجے وغیرہ جو نقشی کام کئے ہوئے ہیں زمین پر گرے ہوئے ہیں، اس موضع کے ہنود وغیرہ جن کی حالت اچھی ہے اٹا کر لے جاتے ہیں اور اس موضع کے مسلمانوں کی حالت ایسی نہیں کہ اس مسجد کو پھر تعمیر کر سکیں، لہذا ان پتھروں کو لے جا کر کسی اور قصبہ کی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر مسلمان ان پتھروں کو نہ لے جائیں گے تو ہنود لوگوں کا ان پتھروں کو اٹھا کر لے جانے کا اندیشہ ہے۔

الجواب:

(۱) محض اندیشہ کا لحاظ نہیں، واقعی جبر ہو تو اس کے عوض دوسری زمین لے کر چھوڑ سکتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔
صورتِ متفسرہ واقعی ہے تو مسلمان ان پتھروں کو دوسری مسجد میں لگا سکتے ہیں کمابینہ فی رد المحتار (جیسا کہ اسے رد المحتار میں بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۴۴: از بمبئی بھنڈی بازار مرسلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سوائے معتکف اور مسافر کے مقیم یا اہل شہر کو مطلقاً مسجد میں سونا حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اگر گیرونی شہری نہ نیت اس کے کہ نماز صبح باجماعت ملے یا تہجد بھی نصیب ہو کیونکہ اگر گھر میں رہ کر نماز صبح باجماعت یا نماز تہجد نہیں ملتی ہے مسجد میں سوئے تو یہ سونا حرام ہے یا مکروہ یا تحریمی یا تنزیہی، نیز مسجد میں کھانا یا پینا سوائے معتکف اور مسافر کے شرعاً حرام ہے یا مباح؟ بظاہر ابن ماجہ کی کتاب الاطعمہ کی روایت سے اباحت معلوم ہوتی ہے:

عن عبد اللہ بن حارث بن جزء قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بخبز و لحم و هو فی المسجد فاکل واکلنا معہ ثم	حضرت عبد اللہ بن حارث بن جزء سے مرعہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں روٹی اور گوشت لایا گیا، اس وقت

ف: سائل نے ابن ماجہ کے حوالے سے جو حدیث ذکر کی ہے وہ دراصل دو حدیثوں کا مجموعہ ہے، اصل عبارتیں یوں ہیں:

(۱) ص ۲۴۵: کنا ناکل علی عہد رسول اللہ علیہ وسلم فی المسجد الخبز واللحم۔

(۲) ص ۲۴۶: اکلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعاماً فی المسجد قد شوی فمسحنا ایدینا بالحصباء ثم قمنا نصلی ولم

نتوضأ البواب الاطعمہ میں دونوں حدیثیں انہی الفاظ کے ساتھ ملی ہیں ۱۲۔ منیر احمد

قائم فصلی و صلینا معه ولم نزد علی ان مسحنا ایدینا بالحصباء ^۱ بینوا توجوا۔	آپ مسجد میں تشریف فرما تھے، آپ نے اسے تناول فرمایا اور ہم نے بھی آپ کے ساتھ گوشت روٹی کھائی، پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھی اور ہم نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی، اور ہم نے سوائے اس کے کچھ نہ کیا کہ اپنے ہاتھ پتھروں کے ساتھ صاف کئے۔ (ت) ینوا توجوا۔

الجواب:

مسجد^۱ میں معتکف کو سونا تو بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے اور اس کے غیر کے لئے ہمارے علماء کے تین^۲ قول ہیں: اول یہ کہ مطلقاً صرف خلاف اولیٰ ہے:

صححه فی الہندیۃ عن خزائنہ الفتاویٰ ومشی علیہ فی جامع الاسیبجانی کما نقلہ ابن کمال باشا والکافی فی معراج الدراية والیہ یسئل کلام الدر فی الاعتکاف قلت وفیہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	اس کی ہندیہ میں خزائنہ الفتاویٰ کے حوالے سے تصحیح کی ہے اور جامع الاسیبجانی نے اسی کو اختیار کیا، جیسا کہ اسے ابن کمال باشا نے نقل کیا اور کافی نے معراج الدراية میں، اعتکاف میں در کلام بھی اسی طرف مائل ہے، میں کہتا ہوں اس میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے۔ (ت)

دوم مسافر کو جائز ہے اس کے غیر کو منع،

وبہ جزم فی الاشباہ وعلیہ مشی فی الدر قبیل باب الوتر۔	اسی پر اشباہ میں جزم ہے، در میں باب الوتر سے تھوڑا پہلے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (ت)

سوم معتکف کے سوا کسی کو جائز نہیں:

وبہ جزم فی السراجیۃ وفی جامع الفتاویٰ ومزیۃ المفتی وغیرہ العیون ومتن الوقایۃ وغیرہا من المعتمدات۔	سراجیہ، جامع الفتاویٰ، مزیۃ المفتی، غز العیون، متن الوقایہ اور دیگر کتب میں اسی پر جزم کی گیا ہے۔ (ت)

اور یہ کراہت کراہت تحریم ہے،

لقلہ یمنع منه وانما المنع عن المکروہ	کیونکہ اس کا قول ہے: اس سے منع کیا گیا ہے اور

^۱ سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ مطبوعہ ایچ ایم کمپنی کراچی ص ۲۴۵ و ۲۴۶

تحریماً واما کراهة التنزیه فتجامع الاباحۃ کما فی رد المحتار وغیرہ۔	منع مکروہ تحریمی سے ہوتا ہے، کراہت تنزیہی تو اباحت کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے جیسا کہ رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اقول: تحقیق امر یہ ہے کہ مريض و حاضر جب جمع ہوں حاضر کو ترجیح ہوگی اور احکام تبدیل زمان سے متبدل ہوتے ہیں ومن لم يعرف اهل زمانه فهو جاهل (جو شخص اپنے زمانے کو لوگوں کے احوال سے آگاہ نہیں وہ جاہل ہے۔ ت) اور ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ایک ضابطہ کلیہ فرمایا ہے جس سے ان سب جزئیات کا حکم صاف ہو جاتا ہے فرماتے ہیں رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

من سمع رجلا ینشد ضالة فی المسجد فلیقل لاردها الله عليك فان المساجد لم تبین لهذا ^۱ ۔ رواہ مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جو کسی شخص کو سنے کہ مسجد میں اپنی گم شدہ چیز دریافت کرتا ہے تو اس پر واجب ہے کہ اس سے کہے اللہ تیری گئی چیز کچھ نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہیں بنیں، اسے مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اسی حدیث کی دوسری روایت میں ہے:

اذا راٰیتم من یتبع فی المسجد فقلوا لا اربح الله تجارتک ^۲ رو الترمذی وصححه والحاکم عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جب تم کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو اللہ تیرے سودے میں فائدہ نہ دے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا اور حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے۔ کھانے پینے کو نہیں بنیں تو غیر معتکف کو ان میں ان افعال کی اجازت نہیں اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب و بیعت سے عاری، مسجدیں چوپال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی وکل ما ادى الی محظور محظور (ہر وہ شخص جو ممنوع تک پہنچائے ممنوع ہو جاتی ہے۔ ت) جو بخیاں تہجد یا جماعت صبح مسجد میں سونا چاہے تو اسے کیا مشکل ہے

^۱ صحیح مسلم باب النبی عن نقد الضالۃ فی المسجد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۱۰/۱

^۲ جامع الترمذی ابواب البیوع باب النبی عن البیع فی المسجد مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۵۸

اعتکاف کی نیت کر لے کچھ حرج نہیں، کچھ تکلیف نہیں، ایک عبارت بڑھتی ہے۔ اور سونا بالاتفاق جائز ہوا جاتا ہے، منیہ المفتی پھر غزالیوں اور سراجیہ پھر ہندیہ پھر ردالمحتار میں ہے:

وإذا اراد ذلك ينبغي ان ينوي الاعتكاف فيدخل في ذلك ما نوى او يصلي ثم يفعل ما شاء ¹ - والله تعالى اعلم	جب ارادہ کرے کھانے پینے کا، تو اعتکاف کی نیت کرے، پھر مسجد میں داخل ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ذکر نیت کے مطابق کرے یا نماز پڑھے، پھر وہاں جو چاہے کرے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسجد میں ایسا اکل و شرب جس سے اس کی تلویت ہو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ معتکف ہو، ردالمحتار باب الاعتکاف میں ہے:

الظاهر ان مثل النوم الاكل والشرب اذا لم يشغل المسجد ولم يلوثه لان تنظيفه واجب كما امر ² -	ظاہر یہی ہے کہ کھانا پینا جبکہ مسجد کو ملوث نہ کرے اور نہ مسجد کو مشغول رہے تو یہ سونے کی طرح ہے کیونکہ مسجد کی نظافت کا خیال نہایت ہی ضروری ہے جیسا کہ گزرا۔ (ت)

اسی طرح اتنا کثیر کھانا مسجد میں لانا کہ نماز کی جگہ گھیرے مطلقاً ممنوع ہے، اور جب ان دونوں باتوں سے خالی ہو تو معتکف کو بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے اور غیر معتکف میں وہی مباحث و اختلاف عائد ہوں گے اور ہمیں ارشاد اقدس کا وہ ضابطہ کلیہ کافی ہے کہ ان المساجد لم تبين لهذا (مساجد اس خاطر نہیں بنائی جاتیں۔ ت) اعتکاف نفل کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ طول مدت درکار، صرف نیت کافی ہے، جتنی دیر بھی ٹھہرے بہ یفتی (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) تو اختلاف میں پڑنے کی کیا حاجت، واما ان اقرب الى الادب فهو الاحب الا حب الاوجب نسأل الله حسن التوفيق (جو ادب کے زیادہ قریب ہو وہی زیادہ پسندیدہ اور واجب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ سے حسن توفیق کا سوال ہے۔ ت)

رہی حدیث ابن ماجہ، وہ ایک واقعہ عین ہے اور علماء بالاتفاق تصریح فرماتے ہیں کہ وقائع عین کے لئے عموم نہیں ہوتا ممکن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس وقت معتکف ہوں اور صحابی کو یہاں مسئلہ اکل بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ کہ ما مسته النار (وہ چیز جسے آگ چھو لے۔ ت)

¹ ردالمحتار باب الاعتکاف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۶/۲

² ردالمحتار باب الاعتکاف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۴۶/۲

سے وضو نہیں، علاوہ بریں فعل و تقریر سے قول اور بیج سے خاطر ارجح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۱۳۵: از فیض آباد مسجد منو پورہ مرسلہ شیخ اکبر علی مؤذن و مولوی عبدالعلی
۹ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ
جو لوگ عرس میں آئیں وہ مسجد ہی میں قیام کریں اور جائے نماز وغیرہ استعمال کریں، کھانا وہاں کھائیں، دنیا کی بات کریں،
اشعار پڑھیں، جائز ہے؟

الجواب:

مسجد کو چوپال بنانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۶: از گونڈل کاٹھیاواڑ مرسلہ سیٹھ عبدالستار صاحب رضوی
۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ
امام مسجد اور عوام مسلمین جن کے پاس رہنے سونے کو مکان ہیں وہ مسجد میں کسی وقت سو سکتے ہیں یا نہیں نیز ایسے مسلمان مسافر جو آج
کل شہروں میں آیا جایا کرتے ہیں اور چندے لے کر گزارہ کرتے ہیں انھیں مسجدوں میں رکھنا اور وہ وہاں پر بطور گھروں کے رہیں،
سوئیں، کھائیں نہیں، جائز ہے؟

الجواب:

صحیح و معتمد یہ ہے کہ مسجد میں کھانا پینا، سونا سوا معتكف کے کسی کو جائز نہیں، مسافر یا حضری اگر چاہتا ہے تو اعتکاف کی نیت کیا دشوار ہے،
اور اس کے لئے نہ روزہ شرط نہ کوئی مدت مقرر ہے، اعتکاف نفل ایک ساعت کا ہو سکتا ہے۔ مسجد کو گھر بنانا کسی کے لئے جائز نہیں، وہ
لوگ بھی بہ نیت اعتکاف رہ سکتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۷: از بھوساول ضلع خاندلیس محلہ ستارہ مسئلہ حافظ الہیں محبوب
۷ رمضان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجد خاص میں یا صحن میں اگر وہابیات لغویات اور گالی گلوچ ایک دوسرے آپس میں جمع خاص و عام کے روبرو
کرے تو ان لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً مستحق تعزیر، مگر تعزیر یہاں کون دے سکتا ہے، اتنا کریں کہ انھیں مسجد سے باہر کر دیں۔ واللہ
تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۳۸: از شہر عقب کو توالی مسئلہ مولوی بدیع الزمان صاحب بنگالی
۲۷ شوال ۱۳۳۸ھ
مسجد کا ایک امام جو شب و روز مسجد کے حجرہ میں رہتا ہے اور عملیات تعویذ گنڈا وغیرہ آیات قرآنی سے کرتا ہے اس کو بصورت قیام مسجد ایسا
روزگار کرنا اور اس سے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

عوض مالی پر تعویذ دینا بیع ہے اور مسجد میں بیع و شرا ناجائز ہے، اور حجرہ فنائے مسجد ہے اور

فتائے مسجد کے لئے حکم مسجد، علمگیر یہ میں ہے:

ایک آدمی مسجد جامع میں تعویذ بیچتا ہے، اس تعویذ میں تورات، انجیل اور قرآن لکھتا ہے اور اس پر رقم لیتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ اس کا ہدیہ مجھے دے تو یہ جائز نہیں۔ الکبریٰ میں اسی طرح ہے۔ (ت)	بیع التعویذ فی المسجد الجامع ویکتب فی التعویذ التوراة والانجیل والفرقان و یاخذ علیہا المال ادفع الی الهدیة لایحل له ذلك کذا فی لکبریٰ¹۔

اُسی میں ہے:

مسجد کے منتظم کے لئے جائز نہیں کہ وہ مسجد یا فتائے مسجد میں دکانیں یا رہائش گاہ بنائے کیونکہ جب مسجد دکان یا رہائش گاہ بن جائے تو اس کا احترام برقرار نہیں رہتا، اور یہ جائز نہیں۔ فنا مسجد کے تابع ہے لہذا اس کا حکم مسجد والا ہی ہوتا ہے۔ محیط سرخسی میں یونہی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم	قیم المسجد لا یجوز له ان یبنی حوانیت فی حد المسجد أو فی فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا تسقط حرمتہ وهذا لا یجوز و الفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد کذا فی محیط السرخسی²۔

مسئلہ ۱۱۴۹: یکم ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

ایک شخص کچھری میں ملازم ہے فرصت کے وقت دن و رات میں مسجد میں قیام کر کے سوتا ہے اور کھانا وغیرہ کھاتا ہے بہت عرصہ سے، اب منع کرنے پر جواب دیا کہ میں نیت اعتکاف کر لیتا ہوں کوئی حرج میرے قیام اور کھانے سونے میں نہیں ہے۔

الجواب:

اگر واقعی وہ ہر بار نیت اعتکاف کرتا اور کچھ دیر ذکر الہی کر کے کھاتا سوتا ہے تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵۰: از بریلی ۴ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عالم اور کوئی شخص مسجد میں سوئے اور مسند تکیہ مسجد میں اندر مسجد کے لگائے اور کھانا مسجد میں ایک جماعت کے ساتھ کھائے اور اگالہ مسجد میں رکھے اور گھوڑے کی زین اور اسباب وغیرہ مسجد میں رکھے یہ سب شرع سے درست ہے نہیں؟ بینوا تو جروا

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۱/۵

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الفصل الثانی فی الوقف فی المسجد مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۲/۲

الجواب:

مسجد میں سونا۔ کھانا بحالت اعتکاف جائز ہے، اگر جماعت معتکف ہو تو مل کر کھا سکتے ہیں، بہر حال یہ لازم ہے کہ کوئی چیز، شور بیاثیر وغیرہ کی چھیٹ مسجد میں نہ گرے، اور سوائے حالت اعتکاف مسجد میں سونا یا کھانا دونوں مکروہ ہیں خاص کر ایک جماعت کے ساتھ کہ مکروہ فعل کا اور لوگوں کو بھی اس میں مرتکب بنانا ہے۔ عالمگیری میں ہے:

مسجد میں سونا اور کھانا غیر معتکف کے لئے مکروہ ہے (ت)	يَكْرَهُ النُّومُ وَالْأَكْلُ فِيهِ الْغَيْرُ الْمَعْتَكِفُ ¹ ۔

مسند لگانا اگر براہ تکبر ہے تو یہ خارج مسجد بھی حرام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کیا نہیں ہے جہنم میں ٹھکانہ متکبرین کا۔ (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى الْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّمَنْ تَكْبَرُونَ ²

اور اگر براہ تکبر نہیں کسی دوسرے نے اس کے لئے رکھ دی یہ اس کی خاطر سے بدیں لحاظ کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرمائے ہیں:

عزت و احترام کا انکار کوئی گدھا ہی کر سکتا ہے (ت)	لَا يَأْبَى الْكَرَامَةَ إِلَّا حِمَارٌ ³ ۔

ٹیک لگا کر بیٹھ گیا تو بھی یہ مسجد میں نہ ہونا چاہئے کہ ادب مسجد کے خلاف ہے، ہاں ضعف یا درد کے سبب مجبور ہو تو معذور ہے، اگر لدان اگر پیک کے لئے رکھا ہے تو غیر معتکف کو مسجد میں پان کھانا خود مکروہ ہے، اور اگر کھانسی ہے بلغم بار بار آتا ہے اس غرض کے لئے رکھا تو حرج نہیں۔ اور گھوڑے کا زین وغیرہ اسباب بھی بلا ضرورت شرعیہ مسجد میں رکھنا نہ چاہئے، مسجد کو گھر کے مشابہ بھی کرنا نہ چاہئے۔ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان المساجد لم تكن لهذا⁴ (مساجد ان چیزوں کی خاطر نہیں بنائی جاتی۔ ت) خصوصاً اگر چیزیں رکھے جن سے نماز کی جگہ رکے تو سخت ناجائز و گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اور اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ کے گھروں میں اللہ کا نام لینے سے روکے (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذُنَ فِيهَا نِسَاءٌ ⁵ ۔

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الخامس فی آداب المسجد مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۲۱/۵

² القرآن، ۲۰/۳۹

³ کنز العمال بحوالہ الدلیلی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ حدیث ۲۵۴۹۲ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵۵/۹

⁴ صحیح مسلم کتاب المساجد باب النبی عن نشد الضالۃ فی المسجد مطبوعہ نور محمد ص ۱۱۰ المطابع کراچی ۲۱۰/۱

⁵ القرآن ۱۱۴/۲

بائیں ہمہ یہ بھی یاد رکھنا فرض ہے کہ حقیقۂ عالم دین ہادی خلق سنی صحیح العقیدہ ہو عوام کو اُس پر اعتراض اُس کے افعال میں نکتہ چینی اس کی عیب بنی حرام حرام اور باعث سخت محرومی اور بد نصیبی ہے، اول تو لاکھوں مسائل و احکام فرق نیت سے متبدل ہو جاتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما الاعمال بالنیات وانما لكل امرئ ما نوى ¹ ۔	اعمال کا مدار نیوٹوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ (ت)

علم تیت ایک عظیم و اسع علم ہے جسے علمائے ماہرین ہی جانتے ہیں، عوام بیچارے فرق پر مطلع نہ ہو کر ان کے افعال کو اپنی حرکات پر قیاس کرتے اور حکم لگا دیتے اور "کارِ پاکیں راقیاس از خود گمیر" کے، موردِ بننے ہیں، اسی مسئلہ میں دیکھئے شرعاً اعتکاف کے لئے نہ روزہ شرط ہے نہ کسی قدر مدت کی خصوصیت۔ ولہذا مستحب ہے کہ آدمی جب مسجد میں جائے اعتکاف کی نیت کر لے۔ جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب بھی پائے گا۔ علماء اعتکاف ہی کی تیت سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور اب اُن کو سونا، کھانا، پیک کے لئے اگلا دن رکھنا روا ہوگا، اور اس سے قطع نظر بھی ہو تو جاہل کو سنی عالم پر اعتراض نہیں پہنچتا، رسول اللہ کی حدیث میں عالم بے علم کی مثال شمع سے دی ہے کہ آپ جلے اور تمہیں روشنی و نفع پہنچائے، احمق وہ جو اس کے جلنے کے باعث اسے بجھا دینا چاہے اس سے یہ خود ہی اندھیرے میں رہ جائے گا، علماء کو چاہئے کہ اگرچہ خود نیت صحیحہ رکھتے ہوں عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہو نہ کریں کہ اس سے دو فتنے ہیں جو معتقد نہیں ان کا معترض ہونا غیبت کی بلا میں پڑنا عالم کے فیض سے محروم رہنا، اور جو معتقد ہیں اُن کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مر تکب ہونا عالم فرقہ ملائیت سے نہیں کہ عوام کو نفرت دلانے میں اُس کا فائدہ ہو مسند ہدایت پر ہے، عوام کو اپنی طرف رغبت دلانے میں اُن کا نفع ہے، حدیث میں ہے:

راس العقل بعد الايمان بالله التودد الى الناس ² ۔	ایمان باللہ کے بعد سب سے بڑی عقلمندی لوگوں کے ساتھ محبت کرنا ہے۔ (ت)

دوسری حدیث صحیح میں ہے رسول اللہ فرماتے ہیں: بشروا ولا تنفروا³ (محبت پھیلاؤ

¹ صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

² شعب الایمان فصل طلاقہ الوجہ و حسن البشر الخ حدیث ۸۰۶۱ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۲۵۵/۶

³ صحیح البخاری کتاب العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۱، صحیح مسلم کتاب الجہاد باب تائید الامراء علی البعث الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع

نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت) احیائاً ایسے افعال کی حاجت ہو تو اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بتادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵۱: الہ آباد مسجد صدر مرسلہ حافظ عبدالمحمید صاحب فتنپوری ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

اگر کوئی مسجد میں آواز بلند درود و وظائف خواہ تلاوت کر رہا ہو اس سے علیحدہ ہو کر نماز پڑھنے میں بھی آواز کانوں میں پہنچتی ہے لوگ بھول جاتے ہیں خیال بہک جاتا ہے، ایسے موقع پر ذکر بالجسر تلاوت کرنے والے کو منع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی آہستہ پڑھنے کو کہنا بالجسر سے منع کرنا، اگر نہ مانے تو کہاں تک ممانعت کرنا جائز ہے؟ اس کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین؟

الجواب:

بیشک ایسی صورت میں اسے جسر سے منع کرنا فقط جائز نہیں بلکہ واجب ہے کہ نبی عن المنکر ہے اور کہاں تک کا جواب یہ کہ تاحد قدرت جس کا بیان اس ارشاد اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے:

من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه وذلك اضعف الايمان ¹	جو تم میں کوئی ناجائز بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اسے مٹا دے بند کر دے، اور اس کی طاقت نہ پائے تو زبان سے منع کرے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اسے بُرا جانے، اور یہ سب میں کمتر درجہ ایمان کا ہے۔ (ت)

اور جہاں لوگ اپنے کاموں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے استماع کے لئے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جسر تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوہرا وبال ہے، ایک تو وہی خلل اندازی نماز وغیرہ کہ ذکر جسر میں تھا، دوسرے قرآن عظیم کو بے حرمتی کے لئے پیش کرنا۔ ردالمحتار میں ہے:

في الفتح عن الخلاصة رجل يكتب الفقه وبعينه رجل يقرأ القرآن فلا يمكن استماع القرآن فالأثم على القاري، وعلى هذا الوقراً على	فتح میں خلاصہ سے ہے ایک آدمی فقہ لکھ رہا ہے اور اس کے پاس دوسرا شخص قرآن کی تلاوت کر رہا ہے جبکہ قرآن کا سننا ممکن نہیں تو اب گناہ تلاوت کرنے والے پر ہے۔ اسی طرح اگر اونچی

¹ صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النبی عن المنکر من الایمان مطبوعہ نور محمد اصح مطابع کراچی ۵۱/۱

السطح والناس نیام یأثم اه ای لانه یکون سببا لاعراضهم عن استماعه الانه یوذیهم بايقاظهم ¹	جگہ پڑھتا ہے حالانکہ لوگ سوئے ہوئے تھے تو پڑھنے والا گنہگار ہوگا اس لئے کہ یہ شخص ان کے قرآن سننے سے اعراض کا سبب بنایا اس وجہ سے کہ ان کی نیند میں خلل واقع ہوگا۔ (ت)

اسی میں غینہ سے ہے:

يجب على القارى احترامه بان لا يقرأه في الاسواق ومواضع الاشتغال فإذا قرأه فيها كان هو المضيع لحرمته فيكون الاثم عليه دون اهل الاشتغال دفعاً للحرص ² ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	تلاوت کرنے والے پر یہ احترام لازم ہے کہ وہ بازار میں اور ایسے مقامات پر نہ پڑھے جہاں لوگ مشغول ہوں، اگر وہ ایسے مقام پر پڑھتا ہے تو وہ قرآن کا احترام ختم کرنے والا ہے للذا دفع حرج کے پیش نظر یہ پڑھنے والا گنہگار ہوگا، مشغول ہونے والے لوگ گنہگار نہ ہونگے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ ایک یا زیادہ شخص نماز پڑھ رہے ہیں یا بعد جماعت نماز پڑھنے آئے ہیں اور ایک یا کئی لوگ آواز بلند قرآن یا وظیفہ یعنی کوئی قرآن کوئی وظیفہ پڑھ رہے ہیں یہاں تک کہ مسجد بھی گونج رہی ہے تو اس حالت میں کیا حکم ہونا چاہئے کیونکہ بعض دفعہ آدمی کا خیال بدل جاتا ہے اور نماز بھول جاتا ہے۔

الجواب:

جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ آواز پڑھنے سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید و وظیفہ ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے، مسجد میں جب اکیلا تھا اور آواز پڑھ رہا تھا جس وقت کوئی شخص نماز کے لئے آئے فوراً آہستہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵۳: از ریاست نانپارہ ضلع بہرائچ محلہ توپ خانہ مرسلہ منشی حامد علی خان صاحب ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ زید اگر مسافرانہ طور پر کسی مقام پر وارد ہوا اور وہاں اس کا کوئی ایسا شخص شناسہ نہ ہو کہ جس کے

¹ رد المحتار فصل فی القراءۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۰۳ھ

² رد المحتار فصل فی القراءۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۰۳ھ

مکان میں قیام کر سکے اور بسبب پابندی نماز جماعت و وضو وغیرہ کسی مسجد میں ٹھہر جائے تو جائز ہے یا نہیں اور اس کا سلف سے ثبوت ہے یا نہیں، اور جو شخص زید کو بصورت مذکورہ جبراً مسجد سے نکالے اور کہے کہ یہ مسجد خالد کی ملک ہے اور میں چونکہ ملازم خالد ہوں لہذا مجھے حکم خالد ہے کہ بے اذن ہمارے کسی کو ہماری مسجد میں نہ رہنے دو اور اس پر برسرِ پیکار ہو تو زید کا اخراج عن المسجد بصورت فتنہ و فساد جائز ہے یا نہیں، اور مسجد کی ملک کی نسبت خالد جانب جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد مذکورہ میں اس صورت میں نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی مسجد پر مسجد ضرار کی تعریف صادق ہے یا نہیں؟

الجواب:

ایسے مسافر کو مسجد میں ٹھہرنا بیشک جائز ہے، خود مسجد اقدس میں حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد اقدس میں حکم انور سے اصحابِ صفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قیام پذیر تھے مسجد سے بالجبر اس کا اخراج ظلم ہے والظلمات یوم القیمة (ظلم قیامت کے روز تاریکیاں ہوگا۔) ہاں نظر بحالاتِ زمانہ بعض مساجد میں اجنبی غیر معروف کا قیام نامناسب و وجہ اندیشہ ہوتا ہے جیسے صدہا سال مسجد مدینہ طیبہ کے دروازے بعد عشا بند کر دیتے ہیں اور سوا خدام کے سب لوگ باہر کر دئے جاتے ہیں، اگر واقعی ایسی صورت تھی تو بزمی کہنا چاہئے تھا اور مسجد کو خالد کی ملک کہنا ظلم ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: **وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ** مسجدیں خالص اللہ کے لئے ہیں۔ بہر حال اُس مسجد میں نماز ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں، نہ وہ مسجد ضرار ہو سکتی ہے، یہ جہل مخض ہے۔ پھر اگر یہ مسجد اموال وغیرہ سے محل احتیاط مذکور نہیں یا زید مشتبہ نہیں، تو اسے جبراً نکال دینے والے پر لازم ہے کہ اُس سے معافی چاہے کہ مسلمان کو بلا وجہ شرعی ایذا دینا بہت سخت ہے۔

من اذی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ	جس نے کسی مسلمان کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور
۱۔ (الحديث)	جس نے مجھے اذیت دی اس نے بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔ (الحديث۔ ت)

¹ الجامع الصغير مع فیض القدر بحوالہ طبرانی اوسط مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹/۶، کنز العمال حدیث ۷۰۳۷۳، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/۱، مجمع الزوائد باب فیمین یتخطی رقاب الناس یوم الجمعة مطبوعہ دار الکتاب بیروت ۱۷/۲

زید کو چاہئے کہ اگر مسجد میں قیام کرے سونے اور کھانے سے کچھ پہلے اعتکاف کی نیت کر کے کچھ ذکر الہی کر کے کھائے سوائے کہ مسجد میں کھانا سونا معتکف کو بلا خلاف جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵۴: از شہر کمولہ مسئلہ منیر الدین صاحب اذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مٹی کا تیل مسجد میں جلانا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جائز کہتے ہیں اور عدم جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب:

مٹی کے تیل میں سخت بدبو ہے اور مسجد میں بدبو کا لے جانا کسی طرح جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اکل من هذه الشجرة المنتنة فلا يقربن مسجدنا فان الملكة تتأذى مما يتأذى منه الانس ^۱ ۔ رواہ الشیخان عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جس شخص نے اس بدبودار پودے کو کھایا وہ ہماری مساجد کے قریب نہ آئے کیونکہ ملائکہ کو بھی ہر اس شئی سے تکلیف ہوتی ہے جس سے انسانوں کو ہوتی ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

امام عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری پھر علامہ سید شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

ویلحق بما نص عليه في الحديث كل ماله رائحة كريهة ما كولا او غيره ^۲ ۔	حدیث کے مطابق ہر اس شئی کا یہی حکم ہے جس کی بو اچھی نہ خواہ وہ شئی کھائی جاتی ہو یا نہ۔ (ت)

ہاں مٹی کے تیل میں بعض انگریزی عطر جن کو لونڈر کہتے ہیں ملانے سے اس کی بدبو جاتی رہتی ہے اس صورت میں جائز ہو جائے گا بشرطیکہ اس لونڈر میں اسپرٹ وغیرہ کوئی ناپاک شئی نہ ہو ورنہ ناپاک تیل کا بھی مسجد میں جلانا جائز نہیں ہے۔ دُر مختار میں ہے:

كره تحريما ادخال نجاسة فيه فلا يجوز الاستصباح بدهن نجس فيه ^۳ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	مسجد میں نجاست داخل کرنا مکروہ تحریمی ہے، لہذا ناپاک تیل کے ساتھ وہاں چراغ جلانا درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ صحیح مسلم کتاب المساجد باب من اكل ثلثاً الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۰۹/۱، صحیح البخاری کتاب الاذان باب ما جاء في الثوم الخ مطبوعہ قدیمی

کتب خانہ کراچی ۱۱۸/۱

^۲ ردالمحتار، باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعہ مصطفى البابي مصر، ۳۸۹/۱

^۳ درمختار باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۱

مسئلہ ۱۱۵۵: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی رحیم بخش بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں روغن مٹی کا جلانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام ہے مگر جبکہ اُس کی بوبالکل دور کر دی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵۶: از دانا پور محلہ سگوندہ مسئلہ محمد حنیف خاں ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد ہے جس میں تین دروازے لگے ہیں، صبح کی نماز میں بوجہ سردی کے تنیوں در بند کر کے اور چراغ جلا کر لوگ نماز پڑھا کرتے ہیں اور نماز صبح اپنے وقت پر ادا کرتے ہیں، ایک شخص کہتا ہے کہ چراغ جلا کر نماز نہ پڑھنا چاہئے منع ہے مگر کوئی ثبوت اس کا نہیں دیتا ہے اس لئے دریافت طلب ہے کہ ایسا کرنے میں شرعاً کوئی قباحت ہے یا نہیں؟ اور کہاں تک اس کا کہنا صحیح ہے؟ مہربانی فرما کر جواب مع حوالہ کتب فقہ شریف عنایت ہو۔

الجواب:

وقت حاجت چراغ جلا کر نماز پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں،

اس بارے میں حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے، مسجد نبوی میں قندیلوں کا جلانا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انھیں پسند کرنا ثابت ہے، اور وہ حدیث جس میں منقول ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں مساجد کو روشن دیکھا تو کہا: اللہ تعالیٰ عمر (رضی اللہ عنہ) کی قبر کو اسی طرح روشن کرے جیسے انھوں نے مساجد کو روشن کیا۔ (ت)

وفیہ حدیث تمیم الداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وایقاده القنادیل فی المسجد الشریف و استحسانہ من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما رأى المسجدين هو قال نور الله قبر عمر كما نور مساجدنا¹۔

مگر نماز کے وقت مسجد کے کواڑ بند کرنا ضرور ممنوع و بدعت سیئہ ہے در مختار میں ہے:

مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہے البتہ اس صورت میں جائز ہے جب مسجد کا سامان چوری ہونے کا اندیشہ ہو،

کروہ غلق باب المسجد الا خوف علی متاعہ بہ یفتی² ۱۱ھ

¹ تاریخ الخلفاء فصل فی اولیات عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۹۷

² در مختار باب ما یفسد الصلوہ وما کرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

فتویٰ بھی اسی پر ہے۔ میں کہتا ہوں یہ وقت نماز کے علاوہ میں ہے، کیونکہ شامی نے کہا مگر اوقات نماز میں دروازہ بند کرنا مکروہ ہے، تو نماز کی جماعت ہو رہی ہو تو اس وقت منع کیوں نہ ہوگا! اور اس کے مردود ہونے پر تمام اہل نماز کا اجماع ہے۔ (ت)	اقول: هذا في غير وقت الصلوة لقول الشامي الافى اوقات الصلوة¹ فكيف عند نفس قيام الصلوة هذا مردود باجماع اهل الصلوة۔

اس وقت چراغ روشن کرنا بھی اگر اسی کو اڑ بند کرنے کی بنا پر ہوا اگر بند نہ کریں چراغ کی حاجت نہ ہو تو یہ چراغ بھی بے حاجت کہ وہ حاجت بروجہ باطل ہے اور اگر اتنے اندھیرے سے پڑھتے ہیں کہ کھلے کواڑوں میں بھی حاجت چراغ ہو تو یہ خلاف افضل ہے، مذہب حنفی میں نماز فجر جس قدر وقت روشن کر کے پڑھی جائے زیادہ اجر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۵۷: از شہر بریلی محلہ گھیر جعفر خاں محمود علی خاں ۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اندرون مسجد مرزائی یعنی ٹین کے دالان کے دروں میں بغرض زیبائش مسجد گیلے درختاں پھول وغیرہ لٹکائے جانے کے لئے تیار کئے گئے ہیں جن میں کہ کھاد وغیرہ پاک مٹی کی دی گئی ہے۔ اب چند حضرات کو اعتراض ہے کہ نئی بات مسجد میں نہیں ہونا چاہئے۔ از روئے شرع شریف کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر نمازی نگاہ کے سامنے ہوں تو مکروہ ہیں اور زیادہ بلند ہوں تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۵۸: از منصور پور متصل ڈاکخانہ شیش گڑھ تحصیل بہری ضلع بریلی مسئلہ محمد شاہ خاں ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس باب میں، مسجد میں اکثر کاپیاں عربی کی و نقشبات وغیرہ چہار جانب دیواروں پر مسجد کی نصب کئے جاتے ہیں منجملہ ان کے منبر کے قریب دیوار پر عربی مناجات ایسے موقع پر نصب یعنی چسپاں کئے جاتے ہیں کہ بروقت پڑھنے کے امام کے پس پشت یا اس سے کسی قدر اونچے یعنی قریب پس گردن عربی مناجات ہوتے ہیں، ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

ایسی چیزوں کا دیوار قبلہ میں نصب کرنا نہ چاہئے جس سے لوگوں کا نماز میں دھیان بٹے اور اتنی نیچی ہونا کہ خطبہ میں امام کی پشت اس کی طرف ہو، یہ اور بھی نامناسب ہے۔ ہاں اگر اس سے بلند رہے تو یہ حرج اس میں نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ رد المحتار باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۵۸ھ

مسئلہ ۱۱۵۹: از علی گڑھ کالج مسئلہ حضرت مولانا محمد سیلمان اشرف صاحب بہاری (رحمۃ اللہ علیہ) پروفیسر دینیات، خلیفہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۳۳۲ھ

مسجد میں طلائی نقش و نگار جائز ہے یا نہیں؟ کیا نمازیوں کے پیش نظر گل بوٹے چمکتے دکتے محل صلوٰۃ نہیں؟ کیا اس طرح کی زیبائش مسجد کی من جہت معبد ہونے کے شایان شان نہیں؟ محض مختصر جواب اس کا تحریر فرما کر فقیر کو ممنون فرمائیں، یہاں مسئلہ درپیش ہے کالج کی مسجد منقش و مطلا کی جارہی ہے۔ فقط

الجواب:

مساجد میں زینت ظاہری زمانہ سلف صالحین میں فضول و ناپسند تھی کہ ان کے قلوب تعظیم شعائر اللہ سے مملو تھے و لہذا حدیث میں مباہاتہ فی المساجد کو اشراط ساعت سے شمار فرمایا، اور عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:

لتزخر فتنها كما زخرفت اليهود والنصارى ^۱ ۔	تم مساجد کو اسی طرح مزین کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے مزین کیں۔ (ت)

تبدل زمان سے علماء نے تزیین مساجد کی اجازت فرمائی کہ اب تعظیم ظاہر مورث عظمت فی العیون و وقعت فی القلوب ہوتی ہے فکان کتحلیۃ المصحف فیہ من تعظیمہ (یہ ایسے ہی ہے جیسے تعظیم کی خاطر قرآن حکیم کو طلا کی صورت میں لکھا جائے۔ ت) مگر اب بھی دیوار قبلہ عموماً اور محراب کو خصوصاً شغلات قلوب سے بچانے کا حکم ہے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ دیوار یمن و شمال بھی ملیات سے خالی رہے کہ اُس کے پاس جو مصلیٰ ہو اُس کی نظر کو پریشان نہ کرے۔ ہاں گنبدوں، میناروں، سقف اور دیواروں کی سطح کہ مصلیوں کے پس پشت رہے گی ان میں مضائقہ نہیں اگرچہ سونے کے پانی سے نقش و نگار ہوں بشرطیکہ اپنے مال حلال سے ہوں، مسجد کا مال اُس میں صرف نہ کیا جائے، مگر جبکہ اصل بانی مسجد نے نقش و نگار کئے ہوں یا واقف نے اس کی اجازت دی ہو یا مال مسجد کا فاضل بچا ہو، اور اگر صرف نہ کیا جائے تو ظالموں کے خورد و برد میں جائے گا پھر جہاں جہاں نقش و نگار اپنے مال سے کر سکتا ہے اس میں بھی دقائق نقوش سے تکلف مکروہ ہے سادگی و میانہ روی کا پہلو ملحوظ رہے۔ امام ابن المنیر شرح جامع صحیح میں فرماتے ہیں:

استنبط منه كراهة زخرفة المساجد لاشتغال قلب المصلی بذلك او لصراف المال	اس سے مساجد کا مزین کرنا مکروہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں نمازی کے دل مشغول یا مال کا

^۱ الصحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب بنیان المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۳

غلط طور پر استعمال لازم آتا ہے، ہاں جب یہ ترمیمیں مساجد کی تعظیم کی خاطر ہو اور بیت المال سے نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر کسی شخص نے مسجد کو پختہ کرنے اور اسے سرخ و سفید کرنے کی وصیت کی تو اس کی وصیت نافذ ہوگی کیونکہ لوگوں میں فتویٰ اُن کے حال کے مطابق ہوتا ہے اب لوگ خواہ مومن ہیں یا کافر ہر کوئی اپنے گھر کو مزین کر رہا ہے، اب اگر ہم اپنی مساجد کو کچی اینٹوں سے بنائیں گے اور انھیں بلند عمارات کے درمیان چھوٹا بنائیں تو ان کی توہین ہوگی جبکہ یہ مکانات اہل الذمہ کے بھی ہو سکتے ہیں (ت)	فی غیر وجهہ نعم اذا وقع ذلك على سبيل تعظيم المساجد ولم يقع الصرف عليه من بيت المال فلا بأس به ولو اوصى بتشبيد مسجد وتحميره وتصفيده ونفدت وصيته لانه قد حدث الناس فتاوى بقدر ما احدثوا وقد احدث الناس مؤمنهم وكافرهم تشبيد بيوتهم وتزيينها ولو بنينا مساجداً بالدين وجعلناها متطامنة بين الدور الشاهقة وربما كانت لاهل الذمة لكانت مستهانة¹

در مختار میں ہے:

(مسجد کو محراب کے علاوہ منقش کرنے میں کوئی حرج نہیں) کیونکہ محراب کا نقش و نگار نمازی کو مشغول کر دیتا ہے، البتہ بہت زیادہ نقش و نگار کے لئے تکلف کرنا خصوصاً دیوارِ قبلہ میں مکروہ ہے۔ حلبی اور مجتبیٰ کے باب الخطر میں ہے کہ محراب کا منقش کرنا مکروہ ہے چھت یا پچھلی دیوار کا منقش کرنا مکروہ نہیں اھ اور ظاہر یہی ہے کہ محراب سے مراد دیوارِ قبلہ ہے، پس اسے محفوظ کر لو (چونے اور سونے کے پانی سے) اگر (اپنے مال) حلال سے ہو (مال وقف سے نہیں) کیونکہ وہ حرام ہے (متولی نے اگر کیا تو وہ ضامن ہوگا) نقش یا سفیدی البتہ جب ظالموں سے مال وقف کو خطرہ ہو تو کوئی حرج نہیں، کافی اور اس صورت میں	(ولا بأس بنقشه خلا محرابه) فأنه يكره لانه يلهي المصلی، ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها، خصوصاً في جدار القبلة قال الحلبي وفي حظر الجتبي وقيل يكره في المحراب دون السقف والمؤخر انتهى وظاهره ان المراد بالمحراب جدار القبلة فليحفظ (بجص وماء ذهب) لو (بماله) الحلال (لا من مال الوقت) فانه حرام (وضمن متوليه لو فعل) النقش او البياض الا اذا خيف طمع الظلمة فلا بأس به كافي، والا اذا كان لاحكام البناء والواقف

¹ ارشاد الساری بحوالہ ابن النیر باب بنیان المسجد مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۴۰

فعل مثله لقولہم انه يعبر الوقف كما كان وتبامہ فی البحر ^۱ ۔	جب یہ بنا کی پختگی کے لئے یا واقف نے خود ایسے کیا ہو کیونکہ فقہاء نے فرمایا کہ وقف کی مرمت حسب سابق کرنا ہے۔ اس کی تفصیل بحر میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں بحر سے ہے:

واراد وا من المسجد داخله فيفيد ان تزيين خارجہ مکروہ ^۲ اھ رایتنی کتبت علیہ مانصہ، اقول: فی هذه الاستفادة نظر ظاهر، بل الظاهر منه جوازہ بلاکراہۃ بالشروط الثلاثة ان یکون بہالہ الحلال ولا یتکلف دقائق النقوش لان خارج المسجد لیس محل الہاء المصلی، وفيہ تعظیمہ فی العیون و زیادۃ وقعتہ فی القلوب و تغیب الناس فی حضورہ تعبیرہ، و کل ذلك مطلوب محبوب، وانما الامور بمقاصدہا، وانہا لکل امرئ مانوی ^۳ واللہ تعالیٰ اعلم	یہاں انھوں نے داخل مسجد مراد لیا ہے جو واضح کر رہا ہے کہ باہر مسجد کی تزیین مکروہ ہے اھ میں نے اس پر جو لکھا وہ یہ ہے کہ اس استفادہ میں نظر ظاہر ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ؟ شروط ثلاثہ کے ساتھ بلاکراہت جائز ہے یہ کہ اپنا مال حلال کا ہو اور نقوش میں تکلف نہ ہو کیونکہ خارج مسجد نمازی کو مشغول نہیں کرتا اس میں دیکھنے میں تعظیم اور دلوں میں وقعت کا اضافہ اور لوگوں کا حضور و آبادی میں شوق کا سبب ہے اور ان میں سے ہر شئی مطلوب محبوب ہے، اور امور کا اعتبار ان کے مقاصد پر ہوتا ہے، ہر آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جو اس نے نیت کی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۶۰: از فیض آباد مسجد مغلیہ مرسلہ شیخ اکبر علی موزن و مولوی عبدالعلی

مسجد کے کنارے کسی بزرگ کی قبر ہو اور وہاں گانا مع آلات ڈھولکی وغیرہ ہو اور تماشائی لوگ اندر مسجد کے بلا لحاظ پاکی اور ادب کے اور گا کر کے وقت ہجوم ہو لوگ اندر مسجد داخل ہوں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

مزامیر کے ساتھ گانا اور اس کا سننا دونوں حرام ہیں اور فعل کا مسجد میں کرنا اور سخت، اور گا کر کا ہجوم اگر کسی

^۱ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۳

^۲ ردالمحتار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۳۸۷

^۳ جد الممتار علی ردالمحتار باب احکام المسجد المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۱/۳۱۵

منکر شرعی پر مشتمل نہیں، نہ یہ وقت نماز کا ہو جس سے نمازیوں پر تنگی ہو، نہ یہ لوگ مسجد کی بے حرمتی کریں تو حرج نہیں، اور بے ثبوت شرعی مسلمانوں کو سمجھ لینا کہ ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہوئے بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۱: ازلال پور ضلع پیڑا بنگال مرسلہ مولوی ابوسعید محمد عارف مورخہ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی مسجد میں کرسی پر بیٹھ کر وعظ کہنے کو بعض لوگ عدم سنت کہتے ہیں سنت ہونے کی دلیل چاہتے ہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب:

واعظ کا کرسی پر مسجد میں بیٹھنا جائز ہے جبکہ نماز اور نمازیوں کا حرج نہ ہو، ایک آدھ بار حدیث سے یہ ثابت ہے مگر ایک آدھ بار سے فعل سنت نہیں بن جاتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۲: ازچوم ہڑ کوٹ بارکھاں ملک بلوچستان ۲۱ محرم ۱۳۳۷ھ
مجموعہ فتاویٰ عبدالحی صفحہ ۵۵، مجموعہ فتاویٰ ہمایونی تصنیف مولینا مفتی عبدالغفور نے چار پائی والے مسئلہ مسجد میں جواز لکھا ہے وہ حدیث پیش کرتے ہیں جو آنحضرت اعتکاف کے موقع میں سر پر سر ہوئے تھے۔

الجواب:

حدیث قولی اور فعلی جب متعارض ہوں تو عمل حدیث قولی پر ہے ان المسجد لم تبین لہذا^۱ (مساجد کی بنا ان چیزوں کے لئے نہیں۔ ت) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اونٹ پر سوار مسجد الحرام شریف میں داخل ہوئے اور یونہی کعبہ معظمہ کا طواف فرمایا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے خون ان کے زخموں سے جاری تھا ان کے لئے مسجد اقدس میں خیمہ نصب فرمایا کہ قریب سے عیادت فرمائیں کہ سوا مسجد شریف کے کوئی مکان نشست کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس نہ تھا۔ کیا ان احادیث سے استناد کر کے کوئی ایسی جرأت کر سکتا ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۳، ۱۱۶۴: از شہر بریلی مسئلہ کفایت اللہ یکم رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دریافت کرتا ہے کہ:

(۱) مسجد میں استعمالی جو تار کھنا چاہئے یا نہیں؟ چونکہ زید نے ایک مولوی صاحب کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ جو تار مسجد کے اندر رکھنا حرام ہے اس وجہ سے منع کیا تو جواب ہوا کہ ہر مسجد میں جو تار کھتے دیکھتے ہیں اور

^۱ سنن ابن ماجہ باب النبی عن انشاء الضوال فی المسجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۶، صحیح مسلم باب النبی عن نشد الضالۃ فی المسجد نور محمد صحیح

کہتے ہیں کہ عید گاہ اور جامع مسجد میں بھی دیکھا اور یہاں تک کہا کہ شرع کی کتابوں میں بھی دیکھا ہے تو جوتا خشک پاک ہے اور مسجد میں کوئی حرج نہیں آیا اس میں کیا حکم ہے؟
(۲) اگر غسل خانہ مسجد کے فرش سے جدا ہے اور غسل خانہ اتنا تر رہتا ہے کہ پاؤں پر تری لگ جاتی ہے تو جوتا پہن کر جانا چاہئے یا ویسے ہی؟

الجواب:

(۱) اگر مسجد سے باہر کوئی جگہ جو تار کھنکے کی ہو تو وہیں رکھے جائیں مسجد میں نہ رکھیں اور اگر باہر کوئی جگہ نہیں تو باہر جھاڑ کر تلے ملا کر ایسی جگہ رکھیں کہ نماز میں نہ اپنے سجدے کے سامنے ہو نہ دوسرے نماز ہی کے، نہ اپنے دہنے ہاتھ کو ہوں نہ دوسرے نمازی کے، نہ ان سے قطع صف ہو، اور ان سب پر قادر نہ ہوں تو سامنے رکھ کر رومان ڈال دیں۔

(۲) جوتا پہن کر جانا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۵: یکم ذی قعدہ ۱۴۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی مسجد میں جوتا سامنے رکھتے ہیں، منع کرنے پر کہتے ہیں کہ کہاں منع ہے؟ کس قول سے منع ہے؟

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان احدکم اذا قام فی الصلوۃ فانما یناھی ربہ وان ربہ بینہ وبين القبلة فلا یبزقن احدکم قبل قبلتہ ، ولكن عن یسارہ او تحت قدمہ ^۱ ۔ رواہ البخاری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	تم مین سے جب کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور رب تعالیٰ کو نمازی اپنے اور قبلہ کے درمیان پاتا ہے تو کوئی قبلہ کی جانب نہ تھوکے، البتہ بائیں جانب یا پاؤں کے نیچے تھوک دے۔ اسے بخاری نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرمایا:

اذا قام احدکم الی الصلوۃ فلا یبصق	جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو

^۱ صحیح البخاری کتاب الصلوۃ باب حک البزاق بالید من المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۸/۱

امامہ ، فانما ینا جی اللہ ما دام فی مصلاہ ولا عن یمنہ فان عن یمینہ ملکا ولیبصق عن یسارہ اوتحت قدمہ فید فہا ^۱ ۔ رواہ الشیخان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	سامنے نہ تھوکے کیونکہ جب تک وہ نماز میں ہے اپنے رب سے ہم کلام ہے، نہ ہی دائیں طرف تھوکے کیونکہ اس کے دائیں طرف فرشتہ ہوتا ہے، البتہ بائیں طرف یا قدم کے نیچے تھوک لے اور اسے دفن کر دے۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اور فرمایا:

اذا صلی احدکم فلا یضع نعلیہ عن یمینہ ولا عن یسارہ فتکون عن یمین غیرہ الا ان لا یکون علی یسارہ احد ولیضعہما بین رجلیہ ^۲ ۔ رواہ ابوداؤد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو جوتے نہ دائیں طرف رکھے نہ بائیں طرف کیونکہ وہ کسی کی دائیں جانب ہوگی البتہ اس صورت میں جب بائیں جانب کوئی نہ ہو، اور انھیں اپنے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ لے۔ اسے ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۶۶: از سرائے چھبیدہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ امام مسجد جامع
۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ
مسجد کے چاہ سے عموماً پانی بھرنا اپنے گھروں کو اور ننگے پیروں سے آنا، اور رسی سے بھی وہ خراب پیر لگتے ہیں پھر اس کی
چھینٹیں کنویں میں ضرور جاتی ہیں، منع کرنے پر کہتے ہیں کہ پہلے سے یونہی بھرتے آتے ہیں۔ ان کا کیا حکم ہے؟
الجواب:

کنویں کی ممانعت نہیں ہو سکتی رسی ڈول اگر مسجد کا ہے اس کی حفاظت کریں، غیر نماز کے لئے اُس سے نہ بھرنے دیں، دربارہ
طہارت اوہام کو شریعت نے دخل نہیں دیا ورنہ عافیت تنگ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۷: از شہر کہنہ مسئلہ محمد ظہور صاحب
۱۰ شوال ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ مسجد میں درخت پھلدار مثلاً جامن مولسری کھنی وغیرہ کے ہو اور پھل اس مقدار پر آیا جس کو
فروخت کیا جائے، ایسی صورت میں وہ پھل نمازی یا غیر نمازی بلا کچھ قیمت ادا کئے ہوئے

^۱ صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ باب دفن النخاع فی المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۹/۱

^۲ سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب المصلی اذا خلع نعلیہ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۶۹/۱

کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ دیگر یہ کہ مسجد میں درخت بیلہ۔ چنبیلی۔ مولسری کا ہے اس کے پھول نمازی لوگ بلا کوئی قیمت ادا کئے ہوئے گھر کو لا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

مسجد میں بے ضرورت شدید درخت بونا منع ہے اور اس کے پھل بھول بے قیمت نہیں لے سکتے۔ ہندیہ میں ہے:

اذا غرس شجرة في المسجد فالشجر للمسجد كذا في الظهيرية ¹ ۔	جب کسی نے مسجد میں پودا لگایا تو وہ مسجد ہی کا ہوگا، جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

في فتاوى اهل سمرقند مسجد فيه شجرة تفاح يباح للقوم ان يفطروا بهذا التفاح قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى المختار انه لا يباح كذا في الذخيرة ² اه اقول: وهذا تصحيح صريح من امام جليل ولا شك انه هو قضية الوقفية فان الوقف كما لا يملك لا يباح فيقدم على ما في صلح الخانية قبيل فصل المهاباة۔ طريق غرس فيه رجل شجرة الفرصاد قالوا لا بأس به اذا كان لا يضر بالطريق ويطيب للغارس ورقها واكل فرصا دها وان كانت الشجرة في المسجد قال الفقيه ابو جعفر رحمة الله تعالى	فتاویٰ اہل سمرقند میں ہے: ایک مسجد میں ناشپاتی کا درخت ہے لوگوں کا اسکی ناشپاتی کے ساتھ روزہ افطار کرنا مباح ہے، صدر الشہید کہتے ہیں کہ مختار یہ ہے کہ یہ جائز نہیں، جیسا کہ ذخیرہ میں ہے اھ اقول: (میں کہتا ہوں) یہ ایک عظیم امام کی صراحۃً تصحیح ہے اور بلاشبہ یہ معاملہ وقف سے متعلق ہے اور وقف جس طرح کسی کی ملکیت نہیں ہوتا اسی طرح وہ کسی کے لئے مباح نہیں ہوتا۔ اور جو کچھ خانہ میں مہابات کی فصل سے تھوڑا سا پہلے ہے اس پر اس قول کو تقدیم حاصل ہے کہ راستہ میں ایک شخص نے توت کا درخت لگادیا تو فقہاء نے فرمایا: جب وہ راستہ کے لئے ضرر رساں نہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں اور درخت لگانے والے کے لئے اس کے پتے اور پھل کا استعمال مباح ہوگا اور اگر

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۷۴ھ

² فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الثانی عشر فی الرباطات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۷۴ھ

لا بأس بالکل توتہا ولا یجوز اخذ ورقہا ^۱ ھ واللہ تعالیٰ اعلم	درخت مسجد میں ہے توفیقہ ابو جعفر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: اسے اپنے توت کا پھل کھانا جائز اور پتوں کا لینا ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۶۸: از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمان صاحب ۱۹ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مساجد میں معاملات دنیا کی باتیں کرنے والوں پر کیا ممانعت ہے اور روزِ حشر کیا
مواخذہ ہوگا؟

الجواب:

دنیا کی باتوں کے لئے مسجد میں جا کر بیٹھنا حرام ہے۔ اشیاء و نظائر میں فتح القدیر سے نقل فرمایا: "مسجد میں دنیا کی کلام نیکیوں کو
ایسا کھاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔" یہ مباح باتوں کا حکم ہے پھر اگر باتیں خود بری ہوئیں تو اس کا کیا ذکر ہے، دونوں سخت حرام در
حرام، موجب عذاب شدید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۶۹: از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش محرر دفتر حجی غازی پور ۷ اذیقعدہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں شور و شر کرنا اور دنیا کی باتیں کرنا اور اسی طرح وضو
میں درست ہے یا نہیں، اور اپنے پاس سے غیبت کرنے والوں اور تہمت رکھنے والوں اور جن میں شیوہ منافقت کا مفسدہ کا انداز
پایا جائے نکلوا دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

مسجد میں شور و شر کرنا حرام ہے، اور دنیوی بات کے لئے مسجد میں بیٹھنا حرام، اور نماز کے لئے جا کر دنیوی تذکرہ مسجد میں مکروہ
اور وضو میں بے ضرورت دنیوی کلام نہ چاہئے۔ اور غیبت کرنے والوں اور تہمت اٹھانے والوں منافقوں مفسدوں کو نکلوا دینے
پر قادر ہو تو نکلوا دے جبکہ فتنہ نہ اٹھے ورنہ خود ان کے پاس سے اٹھ جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۷۰: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ غلام جان صاحب طالب علم ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد ویران شدہ یعنی چھت وغیرہ اُس کا گر گیا صرف دیواریں و دیگر آثار اُس کے سب
نمودار ہیں اُس مسجد کے متعلق جو دکان ہو اُس کا کرایہ دوسری مسجد پر

^۱ فتاویٰ قاضی خاں کتاب الصلح فیما یجوز لاحد الشریکین مطبوعہ نوکسٹور لکھنؤ ۶۱۱/۳

خرچ ہو سکتا ہے یا نہ؟ اور اس کرایہ میں سے دوسری مسجد کے پیش امام کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

نہیں جائز، بلکہ اس کے کرایہ سے اُسی مسجد کی تعمیر کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۱: از مراد آباد محلہ اصالت پورہ مسئلہ کا رد علی صاحب ۱۵۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صحن مسجد میں کچھ قبریں آگئی ہیں اور ان قبروں میں فرش پختہ بنا دیا گیا ہے اب کوئی نشان قبر کا صحن مسجد میں معلوم نہیں ہوتا البتہ یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہاں فلاں فلاں کی قبریں ہیں لہذا یہ معلوم کرنا ہے کہ اس صحن مسجد میں کہ جہاں قبریں تھیں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو نمازیں پڑھی ہیں وہ نمازیں ہو گئیں یا نہیں؟ سوال کا جواب بحوالہ کتب احادیث ارقام فرمائیں۔

الجواب:

مسلمانوں کی قبریں ہموار کر کے صحن مسجد میں شامل کر لینا حرام ہوا اور ان قبروں پر نماز حرام ہے اور ان کی طرف نماز حرام ہے، قبر اوپر کے نشان کا نام نہیں کہ اس کے مٹنے سے قبر جاتی رہے بلکہ اس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے، جتنی نمازیں اس طرح پڑھی گئیں سب پھیری جائیں اور قبروں کے نشان بدستور بنادئے جائیں کہ مسلمان ان پر پاؤں رکھنے اور چلنے اور ان پر اور ان کی طرف نماز پڑھنے کی آفتوں سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۲: از شاہی علاقہ رام پور مرسلہ نادر شاہ خاں وانعام اللہ خاں ۶ جمادی الآخری ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جامع مسجد کے یمین و بیدار قبرستان خام ہے نشان قبور موجود ہیں، قبرستان کو نئی مٹی سے یا پختہ چوبترہ باندھ کر فرش مسجد کا بڑھالیا جائے ایسا کہ بالکل ظاہر نہ رہے تو اس پر نماز پڑھنا درست ہے یا ناجائز؟ بینوا اتوا جروا

الجواب:

ناجائز و حرام ہے مسلمان کی قبر پر پاؤں رکھنا بھی حرام، اور قبر پر نماز پڑھنی حرام، اور حرام تو اس ناجائز فعل میں قبروں کی بھی بے عزتی ہے اور نماز کا بھی نقصان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۳: منشی مردان علی از بجنور محلہ قاضی خاں:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جامع مسجد بجنور جو محلہ قاضیان میں واقع ہے اس کافر ش موجودہ شرقاً و غرباً یعنی عرض میں بہت کم ہے کہ جو بعض جمعہ کو نمازیوں کے لئے کافی نہیں ہوتا لہذا اس کے فرش بڑھانے کی تدبیر درپیش ہے در صورت بڑھانے فرش کے کما نطق بہ احادیث جمعہ و قد صرح علمائنا ان المرور فی سکتہ حادثہ فی المقابر حرام۔ کما فی فتح القدیر و رد المحتار وغیرہما۔ ایک قبر پختہ جس کا حقیقہ زمین سے قریب بارہ گزہ کے اونچا بنا ہوا ہے بیچ فرش میں پڑ گئی، صاحب قبر کے انتقال کو قریب سوسال کے گزری ہوں گی

لہذا علمائے دین کی خدمت میں التماس ہے کہ اس قبر کو کیا کیا جائے تاکہ نماز میں کچھ حرج نہ ہو، یا فرش کے برابر کر دی جائے یا اونچی رہنے دی جائے؟ در صورت بحالت موجودہ رکھنے قبر کے، نماز میں کچھ حرج ہوگا یا نہیں؟ ورثائے صاحب قبر سوائے ایک شخص کے قبر کو برابر کرنے کے لئے راضی ہیں اگر برابر کرنا درست ہو تو یہ بھی مع حوالہ کتب فقہ تحریر کیا جائے کہ کتنے میعاد کے بعد برابر کرنا درست ہے؟ بینوا تواجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں قبر مسلمان کو برابر کر دینا کہ لوگ اس پر چلیں پھریں، انھیں بیٹھیں، نماز پڑھیں، محض حرام ہے۔

کما نطقت به احادیث جمة وقد صرح علمائنا ان المروور في سكة حادثه في المقابر حرام ¹ کما في فتح القدير ورد المختار وغيرهما۔	جیسے کہ اس پر تمام احادیث شاہد عادل ہیں اور ہمارے علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ قبرستان میں نئے بنائے گئے رستے پر چلنا حرام ہے، جیسا کہ فتح القدير اور رد المختار وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پھر اس برابر کرنے سے نماز کا بھی کچھ آرام نہیں بلکہ نقصان ہے کہ قبر پر نماز پڑھنا حرام، اور قبر کی طرف بے حائل نماز پڑھنا بھی مسجد صغیر میں مطلقاً حرام اور کبیر میں اتنے فاصلے تک حرام کہ جب نماز خاشعین کی پڑھی اور قیام میں موضع سجود پر نظر جمائے تو قبر تک نگاہ پہنچے، اور عام مساجد صغیر ہیں، مسجد کبیر ایسی ہے جیسے جامع خوارزم کہ سولہ ہزار ستون پر ہے، اور قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے، اوپر کا بلند نشان حقیقت قبر میں داخل نہیں تو اس کے برابر کر دینے سے قبر قبر ہی رہے گی غیر قبر نہ ہو جائے گی۔ رد المختار میں ہے:

تكره الصلوة عليه واليه لورود النهي عن ذلك ² ۔	قبر پر اور قبر کی طرف نماز مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہؐ نے منع فرمایا ہے (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعنة الله على اليهود النصارى اتخذوا قبورا انبياء هم مساجد ³ ۔ رواه الشيخان وغيرهما عن امر المؤمنين الصديقة	اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا۔ اسے بخاری و مسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صلیقہ

¹ رد المختار فصل الاستنجاء، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۲۲۹/۱

² رد المختار باب صلوة الجنائز، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، ۶۶۷/۱

³ صحیح البخاری کتاب الصلوة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۶۲/۱، صحیح مسلم کتاب المساجد باب النبی عن بناء المسجد علی القبور مطبوعہ نور محمد اصح المطابع

و عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

بلکہ اس کا طریق یہ ہے کہ قبر کو فرش کے برابر کریں اور اگر فرش اونچا ہو کر آئے گا تو قبر جس قدر نیچی ہو رہنے دیں اور اس کے گرد اگر دایک ایک بالشت کے فاصلے سے ایک چار دیواری اٹھائیں کہ سطح قبر سے پاؤ گزیار زیادہ اونچی ہو، ان دیواروں پر پتھر ڈال دیں یا لکڑیاں چن کر پاٹ دیں کہ چھت ہو جائے۔ اب یہ ایک مکان ہو گیا جس کے اندر قبر ہے، اب اس کی چھت پر اور اسی کی دیوار کی طرف ہر طرح نماز جائز ہو گئی کہ یہ نماز قبر پر یا قبر کی طرف نہ رہی بلکہ ایک مکان کی چھت پر یا اس کی دیوار کی جانب ہوئی اور اس میں حرج نہیں۔ مسلک متقسط (ف) میں ہے:

ان کان بین القبر والمصلی حجاب فلا تکرة الصلوة ¹ ۔	اگر قبر اور جائے نماز کے درمیان پردہ ہو تو نماز مکروہ نہ ہوگی۔ (ت)

خلاصہ و ذخیرہ وغیرہا میں ہے:

هذا اذا لم يكن بين المصلی وهذه المواضع حائل كالحنط وان كان حائطا لا تکره ² ۔	یہ اس وقت ہے جب جائے نماز اور ان مقامات کے درمیان پردہ مثلاً دیوار وغیرہ حائل نہ ہو، اور اگر دیوار ہے تو کراہت نہیں۔ (ت)

اور بہتر یہ ہے کہ ان مختصر دیواروں میں جنوباً شمالاً دیوار جانب قبلہ میں بھی باریک جالیاں رکھیں، اس سے دو (۲) فائدے ہوں گے: اولاً میت کی قبر تک ہواؤں کا آنا جانا کہ حکم حدیث موجب نزول رحمت ہے۔ دوم جالیاں دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے گا کہ یہ قبر نہیں اور اس پر یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں اندیشہ نہ کرے گا ورنہ ناواقف اُسے بھی قبر جان کر احتراز کرے گا اور صحن مسجد کے اندر اتنی جگہ تین چار گرہ بلندی رہنے کو جاہل نادانوں کی طرح ناگوار نہ جانیں کہ اس میں میت و احیاء مسجد و قبر کی بھلائی ہے کما اشرفنا الیہ (جیسا کہ ہم نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے) واللہ تعالیٰ اعلم

ف: کتاب مذکور کے الفاظ یوں ہیں: بل لا یكون بینہ و بینہ من جدارہ والا فلا تکره الصلوة۔ نذیر احمد

¹ مسلک متقسط فی المنک التوسط مع ارشاد الساری فصل و لیتقنم الخ مطبوعہ دار لکتاب العربی بیروت ص ۳۴۲

² خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوة مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۶۰/۱

مسئلہ ۱۱۷۴: از شہر الہ آباد زیر جامع مسجد چوک مرسلہ مرزا واحد علی خوشبو ساز ۲۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں مدرسہ ہے جس میں تعلیم کلام مجید و تفسیر وفقہ وحدیث کی ہوتی ہے، بعض منتظمین نے چاہا کہ تعلیم مسجد سے اٹھادی جائے، بعد گفتگو بسیار کے یہ طے پایا کہ دونوں طرف سے تحریریں ہو جائیں اور رجسٹری کردی جائے، منتظمین مسجد لکھ دیں کہ ہم مدرسہ نہ اٹھائیں گے، جب تک مدرسہ تین شرائط پر قائم رہے گا۔ ایک یہ کہ سات آٹھ برس کے لڑکے نہ داخل ہوں، دوسرے مدرسہ میں تعلیم ہندی ناگری انگریزی غیر مذہب کی تعلیم نہ داخل ہو، مدرسہ مسجد کی کسی چیز پر قبضہ نہ کرے۔ مہتمم مدرسہ نے اس کو تسلیم کیا اور تحریر کر دیا کہ ہم اس کے پابند رہیں گے، بکر کہتا ہے کہ یہ تحریر کرنا اور رجسٹری کرنا جائز نہیں ہے منتظمین کو شرعاً یہ حق حاصل نہیں کہ اس قسم کی تحریر کرائیں اور رجسٹری کرائیں۔ زید کہتا ہے کہ یہ سب جائز ہے جو کام مسجد میں جائز ہیں اس کی مزاحمت کسی کو جائز نہیں لہذا عدم مزاحمت کی توثیق کرنا شرعاً کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ کوئی متولی کسی نمازی سے کہہ دے یا لکھ دے کہ ہم تم کو نماز سے کبھی نہ روکھیں گے جب تک تم کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ گے اور مسجد میں فساد کی بات نہ کرو گے لہذا کس کا قول صحیح ہے زید کا یا بکر کا؟ بینوا تواجدوا

الجواب:

مسجد میں تعلیم بشرائط جائز ہے:

(۱) تعلیم دین ہو۔

(۲) معلم سنی صحیح العقیدہ ہو، نہ وہابی وغیرہ بدین کہ وہ تعلیم کفر و ضلال کرے گا۔

(۳) معلم بلا اجرت تعلیم کرے کہ اجرت سے کار دنیا ہو جائے گی۔

(۴) نا سمجھ بچے نہ ہوں کہ مسجد کی بے ادبی کریں۔

(۵) جماعت پر جگہ تنگ نہ ہو کہ اصل مقصد مسجد جماعت ہے۔

(۶) غل شور سے نمازی کو ایذا نہ پہنچے۔

(۷) معلم خواہ طالب علم کسی کے بیٹھے سے قطع صف نہ ہو۔

ان شرائط کا اگر وثیقہ لکھا جائے کیا مضائقہ ہے بلکہ بہتر ہے وہ تحریر کہ لکھنا چاہتے ہیں اس کی پہلی شرط ان میں کی چوتھی اور دوسری ان میں کی پہلی ہے اور تیسری کوئی خاص تعلیم کی نہیں مطلقاً ہے اس کا لکھ لینا بھی اچھا ہے گرمی کی شدت وغیرہ کے وقت جبکہ اور جگہ نہ ہو بصورت معلم باجرت کو اجازت ہے مگر نہ مطلقاً، یونہی سلائی پر سینے والا درزی اگر حفاظت اور اس میں بچوں کو نہ آنے دینے کے لئے مسجد میں بیٹھے اور اپنا سینا بھی رہے تو اجازت دی ہے یوں ہی غیر نماز کے وقت متعلمان علم دین کو تکرار علم میں رفع صوت کی حدیث میں فرمایا:

اپنی مساجد کو اپنے بچوں اور دیوانوں سے بچاؤ۔ (ت)

جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم^۱۔

بحر الرائق میں ہے:

فقہاء نے فرمایا کہ مسجد میں کوئی عمل جائز نہیں یعنی مسجد میں کوئی کاروبار جائز نہیں کیونکہ وہ خالصۃ اللہ تعالیٰ کے لئے بنائی گئی ہوتی ہے تو اب وہ عبادت کے علاوہ کسی دوسری شے کا محل نہیں بن سکتی البتہ اس صورت میں مثلاً کوئی درزی وہاں اس لئے بیٹھ کر کام کرتا ہے کہ بچے داخل نہ ہوں اور مسجد کی حفاظت ہو، تو چونکہ یہ ضرورت کی وجہ سے ہے اس لئے اس میں کوئی حرج نہیں لیکن وہ بھی کپڑے کو پلٹتے وقت سخت آواز سے کپڑے کو نہ جھاڑے اسی طرح اگر وہاں کوئی لکھتا ہے اور اس کا معاوضہ لیتا ہے تو مکروہ ہے اور اگر معاوضہ نہیں لیتا تو مکروہ نہیں۔ فتح القدیر میں ہے کہ یہ اس وقت ہے جب قرآن اور علم لکھ رہا ہو کیونکہ یہ عبادت ہے، لیکن یہ کتابت سکھانے والے لوگ جن کے پاس بچے اکٹھے ہوں اور شور ہوتا ہو وہ جائز نہیں اگرچہ عملاً شور نہ ہو کیونکہ یہ کاروبار ہے نہ کہ عبادت، کیونکہ وہ تو معاوضہ واجر کی خاطر ہوتا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر، بلکہ یہ رزق کمانے کے لئے ہے، اور بچوں کو قرآن کی تعلیم دینے والے کا حکم بھی کاتب کی طرح اگر معاوضہ کی خاطر ہے تو جائز نہیں اور اگر رضائے الہی کے لئے ہے تو کوئی حرج نہیں اھ (ت)

قالوا ولايجوز ان تعمل فيه (ای فی المسجد) الصنائع لانه مخلص لله تعالى فلا يكون محلا لغير العبادة غير انهم قالوا في الخياط اذا جلس فيه لمصلحته من دفع الصبيان و صيانة المسجد لابس به للضرورة ولا يدق الثوب عند طيه دقا عنيقا والذي يكتب ان كان باجر يكره وان كان بغير اجر لا يكره قال في فتح القدير هذا اذا كتب القران والعلم لانه في عبادة اما هو لاء المکتبون الذين يجتمع عند هم الصبيان واللغظ فلا ولولم يكن لغظ لانهم في صناعة لاعبادة اذهم يقصدون الاجارة ليس هو لله تعالى بل للارتزاق ومعهم الصبيان القران کا لکتاب ان کان لاجر لا وحسبة لابس به^۲ اھ

فتاویٰ خلاصہ میں قبیل کتاب الحیض ہے:

وہ استاد جو بچوں کو معاوضہ کے لئے پڑھاتا ہے اگر گرمی

المعلم الذي يعلم الصبيان باجر اذا جلس

^۱ سنن ابن ماجہ باب ما یکرہ فی المساجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۵، المعجم الکبیر حدیث ۶۷۰۱ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۵۸/۸

^۲ بحر الرائق باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵/۲

وغیرہ کی وجہ سے مسجد میں بیٹھ کر تعلیم دے تو مکروہ نہیں، اور قاضی امام رحمہ اللہ کے نسخہ اور اقرار العیون میں مسئلہ معلم کو مسئلہ کاتب اور مسئلہ درزی کی طرح ہی قرار دیا گیا ہے کہ اگر وہ رضائے الہی کے لئے تعلیم دیتا ہے تو کوئی حرج نہیں اور اگر معاوضہ لیتا ہے تو مکروہ ہے البتہ اس صورت میں جائز جب ضرورت ہو۔ (ت)	فی المسجد یعلم الصبیان لضرورة الحر وغیره لایکرة وفي نسخة القاضي الامام رحمه الله وفي اقرار العیون جعل مسئلة المعلم كمسألة الكاتب والخیاط فان كان یعلم حسبة لایأس به وان كان بأجریکرة الا اذا وقع ضرورة¹۔

در مختار میں ہے:

جب نمازی کے لئے جگہ تنگ ہو تو بیٹھے ہوئے آدمی کو اٹھا سکتا ہے خواہ وہ تلاوت میں مصروف ہو یا تعلیم دے رہا ہو۔ (ت)	اذا ضاق فللمصلی ازعاج القاعد ولم مشتغلا بقراءة او درس²۔

ردالمحتار میں ہے:

میں کہتا ہوں اسی طرح اس کا حکم ہے جس کے بیٹھنے کی وجہ سے صف منقطع ہو رہی ہو اگرچہ تنگی نہ ہو (ت)	اقول وكذا اذا لم يضق ولكم من قعوده قطع للصف³۔

در مختار مکروہات و ممنوعات مسجد میں ہے:

ذکر بلند آواز سے کرنا منع ہے مگر اس شخص کے لئے جو فقہ کی تعلیم دے رہا ہو۔ (ت)	ورفع صوت بذكر الا للمتفقهة⁴۔

ردالمحتار میں ہے:

البتہ اس صورت میں بھی جائز نہیں جب ذکر بالجسر سے کسی سونے والے کی نیند، کسی نمازی کی نماز یا تلاوت کرنے والے کی تلاوت میں خلل کا اندیشہ ہو۔ (ت)	الان یشوش جهر هم علی نائم او مصلی او قارئ الخ⁵۔

¹ خلاصۃ الفتاویٰ قبیل کتاب الحیض مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۲۹/۱

² در مختار قبیل باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۱

³ ردالمحتار قبیل باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۹۰/۱

⁴ در مختار، قبیل باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۱

⁵ ردالمحتار قبیل باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۸۸/۱

مناقب کردری میں ہے:

ابن عیینہ سے ہے کہ میں ان (امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس سے گزرا آپ شاگردوں کے ساتھ مسجد میں تھے لیکن ان کی آواز بلند تھی، میں نے کہا: اے ابو حنیفہ! یہ مسجد ہے اس میں آواز بلند نہیں ہونی چاہئے۔ فرمایا: ان کو چھوڑ دو کیونکہ دینی علوم کو اس آواز کے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	عن ابن عیینة قال مررت به (ای بالامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ) وهو مع اصحابه فی المسجد قد ارتفعت اصواتهم فقلت یا ابا حنیفة هذا المسجد والصوت لا یرفع فیہ فقال دعهم فانهم لا یفقهون الا به¹۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۷۵: سائل مذکور الصدر: ایک مسجد قدیم چندہ کے روپیہ سے از سر نو تعمیر کی گئی اس کی مغربی دیوار پر عبارت ذیل تین پتھر میں کندہ کر کے ہر سہ محراب کے اوپر چسپاں کی گئی، عبارت یہ ہے: "یہ جامع مسجد مع دکانات جنوبی و شرقی و حمام شاہی عہد کے بنے ہوئے ایک عرصہ تک متولیوں کے اہتمام میں رہی، آخری متولی کی بے ایمانیوں سے حمام مسجد سے نکل گیا اور مسجد کی مغربی دیوار پر ایک شخص کا دو منزلہ مکان بن گیا، مغربی دیوار اور گنبد کی دیوار شق ہو گئی، مکانات مسجد کی نسبت متولی مذکور نے اپنی خانگی جائداد ہونے کا دعوٰی کیا، بلاخر متولی بحکم کچہری تولیت سے خارج کر دیا گیا اور مسجد دکانات کا انتظام کچہری کی طرف سے کمیٹی کو سپرد ہوا، اس کمیٹی نے حمام کو واپس لے کر جزو مسجد قرار دیا، اور اس وقت سے مسجد کی زینت و آبادی میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی، مسجد کی مغربی دیوار اور گنبد کی ڈاٹ شق ہو جانے سے مسجد کے گر جانے کا اندیشہ تھا لہذا مسجد کی کل موجودہ عمارت بنیاد سے از سر نو کمیٹی کے زیر اہتمام تعمیر کی گئی تعمیر کا کام ۱۳۳۱ھ میں شروع ہوا ۱۳۳۶ھ میں ختم ہوا، تعمیر میں چالیس ہزار روپیہ خرچ ہوا، جس میں سے ایک ہزار نو سو دکانات کے کرایہ سے ملا باقی چندہ جمع کیا گیا، ضلع الہ آباد کے علاوہ دیگر اضلاع کے مسلمانوں اور والیان ملک نے بھی چندہ عطا فرمایا، دکانات زیریں مسجد مع حمام وقف ہیں ان کی آمدنی اخراجات مسجد میں صرف ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ اس مسجد کو حوادث زمانہ سے محفوظ رکھے اور جملہ مسلمانان معاونین مسجد کو جزائے خیر عطا فرمائے، ناظرین ارکان کمیٹی و سیکریٹری و دیگر کارکنان کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔ سید امیر الدین احمد غفرلہ الخطاب بہ خان بہادر سیکریٹری

¹ المناقب للکردری الامام ابو حنیفہ واصحابہ قاسوا علی النبی مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۳/۷

کمٹی انتظام جامع مسجد چوک الہ آباد ساکن دائرہ شاہ رفیع الزمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ واقع محلہ بیکلی پور شہر الہ آباد" زید کہتا ہے کہ بچند وجوہ یہ عبارت چسپاں کرنا مغربی دیوار پر درست نہیں ہے، اول یہ کہ در مختار میں لکھا ہے کہ مغربی دیوار پر نقش کرنا درست نہیں ہے،

اور وہ یہ ہے (مسجد کو محراب کے علاوہ منقش کرنے میں کوئی حرج نہیں) کیونکہ محراب کا منقش کرنا مکروہ ہے وہ نمازی کو مشغول کر دیتا ہے اور باریک نقش و نگار کے لئے تکلف کرنا خصوصاً دیوار قبلہ میں مکروہ ہے حلبي نے کہا کہ المجتبى کے باب الحظر میں ہے کہ بعض کے نزدیک محراب میں نقش و نگار مکروہ، مگر چھت یا کچھلی دیوار پر مکروہ نہیں۔ اور اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ محراب سے مراد قبلہ کی دیوار ہے، اسے محفوظ کرلو۔ (ت)	وهو هذا ولا بأس بنقشه خلا محرابه) فانه يكره لانه يلهمي المصلى ويكره التكلف بد قائق النقوش ونحوها خصوصا في جدار القبلة قاله الحلبي وفي حظر المجتبى وقيل يكره في المحراب دون السقف والمؤخر اه وظاهرة ان المراد بالمحراب جدار القبلة فليحفظ¹۔

اور یہاں نحوہا کا لفظ بھی ہے کہ جو ہر ایک ایسی چیز کو شامل ہے کہ جس سے دل بٹنے کا اندیشہ ہو۔ دوم یہ کہ اس میں متولی سابق کی خیانت لکھی ہے جن کو اس لقب سے یہاں ہر شخص جانتا ہے وہ اپنے کردار کو پہنچ بھی چکے اور کچھری نے بھی ان کو تولیت سے علیحدہ کر دیا لیکن وہ جب دنیا سے رحلت فرمائیں گے تو ان کی برائی ہمیشہ کے لئے کندہ رہے گی اور لوگ برائی سے ان کو یاد کریں گے، اور حدیث شریف میں منع ہے سوم یہ کہ ایسے موقع پر کسی کا نام ہونا شہرت اور ریا سے خالی نہیں اور یہ غیر مستحسن ہے جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے:

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے لئے مسجد (عبادت گاہ) بنائی، یہ کافروں کے عبادت خانے کو بھی شامل ہے۔ اب "اللہ کی خاطر" سے وہ عبادت گاہ خارج ہو جائے گی جو	وعن عثمان رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم من بنى لله مسجدا اى معبد افيتناول معبد الكفرة فيكون لله لاخراج ما بنى معبد الغير الله قاله ابن الملك والظاهر ان يكون المسجد على

¹ در مختار باب ما يفند الصلوة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۳۹/۱

بابہ ویكون لله لا خراج ما بنى للرب والسبعة ولذا قيل من كتب اسمه على بناءه دل ذلك منه على عدم اخلاصه قال ابن حجر وهو ظاهر ما لم يقصد بكتابة اسمه نحو الدعاء والترحم وفيه ان الدعاء والترحم يحصل مجعلا ومبهما فلا يحتاج الى تعيين الاسم¹	غیر اللہ کی خاطر ہو۔ یہ ابن الملک کا قول ہے۔ اور اظہر یہی ہے کہ مسجد کا یہی حکم ہے اب "اللہ کی خاطر" سے وہ مسجد نکل جائے گی جو ریا اور دکھاوے کی خاطر ہو، اسی لئے کہا گیا ہے کہ جس نے مسجد پر اپنا نام لکھا تو یہ عدم اخلاص پر دلیل ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں یہی ظاہر ہے جب تک نام لکھنے سے مقصود دعا ورحمت نہ ہو اس پر اعتراض یہ ہے کہ دعا ورحمت مجعلا ہو جاتی ہے لہذا نام کی تعیین کی ضرورت نہیں۔ (ت)

چہارم یہ کہ ایک خاص ایسے شخص کے نام ہونے سے اس کا اور اس کے خاندان کا ایک قسم کا استحقاق ثابت ہوتا ہے اور آئندہ یہ مسجد کی آمدنی کے حق میں نہایت مضر ہوگا جیسا کہ تمام اوقاف میں ہو رہا ہے بہر حال اگر اس میں کوئی اختلاف بھی کرے تو اختلافی بات مسجد میں رہنا اچھا نہیں، احتیاط کا یہی منشا ہے کہ یہ پتھر نہ رہے۔ بکر کہتا ہے کہ یہ پتھر چسپاں کرنا درست ہے بہت مساجد میں ایسے کتبے لگے ہوئے ہیں اور نماز میں وہاں نظر لے جانے کی ضرورت کیا ہے اور نام کندہ کرنا دعا کے واسطے ہے اور اس خیال سے کہ کسی منتظم ذمہ دار کے نام ہونے کی ضرورت ہے، بہر حال زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ بینوا توجروا

الجواب:

اس سوال کا جواب رمضان ۱۳۳۷ھ میں دیا جا چکا ہے اس کی نقل مرسل ہے وہی جواب ہے اس میں دیوار قبلہ پر نام کا سوال زائد ہے، بیشک دیوار قبلہ میں عام مصلیوں کے موضع نظر تک کوئی ایسی چیز نہ چاہئے جس سے دل بٹے اور ہو تو کپڑے سے چھپا دی جائے۔ احمد و ابو داؤد عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم دعا بعد دخوله الكعبة فقال اني كنت رأيت قرني الكباش حين دخلت البيت فنسيت ان أمرك ان تخبرها فخيرها فأنه لا ينبغي ان يكون في قبلة البيت شيء	رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دخول کعبہ کے بعد انھیں بلایا اور فرمایا جب میں بیت اللہ میں داخل ہو تو میں نے دہنے کے دو سینک دیکھے مجھے تجھ سے یہ کہنا یاد نہ رہا کہ انھیں ڈھانپ دو، کیونکہ قبلہ بیت اللہ میں ایسی کسی

¹ مر قاة شرح مشکوٰۃ باب المساجد ومواضع الصلوة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۹۳/۲

یلہی المصلیٰ ¹ ۔	شئی کا ہونا مناسب نہیں جو نمازی کو مشغول کر دے۔ (ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ معظمہ میں تشریف فرما ہوئے عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کلید بردار کعبہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا: ہم نے کعبہ میں دنبے کے سینگ ملاحظہ فرمائے تھے (دنبہ کہ سیدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ندیہ ہوا اس کے سینگ کعبہ معظمہ کی دیوار غربی میں لگے ہوئے تھے) ہمیں تم سے یہ فرمانا یاد نہ رہا کہ ان کو ڈھانک دو اب ڈھانکو کہ نمازی کے سامنے کوئی چیز ایسی نہ چاہئے جس سے دل بٹے۔ ہاں اگر اتنی بلندی پر ہو کہ سر اٹھا کر دیکھنے سے نظر آئے تو یہ نمازی کا قصور ہے، اسے آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا کب جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

لینتھین اقوام یرفعون ابصارہم الی السماء فی الصلوٰۃ اولتخطفن ابصارہم ² ۔ رواہ احمد و مسلم والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	وہ جو نماز میں آسمان کی طرف نگاہ اٹھاتے ہیں یا تو اس سے باز آئیں گے یا ان کی نگاہ اچک لی جائیگی یعنی واپس نہ آئے گی اندھے ہو جائیں گے۔ اسے امام احمد مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

نام کندہ کرانیت پر ہے، اگر بے نیت دعا ہے بے شبہ روا ہے اور مبہم دعا کافی ہونا بالتعین دعا چاہئے کا کافی نہیں، اور اگر مقصود نام بیشک حرام ہے، مگر مسلمان پر بدگمانی کس نے جائز کی، یہ امر قلب ہے وہ جانے اور اس کا رب۔ پہلی جمادی الآخر ۱۳۳۶ھ میں بھی اس کا جواب جاچکا تھا یہی حکم تھا، وہ مجمل ہے یہ قدرے مفصل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۷۶: از شہر دفتر انجمن خادم المسلمین مسئلہ گوہر علی حسینی معتمد انجمن ۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ سقف مساجد پر بخمال شوکت اسلام اسلامی سیاہ جھنڈا یعنی لوائے اسلام نصب کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

شوکت اسلام اطاعت اسلام میں ہے، مسجد پر جھنڈا ایک نئی بات ہے، اور کوئی مزاحمت ہو تو سبکی و خفت، اور اس کا اندیشہ نہ ہو تو فی نفسہ کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ مسند امام احمد بن حنبل مروی از امام اہم عثمان بن طلحہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۸۰

² صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب النبی عن رفع البصر الی السماء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۸۱/۱

مسئلہ ۱۱۷۷: از بھیرہ شاہ پور ملک پنجاب دروازہ ملتانى مسئلہ فضل حق صاحب چشتى ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ
بخدمت جناب سلطان العلماء المتبحرین برہاں الفضلاء والمتصدرین کنز الہدایۃ والیقین شیخ الاسلام والمسلمین مولینا مفتی العلامہ
شاہ احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود خوانی مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ مرزائی وغیرہ اعتراض کرتے ہیں کہ
مسجد میں راگ منع ہیں اور حتی الامکان منع ہیں، چونکہ مولود بھی راگ ہیں اس لئے یہ قطعاً جائز ہیں۔ بینوا اتوجروا

الجواب:

مجلس میلاد مبارک کہ روایات صحیحہ سے ہو اور اشعار کہ پڑھے جائیں مطابق شرع مطہر ہوں اور الحان سے پڑھنے والے مرد
غیر امرد ہوں، مسجد میں بھی جائز ہے کہ مساجد ذکر الہی کے لئے بنیں اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر بھی ذکر الہی ہے،
حدیث میں ہے رب عزوجل نے کریمہ ورفعتنا لک ذکرک کے نزول کے بعد کہ ہم نے بلند کیا تمہارے لئے تمہارا ذکر، جبریل
امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھیج کر ارشاد فرمایا: اتدری کیف
رفعت لک ذکرک^۱ جانتے ہو میں نے تمہارا ذکر تمہارے لئے کیونکر بلند فرمایا؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرض
کی: تو خوب جانتا ہے۔ فرمایا: جعلتک ذکر امن ذکر سی فمن ذکرک فقد ذکرنی^۲ میں تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک
ذکر بنایا تو جو نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ قادیانی مرتدین ہیں ان کی بات پر کان لگانا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۷۸: مسجد میں مسائل کا بطور وعظ کے قبل نماز کے کوئی نفل پڑھتا ہو کوئی سنتیں بیان کرنا چاہئے یا نہیں، یا بعد نماز کے؟

الجواب:

مسائل قبل نماز خواہ بعد نماز، ایسے وقت بیان کئے جائے کہ لوگ سننے کے لئے فارغ ہو، نمازیوں کی نماز میں خلل نہ آئے۔
واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ کتاب الشفاء الباب الاول فی ثناء اللہ تعالیٰ فصل اول مطبوعہ شرکت صحافیہ ترکی ۱۵۱، تفسیر درمنثور آیہ ورفعتنا لک ذکرک کے تحت مذکور ہے

منشورات مکتبہ آیہ العظمیٰ قم ایران ۱۶/۳۶۴

^۲ کتاب الشفاء الباب الاول فی ثناء اللہ تعالیٰ فصل اول مطبوعہ شرکت صحافیہ فی البلاد العثمانہ ترکی ۱۵۱

مسئلہ ۱۱۷۹:

از جاوہر مرسلہ مولوی حافظ مصاحب علی صاحب یکم رجب ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں اگر نماز کے واسطے صفیں باندھ کر منتظر جماعت یا خطبہ بیٹھے ہوں اور مشغول ذکر الہی ہوں اس صورت میں کسی حاکم یا مشائخ یا رئیس یا بادشاہ یا خود امام مسجد کے آجانے پر کسی شخص کو یا عام لوگوں کو تعظیم کے لئے کھڑا ہونا یا استقبال کو بڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جبکہ لوگ جماعت یا خطبہ کے انتظار میں نہ ہوں اور ابھی امام خطبہ کے ہوئے نہیں گیا تو باپ یا پیر یا استاذ علم دین کے لئے ہر شخص قیام کر سکتا ہے، اور اگر عالم دین کا تشریف لانا ہو تو تمام مسجد قیام کرے، ان کی تعظیم بعینہ اللہ و رسول کی تعظیم ہے جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، باقی صرف دینی عزت یا تواضع رکھنے والے کے لئے بلا ضرورت و مجبور جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ

اعلم

مسئلہ ۱۱۸۰:

غزہ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مقام پر بہت قبریں ہوں اس مقام کو پاٹ کر اس پر مسجد بنائی جائے اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب:

سائل مظہر ہے کہ قبرستان عامہ مسلمین کے خاص موضع قبور پر مٹی ڈال کر چبوترہ بنایا اور اس پر عمارت قائم کر کے اسے مسجد ٹھہرایا یہ قطعاً ناجائز و باطل ہے، نہ وہ مسجد مسجد ہو سکتی ہے فان الوقف لا یملک فلا یوقف مرة اخرى علی جهة اخرى (کیونکہ وقف کسی کی ملکیت نہیں رہتا لہذا دوبارہ کسی دوسرے پر وقف نہیں کیا جاسکتا۔ ت) نہ اس میں نماز مباح لان القبور لا یخرج عن القبریۃ باضافة تراب علیہ فہی صلوٰۃ علی القبور ثم ہو تصرف فی الوقف بمالیس له و تغیرہ لہ عما قد کان لہ فلا یجوز (کیونکہ قبر پر مٹی زیادہ ڈالنے سے قبر، قبریت سے خارج نہیں ہو سکتی لہذا یہ نماز قبر پر ہوگی پھر یہ وقف میں ایسا تصرف و تبدیلی ہے جو اس کے لئے جائز نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۸۱ تا ۱۱۸۴: از میٹر تعلقہ جودھپور متصل مسجد جامع چوٹھ کی گلی مرسلہ مولوی عبدالرحمان صاحب وکیل کچا من ۸ ذی الحجہ یوم چہار شنبہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کثر اللہ جماعت مستفسرۃ ذیل کے جوابات میں:

(۱) ہمارے ادھر ایک قوم ہے جس کا پیشہ شراب کشید کرنے کا ہے اور مذہباً مسلمان ہے اس قوم میں کچھ آدمیوں نے دوچار پست سے شراب کی کشید موقوف کر دی ہے اور دوسرے پیسے مثلاً پیشہ بساطی

اور معماری وغیرہ وغیرہ جن سے اکل حلال میسر ہو سکتا ہے اختیار کر لئے ہیں ان لوگوں نے ایک مسجد بنائی ہے اس میں ہم لوگوں کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) مذکورہ بالا قوم کے بعض مسلمان ابھی تک شراب کشید کرتے ہیں مگر وہ نماز اور روزہ کے پابند ہیں، یہ لوگ اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں اسی میں وضو بناتے ہیں مگر مسجد میں جب داخل ہوتے ہیں اس وقت شراب سے بدن کو ملوث نہیں رکھتے بلکہ کپڑوں سے اور بدن کی طہارت سے داخل ہوتے ہیں اس صورت میں ان کو مسجد میں آنے دینا چاہئے یا نہیں اور وضو کرنے دیں یا منع کیا جائے اور جماعت میں شریک کریں یا نہ کریں؟

(۳) وہ مسلمان جنہوں نے شراب ترک کر دی ہے ان کے یہاں کی دعوت قبول کی جائے یا نہیں اور ان کی بنا کردہ مسجد میں امامت کرنے والے کے حق میں شریعت سے کیا حکم ہے؟

(۴) قوال یعنی بڑھ مجھے اور طوائف بڑھیا کو مسجد میں آنے دینا چاہئے یا نہیں اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

وہ مسجد کہ ان لوگوں نے بعد توبہ مال حلال سے بنائی ہے بیشک مسجد شرعی ہے اور اس میں نماز فقط ہو سکتی ہی نہیں بلکہ اس کے قرب وجوار والوں اہل محلہ پر اس کا آباد رکھنا واجب ہے، اس میں اذان واقامت وجماعت وامامت کرنا ضرور ہے اگر ایسا نہ کریں گے گنہگار ہوں گے، اور جو اس میں نماز سے روکے گا وہ ان سخت ظالموں میں داخل ہوگا جن کی نسبت اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسْجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَىٰ فِي خَرَابِهَا ^۱	اس سے بڑھ کر کون ظالم جو اللہ کی مسجدوں سے روکے ان میں خدا کا ذکر ہونے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

اور ان تابعوں کی دعوت بھی قبول کی جائے کہ اب اس کامال بھی حلال ہے اور توبہ سے گناہ بھی زائل، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہے:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له ^۲ ۔ رواہ ابن ماجہ بسند حسن والبیہقی	جس نے گناہ سے توبہ کر لی وہ ایسے ہے جیسے گناہ کیا ہی نہیں۔ اسے ابن ماجہ نے بسند حسن، بہیقی نے سنن

^۱ القرآن ۱۱۴/۲

^۲ سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب ذکر التوبہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳، السنن الکبریٰ کتاب الشهادات باب شہادت القاذف مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۵۴/۱۰

فی السنن والطبرانی فی الکبیر عن عبد اللہ بن مسعود والحکیم الترمذی عن ابی سعید الخدری والبیہقی فی الشعب والسنن وابن عساکر عن ابن عباس و فی السنن عن عقبۃ الخولانی والاستاذ القشیری فی رسالته والدیلمی وابن النجار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم	میں اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ علیہ سے، حکیم ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ علیہ سے، بیہقی نے شعب الایمان میں، اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور سنن میں عقبہ خولانی سے، اور استاد القشیری نے اپنے رسالہ میں، اور دیلمی اور ابن نجار نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور ان میں جو لوگ اب تک اس فسق عظیم میں مبتلا ہیں اگرچہ مستحق لعنت خدا ہیں مگر جبکہ پاک بدن پاک کپڑوں سے مسجد میں آتے ہیں تو انھیں وضو و مسجد و جماعت سے نہیں روک سکتے، اگر ان کے آنے سے فتنہ نہ ہو، یونہی قوال کو بھی، اور عورتیں اگرچہ پارسا اور بڑھیا ہوں مسجد سے ممنوع ہیں خصوصاً زنا پیشہ فاحشات کہ ان کے باہمی وہ رسوم سنے گئے ہیں جن کا بعد ایمان قائم رہنا سخت دشوار ہے، قوال وغیرہ جو مسلمان مرے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاتا ہو چند صورت استثنائی مذکورہ فقہیہ کے سوا سب جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوة واجبة علی کل مسلم یموت برا کان او فاجر وان ہو عمل الکبائر^۱۔ رواہ ابوداؤد و ابو یعلیٰ والبیہقی بسند حسن صحیح عن ابی ہریرۃ ومعناہ لابن ماجۃ عن واثلۃ بن الاسقع وللطبرانی فی الکبیری وابی نعیم فی الحیلة عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم	ہر مسلمان کے جنازہ کی نماز تم پر فرض ہے وہ نیک ہو یا بد، اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔ اسے ابوداؤد۔ ابو یعلیٰ اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور معنّا سے ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں اور ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم۔

دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

از بریلی مسئلہ شیخ العزیز بظامی

مسئلہ ۱۱۸۵:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ

^۱ سنن ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی الغز مع ائمہ الجور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۳۳، سنن الکبریٰ کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ خلف من الاسجد

بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دوں، پس یہ جائز ہے یا نہیں؟
بینواتواجروا

الجواب:

جب دریاں سپرد کردیں ملک مسجد ہو گئیں، جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم





باب ادراک الفریضة (نماز فرض کو پانے کا بیان)

مسئلہ ۱۱۸۶: از او جین علاقہ گوالیار مرسلہ محمد یعقوب علی خاں از مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ یکم ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایں علمائے دیندار و مفتیان ورع شعار دریں مسئلہ کہ مردے نیت چہار رکعت نماز سنت خواہ نفل نمودہ یک رکعت نماز با تمام رسانیدہ بادائے رکعت دوم برخاست در اں وقت کسے تکبیر نماز فرض گفت ادا کنندہ نفل و سنت بر چہار رکعت تمام نماید یا بر دو رکعت اکتفا سازد و رکعت باقیہ را بخواند یا نہ؟ بینوا تو اجروا	علماء شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے چار رکعت نماز سنت یا نفل کی نیت کر کے شروع کی ابھی دوسری رکعت کی طرف اٹھا تھا کہ نماز فرض کی جماعت کے لئے تکبیر ہو گئی نفل و سنت ادا کرنے والا چار رکعت پوری کرے یا دو پر اکتفاء کر لے باقی دو رکعت ادا کرے یا نہ؟ بینوا تو اجروا

الجواب:

مصلیٰ نفل از آغاز ثباتا انجام تشهد در ہر چہ کہ باشد چوں ہنوز در شفع اول ست و بہر شفع دوم یعنی رکعت ثالثہ قیام نکر دہ کہ جماعت فرض قائم شد لاجرم بر ہمیں دو رکعت پیشین اکتفا نماید و جماعت در آید	نفل ادا کرنے والا نمازی ثناتہ سے تشهد کے آخر تک جو پہلی دو رکعت میں ہے ابھی تیسری رکعت کی طرف اس نے قیام نہیں کیا تھا کہ جماعت فرض کھڑی ہو گئی تو ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ انھیں دو رکعت پر اکتفا کرے

فی الدرب المختار الشارع فی نفل لایقطع مطلقاً ویتبہ رکعتین¹۔ و دو رکعت کہ باقی ماند قضائے آنها برزہ اش نیست زیر اکہ ہر شفع نفل نماز جداگانہ است تا در شفع دوم آغاز نکرد واجب شد و چوں واجب شد قضا نیامد۔

فی الدرب المختار لا قضاء لونی اربعاً و قعد قدر التشہد ثم نقص²۔ و ہمیں سب حکم سنن غیر راتبہ مانند چار رکعت قبلہ عصر و عشاء کہ آنہم نافلہ بیش نیست اما سنن راتبہ رباعیہ کہ قبلہ ظہر و جمعہ است و ہچو سائر رواتبہ حکما وارد فائق بر احکام نفل مطلق این جا علما را معرکے عظیم ست بسیاری آنہار نیز در حکم مذکور ہمرنگ نوافل داشتہ اند پس اگر جماعت ظہر قائم شد یا امام بخطبہ جمعہ رفت ہر کہ در شفع اول سنت است ہمیں بر دو رکعت سلام و ہداین است روایت نوادر از امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہا فی الہدایۃ و از امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز کہا فی فتح القدیر و بہ میں³ قول رجوع فرمود امام شیخ الاسلام علی سغدی کہا فیہ ایضاً و قاضی⁴ نسفی نیز کہا فی الشامی عن الوجیز و فی غنیۃ الحلبی من الاوقاف المکروہۃ عن قاضی خاں

اور جماعت میں شریک ہو جائے در مختار میں ہے نوافل میں شروع ہونے والا انھیں مطلقاً قطع نہیں کر سکتا بلکہ دو رکعات پوری کرے۔ اور جو دو رکعات باقی تھیں ان کی قضا اس کے ذمہ نہیں کیونکہ نوافل کی ہر دو رکعت الگ نماز ہے جب تک دوسرے شفع کا آغاز نہیں کیا جاتا وہ لازم نہیں ہوگا۔ در مختار میں ہے قضا لازم نہیں اگرچہ نمازی نے چار کی نیت کی تھی اور اس نے مقدار تشہد بیٹھ کر نماز توڑی دی۔ اور غیر مؤکدہ سنن کا حکم بھی یہی ہے مثلاً عصر اور عشاء کی پہلی سننیں، ان کا درجہ بھی نوافل کا ہے لیکن وہ چار سنن مؤکدہ جو مثلاً ظہر اور جمعہ سے پہلے ہیں تو ان کا حکم نوافل سے فائق ہوتا ہے اس جگہ علماء کا بہت زیادہ اختلاف ہے اکثر نے ان سنن مؤکدہ کو نوافل کا درجہ دیا ہے اب اگر جماعت ظہر کھڑی ہو گئی یا امام نے خطبہ شروع کر دیا تو جو شخص سنن کی پہلی دو رکعات میں ہے وہ دو رکعت پر سلام کہ دے۔ یہ روایت نوادر امام ابو یوسف سے ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے، اور امام اعظم سے بھی مروی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے، اور اس قول کی طرف امام شیخ الاسلام علی سغدی نے رجوع کیا جیسا کہ فتح القدیر میں ہے اور قاضی نسفی نے بھی یہی کہا ہے جیسا کہ شامی میں وجیز سے اور حلبی کی غنیہ کے اوقاف مکروہہ

¹ در مختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۹/۱

² در مختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۷/۱

میں قاضی خاں سے ہے، اور امام بقالی نے بھی اسی طرف میلان کیا ہے جیسا کہ شیخ کمال نے فرمایا، اور شمس الانمہ سرخسی نے بھی یہی فرمایا جیسا کہ یہ بھی مذکور ہے اور اسی کی اتباع غنیہ اور مراقی الفلاح اور ردالمحتار میں اس کو ثابت رکھا ہے۔ لیکن اس عبد ضعیف کو اس میں توقف ہے ظاہراً ہدایہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے جیسا کہ شامی میں ہے اور کافی شر ح وافی للامام نسفی سے بھی یہی ظاہر ہے جیسا کہ میں نے اسے دیکھا ہے، اور اسی پر علامہ طرابلسی نے برہان اور مواہب الرحمن میں جزم کیا، ملا خسرو نے درر، علامہ کرکی نے فیض اور علامہ علی مقدسی نے بھی ظاہراً اسی کی طرف میلان کیا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے اور دوسرے قول کو لفظ "قیل" کے ساتھ بیان کیا، خانہ نے باب الصلوٰۃ کی فصل فی معرفۃ الاوقات میں فرمایا کہ مشائخ نے اسی پر عمل کیا ہے۔ فتح میں ہے کہ یہی مختار ہے، تلمیذ محقق علامہ محمد حلبی نے حلیہ میں اسے نقل کر کے کہا وہ اسی طرح ہے جو انھوں نے فرمادیا ہے، نورالایضاح میں علامہ شرنبلالی اور اس کے ادراک الفریضہ کے حاشیہ میں درالحکام سے ہے کہ یہی مختار ہے، خاتمہ المحققین علامہ شامی نے بھی اسی قول کی تائید کی ہے، اس قول پر یہ جو رکعات ادا کی گئی ہیں محض نفل ہیں اور باقی دونوں کی قضا نہیں جیسا کہ ظاہر الروایت سے واضح ہے اور دونوں اقوال کی تصحیح میں یہی راجح ہے جیسا کہ ردالمحتار میں اس کی تفصیل ہے، پھر فرض کے بعد

وامام^۵ بقالی رانیز ہمیں سو میل ست کما قالہ الکمال وشمس^۶ الانمہ سرخسی راہم کما ذکر ایضاً وتبعہ فی الغنیۃ وفی مراقی الفلاح واقرہ فی ردالمحتار وللعبد الضعیف فیہ وقفۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔ وظاہر^۷ ہدایہ اختیار اوست کما فی الشامی وظاہر کافی شرح وافی للامام النسفی نیز کما رایتہ فیہ وبرہمیں^۸ جزم کردہ است علامہ^۹ طرابلسی درہربان ومواہب الرحمن ومولی خسرو درر وعلامہ کرکی^{۱۰} در فیض وظاہر اعلامہ^{۱۱} علی مقدسی رانیز ہمیں سو میلان ست کما فی ردالمحتار وعلامہ^{۱۲} ابراہیم حلبی در متن ملتقی ہمبریں اعتماد کرد وقول دیگر رابلفظ قیل آورد ودر خانہ^{۱۳} اول الصلوٰۃ فصل معرفۃ الاوقات فرمود بہ اخذ المشائخ ودر فتح انہ اوجہ تلمیذ^{۱۴} محقق علامہ محمد حلبی در حلیہ پس از نقلش فرماید ہو کما قال در نورالایضاح^{۱۵} علامہ شرنبلالی و نیز در ادراک الفریضہ از حاشیہ اور درر الحکام است ہو الاوجہ خاتمہ المحققین علامہ شامی نیز ہمیں را تائید وتشیید کرد بریں قول ایں دور رکعت کہ گزارہ است نفل محض گرد دو و دو باقی راقضا نیست علی ما ہو ظاہر الروایۃ وارجع التصحیحین کما حققہ فی ردالمحتار باز بعد از فرض بلکہ علی اولی الترجیحین عندی کما حققته علی هامش حاشیۃ الشامی پس از سنت بعدیہ ایں سنن قبلہ را ادا کند تاہم سنت ادا شود و ہم فضل جماعت واستماع خطبہ از دست نزود

فی نور الايضاح وشرحه مرافی الفلاح العلامة الشرنبلالی ان کان فی سنة الجمعة فخرج الخطيب او فی السنة الظهر فاقيمت الجماعة سلم علی رأس رکعتین، وهو الاوجه لجمعه بین المصلحتین، ثم قضی السنة اربعاً بعد الفرض مع مابعدہ فلا یفوت الاستماع ولاداء علی وجه اکمل^۱ اھ مخلصاً۔

قول دیگر آنکہ مصلیٰ اس دو سنت ہر چار رکعت اتمام کند اگر چہ هنوز تحریمہ بستہ است کہ جماعت ظہر یا خطبہ جمعہ آغاز نہادند زیر اکہ اس ہمہ رکعات ہچو نماز واحد ست لہذا در قعدہ اولی درود نخواند نہ در شروع ثالثہ ثا و تعوذ آرد و چوں در شفعہ اولیں خبر بیع شنود و بشفعہ دوم انتقال نمود شفعہ ساقط نشود و ہچنہا زن مخیرہ را اختیار از دست نرود و کذلک تا از ہر چہار فراغ نیابد خلوت با زن صحیح نشود و کمال مہر لازم نیاید کل ذلک فی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للامام العلامة الزیلعی، امہ مشائخ ترجیح و تصحیح اس قول تصریح نمودہ اند، امام ولوالہی و^۲ صاحب مثنیٰ

بلکہ میرے نزدیک دونوں ترجیحات میں سے پہلی ہے جیسا کہ میں نے شامی کے حاشیہ میں تحقیق کی ہے ان میں پہلی سنتوں کو بعد کی سنتوں کے بعد ادا کر لے تاکہ سنت ادا ہو جائے اور فضیلت جماعت اور خطبہ کی سماعت کا ثواب بھی ہاتھ سے نہیں جائیگا۔ نور الايضاح اور اس کی شرح مرافی الفلاح میں ہے اگر نمازی جمعہ کی سنتیں ادا کر رہا ہے اور خطیب آگیا یا ظہر کی سنتیں ادا کر رہا ہے تو تکبیر جماعت کہی گئی تو دو رکعات پر سلام پھیر دے کیونکہ دونوں مصلحتوں کو جمع کر لینا ہی مختار ہے پھر فرائض کے بعد ان پہلی چار سنتوں قضا کر لے تو اب خطبہ کا سننا (جو فرض تھا) فروت نہ ہوا اور ادائیگی بھی وجہ کامل پر ہوگی اھ تلخیصاً

دوسرا قول یہ ہے کہ ان دونوں سنتوں (قبل از ظہر و جمعہ) کی چار چار رکعت پوری کر لے اگر چہ خطبہ جمعہ یا ظہر کی جماعت کھڑی ہو جائے کیونکہ یہ تمام نماز واحد کی طرح ہیں یہی وجہ ہے کہ پہلے قعدہ میں درود اور تیسری رکعت میں ثا اور تعوذ نہیں پڑھا جاتا، جب کسی نے پہلی دو رکعات میں خرید و فروخت کی خبر سنی اور وہ دوسری دو رکعات میں شروع ہو گیا تو اس سے حق شفعہ ساقط نہیں ہو جاتا۔ اسی طرح صاحب اختیار عورت کا اختیار بھی ساقط نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب تک وہ چار رکعات سے فارغ نہیں ہو جاتا عورت کے ساتھ خلوت صحیحہ نہیں پائی جائیگی

^۱ مرافی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب ادراک الفریقۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۵

مہر کامل لازم نہ ہوگا۔ یہ تمام گفتگو امام علامہ زیلیعی کی تبیین حقائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔ عام مشائخ نے اسی قول کو ترجیح اور اسی کی تصحیح پر تصریح کی ہے۔ امام ولوالہی، صاحب^۲ مبتغی، صاحب^۳ محیط اور علامہ شمشنی فرماتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی چار رکعات پوری کرے، جیسا کہ بحر کے ادراک الفریضہ میں ہے، خود علامہ زین بحر میں اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ظاہر یہی ہے جس کی تصحیح مشائخ نے فرمائی ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ دور رکعات کے بعد سلام وصف سنیت کے ابطال کے لئے ہے نہ کہ ان کے اکمال کے لئے، اور پیچھے گزر چکا ہے کہ یہ جائز نہیں الخ، ان کے بھائی علامہ عمر بن حکیم نے نہر میں اسی کو ثابت رکھا ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے، فتاویٰ صغریٰ میں فرمایا "فتاویٰ اسی پر ہے" ۸ "علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام کے جمعہ میں فرمایا ماتن کا قول اگر نماز جمعہ کی سنتیں ادا کر رہا ہے تو دو رکعتوں پر سلام پھیر لے میں کہتا ہوں کہ صحیح اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جمعہ کی چار رکعتیں ادا کرے اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ صغریٰ میں ہے اور یہی صحیح ہے	و^۳ صاحب محیط و علامہ شمشنی فرمود الصبیح انہ یتنہا اربعاً^۱ کما فی البحر من اذک الفریضۃ خود^۵ علامہ زین در بحر بعد نقلش فرمود الظاہر ما صحح المشائخ لانہ لاشک ان فی التسلیم علی رأس الركعتین ابطال وصف السنیۃ لا لا کمالہا وتقدم انہ لا یجوز الخ برادرش علامہ عمر بن حکیم در نہر اور مقرر داشت کما فی ردالمحتار در فتاویٰ صغریٰ فرمود علیہ الفتویٰ علامہ شرنبلالی در جمعہ غنیہ ذوی الاحکام فرماید قولہ وان کانت سنة الجمعة یسلم علی رأس الركعتین، اقول: الصبیح خلافہ وهو انہ یتنہ سنة الجمعة اربعاً، وعلیہ الفتویٰ کما فی الصغیری، وهو الصبیح کما فی البحر عن الوالوجیۃ والبتغی لانہا بمنزلة صلوۃ واحدة واجبة^۳ امام ظہیر الدین مرغینانی در ظہیریہ فرمود هو الصبیح^۴ امام ظہیر الدین مرغینانی ظہیریہ میں فرماتے ہیں یہی صحیح ہے کما فی^۱ القہستانی والغنیۃ شرح المنیۃ من الاوقات المکروہۃ و "ہچنان در سراج وہاج ست^۵ جیسا کہ قہستانی اور غنیہ شرح منیہ کے اوقات مکروہہ میں ہے اسی طرح سراج وہاج میں ہے کما فی^۲ الہندیۃ^۳ امام سرخسی فرماید هو

^۱ بحر الرائق باب ادراک الفریضہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲

^۲ بحر الرائق باب ادراک الفریضہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲

^۳ غنیہ ذوی الاحکام علی الدرر الکام باب الجمعۃ مطبوعہ احمد کامل دار سعادت بیروت ۱۳۱/۱

^۴ غنیۃ المستملی، محلولہ المرغینانی الشرط الخامس هو الوقت مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۴۲

^۵ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ السراج وہاج الباب العاشر فی الدرر الکام الفریضہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۰/۱

الاصح^۱ كما فيها ايضا علامه غزى^۲ در متن تنوير الابصار فرمود علی الرانج علامه^۳ دمشق در در مختار تقریرش کرد و گفت خلافاً لما رجحه الکمال^۴ و در جمعة تبعاً للبحر فرمود يتم في الاصح^۵ در مجمع^۶ الانهر گفت صححه اکثر المشائخ^۷ هم در آنت الصحيح انه يتم^۸ تا آنکه محرر مذهب حضرت امام^۹ محمد ظاهر الرواية ست بایں معنی ایما فرمود ناهیک بحجة وقدة محقق علی الاطلاق در فتح فرماید اليه اشار فی الاصل^{۱۰}۔

جیسے بحر میں ولوالجیہ اور المبتغی سے ہے کیونکہ یہ بمنزل ایک نماز واجبہ کے ہے اھیے فتاویٰ ہندیہ میں ہے، امام سرخسی فرماتے ہیں کہ یہی اصح ہے اور اسی میں یہ بھی ہے علامہ غزى نے متن تنوير الابصار میں فرمایا کہ رانج یہی ہے، علامہ دمشق نے در مختار میں اس پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے یہ مخالف ہے اس بات کے جس کو کمال نے ترجیح دی اور باب جمعہ میں بحر کی اتباع میں فرمایا اصح قول یہی ہے مجمع الانهر میں فرمایا اکثر مشائخ نے اسی کو صحیح کہا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی چار رکعات ادا کرے حتی کہ محرر مذهب حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے مبسوط جو کتب ظاہر الروایہ میں سے ہے میں اسی کی طرف اشارہ کیا اور یہی حجت کافی ہے قدوة محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا اسی کی طرف (امام محمد نے) اصل میں اشارہ فرمایا ہے۔

^۱ فتاویٰ ہندیہ، بحوالہ محیط السرخسی الباب العاشر فی ادراک الفریضہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۰/۱

^۲ در مختار، باب ادراک الفریضہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۹/۱

^۳ در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۳/۱

^۴ مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر باب ادراک الفریضہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱/۱

^۵ مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر باب ادراک الفریضہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۱/۱

^۶ فتح القدیر، باب ادراک الفریضہ، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۴۱۱/۱

اقول: (میں کہتا ہوں) آپ نے دیکھ لیا کہ ہر طرف قوت ہے، تو نہایت بلند اور جلیل رفعت دونوں میں ہے پس قول اول پر جو دلیل امام ابن ہمام قدس سرہ نے ذکر کی ہے وہ اگرچہ دل کو پسند ہے لیکن عام تصحیحات صریحہ کا نجوم اس طرف زیادہ ہے کہ جہاں لفظ "ہو" ^{الصحيح} ہے جو کہ جمہور ائمہ کا خاص انداز جس کو دوسرے قول نے اپنے دامن میں لے رکھا ہے اور لفظ "ہو" ^{واجب} ہے جو کہ محقق علی الاطلاق کی طرف سے قول اول کے لئے مزید وزنی ہے ہیئت، مادہ اور زائد امور، ہر لحاظ سے، جیسا کہ کلام کے اسلوب سے واقف فقیہ اور ماہر پر مخفی نہیں، اس طرف اگر مشائخ کی پسند ہے جو کہ بظاہر خود امام قاضی خاں سے مراد ہے تو دوسری طرف بھی "صحیح اکثر المشائخ" اور "صحیح المشائخ" کے الفاظ ہیں نیز وہاں "علیہ الفتویٰ" کے الفاظ بھی ہیں جو کہ عام الفاظ کی نسبت زیادہ تاکید اور قوت پر دال ہے اگر وہاں (پہلے قول) کی طرف نوادر روایت کے مطابق شیخین (امام اعظم و امام ابو یوسف) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا مذہب مذکور ہے تو یہاں (دوسرے قول) کے لئے اصل (مبسوط امام محمد) کا اشارہ موجود ہے جبکہ اصل کا اشارہ کوئی معمولی بات نہیں ہے مشہور علماء کا قول ہے کہ "متون" کا مفہوم بھی فتاویٰ کے "منطوق" (ظاہر عبارت) پر مقدم ہے۔ علامہ سیدی احمد حموی نے غزالیوں میں لکھا ہے کہ مخفی نہیں کہ

اقول: دیدی کہ ہر جانب قوتے ست بس علیہ ورفعتے شامخہ جلیلہ امام دلیل قول اول کہ امام ابن ہمام قدس سرہ ذکر فرمود گو بدل چسپندہ تر باش لکن عامہ تصحیحات صریحہ اس طرف نجوم آوردہ ولفظ ہو الصحيح کہ از جمہور ائمہ طراز دامن قول شد بر لفظ ہو واجب کہ از امام محقق علی الاطلاق نصیبہ قول اول ست گراں سنگیہ دار دہم از روئے مادہ وہم از راہ ہیئت وہم از جہت زوائد کما لا یخفی علی الفقیہ النبیہ العارف باسالیب الکلام آں طرف اگر بہ اخذ المشائخ ست کہ بظاہر مراد بایشان مشائخ خود امام قاضی خان ست اس طرف صححہ اکثر المشائخ ست و نیز آنکہ از عامہ الفاظ اکد ست و اقوی اعنی لفظ علیہ الفتویٰ باز آں طرف اگر از حضرات شیخیں مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت نوادر ست اس جانب اشارہ اصل نہ چیزے ست سہل علماء سپید گفتمہ اند کہ مفہوم متون بر منطوق فتاویٰ تقدم دارد علامہ سیدی احمد حموی در غزالیوں نگار و غیر خاف ان مافی المتون والشروح ولو کان بطریق المفہوم مقدم علی مافی الفتاوی وان لم یکن فی عبارتہا اضطراب¹ و پیدا است کہ نسبت انوار بہ اصول ہجو نسبت فتاویٰ ست بمتون و بالاتر مسئلہ از اس قبیل ست کہ انسان ہر دو قول

¹ غزالیوں البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الحجج والمآذون مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۷۹/۲۲

برہر خواہد عملی نماید ہیچ جائے ملامت نیست و من فقیر بقول
 اخیر خود را مائل ترمی بینم بوجوہ ہے کہ شنیدی و می شنوی
فاقول: بردلیل قول اول می توان گفت کہ سنت چوں از وقت
 خود برگشت نقصان پذیرفت و سنت بروجہ سنت ادا شد و سنن
 کمالات فرائض ست و شک نیست کہ تکمیل کامل اکمل از
 تکمیل ناقص ست پس نقصان سنن بنقصان فرائض منجر شود
 پس در تسلیم بر رکعتین ہم ابطال وصف سنیت ست بے آنکہ
 بروجہ سنت انجبار یا بدو ہم انعدام تکمیل فرض ست علی الوجہ
 الاکمل بخلاف اتمام کہ سنت از نقصان محفوظ مطلق ماند و
 در فرض اگر حتے از اکملت فوت شود حتے دیگر بدست آید ہذا
 ماورد علی قلبی والعلم بالحق عند ربی ان ربی
 بکل شیئی علیم۔

متون اور شرح میں جو بات بطور مفہوم ہے وہ فتاویٰ واضح اقوال پر
 مقدم ہے، حاصل یہ کہ نوادر کا مقابلہ اصول سے ایسے ہے جیسا کہ فتاویٰ
 کا متون سے ہے یعنی اصول کے اشارہ کو نوادر کی تصریحات پر ترجیح ہے
 غرضیکہ یہ مسئلہ اس قبیل سے ہے کہ اس کے دونوں اقوال میں سے
 جس پر انسان چاہے عمل کرے تو کوئی اعتراض نہیں ہے اور میں خود
 دوسرے قول کی طرف اپنے آپ کو مائل پاتا ہوں اس کے وجوہ کچھ تو
 آپ نے سن لئے اور کچھ کو سنیں گے **فاقول:** پہلے قول کی دلیل پر کہا
 جاسکتا ہے کہ جب سنت اپنے وقت سے مؤخر ہو جائے تو وہ ناقص
 ہو جاتی ہے اور یہ سنت بطریق سنت ادا نہ ہوگی جبکہ سنن فرائض کو
 کامل بناتی ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ کامل چیز کا مکمل کرنا زیادہ کامل
 ہوتا ہے ناقص چیز کی تکمیل کے مقابلہ میں، تو یوں سنت کا نقصان فرض
 کے نقصان کا باعث ہوتا ہے توجب دور رکعتوں پر سلام سنت کے وصف
 میں نقصان ہے جو کہ پورا نہیں ہوتا، تو اس سے فرض کی تکمیل میں عدم
 لازم آئے گا کہ فرض اکمل نہ ہو سکے گا برخلاف اس بات کے کہ جب
 سنت کو تمام کیا جائے تو وہ نقصان سے مطلقاً محفوظ رہے گی تو اس سے اگر
 چہ فرض کے اکمل ہونے میں فرق آیا مگر دوسری وجہ (سننوں کی تکمیل)
 سے متبادل کمال حاصل ہو جائے گا۔ یہ ہے وہ جو میرے دل میں ڈالا گیا
 اور حقیقی علم میرے رب کو ہے، میرا رب ہر چیز کا عالم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۸۷: از او جین مکان میر خادم علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ
 اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ بکرو وضو نماز فجر کا کر کے ایسے وقت میں آیا کہ امام قعدہ اخیرہ میں ہے، جو سنت پڑھتا ہے تو جماعت جاتی ہے
 اور جماعت میں ملتا ہے تو سننیں فوت ہوتی ہے، اس صورت میں سننیں پڑھے یا قعدہ میں مل جائے۔ بینوا تواجروا

الجواب:

اس صورت میں بالاتفاق جماعت میں شریک ہو جائے کہ جماعت میں ملنا سننیں پڑھنے سے اہم و

آکد ہے، جب یہ جانے کہ سنتیں پڑھوں گا تو جماعت ہو چکے گی بالاتفاق جماعت میں مل جانے کا حکم ہے اگرچہ ابھی امام رکعت ثانیہ کے شروع میں ہو، قعدہ تو ختم نماز ہے اس میں کیونکہ امید ہو سکتی ہے کہ امام کے سلام سے پہلے یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں مل سکے گا،

در مختار میں ہے جب کسی کو یہ خطرہ ہو کہ اگر فجر کی سنتیں ادا کیں تو جماعت فوت ہو جائے گی تو وہ سنتیں ترک کر دے کیونکہ جماعت اکمل ہے الخ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	فی الدرالمختار اذا خاف فوت رکعتی الفجر لاشتغاله بسنتھا ترکھا الجماعة اکمل ^۱ الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸۸: ۱۵ رمضان المبارک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص فرض تنہا پڑھ چکا تھا اب مسجد میں جماعت قائم ہوئی اور یہ اس وقت مسجد میں موجود ہے تو اب اسے کیا حکم ہے؟ بینو توجروا

الجواب:

ظہر وعشاء میں ضرور شریک ہو جائے کہ اگر تکبیر سن کر باہر چلا گیا یا وہیں بیٹھا رہا تو دونوں صورت میں مبتلائے کراہت و تہمت ترک جماعت ہوا اور فجر وعصر و مغرب میں شریک نہ ہو کہ قول جمہور پر تین رکعت نفل نہیں ہوتے اور چوتھی ملائے گا تو بسبب مخالفت امام کراہت لازم آئے گی اور فجر وعصر کے بعد تو نوافل مکروہ ہی ہیں اور ویسے بیٹھا رہے گا تو کراہت اور اشد ہوگی لہذا ان نمازوں میں ضرور ہوا کہ باہر چلا جائے

قال العلامة الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ فی نورالایضاح وشرحه مراقی الفلاح ان خرج بعد صلوۃ منفردا لایکرہ لانه قد اجاب داعی اللہ مرۃ فلا تجب علیہ. ثانیاً الا انه یکرہ خروجه اذا اقيمت الجماعة قبل خروجه فی الظہر و فی العشاء لانه یجوز النفل فیہما مع الامام یتھم بمخالفة الجماعة كالخوارج والشیعة وقد قال	علامہ شرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ نے نورالایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں فرمایا جب تنہا نماز ادا کر کے کوئی مسجد سے باہر نکلا تو کراہت نہیں کیونکہ اس نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کی آواز پر لبیک کہا ہے لہذا دوبارہ اس پر واجب نہیں البتہ اس صورت میں کراہت ہوگی جب اس کے نکلنے سے پہلے ظہر اور عشاء کی جماعت کے لئے تکبیر کہہ دی گئی کیونکہ ان میں امام کے ساتھ نوافل ادا کر سکتا ہے تاکہ

^۱ در مختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ۹۹/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یقفن مواقف التهم فیقتدی فیہما ای الظهر والعشاء متنفلًا لدفع التهمة عنه ، یکرہ جلوسہ من غیر اقتداء لمخالفة الجماعة بخلاف الصبح العصر والمغرب لکراهة النفل ، والمخالفة فی المغرب¹ الی آخرہ قال العلامة الطحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فی الحاشیة المراقی قولہ لکراهة النفل ای بعد الصبح العصر و فی النہر ینبغی ان یجب خروجہ لان کراهة مکثہ بلا صلوة اشد² واللہ تعالیٰ اعلم سبخنہ اتم واحکم	جماعت کی مخالفت کی تہمت اس پر نہ لگے مثلاً خوارج اور شیعہ وغیرہ سے نہ کہا جائے۔ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمت کے مقامات پر نہ کھڑا ہو لہذا وہ شخص ظہر و عشاء میں نفل کی نیت سے اقتدا کرے تاکہ اس پر تہمت نہ لگے۔ اور اقتداء نہ کرتے ہوئے بیٹھنا مکروہ ہے کیونکہ جماعت کی مخالفت ہے بخلاف صبح، عصر اور مغرب کے کیونکہ یہاں نفل مکروہ ہیں، اور مغرب میں (امام) کی مخالفت لازم آئے گی الخ علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ المراقی میں کہا ماتن کا قول نفل مکروہ ہونے کی وجہ سے یعنی صبح اور عصر کے بعد، نہر میں ہے کہ ان اوقات میں مسجد سے چلے جانا واجب ہے کیونکہ بغیر نماز کے وہاں ٹھہرنا یہ زیادہ ناپسند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ سبخنہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۱۸۹: از ریاست جادوہ مکان عبد المجید خاں صاحب سرشتہ دار ۱۳۲۵ھ

فجر کی سنت وقت قائم ہو جانے جماعت کے کب تک ادا ہو جانا چاہئے اور جو رہ جاتی ہیں تو کیا بعد فرضوں کے بھی ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

اگر جانے کہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جاؤں گا تو سنتیں پڑھ لے اگرچہ التحیات ہی ملتی سمجھے ورنہ فرضوں میں شریک ہو جائے، اور اول سنتوں کو قضا کرنا چاہے تو بعد بلند یا قنابکرے فرضوں کے بعد طلوع سے پہلے جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۹

² حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب ادراک الفریضہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۹

مسئلہ ۱۱۹۰: از چمن سرائے سنبھل مرسلہ احمد خاں صاحب ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نزدیک علمائے حنفیہ اہلسنت وجماعت کے صبح کی سنت اگر فرض جماعت سے ہوتے ہوں تو پڑھے یا نہیں؟ بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر فرض نماز کی دوسری رکعت کا رکوع بھی مل جائے کا یقین ہو تو سنتیں پڑھ لے ورنہ سورج نکلنے پر ادا کرے، بعض کا قول ہے قاعدہ اخیرہ کی شرکت بھی کافی ہے سنت کو پہلے پڑھے، بعض کہتے ہیں کہ جس وقت تکبیر اولیٰ فرضوں کی ہو ترک سنت کرے فرضوں میں فوراً شریک ہو جائے اور پھر نماز سنت نہ بعد سلام پڑھے وقت ہونے پر نہ بعد طلوع آفتاب۔

الجواب:

تیسرے شخص کا قول محض باطل ہے اور پہلے دو قول صحیح ہیں اور ان میں دوسرا صحیح ہے اگر تشہد تک بھی جماعت میں ملنا دیکھے تو صبح کی سنتیں صف سے دور ادا کر کے شامل ہو جائے، اور جو یہ سمجھتا ہے کہ سنتیں پڑھنے میں جماعت بالکل فوت ہو جائے گی تو اس وقت نہ پڑھے اور جماعت میں شریک ہو جائے پھر فرض نہیں پڑھ سکتا جب تک آفتاب بلند نہ ہو اگر پڑھے گا گنہ گار ہوگا، ہاں بعد بلندی پڑھے تو مستحب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



باب قضاء الفوائت (فوت شدہ نمازوں کی قضاء کا بیان)

مسئلہ ۱۱۹۱: ۲۸ محرم ۱۴۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فوت جماعت کے خوف سے سنتیں فجر کی ترک کیں اور جماعت میں شامل ہو گیا اب وہ ان سنتوں کو فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے یا بعد؟ بینوا تو جروا

الجواب:

جبکہ فرض فجر پڑھ چکا تو سنتیں سورج بلند ہونے سے پہلے ہر گز نہ پڑھے، ہمارے سب ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس پر اجماع ہے بلکہ پڑھے تو سورج بلند ہونے کے بعد دوپہر سے پہلے پڑھ لے، نہ اس کے بعد پڑھے نہ اس سے پہلے۔ ردالمحتار میں ہے:

اذا فاتت وحدها فلا تقضى قبل طلوع الشمس بالاجتماع الكراهة النفل بعدا لصبح واما بعد طلوع الشمس فكذاك عندهما، وقال محمد احب الى ان يقضيها الى زوال كما في الدرر ¹	جب فجر کی سنتیں تنہا فوت ہو جائیں تو بالاتفاق طلوع آفتاب سے پہلے ادا نہ کی جائیں کیونکہ نماز فجر کے بعد نوافل مکروہ ہیں، رہا معاملہ طلوع فجر کے بعد کا، تو شیخین کے نزدیک قضا نہیں، اور امام محمد نے فرمایا کہ زوال تک سنتیں قضا کر لینا میرے نزدیک پسندیدہ ہیں جیسا کہ درر میں ہے۔ (ت)

¹ ردالمحتار باب ادراک القرینہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۵۳۰

اور یہ خیال کہ اس میں قصداً وقت قضا کر دینا واقعی سے ناشی، یہ سنیں جب فرضوں سے پہلے نہ پڑھی گئیں خود ہی قضاء ہو گئیں کہ ان کا وقت یہی تھا کہ فرضوں سے پیشتر پڑھی جائیں، اب اگر فرضوں کے بعد سورج نکلنے سے پیشتر پڑھے گا جب بھی قضا ہی ہوں گی اور ہر گز نہ ہوں گی الا تری الی قوله لا تقضی قبل طلوع الشمس بالاجماع فقد سبی صلوٰتہا قبل الطلوع بعد الغرض قضاء (کیا آپ نے ان کے یہ الفاظ نہیں دیکھے کہ بالاتفاق طلوع آفتاب سے پہلے سنیں قضا کی جائیں تو انھوں نے فرائض کے بعد طلوع سے پہلے ان کی ادائیگی کو قضا کا نام دیا ہے۔ ت) لیکن طلوع سے پہلے قضا کرنے میں فرض فجر کے بعد نوافل کا پڑھنا ہے اور جائز نہیں، لہذا ہمارے اماموں نے اس سے منع فرمایا اور بعد طلوع وہ حرج نہ رہا لہذا اجازت دی واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹۲: از کلنتہ نارنب براہ ڈاکخانہ ویلزلی اسٹریٹ ۶ مرسلہ رشید احمد خاں ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

جناب مولوی صاحب بعد آداب کے عرض خدمت میں یہ ہے کہ اگر زید برابر نماز پڑھتا رہے لیکن یکم جنوری سے ۱۵ تک قضا ہو گئی ۱۶ سے پھر پڑھی اور قضا بھی ترتیب وار ادا کرنے لگا ۲۰ تک برابر پڑھتا رہا پھر پانچ روز کی قضا ہو گئیں ۲۵ سے شروع کی تو قضا کس طرح ادا کرے یعنی ترتیب وار جیسی یکم جنوری کی صبح پھر ظہر و مغرب و عشا پھر یا ایسے ہی ۱۵ تاریخ تک رفتہ رفتہ دو چار یوم میں ادا کر چکا اب ۱۵ سے ۲۰ تک تو پہلے ہی پڑھ چکا ہے ۲۰ سے ۲۵ تک کے قضا پھر اسی طور پر ادا کرے یا کیا حکم ہے؟ باقی آداب!

الجواب:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زید پر نہ ان ۱۵ دن کی قضا میں ترتیب ضرور تھی نہ ان پانچ دن کی قضا میں ضرور ہے اسے اختیار ہے ان میں جو نماز چاہے پہلے ادا کرے جو چاہے پیچھے کہ قضا نمازیں جب پانچ فرضوں سے زائد ہو جاتی ہیں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے یعنی باہم ان میں بھی ہر ایک کی تقدیم و تاخیر کا اختیار ہوتا ہے اور ان میں اور وقتی نماز میں بھی رعایت ترتیب کی حاجت نہیں رہتی پھر ان نمازوں کے حق میں ترتیب نہ باہمی نہ بلحاظ وقتی کوئی کبھی عود نہیں کرتی اگرچہ ادا کرتے کرتے چھ سے کم رہ جائیں مثلاً اب اسی صورت میں زید پر پانچ دن کی پچیس نمازیں ہیں جب وہ ہی رہ جائیں گی تو بھی اسے اختیار ہے کہ اس کی ادا سے پہلے وقتی نماز پڑھ لے، ہاں اصح مذہب پر اتنا لحاظ ضرور ہے کہ نماز نیت میں معین مشخص ہو جائے ہوا الاحوط من تصحیحین (دونوں تصحیحوں میں احوط یہ ہے۔ ت) مثلاً دس^{۱۰} فجریں قضا ہیں تو یوں گول نیت نہ کرے کہ فجر کی نماز کہ اس پر ایک فجر تو نہیں جو اسی قدر بس ہو بلکہ تعیین کرے کہ فلاں تاریخ کی فجر، مگر یہ کیسے یاد رہتا ہے اور ہو بھی تو اس کا خیال حرج سے خالی نہیں لہذا اس کی سہل تدبیر یہ نیت ہے کہ پہلی فجر جس کی قضا مجھ پر ہے، جب ایک پڑھ چکے پھر یوں ہی پہلی فجر کی نیت کرے کہ ایک تو پڑھ لی اس کی قضا اس پر نہ رہی نو کی ہے اب ان میں کی پہلی نیت میں آئے گی یونہی اخیر تک نیت کی جائے، اسی طرح باقی سب نمازوں

میں کہے اور جس سے ترتیب ساقط ہو، جیسے یہی دس یا چھ فجر کی قضا والا پہلی کی جگہ پچھلی بھی کہہ سکتا ہے نیچے سے اوپر کو ادا ہوتی چلی جائے گی، ردالمحتار میں ہے:

لا يلزم الترتيب بين الفائتة والوقتية ولا بين الفوائت اذا كانت الفوائت ستا كذا في النهر ¹ ۔	جب فوت شدہ نمازیں چھ ہو جائیں تو فوت شدہ نمازوں کے درمیان اور فوت شدہ اور وقتی نمازوں کے درمیان ترتیب لازم نہیں رہتی، جیسا کہ نہر میں ہے (ت)

در مختار میں ہے:

ولا يعود لزوم الترتيب بعد سقوطه بكثرتها، اى الفوائت يعود الفوائت الى القلة بسبب القضاء لبعضها على المعتمد، لان الساقط لا يعود ² ۔	اکثر فوت شدہ نمازوں کو قضا کر لینے پر ترتیب لوٹ نہیں آتی یعنی اگر فوت شدہ نمازیں کثیر تھیں ان میں سے اکثر قضا کر لیں اور باقی تھوڑی رہ گئیں تو معتمد قول کے مطابق ترتیب نہیں لوٹتی، کیونکہ ساقط لوٹ کر نہیں آتا۔ (ت)

اسی میں ہے:

يعين ظهر يوم كذا على المعتمد والا سهل نيته اول ظهر عليه او اخر ظهر ³ الخ وتامه في رد المحتار۔ والله تعالى اعلم۔	معتمد قول کے مطابق اس بات کا تعین کیا جائے کہ فلاں دن کی ظہر ہے، اور سب سے آسان یہ ہے کہ اول ظہر یا آخر ظہر کی نیت کر لی جائے۔ اس کی تمام تفصیل ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹۳: ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی سنیتیں بعد جماعت فرض کے مسبوق ادا کرے، درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو اجمروا

الجواب:

سنت فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لے سنیتیں رہ گئیں ان کی قضا کرے تو بعد بلندی آفتاب

¹ ردالمحتار باب قضاء الفوائت مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۳۸

² در مختار باب قضاء الفوائت مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۰۱/۱

³ در مختار باب شروط الصلوة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۶۷

پیش از نصف النہار شرعی کرے، طلوع شمس سے پہلے ان کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع و مکروہ ہے۔

لقل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لاصلوٰۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ^۱ ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے "صبح کے بعد سورج کے بلند ہونے تک نماز نہیں" واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۹۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ صبح کی نماز بوقت خطبہ کے جائز ہے، اور عمرو کہتا ہے بوقت خطبہ کے جائز نہیں اس واسطے کہ حدیث شریف میں وارد ہے لا صلوٰۃ ولا کلام (اس وقت نہ نماز ہے نہ گفتگو۔ ت) ان دونوں میں کون حق پر ہے اور کون مطابق حدیث شریف کے عمل کرتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جو صاحب ترتیب نہیں اسے قضا نماز بھی خطبہ کے وقت ادا کرنی جائز نہیں کہ بعد کو بھی پڑھ سکتا ہے اور صاحب ترتیب کو وقتی نماز سے پہلے قضا کا ادا کرنا ضرور، ورنہ وقتی بھی نہ ہوگی، ایسے شخص نے اگر ابھی قضاے فجر ادا نہ کی اور خطبہ شروع ہو گیا تو اسے قضا پڑھنے سے ممانعت نہیں بلکہ ضرور و لازم ہے ورنہ جمعہ بھی نہ ہوگا، ہاں بلاعذر شرعی اتنی دیر لگانی کہ خاص خطبہ کے وقت پڑھنی پڑے اسے بھی جائز نہیں۔

لتأدیه الی ترک الاستماع و هو فی نفسه محظور و کل ما أدى الی محظور محظور۔	کیونکہ اس میں خطبہ کا عدم سماع لازم آرہا ہے جو فی نفسہ ممنوع ہے اور مردہ شیئی جو ممنوع تک پہنچائے ممنوع ہوتی ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

إذا أخرج الإمام فلا صلوٰۃ ولا کلام الی تمامہا خلا قضا فائتة لم یسقط الترتیب بینہا و بین الوقتیة فانہا لا تکرہ ^۲ ۔	جب امام جمعہ آجائے تو اتمام جمعہ تک نہ نماز ہے نہ کلام، البتہ فوت شدہ نماز کی قضا مکروہ نہیں کیونکہ فوت شدہ اور وقتی نماز کے درمیان ترتیب ساقط نہیں ہوئی تھی۔ (ت)

^۱ صحیح البخاری کتاب مواقیات الصلوٰۃ باب لا تتحرى الصلوٰۃ بل غروب الشمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲/۱ و ۸۳

^۲ در مختار، باب الجمعہ، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ دہلی ۱۱۳

سراج وغیرہ میں ہے: لضرورة صحة الجمعة والا لا¹ (جمعہ کی صحت کے پیش نظر ہے ورنہ نہیں۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

قوله فانها لا تكرر (بل يجب فعلها قوله والا لا) اي وان سقط الترتيب تكرر ² ۔ انتهي والله تعالى اعلم۔	ما تن کا قول "کیونکہ اس میں کراہت نہیں" بلکہ اس کا کرنا واجب ہے (ورنہ نہیں) یعنی اگر ترتیب ساقط ہو چکی ہو تو کراہت لازم آئے گی انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۹۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی سنت فجر کی قضا ہو گئیں اب وہ قضا کرے یا نہیں اور اگر قضا کرے تو کس وقت، اور یہ سنتیں بیٹھ کر بھی بلا عذر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

سنت فجر بلا مجبوری و معذوری بیٹھ کر نہیں ہو سکتیں، اور اگر مع فرض قضا ہوئی ہوں تو ضحوة کبریٰ آنے تک ان کی قضا ہے اس کے بعد نہیں، اور اگر فرض پڑھ لئے سنتیں رہ گئی ہیں تو بعد بلندی آفتاب ان کا پڑھ لینا مستحب ہے قبل طلوع روا نہیں۔ علمگیر یہ میں ہے:

سنة الفجر لا يجوز ان يصليها قاعدا مع القدرة على القيام ولذا قيل انها قريبة من الواجب كذا في التاتار خانية ناقلا عن النافع ولا يجوز ادائها راكباً من غير عذر كذا في السراج الوهاب والسنة اذا فاتت عن وقتها لم يقضها الا ركعتي الفجر اذا فاتتا مع الغرض يقضيها بعد طلوع الشمس الى وقت الزوال ثم يسقط هكذا في محيط السرخسي وهو الصحيح هكذا في الرائق واذا فاتتا بدون الغرض	فجر کی سنتیں قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر ادا کرنا جائز نہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ واجب کے قریب ہیں۔ تاتار خانہ میں نافع سے اسی طرح منقول ہے، بغیر عذر کے سواری کی حالت میں بھی انھیں ادا کرنا جائز نہیں جیسا کہ سراج الوہاج میں ہے۔ اور سنتیں اگر اپنے وقت سے قضا ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں البتہ اگر فجر کی سنتیں فرائض کے ساتھ رہ جائیں تو طلوع شمس کے بعد زوال سے پہلے پہلے قضا کی جائیں، اس کے بعد ساقط ہو جائیں گی۔ اسی طرح محیط سرخسی میں ہے کہ یہی صحیح ہے، اسی طرح البحر الرائق میں ہے

¹ سراج الوہاج

² ردالمحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۰۲ھ

لا یقضى عندهما خلا فالحمد لله تعالى كذا في المحيط السرخسى ¹ - والله تعالى اعلم	جب یہ سنیتیں فرض کے بغیر رہ جائیں تو شیخین کے نزدیک ان کی قضا نہیں، امام محمد کی رائے اس کے خلاف ہے (کہ قضا کی جائیں) جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹۶: ۲ شعبان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی چار سنتیں قبل عشا کے فوت ہو گئیں مثلاً جماعت قائم ہو گئی نہ پڑھنے پایا شریک ہو گیا، اب بعد نماز ان کی قضا جائز ہے یا نہیں؟ علمائے عصر سے بعض مولویوں نے فرمایا قضا کرے اور ان کے خلاف بعض عالموں نے فتویٰ لکھا کہ ان کی قضا نہیں وہ مستحب ہیں اور قضا سنت مؤکدہ کی ہے، نہ مستحب کی۔ جب اس کا محل جاتا رہا پڑھنا بھی دور ہوا، اور بعض اجلہ فضلاء نے یہ تحریر فرمایا کہ ان کی قضا خلاف قیاس و خلاف اجماع فقہا ہے، اور اگر لازم سمجھے گا تو بدعت مذمومہ ہوگا، اس صورت میں قول فیصل کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

الهم هداية الحق والصواب قول فیصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ یہ سنتیں اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں، علامہ علائی در مختار میں فرماتے ہیں:

اما ما قبل العشاء فمندوب لا يقضى اصلاً ² ۔	عشا کے فرائض سے پہلے جو رکعتیں ہیں وہ مستحب ہیں ان کی قضا نہیں۔ (ت)

لیکن اگر کوئی بعد دو سنت بعدیہ کے پڑھے تو کچھ ممانعت نہیں، علامہ طحطاوی حاشیہ شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

لا مانع من قضاء التی قبل العشاء بعدها ³ ۔	عشا کی پہلی سنتوں کو عشا کے بعد ادا کر لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ (ت)

ہاں اس شخص سے وہ سنن مستحبہ ادا نہ ہوں گی جو عشا سے پہلے پڑھی جاتی تھیں بلکہ ایک نفل نماز مستحب ہوگی جیسے تراویح

¹ فتاویٰ ہندیہ باب فی النوافل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۱۲/۱

² در مختار، باب ادراک الفریضہ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱۰۰/۱

³ حشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب ادراک الفریضہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۶

وسنت مغرب و دو سنت عشا کہ ان کی قضا نہیں، پھر اگر کوئی ایسی جگہ فوت شدہ تراویح کل پڑھے تو نفل ہوں گے نہ سنن و تراویح نہ شرعاً مکروہ و قبیح۔ علامہ امین الدین محمد ردالمحتار میں انہی سنن عشا کی نسبت فرماتے ہیں:

لو قضاها لاتكون مكروهة بل تقع نفلا مستحبا لا على انها هي التي فأتت عن محلها كما قالوه في سنة التراويح ¹ ۔	اگر انھیں قضا کر لیا جائے تو کراہت نہیں بلکہ نفل مستحب ہو جائیں گی اور یہ اپنے محل سے فوت ہونے والی نماز نہیں بلکہ (یہ نئی نماز ہوگی) جیسا کہ فقہاء نے تراویح کے بارے میں فرمایا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و در مختار کی بحث تراویح میں ہے:

لا تقضى اذا فاتت اصلا ولا وحده في الاصح فان قضاها كانت نفلا مستحبا وليس بتراويح كسنة مغرب وعشا ² ۔	جب تراویح فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں نہ جماعت سے نہ اکیلے، اصح قول کے مطابق۔ اور اگر کوئی قضا کر لیتا ہے تو نفل مستحب بن جائیں گی اور یہ نماز تراویح نہ ہوگی جیسا کہ مغرب و عشا کی سنتوں کا حکم ہے۔ (ت)

اقول: وبالله التوفيق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) تحقیق مقام و تنفیج مرام یہ ہے کہ حقیقتہً قضا نہیں مگر فرض یا واجب کی،

الاداء في محل اداء النبي صلى الله تعالى عليه وسلم داخل في مطلق السنة فما ادى في غير المحل لا يكون سنة فلا يكون قضاء اذا القضاء مثل الفائت بل عينه عند المحققين نعم ما عين له النبي صلى الله تعالى عليه وسلم محلا بعد فوته فيقع سنة فيكون قضاء حقيقة،	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادائیگی کے محل میں ادا مطلق سنت میں شامل ہے لہذا جو اس کے علاوہ وقت میں ادا ہوں گے وہ سنت ہی نہیں ہوں گے لہذا قضا کہاں! کیونکہ قضاء فوت شدہ کی مثل بلکہ محققین علماء کے ہاں عین نماز ہوتی ہے، ہاں فوت ہونے کے بعد جس کا وقت خود رسالتاً صلی اللہ علیہ وسلم نے معین فرمادیا وہ ادائیگی سنت ہوگی اور قضا بھی حقیقی ہوگی۔ (ت)

¹ ردالمختار باب ادراک القریضہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۱۱ھ

² در مختار باب الوتر مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۸۱ھ

باقی نوافل و سنن اگرچہ موکدہ ہوں مستحق قضا نہیں کہ شرعاً لازم ہی نہ تھی جو بعد فوت ذمہ پر باقی رہیں،

ہدایہ میں ہے سنت میں اصل یہ ہے کہ اس کی قضا نہیں کیونکہ قضا واجب کے ساتھ مخصوص ہے اہ اور اس پر تمام گفتگو فتح میں ہے۔ (ت)	فی الهدایۃ الاصل فی السنۃ ان لا تقضی الاختصاص القضاء بالواجب¹ اہ وتمام تحقیقہ فی الفتح۔

مگر بعض جگہ برخلاف قیاس نص وارد ہو گیا وہی سنتیں جو ایک محل میں ادا کی جاتی تھیں بعد فوت دوسری جگہ ادا فرمائی گئیں جیسے فجر کی سنتیں جبکہ فرض کے ساتھ فوت ہوں بشرطیکہ بعد بلند یا قنابو قبل از زوال ادا کی جائیں یا ظہر کی پہلی چار سنتیں جو فرض سے پہلے نہ پڑھی ہو تو بعد فرض بلکہ مذہب ارجح پر بعد سنت بعد یہ کہ پڑھیں بشرطیکہ ہنوز وقت ظہر باقی ہو نص علی کل ذلک فی غیہ ما کتاب کرد المحتار (اس پر متعدد کتب مثلاً رد المحتار میں تصریح ہے۔ ت) ان شرائط کے ساتھ جب یہ دونوں سنتیں بعد فوت پڑھی جائیں گی تو بعینہا وہی سنتیں ادا ہوں گی جو فوت ہوئی تھیں اور ان کے سوا اور فوت شدہ سنتیں یا یہی سنتیں بے مراعات ان شرائط کے پڑھی جائیں گی تو صرف نفل ہوں گی نہ سنت فائتہ۔ بالجملة جو یہ کہے کہ ان کی قضا کا حکم ہے وہ خطا پر ہے اور جو کہے ان کی قضا ممنوع ہے وہ بھی غلطی پر ہے اور جو کہے ان کی قضا نہیں مگر بعد کو پڑھ لے تو کچھ حرج نہیں وہ حق پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹: مسؤلہ حافظ مولوی عبدالوحید صاحب ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ صبح کی سنتیں قضا قبل طلوع شمس کے پڑھنا بہتر ہے اور عمر کہتا ہے بعد کو بہتر ہے اول حدیث پر عمل کرنا چاہئے، اور عمر کہتا ہے دوسری حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ بینوا تو جروا الجواب:

اگر صبح کی نماز اور سنتیں بسبب خوف جماعت خواہ کسی اور وجہ سے رہ گئیں تو ان کی قضا اگر کرے تو بعد بلند یا قنابو پڑھے قبل طلوع نہ صرف خلاف اولیٰ بلکہ ناجائز و گناہ و ممنوع ہے۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم و غیر ہما صحاح و سنن و مسانید میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے طلوع سحر کے بعد طلوعاً قنابو تک اور عصر کے بعد غروباً قنابو تک نماز سے	نہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن الصلوۃ بعد الصبح حتی تطلع الشمس وبعد العصر حتی

¹ الہدایۃ باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ و شیکر کالونی کراچی ۱۳۳۱ھ

تغرب ¹ ۔	منع کیا ہے۔ (ت)
صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:	
لا صلوة بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا بعد العصر حتی تغرب الشمس ² ۔	صبح کے سورج کے بلند ہونے تک نماز نہیں اور عصر کے بعد غروب آفتاب تک نماز نہیں۔ (ت)
صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:	
ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم نهى عن الصلوة بعد العصر حتى تغرب الشمس وعن الصلوة بعد الصبح حتى تطلع الشمس ³ ۔	نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عصر کے بعد غروب آفتاب تک اور صبح کے بعد طلوع آفتاب تک نماز سے منع فرمایا ہے۔ (ت)
علماء فرماتے ہیں اس مضمون کی حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر ہیں ذکرہ المناوی فی التیسیر فی شرح الجامع الصغیر (اسے امام مناوی نے التیسیر فی شرح الجامع الصغیر میں ذکر کیا ہے۔ ت) در مختار میں ہے:	
کرہ نفل قصدا و لو تحية مسجد وكل ما كان واجب لغیره کمندور و رکعتی طواف والذی شرع فیہ ثم افسده و لو سنة فجر بعد صلوة فجر و عصر ⁴ اھملخصاً	نماز فجر اور عصر کے بعد وہ تمام نوافل ادا کرنے مکروہ ہیں جو قصداً ہوں اگرچہ تحیۃ المسجد ہوں، اور ہر وہ نماز جو غیر کی وجہ سے لازم ہو مثلاً نذر اور طواف کے نوافل اور ہر نفل نماز جس میں شروع ہوا پھر اسے توڑ ڈالا اگرچہ وہ فجر اور عصر کی سنتیں ہی کیوں ہوں اھملخصاً (ت)
ردالمحتار میں ہے:	
الکراهة هنا تحریبیه ایضاً کما صرح به فی الحلیة ولذا عبر فی الخانیة و	یہ کراہت تحریمیہ ہے جیسا کہ اس کی تصریح حلیہ میں ہے، اسی لئے خانہ اور خلاصہ میں عدم جواز سے تعبیر کیا گیا

¹ صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوة باب الصلوة بعد الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲/۱

² صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلوة باب لا تتحر الصلوة الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۳/۱

³ صحیح البخاری کتاب الصلوة بعد الفجر باب الصلوة بعد الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲/۱ و ۸۳

⁴ در مختار کتاب الصلوة مطبع مجتبائی دہلی ۶۱/۱

الخلاصة بعدم الجواز والمراد عدم الحل ¹ ۔	اور اس سے مراد یہ ہے کہ حلال نہیں۔ (ت)
امام احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:	
من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلها بعد ما تطلع الشمس ² ۔ قال الحاکم صحیح و اقره الذہبی فی التلخیص۔	جس نے صبح کی سنت نہ پڑھی ہوں وہ بعد طلوع آفتاب پڑھے امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا اور امام ذہبی نے تلخیص میں اس کی صحت کو برقرار رکھا۔ (ت)

رہی حدیث ابو داؤد:

حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ نا ابن نمیر عن سعد بن سعید ثنی محمد بن ابراہیم عن قیس بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رأى رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا صلى بعد صلاة الصبح ركعتين فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى الله عليه وسلم ركعتان فقال الرجل اني لم اكن صليت الركعتين اللتين قبلهما فصليتهما الان ، فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم ³ ۔ ورواه ابن ماجه حدثنا ابو بكر بن ابی شیبۃ ثنا عبد الله بن نمیر الخ سنداً و متناً نحوه غير انه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم الصلوة الصبح مرتين ⁴ ۔	عثمان بن ابی شیبہ نے ہم سے بیان کیا کہ ابن نمیر نے سعد بن سعید سے کہ محمد بن ابراہیم نے قیس بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ انھوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بعد صلوٰۃ صبح دو رکعتیں پڑھتے دیکھا فرمایا صبح کی دو ہی رکعتیں ہیں؟ اس شخص نے عرض کی سنتیں میں نے نہ پڑھی تھیں وہ اب پڑھ لیں، اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا۔ اسے ابن ماجہ نے سنداً و متناً روایت کیا ہے اور کہا ہمیں ابو بکر بن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن نمیر سے بیان کیا الخ البتہ ان الفاظ کے علاوہ کہ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا صبح کی نماز دو دفعہ ہے؟ (ت)

¹ در المختار کتاب الصلوٰۃ، مطبوعہ مصطفیٰ البابي مصر ۱۲۶۱ھ

² جامع الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی اعادة بعد طلوع الشمس مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱۳۷۱ھ

³ سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب من فاته متی یقضیہا، مطبوعہ آقا باعلیٰ پریس لاہور ۱۸۰۱ھ

⁴ سنن ابن ماجہ، باب فی ماجاء فیمن فاته الركعتان الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۲

اور اسی حدیث میں ترمذی کی روایت یوں ہے:

حد ثنا محمد بن عمر و السواق نا عبد العزيز بن محمد عن سعد بن سعيد عن محمد بن ابراهيم عن جده قيس قال خرج رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فاقيمت الصلوة فصليت معه الصبح ثم انصرف النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فوجدني اصلي فقال مهلا يا قيس اصلا تان معا، قلت يا رسول الله اني لم اكن ركعت ركعتي الفجر قال فلا اذا¹۔	محمد بن عمرو والسواق نے ہم سے بیان کیا کہ عبدالعزیز بن محمد نے سعد بن سعید سے، انھوں نے محمد بن ابراہیم سے، انھوں نے اپنے دادا حضرت قیس سے بیان کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جماعت کے لئے تکبیر کہی گئی میں نے آپ کی اقتدا میں نماز صبح ادا کی، پھر رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چہرہ اقدس پھیرا تو آپ نے مجھے نماز پڑھتے ہوئے پایا، فرمایا: اے قیس! ٹھہر جا، کیا دو نمازیں اکٹھی ہو گئی ہیں؟ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں فجر کی سنتیں ادا نہیں کر سکا۔ فرمایا تو اب حرج نہیں۔ (ت)

جس میں بیان ہے کہ وہ شخص خود یہی قیس تھے ان کا وہ عذر سن کر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو اب حرج نہیں یہ حدیث ان احادیث جلیلہ صحیحہ کے مقابل لانے کے قابل نہیں،

اؤگ: اس کی سند منقطع ہے خود امام ترمذی نے بعد روایت حدیث فرمایا:

اسناد هذا الحديث ليس بمتصل محمد بن ابراهيم التيمي لم يسمع من قيس²۔	اس حدیث کی سند متصل نہیں کیونکہ محمد بن ابراہیم التیمی نے حضرت قیس سے سماع نہیں کیا۔ (ت)

ثانیاً: خود سعد بن سعید پر اس کی سند میں اختلاف کیا گیا، بعض نے صحابی کو ذکر ہی نہ کیا، جامع ترمذی میں ہے:

وروى بعضهم هذا الحديث عن سعد بن سعيد عن محمد بن ابراهيم ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم خرج فرأى³ قيساً۔	بعض نے یہ حدیث اس سند سے بیان کی ہے سعد بن سعید، محمد بن ابراہیم سے کہ بنی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور قیس کو دیکھا۔ (ت)

¹ جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ماجانی من تفوتہ الرکعتان الخ مطبوعہ امین کمپنی کراچی ۱۱/۵۷

² جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ماجانی من تفوتہ الرکعتان الخ مطبوعہ امین کمپنی کراچی ۱۱/۵۷

³ جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ماجانی من تفوتہ الرکعتان الخ مطبوعہ امین کمپنی کراچی ۱۱/۵۷

ہائیک: عامہ رواۃ نے اسے مرسلًا روایت کیا خود انھیں سعید کے دونوں بہائی عبد ربہ بن سعید و یحییٰ بن سعید کہ دونوں سعد سے اوثق و احفظ ہیں مرسلًا روایت کرتے جامع ترمذی میں ہے: انما یروی هذا الحدیث مرسلًا¹۔ (یہ حدیث مرسلًا مروی ہے۔ ت) سنن ابی داؤد میں ہے:

روی عبد ربہ و یحییٰ ابنا سعید هذا الحدیث مرسلان جدھم ^۲ زید اصلى مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ² ۔	سعید کے بیٹے عبد ربہ اور یحییٰ دونوں نے اس حدیث کو مرسلًا روایت کیا کہ ان کے دادا زید نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ (ت)

رابعًا: مدار اس روایت کا سعد بن سعید پر ہے جامع ترمذی میں ہے:

حدیث محمد بن ابرھیم لانعرفه مثل هذا الامن حدیث سعد بن سعید ³ ۔	ہم محمد بن ابرہیم سے مروی اس حدیث کو سعد بن سعید کے علاوہ کسی سے نہیں جانتے۔ (ت)

اور سعد باوصف توثیق مقال سے خالی نہیں، ان کا حافظہ ناقص تھا، امام احمد نے انھیں ضعیف کہا، امام نسائی نے فرمایا قوی نہیں، امام ترمذی نے فرمایا تکلموافیہ من قبل حفظہ⁴ یعنی ائمہ حدیث نے ان سعد میں ان کے حافظہ کی طرف سے کلام فرمایا۔ لاجرم تقریب میں ہے: صدوق سخی الحفظ⁵ آدمی سچے ہیں حافظہ برا ہے۔

عہ وقع فی نسخ السنن الثلاث القی عندی ان جدھم زید وھو مشکل فان جد یحییٰ قیس لازید وقد انکره الحافظ فی الاصابة فقال بعد ذکر الروایة هكذا قرأت۱۲۱۲منہ (م)

میرے پاس تینوں سنن کے نسخوں میں یہ ہے کہ ان کے جد کا نام زید ہے لیکن یہ محل اشکال ہے کیونکہ یحییٰ کے جد کا نام قیس ہے زید نہیں۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں اس کا انکار کیا اور روایت ذکر کرنے کے بعد کہا میں نے اسی طرح پڑھا ہے ۱۲۱۲منہ (ت)

¹ جامع الترمذی ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی من تقوتہ الرکعتان الخ مطبوعہ امین کمپنی دہلی، ۵/۱

² سنن ابوداؤد کتاب الصلوۃ باب من فاتتہ متی یقضیہا مطبوعہ عالم پریس لاہور ۱۸۰/۱

³ جامع الترمذی ابواب ماجاء فی من تقوتہ الرکعتان الخ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۵۷۱/۱

⁴ تہذیب التہذیب ترجمہ سعد بن سعید نمبر ۸۷۶ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن ہند ۱۳/۷۷۳

⁵ تقریب التہذیب ترجمہ سعد بن سعید نمبر ۲۲۴۴ حرف السین المملیۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳۴۳/۱

ان وجوہ کی نظر سے یہ حدیث واحد خود ان احادیث صحیحہ کثیرہ کے مقابل نہ ہو سکتی خصوصاً اس حالت میں کہ وہ مثبت ممانعت ہیں اور یہ ناقل اجازت، اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ جب دلائل حلت و حرمت متعارض ہوں حرمت و ممانعت کو ترجیح دی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹۸: ۴ صفر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنن اربعہ جو بروز جمعہ قبل از خطبہ پڑھی جاتی ہیں اگر وہ کسی عذر سے ترک ہو جائیں تو بعد خطبہ اور فرضوں کے ان کی ادا ہے یا نہیں؟ بینوا بحوالہ الكتاب وتوجروا عند الله الوہاب

الجواب:

ہے اور سنتوں ہی کی نیت کرے وہ سنت ہی واقع ہوں گی،

در مختار میں ہے کہ بخلاف ظہر کی سنتوں کے اور اسی طرح جمعہ کی سنتوں کے اگر ایک رکعت کے فوت ہونے کا خطرہ ہے تو سنتیں چھوڑ کر امام کی اقتداء کرے پھر ان کو وقت ظہر میں ادا کرے۔ (ت)	فی الدر المختار بخلاف سنہ الظهر وكذا الجمعة فانه ان خاف فوت ركعة يتركها ويقتدى، ثم يأتي بها على انها سنة في وقته اى الظهر ¹ ۔

ہاں اگر وقت ظہر نکل گیا تو اب قضا نہیں لما قد منا (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۹۹: ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے فرض فجر کی جماعت سے پڑھے اور سنت اس کی فوت ہوئیں بوجہ ادائے فرض کے اب ان سنتوں کو بعد ادائے فرض پڑھے یا بعد طلوع آفتاب اور وقت بھی ادائے سنت کا باقی ہو اور کسی کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں تو ان سنت و فرض کو بعد طلوع آفتاب کے پڑھے اور سنت کی قضا کس وقت تک چاہئے؟

الجواب:

جب فجر کے فرض پڑھ لئے تو آفتاب بلند ہونے سے پہلے سنتیں پڑھنے کی اجازت نہیں اگرچہ فجر کا بھی ایک گھنٹا وقت باقی ہو، ہاں بعد بلند یا آفتاب پڑھے اور جس کے فرض و سنت دونوں فوت ہوئے ہوں وہ طلوع کے بعد استواء سے پہلے فرض و سنت دونوں کی قضا کرے، اور اگر یہ وقت بھی گزر گیا بعد زوال فرضوں کی قضا

¹ در مختار باب اور اک الفریضہ مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۰۰/۱

پڑھے تو اب سنتوں کی قضائیں والمسائل مبسوطۃ فی الدر وغیر عامۃ الاسفار الالغر (ان مسائل کی تفصیل در اور دیگر کتب مبارکہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۰: از ملک بنگال ضلع نواکھالی ڈاکخانہ چند رائج موضع ودالیا مرسلہ محمد ابراہیم ۶ شوال ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص عمر بھر نماز کبھی نہیں پڑھی اب یہ شخص مر گیا تو اس وقت اس کی قضائے عمری کی کیا صورت ہے اس کا اگر کوئی تدارک ہو سکے تو کیا ہے؟ بینوا تو جروا

اگر وقت بلوغ معلوم نہ ہو تو مرد کے لئے اس عمر سے بارہ برس اور عورت کے لئے ۹ برس کم کریں اور باقی تمام برسوں کے دن کر کے ہر دن کی نماز کے لئے آٹھ سو دس تولے گہوں کو سو روپے بھر کے سیر سے کچھ کم نو سیر ہوئے یا سولہ سو میں تولہ جو یا ان کی قیمت ادا کریں کل کے ادا کی طاقت نہ ہو تو جس قدر پر قدرت ہو محتاج کو دے کر قابض کر دیں محتاج اپنی طرف سے پھر ان کو ہبہ کر دے یہ قبضہ کر کے پھر کفارہ میں محتاج کو دیں وہ بعد قبضہ پھر ان کو ہبہ کر دے، یہ پھر قبضہ کر کے کفارہ میں دیں یونہی دور کرتے رہیں یہاں تک کہ ادا ہو جائے۔ عورت کی عادت حیض اگر معلوم ہو تو اس قدر دن اور نہ معلوم ہو تو ہر مہینے سے تین دن نو برس کی عمر سے پچاس برس کی عمر تک مستثنیٰ کریں مگر جتنی بار حمل رہا ہو مدت حمل کے مہینوں سے ایام حیض کا استثناء نہ کریں عورت کی عادت در بارہ نفاس اگر معلوم ہو تو ہر حمل کے بعد اتنے دن مستثنیٰ کرے اور نہ معلوم ہو تو کچھ نہیں کہ نفاس کے لئے جانب اقل میں شرعاً کچھ تقدیر نہیں ممکن ہے کہ ایک ہی منٹ آ کر فوراً پاک ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۱: از اوجین علاقہ گوالیار مکان میر خام علی صاحب اسٹنٹ مرسلہ محمد یعقوب علی خان رمضان المبارک ۱۳۰۷ھ

چہ می فرماید علمائے محقق دین ومفتیان مدقق پابند شرع متین دریں مسئلہ کہ اکثر عوام الناس در آخر جمعہ رمضان المبارک نماز قضائے عمری پیچوقتہ متخلف امام می خوانند درست است یا ممنوع زیر کہ نماز قضا بدون اداساقت ودور نمی شود اگر کسے بروز جمعہ آخری رمضان شریف قضائے نماز تمام عمر بہ نیت قضائے عمری بخوابد کہ ادا شود تعجب ست انتہی ونیز صورت نماز قضائے روز متفرقہ چیست یعنی	علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں عوام الناس امام کی اقتداء میں پانچ وقتی نماز قضا عمری پڑھتے ہیں یہ درست ہے یا ممنوع؟ کیونکہ قضا نماز جب تک ادا نہ کی جائے ساقط نہیں ہو سکتی اور اگر کوئی شخص رمضان کے آخری جمعہ کو تمام عمر کی قضا نمازوں کی نیت سے قضا عمری پڑھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ تمام عمر کی نمازیں ساقط ہو جائیں گی اس پر

تعب ہے انتہی، مختلف دنوں کی نمازوں کی قضاء کی صورت کیا ہے؟ مثلاً ایک آدمی کی منگل کی عصر اور دوسرے کی بدھ کی عصر قضا ہو گئی ہے اگر دونوں عصر کی قضا آپس میں باجماعت ادا کرتے ہیں تو یہ درست ہے یا ممنوع؟ کیونکہ دونوں کی نماز ایک دن کی نہیں۔ علاوہ ازیں امام صاحب ترتیب ہے لیکن مقتدی صاحب ترتیب نہیں اس طرح کے امام کے پیچھے مقتدیوں کی قضا نمازیں ساقط ہو جائیگی یا ان کا حکم کیا ہے یعنی نفل ادا کرنے سے فرض کس طرح ساقط ہو سکتے ہیں؟ عبارت کتب کے حوالہ جات سے تفصیلاً بیان فرمائیں تم پر اللہ کی رحمت ہو۔ (ت)	قضائے عصر کے روز سہ شنبہ و نماز قضائے عصر دوم چہار شنبہ اگر ایں ہر دو مردم نماز قضائے عصر جداگانہ باجماعت ادا نماز بند درست ست یا منع چرا کہ نماز ہر دو مردم روز کے نیست علاوہ بریں امام صاحب ترتیب ست و مقتدیان ازیں خوبی عاری پس چنیں امام قضائے یقینی مقتدیان کہ اکثر قضائے نماز ذمہ اوست فارغ الذمہ میثوند یا حکم آں چہ۔ اعنی پس ادا کنندہ نفل نماز فرض بچہ طور ادا می شود بشرح بسیط بیان فرماید بحوالہ عبارت کتب رحمة الله علیکم اجمعین۔

الجواب:

نوت شدہ نمازوں کے کفارہ کے طور پر یہ جو طریقہ (قضائے عمری) ایجاد کر لیا گیا ہے یہ بدترین بدعت ہے اس بارے میں جو روایت ہے وہ موضوع (گھڑی ہوئی) ہے یہ عمل سخت ممنوع ہے، ایسی نیت و اعتقاد باطل و مردود، اس جہالت قبیحہ اور واضح گمراہی کے بطلان پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے، حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص نماز بھول گیا تو جب اسے یاد آئے اسے ادا کر لے، اس کا کفارہ سوائے اس کی ادائیگی کے کچھ نہیں اسے امام احمد، بخاری، مسلم (مذکورہ الفاظ بھی اس کے ہیں) ترمذی، نسائی اور دیگر محدثین نے حضرت	اس طریقہ کہ بہر تکفیر صلوات فائزہ احداث کردہ اند بدعت شنیعہ دردین نہادہ اند حدیثش موضوع و فعلش ممنوع و ایں نیت و اعتقاد باطل و مدفوع، اجماع مسلمین بر بطلان ایں جہالت شنیعہ و ضلالت قطعیہ قائم ست حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند: من نسى صلوة فليصلها اذا ذكرها لا كفارة لها الا ذلك¹ ہر کہ نمازے فراموش کرد چوں یاد آید آں نماز باز گزارد جز ایں مر اور اکفارہ نیست اخر جہ احمد و البخاری و مسلم و اللفظ لہ والتر مذی

¹ صحیح البخاری کتاب موقیت الصلوٰۃ باب من نسی صلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۸۴، صحیح مسلم باب قضاء الصلوٰۃ الفائزہ نور محمد اصح المطالع

والنسائی وغیرہم عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ علامہ علی قاری رحمۃ الباری در موضوعات کبیر گوید:

حدیث "من قضی صلوٰۃ من الفرائض فی آخر جمعة من رمضان کان ذلک جابراً لکل صلوٰۃ فائتة فی عمره الی سبعین سنة" باطل قطعاً لانہ مناقض للاجماع علی ان شیئاً من العبادات لا تقوم مقام فائتة سنوات^۱ الخ امام ابن حجر مکی در تحفہ شرح منہاج الامام النووی باز علامہ زر قانی در شرح مواہب امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ فرماید:

اقبح من ذلک ما اعتید فی بعض البلاد من صلوٰۃ الخمس فی هذه الجمعة عقب صلوتها زاعمین انها تکفر صلوٰۃ العام والعبء المتروکة و ذلک حرام لوجوه لا تخفی^۲۔

واقترائے قاضی عصر امروز بقاضی عصر دیر روز نارواست زیر اکہ اتحاد نماز شرط صحت اقتداست و ہمچنان اقتدائے مفترض بمنتمل نیز کہ ز نہار درست نباشد پس بدیں صورتہا ذمہ از نماز فارغ نشود۔ فی نور الايضاح و شرحہ مراقی الفلاح

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ علامہ قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعات کبیر میں کہتے ہیں: حدیث "جس نے رمضان کے آخری جمعہ میں ایک فرض نماز ادا کر لی اس سے اس کی ستر سال کی فوت شدہ نمازوں کا ازالہ ہو جاتا ہے" یقینی طور پر باطل ہے کیونکہ اس اجماع کے مخالف ہے کہ عبادات میں سے کوئی شئی سابقہ سالوں کی فوت شدہ عبادات کے قائم مقام نہیں ہو سکتی الخ، امام ابن حجر کی تحفہ شرح منہاج الامام النووی میں پھر علامہ زر قانی شرح مواہب امام قسطلانی رحمہم اللہ تعالیٰ میں فرماتے ہیں: اس سے بھی بدتر وہ طریقہ ہے جو بعض شہروں میں ایجاد کر لیا گیا ہے کہ جمعہ کے بعد پانچ نمازیں اس گمان سے ادا کر لی جائیں کہ اس سے سال یا سابقہ تمام عمر کی نمازوں کا کفارہ ہے اور یہ عمل ایسی وجوہ کی بنا پر حرام ہے جو نہایت ہی واضح ہیں۔ باقی آج کی عصر قضا کرنے والے کی اقتداء میں کل کی عصر قضا کرنے والا نماز ادا نہیں کر سکتا کیونکہ اقتداء کے لئے نماز کا ایک ہونا شرط ہے اور اسی طرح فرض پڑھنے والے کا نفل پڑھنے والے کی اقتداء کرنا ہرگز درست نہیں لہذا اس صورت میں نمازوں کا ذمہ ساقط نہیں ہوگا۔ نور الايضاح اور اس کی شرحہ مراقی الفلاح میں

^۱ الاسرار الموضوعیۃ فی الاخبار الموضوعیۃ حدیث ۹۵۳ مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ص ۲۴۲

^۲ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ و اما حقیقۃ رمضان دار المعرفۃ بیروت ۱۱۰/۷

ہے اقتدا کے لئے یہ شرط ہے کہ امام اور مقتدی کے فرائض الگ الگ نہ ہوں مثلاً ایک ظہر اور دوسرا عصر یا دونوں دو دنوں کی ظہر ادا کر رہے ہوں (تو پھر اقتداء جائز نہ ہوگی) تلخیصاً، تنویر الابصار، در مختار اور رد المحتار میں ہے کہ فرض ادا کرنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا نہیں کر سکتا اسی طرح ایک اور فرض پڑھنے والا ہے دوسرا دوسرے فرض والا ہے ان کا ایک دوسرے کی اقتداء کرنا بھی جائز نہیں مثلاً کل کی ظہر پڑھنے والے کی آج کی ظہر پڑھنے والا اقتدا کرے کیونکہ دونوں کی نمازوں کا ایک ہونا شرط ہے انتہت تلخیصاً واللہ تعالیٰ اعلم	شرط صحة الاقتداء ان لا يكون الا مأم مصلياً فرضاً غير فرض المأموم كظہر وعصر وظہرین من یومین^۱ اھ ملخصاً وفي تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار لا مفترض ببتنفل ومفترض فرضاً آخر كمصلی ظہر أ مس بمصلی ظہر الیوم، لان اتحاد الصلوتین شرط^۲ انتہت ملخصه واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۲: کیا فرمائے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس پر قضا نماز زیادہ ہوں وہ ان کی نیت کیونکر کرے اور قضا میں کیا کیا نماز پھیری جاتی ہے اور جس کے ذمہ قضاں بہت کثیر ہیں جن کی اداسخت دشوار ہے تو آیا اس کے لئے کوئی تخفیف نکل سکتی ہے جس سے ادا میں آسانی ہو جائے کہ ادا میں جلدی منظور رہے کہ موت کا وقت معلوم نہیں۔ بینوا تو جروا

الجواب:

قضا ہر روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے دو فرض فجر کے، چار ظہر، چار عصر، تین مغرب، چار عشاء کے تین وتر۔ اور قضا میں یوں نیت کرنی ضرور ہے کہ نیت کی میں نے پہلی فجر جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی، اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کیا کرے اور جس پر قضا نماز میں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کے لئے اگر یوں بھی ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں تین تین بار سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ کی جگہ صرف ایک بار کہے، مگر یہ ہمیشہ ہر طرح کی نماز میں یاد رکھنا چاہئے کہ جب آدمی رکوع میں پورا پہنچ جائے اس وقت سبحان کا سین شروع کرے اور جب عظیم کا میم ختم کرے اس وقت رکوع سے سر اٹھائے اسی طرح جب سجدوں میں پورا پہنچ لے اس وقت تسبیح شروع کرے اور جب پوری تسبیح ختم کر لے اس وقت سجدہ سے

^۱ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحاوی باب الامامة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۵۸

^۲ رد المحتار مع الدر المختار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۲۲۹

سر اٹھائے۔ بہت سے لوگ جو رکوع سجدہ میں آتے جاتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں بہت غلطی کرتے ہیں ایک تخفیف کثرت قضا والوں کی یہ ہو سکتی ہے، دوسری تخفیف یہ کہ فرضوں کی تیسری رکعت میں الحمد شریف کی جگہ سبحان اللہ، سبحان اللہ، سبحان اللہ تین بار کہہ کر رکوع میں چلے جائیں مگر وہی خیال یہاں بھی ضرور ہے کہ سیدھے کھڑے ہو کر سبحان اللہ شروع کریں اور سبحان اللہ پورے کھڑے کھڑے کہہ کر رکوع کے لئے سر جھکائیں، یہ تخفیف فقط فرضوں کی تیسری رکعت میں ہے و تروں کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں، تیسری تخفیف پہلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف اللھم صلی علی محمد والہ کہہ کر سلام پھیر دیں چوتھی تخفیف و تروں کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط ایک یا تین بار رب اغفر لی کہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۳: از مولوی عبد اللہ صاحب مدرس منظر الاسلام محلہ سودا گران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ قضاے عمری نماز ادا کرنے کی حالت میں جو نفل ہر وقت کی نماز میں پڑھے جاتے ہیں وہ قبول ہوں گے یا نہیں؟

الجواب:

خالی نفلوں کی جگہ بھی قضاے عمری پڑھے، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۰۴: کتاب ترکیب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ ایک شخص تین بجے رات سے جاگتا رہا اور وقت نماز صبح صادق سو گیا اور آفتاب نکل آیا تو وہ وقت کی نماز پڑھے ثواب اس کو ادا کا ملے گا وقت میں قضا کا لفظ نہ کہے۔

الجواب:

اس نماز کے قضا ہو جانے میں شک نہیں کہ نماز کے لئے شرعاً اوقات معین ہیں،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بیشک نماز مسلمانوں پر وقت باندھا ہوا فرض ہے،	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا ^۱

اور قضا ہو جانے کے یہی معنی ہیں کہ شرعاً جو وقت مقرر فرمایا گیا تھا وہ جاتا رہے، رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بیشک ہر نماز کے لئے اول و آخر ہے اور بیشک نماز صبح کا اول وقت طلوع فجر کے وقت ہے اور اس کا	ان الصلوٰۃ اولا و اخرا و ان اول وقت الفجر حين يطلع الفجر و ان اخر وقتها

^۱ القرآن ۱۰۳/۴

آخر طلوع شمس پر ہے، اسے امام ترمذی اور امام طحاوی نے بسند صحیح اعمش سے انھوں نے ابوصالح سے اور انھوں نے حضرت ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفصیلاً روایت کیا ہے اور یہ مختصر ہے	حين تطلع الشمس¹۔ رواہ الترمذی والامام الطحاوی بسند صحيح عن اعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مطولا وهذا مختصر.

امام طحاوی فرماتے ہیں:

یعنی اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز صبح کا وقت طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور طلوع شمس پر جاتا رہتا ہے۔ جو بعض کتب فقہ مرفوعاً من نام عن صلوة اونسیہا فليصلها اذا ذكرها فان ذلك وقتها فاقول: الحديث في الصحيحين بلفظ من نسي صلوة فليصلها اذا ذكرها لا كفارة لها الا ذلك³ اخرجاه عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، وفي لفظ لمسلم عنه من نسي صلوة او نام عنها فكفارته ان يصلها اذا ذكرها⁴ وفي آخر له انه فليصلها اذا ذكرها فان الله عز وجل يقول اقم الصلوة لذكرى⁵ وله عن ابی قتادہ رضي الله تعالى عنه بلفظ فليصلها	یعنی اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ نماز صبح کا وقت طلوع فجر سے شروع ہوتا ہے اور طلوع شمس پر جاتا رہتا ہے۔ جو بعض کتب فقہ میں مرفوعاً روایت مروی ہے کہ جو شخص نماز سے سو گیا اسے بھول گیا تو وہ جب یاد آجائے اسی وقت نماز ادا کرے کیونکہ یہی اس کا وقت ہے۔ فاقول: (میں کہتا ہوں) اس حدیث کو بخاری و مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو نماز بھول گیا وہ یاد آنے پر ادا کرے اس نماز کا کفارہ سوائے اس کے کچھ نہیں مسلم شریف میں انہی سے یہ روایت ان الفاظ میں ہے جو شخص نماز ادا کرنا بھول گیا یا سو گیا نماز رہ گئی تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب یاد آئے اسے ادا کرے۔ مسلم کی دوسری روایت جو اسی صحابی سے مروی ہے یہ الفاظ ہیں کہ جب نماز

¹ جامع الترمذی ابواب الصلوة باب من مطبوع المین کینی دہلی ۲۲/۱

² شرح معانی الآثار باب موافقت الصلوة مطبوعہ المین سعید کینی کراچی ۱۰۳/۱

³ صحیح البخاری باب من نسی صلوة فليصل اذا ذكرها قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۴/۱، صحیح مسلم باب قضاء الصلوة الفاتیہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۴۱/۱

⁴ صحیح مسلم، باب قضاء الصلوة الفاتیہ، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۲۴۱/۱

⁵ صحیح مسلم، باب قضاء الصلوة الفاتیہ، نور محمد اصح المطابع کراچی، ۲۴۱/۱

حين ينتبه لها فاذا كان الغد فليصلها عند وقتها¹
 وله كالسنة الا البخارى والترمذى عن ابى هريرة
 رضى الله تعالى عنه كاخر الفاظه عن انس رضى الله
 تعالى عنه وللترمذى وصححه والنسائى فى حديث
 ابى قتاده رضى الله تعالى عنه فليصلها اذا ذكرها²
 ومثله لابي يعلى والطبرانى فى الكبير عن ابى حنيفة
 رضى الله تعالى عنه ونحوه لهذا فى الاوسط عن ابى
 سعيد الخدرى رضى الله تعالى عنه ولما لك فى موطاه
 عن زيد بن اسلم عن النبى صلى الله تعالى عليه
 وسلم اذا رقد احدكم عن الصلوة اونسبها ثم فزع
 اليها فليصلها كما كان يصلها لو قتها³ وللطبرانى عن
 ميمونة بنت سعد رضى الله تعالى عنها اذا ذكرها
 فليصلها وليحسن صلوته وليتوضأ فليحسن وضوئه
 فذلك كفارته⁴ وليس فى شى من ذلك فان ذلك
 وقتها بل قد ارشد صلى الله تعالى عليه وسلم

یاد آئے تو اسے ادا کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے نماز
 میری یاد کے لئے قائم کرو۔ اور مسلم نے حضرت ابو قتادہ
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ وہ شخص
 جب بیدار ہو تو ادا کرے اور جب دوسرا دن آئے تو اسے وقت
 پر ادا کرے۔ بخاری کے سوا صحاح ستہ میں ایسے ہی ہے۔
 ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث
 کے آخری الفاظ اس طرح نقل کئے ہیں جو حضرت انس رضی
 اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہیں، ترمذی اور نسائی میں
 حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث میں
 ہے، پس اسے پڑھ لے جب اسے یاد آئے، ترمذی نے اس
 روایت کو صحیح کہا ہے ابو یعلیٰ اور المعجم الکبیر للطبرانی میں یہ
 حدیث امام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل مروی
 ہے، اسی طرح اوسط میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے اور امام مالک کے موطا میں زید بن اسلم سے
 مروی ہے کہ نبی اکرم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز
 سے سو جائے یا اسے بھول جائے پھر اسے نماز کے (قضا)
 ہونے کا خوف لاحق ہوا تو اسے اسی طرح ادا رکھے جس طرح
 وقتی نماز

¹ صحیح مسلم کتاب المساجد باب قضاء الصلوة الفاتیة مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۳۹/۱

² جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء فی النوم عن الصلوة مطبوعہ امین کمپنی کراچی ۲۵/۱، سنن النسائی کتاب المواقیت فیمن نام عن صلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۱

³ موطا امام مالک کتاب وقوت الصلوة باب النوم عن الصلوة مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰

⁴ المعجم الکبیر مروی از ميمونة بنت سعد رضى الله عنها مطبوعہ المکتبۃ بیروت ۳۵/۲۵

ادا کرتا ہے۔ طبرانی میں حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ جب اسے یاد آئے ادا کرے اور اچھی طرح وضو کرے پس یہی اس کا کفارہ ہے۔ ان تمام روایات میں یہ الفاظ کہ "یہی اس کا وقت ہے" ہرگز نہیں ہیں بلکہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث ابو قتادہ کے الفاظ "دوسرے دن کی نماز اپنے وقت پر ادا کرے" کے ذریعے یہ رہنمائی عطا فرمائی ہے کہ آج اس نے جو نماز پڑھی وہ وقت پر نہ تھی حدیث زید کے الفاظ اسے اسی طرح ادا کرے جیسے وقتی ادا کرتا ہے" بھی اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں، ہاں طبرانی نے اوسط اور بہیقی نے سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو نماز بھول گیا اس کا وقت وہی ہے جب اسے یاد آئے لیکن امام بیہقی نے اس کے ضعیف ہونے کی تصریح کردی ہے تو یہ روایت دلیل کیسے بن سکتی ہے، بلکہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو اجماع کو توڑ نہیں سکتی، علاوہ ازیں اس کی تاویل کرنا درست ہے کہ جب نماز یاد آئی ہے تو اس سے اس کی ادائیگی کا اسی طرح مطالبہ ہے جیسے کہ اس کے وقت میں تھا۔ (ت)	فی حدیث ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقولہ فاذا کان الغد فلیصلہا عند وقتہا ان الذی یصلی الیوم لیس لوقتہ والیہ یومی حدیث زید فلیصلہا کما کان یصلیہا لوقتہا نعم للطبرانی فی الاسط و البیہقی فی السنن من نسی صلوۃ فوقتہا اذا ذکرہا^۱ وقد نص البیہقی علی تضعیفہ فانی تقوم بہ الحجة بل ولئن صح لم یقادح الاجماع علی انہ یقبل التاویل ای انہ یطالب بہا الان کما یطالب بہا فی وقتہا۔

وقت میں قضا کا لفظ کہنے کی تو کوئی حاجت اس میں بھی نہیں جبکہ جیتے جاگتے قصداً معاذ اللہ قضا کر دی ہو بلکہ ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ قضا بہ نیت ادا اور ادا بہ نیت قضا دونوں صحیح ہیں مگر اس سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں جبکہ وہ یقیناً قضا ہے تو قضا کہنے میں کیا مضائقہ رکھا ہے، رہا ادا کا ثواب ملنا یہ اللہ عزوجل کے اختیار میں ہے اگر وہ جانے گا کہ اس نے اپنی جانب سے کوئی تقصیر نہ کی صبح تک جاگتے کے قصہ سے بیٹھا تھا اور بے اختیار آنکھ لگ گئی تو ضرور اس پر گناہ نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سو جانے کی وجہ سے نماز رہ گئی تو گناہ نہیں لیکن جس شخص نے جان بوجھ کر نماز نہ پڑھی حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آگیا تو یقیناً گناہ گار ہوگا۔ اسے مسلم نے حضرت ابو قتادہ	اما انہ لیس فی النوم تغریط انما التغریط علی من لم یصلی الصلوۃ حتی یجئ وقت الصلوۃ الاخری^۲۔ رواہ مسلم عن

^۱ مجمع الزوائد خوالہ معجم اوسط باب فیمن نام عن الصلوۃ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۳۲۲/۱، سنن الکبریٰ کتاب الصلوۃ باب لا تغریط علی من نام

عن صلوۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ۲۱۹/۲

^۲ صحیح مسلم کتاب المساجد باب قضاء الصلوۃ الفاتیۃ مطبوعہ نور محمد اصح لمطالع کراچی ۲۳۹/۱

ابن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وللنسائی وا لترمذی وصححه عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ انه ليس في النوم تفريط انما التفريط في اليقظة ¹ ۔	رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ نسائی اور ترمذی نے اسی صحابی سے ان الفاظ میں روایت کی ہے سو جانے کی صورت میں گناہ نہیں البتہ بیداری میں گناہ ہے۔ (ت)

اور جب اس کی جانب سے کوئی تقصیر نہیں تو امید یہی ہے کہ ثواب نماز کا مل عطا ہو مگر اس سے وہ نماز قضا سے خارج نہ ہو جائے گی ثواب کا مدار نیت پر ہے، بے کئے ثواب محض نیت پر مل جاتا ہے۔ صحیح حدیث میں ارشاد ہے کہ جو نماز کے قصد پر چلا اور جماعت ہو چکی جماعت کا ثواب پائے گا لیکن اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ جماعت فوت نہ ہوئی وھذا ظاہر جدا (یہ بالکل واضح ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۵: از نجب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مرسلہ کریم بخش صاحب ٹھکیدار ۱۷ جمادی الاول ۱۳۳۱ھ
قضا نماز کی جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ تنہا پڑھنا افضل ہے یا باجماعت؟ اور مسجد میں یا مکان پر؟ اگر جماعت ہو سکتی ہے تو صبح و عشا و مغرب کی نماز خاموش پڑھنا چاہیئے یا آواز؟ اور ہر ایک قضا عین وقت ہی پر پڑھی جائے مثلاً عشاء کی عشاء کے وقت اور ظہر کی ظہر کے وقت علیٰ ہذا القیاس یا حتی الامکان جلد بلا تعین وقت؟

الجواب:

اگر کسی امر عام کی وجہ سے جماعت بھر کی نماز قضا ہو گئی تو جماعت سے پڑھیں، یہی افضل و مسنون ہے اور مسجد میں بھی پڑھ سکتے ہیں، اور جسری نمازوں میں امام پر جسر واجب ہے اگرچہ قضا ہو۔ اور اگر بوجہ خاص بعض اشخاص کی نماز جاتی رہی تو گھر میں تنہا پڑھیں کہ معصیت کا اظہار بھی معصیت ہے قضا حتی الامکان جلد ہو، تعین وقت کچھ نہیں ایک وقت میں سب وقتوں کی پڑھ سکتا ہے، در مختار میں ہے:

یکرہ قضاء ہا فیہ (ای فی المسجد) لان التأخیر معصیۃ فلا یظہر ہا۔ بزازیۃ ² ۔	مسجد میں نماز کی قضا مکروہ ہے کیونکہ تاخیر معصیت ہے جس کا اظہار نہیں ہونا چاہئے، بزازیہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وفي الامداد انه اذا كان التفويت الامر عام فالاذان في المسجد لا يكره لانتفاء العلة	امداد میں ہے جب نماز کا فوت ہونا کسی عام امر کی وجہ سے ہو تو اب مسجد میں قضا کے لئے اذان مکروہ نہیں

¹ سنن النسائی کتاب المواقیت فیمن نام عن صلوة مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۷۱، جامع الترمذی ابواب الصلوۃ ما جاء فی النوم عن الصلوۃ مطبوعہ امین

کمپنی دہلی ۲۵/۱

² در مختار باب الاذان، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹/۱

کیونکہ وہ علت معدوم ہے جیسے کہ سرور علام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لیلۃ التعریس میں کیا تھا۔ (ت)	کفعلہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیلۃ التعریس ¹

در مختار میں ہے:

امام فجر اور مغرب و عشاء کی پہلی دو رکعات میں جسر اقرات کرے خواہ نماز ادا پڑھائے یا قضا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	یجہر الامام وجوباً فی الفجر و اولی العشاءین اداء وقضاء ² واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۶: از نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ امانت علی شاہ ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کی بہت نمازیں قضا ہو گئی ہیں یا اس نے دیر سے نماز شروع کی تو اس کو کیا کرنا چاہئے کہ اس کی کچھلی نمازیں پوری ہو جائیں؟

الجواب:

ان نمازوں کی قضا کرے جس قدر روز پڑھ سکے اسی قدر بہتر ہے مثلاً دس دن کی روز پڑھے یا آٹھ کی یا سات کی اور چاہے ایک وقت میں پڑھے یا متفرق اوقات میں، اور ہر بار یوں نیت کرے کہ سب میں پہلی وہ نماز مجھ سے قضا ہوئی، جب ایک پڑھ لی پھر یوں نیت کرے یعنی اب جو باقیوں میں پہلی ہے، اخیر تک اتنی پڑھے کہ اب اس پر قضا باقی رہنے کا گمان نہ رہے، قضا ہر روز کی صرف بیس رکعت ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۷: ۱۲۰۸ و ۱۲۰۹: دبیر انجمن نعمانیہ لاہور ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) ایک شخص جس نے اپنی چالیس سال کی عمر تک باوجود مسلمان کمانے کے نماز روزہ حج زکوٰۃ ادا نہ کی ہو یا کبھی کچھ کر لیا اور کبھی کچھ نہیں اور بعد ازاں وہ تائب ہو اور تجدید ایمان کی اور کسی اہل اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی کہ اس شخص کو بھی ان عبادات کا اعادہ فرض ہو گا یا تجدید ایمان کی کافی ہو گی کیونکہ اسلام قبول کرنے سے پہلے تمام نقائص کو رفع کر دیتا ہے اور کسی کبائر وغیرہ کا بھی وہ جواب دہ نہیں رہتا۔ (۲۲) اگر اس کی عمر ایس مدت تک پہنچ گئی ہے کہ وہ سب قضا نمازیں کھڑے ہو کر ادا نہیں کر سکتا تو بیٹھ کر ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی یا نہیں۔؟

الجواب:

(۱) نماز روزہ و حج زکوٰۃ ادا نہ کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جتنے دنوں ادا نہ کرے گا اس کی قضا اس پر

¹ رد المحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۸۸

² در مختار فصل و مجسر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

فرض رہے گی کافر کا اسلام لانا اس کے اگلے کبائر کو محور کر دیتا ہے، مسلمان صرف تجدید اسلام سے اپنے گناہوں عہدہ برآ نہیں ہو سکتا جب تک توبہ نہ کرے، فرائض ترک کئے ہیں اس سے توبہ میں یہ بھی شرط ہے کہ ان کی قضا کرے صرف زبانی توبہ توبہ نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جب تک کھڑے ہونے کی طاقت ہے کھڑا ہونا فرض ہے اگرچہ لکڑی یا آدمی یا دیوار کے سہارے سے جتنی اس طور سے پڑھ سکے کھڑے ہو کر پڑھے، جب تک تھک جائے تھم جائے، اس طرح ادا میں اگر قصور کرے گا اور موت آگئی تو امید ہے کہ مولیٰ تعالیٰ باقی نمازیں معاف فرمائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰۹: جس شخص نے نماز صبح نہ پڑھی ہو تو اس کی جمعہ اور عید کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ واللہ تعالیٰ اعلم

الجواب:

عید کی نماز تو مطلقاً ہو جائے گی اور جمعہ کی بھی اگر صاحب ترتیب نہ ہو یعنی اس کے ذمہ پانچ نمازوں سے زیادہ قضا جمع ہو گئی ہوں اگرچہ ادا کرتے کرتے اب کم باقی ہوں، اگر صاحب ترتیب ہے تو جب تک صبح کی نماز نہ پڑھے جمعہ نہ ہوگا اگر صبح کی نماز اسے یاد ہے اور وقت اتنا تنگ ہو گیا کہ صبح کی نماز پڑھے تو ظہر کا وقت ہی نکل جائے اور یہ جمعہ میں ہونا متوقع نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱۰: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاکخانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ عبدالغنی صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے انتقال کیا اس پر کفارہ صوم و صلوٰۃ کا واجب تھا بسبب غربت کے، حیات میں ادا نہ کیا، اب اس کے وارثوں نے قرض لے کر اس کی جانب سے ایک قرآن شریف ہدیہ مسکین کو دے دیا اس صورت میں کفارہ مذکورہ ذمہ زید سے ساقط ہوا یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:

بازار کے بھاؤ سے وہ نسخہ مصحف شریف جس قیمت کا تھا بقدر اس کے کفارہ ادا ہونے کی امید ہے مثلاً دو روپیہ ہدیہ کا تھا تو دو روپے کے گئے ہو جتنے کفارے کو کافی ہوں وہی ادا ہو سکتا ہے باقی نماز روزے زید کے ذمے بدستور رہے، قرآن مجید بیشک بے بہا ہے اس کے ایک کلمے کی برابر ساتویں آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے برابر نہیں ہو سکتے، مگر ان امور میں اعتبار مالیت کا ہے، قرآن عظیم مال نہیں۔ ہاں یہ کاغذ و جلد جو متضمن نقوش ہیں یہ مال انھیں کی قیمت ملحوظ ہوگی و بس، ورنہ یوں تو جس پر دس کروڑ روپے کسی کے قرض آتے ہوں ایک کلمہ اللہ پرچہ پر لکھ کر دے دے اور دین سے ادا ہو کر بے شمار اس کا اس پر فاضل رہے و ہذا کلمہ ظاہر جدا (اور یہ سارا اچھی طرح واضح ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

مسئلہ ۱۲۱۱:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مر گیا اس نے عمر بھر نماز نہ پڑھی یا کبھی پڑھی اس کی عمر ستر چھتر برس کی ہوئی کفارہ نماز کے بہت سے گیہوں یا جوہوں گے اور اس قدر مال نہیں تو اس کے ادا ہونے کا کیا طریقہ ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مثلاً بارہ برس ادنیٰ مدت بلوغ کی نکال کر ساٹھ برس کی نمازیں اس کے ذمہ تھیں سال کے دن تین سو پچپن ہیں تو ایک سال کی نمازوں کے فدیے دو ہزار ایک سو تیس ہوئے اور ساٹھ برس کے ایک لاکھ ستائیس ہزار آٹھ سو ایک نماز کا فدیہ گیہوں سے نصف صاع یعنی بریلی کی تول سے ایک سیر سات چھٹانک دو ماشے ساڑھے چہرہ رتی اور انگریزی سیر سے کہ اسی روپیہ بھر کا ہے پونے دو سیر اور پون چھٹانک اور بیسواں حصہ چھٹانک کا یعنی ایک سیر تیرہ چھٹانک پانچواں حصہ چھٹانک کا کم اس مقدار کو ۲۱۳۰ میں ضرب دیں تو سال بھر کی نمازوں کا کفارہ ہو اور ۱۲۷۸۰۰ میں ضرب دیں تو ساٹھ سال کا، یہ تقریباً پونے پانچ ہزار من گیہوں ہوئے اس قدر دینے کی طاقت نہیں تو جتنے کی قدرت ہو اس قدر فقیر کو دے کر مالک کر دے قبضہ دلادیں پھر فقیر اپنی طرف سے انھیں ہبہ کر دے یہ پھر دوبارہ نیت کفارہ اسے دے کر قبضہ دلادیں وہ پھر انھیں ہبہ کر دے یہ سہ بارہ ایسا ہی کریں یہاں تک کہ یہ الٹ پھیر اس مقدار کو پہنچ جائے جتنے بڑی مقدار سے دور کریں گے جلد ختم ہو گا دور کے لئے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ کسی سے مثلاً سو روپیہ کی تھیلی قرض لے کر وہ کفارے میں فقیر کو دیں اور یوں ہی الٹ پھیر کریں کہ روپے سے دور آسان ہوگا، اخیر میں فقیر کو کچھ دے کر راضی کریں۔ فتاویٰ بزاز یہ میں ہے:

ان لم یکن له مال یستقرض نصف صاع ویعطیه المسکین علی الوارث ثم الوارث علی المسکین ثم واثم حتی یتئم لكل صلوٰۃ نصف صاع کما ذکرنا ^۱ ۱۷ وتفصیل الکلام فی فتاؤنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم	اگر میت کا مال نہیں تو نصف صاع قرض لے کر مسکین کو دیا جائے پھر وہ مسکین اسے وارث پر صدقہ کرتے جائیں یہاں تک کہ ہر نماز عوض نصف صاع ہو جائے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ اور تفصیلی گفتگو ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱۲: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا انتقال ہوا اور اس کی نمازیں و روزہ قضا ہیں

^۱ فتاویٰ بزاز یہ علیٰ هامش الفتاویٰ الہندیہ التاسع عشر فی الفوائت مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶۹/۴

اس کے ورثا ان کا فطرہ ادا کرنا چاہتے ہیں اور اس مقام پر آبادی اہل ہندو رعیت و مسلمان رعیت و سادات کی ہے جو بوجہ قحط سال انتہا درجہ کے محتاج ہیں اور ذوالقرنیٰ اور ہمسایہ بھی احتیاج رکھتے ہیں تو اس فطرہ کو ان سب پر تقسیم کرنا جائز یا ناجائز، اور دینا اولیٰ اس میں سے کس گروہ کو ہے، متوفی کی سکونت سے دور مقامات میں طلباء دین کو دینا اولیٰ ہے یا مذکورین سائقین جو اسی آبادی میں اور قرب وجوار میں محتاج ہیں اور ایک نماز و روزہ کے فطرہ کو پورا ایک شخص کو دینا جائز ہے یا اس کی قیمت کر کے نقد دینا جائز ہے یا نہیں، اگر نماز و روزہ کا غلہ یا قیمت حساب لگا کر مساکین پر کم و بیش تقسیم کر دے تو جائز ہے یا نہیں یعنی ایک سو نمازیں اور پچاس روزہ کا فطرہ پیمائش کر کے انبار کیا یا اس کی قیمت جمع کی اور پانچ سو مساکین پر تقسیم کرنا منظور ہے تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب:

یہ صدقہ حضرات سادات کرام کے لائق نہیں اور ہنود و غیر ہم کفار ہند اس صدقے کے لائق نہیں ان دونوں کو دینے کی اصلاً اجازت نہیں، نہ ان کے دیے ادا ہوں۔ مسلمین مساکین ذوالقرنیٰ غیر ہاشمین کو دینا دونا جابر ہے مدرسہ دینیہ کے طلبہ علم دین کے صحیح العقیدہ کو بھیجنے کی اجازت ہے اگرچہ وہ دوسرے شہر میں ہوں حتیٰ کہ زکوٰۃ بھی۔ درمختار میں ہے:

کرہ نقلھا الا الی قرابة او احوج او اصلح و انفع للمسلمین او الی طالب علم ¹ ۔	زکوٰۃ کی رقم کا دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب دوسرے مقام پر رشتہ دار یا زیادہ محتاج یا زیادہ صالح یا مسلمانوں کا زیادہ نفع ہے یا طالب علم ہو۔ (ت)

اقارب و جیران اور دور کے طلبہ علم دونوں میں ایک ایک وجہ اولیت کی ہے جو اسے نفع معلوم ہو اس پر عمل کرے چاہے اناج دے یا اس کی قیمت ایک فقیر کو متعدد نمازوں و روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے جب تک وہ اس کے دینے سے مالک نصاب نہ ہو جائے ہاں مدیون ہو تو بقدر دین ہزار نصابوں کی مقدار ایک کو دے سکتا ہے کسی فقیر کو ایک کفارہ کی مقدار سے کم نہ دے بلکہ پوری مقدار یا مقادیر یا اس کی یا ان کی پوری قیمت ہو احتیاط اس میں ہے خروجا عن الخلاف (اختلاف سے بچنے کے لئے۔ ت) درمختار میں اسی کفارہ کے بارے میں ہے:

لوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجز	اگر فقیر کو نصف صاع سے کم دیا تو یہ جائز نہیں اور اگر اسے

¹ درمختار کتاب الزکوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۱۱ھ

ولو اعطاه الكل جاز ¹ ۔	تمام دے دیا تو جائز۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

هذا ثاني قولين حكاهما في التتار خانية بدون ترجيع وظاهر البحر اعتمادا والاول منهما انه يجوز كما يجوز في صدقة الفطر ² ۔	یہ ان دو اقوال میں سے دوسرا ہے جنہیں تارخانہ میں بغیر ترجیع کے نقل کیا اور بحر سے اسی پر اعتماد کا اظہار ہو رہا ہے اور پہلا قول یہ ہے کہ یہ اسی طرح جائز ہے جس طرح صدقۃ الفطر میں جائز ہے۔ (ت)

یہاں یہ ظاہر ہوا کہ سو نمازوں اور پچاس کا فدیہ ڈیڑھ سو مساکین سے زائد کو نہ دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱۳: از موضع بکہ جیبی والا علاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب ۳۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ملک پنجاب میں رواج ہے کہ میت کے جنازہ کے وقت اسقاط کرتے ہیں یہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اسقاط کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر میت پر نماز روزہ قضا ہیں اور اس نے اتنا مال نہ چھوڑا جس کے ثلث سے بحالت وصیت اس کا فدیہ ادا ہو سکے یا وصیت نہ کی اور سب ورثا ادائے فدیہ پر راضی نہیں تو پہلی صورت میں اس کے تہائی مال کا حساب لگائیں کہ اس سے کس قدر کا فدیہ ادا ہو سکتا ہے مثلاً فرض کرو کہ چہارم کی قدر ہے تو ثلث مال فقیر کو بہ نیت فدیہ دیں فقیر اس سے لے کر پھر وارث کو بہہ کر دے یہ پھر بہ نیت فدیہ دے فقیر پھر لے کر بہہ کر دے اور ہر بار فقیر و وارث قبضہ کرتے جائیں یہاں تک کہ فدیہ ادا ہو جائے یا مال بالکل نہیں ہے تو وارث مثلاً ڈیڑھ سیر گیہوں یا اس کی قیمت کسی سے قرض لے کر اس کا الٹ پھیر کر لے اگرچہ ہزار بار یا زائد میں فدیہ کی حد تک پہنچے۔

في الدر لمختار لومات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من بركا لفطرة وكذا حكم الوترو	در مختار میں ہے اگر کوئی شخص فوت ہو جاتا ہے اور اس پر نمازیں ہیں اور وہ اپنے کفارہ کی وصیت کر جاتا ہے تو ہر نماز کے عوض فطرہ کی طرح گندم کا نصف صاع دیا جائے گا

¹ در مختار باب قضاء الفوائت مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰/۱

² ردالمحتار باب قضاء الفوائت مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۵۳۳

الصوم وانما يعطى من ثلث ماله ولولم يتروك مالا يستقرض وارثه نصف صاع مثلاً ويدفعه الفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم¹	وتر اور تراویح کا بھی یہی حکم ہے اور یہ اس کے تہائی مال سے دیا جائے گا اور اگر میت نے مال ہی نہیں چھوڑا تو وارث نصف صاع قرض لے کر کسی فقیر کو دے اور پھر فقیر نصف وارث کو دے، اسی طرح دیتے رہیں یہاں تک کہ تمام نمازوں کا عوض ہو جائے۔ (ت)

اس کے سوا یہ جو عوام میں رائج ہے کہ سارے فدیہ کے عوض ایک قرآن دے دیا کہ وہ تو بے بہا ہے یوں ادا نہیں ہوتا قرآن مجید بیشک بے بہا ہے مگر جو بے بہا یعنی کلام الہی کہ ور قوں میں لکھا ہے وہ مال نہیں، نہ وہ دینے کی چیز ہے تو جو مال ہے یعنی کاغذ اور پٹھے اسی طرح قیمت معتبر ہوگی اور جب مقدار فدیہ کو نہ پہنچے گی فدیہ کیونکہ ادا ہوگا و هذا ظاہر جدا (یہ نہایت ہی واضح ہے۔
ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱۳: از دھولقہ ضلع احمد آباد گجرات مسئولہ محمد یوسف صاحب ۲۲ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

بخدمت ہادی برحق مولینا مولوی احمد رضا خان صاحب دام برکاتہ گزارش یہ ہے کہ ہم قصبہ دھولقہ کے رہنے والے ہیں ہم لوگ بالکل سیدھے سادھے لوگ اور صرف راہ حق کے تلاش کرنے والے ہیں، کسی فریق پارٹی سے ہمیں کوئی لگاؤ یا تعلق نہیں، آپ کے حکم پر ہمیشہ گردن جھکانے کو تیار ہیں مگر ہم لوگوں اردو کی معمولی لیاقت کے اور علم نہیں ہے آپ کا ایک فتویٰ اول گجراتی کتاب میں چھپا ہے اور دوسری ایک تحریر مولوی علاء الدین صاحب پر آئی ہوئی چھپی ہے، ان دونوں تحریروں کو سمجھنے کی ہم لوگ لیاقت نہیں رکھتے اس لئے خدمت والا میں عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اس قصبہ میں چھپیس سیر گیہوں فی سیر ۸۰ روپیہ کے حساب سے اور نقد سواروپیہ اور ایک کلام اللہ شریف اتنی چیزوں کا حیلہ اس طرح کرتے ہیں کہ جنازہ کا امام کچھ پڑھتا ہے کیا پڑھتا ہے وہ ہمیں معلوم نہیں بعد پڑھنے کے حاضر فقیروں میں تین دور کرا دیتا ہے اور پھر وہ چیزیں امام وغیرہ بانٹ لیتے ہیں، یہ حیلہ شریعت کے مطابق ہے اور جائز ہے یا نہیں صرف مختصر جواب اردو آسان لفظوں میں ہوگا تو بھی ہماری کافی تسلی ہوگی۔

الجواب:

امام جنازہ جو کچھ پڑھتا ہے اگر اس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو (مثلاً یہ نہ ہو کہ اس میت کے گناہ ہم نے اپنے سر لئے یا اس کا عذاب و ثواب ہمارے اوپر کہ ایسا کہنا شریعت میں حرام ہے) اور وہ لوگ جن پر ان چیزوں کا دور کراتا ہے، فقیر محتاج زکوٰۃ لینے کے قابل ہوں تو اس چھپیس سیر گیہوں کی جو قیمت وہاں اس وقت

¹ در مختار باب قضاء الفوائت مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۱

بازار کے بھاؤ سے ہو اور اس مصحف شریف کا جو ہدیہ وہاں اس وقت ہو اور وہ سواروپہ ان کے مجموعہ کو ان دور والے محتاجوں مصرف زکوٰۃ کے سہ چند میں ضرب دینے سے جو حاصل ہو یہ مال جتنے نمازوں کا کفارہ ہو اس قدر کا ہو گیا اگر میت پر زیادہ کفارہ تھا تو باقی اس کے ذمہ پر رہا مثلاً گھوٹا تین روپے کے ہوں اور وہ مصحف پونے تین روپے ہدیہ کا ہو تو یہ اور وہ سواروپہ مل کر سات روپیہ کامل ہوا اب اگر دور میں اس فقیر میں اور ان پر تین بار دور ہوا تو گویا تیس ۳۰ فقیروں کو سات سات روپے دے گئے مجموعہ دو سو دس ۲۰ روپے ہوئے، میت پر نماز روزے وغیرہ کا مطالبہ اگر اس قدر یا اس سے کم تھا تو سب ادا ہو گیا اور زیادہ کا تھا تو جتنا زائد تھا باقی رہا مثلاً اس کے نماز روزوں کے حساب سے جتنے گھوٹا کفارہ کے ہوتے ان کی قیمت وہاں سے وقت کے بھاؤ سے ہزار روپے تھی اور یہ دو سو دس ۲۰ روپے ہوئے تو سات سو نو ۹۹ روپے کا مطالبہ میت پر رہا اور اگر دور والوں میں بعض وہ ہوں کہ اگرچہ فقیر بنتے ہیں مگر مالدار ہیں حاجت اصلہ کے علاوہ چھین ۵۱ روپے کے مال کے مالک ہیں تو ان کے شامل ہونے سے دور میں حرج نہ آئے گا فقط اتنا ہو گا کہ دور میں ان کا شمار نہ ہو گا مثلاً دس فقیروں پر دور کیا اور ان میں تین ۳ غنی تھے سات ہی پر دور سمجھا جائے گا صورت مذکورہ میں تیس ۳۰ فقیروں کی جگہ اکیس ۲۱ ہی رکھے جائیں گے اور دو سو دس ۲۰ روپے کی جگہ ایک سو ستر ۱۷ روپے کا کفارہ ادا ہو گا، ہاں اگر ان میں کوئی بھی محتاج نہ ہو اسب غنی تھے تو بیشک کفارہ بالکل ادا نہ ہو گا، غرض یہ حیلہ یا تو بالکل کافی ہے جبکہ میت پر مطالبہ اسی قدر یا اس سے کم ہو ورنہ نافع ضرور ہے جبکہ ان دور والوں میں ایک بھی فقیر ہو کہ آخر کچھ نہ کچھ مطالبہ تو میت پر سے کم ہوا، ہاں جیسے بہت عوام دور ہی نہیں کرتے ایک مصحف شریف دے دیا اور سمجھ لئے کہ عمر بھر کا کفارہ ادا ہو گیا یہ محض مہمل و باطل ہے، یونہی یہاں جب پورے مطالبہ کے قدر نہ تو اس سے بالکل ادا سمجھ لینا غلط و باطل ہے پھر بھی اس سے اس حیلہ کا جتنا فائدہ ہے زائل نہیں ہوتا، بعض کو کل سمجھ لینا ان کی غلطی ہے جیسے کسی کے ہزار روپے زید پر قرض ہوں اور زید سو ۲۰ روپے ادا کرے اور سمجھ لے کہ سب ادا ہو گیا تو یہ اس کی غلطی ہے مگر اس غلطی کے سبب وہ سو ۲۰ روپیہ جو ادا کئے باطل نہ ہو جائیں گے وہ فائدہ اسے حاصل رہے گا کہ اب ۱۰۰۰ ہزار کی جگہ ۹۹۹ سو کا مطالبہ اس پر رہا، بہر حال اس میں فائدہ ضرور ہے مگر اس طرح کی کوئی خلاف شرع بات نہ کہی جاتی ہو، جس کی مثال اوپر گزری، بغیر اس کے اسے مطلقاً ناجائز بتانے والا محض غلطی پر ہے، البتہ مسلمانوں کے مناسب یہ ہے کہ وہ طریقہ دور کا کریں جس سے میت پر سے باذنہ تعالیٰ سب مطالبہ ادا ہو جائے اس کا بیان ہمارے فتویٰ میں مفصل موجود ہے اور اس پر یہ اعتراض کہ قرآن مجید کا صدقہ حرام بلکہ کفر ہے جہل و حماقت ہے ورنہ ۱ مسکین طالب علم کو قرآن مجید دینا حرام و کفر ہو، اسے صدقہ کہہ کر نہ دے بہرہ رکھے جب بھی تو صدقہ ہی ہو گا جیسا کہ فقہاء تصریح فرماتے ہیں۔ در مختار میں ہے:

الہبة للفقير صدقة على الغني هبة ¹ ۔	ہبہ فقیر کے لئے صدقہ اور صدقہ غنی کے لئے ہبہ ہو جاتا ہے - (ت)

اور محققین کے نزدیک یہاں نفس قربت مؤثر وان کان الاثر اشد مع الاسقاط (اگرچہ اثر اسقاط کے ساتھ اشد ہے۔ ت) فتح القدیر میں ہے:

الذی نعقله ان کلامن التقرب والاسقاط مؤثر ² ۔	ہم یہ سمجھے کہ تقرب اور اسقاط دونوں ہی مؤثر ہیں۔ (ت)

پھر قرآن مجید وقف کرنے کا جواز کتب مذہب میں مصرح ہے۔ در مختار میں ہے:

وفي الدرر وقف مصحفاً على اهل مسجد للقرأة ان يحصون جاز وان وقف على المسجد جاز ويقراً فيه ³ ۔	درر میں ہے اگر کسی نے برائے تلاوت اہل مسجد کے لئے قرآن وقف کیا تو وہ اسے محفوظ رکھیں تو جائز ہے اور اگر مسجد کے لئے وقف کیا تو بھی جائز ہے اور اس سے تلاوت بھی جائز ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ان يحصون جاز هذا الشرط مبني على ما ذكره شمس الائمة من الضابط وهو انه اذا ذكر للوقف مصرفاً لا بد ان يكون فيهم تنصيب على الحاجة حقيقة كالفقراء واستعمالاً بين الناس كالتأمی والزمی لان الغالب فيهم الفقر فيصح للاغنياء والفقراء منهم ان كانوا يحصون والا فلفقراهم فقط ⁴ ۔	ما تن کا قول "اگر اسے وہ محفوظ رکھیں" یہ اس ضابطہ پر مبنی ہے جس کا تذکرہ شمس الائمہ نے کیا کہ جب واقف وقف کے لیے کوئی مصرف بیان کرے تو ضرور ہے کہ لوگوں میں اس کی حاجت و ضرورت بیان کرے خواہ وہ ضرورت حقیقہ ہو مثلاً یتامی اور بے دست و پا لوگ کیونکہ ان میں اغلب طور پر فقر ہوتا ہے پس اغنیاء و فقراء کے لئے یہ صحیح ہوگا جبکہ وہ اسے محفوظ رکھنے والے ہوں ورنہ فقط فقراء کیلئے ہوگا۔ (ت)

¹ در مختار کتاب الہبۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۶۱/۲

² فتح القدیر نور یہ رضویہ سکھر

³ در مختار کتاب الوقف مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۳۸۰/۱

⁴ ردالمحتار کتاب الوقف مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۱۱/۳

وقف بھی صدقہ ہی ہے بلکہ صدقہ جاریہ مستمرہ حتیٰ کہ اگر خاص چند اغنیاء پر ہو جب بھی اس کا آخر فقراء کے لئے ہونا لازم، صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خیبر میں کچھ زمین حاصل کی تو رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اس کے بارے میں آپ سے رہنمائی حاصل کی جائے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو اسے (منتقل ہونے سے) روک لیں اور صدقہ کر دیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے صدقہ کر دیا اسی طرح کہ نہ اسے بیچا جائے گا نہ بہہ کیا جائے گا۔ اس میں وراثت جاری نہ ہوگی اور اسے فقراء، قریبی رشتہ دار، غلاموں کی آزادی، راہ خدا میں، مسافروں اور مہمانوں کے لئے صدقہ کر دیا۔ (ت)	ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اصأب ارضاً بخيبر فاتى النبى صلى الله تعالى عليه وسلم يستأمره فيها فقال صلى الله تعالى عليه وسلم ان شئت حبست أصلها وتصدقت بها قال فتصدق بها عمر انه لا يبيع ولا يوهب ولا يورث وتصدق بها فى الفقراء وفى القربى وفى الرقاب وفى سبيل الله وابن السبيل والضيف¹۔

یہ حدیث محرر المذہب سیدنا امام محمد نے مبسوط میں یوں روایت فرمائی:

ہمیں صحز بن جویرہ جو کہ عبد اللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے نے بیان کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک شمع نامی زمین کا ٹکڑا تھا اور وہاں نہایت اچھا کھجوروں کا باغ تھا انھوں نے حضور اکرم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا میں نے ایسا مال حاصل کیا ہے جو میرے نزدیک نہایت ہی قیمتی ہے کیا میں اسے صدقہ کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا اصل صدقہ کر دو اس طرح کہ نہ اسے بیچا جائے نہ بہہ کیا جائے اور نہ ہی اس کا وارث بنایا جائے لیکن اس کا پھل خرچ کیا جائے	أخبرنا صخر بن جويرة مولى عبد الله بن عمران عمر بن الخطاب كان له ارض تدعى شمعاً وكان نخلا نفيساً فقال يا رسول الله انى استغدت ما لا هو عندي نفيس افاصدق به فقال رسول الله صلى عليه وسلم تصدق بأصله لا يبيع ولا يوهب ولا يورث ولكن تنفق ثمرته فتصدق به عمر فى سبيل الله وفى الرقاب وللضيف وللمسافر و

¹ صحیح مسلم باب الوقف مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۴۱/۲

لابن السبیل ولذی القربی ^۱ الحدیث۔	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے راہ خدا غلاموں کی آزادی، مہمان نوازی، مسافر، ابن سبیل اور قریبی رشتہ داروں پر صدقہ کر دیا۔ (ت)

صحیح بخاری کے بھی بعض طرق میں بالفاظ امام محمد ہے: تصدق باصلہ لایبایع^۲۔ الحدیث (اس کا اصل صدقہ کر دواسے فروخت نہ کیا جائے الحدیث۔ ت)

مانعین^۳ کیا کہتے ہیں اُس صورت میں جبکہ مثلاً کوئی اہل خیر سو^۴ مصحف شریف ان کے مدرسہ یا یتیم خانے میں بھیجے کہ ان میں غربا کے بچے اور یتاں پڑھا کریں اس کا یہ فعل حسن و باعث ثواب ہے یا حرام و موجب عذاب بلکہ معاذ اللہ کفر، اور اگر اس نے نذرمانی ہو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دس مصحف شریف فقراء مسلمان کو دوں گا تو یہ نذر حلال ہے یا حرام و کفر، اور اگر وصیت کی ہو کہ میری ملک کے مصحف سب میرے بعد فقراء مسلمان کے دے دیئے جائیں اور وہ ثلث مال سے زائد نہ ہوں تو یہ وصیت صحیح یا باطل اور یہ دینا وصی پر واجب ہے یا حرام، پھر یہ حکم صرف مصحف شریف کے لئے یا کتب حدیث و فقہ کے لئے بھی، طرفہ یہ کہ مانعین کے امام الطائفہ گنگوہی کے فتاویٰ حصہ ۳ میں ہے:

سوال: خرید کر قرآن دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب: زکوٰۃ کے روپے سے قرآن کتاب کپڑا وغیرہ جو کچھ خرید کر دے دیا جائے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اہ اور بات یہ ہے مانعین حقیقت امر سے غافل ہیں جو اس کی تحقیق بازغ کا طالب ہو ہمارے فتاویٰ کی طرف رجوع کرے وبالله التوفیق واللہ

تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۱۵: از ریاست رام پور مرسلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اور ٹیٹل کالج ۱۷ صفر ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ طریقہ اسقاط جو ملک افغانستان میں مروج ہے وہ شرعاً ثابت اور مستحسن ہے یا نہیں، اگر ثابت ہے تو اس کی کیا دلیل ہے، اور فدیہ صوم اگرچہ منصوص ہے لیکن فدیہ صلوٰۃ پر کون سی نص ہے اور یہ یعنی دوران قرآن کیوں متروک العمل ہے اور یہ ہندوستان میں کیوں مروج نہیں، بر تقدیر ثانی یہ عبارت فتاویٰ سمرقندیہ کی بالکل غلط ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے:

لمأصنف الامام الربانی محمد بن حسن الشیبانی فی کتاب الحیل فی کل باب انکر	جب امام ربانی محمد بن حسن الشیبانی نے ہر معاملہ کے بارے میں کتاب الحیل لکھی تو اس پر علماء بغداد نے

^۱ سنن الدار قطنی باب کیف یتب الحبس مطبوعہ نشر النبی ملتان ۱۹۳/۴

^۲ صحیح البخاری باب الوقف و کیف یتب مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۸۹/۱۱

علیہ علماء بغداد بلغوا تلك القصة الى خليفة
 البغداد فقال الخليفة ارسل الى ذلك فان كان موافقاً
 للاصول فبها والا فنخرقه فقال ان العلماء احساد
 واوانكر و احسدا فجاء الامام بذلك الكتاب الى
 الخليفة فنظر فيه فتعجب فطلب العلماء و قال
 انظروا فيه بدقة النظر من غير حسد فلما رأوه قالوا
 فقد احسن محمد ضاعف الله اجره الى الابد ثم
 سئل الخليفة عن الامام اى اصل اخرجت تلك
 المسائل قال اخرجت من قصة ايوب ويوسف وسنة
 حيلة الرباء والحد فقال الخليفة للعلماء من
 انكر الحيلة فقد انكر القرآن والحديث واجماع
 العلماء فالتعزیز واجب علیہ فلما حول ورقة وقع
 النظر على حيلة الاسقاط فقال الامام اسهل طريقته
 ان يبيع الوارث على الفقير مصحفاً قابل القراءة ثم
 يهب الفقير للوارث ثم فثم حتى يتم لعل الله
 يجعل فدية الصوم والصلوة والزكاة وغيرها فقال
 العلماء قلت قولاً حسناً بارك الله في عمرک فاکتب في
 کتابک فکتب الامام تلك الحيلة في كتابه فشاع في
 زمان الخليفة (الدر البر للامام الغزالي) قال
 الشارح السمرقندی

اعتراض کیا یہ بات خلیفہ بغداد کو پہنچی تو اس نے کہا وہ کتاب
 مجھے لا کر دو اگر اس کی عبارات اصول کے موافق ہیں تو ٹھیک
 ورنہ ہم اسے جلادیں گے اور علماء نے اعتراض حسداً کیا تھا، امام
 نے کتاب خلیفہ وقت کو دی اس نے جب اسے پڑھا تو بہت
 متعجب ہوا، علماء کو طلب کیا اور کہا حسد سے بالاتر ہو کر دقت
 نظر سے اس کا مطالعہ کرو، جب انھوں نے اس کتاب کو پڑھا
 تو سب کہنے لگے کہ امام محمد نے بہت خوب کام کیا ہے اللہ
 تعالیٰ تا قیامت ان کو اجر عطا فرمائے، پھر خلیفہ نے امام سے
 پوچھا ان مسائل کا استنباط کرتے وقت کونسی اصل آپ کے
 پیش نظر تھی، تو انھوں نے فرمایا میں نے حضرت ایوب،
 حضرت یوسف علیہم السلام کے واقعات اور حیلہ ربا کی سنت
 اور حد سے انہیں مستنبط کیا ہے خلیفہ نے علماء سے کہا جو شخص
 حیلہ کا انکار کرتا ہے اس نے تو قرآن، حدیث اور اجماع کا انکار
 کیا تو اس پر تعزیر لازم ہے۔ جب خلیفہ نے کتاب کا ایک ورق
 اٹھایا تو اس کی نظر حیلہ اسقاط پر پڑی، امام نے کہا کہ حیلہ کا
 آسان طریقہ یہ ہے کہ وارث محتاج کو قابل قرأت قرآن بیچ
 دے پھر وہ فقیر اس وارث کو ہبہ کر دے، پھر اسی طرح مسلسل
 کیا جائے حتیٰ کہ پورا ہو جائے شاید اللہ تعالیٰ اسے روزہ، نماز
 اور زکوٰۃ وغیرہ کا فدیہ بنا دے۔ علما نے کہا کہ آپ نے بہت
 خوب بات فرمائی ہے اللہ تعالیٰ تمھاری عمر میں برکت دے
 پس اسے اپنی کتاب میں تحریر فرما دو اور یہ طریقہ خلیفہ کے
 دور میں مروج رہا الدر البر للامام غزالی۔ شارح سمرقندی
 نے فرمایا، ہمیں

حدثنا عباس بن سفيان عن ابن عتبة عن ابن عوف عن محمد بن عبد الله قال قال عمر ايها المؤمنون اجعلوا القرآن وسيلة لنجاة الموتي فتحلقوا وقولوا اللهم اغفر لهذا البيت بعزة القرآن وتناولوا بأيديكم وفعل عمر في آخر خلافته في وفاة امرأة ملقبة الحبيبة بنت عربد زوجة ملاب لجزء من القرآن فمالوا الى عمر ولم يشتهر في خلافة عثمان ثم اشتهر في خلافة هارون الرشيد من غير انكار دوران القرآن بحيلة الاسقاط فاصله ثابت عن عمر وهذا وان لم يذكر في كتب المشهورة من الاحاديث ولكنه مشهور في بعض الكتب من التواريخ بسند قوي كما قال المورخ اللبيب صاحب الفتوح اخبرنا ابو عاصم عن ابن جريج عن ابن شهاب عن ابن سلمة عن ابن موسى قال فعل عمر دوران القرآن لجزء منه بحلقة عشرين رجلا بعد صلوة الجنازة لامرأة ملقبة بحبيبة بنت عربد زوجة ملاب لرجل من الانصار ما حفظنا اسبه فانكار مطلقة الحيلة وعن حيلة الاسقاط فسق لانه ثبت عن عمر، اخبرنا سعيد بن ايوب عن جبيع عن عبد الله بن ابي بكر انه اوجد عمر بدور القرآن

عباس بن سفيان نے ابن عتبہ سے انہوں نے ابن عوف سے انہوں نے محمد بن عبد اللہ بن عمر سے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اے اہل ایمان! قرآن کو مردوں کی نجات کے لئے وسیلہ بناؤ اور حلقہ بنا کر یوں عرض کرو اے اللہ! اس میت کو عزت قرآن کی برکت بخش دے اور اسے ایک دوسرے کے ہاتھ میں دو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری دور میں حبیبہ بنت عربد زوجہ ملاب کی وفات کے موقع پر قرآن کے ایک حصہ سے ایسا کیا، لیکن یہ عمل خلافت عثمان میں مشہور نہ ہوا پھر ہارون الرشید کے زمانہ میں قرآن کا دور حیلہ اسقاط کے لئے بغیر کسی اعتراض کے مشہور ہوا تو اس حیلہ کی اصل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت اور یہ بات اگرچہ مشہور کتب احادیث میں نہیں لیکن کتب تاریخ میں سند قوی کے ساتھ مشہور ہے جیسا کہ عظیم مورخ صاحب الفتوح نے بیان کیا کہ ہمیں ابو عاصم نے ابن جریج سے انہوں نے ابن شہاب، انہوں نے ابن سلمہ، انہوں نے ابن موسیٰ سے بتایا کہ حضرت عمر نے بیس آدمیوں کے حلقہ میں قرآن کے ایک جز کو لیا دیا اور یہ اس خاتون کے جنازہ کے بعد کیا جو ملاب انصاری کی بیوی اور حبیبہ بنت عربد کے لقب سے مشہور تھی اس کا نام محفوظ نہیں، تو مطلقاً حیلہ کا انکار کفر اور حیلہ اسقاط کا انکار فسق ہے کیونکہ یہ حضرت عمر سے ثابت ہے، ہمیں سعید نے ایوب سے انہوں نے جمیع سے انہوں نے عبد اللہ بن ابی بکر سے بتایا کہ نماز جنازہ کے بعد قرآن کا دور حضرت عمر رضی اللہ

بعد صلوٰۃ الجنائزۃ انتھی فتاویٰ سمرقندی من عتبہ۔	تعالیٰ عنہ نے ایجاد کیا انتھی، فتاویٰ سمرقندی میں عتبہ کے حوالے سے منقول ہے۔ (ت)

نیز اس میں دورانِ قرآن کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہے وہ صحیح ہے یا نہیں اور اس کی سند کیسی ہے؟

الجواب:

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے سوا اور حضرات سے جو کچھ روایات بے سرو پا اس عبارت میں مذکور ہیں سب باطل و افتراء ہیں، نہ یہ عبارت فتاویٰ سمرقندیہ میں ہے اس پر بھی افتراء ہے، اور بے چارہ افتراء کرنے والا عربی عبارت بھی باقاعدہ نہ بنا سکا اپنی ٹوٹی پھوٹی جاہلانہ خرافات کو صحابہ و ائمہ کی طرف منسوب کیا مسئلہ دور عامہ کتب متداولہ مذہب میں مصرح ہے خود مصحف شریف سے یا کسی مال سے مگر ہر بار کے دینے میں اتنا ہی مجرا ہو گا کہ بازاری نرخ سے وہ مصحف شریف جتنے ہدیہ کا ہے یہ جاہلانہ خیال کہ یہ تو بے بہا ہے ایک ہی دفعہ میں اگلے پچھلے بلکہ سات پشت کے سب کفارے ادا ہو جائیں گے محض جاہلانہ خیال باطل ہے کما بیننا فی فتاونا بما لا مزید علیہ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اتنی تفصیل سے بیان کیا ہے جس پر اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔ ت) فدیہ صلوٰۃ پر اگرچہ نص شارع علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نہ آیا نص مجتہد مذہب ہے وکنی بہ حجتہ (یہ دلیل کے لئے کافی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم



باب سجود السہو

(سجدہ سہو کا بیان)

مسئلہ ۱۲۱۶: ۷ ربیع الآخر ۱۴۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص الحمد شریف پڑھ کر سوچتا رہا کہ کون سی سورت پڑھوں اور اس میں کچھ دیر لگ گئی تو کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اگر بقدر ادائے رکن ای مع سنتہ کما فی الغنیۃ (یعنی سنت کے مطابق جیسے غنیہ میں ہے۔ ت) یعنی مثلاً جتنی دیر میں تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا اتنے وقت تک سوچتا رہا تو سجدہ سہو لازم ہے ورنہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

التفکر الموجب للسہو مألزم منه تأخیر الواجب او الرکن عن محله بأن قطع الاشتغال بالرکن او الواجب قدر اداء رکن و هو الاصح ^۱ اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم	ایسا سوچنا جو سہو کا سبب ہے وہ ہوگا جو واجب یا رکن کو اپنے مقام سے مؤخر کر دے مثلاً اداء رکن کی مقدار کسی رکن یا واجب سے اعراض کر لیا جائے یہی اصح ہے اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۵۸/۵۵۸

مسئلہ ۱۲۱۷: ۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے واذکر فی الکتب موسیٰ سے و وہبنا لہ تک کہ تین آیات قصار ہو گئیں پڑھ کر بند ہو گیا کسی قدر تا مل کر کے پھر دوبارہ واذکر سے و وہبنا لہ تک پڑھا پھر سہ بارہ یہی تک پڑھ کر کچھ تا مل کیا جب آگے نہ چلا رکوع کر دیا، اس صورت میں امام پر سجدہ سہوہ آیا یا نہیں؟ اگر آیا اور نہ کیا تو فاسد ہوئی یا کیسی؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اگر ایک بار بھی بقدر ادائے رکن مع سنت یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار تک تا مل کیا سجدہ سہو واجب ہوا، رد المحتار میں ہے:

التفکر الموجب للسہو مالزمر منه تأخیر الواجب او الرکن عن محلہ بأن قطع الاشتغال بالرکن او الواجب قدر اداء رکن وهو الاصح ^۱ ۔	ہر وہ تفکر سہو کا موجب ہے جو واجب یا رکن کو اپنے مقام سے مؤخر کر دے مثلاً اداء رکن کی مقدار کسی رکن یا واجب سے اعراض کر لیا جائے یہی صحیح ہے۔ (ت)

اگر نہ کیا نماز مکروہ تحریمی ہوئی جس کا اعادہ واجب، در مختار میں ہے:

تعداد وجوباً فی العمد والسہو ان لم یسجد لہ ^۲ ۔	دانستہ یا نادانستہ سجدہ سہو نہ کیا تو نماز کا لوٹانا واجب ہے۔ (ت)

اصل حکم یہ ہے مگر علماء نے جمعہ و عیدین میں جبکہ جمع عظیم کے ساتھ ادا کئے جائیں بخوف فتنہ سجدہ سہو کا ترک اولیٰ رکھا ہے۔
در مختار میں ہے:

السہو فی صلوة العید والجمعة والمکتوبة التطوع سواء والمختار عند المتأخرین عدمہ فی الاولیین لدفع الفتنة كما فی جمعة البحر واقرة المصنف وبہ جزم فی الدرر ^۳ ۔	سہو نماز عید جمعہ فرض اور نوافل میں برابر ہے، متأخرین کے نزدیک پہلی دو نماز (نماز جمعہ و عید) میں دفع فتنہ کی وجہ سے سجدہ سہو نہ کرنا مختار ہے، جیسا کہ بحر کے باب الجمعة میں ہے۔ مصنف نے اسے ثابت رکھا اور درر میں اسی پر جزم ہے۔ (ت)

^۱ رد المحتار باب سجود السو مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۵۸/۱

^۲ در مختار باب صفۃ الصلوة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۷۱

^۳ در مختار باب سجود السو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۰۳/۱

ردالمحتار میں ہے:

فی جمعة حاشیة ابی السعود عن العزمیة انه لیس المراد عدم جوازہ بل الاولی ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنہ۔ ¹	حاشیة ابوالسعود کے باب الجمعة میں عزمیہ کے حوالے سے ہے کہ اس سے مراد سجدہ سہو کا عدم جواز نہیں بلکہ اس لئے اولیٰ ہے تاکہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔ (ت)

بس جہاں جمعہ بھی جماعت عظیم سے نہ ہوتا ہو بلاشبہ سجدہ کرے، اگر نہ کیا اعادہ کرے، اگر وقت نکل گیا ظہر پڑھ لیں۔ ردالمحتار میں ہے:

قیدہ الوافی بما اذا حضر جمع کثیر و الا فلا داعی الی التروک۔ ²	وانی نے اس بات کے ساتھ مقید کر دیا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب حاضرین کثرت کے ساتھ ہوں، اور اگر اتنا کثیر اجتماع نہیں تو پھر سجدہ سہو کے ترک کی ضرورت نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

المرجح وجوب الاعادة فی الوقت وبعده۔ ³	ترجیح یہی ہے کہ وقت کے اندر یا وقت کے بعد نماز کو لوٹایا جائے۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نماز جمعہ رکعت اول میں بقدر ما یجوز بہ الصلوٰۃ کے پڑھ کر ایک منٹ سے زیادہ ساکت رہا اور تمام کرنے نماز کے سجدہ بھی نہ کیا جب لوگوں نے کہا تم نے سجدہ سہو نہیں کہا تو جواب دیا کہ مسئلہ اسی طرح ہے جیسا کہ میں نے کیا، آیا یہ قول زید صحیح ہے یا غلط؟ اور وہ نماز کامل ہوئی یا ناقص؟ بینوا توجروا

الجواب:

ایک منٹ تو بہت ہوتا ہے اگر بقدر تین تسبیح کے بھی ساکت رہا تو سجدہ سہو لازم ہے، اصل حکم یہی ہے، ردالمحتار میں خاص اس کی تصریح ہے مگر نماز جمعہ میں جبکہ ہجوم نمازیں کثیر ہو سجدہ سہو ساقط کر دیا گیا ہے کما فی ردالمحتار ایضاً (جیسا کہ ردالمحتار میں بھی ہے۔ ت) پس اس نماز میں ہجوم کثیر تھا زید نے سجدہ سہو کا

¹ ردالمحتار باب سجود السو مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۵۶/۱

² ردالمحتار باب سجود السو مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۵۶/۱

³ ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۳۶/۱

ترک بجا کیا اور اگر تھوڑے آدمی تھے تو بے جا اور سخت بے جا، اور وہ ناقص نماز ہوئی ظہر کا اعادہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
وعلمہ جل مجدہ اتم واکرم

مسئلہ ۱۲۱۹: دو رکعت تراویح کی نیت کی قعدہ اولیٰ بھول گیا تین پڑھ کر بیٹھا اور سجدہ کیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ان رکعتوں میں جو قرآن شریف پڑھا اس کا اعادہ ہوا یا نہیں؟ اور چار پڑھ لیں تو یہ چاروں تراویح ہوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

صورت اولیٰ میں مذہب اصحح پر نماز نہ ہوئی، اور قرآن عظیم جس قدر اس میں پڑھا گیا اعادہ کیا جائے،

فی ردالمحتار لو تطوع بثلاث بقعدة واحدة كان ينبغي الجواز. اعتباراً بصلوة المغرب لكن الاصح عدمه لانه قد فسد ما اتصلت به القعدة و هو الركعة الاخيرة لان التنفل بالركعة الواحدة غير مشروع فيفسد ما قبلها. ¹	ردالمحتار میں ہے اگر کسی نے تین نوافل ایک قعدہ کے ساتھ ادا کئے تو مغرب کی نماز پر قیاس کرتے ہوئے ان کو جائز کہنا چاہئے مگر اصح یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں کیونکہ وہ رکعت (آخری) باطل ہو جائے گی جس کے ساتھ قعدہ نہیں کیونکہ ایک نفل مشروع نہیں لہذا پہلے بھی فاسد ہوں گے۔ (ت)

اور چار پڑھ لیں اور قعدہ اولیٰ نہ کیا تو مذہب مفتی بہ پر یہ چاروں دو ہی رکعت کے قائم مقام گنی جائیں گی باقی اور پڑھ لے کیا صرح بہ فی ردالمحتار عن النهر الفائق عن الزاھدی (جیسا کہ ردالمحتار میں نہر الفائق سے زاہدی کے حوالے سے ہے۔ ت) اور دونوں قعدے کئے تو قطعاً چاروں رکعتیں ہو گئیں ولا کراہۃ ایضاً کیما فیئیدہ التعلیل المذکور فی ردالمحتار نعم الافضل فیہا مثنی مثنیٰ کیا لایخفی (اب بھی کراہت نہیں جیسے کہ ردالمحتار میں مذکور علت اسی کا فائدہ دیتی ہے البتہ دو رکعات افضل ہیں جیسا کہ واضح ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲۰: اگر امام پر سہوا ہوا اور سجدہ نہ کرے تو مقتدیوں کی نماز صحیح اور ان پر سے سجدہ سہو ساقط ہو جائیگا یا نہیں؟

بینوا توجروا

الجواب:

بیشک۔ فی التنویر یجب (ای سجدۃ السہو) علی منفرد و مقتد بسہو امام ان	تنویر میں ہے (سجدہ سہو) تنہا نماز والے پر بھی واجب، اور امام کی سہو کی وجہ سے مقتدی پر بھی

¹ ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۱۱ھ

سجد امامہ^۱ ملتقطاً قلت فالشرط یغید انه ان لم یسجد الامام لم یجب علی المقتدی وبالسقوط صرح فی البحر الرائق نعم بقی نقصان یتظهر ان یعید لانجبارہ ان اطلع علیہ وهذا الینافی فی الصحۃ اذ الصحیح یقابل الفاسد والفساد هو الباطل فی العبادات کما صرح به اثبتنا فی غیر ما کتاب۔ واللہ تعالیٰ اعلم	لازم ہوتا ہے بشرطیکہ امام سجدہ کرے اہ تلخیصاً، میں کہتا ہوں یہ شرط بتا رہی ہے کہ اگر امام نے سجدہ نہیں کیا تو مقتدی پر لازم نہ ہوگا، بحر الرائق میں ہے اس کے ساقط ہونے کی تصریح ہے، وہاں نقص باقی رہ جائے گا، اور اگر امام کی غلطی پر مطلع ہو جائے تو کمی کے ازالے کی خاطر نماز لوٹا لی جائے، لیکن یہ صحت ہے اور عبادات میں فاسد باطل ہی ہوتا ہے جیسا کہ مختلف کتب میں ہمارے ائمہ نے تصریح کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲۱: ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نماز فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے لگا تو اس صورت میں کیا حکم ہے لوٹ آئے یا نہ لوٹے؟ اور اگر کھڑا ہو گیا یا کھڑا ہونے کے قریب تھا اس کے بعد لوٹ آیا تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اگر ہو جائے گی تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اگر ابھی قعود سے قریب ہے کہ نیچے کا آدھا بدن ہنوز سیدھا نہ ہونے پایا جب تو بالاتفاق لوٹ آئے اور مذہب اصح میں اس پر سجدہ سہو نہیں اور اگر قیام سے قریب ہو گیا یعنی بدن کا نصف زیریں سیدھا اور پیٹھ میں خم باقی ہے تو بھی مذہب اصح و ارجح میں پلٹ آنے ہی کا حکم ہے مگر اب اس پر سجدہ سہو واجب، اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو پلٹنے کا اصلاً حکم نہیں بلکہ ختم نماز پر سجدہ سہو کر لے پھر بھی اگر پلٹ آیا بہت برا کیا گناہگار ہوا، یہاں تک کہ حکم ہے کہ فوراً کھڑا ہو جائے، اور امام ایسا کرے تو مقتدی اس کی پیروی نہ کریں کھڑے رہیں یہاں تک کہ وہ پھر قیام میں آئے، مگر مذہب اصح میں نمازیوں بھی نہ جائے گی صرف سجدہ سہو لازم رہے گا۔

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المختار (سہوا عن القعود الا ول من الفرض) ولو عملیاً اما النفل فیعود ما لم یقید بالسجدة	تنویر الابصار، رد المختار اور در مختار میں ہے کہ (اگر فرض کا قعدہ اول بھول گیا) اگرچہ وہ فرض عملی ہو، رہا معاملہ نفل کا تو لوٹ آئے جب تک رکعت کا سجدہ نہیں کیا

^۱ در مختار باب سجد السہو مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۰۲۱ھ

(پھر اسے یاد آیا تو اس کی طرف لوٹ آئے) اور تشهد پڑھے اور اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں (جب تک وہ سیدھا کھڑا نہیں ہوا) ظاہر مذہب کے مطابق، اور یہی اصح ہے فتح۔ یعنی سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے لوٹا حالانکہ قعود کے قریب تھا، تو اب اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں، اور اکثریت کی یہی رائے ہے، اور اگر لوٹا لیکن قیام کے قریب تھا تو اس پر سجدہ سہو لازم ہو جائے گا جیسا کہ نور الایضاح اور شرح میں اسے بلا اختلاف ذکر کیا ہے اور کافی کی اس عبارت کو فتح میں صحیح اعتبار کیا ہے کہ اگر نصف سیدھا مگر پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو نمازی قیام کے قریب، اور اگر برابر نہیں تو نمازی قعود کے قریب ہوگا، اور اگر کھڑا ہو گیا نہ لوٹا تو سجدہ سہو کرے اور اگر اب بھی واپس لوٹ آتا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ گناہگار ہوگا جیسا کہ فتح میں ہے اگر وہ امام ہے اور کھڑا ہو کر واپس لوٹے تو مقتدی اس کی موافقت میں واپس نہ لوٹیں تاکہ مخالفت ظاہر کریں تو اس امام پر اس وقت قیام لازم ہے، شرح المنیۃ میں قنویہ سے ہے اور تاخیر واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کرنے اور یہی حق ہے بحر اھ تلخیصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(ثم تذکرہ عادالیہ) وتشہد ولا سہو علیہ فی الاصح (مالم یستقم قائماً) فی ظاہر المذہب وهو الاصح فتح¹ یعنی اذا عاده قبل ان یستقیم قائماً وكان الی القعود اقرب فانه لا سجود علیہ فی الاصح وعلیہ الاکثر، اما اذا عاد وهو الی القیام اقرب فعلیہ سجود السہو کما فی نور الایضاح و شرحه بلا حکایۃ خلاف فیہ و صحح اعتبار ذلك فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل وظهره بعد منحن فهو اقرب الی القیام وان لم یستو فهو اقرب الی القعود² وان استقام قائماً لا یعود وسجدہ للسہو فلو عاد الی القعود لا تفسد لکنہ یكون مسیئاً³ ای یاثم کما فی الفتح فلو كان اماماً لا یعود معه القوم تحقیقاً للمخالفة ویلزمہ القیام للحال شرح المنیۃ عن القنیۃ⁴ - ویسجد لتاخیر الواجب وهو الحق بحر⁵ اھ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

¹ در مختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۰۲/۱

² رد المحتار باب سجود السہو مصطفیٰ البانی مصر ۵۵۰/۱

³ در مختار باب سجود السہو مطبع مجتہبی دہلی ۱۰۲/۱

⁴ رد المحتار باب سجود السہو مصطفیٰ البانی مصر ۵۵۰/۱

⁵ در مختار باب سجود السہو مطبع مجتہبی دہلی ۱۰۲/۱

مسئلہ ۱۲۲۲: ۴ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدہ اخیرہ کے بعد گمان ہو کہ یہ قعدہ اولی تھا کھڑا ہو گیا اور قبل سجدہ کے یاد آگیا تو اب عود کر کے دوبارہ التحیات پڑھ کر سجدہ سہو میں جائے یا ویسے سجدہ کو چلا جائے؟ بینوا توجروا

الجواب:

عود کر کے بیٹھنا چاہئے اور معاً سجدہ سہو میں چلا جائے دوبارہ التحیات نہ پڑھے۔

فی الدر المختار وان قعد فی الرابعة مثلاً قدر التشهد ثم قام عاد وسلم ولوسلم قائماً صح ^۱ ۔	در مختار میں ہے کہ اگر چوتھی رکعت میں مثلاً تشہد کی مقدار بیٹھ گیا پھر کھڑا ہوا تو لوٹ آئے اور سلام پھیر دے اگر کھڑے کھڑے سلام پھیر دے تب بھی صحیح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ثم قام ، ای ولم یسجد قوله عاد وسلم ای عاد للجلوس ، وفيه إشارة الى انه لا يعيد التشهد . وبه صرح في البحر . قال في الامداد . والعود للتسليم جالساً سنة لان السنة التسليم جالساً ^۲ الخ۔ ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم	ماتن کا قول "پھر کھڑا ہوا" یعنی پھر سجدہ نہ کیا، ماتن کا قول "لوٹے اور سلام کہے" یعنی بیٹھنے کے لئے لوٹے۔ پس اس میں اشارہ ہے کہ تشہد نہ لوٹائے۔ اور بحر میں اس کی تصریح ہے امداد میں ہے سلام بیٹھ کر پھیرنے کے لئے لوٹنا سنت ہے کیونکہ سنت یہی ہے کہ سلام بیٹھ کر پھیرا جائے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲۳: از شہر کہنہ بریلی ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ ترک آرد قعدہ اولیٰ را لیکن باستادن نزدیک ترشد آں گاہ نشست باز باقی نماز گزارد دریں حال نماز او جائز است یا نہ؟ بینوا توجروا	علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ نمازی نے پہلا قعدہ ترک کر دیا، وہ سیدھا کھڑا ہونے کے قریب تھا وہاں سے لوٹ آیا اور باقی نماز ادا کی اس صورت میں نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

مہر کہ در فرض یا وتر قعدہ اولیٰ فراموش کردہ استادہ	جو شخص فرض یا وتر کا قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو جائے

^۱ در مختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۰۲/۱

^۲ رد مختار باب سجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۷/۲

اگر سیدھا کھڑا نہیں ہوا تھا تو اسے قعدہ کی طرف لوٹ آنا چاہئے اب اگر بیٹھنے کے قریب تھا تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں اور اگر قیام کے قریب تھا تو سجدہ سہو لازم ہوگا، جب بدن کا ہچکچلا حصہ سیدھا نہیں ہوا تو وہ بیٹھنے کے قریب ہوگا اور اگر نصف حصہ سیدھا ہو گیا مگر پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو وہ کھڑے ہونے کے قریب ہے، اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اس وقت بیٹھنا جائز نہیں، اب اگر قعدہ اولیٰ کی طرف لوٹا ہے تو گناہگار ہوگا لیکن رائج یہی ہے کہ اس صورت میں بھی نماز باطل نہ ہوگی سجدہ سہو لازم ہوگا۔ در مختار میں ہے (اگر نمازی فرض کے قعدہ اولیٰ میں بھول گیا) اگرچہ فرض عملی ہو پھر یاد آگیا تو اس کی طرف لوٹ آئے اور اصح قول کے مطابق سجدہ سہو نہ ہوگا جب تک وہ سیدھا کھڑا نہ ہو جائے، ظاہر مذہب یہی ہے اور یہی اصح ہے فتح، اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے اگر لوٹ آیا تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ گناہگار ہوگا، تاخیر واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کرے یہی مختار ہے جیسا کہ اس کی تحقیق کمال نے کی اور یہی حق ہے بحر احکام اختصار، رد المحتار میں ہے کہ ماتن کا قول کہ "اس پر اصح قول کے سجدہ نہیں یعنی جب وہ سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے پہلے لوٹا اور وہ بیٹھنے کے قریب تھا تو اب اس پر سجدہ نہیں، یہی اصح ہے اور اکثر کا قول ہے، جب وہ لوٹا حالانکہ قیام کے قریب تھا تو اب اس پر

تاہم ایستادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر هنوز بقعود اقرب بود سجدہ سہو نیست و اگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد سجدہ سہو لازم آید تا نیمہ زیریں از بدن انسان راست نشدہ است بہ نشستن نزدیک است و چون ایں نصف راست شد و پشت هنوز خمیدہ است با ستادن قریب است و اگر تمامہ راست ایستاد آنگاہ نشستن روا نیست اگر بقعدہ اولیٰ باز میگردد گناہگار شود اما رائج آنست کہ نماز دریں صورت ہم از دست نرود و سجدہ سہو واجب شود۔

فی الدر المختار سہا عن القعود الاول ولو عمليا ثم تذکرہ عاد الیہ ولا سہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائما فی ظاہر المذہب وهو الاصح فتح وان استقام قائما لا یعود فلو عاد لا تفسد لکنہ یکون مسیئا ویسجد لتاخیر الواجب وهو الا شبه کما حققہ الکمال وهو الحق بحر¹ مختصرا وفي رد المحتار قوله ولا سہو علیہ فی الاصح یعنی اذا عاد قبل ان یستقیم قائما وكان الی القعود اقرب فانه لا سجود علیہ فی الاصح وعلیہ الا کثر اما اذا عاد و هو الی القیام اقرب فعلیہ

¹ در مختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۰۲۱ھ

سجود السہو کہا فی نورالایضاح و شرحہ بلا حکایۃ خلاف فیہ وصح اعتبار ذلک فی الفتح بما فی الکافی ان استوی النصف الاسفل و ظہرہ بعد منحن فهو اقرب الی القیام، وان لم یستو فهو اقرب الی القعود، قوله لکنہ یکون مسیئاً ای ویأثم کہا فی الفتح فلو کان اماماً لا یعود معہ القوم تحقیقاً للمخالفة ویلزمہ القیام للحال شرح المنیۃ عن القنیۃ^۱ اھ ملتقطاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم	سجدہ سہو لازم ہوگا جیسا کہ نورالایضاح اور اس کی شرح میں اس مسئلہ کو بغیر کسی اختلاف کے ذکر کیا ہے اور کافی کی عبارت کو فتح میں صحیح کہا ہے کہ اگر نمازی کا نصف سیدھا ہو گیا حالانکہ پشت ابھی ٹیڑھی تھی تو یہ قیام کے قریب ہوگا اور اگر نصف اسفل سیدھا نہیں تو وہ قعود کے قریب ہے۔ ماتن کے قول "یکون مسیئاً" کا معنی یہ ہے کہ وہ گناہگار ہے فتح، اور اگر وہ امام ہے تو وہ نہ لوٹے اور لوٹ گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن گناہگار ہوگا۔ اور واجب کی تاخیر کی وجہ سے سجدہ سہو کرے، یہی اشبہ بالحق ہے جیسا کہ کمال نے اس کی تحقیق کی، اور یہی حق ہے بحر اھ مختصر۔ اس پر فی الحال قیام لازم ہے شرح منیہ میں قنیہ کے حوالے سے ہے اھ ملتقطاً واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲۳: ۲۲ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام بھول گیا سجدہ سہو کر لے تو اس صورت میں نماز امام و مقتدین اور بعد سجدہ سہو
کے جو مقتدی ملے ان سب کی نماز کیسی ہوگی؟ اور حقیقت میں سہو نہیں تھا بینوا تو جروا
الجواب:

امام و مقتدیان سابق کی نماز ہو گئی جو مقتدی اس سجدہ سہو میں جانے کے بعد ملے ان کی نماز نہیں ہوئی کہ جب واقع میں سہو نہ
تھا وہنا سلام کہ امام نے پھیرا ختم نماز کا موجب ہوا یہ سجدہ بلا سبب لغو تھا تو اس سے تحریمہ نماز کی طرف عود نہ ہوا اور مقتدیان
مابعد کو کسی جزء امام میں شرکت امام نہ ملی لہذا ان کی نماز نہ ہوئی ولہذا اگر سجدہ سہو میں مسبوق اتباع امام کے بعد کو معلوم ہو
کہ یہ سجدہ بے سبب تھا اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کہ ظاہر ہوا کہ محل افراد میں اقتدا کیا تھا، ہاں اگر معلوم نہ ہوا تو اس کے لئے
حکم فساد نہیں کہ وہ حال امام کو صلاح و صواب پر حمل کرنا ہی چاہئے سو مختار میں ہے:

^۱ رد المحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۵۵۰ھ

اس کا سلام جس پر سجدہ سہو تھا نماز سے موقوف خروج ہے اگر سجدہ کر لیا تو وہ نماز کی طرف لوٹ آیا ورنہ نہیں۔ (ت)	سلام من علیہ سجود سہو یخرجه من الصلوة خروجاً موقوفاً ان سجد عاد الیہا والا ^۱ ۔

ردالمحتار میں ہے:

جب اس نے سجدہ کیا تو یہ لغو ہوگا گویا اس نے سجدہ سہو کیا ہی نہیں، لہذا وہ حرمت نماز کی طرف نہیں لوٹا۔ (ت)	انه اذا سجد وقع لغوا فکانہ لم یسجد فلم یعد الی حرمة الصلوة ^۲ ۔

خزانة المفتتین میں فتاویٰ قاضی خاں سے ہے:

جب امام کو یہ گمان ہو کہ اس پر سجدہ سہو ہے اور اس نے سجدہ سہو کیا اور مسبوق نے بھی اس کی اتباع میں سجدہ کیا پھر اس نے جانا کہ امام پر سجدہ سہو نہ تھا تو مشہور یہی ہے کہ اس کی نماز فاسد ہوگی اور اگر اسے اس بات کا علم نہیں کہ امام پر سجدہ سہو نہیں تھا تو مسبوق کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)	اذا ظن الامام ان علیہ سہوا فسجد للسہو و تابعه المسبوق فی ذلك ثم علم ان صلوتہ تفسدو ان لم یعلم انه لم یکن علی الامام سہو لم تفسد صلوة المسبوق ^۳ ۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: هو المختار کذا فی المحيط^۴ (یہی مختار ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲۵: از رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ جعفر حسین صاحب محرر سہ شعبہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ
زید نماز مغرب میں اخیر رکعت میں آکر جماعت میں شریک ہوا، خالد جو امام تھا ایک طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو میں چلا گیا، اب زید ایک طرف سالم پھیر کر سجدہ سہو میں جائے یا بدوں سلام کے سجدہ کرے؟ بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر اس نے بھی قصداً سلام پھیرا تو نماز مسبوق کی فاسد ہوگئی ورنہ نہیں، اور شامی اور بحر الرائق وغیرہما میں جو

^۱ در مختار باب سجود السو مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۳۱ھ

^۲ ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۵۵۱ھ

^۳ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی المسبوق مطبوعہ نوکلشور لکھنؤ ۱۳۸۱ھ

^۴ طحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجود السو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۳

روایت لکھی ہے وہ در باب اخیر سلام ہے، نہ در باب سلام سہو۔ اور فریقین کی دلیل یہی دونوں کتاب کی روایت ہے اس کا فیصلہ چاہئے، رامپور کے علماء سے بخوبی فیصلہ جس سے تسلی ہو نہ ہو سکا۔ بینوا تو جروا

الجواب:

حکم مسئلہ میں قول اول صحیح ہے فی الواقع مسبوق سلام سے مطلقاً ممنوع و عاجز ہے جب تک فوت شدہ رکعات ادا نہ کر لے امام سجدہ سہو سے قبل یا بعد سلام پھیرتا ہے اس میں اگر قصد اس نے شرکت کی تو اس کی نماز جاتی رہے گی کہ یہ سلام عہدی اس کے خلال نماز میں واقع ہوا، ہاں اگر سہو پھیرا تو نماز نہ جائے گی۔

کیونکہ یہ من وجہ ذکر ہے لہذا اسے بغیر قصد کے کلام قرار نہ دیا جائے اور اگرچہ عمد، خطا اور سہو کلام میں برابر ہیں جیسا کہ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

لکونہ ذکر امن وجہ فلا يجعل كلاماً من غير قصد
وان كان العمد والخطأ والسهو كل ذلك في الكلام
سواء كما حققه علماء نأرحمهم الله تعالى

بلکہ وہ سلام جو امام نے سجدہ سہو سے پہلے کیا اگر مسبوق نے سہو امام سے پہلے یا معاً بلا وقفہ اس کے ساتھ پھیرا تو ان صورتوں میں مسبوق پر سہو بھی لازم نہ ہوا کہ وہ ہنوز مقتدی ہے اور مقتدی پر اس کے سہو کے سبب سجدہ لازم نہیں، ہاں یہ سلام اخیر اگر امام کے بعد پھیرا تو اس پر سجدہ اگرچہ کر چکا ہو دوبارہ لازم آیا کہ اپنی آخر نماز میں کرے گا اس لئے اب یہ منفرد ہو چکا تھا۔ خزانیۃ المفتین میں شرح مختصر امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے ہے:

اگر کسی شخص پر نماز کا سجدہ تھا اس نے بھول کر سلام پھیر دیا اسے پھر سجدہ یاد آگیا تو وہ اس سلام کی وجہ سے بالاتفاق حرمت نماز سے خارج نہیں ہوا حتیٰ کہ اس کی اقتداء درست ہے اور اگر امام لوٹا اور سجدہ کیا اور مقتدی نے امام کی متابعت میں سجدہ کر لیا تو یہ اس کا یہ سجدہ معتبر نہ ہوگا کیونکہ اس نے امام کو رکوع میں نہیں پایا، امام کے ساتھ تشہد پڑھے لیکن جب امام سلام کہے تو یہ سلام نہ کہے البتہ امام کے ساتھ دونوں سجدہ سہو کرے جب امام دوبارہ سلام پھیرے تو وہ اب بھی سلام نہ کہے بلکہ گزشتہ رکعات کی قضا کیلئے کھڑا ہو جائے

عليه سجدة من صلب الصلوة سلم وهو ناس لها ثم
تذكر بعد ذلك فإنه بهذا السلام لا يخرج عن
حرمة الصلوة بالاجتماع حتى صح الاقتداء وان عاد
الامام وسجد يسجد هذا المقتدى معه على طريق
المتابعة ولا يعتد بهذه السجدة لانه لم يدرك
الرکوع ويتشهد مع الامام ولا يسلم اذا سلم
الامام ويسجد سجدة السهو مع الامام فاذا سلم
الامام ثانياً لا يسلم هو ايضاً بل يقوم الى قضاء
ما سبق اه¹ باختصار

¹ خزانیۃ المفتین فصل فیما یوجب السهو وما لا یوجب قلمی نسخہ ۳۹/۱

دیکھو مسبوق کو سجدہ سہو سے قبل و بعد دونوں وقت سلام سے منع فرمایا، حلیہ شرح منیہ للامام ابن امیر الحاج میں ہے:-

مدرک مقتدی کی امام کے ساتھ سجدہ سہو میں موافقت واضح ہے۔ رہا مسبوق کا معاملہ تو وہ امام کے اس سلام میں اتباع نہ کرے جو نماز سے خارج ہونے کے لئے تھا کیونکہ اس پر نماز کے ارکان کی ادائیگی رہتی ہے البتہ سجدہ سہو میں اتباع کرے۔ امام ابراہیم نخعی سے منقول ہے کہ مسبوق امام کے سہو کی وجہ سے ہرگز سجدہ سہو نہ کرے کیونکہ سجدہ سہو سلام کے بعد ہوتا ہے اور جب وہ سلام میں امام کی اتباع نہیں کر رہا تو سجدہ میں متابعت کیسے متصور ہو سکتی ہے ہماری رائے یہ ہے کہ سجدہ سہو نماز کی حرمت میں ادا ہوتا ہے تو ابھی نماز باقی ہے اور جب تابعیت امام باقی ہے تو ان افعال میں امام کی اتباع کی جائے جو ادا ہو رہے ہیں (ت)	موافقة المقتدی المدرك للامام في سجود السهو ظاهر واما المسبوق فلا يتابعه بالسلام للخروج عن الصلوة وقد بقي عليه اركان الصلوة ويتابعه في سجود السهو وعن ابراهيم النخعي انه لا يسجد بسهوة اصلا لان محل السهو بعد السلام وانه لا يتابعه فيه فلا يتصور المتابعة في السهو ولنا ان سجود السهو يؤدى في تحريرة الصلوة فكانت الصلوة باقية واذا بقيت التبعية فيتابعه فيما يؤدى من الافعال¹۔

محقق علی اطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

اگر بھول جانے والے امام کو حدث لاحق ہو گیا اور اس نے کسی کو خلیفہ بنایا تاکہ سجدہ سہو کرائے جیسا کہ امام پر سلام کہنا باقی ہو تو حدث لاحق ہو جائے تو خلیفہ یہ کام سرانجام دے اور مسبوق کے لئے جائز نہیں کہ وہ ایسی صورت میں خلیفہ بنے کیونکہ وہ سجدہ سہو پر قادر نہیں ہوتا کیونکہ یہ سجدہ سلام کے بعد ہوگا اور مسبوق سلام پر قادر نہیں البتہ وہ شافعی کی اقتدا میں	لوسبق الامام الساهى الحدث بعد سلامه استخلف ليسجد الخليفه كما لو بقى عليه التسليم وليس للمسبوق ان يتقدم في هذا الاستخلاف لانه لا يقدر عليه اذ محله بعد السلام وهو غير قادر على السلام وانما يسجد قبل السلام حالة الاقتداء بمن يسجد قبله وهو هنا

¹ حلیہ الحلی شرح منیہ المصلی

قد صار اماماً للمستخلف ومع هذا لو تقدم لم تفسد لانه يقدر على الاتباع في الجملة بان يتأخر ويقدم مدرک الیسلم بهم و یسجد ویسجد الخلیفة المسبوق معهم لانه الان مقتدر ثم یقوم الی قضاء ما سبق به¹ الخ	سلام سے پہلے امام کی سجدہ سہو میں اقتدا کر سکتا ہے اور مذکور صورت میں تو مسبوق امام کا امام بن جائیگا اس کے باوجود اگر مسبوق آگے ہو گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ نماز کے اتمام پر قادر تو ہے ہی مثلاً یوں کہ خود پہلے ہٹ جائے اور کسی مدرک مقتدی کو آگے کر دے جو نمازیوں کو سلام پھرائے اور سجدہ سہو کرائے اور خلیفہ مسبوق بھی ان کے ساتھ سجدہ کرے کیونکہ اب یہ مقتدی ہے پھر گزشتہ نماز کیلئے قیام کرے (ت)

رہی عبارت بحر الرائق کہ بعد بیان اس امر کے کہ مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے گا۔ فرمایا:-

ثم المسبوق انما يتابع الامام في السهو لا في السلام فيسجد معه ويتشهد فاذا سلم الامام قام الى القضاء فان سلم فان كان عامدا فسدت والا فلا ولا سجود عليه ان سلم قبل الامام او معه وان سلم بعده لزمه لكونه منفردا حينئذ²	پھر مسبوق امام کی سجدہ سہو میں اتباع کرے مگر سلام میں نہیں، پس مسبوق امام کے ساتھ سجدہ کرے تشهد پڑھے، اور امام سلام پھیرے تو یہ گزشتہ نماز کے لئے کھڑا ہو جائے، اور اگر مسبوق سلام پھیرتا ہے تو اگر عمدہ کیا تو نماز فاسد ورنہ نہیں، اگر مسبوق نے امام سے پہلے یا اس کے ساتھ سلام سہو پھیر دیا تو اب اس پر سجدہ سہو نہیں، اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تو اب سجدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ اب وہ منفرد ہے (ت)

اسی طرح اس سے ردالمحتار میں ہے:

حيث قال قوله والمسبوق يسجد مع امامه قيد بالسجود لانه لا يتابعوه في السلام بل يسجد معه يتشهد³ الخ	ماتن کا قول "مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے" یہاں سجدہ کے ساتھ مقید ہے کیونکہ سلام میں اتباع نہیں بلکہ سجدہ کرے اور تشهد پڑھے الخ (ت)

¹ فتح القدير باب سجود السهو مطبوعه نوراني كتب خانہ پشاور ۱/۴۴۴

² بحر الرائق باب سجود السهو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۰۰

³ ردالمحتار سجود السهو مصطفى البابی مصر ۱/۵۴۹

اس میں تحقیق و قول فیصل یہ ہے کہ ان سلم بعدہ (اگر مسبوق نے امام کے بعد سلام پھیرا۔ ت) سے یقیناً سلام اخیر مراد ہے جس کے بعد سمجھ نہیں کہ اس سے پہلا سلام جس کے بعد امام نے سجدہ سہو کیا اگر مسبوق سہو امام کے بعد بھی پھیرے گا اس پر سہو لازم نہیں ہو سکتا کہ وہ اب بھی مقتدی ہے تو لکونہ منفرد احیثث (کیونکہ اب وہ منفرد ہے۔ ت) وہاں قول صادق نہیں اور قول بحر لانی سلام (سلام میں نہیں۔ ت) و قول شامی قید بالسجود لانہ لایتابعہ فی السلام (ماتن نے سجدہ کی قید لگائی ہے کیونکہ سلام میں اتباع نہیں کی جائیگی۔ ت) میں یا تو نظر باطلاق لفظ و عموم حکم مطلق سلام مراد ہے خواہ سجدہ سہو سے پہلے ہو یا بعد یا بقرینہ مقام سلام قبل سجدہ سہو مراد لیجئے یعنی سجدہ سہو میں مسبوق بھی اگرچہ متابعت امام کرے گا مگر فقط سجدے میں شریک ہوگا و لہذا متابعت میں سجدہ کی قید لگادی کہ پیروی اسی پر مقصود ہے سلام میں مسبوق متابعت نہیں کر سکتا۔

و هذا معنى واضح جلی يسبق الى الذهن اول ما يسمع هذا الكلام اذا صفت القرية عن ظلام الا وهام۔	یہ حقیقت اتنی واضح ہے کہ مذکورہ کلام سنتے ہی انسان کا ذہن اس طرف چلا جاتا ہے بشرطیکہ اوہام کی تاریکیوں سے ذہن صاف ہو۔ (ت)

اور اسے خاص سلام اخیر بعد سجدہ سہو پر حمل کرنا بے دلیل ہے جس پر اصلاً قرینہ نہیں بطلکہ ظاہراً قرینہ اس کے خلاف کی طرف مشیر کہا لا یخفی علی العارف البصیر (جیسا کہ عارف بصیر پر مخفی نہیں۔ ت) باقی دو جگہ جو لفظ ان سلم (اگر سلام پھیرا۔ ت) واقع ہے اگر سیاق سخن و نظم کلام دیکھئے تو وہ بھی مثل ان سلم بعدہ (اگر مسبوق نے امام کے بعد سلام پھیرا۔ ت) سلام بعد سجدہ سہو میں ہیں کہ اذا سلم الامام (جب امام نے سلام پھیرا۔ ت) سے یقیناً ہی سلام اخیر مراد ہے جو یسجد معہ و یتشهد (امام کے ساتھ سجدہ کرے اور تشهد پڑھے۔ ت) کے بعد اور قام الی القضاء (گزشتہ نماز کے لئے کھڑا ہو جائے۔ ت) اس سے متصل ہے تو کلام آتی اسی صورت کی طرف ناظر ہونا زیادہ متبادر ہے خصوصاً ان تشقیقوں میں ایک شق ان سلم بعدہ (اگر امام کے بعد سلام پھیرے۔ ت) بلاشبہ مختص بسلام آخر ہے اور حکم پر نظر کیجئے تو دونوں ان سلم (اگر سلام پھیرے۔ ت) متوسط میں جو بیان ہے سلام قبل سجدہ و بعد سجدہ دونوں کو عام ہے کہا اشرفنا الی کل ذلك (جیسا کہ ہم نے ان تمام شقوں کی طرف اشارہ کیا۔ ت) علامہ سید طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ مراتب الفلاح میں قول شارح:

ان سلم مع الامام مقار ناله او قبله ساھیا فلا سھو علیہ لانہ فی حال اقتدائه وان سلم بعدہ یلزمہ السھو لانہ منفرد ¹ ۔	اگر مسبوق نے امام کے ساتھ یا پہلے بھول کر سلام پھیرا تو اب اس پر سجدہ سہو نہیں کیونکہ وہ حالت اقتداء میں ہے اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تو اب سجدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ وہ اب تنہا نماز ادا کر رہا ہے۔ (ت)

¹ مراتب الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب سجود السہو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۵

کی یہی شرح فرمائی:

ان کے الفاظ یہ ہیں قول "اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام کہا الخ" میں نماز سے فارغ ہونے کے لئے سلام یا سجدہ سہو کے لئے سلام دونوں برابر ہیں کیونکہ علت ایک ہے قولہ اگر مسبوق نے اس کے بعد سلام پھیرا یعنی امام کے فقط سجود سہو کے سلام کے بعد پھیرا اگر امام کے پہلے سلام کے بعد پھیرا تو بھی مسبوق پر سجدہ سہو نہیں کیونکہ جب وہ امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے گا تو وہ اقتداء کی طرف لوٹ آیا اور مقتدی پر سجدہ سہو نہیں ہوتا، اس تمام گفتگو میں خوب غور فکر سے کام لو (ت)	حيث قال قوله وان سلم مع الامام الخ سواء في ذلك تسليم التحليل الاولى وتسليم سجود السهو لظهور العلة في ذلك وقوله وان سلم بعده اي بعد سلام الامام من سجود السهو فقط اما سلامه بعد سلام الامام الاول من الصلوة فلا يلزم به السهو لانه لما سجد للسهو معه عادالى الاقتداء ولا سهو على المقتدى فتأمل فيه كله¹ اه

بالجملہ بحر و شامی کی ان عبارات سے فریق ثانی کا مسئلہ نزاعیہ پر استدلال محض باطل اور فریق اول کا ان سے استناد بوجہ تطرق احتمال گونہ ناکامل، اور حکم مسئلہ میں حق فریق اور کے ساتھ ہے۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۶: ۱۲۲، ۱۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

- (۱) چار رکعت نماز میں درمیانی قعدے میں تشہد کے بعد سہو ہے اللہم صل کہاں تک پڑھے کہ سجدہ سہو واجب ہو جائے۔
- (۲) جماعت میں سجدہ سہو کے قبل کا سلام اس شخص کو جس کی ایک دور رکعت باقی ہے اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ یہ سلام اختتام نماز کا ہے یا سجدہ سہو کا ہے، چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

- (۱) اللہم صل علی محمد و بہ یفتی (اللہم صل علی محمد اور اس پر ہی فتویٰ ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم

- (۲) جائز نہیں، اور اگر صداً پھیرے گا تو نماز جاتی رہے گی لوقوعہ خلال صلوتہ (کیونکہ یہ سلام

¹ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب سجود السهو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۳

نماز کے درمیان ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲۸: ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قعدہ اول میں شک ہوا مگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کا کیا، اب نماز جائز ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا

الجواب:

جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲۹: ۲۵ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے جہری نماز میں بعد الحمد قبل سورۃ اتنی دیر سکوت کیا کہ چھوٹی سورت پڑھ لیتا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

الحمد شریف کے بعد امام نے سانس لیا اور آمین کہی اور شروع سورت کے لئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھی اور بسم اللہ کو خوب ترتیل سے ادا کیا تو اس قدر میں ایک سورت چھوٹی پڑھنے کی ضرورت دیر ہو جائے گی مگر اس میں حرج نہیں بلکہ یہ سب باتیں مطابق سنت ہیں، ہاں اگر ان کے علاوہ محض سکوت اتنی دیر کیا کہ تین بار سبحان اللہ کہہ لیتا تو یہ سکوت اگر بنائے تفکر تھا کہ سوچتا رہا کہ کیا پڑھوں، تو سجدہ سہو واجب ہے اگر نہ کیا تو اعادہ نماز کا واجب ہے، اور اگر وہ سکوت عمدًا بلا وجہ تھا جب بھی اعادہ واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۰: ۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں صورت (کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس صورت میں۔ ت) کہ ایک شخص نماز فرض پڑھتا ہے اور اس نے سہو کچھلی دور رکعت میں بھی بعد الحمد کے ایک ایک سورت پڑھی بعدہ سلام پھیرا اب اس کی نماز فرض ہوئی یا سنت؟ جیسا ہو ویسا ہی اقام فرمائے اور اگر وہ سجدہ سہو کر لیتا تو کیا اس کی نماز فرض ہو جاتی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

فرض ہوئی اور نماز میں کچھ خلل نہ آیا، نہ اس پر سجدہ سہو تھا بلکہ اگر قصداً بھی فرض کی کچھلی رکعتوں میں سورت ملائی تو کچھ مضائقہ نہیں صرف خلاف اولیٰ ہے، بلکہ بعض ائمہ نے اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی۔ فقیر کے نزدیک ظاہر ایہ استحباب تھا پڑھنے والے کے حق میں ہے امام کے لئے ضرور مکروہ ہے بلکہ مقتدیوں پر گراں گذرے تو حرام۔ درمختار میں ہے:

ضم سورة في الاوليين من الفرض وهل يكره في الاخريين المختار ¹ - ملخصاً	فرض کی پہلی دو رکعات میں سورت کا ملانا، کیا آخری دو رکعتوں میں سورۃ ملانا مکروہ ہے؟ مختار قول کے مطابق مکروہ نہیں۔ ملخصاً (ت)

ردالمحتار میں ہے؛

ای لایکروه تحریماً بل تنزیهاً لانه خلاف السنة قال في المنية وشرحها فان ضم السورة الى الفاتحة ساهياً يجب عليه سجدة السهو في قولك ابي يوسف لتأخير الركوع عن محله وفي اظهر الروايات لايجب لان القراءة فيها مشروعة من غير تقدير والاقتصار على الفاتحة مسنون لا واجب اه وفي البحر عن فخر الاسلام ان السورة مشروعة في الاخيرين نفلاً وفي الذخيرة انه المختار وفي المحيط وهو الاصح اه والظاهر ان المراد بقوله نفلاً الجواز ولا مشروعة بمعنى عدم الحرمة فلا ينافي في كونه خلاف الاولى كما افاده في الحلية ² اه ما في ردالمحتار اقول: لفظ الحلية ثم الظاهر ابا حنهما كيف لا وقد تقدم من حديث ابي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه في صحيح مسلم وغيره انه	یعنی مکروہ تحریمی نہیں بلکہ تنزیہی ہے کیونکہ خلاف سنت ہے۔ منیہ اور اس کی شرح میں ہے اگر بھول کر فاتحہ کے ساتھ سورۃ ملائی تو امام ابو یوسف کے قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو ہوگا کیونکہ رکوع اپنے مقام سے مؤخر ہو گیا ہے، اور اظہر روایات کے مطابق اس پر سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ ان آخری رکعتوں میں بغیر مقرر کرنے کے قرأت مشروع ہے اور فاتحہ پر اکتفا سنت ہے واجب نہیں اھ اور بحر میں فخر الاسلام سے ہے کہ آخری رکعات میں سورۃ ملانا نفلی طور پر مشروع ہے۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ مختار ہے۔ اور محیط میں اسی کو اصح کہا ہے اھ اور نفل سے واضح طور پر یہاں مراد جواز و مشروعیت بمعنی عدم حرمت ہے پس یہ اس کے خلاف اولی ہونے کے منافی نہیں، جیسا کہ حلیہ میں ہے، ردالمحتار کی عبارت ختم ہو گئی۔ اقول: (میں کہتا ہوں) کہ حلیہ کے الفاظ کہ پھر ظاہر سورت کا مباح ہونا ہے اور یہ کیسے نہ ہو کہ پیچھے صحیح مسلم وغیرہ کے حوالے سے گزرا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنه سے مروی ہے کہ

¹ در مختار باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۷۱

² ردالمختار باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۸/۳۳

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں تیس آیات اور آخری دو میں پندرہ آیات (یا نصف) تلاوت فرماتے۔ فخر الاسلام نے شرح الجامع الصغیر میں فرمایا آخری دو رکعات میں سورت بطور نفل مشروع ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے سورت پڑھی تو ہم کہتے ہیں کہ اس پر سجدہ سہولاً لازم نہیں ہوگا انتہی، پھر یہ کہنا ممکن ہے کہ عدم اضافہ (سورت) اولیٰ ہے اور اس پر دلیل حدیث ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے (اس سے مراد وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم کے حوالے سے گزری کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے اور آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے۔ الحدیث) اور مصنف کا قول مذکورہ (یعنی اس فاتحہ) پر اضافہ نہ کیا جائے اور متعدد مشائخ کا قول جس طرح کافی وغیرہ میں ہے کہ پہلی دو رکعات کے بعد صرف فاتحہ پڑھی جائے اور حدیث ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو محض جواز بیان پر محمول کیا جائے، اور فخر الاسلام کا قول کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعض جائز افعال کو تعلیم جواز وغیرہ کے لئے بجالائے جبکہ یہ آپ کے حق میں مکروہ نہیں جس طرح آپ جائز کو غالب اوقات بجالاتے تھے اور فعل عدم اولیٰ کے منافی نہیں ہوتا، اس گفتگو سے وہ تمام معاملہ ختم ہو جاتا ہے جو خیال کیا گیا تھا کہ ان مذکورہ دونوں احادیث اور اقوال مشائخ میں مخالفت ہے اہ شاید آپ پر یہ بات مخفی نہیں رہی کہ نفل مشروع کو مکروہ تنزیہی پر محمول کرنا نہایت ہی بعید ہے اور آخری رکعتوں

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی صلوۃ الظهر فی الركعتین الاولین قدر ثلاثین آیۃ وفی الآخرین قدر خمسة عشرة آیۃ او قال نصف ذلك فلا جرم ان قال فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغیر واما السورة فانها مشروعة نفلاً فی الآخرین حتی قلنا فی من قرأ فی الآخرین لم یلزمه سجدة سهو انتھی ثم یسکن ان یقال الاولی عدم الزیادة ویحمل علی الخروج مخرج البیان لذلك حدیث ابی قتادة رضی اللہ تعالیٰ عنہ (یرید ما قدم بروایۃ الصحیحین ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ فی الظهر فی الاولیین بآم القرآن وسورتین وفی الركعتین الآخرین بآم الكتاب الحدیث) وقول المصنف المذكور (ای ولا یزید علیها شیاً) وقول غیر واحد من المشائخ كما فی کافی وغیرہ ویقرأ فیہما بعد الاولیین الفاتحة فقط ویحمل علی بیان مجرد الجواز حدیث ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقول فخر الاسلام فان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یفعل الجائز فقط فی بعض الاحیان تعلیماً للجواز وغیرہ من غیر کراهة فی حقہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم كما یفعل الجائز الاولی فی غالب الاحوال والفعل لایننا فی عدم الاولیۃ فیندفع بهذا ما عساه یخال من المخالفة بین الحدیثین المذكورین و

میں سورت کا پڑھنا مستقل فعل مستحب نہیں کہ اسے کسی عارضہ کی وجہ سے عدم اولویت لاحق ہو جیسے کہ نفل نماز کسی مکروہ پر مشتمل ہو اور یہاں علت سے قرأت سورت کا استحباب ثابت ہو رہا ہے تو اب یہ عدم اولویت کے ساتھ کیسے جمع ہو سکتا ہے۔ اس عبد ضعیف پر یہ چیز واضح ہوئی ہے کہ فاتحہ پر اکتفا کرنا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امامت کی صورت میں منقول ہے کیونکہ آپ کی فرض نماز جو بھی منقول ہے وہ امام ہونے کی صورت میں ہی ہے البتہ شاذ و نادر ہی کوئی فرض نماز اس کے علاوہ ہوگی لہذا امام کے لئے فاتحہ پر اضافہ مکروہ ہوگا کیونکہ یہاں مقتدیوں پر سنت سے بڑھ کر طوالت کی کہ مقتدیوں پر گراں گزری تو یہ کراہت تحریمی ہوگی۔ اگر آدمی تنہا نماز ادا کر رہا ہے تو اس میں رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ نماز جتنی لمبی کرنا چاہے کرے، اور فاتحہ پر اضافہ خیر ہے اور اس کے خیر ہونے کے خلاف کوئی دلیل بھی نہیں تو منفرد کے حق میں اس اضافہ کا نفل ہونا بعید نہیں، اگر ہم کلام مشائخ کو امام پر اور امام فخر الاسلام اور تصحیح ذخیرہ اور محیط کو منفرد پر محمول کر لیں تو موافقت پیدا ہو جائے گی اور توفیق دینے والا اللہ ہی ہے اور یہ میرے نزدیک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی خوب جاننے والا ہے

وبین اقوال المشائخ والله سبحانه اعلم¹ اه ولعلك لا يخفى عليك ان حمل المشروع نفلا على مكروه تنزيهاً مستبعد جداً وقرأ السورة في الآخر يبين ليست فعلاً مستحباً مستقلاً يعتريه عدم الاولوية بعارض كصلوة نافلة مع بعض المكروهات وانما المستفاد من العلة ههنا هو استحباب فعلها فكيف يجامع عدم الاولوية والذي يظهر للعبد الضعيف ان سنية الاقتصار على الفاتحة انما تثبت عن المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم في الامامة فانه لم يعهد منه صلى الله تعالى عليه وسلم صلوة مكتوبة الا اماماً الانادرا في غاية الندرة فيكرة للامام الزيادة عليها لا طالته على مقتدين فوق السنة بل لو اطال الى حد الاستثقال كره تحريماً اما المنفرد فقد قال فيه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فليطول ما شاء وزيادة خير ولم يعرضه ما يعارض خيريته فلا يبعد ان يكون نفلا في حقه فان حملنا كلام المشائخ على الامام وكلام الامام فخر الاسلام تصحيح الذخيرة والمحيط على المنفرد حصل التوفيق وبالله التوفيق هذا ما عندي والله سبحانه وتعالى اعلم۔

¹ حلیہ المحلی شرح نہی المصلی

مسئلہ ۱۲۳۱: از اتزولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالکریم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کے ساتھ اکیلا بعد التحیات کے سجدہ سہو کا ایک سلام بعد کرنا چاہئے یا کہ دونوں
طرف سلام پھیر کر؟

الجواب:

ایک سلام کے بعد چاہئے، دوسرا سلام پھیرنا منع ہے، یہاں تک کہ اگر دونوں قصداً پھیر دے گا سجدہ سہو نہ ہو سکے گا اور نماز
پھیرنا واجب رہے گا۔ در مختار میں ہے:

يجب بعد سلام واحد عن يمينه فقط وهو الاصح بحر وعليه لو اتي بتسليمتين سقط عنه السجود ^۱ الخ	لفظ دائیں جانب سلام کے بعد واجب ہے اور یہی اصح ہے بحر۔ اور اگر سجدہ سہو لازم تھا اور اس نے دونوں طرف سلام پھیر دیا تو سجود ساقط ہو جائیگا الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وعليه فيجب ترك التسليمه الثانيه ^۲ الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ وجل مجدہ اتم واحکم	اگر سجدہ سہو لازم ہو تو دوسرے سلام کا ترک ضروری ہوتا ہے الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلہ وجل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۲۳۲: مرسلہ حافظ عبداللہ خاں موضع ٹھریا ضلع بریلی ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ
نمازی کسی رکعت میں صرف الحمد پڑھے اور سہواً سورت نہ ملائے اور پھر سہو کا سجدہ کرے تو نماز ہو جائیگی یا نہیں؟ بینوا
توجروا

الجواب:

جو سورت ملانا بھول گیا اگر اسے رکوع میں یاد آیا تو فوراً کھڑے ہو کر سورت پڑھے پھر رکوع دوبارہ کرے پھر نماز تمام کرے اور اگر رکوع
کے بعد سجدہ میں یاد آیا تو صرف اخیر میں سجدہ سہو کر لے نماز ہو جائے گی اور پھیرنی نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۳۳: از تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ مولانا مولوی احمد بخش ساکن ڈیرہ غازی خاں مہتمم مدرسہ محمودہ
محمودیہ ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

سیدی سندی اعتضادی وعلیہ اعتمادی البحر العلایۃ الفیاضۃ المعنی اللوذعی حضرت مجدد المائتہ الحاضرہ

^۱ در مختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی بھارت ۱۰/۱

^۲ ردالمحتار باب سجود السہو ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۸/۲

ادام اللہ برکاتہم والقاہم الی یوم الدین آداب عجز و نیاز بے انداز بجالا کر عرض کرتا ہوں کہ خاکسار کو ہر لحظہ عافیت مزاج شریف و قضائے حاجات ذات مستجمع الصفات اہم مآرب و اعظم مطالب ہے ان ایام میں ایک واقعہ پیش آیا جس میں بعض ابناء الزمان مخالف ہیں اور مفصل طور پر میری اس تحریر ناقص سے جو بغرض است صواب ابلاغ خدمت اقدس ہے واضح ہوگا چونکہ جناب کے بغیر خاکسار کا کوئی محل اعتماد نہیں اس لئے تکلیف دی ہے کہ براہ بندہ نوازی جواب باصواب سے جو مدلل و مفصل ہو خاکسار کو معزز و ممتاز فرمائیں عین عنایت ہوگی اور اس تقریر کے اخیر میں اپنی رائے صائب سے آگاہ فرما کر بدستخط خاص مزین فرمادیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا رب بک الاعتصام ومنک التوفیق

و یا شفیع یا رفیق نجنی من کل ضیق

(اے میرے رب کریم! تو ہی میرا آسرا ہے اور تجھ ہی سے توفیق ہے۔ اے شفیع و رفیق! مجھے تکلیف سے نجات عطا فرما) مسئلہ: اگر مومتم سے سہو ہو تو اعادہ صلوٰۃ اُس پر واجب نہیں کیونکہ جمیع فقہاء نے متون اور شروح میں تصریح فرمائی ہے کہ مومتم پر اپنے سہو سے سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ اگر وہ اکیلہ سجدہ سہو ادا کرے تو مخالفت امام لازم ہے اور اگر امام بھی اس کے ساتھ سجدہ کرے تو معاملہ برعکس ہو جاتا ہے یعنی اصل تابع اور تابع اصل بن جاتا ہے، اس بیان سے یہ مستفاد کیا جائے گا کہ گویا مقتدی کی نماز میں کوئی ایسا نقص واقع نہیں ہوا یا کراہت جس کے جبر کے لئے سجدہ سہو واجب ہو پس اس بناء پر اعادہ لازم نہیں کیونکہ اعادہ وجود کراہت پر متفرع ہے واذلیس فلیس (جب کراہت نہیں تو اعادہ نہیں۔ ت) علامہ شامی نے نہر فائق سے نقل کیا ہے کہ:

ثم مقتضى كلامهم انه يعيدها بثبوت الكراهة	کلام فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز ثبوت کراہت کی وجہ سے لوٹائی جائے گی جبکہ نقصان کو پورا کرنا دشوار ہوا انتہی۔ (ت)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو اس امر پر مبنی ہے کہ اس کا ادا کرنا ممکن ہے نہ یہ کہ اس کی نماز میں کوئی نقص یا کراہت واقع نہیں بلکہ نماز مکروہ ہے اور حسب کلیہ مسئلہ فقہاء کہ "جو نماز کراہت سے ادا ہو اس کا اعادہ لازم ہے" اعادہ لازم ہے

¹ رد المحتار باب سجود السمو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۲/۲

جواب: اگر ایسا ہو تو لازم آتا ہے کہ فقہاء نے احادیث کی مخالفت کی جس سے یہ مفہوم ہے کہ امام مقتدی سے سجدہ سہو کو اٹھالیتا ہے جیسا کہ قرأت کو۔ حدیث اول: مشکوٰۃ شریف میں ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الامام ضامن (الحديث) ¹	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: امام ضامن ہوتا ہے (الحديث) (ت)

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مقتدی کی نماز کا متکفل ہے اگر مخالف سجود سہو کی اس کفالت سے خارج ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کے لئے مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول اپنی شرح مرقاۃ میں اسی متکفل لصلوٰۃ المؤمنین بالاتمام² (یعنی امام مقتدیوں کی نماز کے اتمام کے لئے کفیل ہوتا ہے۔ ت) اور ناقلاً عن ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

والضمانۃ اما لحملہم نحو القراءۃ عن المسبوق او السہو عن الساہی ³	امام کے ضامن ہونے کا یہ معنی ہے کہ وہ مسبوق کی طرف سے قرأت اور بھول جانے والے کے سہو کا ضامن ہوتا ہے۔ (ت)

اور علامہ عینی کا قول شرح صحیح بخاری میں:

یعنی ان صلواتہم فی ضمن صلوٰۃ الامام صحۃ و فسادا ⁴	یعنی مقتدیوں کی نماز صحت اور فساد کے لحاظ سے امام کی نماز کے تابع ہے۔ (ت)

ونیز ان کا قول:

ونستدل بما فی صحیح ابن حبان الامام ضامن بمعنی یضمنہا صحۃ و فسادا ⁵	اور ہم صحیح ابن حبان کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ امام ضامن ہے یعنی وہ نماز کی صحت اور فساد کا ضامن ہوتا ہے۔ (ت)

اور نیز ان کا قول:

وقال ابن الملك لانهم المتكفلون ای الامۃ الہم	اور ابن الملك نے کہا کہ اگر اپنے مقتدیوں کی نماز کے فساد و صحت اور نماز کے

¹ مشکوٰۃ المصابیح باب فضل الاذان واجابت المؤذن فصل ثانی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ص ۶۵

² مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب فضل الاذان واجابت المؤذن فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۶۵/۲

³ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب فضل الاذان واجابت المؤذن فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۶۵/۲

⁴ عمدۃ القاری شرح بخاری باب اذالم یتیم الامام واتم من خلفہ مطبوعہ ادارۃ الطبائعہ منیر بیروت ۲۲۹/۵

⁵ عمدۃ القاری شرح بخاری باب اذا طول الامام وكان للرجل حاجۃ الخ مطبوعہ ادارۃ الطبائعہ منیر بیروت ۲۳۹/۵

صحة صلواتهم وفسادها وكمالها ونقصانها بحكم المتبوعية والتابعية ¹	کامل وناقص ہونے کے ضامن ہوتے ہیں متبوع اور تابع کے اعتبار سے یہ حکم ہوگا (ت)

کفایت نہ کریں تو گو سر و خشت۔ حدیث دوم: مراقی الفلاح میں ہے:

قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الامام لكم ضامن يرفع عنكم سهوكم وقراءتكم ²	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: امام تمہارے لئے ضامن ہے اور تمہاری سہو اور قرأت کو اٹھالیتا ہے۔ (ت)

اسی حدیث کے مطابق حضرت ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث اول کی تفسیر فرمائی ہے جو پہلے ذکر ہو چکی ہے اور جس کا ترجمہ کب سے نام حق میں "سہو اور امام برگیرد" (اس کے سہو کو امام اٹھالیتا ہے۔ ت) سے کیا گیا نیز اس حدیث کے متعلق حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ رفع سہو کے ساتھ رفع قرأت کا ذکر کرنے سے یہ اشارہ ہے کہ جیسا کہ مقتدی پر ترک قرأت سے کوئی گناہ نہیں اسی طرف سہو کے ترک کرنے سے بھی کوئی گناہ نہیں، اس کے بعد نہر فائق کی عبارت متقدّم الذکر نقل کر کے فرماتے ہیں: وقد علمت مفاد الحديث افاده بعض الافاضل³ (آپ حدیث کا وہ معنی جان چکے جو بعض افاضل نے بیان کیا۔ ت) یعنی کہ مفاد حدیث کے مخالف ہے جو نہر سے منقول ہوا۔

حدیث سوم: علامہ شامی نے معراج الدرایہ سے نقل کیا ہے کہ عدم لزوم سجدہ سہو کے ثابت کرنے کے لئے بہتر یہ ہے کہ اس حدیث سے استدلال کیا جائے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی: ليس على من خلف الامام سهو⁴ (جو امام کے پیچھے ہو اس پر (سجدہ) سہو نہیں۔ ت)

حدیث چہارم: حضرت قطب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کشف الغمہ میں بہ صفحہ ۷۷ فرماتے ہیں:

وكانوا لا يسجدون لسهو هم خلف الامام	صحابہ اپنے سہو کی وجہ سے امام کے پیچھے سجدہ نہیں کرتے تھے اور یہ کہتے کہ امام اپنے مقتدیوں کے وہموں کو
ويقولون الامام يحمل اوهام من خلفه	

¹ عمدة القاری

² مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب سجود السہو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۲

³ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب سجود السہو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۲

⁴ رد المحتار۔ باب سجود السہو مطبوعہ انجیم سعید کمپنی کراچی ۸۲/۲

من البامومین وكذلك كان يقول صلى الله تعالى عليه وسلم من سها خلف الامام فليس عليه سهو و امامه كافيه فان سها الامام فعليه وعلى من خلفه السهو ¹ انتھی	اٹھالیتا ہے، اور اسی طرح رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو امام کے پیچھے بھول گیا اس پر (سجدہ) سہو نہیں اور اس کا امام کافی ہے اور اگر امام بھول گیا تو امام اور اس کے مقتدی دونوں پر سجدہ سہو لازم ہوگا انتہی (ت)

جس سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک و امامہ کافیہ (اور اس کا امام کافی ہے۔ ت) اور پھر اسی پر عمل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مخالف کے برخلاف کافی حجت ہے اگر مخالف ان احادیث متذکرہ بالا کے متعلق کہے کہ سوائے حدیث اول کے باقی احادیث کسی کتاب حدیث سے منقول نہیں اور نہ کوئی سند ذکر کی گئی ہے اور ان کے ناقلین حضرت قطب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طحاوی اور صاحب مرقی الفلاح اور صاحب معراج الدراریہ نقاد حدیث میں سے نہیں لہذا یہ احادیث قابل اعتبار نہیں، تو اس کے جواب میں مجھے مختصر طور پر یہ کہنا ضروری ہے کہ حدیث اول کے متعلق مولانا علی قاری اور ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اگر اتمام حجت کے لئے کافی سمجھے گئے تو دوسروں کے مناقب بیان کرنے اور حفظ مراتب کے لئے موعظہ سے چنداں کوئی حاصل نظر نہیں آتا دوسرے یہ کشف الغمہ کے متعلق اس قسم کا خیال اس کتاب کے مقدمہ سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے جس میں فرماتے ہیں کہ کتب صحاح فلان وفلان سے یہ سب احادیث ماخوذ و منقول ہیں، تیسرے یہ کہ ایسے عذرات اہل تحقیق کے نزدیک قابل وقعت نہیں،

قال بعض الاذکیاء فالخيار عندی جواز نقل الحديث من الكتب الصحاح والحسان بلا شرط ومن غيرها بشرط التنقيح على اهل العلم ومؤلفاتهم، وفي الاشباه من الفقهاء الحنفی نقل السيوطی عن ابی اسحق الاسفرائینی الاجماع على جواز النقل من الكتب المعتمدة ولا يشترط اتصال السند الى مصنفها ² انتھی	بعض اذکیاء نے فرمایا کہ میرے نزدیک کتب صحاح اور حسان سے حدیث کا بلا شرط نقل کرنا جائز ہے اور ان کے علاوہ دیگر کتب سے اہل علم اور ان کی تصانیف سے بشرط تحقیق نقل کرنا جائز ہے، فقہ حنفی کی اشباہ میں ہے کہ امام سیوطی نے ابو اسحاق اسفرائینی سے نقل کیا ہے کہ معتمد کتب سے ان کے مصنفین تک اتصال سند کے بغیر بھی نقل حدیث کے جواز پر اجماع ہے انتہی (ت)

¹ کشف الغمہ باب تجدد السمو مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۵۹/۱

² الاشباہ والنظائر احکام الکتاب مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۹۸/۲

الغرض ان احادیث کے ہوتے ہی فقہاء کے اس قول سے سجدہ سہول لازم نہیں ایسے معنی کا ارادہ کرنا جو احادیث کے برخلاف ہے تمام فقہاء پر حملہ کرنے کے علاوہ عمدہ ترک عمل بالحدیث نہیں تو اور کیا ہے پس بہتر ہے کہ فقہاء کے کلام سے بھی وہی مراد ہو جو احادیث سے ثابت ہو۔

سوال: صاحب النہر الفائق ثقات حنفیہ سے ہے، پس یہ کس طرح گوارا ہو سکتا ہے کہ اس کی رائے کے برخلاف حکم کیا جائے کہ کلام فقہاء کا مقتضی نہ کراہت ہے اور نہ اعادہ۔

جواب: من ابتلی بلیتین فلیختر اھونھما (جو شخص دو مشکلات میں گھر جائے وہ ان میں سے آسان کو اختیار کرے۔ ت) صرف صاحب نہر فائق کا خلاف بمقابلہ اس کے کہ سب فقہاء کے کلام احادیث کے برخلاف ہو اور احادیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر عمل نہ ہو نہایت ہی آسان ہے ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً (شاید اس کے بعد اللہ کوئی امر پیدا فرمادے۔ ت) اس کے بعد ان چند مسائل اور روایت فقہاء کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں جس سے صاف ثابت ہے کہ مقتدی پر سجدہ سہو کے نہ کرنے کی وجہ سے اعادہ لازم نہیں:

(۱) سجود تلاوت کے باب میں فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر مومن نے آیت سجدہ تلاوت کی تو سجدہ تلاوت لازم نہیں نہ مومن پر اور نہ امام پر اور نہ کسی دوسرے مقتدی پر، اور اس کی دلیل صاحب شرح منیہ نے بعینہ وہی لکھی ہے جو سجود سہو کے لازم ہونے کی ہے، یعنی ان سجد الامام یلزم انقلاب المتبوع تابعاً والالزم مخالفتهم لہ^۱ انتھی (اگر امام سجدہ کرے گا تو یہ متبوع کا تابع ہونا لازم آئے گا ورنہ یہ اس کی مخالفت لازم آتی ہے انتہی۔ ت) اگر اس دلیل کا مقتضی ثبوت کراہت اور اعادہ صلوٰۃ ہو تو لازم آتا ہے کہ سجود تلاوت کے متعلق بھی ایسا حکم ہو حالانکہ یہاں نہ اعادہ سجدہ تلاوت ہے اور نہ اعادہ صلوٰۃ۔

(۲) فتاویٰ قادی کی روایت مندرجہ ذیل سے مدعا ثابت ہے اور وہ یہ ہے:

اذا سہا المقتدی لایلزمہ سجود السہو انما یجب بالسہو والسبب انما یعمل عملہ اذا امکن اعتبارہ فی حق الحکم فاما اذا لم یسکن اعتبارہ فی حق الحکم کان ملحقاً بالعدم کما قال ابو حنیفہ و ابو یوسف فی تلاوة المقتدی و کما فی بیع المحجور	جب کوئی مقتدی بھول جائے تو اس پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا کہ سجدہ سہو اس وقت لازم ہوتا ہے جب حق حکم میں نمازی کا اعتبار ممکن ہو اور جب حق حکم میں نمازی کا اعتبار ممکن نہ ہو تو سجدہ سہو کا عدم تصور ہوتا ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف

^۱ رد المحتار بحوالہ شرح منیہ وغیرہ باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۶۱ھ

وشرائہ وھنأ لا یسکن اعتبار سہو المقتدی فی حق الحکم وھو وجوب سجدة السہو ^۱ انتھی	نے مقتدی کی تلاوت کے بارے میں فرمایا، اور مجبور کی بیع وشراء میں ہے اور یہاں حق حکم یعنی وجوب سہو میں مقتدی کی سہو کا اعتبار ممکن ہی نہیں انتی (ت)

(۳) علامہ شامی صفحہ ۴۹۶ میں فرماتے ہیں اس مسئلہ کے متعلق کہ جہاں سجود ساقط ہو جائے اعادہ لازم ہوتا ہے یا نہیں،

والذی ینبغی انہ ان سقط بصلوۃ کحدث عہد مثلاً یلزم والا فلا تأمل ^۲ انتھی	اور وہ صورت جس میں نماز سے خروج بالارادہ ہو مثلاً عمداً وضو توڑ دیا تو اب سجدہ سہو ساقط مگر اعادہ نماز لازم، اور اگر ایسی صورت نہیں تو اعادہ لازم نہ ہوگا، غور کیجئے انتی (ت)

جس سے صاف ظاہر ہے کہ مانحن فیہ میں اس لئے کہ سقوط سجدہ سہو مقتدی کے اپنے فعل اختیاری سے نہیں ہوا بلکہ اس لئے کہ امام کے پیچھے وہ ادا نہیں کر سکتا نہ قبل السلام نہ بعد السلام، اعادہ واجب نہیں،

(۴) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۳۰۶ پر فرماتے ہیں:

وینبغی تقييد وجوب الاعادة بما اذا لم يكن الترتك لعذر كالامی او من اسلم في اخر الوقت فصلی قبل ان يتعلم الفاتحة فلا تلزم الاعادة ^۳ انتھی	وجوب اعادہ کو اس قید کے ساتھ مقید کیا جانا چاہئے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ترک (واجب) کسی عذر کی بنا پر نہ ہو مثلاً امی کا ترک فاتحہ یا وہ شخص جو نماز کے آخری وقت میں اسلام لایا اور اس نے فاتحہ سیکھنے سے پہلے نماز ادا کی تو اب اعادہ نماز لازم نہیں ہوگا (ت)

جس سے عیاں ہے مانحن فیہ میں بوجہ اس کے کہ ترک سجود بوجہ تعذر ہوا کل صرح به الفقہاء (ان تمام کی فقہاء نے تصریح کی ہے۔ ت) اعادہ لازم نہیں۔

(۵) فی الدار المختار یجب علی منفرد و مقتد بسہو امامہ ان سجد امام لوجوب المتابعة ^۴ انتھی فی ردالمحتار	در مختار میں ہے کہ تنہا نمازی پر سجدہ سہو لازم ہوتا ہے اور امام کی بھول کی وجہ سے مقتدی پر بشرطیکہ امام سجدہ کرے کیونکہ مقتدی پر امام کی متابعت لازم

^۱ فتاویٰ قادی

^۲ ردالمختار باب السجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹/۲

^۳ ردالمختار باب صفیہ الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۶/۱

^۴ در مختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی بھارت ۱۰۲/۱

قوله ان سجد امامه املو سقط عن الامام بسبب من الاسباب بان تكلم او احدث معتدا او خرج من المسجد فانه يسقط عن المقتدى بحر، والظاهر ان المقتدى تجب عليه الاعادة كالامام ان كان السقوط بفعله العمد لتقرر النقصان بلا جابر من غير عذر¹ تأمل انتهى	ہے۔ انتی، قوله "اگر امام نے سجدہ کیا" اور اگر امام سے کسی وجہ سے سجدہ ساقط ہو گیا مثلاً اس نے کلام کیا یا جان بوجھ کر حادث ہو گیا یا مسجد سے نکل گیا تو اب مقتدی سے بھی سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا بحر، اور ظاہر یہی ہے کہ اگر سقوط سجدہ عمداً ہو تو امام کی طرح مقتدی پر بھی اعادہ لازم ہوگا کیونکہ اب بغیر کسی عذر کے ایسے نقصان کا ثبوت ہوا جس کا کوئی ازالہ نہ ہوا، غور کرو، انتی (ت)

مانحن فیہ میں اگرچہ مقتدی کا اپنا سہو ہے نہ کہ سہو امام، لیکن جبکہ سجدہ سہو کے ساقط ہونے میں عمدہ کو دخل نہیں لہذا اعادہ بھی واجب نہیں۔

(۶) آج تک اعادہ صلوٰۃ کا عمل نا مسموع ہے اگر وجوب اعادہ سے حکم کیا جائے لکھو کھانا نمازیوں کی نمازیں ناجائز و تباہ ہو جاتی ہیں اور نمازی تارک صلوٰۃ اور آثم ٹھہرتے ہیں، حالانکہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: الدین یسر² (دین میں آسانی ہے۔ ت) و نیز فرماتے ہیں: یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا³ (آسانی کرو، تنگی نہ کرو اور اچھی خبر دو، نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت)

یہاں تک کہ فقہاء کے نزدیک مختار یہ ہے کہ صلوٰۃ عید و جمعہ میں سجدہ سہو ادا نہ کئے جائیں دفعاً للفتنة (فتنہ کے دفع کے لئے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وانا العبد العاصی لمدعو باحمد بخش عفی عنہ

الجواب:

اقول: وبالله التوفیق مؤید المسائل الفاضل دام بالفضائل (میں اللہ کی توفیق سے سائل فاضل) جن کے فضائل ہمیشہ رہیں) کی تائید کرتے ہوئے میں کہتا ہوں: (۱) بزار مسند اور بیہقی سنن میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

¹ رد المحتار باب سجود السمو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۸۲/۲

² صحیح بخاری باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱۰/۱

³ صحیح بخاری باب کان النبی یتخولم بالموعة الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۶/۱

لیس علی من خلف الامام سهو فان سهأ الامام فعليه وعلى من خلفه ^۱	امام کے پیچھے نماز پڑھنے والے پر سهو نہیں، اگر امام بھول گیا تو اس پر اور اس کے مقتدیوں پر سجدہ سهو ہے۔ (ت)

مقتدی پر سهو کی نفی فرمائی اور وہ نفی وقوع نہیں لاجرم نفی حکم ہے کما دلت علیہ کلمۃ علی (جیسا کہ اس پر "علی" کا حکم دلالت کر رہا ہے۔ ت) تو ثابت ہوا کہ سهو مقتدی کوئی حکم نہیں رکھتا (۲) طبرانی معجم کبیر میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لایؤمر عبد قومًا الا تولی ماکان علیہم فی صلوتہم^۲۔ کوئی آدمی کسی قوم کی امامت نہیں کرتا مگر وہ ہر اس شئی کا ذمہ دار ہوتا ہے جو قوم کی نماز میں ہوتا ہے (ت) پر ظاہر کہ تولیٰ ما علیہم یو نہیں ہے کہ علیہم نہ رہے اگر مقتدی کو اپنے سهو کے سبب حکم اعادہ ہو تو امام سے ان سے تحمل نہیں بلکہ ان پر اٹھل کی تحمیل کہ بے اس کے دو سجدوں ہی سے کام چل جاتا ہر ساری نماز کا اعادہ کرنا پڑا۔ (۳) بدائع امام ملک العلماء جلد اول صفحہ ۱۷۵ میں ہے : المقتدی اذا سهأ فی صلوتہ فلا سهو علیہ^۳ (اگر مقتدی نماز میں بھول جائے تو اس پر سجدہ سهو لازم نہیں۔ ت) (۴) محیط پھر ہندیہ جلد اول صفحہ ۱۲۸ مصری میں ہے: لو ترک الامام سجود السهو فلا سهو علی المأموم^۴ (اگر امام نے سجدہ سهو ترک کر دیا تو مقتدی پر سجدہ سهو نہیں۔ ت) (۵) تبیین الحقائق امام زلیلی جلد اول صفحہ ۱۹۵:

لو سلم المسبوق مع الامام ينظر فان سلم مقارنا لسلام الامام او قبله فلا سهو عليه لانه مقتدبه وان سلم بعده يلزم السهو لانه منفرد ^۵	اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام کہہ دیا تو اب دیکھیں گے اگر اس نے امام کے ساتھ یا اس سے پہلے سلام کہہ دیا تو اب مقتدی ہونے کی وجہ سے سجدہ سهو لازم نہ ہوگا، اور اگر امام کے بعد سلام کیا تو اب منفرد ہونے کی وجہ سے سجدہ سهو لازم ہوگا۔ (ت)

^۱ سنن الکبریٰ للبیہقی باب من سهأ خلف الامام الخ دار صادر بیروت ۳۵۲/۲

^۲ المعجم الکبیر للطبرانی مسند عقبہ بن عامر مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳۲۹/۱

^۳ بدائع الصنائع فصل من یجب علیہ سجود السهو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۷۵/۱

^۴ فتاویٰ ہندیہ الباب الثانی عشر فی السجود مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۸/۱

^۵ تبیین الحقائق باب السجود مطبوعہ المطبعۃ الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۱۹۵/۱

ف: سنن کبریٰ کے الفاظ یوں ہیں ان الامام یکفی من ورائہ فان سهأ الامام فعليه سجدة السهو و علی من وراء فان یسجدوا معه وان سهأ احد من خلفه فلیس علیہ ان یسجدوا والامام یکفیہ۔

(۶) بحر الرائق جلد دوم صفحہ ۱۰۸:

المسبوق فیما یقضیہ کالمفرد کما تقدم و علیہ یفرع ما اذا سلم ساهیا فان کان قبل الامام او معه فلا سهو وان کان بعده فعلیہ کما ذکرنا ^۱	مسبوق باقی رکعات ادا کرنے میں منفرد کی طرح ہوتا ہے جیسے گزرا، اس پر یہ صورت متفرع ہے کہ جب مقتدی نے بھول کر سلام کہہ دیا تو اگر امام سے پہلے ساتھ ہے تو سجدہ سہو لازم نہیں، اور اگر بعد میں ہے تو اس پر سجدہ لازم ہوگا جیسا کہ پیچھے گزرا۔ (ت)

ان چاروں عبارتوں میں مثل حدیث اول سہو مقتدی کی مطلقاً نفی فرمائی ہے یعنی اس کے لئے کوئی حکم نہیں کما قررناہ (جیسا کہ ہم نے اس کی تقریر کردی ہے۔ ت) (۷) امام اجل ابو جعفر طحاوی شرح معانی الآثار جلد اول صفحہ ۲۳۸: اقتدی مفتوض بستنفل، (فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے امام کی اقتداء کرے۔ ت) میں فرماتے ہیں:

اما حکمہ بطریق النظر فانما قدرأینا صلوة المأمومین مضئنة بصلوة امامهم بصحتها وفسادها یوجب ذلک النظر الصحیح من ذلک انا رأینا الامام اذا سها وجب علی من خلفه لسهو ما وجب علیہ ولو سهوا هم و لم یسه هولم یجب علیهم ما یجب علی الامام اذا سها ^۲ ۔	لیکن اس کا حکم بطریق نظر ہے ہم دیکھتے ہیں کہ مقتدیوں کی نماز صحت و فساد کے اعتبار سے امام کی نماز کے تابع ہے، یہ نظر صحیح لازم کرتی ہے کہ جب امام بھول گیا تو اس کی بھول کی بنا پر جو کچھ امام پر لازم ہوا وہ اس کے پیچھے والوں پر بھی لازم ہوگا۔ اور اگر مقتدی بھول جائیں اور امام نہ بھولے تو مقتدیوں پر وہ چیز لازم نہیں ہوتی جو امام کے بھولنے پر اس پر لازم ہوتی ہے۔ (ت)

امام (طحاوی) نے لم یجب علیہم السجود (مقتدیوں پر سجدہ واجب نہیں۔ ت) نہ فرمایا بلکہ ما یجب علی الامام (جو امام پر لازم وہ مقتدیوں پر لازم ہے۔ ت) کہ سجدہ و اعادہ دونوں کو شامل۔ (۸) ذخیرہ پھر ہندیہ جلد اول صفحہ ۱۳۰ میں ہے:

لو سها الاول بعد الاستخلاف لا یوجب سهوہ شیعیاً ^۳ ۔	اگر پہلا امام خلیفہ بنانے کے بعد بھولتا ہے تو اس کی بھول کوئی شیعی لازم نہیں کرتی، (ت)

^۱ بحر الرائق باب سجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۰/۲

^۲ الطحاوی شرح معانی الآثار باب الرجل یصلی الفریضۃ خلف من یصلی تطوعاً مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۰/۱

^۳ فتاویٰ ہندیہ باب الثانی عشر فی سجود السہو مطبوعہ نورانی مکتب خانہ پشاور ۱۳۰/۱

(۹) کافی امام اجل حاکم شہید جس میں جمیع کتب ظاہر الروایہ کو جمع فرمایا ہے ضمیمہ شرح امام سرخسی جلد اول صفحہ ۲۲۵ میں ہے:

اذا احدث الامام في خلال صلاته وقد سها فاستخلف رجلا يسجد للسهو بعد السلام وان لم يكن الامام الاول سها لزمه سجود السهو لسهو الثاني ولو سها الاول بعد الاستخلاف لا يوجب سهواً شيئاً ¹ ۔	اگر بھولے ہوئے امام نے دوران نماز کسی کو اپنا خلیفہ بنایا تو سلام کے بعد خلیفہ سجدہ سہو کرے اور اگر پہلا امام بھولا نہیں تھا اور دوسرا امام (خلیفہ) بھول گیا تو پہلا امام واپس آیا تو وہ بھی خلیفہ کی بھول کی وجہ سے سجدہ کرے، اور اگر پہلا امام خلیفہ بنانے کے بعد بھولا تو اس بھول سے سجدہ سہو لازم نہ آئے گا (ت)

امام سرخسی نے فرمایا: لانه صار في حكم المقتدي² (کیونکہ وہ مقتدی کے حکم میں ہو گیا ہے۔ ت) یہ خود محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نص جلی ہے جو بوجہ عدم ذکر خلاف خود امام اعظم و امام ابو یوسف سب کا نص ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ان عبارات سے روشن بین سالبہ کلیہ ہے کہ مقتدی کا سہو اصلاً کسی چیز کو واجب نہیں کرتا اور عام کا حکم اس کے ہر فرد میں قطعی ہوتا ہے خود نص ائمہ ثلاثہ ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت کہ مقتدی پر اپنے سہو کے ہر گز نہ سجدہ ہے نہ اعادہ۔ (۱۰) لایومر امام اجل طحاوی نے بعد عبارت مذکورہ صریح ترفر فرمایا:

ثبت ان المأمومين يجب عليهم حكم السهو للسهو الامام وينتفي عنهم حكم السهو بانتفاءه عن الامام ³ ۔	یہ بات ثابت ہو گئی کہ امام کے سہو کی وجہ سے مقتدیوں پر سجدہ سہو واجب ہے اور امام سے نفی کی صورت میں مقتدیوں سے بھی اس کی نفی ہو گئی۔ (ت)

(۱۱) امام جلیل شمس الائمہ سرخسی مبسوط جلد اول صفحہ ۲۲۹ میں فرماتے ہیں:

اللاحق في حكم المقتدي فيما يتم وسهو المقتدي متعطل ⁴ ۔	لاحق اپنی بقیہ رکعتوں میں مقتدی کے حکم میں ہوتا اور مقتدی پر سجدہ سہو نہیں ہوتا۔ (ت)

(۱۲) امام ملک العلماء ابو بکر مسعود بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع جلد اول صفحہ ۱۷۶ میں فرماتے ہیں:

¹ المبسوط للسرخسي، باب سجود السهو، مطبوع دار المعرفۃ بیروت ۲۲۵/۱

² المبسوط للسرخسي، باب سجود السهو، مطبوع دار المعرفۃ بیروت ۲۲۵/۱

³ الطحاوی شرح معانی الآثار باب الرجل یصلی الفریضۃ خلف من یصلی تطوعاً مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۰/۱

⁴ المبسوط للسرخسي، باب سجود السهو، مطبوع دار المعرفۃ بیروت ۲۲۹/۱

المسبوق انما يتابع الامام في سجود السهو لا في سلامه وان سلم فان كان عامدا تفسد صلوته وان ساهيا لا تفسد ولا سهو عليه لانه مقتد وسهو المقتدى باطل¹۔	مسبق سجدہ سہو میں امام کی اتباع کرے لیکن سلام نہ کرے اور اگر اس نے سلام پھیر دیا تو اگر دانستہ تھا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر بھول کر تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اس پر سجدہ سہو بھی نہیں کیونکہ وہ مقتدی ہے اور مقتدی کا سہو باطل ہوتا ہے۔ (ت)

وہیں فرمایا:

ان سلم قبل تسليم الامام او سلميا معا لا يلزمه لان سهوه سهو المقتدى وسهو المقتدى متعطل²۔	اگر مسبوق نے امام کے سلام سے پہلے سلام کیا یا دونوں نے اکٹھے سلام کیا تو مسبوق پر سجدہ سہو لازم نہیں کیونکہ اس کا سہو مقتدی کا سہو ہے اور مقتدی کا سہو قابل اعتنا نہیں۔ (ت)

کیسے نصوص جلیلہ ہیں کہ مقتدی کا سہو معطل ہے باطل ہے اس کا کچھ حکم نہیں، اگر اعادہ واجب کرے تو یہ احکام ہی باطل معطل ہوں گے نہ کہ اس کا سہو۔

(۱۴) قول: مسئلہ مسبوق نے حکم کو آفتاب سے زیادہ روشن کر دیا، یہ تو تمام کتب میں تصریح ہے کہ مسبوق اگر سہو امام کے ساتھ سلام پھیر دے اس پر سجدہ سہو نہیں، اگر سہو مقتدی کچھ مؤثر ہوتا تو واجب تھا کہ مسبوق پر سجدہ واجب ہوتا کہ اپنی فائت رکعت پوری کر کے آخر میں بجالاتا اور اب نہ امام کی مخالفت لازم آتی نہ قلب موضوع، مگر تصریح کرتے ہیں کہ اس پر سے یہ سہو بوجہ اقتداء ساقط ہے تو ثابت ہوا کہ سہو مقتدی اصلاً معتبر و ملحوظ ہی نہیں ورنہ باوصف امکان جابر قصد ترک جابر کرائیں پھر خود ہی اعادہ کا حکم فرمائیں، یہ محال ہے کہ بلا عذر صحیح ترک جابر گناہ ہے، متون میں ہے: تجب سجدتان (دو سجدے واجب ہیں۔ ت) اور شریعت گناہ کا حکم نہیں دیتی۔

فان قلت انما لا يسجد بعد قضاء ما فاتته لانهما صلوatan حکما وان اتحدت التحريمه وسهو صلوته لا يسجد له في اخرى قال في البدائع صفحه فان قيل ينبغي ان لا يسجد المسبوق مع الامام	اگر آپ سے سوال کریں کہ فوت شدہ رکعات کے بعد سجدہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اب اگرچہ تحریمہ کی وجہ نماز ایک ہے مگر حکماء و نمازیں ہیں اور ایک نماز کا سجدہ دوسری نماز میں نہیں کیا جاتا، بدائع ص ۱۷۶ میں فرمایا اگر یہ سوال کیا جائے کہ مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ نہیں

¹ بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیہ سجود السهو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۷۶

² بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیہ سجود السهو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۷۶

کرنا چاہئے کیونکہ بعض اوقات بقیہ رکعتوں میں مسبوق بھول جاتا ہے جس کی وجہ سے اس پر سجدہ سہو لازم آ جاتا ہے تو اب سجدہ سہو میں تکرار ہو جائے گا اور یہ مشروع نہیں، تو جواب یہ ہے کہ سجدہ سہو کا تکرار ایک نماز میں نامشروع ہے اور اس صورت میں نماز اگرچہ تحریمہ کے لحاظ سے ایک ہے مگر حکم کے اعتبار سے دو نمازیں ہیں کیونکہ مسبوق بقیہ رکعت میں منفرد کی طرح ہوتا ہے اس کی نظیر یہ ہے کہ مقيم جب مسافر کی اقتداء کرے اور امام بھول جائے تو سجدہ سہو میں مقيم امام کی اتباع کرے گا اگرچہ بعض اوقات مقتدی بقیہ رکعتوں میں بھول جاتا ہے اور امام نسفی کی کافی شرح الوافی ص ۸۵ پر ہے ایسا شخص جس نے چوتھی رکعت کا قعدہ کیا پھر بھول کر پانچویں رکعت ادا کی تو وہ چھٹی رکعت بھی ساتھ ملا لے کے بارے میں الفاظ ہیں کہ وہ قیاماً سجدہ سہو نہ کرے کیونکہ یہ ایک سہو تھا جو فرائض میں واقع ہوا حالانکہ اب وہ نمازی نوافل کی طرف منتقل ہو چکا ہے اور جو شخص ایک نماز میں بھولا وہ اس کا سجدہ دوسری نماز میں نہیں کر سکتا۔
 اقول: اتحاد تحریمہ کی وجہ سے نقصان کو پورا کرنے کے لئے یہ دونوں ایک نماز کی طرح ہیں آپ نے کافی کی وہ عبارت نہیں دیکھی جو مذکورہ عبارت کے متصل ہے کہ (قیاماً تو نہیں) مگر بطور استحسان سجدہ کرے کیونکہ امام محمد کے نزدیک نقصان فرائض میں ہوا ہے کیونکہ

لانه ربما يسهو فيما يقضى فيلزمه السجود ايضاً فيؤدي الى التكرار وانه غير مشروع، فالجواب ان التكرار في صلوة واحدة غير مشروع وهما صلوتان حكماً وان كانت التحريمه واحدة لان المسبوق فيما يقضى كالمنفرد ونظيره المقيم اذا اقتدى بالمسافر فسها الامام يتابعه المقيم في السهو وان كان المقتدى ربما يسهو في اتمام صلوته^۱ اه وفي الكافي شرح الوافي للامام النسفي الورقة فيمن قعد للرابعة ثم صلى خامسة ساهياً فضم سادسة مانصبه لا يسجد للسهو قياً سالان هذا سهو وقع في الفرائض وقد انتقل منه الى النفل من سها عن صلوة لا يسجد له في صلوة أخرى^۲ اه اقول: هما كصلوة واحدة في حق الجبر لا تحاد التحريمه الا ترى الى ما قاله في الكافي متصلاً بالعبارۃ المذكورة ويسجد للسهو استحساناً لان النقصان دخل

^۱ بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیہ سجود السہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۱

^۲ کافی شرح وافی ص ۸۵

فی فرضہ عند محمد بتروک السلام الذی ہو واجب وهذا النفل بناء على التحريمة الاولى فيجعل في حق وجوب السهو كانها صلوة واحدة كمن صلى ست ركعات تطوعاً بتسليمة سهياً في الشفع الاول يسجد للسهو في اخر الصلوة وان كان كل شفع صلوة على حدة¹ اه فاذا كان هذا في صلوتين مستقلتين بل مختلفتين فرضية و تنفلا فلان يكون في اجزاء صلوة واحدة اولى وان اختلفت اقتداء وانفراد، ويقطع النزاع مانصوا عليه ان المسبوق ان لم يسجد للسهو الامام مع الامام يجب عليه ان يسجد له في اخر ما يقضيه، قال في البدائع صف ١٤٦ ولو قام المسبوق الى قضاء ما سبق به ولم يتابع الامام في السهو سجد في اخر صلوته فان المسبوق يبني ما يقضى على تلك التحريمة فجعل الكل كانها صلوة واحدة لاتحاد التحريمة واذا كان الكل صلوة واحدة وقد تمكن فيها النقصان بسهو الامام لم يجز ذلك بالسجدتين فوجب جبرة² اه فاذا كان هذا عليه بسهو امامه فلو كان للسهو نفسه حالة الاقتداء حكم

نمازی نے واجب سلام کو ترک کر دیا ہے اور یہ (دور کتیں) پہلی تحریمہ کی ہی وجہ سے نفل بن رہی ہیں لہذا وجوب سجدہ سہو میں یہ دونوں ایک ہی نماز ہیں جس طرح کہ وہ شخص جس نے چھ نوافل ایک سلام سے پڑھے اور پہلی دو رکعت میں بھول گیا تو اب اگرچہ یہاں ہر شفع مستقل نماز ہے مگر سجدہ سہو آخر میں کرے گا کہ جب دو الگ الگ نمازوں بلکہ وہ فرض و نفل کے اعتبار سے مختلف بھی ہیں کا حال یہ ہے تو ایک ہی نماز کے اجزاء میں بطریق اولیٰ ہونا چاہئے اگرچہ وہ اقتدا و انفراد کے لحاظ سے مختلف ہیں اور اب نزاع ختم ہو گیا جس پر فقہاء نے تصریح کی ہے کہ مسبوق نے سہو امام کی وجہ سے اگر امام کے ساتھ سجدہ نہیں کیا تو اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کرنا واجب ہوگا۔ بدائع کے صفحہ ١٤٦ پر فرمایا کہ اگر مسبوق اپنی بقیہ نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑا ہو گیا اور سہو میں امام کی اتباع نہ کی تو اپنی نماز کے آخر میں سجدہ سہو کرے کیونکہ مسبوق نے بقیہ نماز کی بنا اسی سابقہ تحریمہ پر کی ہے تو اب اتحاد تحریمہ کی وجہ سے مسبوق نے نماز کو ایک بنا لیا ہے اور جب یہ تمام نماز ایک ہے اور اس میں سہو امام کی وجہ سے ایسا نقصان ہو چکا ہے جس کا ازالہ دو سجدوں سے نہیں ہو سکتا تو اس کا ازالہ واجب ہوگا کہ جب یہ بات امام کے سہو کی وجہ سے ہے تو اب اگر حالت اقتداء میں خود اس سے غلطی

¹ کافی شرح وافی ص ٨٥

² بدائع الصنائع فصل بیان من یجب علیہ سجوا السهو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١١/٤٧

لو جب علیہ ان یسجد له فی اخر صلوٰتہ لکن نصوا قاطبة انه لیس علیہ فثبت باجماعہم ان سہو المقتدی لا حکم له۔	ہو جانے پر حکم لاگو ہو تو اس پر نماز کے آخر میں لازم ہو جانا چاہئے لیکن فقہاء نے قطعی تصریح کی ہے کہ اس پر اس صورت میں سجدہ سہو نہیں کیونکہ فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مقتدی کی سہو پر کوئی حکم نافذ نہیں ہو سکتا۔ (ت)

(۵) یہیں سے روشن ہوا کہ بحث نہراً صلاً قابل التفات نہیں اگرچہ سید ابوالسعود نے اس کا اتباع کیا اور علامہ شامی نے رد المختار ومنحہ الخالق میں اسے مقرر رکھا حدیث ہی کے مقابل ان کی بحث معتبر نہ ہوتی، طحطاوی علی الدر المختار جلد اول صفحہ ۱۸۱ مسئلہ دو رکعت نفل قبل نماز مغرب" میں ہے:

فی البخاری انه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال صلوا قبل المغرب رکعتین و هو امر ندب و منع صاحب النہر لایظہر لوجود الدلیل المروی فی الصحیح ^۱ ۔	بخاری میں ہے کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: مغرب سے پہلے دو رکعت ادا کرو۔ اور یہ حکم برائے ندب ہے، صاحب نہر نے اس سے منع کیا لیکن یہ منع واضح نہیں کیونکہ امر ندب صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ (ت)

اسی طرف علامہ نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اس مسئلہ دائرۃ صفحہ ۳۰۳ میں اشارہ کیا ہے کلام نہر نقل کر کے فرمایا:

وقد علمت مفاد الحدیث افادہ بعض الافاضل ^۲ ۔	آپ حدیث کا وہ معنی جان چکے جو بعض افاضل نے بیان کیا۔ (ت)

بلکہ ہم ثابت کر چکے کہ نص صریح امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اطباق جملہ کتب مذہب کے خلاف ہے تو مقتضی کلام ہم نہیں بلکہ نفیض کلام ہم ہے ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق والحمد للہ رب العلمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۳۳: از راہپور مسئلہ محمد سعید صاحب

اگر امام پر سہو واجب ہو تو امام کے ساتھ لاحق کو سجدہ کرنا چاہئے یا نہیں اور جو مصلیٰ بعد اس سجدہ سہو امام کے ساتھ شریک ہووے ان کی نماز کا بنا صحیح ہے یا نہیں؟

^۱ طحطاوی علی الدر المختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۸۱/۱

^۲ حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجود السہو مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۵۲

الجواب:

امام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدہ واجب ہوتا ہے مگر امام کے ساتھ نہ کرے بلکہ نماز پوری کر کے، ہاں اگر سلام امام سے پہلے فوت شدہ نماز پوری کر کے پھر شامل ہو گیا کہ امام کے ساتھ سلام پھیرا تو امام کے ساتھ ہی سجدہ سہو کرے ورنہ بعد اتمام۔ اگر قبل اتمام کے سجدہ سہو کر لے گا نماز تو نہ جائے گی مگر یہ سجدہ بے کار جائے گا اور خلاف حکم کا مرتکب ہوگا اور بعد اتمام پھر سجدہ سہو کرنا ہوگا، درمختار میں ہے:

اللاحق یسجد فی آخر صلوٰتہ ولو سجد مع امامہ اعادہ ^۱ ۔	لاحق اپنی نماز کے آخر میں سجدہ کرے اور اس نے امام کے ساتھ سجدہ کر لیا تو پھر دوبارہ لوٹائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لانہ فی غیرا وانہ ولا تفسد صلوٰتہ لانہ ما زاد الا سجدتین ^۲ ۔	کیونکہ یہ اپنے وقت پر نہیں، البتہ نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس نے دو سجدوں کے علاوہ کسی شی کا اضافہ نہیں کیا۔ (ت)

جو مصلی سجدہ سہو کے بعد قعدہ میں شریک امام ہوئے شریک جماعت ہو گئے ان کی بنا صحیح ہے باتفاق ائمہ

وانما لخلاف فی الجمعة والمذہب فیہ ایضاً الصحة۔	اختلاف فقط جمعہ میں ہے اور اس میں بھی مذہب یہی ہے کہ یہ صحیح ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ادر کہا فی تشهد او سجود سہو (ولو فی تشهدہ ش عن ط) یتبہا جمعة خلافاً لمحمد کما یتم فی العید اتفاقاً کما فی عید الفتح ^۳ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	اگر کسی نے امام کو تشهد یا سجود سہو میں پالیا (اگرچہ تشهد جمعہ ہو، ش از ط) تو جمعہ ادا کرے البتہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس میں اختلاف ہے جیسا کہ عید کو اگر تشهد میں پالیتا ہے تو بالاتفاق عید ہی ادا کرے (فتح القدیر باب العید) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ درمختار باب سجود السہو مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۲/۱

^۲ ردالمحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱۳۹

^۳ درمختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۳/۱

مسئلہ ۱۲۳۵: از چومر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ می فرماید علمائے دین دریں مسئلہ کہ در سجدہ سہو سلام بہر دو جانب گوید یا یکے جانب اگر امام باشد یا مفرد بکدام روایت فتویٰ است۔	علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ سجدہ سہو کے لئے دونوں جانب سلام کہنا ہوتا ہے یا فقط ایک جانب امام ہو یا مفرد، کس روایت پر فتویٰ ہے (ت)

الجواب:

سلام ہمیں جانب راست دہد امام باشد خواہ مفرد تا آنکہ گفتہ اند کہ اگر سلام دیگر دہد سجدہ سہو ساقط شود و زہ کار گردود۔ واللہ تعالیٰ اعلم	فقط دائیں جانب سلام کہنا ہوتا ہے خواہ امام ہو یا مفرد، حتیٰ کہ فقہاء نے فرمایا ہے کہ اگر دوسری جانب سلام کہتا ہے تو سجدہ سہو ساقط اور ایسے عمل سے گنہگار ہوگا۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۶: از جڑدہ ضلع میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

چار رکعت والی نماز میں امام دو رکعت کے بعد بیٹھا اور التحیات کے بعد درود شریف شروع کر دیا مقتدی کو معلوم ہو گیا، ایسی حالت میں مقتدی امام کو اشارہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کر سکتا ہے تو کس طرح سے؟

الجواب:

اُس کا معلوم ہونا دشوار ہے کہ امام آہستہ پڑھے گا، ہاں اگر یہ اتنا قریب ہے کہ اس کی آواز اس نے سنی کہ التحیات کے بعد اس نے درود شریف شروع کیا تو جب تک امام اللہم صل علی سے آگے نہیں بڑھا ہے یہ سبحان اللہ کہہ کر بتائے اور اگر اللہم صل علی سیدنا یا صل علی محمد کہہ لیا ہے تو اب بتانا جائز نہیں بلکہ انتظار کرے، اگر امام کو خود یاد آئے اور کھڑا ہو جائے فبہا اور اگر سلام پھیرنے لگے تو اس وقت بتائے، اس سے پہلے بتائے گا تو بتانے والے کی نماز جاتی رہے گی اور اس کے بتانے سے امام لے گا تو اس کی اور سب کی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۷: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی احسان علی صاحب طالبعلم ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وتر میں قبل دعائے قنوت کے سہو رکوع کیا اور دو ایک تسبیح بھی پڑھ چکا اب خیال ہوا کھڑے ہو کر قنوت پڑھی تو اس صورت میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

الجواب:

تسبیح پڑھ چکا ہو یا ابھی کچھ نہ پڑھنے پایا اسے قنوت پڑھنے کے لئے رکوع چھوڑنے کی اجازت نہیں اگر قنوت کے لئے قیام کی طرف عود کیا گناہ کیا پھر قنوت پڑھے یا نہ پڑھے اس پر سجدہ سہو ہے۔ درمختار میں ہے:

اگر نمازی قنوت پڑھنا بھول گیا پھر اسے رکوع میں یاد آیا وہ اب قنوت نہ پڑھے کیونکہ اپنے محل سے فوت ہو گئی ہے اور نہ اب قیام کی طرف لوٹے، اگر لوٹ کر قنوت پڑھی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی وہ سجدہ سہو کرے خواہ اس نے قنوت پڑھی یا نہ پڑھی کیونکہ قنوت اپنے مقام سے ہٹ گئی اھ (تلخیصاً) اقول:، قولہ اور اس نے رکوع دوبارہ نہ کیا یعنی اس نے قنوت کی خاطر لوٹنے میں رکوع ترک نہ کیا ہو، یہ معنی نہیں کہ اگر اس نے رکوع لوٹا لیا تو نماز فاسد ہو جائیگی کیونکہ رکعت سے کم کا اضافہ فاسد نہیں کرتا، ہاں اب سجدہ سہو کافی نہیں کیونکہ اس نے عمداً سجدہ کو رکوع کی وجہ سے مؤخر کیا، پس اب اس نماز کا اعادہ لازم ہے خواہ اس نے سجدہ سہو کیا یا نہ کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	ولونسيه القنوت ثم تذكره في الركوع لا يقنت فيه لفوات محله ولا يعود الى القيام ، فان عاد اليه وقت ولم يعد الركوع لم تفسد صلوته ، وسجد للسهو قنت اولاً لزواله عن محله¹ اھ (ملخصاً) اقول: وقوله ولم يعد الركوع اي ولم يرتفع بالعود للقنوت لا ان لو اعاده فسدت لان زيادة مادون ركعة لا تفسد نعم لا يكفيه اذن سجود السهو لانه اخر السجدة بهذا الركوع عمدا فعليه الاعادة سجد للسهو او لم يسجد - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۸، ۱۲۳۹: ازمانیا والا ڈاک خانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

- (۱) امام کی نیت چار فرضوں کی تھی دو رکعت اولیٰ ختم کر چکا تھا بیچ میں التحیات بھول گیا اور اللہ اکبر کہہ کر کھڑا ہو گیا، بعد کو مقتدی نے بتایا وہ بیٹھ گیا التحیات پڑھی اور آخر میں سجدہ سہو کیا، آیا مقتدی کی امام کی نماز ہوئی یا نہیں؟
- (۲) ایک شخص وتر پڑھ رہا تھا تیسری رکعت میں اللہ اکبر کہہ کر دعائے قنوت کا ارادہ تھا وہ بھول گیا اور بیٹھ کر سجدہ سہو کیا پھر دوبارہ وتر پڑھے پھر وہیں آکر اللہ اکبر کہنا بھول گیا دعائے قنوت پڑھی سجدہ سہو کیا آیا ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

- (۱) اگر امام ابھی پورا سیدھا کھڑا نہ ہونے پایا تھا کہ مقتدی نے بتایا اور وہ بیٹھ گیا تو سب کی نماز ہو گئی

¹ در مختار باب الوتر والنواقل مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱/۹۴

اور سجدہ سہو کی حاجت نہ تھی اور اگر امام پورا کھڑا ہو گیا تھا اس کے بعد مقتدی نے بتایا تو مقتدی کی نماز اسی وقت جاتی رہی اور جب اس کے کہنے سے امام لوٹا تو اس کی بھی گئی اور سب کی گئی۔ اور اگر مقتدی نے اس وقت بتایا تھا کہ امام ابھی پورا سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا کہ اتنے میں پورا سیدھا ہو گیا اس کے بعد لوٹا تو مذہب اصح میں نماز ہو تو سب کی گئی مگر مخالف حکم کے سبب مکروہ ہوئی کہ سیدھا کھڑا ہونے کے بعد قعدہ اولیٰ کے لئے لوٹا جائز نہیں، نماز کا اعادہ کریں خصوصاً ایک مذہب قوی پر نماز ہوئی ہی نہیں، تو اعادہ فرض ہے، اسی کی امام زلیحی نے تصریح کی ہے اور یہی مشاہیر کتب میں ہے۔

وما بحث المحقق في الفتح وتبعه في البحر ففیه بحث بینا فیما علقناه علی رد المحتار صف - واللہ تعالیٰ اعلم	محقق نے فتح میں بحث کی ہے، بحر میں اس کی اتباع ہے اور اس میں بحث ہے جو ہم نے رد المحتار صف ۷۷۹ پر حاشیہ میں تحریر کی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) پہلی بار کہ دعا قنوت پڑھنا بھول گیا تھا اور سجدہ سہو کر لیا وتر ہو گئے، دوبارہ پڑھنا گناہ ہوا، حدیث میں ہے: لا وتران فی لیلة^۱ (ایک رات میں دو وتر نہیں، ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۴۰: ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو سہو ہوا یعنی کھڑا ہونا تھا بیٹھ گیا یا برعکس اس کے، تو کوئی مقتدی بجائے تسبیح (سبحان اللہ) کے تکبیر (اللہ اکبر) کہہ دے تو نماز میں اس کی کچھ قباحت و خرابی نہیں آئے گی، اور جو شخص یہ کہے کہ امام کو اگر قعدہ کرنا ہے تو لفظ التحیات کہنا چاہئے اور جو قیام کرنا ہے تو اللہ اکبر، یعنی جو نسا رکن کرنا ہے اس میں کا پہلا لفظ کہنا چاہئے۔ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب:

نماز میں اللہ اکبر یا التحیات کہنے سے خرابی نہیں، اور سنت سبحان اللہ کہنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۴۱: از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئلہ نعمت شاہ خاکی بورا ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین کثر ہم اللہ ابقا ہم، کا اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص انتہائی سہو و نسیان کی وجہ سے کوئی بات ٹھکانے سے یاد نہیں رکھتا ہے یہاں تک کہ نماز کے لئے جب وضو کرتا ہے تو ایک ایک اعضاء کو دس دس مرتبہ دھوتا ہے اور پھر بھی اس کو خیال ہوتا ہے کہ دوہی مرتبہ یا ایک مرتبہ دھویا ہے نماز کے لئے

^۱ مسند احمد بن حنبل حدیث طلق بن علی مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۳/۴

کھڑا ہوا تو تکبیر تحریمہ پانچ پانچ مرتبہ کہی چار رکعت پڑھیں دو رکعت خیال کیس علیٰ ہذا القیاس تسبیح رکوع و سجود میں غرضیکہ دنیوی کاموں میں بھی مثلاً کوئی چیز کہیں رکھ دی یا کسی کو دے دی پھر خیال جو کیا اس کے خلاف ہوا، ایسی حالت میں اس شخص نے ایک آدمی اس کے ارکان و تسبیح و رکعت وغیرہ شمار کرنے کے لئے مقرر کیا تاکہ وہ گن کر بتادے آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص ایسے سہو و نسیان کی حالت میں ان سب باروں میں کیا کرے؟

الجواب:

آدمی مقرر کرنا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴۲: وکیل الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اگر امام نے رکعت ثانیہ میں سہو سے تین سجدے کئے اور اس کو ظن غالب دو سجدوں کا تھا و تاخروج عن الصلوۃ امام کو بالکل یاد نہ ہوا، مقتدیان بہت تھے یعنی تین صف میں سے ہر صف میں ۲۵، ۲۶ اشخاص تھے لیکن امام کو کسی نے یاد کرایا نہیں، اب نماز امام و قوم کی صحت و عدم صحت کی وجہ کیا ہے؟

الجواب: فرض ادا ہو گیا، واجب ترک ہوا، سجدہ سہو لازم تھا، نمازیں پھیریں اتنے آدمی، ایسی کثیر جماعت نہیں جس کے سبب سجدہ سہو ساقط ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۴۳: ضلع سکھر سندھ اسٹیشن ڈھرکی ڈاکخانہ خیر پور ڈھرکی خاص دربار معلیٰ قادریہ چونڈے شریف از طرف ابوالنصر فقیر سرور شاہ ۷ جمادی الآخر

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ کہ شخصے رادر نماز مغرب سجدہ سہو لازم بود نہ داد جبر نقصان گزارد یا نہ، اگر گزر د چگونہ نیت بند و چند رکعت گزارد و ہمیں جبر نقصان حکم نفل دارد یا واجب یا فرض؟	اس بارے میں آپ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحمتیں نازل فرمائے) کا کیا فرمان ہے کہ ایک شخص پر نماز مغرب میں سجدہ سہو لازم ہو گیا مگر اس نے نہ کیا اب نقصان کا ازالہ کرے یا نہ؟ اگر کرنا ہے تو کس نیت سے؟ کتنی رکعات ادا کرے اور یہ ازالہ نفل کا حکم رکھتا ہے یا واجب و فرض کا؟ (ت)

الجواب:

جبر نقصان واجب است سہ رکعت بہ نیت اعادہ ہماں نماز مغرب برائے تلافی مافات کند۔ واللہ تعالیٰ اعلم	نقصان کا اعادہ لازم ہے پھر دوبارہ تین رکعت اس نیت سے ادا کرے کہ میں کمی کا ازالہ کر رہا ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۴۵ تا ۱۲۴۳: از مدرسہ اہلسنت منظر الاسلام بریلی مسئلہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) فرضوں کی تیسری یا چوتھی رکعت میں بعد الحمد شریف کے کسی آیت کا پورا یا نصف لفظ زبان سے نکل گیا یا رکوع میں سہواً ایک بار سبحان ربی الاعلیٰ کہہ دیا، اسی طرح سجدہ میں اور اسی طرح فرضوں کی پہلی رکعت میں جبکہ مقتدی ہے سبحنک کے بعد اعدو بذالہ شریف پڑھ لی تو کیا الحمد شریف کا پڑھنا بھی ضرور ہوگا اور اوپر کی صورتوں میں سجدہ سہو ہوگا یا نہیں؟

(۲) جماعت میں امام نے سمیع اللہ لمن حمدہ کی جگہ اللہ اکبر کہا اور سجدہ سہو نہیں کیا، کیا نماز ہوئی یا نہیں؟
(۳) فجر کے فرضوں میں دوسری رکعت کے بعد اور دیگر وقتوں میں چوتھی رکعت کے بعد امام یا منفرد التحیات پڑھنی بھول کر کھڑا ہو گیا، اب اس کو کیا کرنا چاہئے؟ بینوا توجروا

الجواب:

(۱) ان میں سے کسی صورت میں سجدہ سہو نہیں اور مقتدی کو الحمد شریف پڑھنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) نماز ہو گئی اور سجدہ سہو کی اصلاً حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۳) جبکہ قعدہ اخیرہ بھول کر زائد رکعت کے لئے کھڑا ہوا تو جب تک اس رکعت زائدہ کا سجدہ نہیں کیا ہے بیٹھ جائے اور التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے، اور اگر اس نے رکعت زائدہ کا سجدہ کر لیا تو اب فرض باطل ہو گئے پھر سے پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۴۶: از پنڈول بزرگ ڈاکخانہ رائے پور ضلع مظفر پور مسئلہ نعمت شاہ خاکی بورہا ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کمال درجہ کا بھول رکھتا ہے نماز کے اندر وضو و تکبیر و رکوع و سجود و قیام بلکہ ہر رکعت نماز بنیوقتی میں بھول کے خوف سے بلند قرأت کے ساتھ پڑھتا ہے تاکہ ہم بھول نہ جائیں، کتنا ہی وہ شخص دل میں خیال و غور کر کے پڑھتا ہے تاہم بھول جاتا ہے کچھ بھی خیال نہیں رہتا ہے اور وہ شخص جب نماز پڑھنے لگتا ہے تو ایک شخص کو اس غرض سے بٹھاتا ہے کہ جو کچھ سہو واقع ہو اس کو بتلاتا جائے اس شخص کو نماز کے اندر بہت پریشانی ہوتی ہے اس کے علاوہ وہ کہتا ہے کہ نماز چھوڑ دوں پھر کہتا ہے کہ نماز کس طرح چھوڑوں، اور وہ شخص بہت تندرست اور مستقل مزاج ہے، ایسی حالت میں اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

کسی شخص کو پاس بٹھالینا اور اس کے بتانے پر نماز پڑھنا نماز باطل کرے گا، فجر و مغرب و عشاء میں منفرد کو باواز پڑھنے کی اجازت ہے، ظہر و عصر میں صحیح مذہب پر اجازت نہیں، چارہ کاریہ ہے کہ وہ شخص جماعت میں مقتدی ہو کر پڑھے تو مقتدی کو قرات کرنی نہ ہوگی اور امام کے افعال اسے بتانے اور یاد دلانے والے ہوں گے، جماعت ویسے بھی واجب ہے، اور ایسے شخص پر تو نہایت اہم واجب ہے کہ بغیر اس کے اس کی نماز ٹھیک ہی نہیں، سنتیں اور نفل جو پڑھے ان میں کسی شخص کو امام کر لے کہ نفل محض میں تین تک جماعت جائز ہے، اور جب کوئی شخص امامت کو نہ ملے اپنی یاد پر پڑھے رکعتوں میں اگر شبہ ہو تو کم سمجھے، مثلاً ایک اور دو میں شبہ ہو تو ایک سمجھے اور دو اور تین میں ہو تو دو، اور جہاں جہاں قعدہ اخیرہ کا شبہ ہو تو وہاں بیٹھتا جائے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے اور اگر کسی طرح اپنی یاد سے نماز ادا کرنے پر قادر ہی نہ ہو تو معاف ہے، درمختار میں ہے:

(اگر کسی مریض پر بسبب اونگھ کے جو اسے لاحق ہوتی ہے رکعت و سجدوں کی تعداد میں اشتباہ پیدا ہو گیا تو اس پر ادائے نماز لازم نہیں) اور اگر غیر کی تلقین کی بنا پر انھیں ادا کر لیا تو چاہئے کہ یہ اسے کافی ہو جیسا کہ قنیہ میں ہے، علامہ طحاوی نے فرمایا اس پر یہی اعتراض کیا گیا ہے کہ یہ تعلیم و تعلم ہے جو کہ مفسد نماز ہوتا ہے جیسے کہ کسی آدمی نے مصحف سے پڑھا یا اسے دوسرے آدمی نے قرات سکھادی حالانکہ وہ نماز میں تھا، علامہ شامی نے فرمایا میں کہتا ہوں کہ کہا گیا ہے کہ تعلیم و تعلم نہیں بلکہ یاد دلانا اور اطلاع کرنا ہے پس یہ اسی طرح ہے جس طرح بڑے مجمع میں امام کے انتقالات کی اطلاع دینے والا ہوتا ہے فتا مل اھ میں نے وہاں یہ حاشیہ	(ولو اشتبه على مريض اعداد الركعات والسجودات لنعاس يلحقه لايلزمه الاداء) و لو اداها بتلقين غيره ينبغي ان يحزبه كذا في القنية¹ قال العلامة ط قد يقال انه تعليم وتعلم وهو مفسد كما اذا قرأ من المصحف او علمه انسان القراءة و هو في الصلاة² قال العلامة ش قالت وقد يقال انه ليس بتعليم وتعلم بل هو تذكير او اعلام فهو كاعلام المبلغ بانتقالات الامام فتأمل³ اه و رأيتني كتبت عليه مانصه اقول فيه ان الفتح

¹ در مختار باب صلوة المریض مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۴/۱

² حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب صلوة المریض مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۳۱۹/۱

³ رد المختار باب صلوة المریض مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۵۶۲/۱

لا یزید علی التذکیر بشیئی وقد قال قوم و صح
 ان المقتدی اذا فتح علی امام بعد ما قرأ
 قدر الواجب تفسد صلوٰتہ لانہ تعلیم من دون
 ضرورة فان اخذ به الامام فسدت صلوٰة الكل
 لانہ تعلم من دون ضرورة والقائلون بالجواز (وهو المعتمد) انما اعتمد واعلیٰ انہ للحاجة کما
 بینہ فی الحلۃ مع الاعتراف بانہ تعلیم وتعلم
 انی استشهد بخلافہ الیسوا قد اجمعوا ان لو فتح
 علی المصلیٰ غیرہ فآخذ فسدت صلوٰتہ ، وقد
 مر التنصیص علی کل ذلک والاستشہاد بالبلغ
 لم یصادف محله فانہم جمیعاً حیثئذ فی صلوٰة
 واحدة فالصواب عندی الجواب بان هذا الضرورة
 وہی تجلب التیسیر وبعد فیہ بعد کیف ولو جاز
 (هذا) کان ینبغی ان یلزمہ الاداء کما یلزمہ
 التوجه اذا وجد من یوجہہ ففی تجویزہ ابطال
 اصل المسئلة المنقولة فلا عبرة ببحت القنیة¹
 وقد یقال عن هذا الاخیر انہ قادر بقدرۃ غیرہ
 فلا یلزمہ وان فعل صح فلیتأمل حق التأمل۔
 واللہ تعالیٰ اعلم

تحریر کیا ہے اتوں اس میں لقمہ دینا یاد دلانے سے زائد نہیں ہوتا
 اور ایک جماعت نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ مقتدی جب اپنے امام کو
 قدر واجب قرأت کے بعد لقمہ دے تو اس مقتدی کی نماز فاسد
 ہو جاتی ہے کیونکہ یہ بغیر ضرورت کے تعلیم ہے ایسی صورت میں
 اگر امام نے لقمہ لے لیا تو سب کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ یہ بغیر
 ضرورت کے تعلیم ہے اور جو جواز (اور معتمد بھی یہی ہے) کے قائل
 ہیں انھوں نے اعتماد کرتے ہوئے کہا کہ یہ ضرورت کی وجہ سے
 ہے جیسا کہ حلیہ میں بیان کیا گیا ہے باوجود اس اعتراف کے کہ
 تعلیم و تعلم ہے، میں اس کے خلاف شہادت پیش کرتا ہوں، کیا
 فقہاء کا اس پر اجماع نہیں کہ اگر غیر نمازی نے نمازی کو لقمہ دیا اور
 اس نے قبول کر لیا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور اس تمام گفتگو پر پہلے
 تصریحات گزر چکی ہیں اور مقتدی کثیر کو بطور استشاد پیش کرتا
 ہے اپنے محل پر نہیں کیونکہ مذکور صورت میں تمام کی نماز ایک
 ہے لہذا میرے نزدیک درست جواب یہ ہے کہ یہ ضرورت ہے جو
 آسانی کا تقاضا کرتی ہے اور ابھی اس میں بعد ہے، کیسے ہو سکتا ہے
 حالانکہ یہ جائز ہو تو مناسب تھا کہ اس پر ادا لازم ہو جس طرح توجہ
 دلانے والے کی موجودگی میں توجہ کرنا لازم ہے لہذا اس کے جواز
 میں اصل منقول مسئلہ کا ابطال لازم آتا ہے اس لئے قنیہ کی بحث کا
 اعتبار نہیں ہوگا اور اس آخری مسئلہ (جو اپنے آپ نماز درست نہیں
 کر سکتا) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ چونکہ یہ دوسرے کی قدرت
 سے قادر ہوتا ہے اس لئے اس پر نماز کی صحت لازم نہیں اور اگر
 اس نے غیر سے اصلاح لے لی تو صحیح ہے، اس میں مکمل غور کرو،
 (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

¹ جد المتار علی رد المحتار باب صلوٰۃ المریض المصحح الاسلامی مبارک پور ۱/۳۵۴

مسئلہ ۱۲۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وِتروں میں رکعتِ ثالث میں امام بجائے قنوت پڑھنے کے تکبیر قنوت کہہ کر رکوع کو چلا گیا اور مقتدیوں کی تکبیر کہنے سے واپس ہو کر قنوت پڑھا اور پھر دوبارہ رکوع کیا اور سجدہ سہو کیا نماز ادا ہو گئی یا وتر فاسد ہوئے رکوع میں پورا جھک گیا تھا جب قنوت کی طرف رجوع کی۔ مینو اتوجروا

الجواب: جو شخص قنوت بھول کر رکوع میں چلا جائے اسے جائز نہیں کہ پھر قنوت کی طرف پلٹے بلکہ حکم ہے کہ نماز ختم کر کے اخیر میں سجدہ سہو کر لے پھر اگر کسی نے اس حکم کا خلاف کیا تو بعض ائمہ کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اصح یہ ہے کہ برائیا کنگار ہوا مگر نماز نہ جائے گی۔ ردالمحتار میں بتیغی سے ہے:

لو سہا عن القنوت فرکع فأنه لو عاد وقت لا تفسد علی الاصح ^۱ اه وفيه عن الفتح فی مسئلہ العود الی التشہد بعد القیام للثالثۃ لایحل ولکنہ بالصحة لایخل ^۲ اه	اگر قنوت بھول گئی اور رکوع کیا اب اگر لوٹ کر قنوت پڑھی تو اصح قول کے مطابق نماز فاسد نہ ہوگی اھ اور اسی میں مسئلہ تیسری رکعت کی طرف قیام کے بعد تشہد کی طرف لوٹنے کے تحت ہے کہ یہ جائز نہیں البتہ صحت نماز میں مغل نہیں اھ (ت)

بہر حال اس عود کو جائز کوئی نہیں بتاتا تو جن مقتدیوں نے اسے اس عود ناجائز کی طرف بلانے کے لئے تکبیر کہی ان کی نماز فاسد ہوئی امام ان کے کہنے کی بنا پر نہ لوٹا نہ ان کے بتائے سے اسے یاد آتا بلکہ اسے خود ہی یاد آتا اور لوٹا اگرچہ اس کا یاد کرنا اور ان کا تکبیر کہنا برابر واقع ہوتا تو اس صورت میں مذہب اصح پر امام اور باقی مقتدیوں کی نماز ہو جاتی یعنی واجب اتر جاتا اگرچہ اس کراہت تحریم کے باعث اعادہ واجب ہوتا اب کہ وہ ان مقتدیوں کے بتانے سے پلٹا اور یہ نماز سے خارج تھے تو خود اس کی بھی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سب کی گئی لانه امتثل امرهم اوتدکر تکبیر ہم فعاد برائی نفسہ فقد تعلم من هو خارج الصلوۃ کما افادہ فی البحر (کیونکہ اس نے ان کی بات مانی یا اسے ان کی تکبیر سے یاد دہانی ہوئی اور وہ اپنی رائے سے لوٹا تو اب اس نے نماز سے خارج آدمی سے سیکھایا جانا ہے۔ جیسا کہ بحر میں اس کا افادہ کیا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۳۸: از شہر کہنہ ۱۱ جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ

ترک آرد قعدہ اولیٰ لیکن باستادن نزدیک تر شد آنگاہ	اگر پہلا قعدہ ترک کر کے تیسری رکعت کے لئے نمازی

^۱ ردالمحتار باب سجود السمو مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۵۵۱

^۲ ردالمحتار باب سجود السمو مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۵۵۰

نشت باز باقی نماز گزار دریں حال نماز او جائز است یا نہ؟ بینوا توجروا	سیدھا کھڑا ہو گیا پھر واپس لوٹا اور باقی نماز ادا کی اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

مہر کہ در فرض یا وتر قعدہ اولیٰ فراموش کردہ استادہ تا تمامہ استادہ نشود بسوئے قعود رجوعش باید پس اگر هنوز بقعود اقرب بود سجدہ سہو نیست و اگر بقیام نزدیک تر شدہ باشد سجدہ سہو لازم آید تا نیم زیریں از بدن انسان راست نشدہ است نہ نشستن نزدیک ست و چون ایں نصف راست شدہ پشت هنوز خمیدہ است بہ استادن قریب ست اگر تمام راست استاد آنگاہ نشستن روانیست اگر بقعدہ اولیٰ باز میگرد گناہگار شود اما رائج آنست کہ نماز دریں صورت ہم از دست نرود سجدہ سہو واجب شود فی الدرالمختار سہا عن القعود الاولیٰ من الفرض ولو عملیائتم تذکرہ عادیہ و لاسہو علیہ فی الاصح ما لم یستقم قائماً فی ظاہر المذہب و هو الاصح فتح، وان استقام قائماً لا یعود فلو عاد لا تفسد لکنہ یکون مسیئاً ^۱ و یسجد لتاخیر الواجب و هو الاشبه کما حققہ الکمال و هو الحق بحر ^۱ اھ مختصراً و فی ردالمحتار قوله و لاسہو علیہ فی الاصح یعنی اذا عاد قبل ان یستتم قائماً وکان	جو شخص فرض یا وتر میں پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہونے لگے اگر وہ سیدھا کھڑا نہیں ہوا تو واپس لوٹ آئے اب اگر وہ قعود کے قریب تھا تو سجدہ سہو لازم نہ ہوگا اور اگر قیام کے قریب تھا تو سجدہ سہو لازم ہوگا کہ جب تک انسان کانیچے والا حصہ سیدھا نہ ہو وہ بیٹھنے کے قریب ہوتا ہے اور اگر نیچے والا نصف حصہ سیدھا ہو جائے خواہ ابھی پشت ٹیڑھی ہو وہ کھڑا ہونے کے قریب ہوگا، اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو اب بیٹھنا جائز نہیں، اب اگر پہلے قعدے کی طرف لوٹ آتا ہے تو گناہگار ہوگا، اور رائج یہ ہے کہ اس کی نماز ختم نہ ہوئی اس پر سجدہ سہو لازم ہوگا، در مختار میں ہے اگر فرض (اگرچہ عملی ہوں) کے پہلے قعدے کو بھول گیا پھر اسے یاد آیا اور لوٹ آیا تو اب اصح قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں بشرطیکہ وہ سیدھا کھڑا نہ ہوا یہی ظاہر مذہب ہے اور یہی اصح ہے فتح۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے اگر لوٹ آیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن گناہگار ہوگا اور تاخیر واجب کی وجہ سے سجدہ کرے اور یہی مختار ہے جیسا کہ اس کی تحقیق کمال نے کی ہے اور یہی حق ہے بحر اھ مختصر۔ رد المختار میں ہے قولہ اصح

^۱ در مختار باب سجود السہو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۰۲/۱

قول کے مطابق اس پر سجدہ سہو نہیں یعنی جب کہ وہ سیدھا کھڑے ہونے سے پہلے لوٹا حالانکہ وہ قعود کے قریب تھا تو اب اس پر اصح قول کے مطابق سجدہ نہیں اور اکثر فقہاء کی یہی رائے ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم	الی القعود اقرب فانہ لاسجود علیہ فی الاصح وعلیہ الاکثر¹۔ واللہ تعالیٰ اعلم



¹ رد المحتار باب سجود السمو مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۵۰



باب سجود التلاوة

(سجدہ تلاوت کا بیان)

مسئلہ ۱۲۴۹: از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ہشتم ربیع الاول ۱۴۰۶ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر کتب نظم و نثر میں آیات سجدہ لکھی ہوتی ہے ان کا کیا حکم ہے آیا سجدہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ جیسے منقبت میں جناب مولوی عبدالقادر صاحب خصم اللہ بالمواہب کا شعر ہے نہ
راہ حق میں کر دیا سجدہ میں قربان اپنا سر
ایسی واسجد واقرب کی کس نے کی تفسیر ہے
بینوا توجروا۔

الجواب:

وجوب سجدہ تلاوت، تلاوت کلمات معینہ قرآن مجید سے منوط ہے۔ وہ کلمات جب تلاوت کئے جائیں گے سجدہ تالی و سامع پر واجب ہوگا کسی نظم یا نثر کے ضمن میں آنے سے غایت یہ ہے کہ اول و آخر کچھ غیر عبارت مذکور ہوئی جسے ایجاب سجدہ میں دخل نہ تھا، نہ یہ کہ حکم سجدہ کی رافع و مزیل ہو اُس کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا جس طرح حرف اسی قدر کلمات تلاوت کریں اور اول و آخر کچھ نہ کہیں سجدہ تلاوت واجب ہوگا، ایسے ہی یہاں بھی کہ جس عبارت کا عدم وجود یکساں ہے وہ نظر سے ساقط اور حکم سکوت میں ہے و ہذا ظاہر جدا (اور یہ نہایت واضح ہے۔ ت) ہاں قابل غور یہ بات ہے کہ سجدہ تلاوت کس قدر قرأت سے ہوتا ہے اصل مذہب و ظاہر الروایہ میں ہے کہ ساری آیت بتما مہاس کا سبب ہے یہاں تک کہ اگر ایک حرف باقی رہ جائے گا سجدہ نہ آئے گا مثلاً اگر ج میں الم تر ان اللہ سے ان اللہ

یفعل مالک پڑھ گیا سجدہ نہ ہو واجب تک یشاء بھی نہ پڑھے، اور یہی مذہب آثار صحابہ عظام و تابعین کرام سے مستفاد اور ایسا ہی امام مالک و امام شافعی وغیرہما ائمہ کا ارشاد بلکہ ائمہ متقدمین سے اس بارے میں اصلاً خلاف معلوم نہیں کتب اصحاب سے متون کہ نقل مذہب کے لئے موضوع ہیں قاطبہً اسی طرف گئے اور دلائل و کلمات عامہ شروح کہ تحقیق و تنقیح کی متکفل ہیں اسی پر مبنی و متبنی ہوئے اور اکابر اصحاب فتاویٰ بھی ان کے ساتھ ہیں۔ اوقایہ و نقایہ و ملتقى الابحر میں ہے: تجب علی من تلا آية^۱۔ (سجدہ آیت کی تلاوت کی وجہ سے واجب ہوتا ہے۔ ت) کنز و^۲ وانی میں ہے: تجب باریع عشر آية^۳ (سجدہ تلاوت چودہ آیت کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔ ت) تنویر میں ہے: تجب سبب تلاوة آية^۴ (سجدہ آیات کی تلاوت کی وجہ سے واجب ہو جاتا ہے۔ ت) غنیہ میں ہے:

ملخصاً	اذا قرأ آية السجدة يجب عليه ان يسجد ^۴ اھ
جب کسی نے آیت سجدہ پڑھی تو اس پر سجدہ تلاوت کرنا لازم ہے اھ ملخصاً (ت)	

خانہ میں ہے:

سجدة التلاوة تجب علی من تجب عليه الصلوة	سجدہ تلاوت اس شخص پر واجب ہوتا ہے جس پر نماز واجب ہے
اذا قرأ السجدة اوسعها ^۵	جبکہ اس نے آیت سجدہ پڑھی یا سنی۔ (ت)

۹۔ برجندی شرح نقایہ فتاویٰ ظہیریہ امام ظہیر الملہ والدین مرغینانی سے ہے:

المراد بالآية آية تامة حتى لو قرأ آية السجدة كلها الا	آیت سے مراد پوری آیت ہے حتی کہ کسی نے آیت پڑھی مگر اس
الحرف الذي في آخرها لا يسجد ^۶ الخ	کا آخری حرف نہ پڑھا تو سجدہ لازم نہیں الخ (ت)

ہدایہ میں ہے:

موضع السجدة في حم السجدة عند قوله تعالى	حم السجدة میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کے مطابق
لايسأمون في قول عمر رضی اللہ تعالیٰ	لايسأمون پر سجدہ ہے۔ احتیاط کی

^۱ شرح الوقایہ باب سجود التلاوة مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۲۲۹/۱

^۲ کنز الدقائق باب سجود التلاوة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۱/۱

^۳ در مختار، باب سجود التلاوة مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ۱۰۴/۱

^۴ غنیہ المستملی شرح منیہ الصلوی باب سجود التلاوة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۹۸

^۵ فتاویٰ قاضی خاں فصل فی قرأ القرآن خطا مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۵۱/۷

^۶ شرح نقایہ برجندی، فصل فی سجدة التلاوة، مطبوعہ نوکسور، ۱۵۵/۱

عنه وهو المأخوذ للاحتياط ¹ ۔	بناء پر اسی پر عمل ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

وجہہ انه ان كان السجود عند تعبدون لا يضره التأخير الى الآية بعده وان كان عند لا يسامون ² لم يكن السجود قبل مجزئاً ² ۔	اس کی وجہ یہ ہے اگر سجدہ تعبدون پر لازم ہو جاتا ہے تو اس کے بعد آیت اسے نقصان دہ نہیں اور اگر سجدہ لایسامون پر ہو تو اب پہلے ہونے کی وجہ سے کافی نہ ہوگا۔ (ت) (۲)

کافی میں ہے:

موضع السجدة في حم عند قوله لا يسامون وهو مذهب ابن عباس وقال الشافعي عند قوله ان كنتم اياه تعبدون وهو مذهب علي رضي الله تعالى عنهم لان الامر بالسجود فيها والاحتياط فيما قلنا ليخرج عن الواجب بيقين فانها ان كانت عند الآية الثانية والسجود قبلها غير جائز فلو سجد عند تعبدون لا يخرج عن العهدة الخ ³	سورہ حم میں سجدہ لایسامون کے الفاظ پر ہے اور یہ حضرت ابن عباس کا مذہب ہے امام شافعی کے مطابق سجدہ ان كنتم اياه تعبدون کے الفاظ پر ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے کیونکہ سجدہ کا حکم اسی میں ہے، اور احتیاط ہمارے قول میں ہے تاکہ مکلف سے واجب کی ادائیگی بالیقین ہو جائے کیونکہ اگر سجدہ دوسری آیت پر ہے تو اس سے پہلے سجدہ جائز نہیں لہذا اگر سجدہ تعبدون پر کیا تو مکلف اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ نہ ہوگا الخ (ت)

ردالمحتار میں^{۱۵} امداد الفتاح اُس میں^{۱۶} بحر الرائق اُس میں^{۱۷} بدائع سے ہے:

رجحنا الاول للاحتياط عند اختلاف مذاهب الصحابة لانها لو وجبت عند تعبدون فالتأخير الى لا يسامون لا يضر بخلاف العكس	ہم نے صحابہ میں اختلاف کی وجہ سے احتیاط پہلے کو ترجیح دی ہے کیونکہ اگر سجدہ تعبدون پر لازم ہو تو لایسامون تک تاخیر نقصان دہ نہیں اور اس کے عکس میں نقصان ہے کیونکہ ایسی صورت میں وجوب

¹ الہدایہ فصل فی سجدۃ التلاوة مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ ۱۴۳۳ھ

² فتح القدیر فصل فی سجدۃ التلاوة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۴۲۵ھ

³ کافی شرح دانی

لانہا تكون قبل وجود سبب الوجوب ¹ الخ	سب سے پہلے ہوگا۔ الخ (ت)
اسی طرح شرح وقایہ و مجمع الانہر و مستخلص وغیرہا میں ہے:	
فقد نصوا على ان سبب الوجوب الآية بتنامها حتى جعلوا التقديم عليها كتقديم الصلوة على وقتها۔	فقہاء نے تصریح کی ہے کہ وجوب سجدہ کا سبب پوری آیت ہوتی ہے حتیٰ کہ پوری آیت سے پہلے سجدہ کرنا ایسے ہی ہے جیسے نماز وقت سے پہلے ادا کر لی ہو۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

سجدة التلاوة واجبة في الاعراف عقب آخرها وفي الرعد عقب قوله وظلالهم بالغدو والأصل o وفي النحل عقب قوله ويفعلون مأيومرون o وفي بني اسرائيل عقب قوله ويزيدهم خشوعا o وفي مريم عقب قوله خروا سجدوا بكياء o وفي الحج عقب قوله ان الله يفعل ما يشاء o وفي الفرقان عقب قوله وزادهم نفورا o وفي النمل عقب قوله ويعلم ما تخفون وما تعلنون o وهو معز والى اكثر الفقهاء وقال مالك عند قوله رب العرش العظيم ووذكر النووى انه الصواب وانه مذهب الشافعي كما صرح به اصحابه وفي الم السجدة عقب قوله وهم لا يستكبرون o وفي ص عقب قوله واناب o وفي قوله عند المالكية وهو رواية عن مالك عقب	سجدہ تلاوت اعراف میں آخری آیت کے بعد ہے رعد میں ظلّالہم بالغدو والأصل کے بعد ہے۔ نحل میں ويفعلون مأيومرون پر، بنی اسرائیل میں ويزيدهم خشوعا پر، مریم میں خروا سجدوا وبکیاء پر، حج میں ان الله يفعل ما يشاء پر، فرقان میں وزادهم نفورا کے بعد، نمل میں ويعلم ما تخفون وما تعلنون پر، اور یہ اکثر فقہاء کی طرف منسوب ہے امام مالک رب العرش العظیم پر سجدہ کے قائل ہیں امام نووی نے کہا یہی صواب اور مذہب شافعی ہے جیسا کہ ان کے اصحاب نے تصریح کی ہے۔ الم السجدة میں وهم لا يستكبرون پر، ص میں واناب کے بعد، اور مالکیہ کے نزدیک مأب کے بعد، اور یہی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے

¹ رد المحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفى البابي مصر ۱۲۵/۵۶

حم السجدة میں ولا یسأمون کے بعد، اور مذہب مالک میں مشہور تعبدون کے بعد ہے، النجم میں آخری آیت کے بعد، انشقاق میں لایسجدون کے بعد، اور مذہب مالک مشہور اس کی آخری آیت پر، علق میں آخری آیت کے بعد لازم ہے، ان چودہ مقامات میں کوئی اختلاف مروی نہیں ماسوائے ان چار مقامات کے جن میں اختلاف ذکر کر دیا گیا ہے، ہاں ذخیرہ میں ہے کہ الرقیات میں ہے الخ اور وہاں امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت عزیزہ ذکر کی گئی ہے اھ ملتقطاً (ت)

اقول: آپ نے انکے الفاظ فلاں لفظ کے بعد فلاں کے بعد واجب ہے، ملاحظہ کئے، لفظ عقب وجوب کے لئے جگہ کا بیان ہے پس تمام آیت سے پہلے سجدہ کا وجوب نہ ہوگا، مالکیہ اور شوافع جو اقوال ذکر کرتے ہیں انھیں دیکھیں ان سے استفادہ کہ اس معاملہ میں ہمارے ساتھ ہیں پھر یہ الفاظ دیکھو کہ کسی سے اختلاف مروی نہیں الخ جس سے واضح ہو رہا ہے کہ ائمہ سلف کو اس میں کوئی اختلاف نہیں مگر وہ روایت جو ہمائے تیسرے امام رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے۔ (ت)

مأب وفي حم السجدة عقب قوله والایسأمون ومشهور مذہب مالک عقب تعبدون وفي النجم عقب أخرها و في الانشقاق عقب قوله لا یسجدون مشهور مذہب مالک عقب أخرها وفي العلق عقب أخرها ثم لم یحك عن احد ممن قال بالسجود في هذاالمواضع الاربعة عشرخلاف في شیئی من محالها المذكورة فیما عدالمواضع الاربعة التي بینت الخلاف فیها نعم في ذخیرةالذکر في الرقیات الخ و ذکر ههنا رواية غریبة عن الامام محمد رحمة الله تعالى¹ اھ ملتقطاً

اقول: فأنظر الى قوله واجبة عقب كذا وعقب كذا فان عقب ظرف للوجوب فلا وجوب قبل تمام الآية وانظرع ماذکر من اقوال المالكية والشافعة تستقید بها انهم ایضاً معنا في ذلك ثم النظر الى قوله لم یحك من احد الخ تشعر به ان لاختلاف فهي لائمہ السلف اللهم الا رواية نادرة عن امامنا الثالث رحمه الله تعالى۔

اسی طرح شرح معانی الآثار امام طحاوی میں تصریح فرمائی کہ اواخر آیات موضع سجود ہے اور رحم السجدة میں اختلاف محل یوں نقل کیا:

¹ حلیۃ المحل یشرح نئیۃ المصلی

بعض نے فرمایا کہ سجدہ کا مقام تعبدون ہے، بعض نے فرمایا لایسأمون ہے، امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد تینوں آخری کی طرف گئے ہیں، مقتدین نے اس میں اختلاف کیا ہے پھر انھوں نے سنداً بتایا کہ ابن عباس، ابو وائل، ابن سیرین، مجاہد اور قتادہ کا مذہب ہمارے اصحاب کی طرح ہے ابن مسعود اور ابن عمر کا مسلک مالکیہ والا ہے، اور مجاہد سے سنداً بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حم میں سجدہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا دونوں آیات کے آخر میں سجدہ کرواھ۔ قلت: (میں کہتا ہوں کہ) باء سببیہ ہے پھر دوسری سند سے ابن عباس سے روایت کیا ایک آدمی نے حم کی پہلی آیت پر سجدہ کیا اس پر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: سجدہ میں جلدی کر دی۔ (ت)	قال بعضهم موضعه تعبدون ۵ وقال بعضهم موضعه لا يسأمون ۵ وكان ابو حنيفة و ابو يوسف ومحمد يذهبون الى المذهب الاخير واختلف المقتدمون في ذلك¹ - ثم اسند عن ابن عباس وابي وائل وابن سيرين ومجاهد وقتادة مثل مذهب اصحابنا وعن ابن مسعود وابن عمر مثل مذهب المالكية واسند عن مجاهد قال سألت ابن عباس ون السجدة التي في حم قال اسجد بأخر الأيتين² اه قلت والباء للسببية ثم اخرج عنه بطريق اخر قال سجده رجل في الآية الالى من حم فقال ابن عباس عجل هذا بالسجود³ -

پھر فرمایا:

حم کے سجدہ پر اتفاق ہے لیکن اس کے مقام میں اختلاف ہے اور جو اس سے پہلے سورتوں کے آخر میں سجدوں کا ذکر آیا ان پر اور ان کے مذکور مقامات پر اتفاق ہے الخ (ت)	فكانت هذه السجدة التي في حم مباحدا اتفق عليه واختلف في موضعها وما ذكرنا قبل هذا من السجود في السور الاخر فقد اتفقوا عليها وعلى مواضعها التي ذكرناها⁴ الخ

امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

اگر کسی نے آیت سے ایک حرف بھی پہلے سجدہ کیا	لو سجد قبل تمام الآية ولو بحرف لم يصح

¹ شرح معانی الآثار باب سجود التلاوة فی الفصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳۲

² شرح معانی الآثار باب سجود التلاوة فی الفصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳۲

³ شرح معانی الآثار باب سجود التلاوة فی الفصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳۲

⁴ شرح معانی الآثار باب سجود التلاوة فی الفصل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۳۲

لان وقتہا انما یدخل بتما مہا^۱۔
تو صحیح نہ ہوگا کیونکہ اس کو وقت تمام آیت پر شروع ہوتا ہے (ت)

اس مذہب جلیل الشان مشید الارکان پر شعر مذکور کے پڑھنے سننے سے سجدہ نہیں آسکتا کہ اس میں آیت سجدہ بتما مہا نہیں، اسی طرح ہر وہ نظم جس میں پوری آیت سجدہ نہ ہو، اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ قرأت و سماعت نظم مطلقاً موجب سجدہ نہیں کہ آیات چار دو گانہ سے کوئی آیت وزن عروضی کی مساعدت نہیں فرماتی جسے نظم میں لانا چاہیں گے یا پوری نہ آئے گی یا ترتیب کلمات بدل جائے گی بہر حال آیت بحال باقی نہ رہے گی،

اللهم الايتي النجم والعن فعلال الوزن يسعهما في
بعض الشطور النادرة والزحافات البعيدة اولابنية
الغريبة ولو بضم بعض الكمات في الاول والاخر
فليعمل الفكر۔
ہاں، صرف سورہ نجم اور علق کی دو آیتوں میں وزن شعری کی
گنجائش شاید بعض نادر وجوہ اور بعید تبدیلیوں اور اجنبی وزنوں
میں وہ بھی اول یا آخر میں بعض کلمات ملانے کی وجہ سے پیدا
ہو جائے، لہذا غور و فکر کو عمل میں لانا چاہئے۔ (ت)

ہاں بعض علمائے متاخرین کا یہ مذہب ہے کہ آیت سجدہ سے سرف کو کلمے پڑھنا موجب سجدہ ہے جن میں ایک وہ لفظ جس میں ذکر سجود ہے جیسے آیت سوال میں لفظ واسجد اور دوسرا اُس کے قبل یا بعد کا جیسے اُس میں واقتب^۵ یہ مذہب اگرچہ ظاہر الروایہ بلکہ روایات نوادر سے بھی جدا، اور مسلک ائمہ سلف و تصریح و تلویح متون و شروع کے بالکل خلاف ہے مگر سراج و ہاج و جوہرہ نیرہ و مرآتی الفلاح میں اس کی تصحیح واقع ہوئی، شرح نور الایضاح میں ہے:

قراءة حرف السجدة مع كلمة قبله او بعده من
ايتها توجب السجود كالاية المقرؤة بتما مہا في
الصحيح^۲۔
صحیح قول کے مطابق اگر آیت سجدہ میں صرف حرف سجدہ کو اس
کے مقابل یا مابعد کلمہ کے ساتھ پڑھ لیا تو سجدہ لازم ہو جائے گا جیسے
کہ تمام آیت کی تلاوت سے لازم ہوتا ہے۔ (ت)

علامہ طحطاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

في الجوهرة الصحيح فاده انه اذا قرأ حرف
السجدة وقبله كلمة وبعد كلمة
عہ: سجدے والی چودہ آیتیں۔

^۱ ارشاد الساری شرح البخاری ابواب سجود القرآن مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت ۲/۲۸۱

^۲ مرآتی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی باب سجود التلاوة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۱

وجوب السجود والافلا ¹	تو سجدہ لازم ہوگا اگر پہلے یا بعد کا کلمہ نہ پڑھا تو سجدہ لازم نہ ہوگا۔ (ت)

والمختار میں ہے:

في السراج وهل تجب السجدة بشرط قراءة جميع الآية امر بعضها فيهي اختلاف والصحيح انه اذا قرأ حرف السجدة وقبله كلمة او بعده كلمة وجوب السجود والافلا ² ۔	سراج میں ہے کہ کیا سجدہ لازم ہونے کے لئے تمام آیت کی تلاوت ضروری ہے یا بعض کی، اس میں اختلاف ہے، اور صحیح یہی ہے کہ جب کسی نے حرف سجدہ کو اس سے پہلے یا بعد کے کلمہ کے ساتھ ملا کر پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہو جائے گا ورنہ نہیں، (ت)

علامہ ابن امیر الحاج نے ائمہ متقدمین کا مذہب بیان فرما کر روایت نادرہ رقیات ذکر کی جس کی نسبت فرمایا:

ذكر في تنمة الفتاوى الصغرى ان الفقيه اباجعفر ذكره في غريب الرواية عن محمد ³ ۔	فتاویٰ صغریٰ کے تتمہ میں ہے کہ فقیہ ابو جعفر نے امام محمد سے ایک غریب روایت کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (ت)

پھر فرمایا:

وقال الفقيه ابو جعفر اذا قرأ حرف السجدة ومعها غيرها قبلها او بعدها امر بالسجود وسجدوا ان كان دون ذلك لا يسجد ⁴ ۔	فقیہ ابو جعفر نے فرمایا اگر کسی نے حرف سجدہ کو پڑھا اور غیر یعنی ماقبل اور مابعد کو بھی پڑھا تو اسے سجدہ کا حکم دیا جائے گا اور وہ سجدہ کرے اور اس کے بغیر پڑھا تو سجدہ تلاوت لازم نہ ہوگا (ت)

اس سے ظاہر کہ یہ مذہب صرف فقیہ ابو جعفر ہندوانی کا ہے ائمہ سے نوادر میں بھی منقول نہیں۔ اقول رہیں تصحیحیں وہ تعدد کتب سے متکثر نہیں ہوتیں کہ جسے منصب اجتہاد فتویٰ نہیں اس کا ہوا الصحیح (یہی صحیح ہے۔ ت) کہنا نقل محض و تقلید مجرد ہے، پھر خادم فقہ جانتا ہے کہ اجماع متون کی شان عظیم ہے خصوصاً جبکہ

¹ حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب سجود التلاوة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۶۱

² ردالمحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۶۵

³ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

⁴ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

جماہیر شراح و کبریٰ فتاویٰ بھی ان کے ساتھ ہوں یہاں تک بعض صریح تصحیحوں کو اسی وجہ سے نہ مانا گیا کہ مخالف متون میں کہا بیناۃ فی کتاب النکاح من العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة علی الخصوص (جیسا کہ ہم نے اس کا تفصیلی بیان "العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة" کے کتاب النکاح میں خصوصی طور پر کیا ہے۔ ت) بلکہ وہ مذہب ائمہ مذہب سے منقول بھی نہیں صرف بعض مشائخ کا مسلک ہے اور حکم اُس قبیل سے نہیں جو اختلاف زمانہ سے بدل جائے، ایسی حالت میں اس تصحیح پر تعویل و اعتماد ضروری ہونا بغاوت خیر منع و انکار میں ہے، لاجرم محقق ابن عابدین شامی نے عبارت مذکورہ سراج کے بعد حم السجدة میں تعبدون و لا یسأمون کا اختلاف اور اس میں ہمارے علماء کا استدلال، مذکور عن الامداد عن البحر عن البدائع نقل کر کے فرمایا:

ظاہر یہی ہے کہ اس اختلاف کی بنیاد اس پر ہے کہ سجدہ کا سبب پوری آیت کی تلاوت ہے جیسا کہ متون کے اطلاق سے ظاہر ہے اور آیت سے مراد وہ حصہ ہے جو ایک آیت یا دو آیات پر مشتمل ہو جبکہ دوسری آیت اس پہلی سے متعلق ہو جس میں حرف سجدہ ہے لیکن یہ بات سراج کی اس سابقہ تصریح کے منافی ہے کہ حرف سجدہ کو پہلے یا بعد کے کلمہ کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے سجدہ لازم ہو جاتا ہے (جو بجا) یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سراج میں اصل وجوب کے مقام کا بیان ہے اور امداد کے حوالے سے جو گزرا اس سے مراد وجوب ادا کے مقام یا اس میں سنت طریقے کا بیان متصور ہے، اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ اداء قرأت پر فی الفور لازم نہیں ہوتی جیسا کہ عنقریب آرہا ہے۔ ہمارے مذہب کی ترجیح میں فقہا کا جو قول گزرا کہ اختتام آیت سے قبل سجدہ سبب وجوب سے پہلے ہونا لازم آئے گا اور اسی کی مثل فتح وغیرہ میں جو مذکور ہے وہ دلالت کرتا ہے کہ ہمارے اور شوافع کے درمیان اصل وجوب کے مقام میں اختلاف ہے،

الظاہر ان هذا الاختلاف مبني على ان السبب تلاوة آية تامة كما هو ظاهر اطلاق لمتون وان المراد بالآية ما يشمل الآية والأيتين اذا كانت الثانية متعلقة بالآية التي ذكر فيها حرف السجدة وهذاينا في ما مر عن السراج من تصحيح وجوب السجود بقراءة حرف السجدة مع كلمة قبله او بعده ، لا يقال ما في السراج بيان لموضع اصل الوجوب وما مر عن الامداد بيان لموضع وجوب الاداء او بيان لموضع السنة فيه لانا نقول ان الاداء لا يجب فور القراءة كما سيأتي، وما مر في ترجيح مذهبنا من قولهم لانها تكون قبل وجود سبب الوجوب، وقد ذكر مثله ايضا في الفتح وغيره يدل على ان الخلاف بيننا وبين الشافعي في موضع اصل الوجوب

اور سورہ حم السجدہ میں وہ سجدہ احتیاط کے پیش نظر دوسری آیت کے اختتام پر لازم کرتے ہیں جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے کیونکہ وجوب اپنے سبب کے بعد ہوتا ہے اگر کسی نے پہلی آیت کے بعد سجدہ کر لیا تو کافی نہیں ہوگا کیونکہ یہ اس کے سبب سے پہلے ہوگا اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ سراج میں جو کچھ ہے وہ اس مذہب کے خلاف ہے جس پر متون اور شروحات ہیں انتہی اقوال ہم نے اس پر غور کیا تو اسے حق پایا، باقی رہا معاملہ تمہارے اس قول کا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ اختلاف الخ تو یہ محل ظاہر یہ نہیں بلکہ قطعی طور پر متعین ہے جیسا کہ واضح ہے، پھر علامہ شرنبلالی پر تعجب ہے کہ انھوں نے متن میں اس پر جزم کیا ہے جسے سراج نے صحیح قرار دیا اور شرح میں کلام بدائع پر اعتماد کیا حالانکہ ان دونوں کے درمیان صراحتاً منافات ہے عبد ضعیف (اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے) نے اسو سوال کے بعد اس مسئلہ کی تحقیق پر مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مقصد کو واضح کیا ہے۔ (ت)	وانہ لا یجب السجود فی سورۃ حم السجدۃ الا عند انتہاء الآیۃ الثانیۃ احتیاطاً کما صرح بہ فی الهدایۃ وغیرہا، لان الوجوب لا یكون الا بعد وجود سببہ فلو سجدہا بعد الآیۃ الاولی لا یکفی لانه یكون قبلك سببہ ونہ ظہران مافی السراج خلاف المذہب الذی مشی علیہ الشراح ولمتون تأمل¹ انتہی اقول: تأملناہ فوجدناہ حقاً واما قولکم الظاہر ان هذا الاختلاف الخ فلیس هذا محل الظاہر بطل ہوا لمتعین قطعاً کما لا یخفی ثم العجب من علامۃ الشرنبلالی حیث جزم فی متنہ بما صحح السراج وعول فی شرحہ علی کلام البدائع مع تنافیہا صریحاً وللعبد الضعیف غفر اللہ تعالیٰ لہ فی تحقیق هذا الرام رسالۃ مستقلة الفتہا بعد ورود هذا السؤال و اوضحت فیہا المرام بتوفیق الملک المتعال۔

بالجملہ اصل مذہب معلوم ہے تاہم محل وہ ہے کہ سجدہ میں ضرر نہیں اور بر تقدیر وجوب ترک معیوب اور صریح تصحیح جاذب قلوب، لہذا انب یہی ہے کہ اسی مذہب مصحح پر کار بند ہو کر شعر مذکور کی سماعت و قرأت پر سجدہ کر لیں اسی طرح ہر نظم و نثر میں جہاں آیت سجدہ سے صرف سجدہ مع کلمہ مقارنہ پڑھا جائے سجدہ بجالائیں،

اور اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے، واضح رہے کہ مسئلہ میں تین اور (بھی) مذاہب ہیں ان میں سے اجل وہ ہے جو رقیات میں ہے کہ اگر کسی نے حرف	وللہ الموفق واعلم ان فی المسئلة ثلثة مذاہب اخر اجلہا ما فی الرقیات وهو الوجوب باكثر الآیۃ مع حرف السجدة

¹ رد المحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۵۱ھ

مشى عليه مائنون كالتيبين والخالصة والدرالمختار وغيرها ولكن لم يذل بالتصحيح والباقيان انزل درجة فلا يعرج على شيعي منها في مخالفة المتون و عامة الشروح و قد ذكرنا الكلام على كل ذلك في رسالتنا المذكورة بتوفيق الله سبحانه وتعالى - والله تعالى اعلم	سجدہ اکثر آیت کے ساتھ پڑھ لیا تو اس پر سجدہ واجب ہو جائے گا رت اسی کو بعض مائتین نے اختیار کیا مثلاً صاحب تبیین، خلاصہ اور در مختار وغیرہ، لیکن اس کی تصحیح نہیں کی اور بقیہ دو درجہ کے لحاظ سے اتنے نیچے ہیں کہ وہ متون اور اکثر شروحات کے مقابل نہیں آسکتے، ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس پر اپنے مذکورہ رسالے میں تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵۰: از ماہرہ منورہ باغ پختہ مرسلہ سید محمد ابراہیم صاحب ۱۵ ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سجدات کلام اللہ شریف وقت تلاوت معاً ادا کرے یا جس وقت چاہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

سجدہ صلوٰتیہ جس کا ادا کرنا نماز میں واجب ہو اس کا وجوب علی الفور ہے، یہاں تک کہ دو تین آیت سے زیادہ خیر گناہ ہے اور غیر صلوٰتیہ میں بھی افضل و اسلم یہی ہے کہ فوراً ادا کرے جبکہ کوئی عذر نہ ہو کہ اٹھا رکھتے ہیں بھول پڑتی ہے و فی التأخیر آفات (ویر کرنے میں آفات ہیں۔ ت) ولہذا علماء نے اس کی تاخیر کو مکروہ تنزیہی فرمایا مگر ناجائز نہیں۔

فی الدرالمختار ہی علی التراخی علی المختار ویکره تأخیرھا تنزیہا، ان لم تکم صلوٰیة فعلی الفور لصیور تھا جزء منها فی اثم بتأخیرھا^۱ املخصاً	در مختار میں ہے مختار یہی ہے کہ سجدہ تلاوت فی الفور لازم نہیں ہوتا اور اس کا مؤخر کرنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ وہ نماز میں لازم نہ ہوا ہو، اور اگر نماز میں لازم ہو تو فی الفور لازم ہوگا کیونکہ اب وہ نماز کا حصہ بن جائیگا اب اس کی تاخیر سے گناہ ہوگا املخصاً

ردالمحتار میں ہے:

تفسیر الفور عدم طول المدة بین	فی الفور کی تفسیر یہ ہے کہ تلاوت اور سجدہ کے درمیان

^۱ در مختار باب سجود التلاوة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۵/۱

التلاوة والسجدة اكثر من ايتين او ثلاث على ماسياتي حلية ¹ انتهي، والله تعالى اعلم	دو یا تین آیات کی قرائت کی مقدار کا فاصلہ نہ ہو جائے جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے حلیہ انتہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۵۱: از بریلی محلہ ملوکپور مسئولہ مولوی حکیم حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول عربیہ اکبریہ ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اقرار پڑھے فرضوں میں، اور ضم دوسورتوں کا آیا نہیں، اور سجدہ سورت کے آخر میں ہے، اور امام ہے اگر رکوع میں نیت کرے تو مقتدی کا سجدہ تلاوت ادا نہ ہوگا، آیا یوں جائز ہوگا کہ سورت ختم کر کے سجدہ کرے؟ پھر کھڑا ہو کر رکوع کرے یا تین سجدے کرے؟ مطلع فرمائے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

فی الواقع اگر صورت مستفسرہ میں امام نے فوراً رکوع کیا اور رکوع میں نیت سجدہ تلاوت کر لی تو اس کا سجدہ و ادا ہو گیا مگر جن مقتدیوں نے نیت نہ کی ان کا سجدہ ایک مذہب علماء پر ادا نہ ہوگا۔

عنى عند من لا يتجزئ للمأموم بنية الامام وهما قولان حاكما القهستانی،	میری مراد وہ علماء ہیں جو امام کی نیت کو مقتدی کے لئے کافی نہیں سمجھتے، اور یہ دو قول ہیں جنہیں قمستانی نے نقل کیا ہے (ت)

نہ وہ آپ جدا گانہ سجدہ کر سکیں گے للزوم خلاف الامام (کیونکہ اس میں امام کی مخالفت لازم آرہی ہے۔ ت) نہ سجدہ نماز انہیں سجدہ تلاوت سے کافی ہوگا اگرچہ وہ اس میں سجدہ تلاوت کی نیت بھی کر لیں لانہ لما نواھا الامام فی رکوعہ تعین لها افادہ² ح قاله ش (کیونکہ جب امام نے اس کی ادائیگی کی رکوع میں نیت کی تو وہی اس کے لئے متعین ہو گیا اسے 'ح' نے بیان کیا اور 'ش' نے نقل کیا۔ ت) بلکہ اس کی سبیل ہوگی کہ بعد سلام امام سجدہ تلاوت کریں پھر یہ سجدہ رافع ہوگا کما تقرر فی مقررہ (جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت شدہ ہے۔ ت) تو فرض ہوگا کہ قعدہ کا اعادہ کریں نہ کریں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

فی الدر المختار عن القنية لونها في ركوعه ولم ينوها المؤتم لم تجزه و	در مختار میں قنیه سے ہے اگر امام نے سجدہ تلاوت کی نیت رکوع میں کر لی اور مقتدی نے نیت نہیں کی تو

¹ رد المختار باب سجود التلاوة مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱/۵۶۹

² رد المختار باب سجود التلاوة مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱/۵۷۱

یسجد اذا سلم الامام ویعید القعدة ولو ترکھا فسدت صلوته ¹	مقتدی کے لئے کافی نہ ہوگا، لہذا جب امام سلام کہے تو مقتدی سجدہ کرے اور قعدہ کو لوٹائے، اور اگر مقتدی نے سجدہ کو ترک کر دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

جب یہ دقتیں ہیں تو ایسی حالت خصوصاً اس زمانہ جہالت میں رکوع نماز سجدہ تلاوت ادا کر لینا مقتدیوں کو فتنے میں ڈالنا ہے لہذا امام کو اس سے بچنا چاہئے۔

فی رد المحتار ینبغی للامام ان لا ینوبھا فی الركوع ²	رد المحتار میں ہے کہ امام کا رکوع میں سجدہ (تلاوت) کی نیت کرنا مناسب نہیں۔ (ت)

اور اگر یہ کرتا ہے کہ سورت ختم کر کے فوراً سجدہ تلاوت کرے اور اس کے بعد کھڑا ہو کر معاً رکوع میں سجدہ چلا جائے تو سجدہ تو سب کا ادا ہو جائے گا مگر یہ فعل مکروہ ہوگا کہ سجود تلاوت و رکوع میں فصل نہ کیا۔

فی مراقی الفلاح لورکع بسجود قیامہ منها کرہ ³	مراقی الفلاح میں ہے کہ اگر سجدہ تلاوت کے بعد محض قیام کر کے رکوع کر لیا تو مکروہ ہوگا۔ (ت)

بس اگر تلاوت کے لئے سجدہ مستقل ہی کرنا چاہے تو اس کا یہ طریقہ اسلم کہ سجدہ سے اٹھ کر دوسری سورت مثلاً سور مستفسرہ میں سورہ قدر یا تلاوت و النجم میں سورہ قمر کے اول سے تین آیتیں خواہ زیادہ پڑھ کر رکوع کرے اس میں اگرچہ ایک رکعت میں دو سورتوں سے پڑھنا ہوگا اور فرضوں میں اس کا ترک اولیٰ، مگر سورتوں میں فصل نہ ہو تو مکروہ نہیں، شرح صغیرنیہ میں ہے:

لو جمع بین السورتین فی رکعة واحدة الاولى ان لا یفعل فی الفرض ولو فعل لایکرہ الا ان یتروک بینہما سورة او اکثر ⁴	اگر دو سورتیں ایک رکعت میں جمع کر لیں اور بہتر یہ ہے کہ فرائض میں ایسا نہ کیا جائے اور اگر ایسا کر بھی لیا تو کراہت نہیں مگر اس صورت میں جب ان کے درمیان ایک سورہ یا اکثر سورہوں۔ (ت)

¹ در مختار باب سجود التلاوة مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۰۵/۱

² رد المحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۵

³ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب سجود التلاوة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۶

⁴ صغیرنیہ شرح المصلیٰ تنہات فیما یکرہ فعلہ مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ص ۲۵۶

بخلاف بعد سجود تلاوت بلا فصل رکوع میں جانے کے کہ یہ مکروہ ہے کما قد منا (جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کر دیا۔ ت) تو اس کے دفع کرا سے گوارا کیا جائے گا۔ مرقا الفلاح میں ہے:

اذکانت آخر تلاوته ینبغی ان یقول اولو ایتین من سورة اخرى بعد قیامه منها حتی لا یصیر بانیا للركوع علی السجود ¹ ۔	جب یہ آخری تلاوت ہو تو سجدہ تلاوت سے قیام کے بعد قرأت مناسب ہے اگرچہ وہ کسی دوسری سورت کی آیات ہوں تاکہ رکوع کی سجدہ پر بنا رکھنے والا نہ ہو جائے۔ (ت)

ایک طریقہ تو یہ تھا اور ان سب سے بہتر و خوش تر اور ہر خدشہ سے سالم و محفوظ تریہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں تلاوت کے لئے مستقل سجدہ اصلاً نہ کرے بلکہ آیت سجدہ پڑھنے ہی معاً نماز کا رکوع بجالائے اور اس میں نیت سجدہ نہ کرے پھر قومہ کے بعد فوراً نماز کے سجدہ اولیٰ میں جائے اور اس میں نیت سجدہ کرے اب نہ کوئی قباحت یا کراہت یا تقویت فضیلت لازم ہوئی نہ مقتدیوں پر کچھ دقت آئی اگرچہ انھوں نے کہیں نیت سجدہ تلاوت کی نہ کی ہو کہ سجدہ نماز جب فی الفور کیا جائے تو اس سے سجدہ تلاوت خود بخود ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ ہو۔

فی رد المحتار لو رکع وسجد لها ای للصلوة فور اناب ای سجود المقتدی عن سجود التلاوة بلانیة تبعاً لسجود امامه لما مر انفا انها تؤدی بسجود الصلوة فوراً وان لم ینو ² ۔	رد المحتار میں ہے اگر امام نے نماز کا رکوع اور سجدہ فوراً کر لیا تو مقتدی کا سجدہ تلاوت بلا نیت امام کی اتباع میں سجدہ کے ساتھ ادا ہو جائے گا جیسا کہ ابھی پیچھے گزرا کہ سجدہ تلاوت فوراً سجدہ نماز سے ادا ہو جاتا ہے اگرچہ نیت نہ کی ہو۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر کہ اس محمود و محفوظ صورت میں اگر خود امام بھی اصلاً نیت سجدہ تلاوت نہ کرے تاہم سب کا سجدہ ادا ہو جائے گا اور امام و مقتدی ہر وقت سے امان میں رہیں گے بلکہ ہمارے علماء بحالت کثرت جماعت یا اخفائے قرأت اسی طریقہ کو مطلقاً افضل ٹھہراتے ہیں کہ آیت سجدہ پڑھ کر فوراً نماز کے رکوع و سجود کر لے تاکہ تلاوت کے لئے جدا سجدے کی حاجت نہ پڑھے جس کے باعث جہال کو اکثر التباس ہو جاتا ہے۔ مرقا الفلاح میں ہے،

ینبغی ذلك للامام مع كثرة القوم احوال المخالفة حتی لا یؤدی الی التخلیط ³ ۔	لوگوں کی کثرت اور مخالفتِ حال میں امام کے لئے یہی مناسب ہے تاکہ اختلاط کا سبب نہ بنے۔ (ت)

¹ مرقا الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب سجود التلاوة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۶۳

² رد المحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/۵

³ مرقا الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب سجود التلاوة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۴

علامہ طحاوی اُس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ای ولا يجعل لها ركوعاً وسجوداً مستقلاً خوف الفساد من غيره ¹ ۔	یعنی امام سجدہ تلاوت کے لئے مستقل رکوع و سجود نہ کرے کیونکہ دوسروں کی نماز میں فساد آئے گا۔ (ت)

میں کہتا ہوں کثرت جماعت کی قید اس نظر سے ہے کہ جب ہجوم ہوگا تو عوام بھی ضرور ہوں گے، اب ہمارے زمانہ میں کہ عام لوگ عوام ہی عوام ہیں کثرت و قلت سب یکساں، تو سجود مستقل سے مطلقاً یہی صورت انسب واولیٰ، مگر یہ کہ امام جانتا ہو کہ اس وقت میرے پیچھے صرف وہی لوگ ہیں جو دینی مسائل کا علم رکھتے ہیں لیکن اس قدر ضرور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ صورت اسی حالت میں بن پڑے گی کہ آیت سجدہ کے بعد رکوع و سجود نماز میں دیر نہ کی فوراً بجالایا ورنہ اگر آیت سجدہ پڑھ کر تین چار آیتیں اور پڑھ لیں تو اب سجدہ تلاوت ہر گز بے خاص مستقل سجدے ہی کے ادا نہ ہوگا اور تاخیر کا گناہ ہوا وہ علاوہ، درمختار میں ہے:

ان لم تكن صلوية فعلی الفور لصيرورتها جزء منها فيأثم بتأخيرها ² ۔	نماز میں لازم آنے والا سجدہ اگر علیحدہ نہ کیا تو فی الفور رکوع و سجدہ کرے کیونکہ یہ سجدہ جزء نماز ہونے کی وجہ سے فی الفور واجب ہوتا ہے تاخیر کی وجہ سے آدمی گناہ ہوتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلوانقطع الفور لا بدلها من سجود خاص بها مادام في حرمة الصلوة و ع لله في البدائع بانها صارت ديناً والدين يقضى بماله لا بما عليه والركوع والسجود عليه فلا يتأدى به الدين ³ اه	اگر فی الفور نہ ہو تو الگ سجدہ تلاوت کرنا لازم ہوگا جب تک نمازی حرمت نماز میں ہے اور اس کی علت بدائع میں بیان ہوئی ہے کہ سجدہ تلاوت قرض ہے اور قرض اس سے ادا ہوگا جو اس کا اپنا حق ہے، نہ کہ اس سے جو اس پر لازم ہے اور رکوع و سجود تو نمازی پر لازم لہذا ان سے دین کیسے ادا ہو سکتا ہے اھ (ت)

اسی میں ہے:

ان فأت الفور لا يصح ان يركع لها ولو	اگر فی الفور سجدہ تلاوت نہ ہو سکا تو اب حرمت نماز میں رہتے

¹ حاشیہ الطحاوی علی مرقی الفلاح باب سجود التلاوة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۶۴

² درمختار باب سجود التلاوة مطبوعہ مطبع محتبائی دہلی ۱۰۵/۱

³ ردالمحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۱۵۷

ہوئے بھی اس کے لئے رکوع نہیں کیا جاسکتا بدائع، یعنی اب اس کے لئے الگ مستقل سجدہ کرنا ہوگا الخ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)	فی حرمة الصلوة بدائع ای فلا بدمن سجود خاص بها ^۱ الخ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۵۲: مسئلہ نواب سلطان احمد خاں صاحب بریلی (سوال منظوم)

عالمان شرح سے ہے اس طرح میرا سوال
دیں جواب اس کا برائے حق مجھے وہ خوشحصال
گر کسی نے ترجمہ سجدہ آیت کی پڑھا
تب بھی سجدہ کرنا کیا اُس شخص پر واجب ہوا
اور ہوں سجدے تلاوت کے ادا کرنے
جسے پھر ادا کرنے سے ان سجدوں کے پہلے وہ مرے
پس سبکدوشی کی اس کے شکل کیا ہوگی جناب! چاہئے ہے آپ کو دینا جواب باصواب
الجواب منظوم

ترجمہ بھی اصلی یہاں ہے وجہ سجدہ بالیقین
فرق یہ ہے فہم معنی اس میں شرط اس میں نہیں
آیت سجدہ سنی جاننا کہ ہے سجدہ کی جا
اب زباں سمجھے نہ سمجھے سجدہ واجب ہو گیا
ترجمہ میں اس زباں کا جاننا بھی چاہئے
نظم و معنی دو ہیں ان میں ایک تو باقی رہے
تاکہ من وجہ تو صادق ہوں سنا قرآن کو
ورنہ اک موح ہوا تھی چھو گئی جو کان کو
ہے یہی مذہب یہ یفتی علیہ الاعتقاد
شامی از فیض ونہر واللہ اعلم بالرشاد
سجدہ کا فدیہ نہیں اشباہ میں تصریح کی
صیر فیہ میں اسی انکار کی تصحیح کی
کہتے ہیں واجب نہیں اس پر وصیت وقت موت
فدیہ گر ہوتا تو کیوں واجب نہ ہوتا جبر فوت
یعنی اس کا شرع میں کوئی بدل ٹھہرا نہیں
جز ادا یا توبہ دقت عجز کچھ چارہ نہیں
یہ نہیں معنی کہ جائز ہے یا بیکار ہے
آخر اک نیکی ہے نیکی ماحی اوزار ہے
قُلْتُمْ، أَخَذْنَا مِنَ النَّعْلَيْنِ فِي أَمْرِ الصَّلَاةِ
وَهُوَ بَحْثٌ ظَاهِرٌ وَالْعِلْمُ حَقًّا لِلَّهِ

مسئلہ ۱۲۵۳ تا ۱۲۵۴: امانت علی شاہ قصبہ نواب گنج ضلع بریلی ۱۷ رمضان شریف ۱۳۳۱ھ

(۱) اگر بے وضو تلاوت میں لفظ سجدہ آجائے تو بعد کو سجدہ کس طرح کرے؟ کیا بعد کو سجدہ کی نیت کرنا ہوگی یا اور کسی طرح سے؟ بینوا تو جروا

^۱ ردالمحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/۵۷۰

(۲) اگر با وضو مصلے پر تلاوت کرتا ہو اور کلام مجید سامنے رکھا ہو اُس وقت لفظ سجدہ آئے تو کلام مجید علیحدہ رکھ کر سجدہ کرنا چاہئے یا اور کسی طرح سے، اور اگر علیحدہ رکھا جائے تو بند کر کے یا کھلا ہوا؟ بینوا توجروا

الجواب:

(۱) بعد کو بھی سجدہ اسی طرح کرنا ہوگا جیسا اس وقت کیا جاتا، یہ نیت ہر وقت کرنی ہوتی ہے کہ تلاوت کے سبب جو سجدہ مجھ پر واجب ہوا اُسے ادا کرتا ہوں، یہ سمجھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑے سے سجدہ میں جائے پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھائے، اس کے سوا اور کوئی نیت زبان سے نہیں کہی جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس کے لئے کوئی خاص حکم نہیں جو آسان ہو اور قرآن عظیم کے ادب کا لحاظ ضرور ہے اور سجدہ میں اس کا سامنے ہونا کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵۵: ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر تراویح پڑھنے میں مقام سجدہ آگیا تو کیا امام سجدہ کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

تراویح خواہ کسی نماز میں اگر آیت سجدہ پڑھے تو فوراً سجدہ واجب ہے تین آیت سے زیادہ دیر لگانا گناہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم



باب صلوة المسافر (مسافر کی نماز کا بیان)

مسئلہ ۱۲۵۶: خلیل پور تحصیل گنورا سٹیشن ببراہ لشکر سید محمد حسن صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ عظیم اللہ خاں صاحب ۱۴ جمادی الآخرہ ۱۳۱۳ھ

بندہ نے بتقریب ملازمت انگریزی دورہ شروع کیا ہے دو ماہ دورہ ہوگا، اور اصلی مقام سے ۳۴ کوس کے فاصلہ تک جانے کا ارادہ ہے لیکن اب تک ۳۰ کوس سے کم فاصلہ پر رہا اور ہمیشہ درمیان میں مقام اصلی کی واپسی کا ارادہ رہا اور واپس ہوتا رہا، اب اصلی مقام سے چل کر ریل کی سواری میں ۳۰ کوس سے زیادہ پہنچنے کا ارادہ ہے اور دورہ کے طور پر کہیں دور روز کہیں چار روز ٹھہرنا ہوگا ایسی حالت میں باعتبار مسافت سفر نماز میں قصر کرنا چاہئے یا اہل خبا کی طرح پوری نماز پڑھنا چاہئے، جناب دورہ وغیرہ کے حال سے واقف ہیں اگر سوال میں کچھ اجمال اطلاق رہا ہو تو اس کو جواب میں رفع فرمادیں اور مفصل عام فہم جواب بواپسی ڈاک ارشاد ہو منزل دس "کوس کی شمار ہوتی ہے یا نہیں بارہ "کوس کی اب تک جو پوری نماز پڑھی یہ صحیح کیا یا غلط؟ والسلام خیر ختام

الجواب:

دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس نیت سے چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر پھر دوسرے کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت سفر نہیں اگرچہ اس میں سو کوس کا فاصلہ ہو جاتے، یونہی اگر اُس موضع بعید سے واپسی بھی اسی طریق دورہ ہو کہ یکے بعد دیگرے قریب قریب مقامات کے قصد سے چلتے ہوئے محل اقامت کے نزدیک آکر پلٹ آئیں تو اس رجوع میں بھی قصر نہیں، ہاں اگر جانے خواہ آنے کی کسی محل اقامت بالخصوص ایسی جگہ

کے عزم پر چلیں جو وہاں سے مدت سفر پر ہو تو سفر متحقق اور قصر واجب ہوگا اسی طرح اگر دورہ کسی ایسے مقام پر ختم ہوا جہاں سے محل اقامت تین منزل ہے اب بخط مستقیم وہاں کو پلٹے تو بھی وہاں سے یہاں تک حلات سفر ہے، فتح القدیر میں ہے:

الخليفة ان كان انما قصد الطواف في ولايته فلا يظهر انه حينئذ غير مسافر حتى لا يقصر الصلوة في طوافه كالسائح ¹ املخصاً ذكره في باب الجمعة مسئلة تمصر منى في الموسم -	حاکم وقت اپنی مملکت میں دورہ کرنے کی نیت سے سفر کرے تو وہ مسافر نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ سیاحت کرنے والے کی طرح نماز میں قصر نہیں کر سکتا اھ ملخصاً، اے صاحب فتح القدیر نے باب الجمعة مسئلہ "منیٰ موسم حج میں شہر بن جاتا ہے" کے تحت ذکر کیا ہے (ت)

اختیار شرح مختار و خزانیہ المفتین میں ہے:

الخليفة اذا سافر يقصر الصلوة الا اذا طاف في ولايته ² -	حاکم جب سفر کرے تو وہ قصر کرے گا مگر اس صورت میں جب وہ دورہ کر رہا ہو تو پھر قصر نہیں کر سکتا (ت)

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:

خرج الامير مع الجيش الطلب العد ولا يقصر وان طال سيرة وكذا اذا خرج لقصد مصر دون مدة سفر ثم منه الى اخ كذلك لعدم نية السفر ³ -	امیر لشکر کے ساتھ دشمن کی طلب کے لئے نکلا تو قصر نہ کرے اگرچہ اس کا سفر کتنا ہی طویل ہو اور اس طرح اس صورت میں بھی قصر نہیں، جب وہ مدت سفر سے شہر کے ارادے سے نکلا پھر وہاں سے درے ایسے شہر کی طرف چلا جو مدت سفر سے کم مسافت تھا کیونکہ اس میں نیت سفر نہ تھی۔ (ت)

اسی میں ہے:

وفي الرضوع لو من مدة سفر قصر ⁴ -	اور رجوع کی صورت میں اگر مدت سفر ہے تو نماز میں قصر کر لیں (ت)

¹ فتح القدیر باب صلوة الجمعة مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر سندھ ۲۶/۲

² خزانیہ المفتین

³ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ الثانی والعشرون فی السفر مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۷۲/۳

⁴ فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ الثانی والعشرون فی السفر مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۷۲/۳

اقول: وبالله التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) تحقیق مقام یہ ہے کہ تحقیق سفر شرعی کے لئے نہ مجرد سیر بے قصد کافی نہ تھا قصد بے سیر بلکہ دونوں کا اجتماع ضرور کما تفیدہ الا سفار قاطبة و بینہ فی خزائنہ المفیتین وغیرہا (جیسا کہ اس پر عبارات کتب شاہد ہیں اور اسے خزائنہ المفتین وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ ت) اور قصد سے مراد فی الحال مستجع فعل مقارن سیر ہے جسے عزم کہتے ہیں

کما یدل علیہ تعبیرہم جیبعا بلفظة الحال فی حد المسافر بمن جاوز عمران موطنہ قاصدا مسیرة ثلاثة ایام۔	جیسے کہ تمام فقہاء کا لفظ حال سے تعبیر کرنا اس پر دال ہے لہذا مسافر کی تعریف یوں کی گئی ہے ہر وہ شخص جو تین دن کے سفر کے ارادے سے اپنی آبادی سے نکل جائے (ت)

نہ قصد فی الاستقبال کہ بالاجماع کافی نہیں

کمن خرج قاصدا قرية قريبة ومن بیتہ ان ینشئ بعدھا سفرا الی بعید فانه لایکون فی مسیرة الیہا مسافر اقطاع۔	مثلاً وہ شخص جو کسی قریبی قریہ کے ارادے سے نکلا اور اس کی نیت یہ تھی کہ اس قریہ کے بعد وہ کسی بعید شہر کا سفر کرے گا تو اب وہ اس نکلنے میں قطعاً مسافر نہ ہوگا۔ (ت)

اور نیت اپنی غایت مقصودہ بالذات پر پہنچ کر منتہی ہو جاتی ہے کہ غایت ماہی غایۃ لہ (غایت جس کے لئے غایت بن رہی ہے۔ ت) سے متاخر فی الوجود ہے اور حرکت کے لئے بعد وجود بقا نہیں، تو اس کے بعد اگر دوسرے مقصود کی طرف نہضت ہو تو وہ سیر آخر و قصد آخر ہے اور قبل وصول منتہی نہیں ہوتی اگرچہ سکون و نزول متحمل ہو، ولہذا اگر کسی منزل میں کوئی شخص ملے نازل کہے گا میں فلاں جگہ جاتا تھا کہ وہ ملایا جاتے ہیں اس سے ملاقات ہوئی یا جاتے ہوئے راہ میں مل گیا تو وہ نہایات مختلفہ کا قصہ مقارن اول توجہ جزئی متعدد بمبداء معین و منتہائے معین میں کہ ان کا تعین اس کے تشخص کو لازم ہے ہر گز نہ ہوگا بلکہ صرف غایت اولیٰ ہی کا قصد فی الحال اور ثانیہ کا ہو تو فی المال و الاستقبال اگرچہ باعث علی الخروج لحاظ امرین ہو اس سیر خاص میں کسی طرف توجہ اور چیز اور دل میں کہیں جانے کا خیال اور چیز، ثانی قصد مستقبل کو بھی شامل جسے یوں تعبیر کریں گے وہاں بھی جاؤں گا یا یہاں ہو کر وہاں جانا ہے اور اول خاص اسی کے لئے ہے جو اس سیر جزئی مخصوص کا منتہی ہے جس کے حصول پر یہ منتہی ہو جائے گی اس پر دلیل واضح مسئلہ آفاقی ہے جو بقعد حاضری مکہ معظمہ چلا بے احرام باندھے، میقات سے تجاوز اسے حرام ہے، اگر حلت چاہے تو علماء فرماتے ہیں حیلہ یہ ہے کہ بین الحرم والمیقات کسی مقام مثلاً جدہ وغیرہ کا قصد کرے کہ وہاں پہنچ کر اس کے اہل سے ملحق ہو جائے گا اور اب مکہ معظمہ کو جانا داخل میقات سے ہوگا نہ کہ گھر سے، اب اس میقات نسک کے لئے ہے، تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

دخل أفاقی البستان ای مکاناً من الحل	اگر غیر ملکی کسی حاجت کی وجہ سے بستان (میقات) کے

داخل لمبیقات لحاجة قصدھا ونية مدة الاقامة لیست بشرط علی المذهب بله دخول مكة غیر محرم ووقتہ البستان ولاشیعی علیہ لانه التحق بأهله وهذه حيلة لافاقی یرید دخول مكة بلا احرام¹۔	اندر حل میں ایک جگہ ہے) میں قصد داخل ہوا تو وہاں مذہب کے مطابق مدت اقامت کی بھی نیت شرط نہیں، اب اس کے لئے بغیر احرام مکہ کا داخلہ جائز ہے اور اس کا میقات وہ بستان ہے، اور اس پر کوئی شے لازم نہ ہوگی کیونکہ وہ وہاں کے اہل کے ساتھ ملا ہے اور یہ اس غیر ملکی کے لئے حیلہ ہے جو بغیر احرام کے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو۔ (ت)

نیز اسی میں قبیل فصل احرام ہے:

لو قصد موضعاً من الحل کخلیص وحدة حل له مجاوزته بلا احرام فاذا حل به التحق بأهله فله دخول مكة بلا احرام وهو الحيلة لمرید ذلك الالمأمر بالحج المخالفة²۔	اگر حل میں کسی جگہ مثلاً خلیص کا ارادہ رکھتا کیا تو اب بغیر احرام داخلہ جائز ہے اور وہ جب وہاں پہنچ گیا تو وہاں اہل سے لاحق ہو گیا تو اب مکہ میں بغیر احرام داخلہ جائز ہوگا اور یہ حیلہ ہر اس شخص کے لئے جو مکہ کا ارادہ بغیر احرام کے کرے البتہ اگر حج فرض کا ارادہ ہو پھر جائز نہیں اس صورت میں احکام شرع کی مخالفت لازم آئے گی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قصد موضعاً من الحل ای قصد اولیاً کما اذا قصده لبيع او شراء وانه اذا فرغ منه یدخل مكة ثانياً³۔	"حل میں کسی مقام کا ارادہ کیا" یعنی قصد اولیٰ مثلاً خرید یا فروخت کا ارادہ کیا جب اس عمل سے فارغ ہو گیا تو اب مکہ میں قصد ثانی سے داخل ہو سکتا ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

لانه لم یقصد اولاد دخول مكة وانما قصد البستان، قالوا واهذه حيلة حيلة الافاقی اذا اراد ان یدخل مكة بغیر احرام	کیونکہ اس نے اولاً دخول مکہ کا ارادہ ہی نہیں کیا تھا اس کا ارادہ تو بستان تھا، فقہاء نے کہا ہے یہ اس آفاقی کے لئے حیلہ ہے جو مکہ میں بغیر احرام داخل

¹ در مختار باب الجنایات مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۸۰/۱

² در مختار کتاب الحج مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۶۲/۱

³ ردالمحتار کتاب الحج مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۶۷/۲

ہونے کا ارادہ رکھتا ہو پس وہ مثلاً خلیص میں داخل ہونے کی نیت کرے تو اس کے لئے بغیر احرام رابغ سے گزرنا جائز ہے جو شامی اور مصری لوگوں کا میقات اور جحفہ کے مقابل ہے الخ (ت)	فینوی ان یدخل خلیصاً مثلاً فله مجاوزة رابع الذی هو میقات الشامی والمصری المحاذی للبحفۃ الخ ¹

اُسی میں قبیل باب الاحرم ہے:

آفاقی جب حل میں خلیص وغیرہ کا ارادہ کرے تو اس کے لئے میقات سے بغیر احرام کے گزرنا جائز ہے، اور یہ ہر شخص کے لئے حیلہ ہے جو میقات سے مکہ بغیر احرام جانا چاہتا ہو لیکن یہ حیلہ اس شخص کے لئے جائز نہیں جس پر حج فرض ہے کیونکہ اب کا سفر حج نہ رہے گا۔ (ت)	الافاقی اذا قصد موضعاً من الحل کخلیص یجوز له ان یتجاوز المیقات غیر محرم وہی الحیلة لمن اراد ان یدخل مکة بغیر احرام وینبغی ان لا تجوز هذه الحیلة للمأمور بالحج لانه حیثئذ لم یکن سفره للحج ² ۔

اشباہ میں ہے:

اگر کوئی غیر مکہ کی بغیر احرام دخول مکہ چاہتا ہے تو وہ میقات کے اندر کسی اور جگہ کا ارادہ کرے مثلاً بنی عامر کے بستان۔ (ت)	اذا اراد الافاقی دخول مکة بغیر احرام من المیقات قصد مکاناً اخر داخل البواقیت کبستان بنی عامر ³ ۔

ذخیرہ و ہندیہ میں ہے:

اس آفاقی کے لئے جو دخول مکہ بغیر احرام کے چاہتا ہے حیلہ یہ ہے کہ وہ دخول مکہ کا ارادہ نہ کرے بلکہ میقات کے اندر کسی اور جگہ کا ارادہ کرے جو خارج حرم ہو مثلاً بنی عامر کے بستان، (ت) تو جب وہاں پہنچ جائے تو اب مکہ میں بغیر احرام داخل ہو جائے۔ (ت)	الهیلة للافاقی اذا اراد دخول مکة من غیر احرام من المیقات ان لا یقصد دخول مکة وانما یقصد مکاناً اخر وراء المیقات خارج الحرم نحو بستان بنی عامر ثم اذا وصل ذلك الموضع یدخل مکة بغیر احرام ⁴ ۔ (ملخصاً)

¹ بحر الرائق باب مجاوزة المیقات بغیر احرام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۳۹

² بحر الرائق کتاب حج مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۱۸

³ الاشباہ والنظائر الفہم الخامس من الاشباہ والنظائر مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۲۹۳

⁴ فتاویٰ ہندیہ کتاب الحیل الفصل الخامس فی الحج مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۹۳

مسک متقطط میں ہے:

فقہاء نے بغیر احرام، حرم میں داخل ہونے کے لئے یہ حیلہ بیان کیا ہے کہ وہ شخص بستان بنی عامر کا ارادہ کرے پھر وہاں سے مکہ میں داخل ہو جائے اور فی الجملہ وجہ یہ ہے کہ اس نے اوٹا بستان کا ارادہ کیا تھا تو اس کے بعد حرم میں داخل ہونا ضمنًا اور عارضی ہونے کی وجہ سے نقصان دہ نہیں ہو سکتا جیسے کہ ہندی شخص اوٹا بیج و شر کے لئے جدہ کی نیت کر کے آیا ہے اور ذہن میں تھا کہ فرض ہو کر ثانیًا مکہ چلا جائے گا۔ بخلاف اس شخص کے جو ہندوستان سے اوٹا حج کے ارادے سے آتا ہے اور وہ جدہ میں دخول کا ارادہ تبعا رکھتا ہے اگرچہ وہ بیج و شر کا ارادہ رکھتا ہو اھ اختصار کے ساتھ نقول ختم ہو گئیں، (ت)	ذكر الفقهاء في حيلة دخول الحرم بغير احرام ان يقصد بستان بنى عامر ثم يدخل مكة فالوجه في الجملة ان يقصد البستان قصد الوليا ولا يضره قصد دخول الحرم بعده قصد اضنيا او عارضيا كما اذا قصد هندی جدة لبيع وشراء ولا يكون في خاطره انه اذا فرغ منه ان يدخل مكة ثانيا بخلاف من جاء من الهند مثلاً بقصد الحج اولاً وانه يقصد دخول جدة تبعاً ولو قصد بيعاً وشراء¹ اهـ تلك النقول باختصار۔

ظاہر ہے کہ جب اس کی نیت حاضری مکہ معظمہ ہے تو جدہ کا ارادہ کر لینے سے دل کا وہ خیال ہرگز منتفی نہ ہو اور لہذا علماء اسے بلفظ حیلہ تعبیر اور خود ارادہ دخول مکہ بغیر احرام سے تصویر فرماتے ہیں اگر قصد مکہ منتفی ہو جاتا تو ان عبارات کا اصلاً کوئی محل و محل نہ تھا، ہاں یہ ہوا کہ قصد مکہ باعتبار مال و استقبال رہا، قصد اول جدہ کے لئے قرار پایا جیسا کہ بحر الرائق ورد المختار و شرح لباب سے گزرا اسی بنا پر علمائے کرام نے مجاوزتِ میقات بلا احرام جائز فرمائی ہے حالانکہ خیال مکہ یقیناً اول سے موجود ہے تو ثابت ہوا کہ جب وہ نہایت مختلف مقصود بالذات ہوں تو قصد مقارن خاص حصہ اولیٰ ہے اور ثانیہ کے لئے وہی مال و استقبال کا خیال، جیسا کہ عبارت مولانا علی قاری و یکون فی خاطره انه اذا فرغ منه ان يدخل مكة ثانياً² (اس کے ذہن میں ہو کہ وہ فارغ ہو کر ثانیًا مکہ چلا جائے گا۔ ت) نے روشن کر دیا یہ قصد حقیقہ قصد بالفعل نہیں۔ ولہذا اسی کو ذخیرہ و ہندیہ میں با آنکہ شروع تصویر مسئلہ بلفظ اراد دخول مكة من غير احرام (بغیر احرام دخول مکہ کا ارادہ رکھتا ہے، ت) بلفظ ان لا يقصد دخول مكة

¹ المسک المتقطط فی المنک التوسط مع ارشاد الساری، فصل فی مجاوزة الميقات الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۲۰

² المسک المتقطط فی المنک التوسط مع ارشاد الساری، فصل فی مجاوزة الميقات بغیر احرام، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۲۰۱۶

دخول مکہ کا ردہ نہ کرے۔ ت) تعبیر فرمایا۔

اس مبارک تحقیق (جو اس عبد ضعیف کے دل میں فتاح، علیم، خبیر اور لطیف ذات اقدس نے فیض کے طور پر فرمائی) سے للہ الحمد اس حیلہ پر وارد ہونے والا وہ اعتراض رد ہو گیا جس میں اقوال مضطرب اور کثرت قیل و قال تھی اور اس کے جواب میں لوگوں کے ذہن مختلف تھے اور جس کی طرف میرا ذہن گیا اس کے قریب تر، علامہ علی قاری ہیں اور انھوں نے لباب میں نہایت ہی احسن بات کی جب کثرت کے ساتھ حیلہ بیان کرنے والے علما کے کلام سے اشکال ظاہر کیا تو لباب کے کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ فقط اس شخص کیلئے ہے جسے دخول بستان کے بعد دخول مکہ کا شوق ہو اور اس سے پہلے دخول حرم کا قطعاً اس کے ذہن میں نہ تھا علامہ شامی نے رد المحتار اور منتحی الخالق میں اس کا عکس کیا تو لباب کی ظاہر عبارت سے ائمہ کے مجموعی کلام پر اشکال پیدا ہو گیا، اللہ تعالیٰ کی توفیق و مہربانی واضح ہو گیا کہ اس میں کوئی صعوبت اور اشکال نہیں اور کوئی مخالفت نہیں خواہ حرم کا قصد بالکل نہ ہو یا قصد اولیٰ نہ ہو یا قصد بستان کا ہی ہو، اس کے لئے جو حیلہ کے ساتھ حرم میں بغیر احرام کے داخل ہونا چاہتا ہو، صواب کے ظہور اور مقصد کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ (ت)

وبهذا التحقيق الشريف الفاضل على قلب العبد الضعيف من فيض الفتاح العليم الخبير اللطيف ولله الحمد طاح وزاح ماكان يورد على هذا الاحتياال من الاشكال الذي اضطربت فيه الاقوال وكثر فيه القيل والقال واختلف في حله افهام الرجال وكان اقرب من جنح الى ما جنحت اليه العلامة القارئ الجلي الافضال ولقد احسن اذا استشكل بتظافر العلماء على ذكر هذه الحيلة كلام الباب الموهوم باختصاص المسألة بمن حث له قصد مكة بعد دخول البستان ولم يكن في خاطره دخول الحرم من قبل اصلا وعكس العلامة الفاضل الشامي في رد المحتار ومنحة الخالق فاستشكل بظاهر الباب ما تظافرت عليه كلمات الاثمة اولى الالباب بما وقفنا لاملوئ سبحانه وتعالى طهران قصد الحرم مطلقا او قصد اوليا وعصر القصد في البستان مع الاحتياال لمن يريد الحرم بلا احرام والحمد لله على ابانة الصواب واصابة المرام۔

جب بتوفیق اللہ تعالیٰ یہ مقدمات مہمہ ہوئے حکم مسئلہ واضح و منکشف ہو گیا آدمی اگر کسی مقام اقامت سے خاص ایسی جگہ کے قصد پر چلے جو وہاں سے تین منزل ہو تو اس کے مسافر ہونے میں کلام نہیں اگرچہ راہ میں ضمنی طور پر اور موضع میں بھی وہ ایک روز ٹھہرنے کی بیت رکھے،

کما افادہ المولیٰ علی القاری بقولہ بخلاف من جاء من الهند مثلاً بقصد الحج اولاً ^۱ الخ	جیسا کہ ملا علی قاری نے اپنے الفاظ میں بیان کیا، بخلاف اس شخص کے جو ہندستان سے قصد اولیٰ کے ساتھ حج کے لئے آیا الخ (ت)

مگر غالباً دورہ کی یہ حالت نہیں ہوتی اس میں بالخصوص مقصود اصلی وہ موضع بعید ہی نہیں ہوتا نہ خاص اس کے قصد پر چلتا بلکہ سب مواضع میں گشت کا ارادہ اور ہر موضع مقصود بالذات ہوتا ہے تو اگرچہ باعث سیر لحاظ جمیع ہے مگر ہر مقصود اپنی سیر خاص جزئی پر محدود موضع قریب کو جاتے ہوئے قصد مقارن اسی کے لئے ہے اور قصد بعید صرف بمعنی خیال وارادہ مال، تو جب کسی موضع سے دوسرے تک مسیرت سفر نہیں اصلاً کوئی سیر بقصد مسیرت سفر متحقق نہ ہوئی ہاں وہ چند قصدوں سے چند سیریں ہیں جن کا مجموعہ مسیرت سفر سے زائد سہی آخر نہ دیکھا کہ علامہ بحر صاحب بحر رحمہ اللہ تعالیٰ نے مامور بالبحر کے لئے دخول مکہ بغیر احرام میں اس حیلہ کا جواز نہ مانا کہ جب وہ بایں قصد چلے گا کہ یہاں سے بستان بنی عامر جاتا ہوں پھر وہاں سے مکہ معظمہ چلوں گا تو اس کا یہ سفر حج کے لئے نہ ہوا، معلوم ہوا کہ مقصود سیر وہی مقصود اولیٰ ہوتا ہے و بس، ولہذا ذخیرہ وہ ہند یہ میں ان لا یقصد مکہ (وہ مکہ کا ارادہ نہ کرے۔ ت) فرمایا تو روشن ہوا کہ بالمال مسیرت سفر کی دوری پر جانے کا خیال سیر بقصد مسیرت سفر نہیں اور موجب سفر شرعی بھی تھی کہ متحقق نہ ہوئی۔

وبہ تبیین ولله الحمد ان ما ذکر المولی الفاضل ابراہیم الحلبي في الغنية بما نصه قدیفهم من التمثيل بالخلی فی اول مسئلة التبع ان الخليفة والسلطان کغیره فی انه اذا نوى السفر یصیر مسافراً یقصر، فقیل هذا اذا لم یکن فی ولايته، اما اذا طاف فی ولايته فلا یقصر ولاصح انه لا فرق لما تقدم من فعل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والخلفاء الراشدین انهم قصرُوا حین سافروا من المدينة الى مكة وغیر ذلک، ومراد من قال	لله الحمد اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فاضل ابراہیم حلبي نے غنیہ میں یہ جو کہا کہ مسئلہ تبع کی ابتداء میں خلیفہ کو مثال بنانے سے سمجھ آ رہا ہے کہ اس معاملہ (کہ جب وہ سفر کی نیت کرے تو وہ مسافر ہو جاتا ہے اور قصر کر سکتا ہے) میں خلیفہ اور سلطان دوسرے لوگوں کی طرح ہی ہیں، کہا گیا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب وہ اپنی ولایت میں نہ ہو، اور اگر اپنی ولایت میں دورہ کر رہا ہو تو پھر قصر نہ کرے، اور اصح یہ ہے کہ کوئی فرق نہیں کیونکہ پیچھے گزرا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب مدینہ سے مکہ وغیرہ کا سفر فرماتے تو نماز میں قصر کرتے، اور جس نے کہا "خلیفہ اپنی

¹ المسک المنقذ فی المنک التوسط فصل فی مجاوزة الميقات بغیر احرام مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ص ۶۰

ولایت میں دورہ کرے تو قصر نہ کرے" اس کی مراد ہی ہے جس کی تصریح حافظ الدین البزازی نے اپنے فتاویٰ میں کی کہ جب خلیفہ رعیت کے احوال کی خیر کے لئے نکلے اور حصول مقصود کے بعد واپس لوٹے لیکن اس نے سفر کی نیت نہ کی کہ وہ رجوع میں قصر کر سکتا تھا بشرطیکہ مدت سفر ہو اور اس شخص کا اعتبار نہیں کیا جائیگا جس نے علت بیان کرتے ہوئے کہا کہ تمام ولایت خلیفہ کے لئے اپنے شہر کی طرح ہے کیونکہ یہ علت نص کے مقابل ہے اور پھر ائمہ ثلاثہ میں سے کسی سے بھی یہ مروی نہیں ہے لہذا یہ بات قابلِ سماعت نہیں اہ باوجودیکہ مذکورہ عبارت "خلیفہ نے حصول مقصود کے بعد رجوع کا ارادہ کیا" کو بزازی نے اس مسئلہ کے علاوہ کے تحت ذکر کیا ہے جسے ہم نے نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام خلیفہ، امیر اور محتسب دورہ کریں تاکہ لوگوں کے احوال کا علم ہو اور حصول مقصود کے بعد رجوع کریں لیکن وہ سفر قصر کا ارادہ نہ کریں تو وہ پوری نماز ادا کریں گے۔ یہ تمام اس کے منافی نہیں جو ہم نے مراد لیا کیونکہ شیخ حلبی کا مقصود (جیسا کہ ان کے سیاق کلام سے واضح ہے اس شخص کا رد ہے جس نے کہا کہ خلیفہ اپنی ولایت میں مسافر نہیں ہو سکتا خواہ وہ مسافت سفر کا ارادہ کر لے اور یہ امر واضح طور پر باطل ہے باقی ہم نے جو کچھ بیان کیا اس پر مسافت سفر

إذا طاف في ولايته لا يقصر هو ما صرح به حافظ الدين البزازی في فتاؤه انه اذا خرج لتفحص احوال الرعية وقصد الرجوع متى حصل مقصوده ولم يقصد مسيرة سفر حتى انه في الرجوع يقصر لو كان من مدة سفر ولا اعتبار بمن علل بان جميع الولايات بمنزلة مصره لان هذا تعليل في مقابلة النص مع عدم الرواية عن احد من الائمة الثلاثة فلا يسع افع ان ماذكر من قصد الرجوع متى حصل مقصوده انما ذكره البزازی في مسألة اخرى غير التي نقلنا عنها وهي ما قال بعدها وكذا الامام والخليفة والامير والكاشف ليفحص الرعية وقصد كل الرجوع متى حصل مقصوده ولم يقصد وامسيرة سفر قصرأتموا² - الخ لا يخالف مانحن نريده في شيعي فانما مقصوده كما هو صريح سوق كلامه الرد على من زعم ان الخليفة لا يصير مسافرا في ولايته وان قصد مسيرة سفر وهو امر بين البطلان اما مانحن فيه فقد بينا انه لا يصدق

¹ غنية المستملی شرح منیة المصلی فصل فی صلوة المسافر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۱

² فتاویٰ بزازیہ علی ہامش الفتاویٰ باب الثانی والعشرون فی السفر مطبوعہ نورانی مکتب خانہ پشاور ۷۲/۳

کا ارادہ کرنا صادق نہیں آتا اور اس میں حلی اور کوئی شخص بھی اختلاف نہیں کر سکتا، پس محقق علی الاطلاق نے فتح، امام بزاز نے فتاویٰ، علامہ ابن ساعاتی نے اختیار اور امام ابن سمعانی نے خزائنہ میں جو کہا اس پر اب کوئی غبار نہیں رہی، اس حسن وضاحت پر اللہ تعالیٰ کی حمد ہے، تحقیق اس طرح ہونی چاہئے اور توفیق کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ (ت)

فیه قصد مسیروۃ سفر فہذا مبالیخالف فیه الحلوی ولا احد فلا غبار علی ما افادہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح والامام البزاز فی فتاویٰ والعلامة ابن الساعاتی فی الاختیار والامام ابن السمعانی فی الخزائنۃ واللہ الحمد واللہ علی حسن الابانۃ ہکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالیٰ ولی التوفیق۔

یہ تحقیق اتنی کہ فقیر نے توفیق رب قدیر ذکر کی مطلق صورت کو شامل ہے اگرچہ مقصود اصلی قریب مقصود اصلی بعید کی راہ میں واقع ہو اور اگر اس کی راہ سے بالکل جدا ہو اور دورہ رائج میں اکثر ایسا واقع ہوتا ہے،



مثلاً اس شکل میں ب محل اقامت ہے اور نقاط باقیہ مواضع مقصودہ، ان میں کوئی ایک دوسرے سے مسیرت سفر پر نہیں مگر ب سے دورہ کرنے والا جس وقت ب سے ج کی طرف چلا کوئی نہ کہے گا کہ اس وقت ب سے ج کی طرف متوجہ ہے ب سے چلا جاتا ہے، ب سے چلا جاتا ہے، بلکہ بالیقین اس سیر میں ج مقصود ہے اگرچہ خیال یہ بھی ہے کہ ان نقطوں پر ہوتا ہوا ب سے کو بھی جاتا ہے تو کسی سیر میں قصہ مقارن مسیرت کا سفر نہ پایا گیا،

بالجملہ یہ دورے سفر نہیں ہوتے اگرچہ کتنے ہی دور تک ہوں اب تک کہ نمازیں پوری پڑھیں بہت بجائیں۔

تمہیہ: یہاں سے سیاحین و واعظین کا حکم بھی واضح ہو گیا جنہیں کوئی مقام محل اقامت سے مدت سفر پر خاص مقصود بالذات نہیں بلکہ شہر قریب بہ قریب چند چند کوس کے فاصلوں پر گشت کرنا سیر دیکھنا یا ہر جگہ وعظ وغیرہ کے ذریعہ سے کمانا مقصود ہے جب تک کسی محل اقامت سے مسیرت سفر کا قصد اولیٰ نہ ہو مسافر نہ ہوں گے اگرچہ سارے ملک میں پھر آئیں جس طرح سیاح کی نسبت خود فتح القدر میں مصرعاً ارشاد ہوا یہ مسئلہ کثیر الوقوع ہے اور لوگ اس سے غافل، منزل ہمارے بلاد میں تقریباً بارہ کوس کی ہے یہی قول مفتی بہ کے قریب تر ہے جسے ظہیریہ و محیط ربانی و نہایہ و کفایہ شروح ہدایہ و خزائنہ المفتین وغیرہ میں علیہ المفتوی (فتویٰ اسی پر ہے۔ ت) کہا کہ منزل اٹھارہ میل ہے کے سوا گیارہ کوس ہوتے ہیں، یہ قول اصل مذہب ظاہر الروایہ کے خلاف نہیں بلکہ ان بلاد کے مناسب اسی کی تقدیر و شرح ہے کمانہ علیہ العلایہ اسمعیل مفتی دمشق الشام کمانقلہ فی منحة الخالق (جیسا کہ مفتی دمشق الشام

علامہ اسماعیل نے اس پر تنبیہ کی ہے اور وہ منۃ الخلق میں منقول ہے۔ (ت) ہمارے بلاد میں دس کوس کا اندازہ قابل قبول نہیں کہ یہاں اقصر ایام یعنی تحویل جدی کے دن میں فجر سے زوال تک سات ساعت کے قریب ہوتا ہے اور شک نہیں کہ پیادہ اپنی معتدل چال سے سات گھنٹہ میں بارہ کوس بے تکلف چل لیتا ہے جس پر بارہا کا تجربہ شاہد، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۲۵۷: از آلہ آباد کو ٹھی حشمت اللہ خاں جنٹ مجسٹریٹ مرسلہ علی محمد خاں ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ میں آج کل آلہ آباد میں ہوں تو آلہ آباد میرے واسطے سفر خیال کیا جائے گا یا نہیں، لیکن جنٹ صاحب کی کوٹھی میں رہتا ہوں اور آلہ آباد ایک ہفتہ سے زیادہ رہنا نہیں ہوتا لیکن پھر اسی روز واپس آنا پڑتا ہے، آلہ آباد میں نماز سفر کی پڑھی جائے گی یا نہیں؟ اور آلہ آباد سے کرنا ایک مقام ہے جو قریب دس میل کے ہے وہاں پر بھی سفر کی نماز پڑھی جائے گی یا نہیں؟ وہ آلہ آباد ہی کے ضلع میں ہے جواب جلد مرحمت فرمائے۔

الجواب:

آلہ آباد تمہارا وطن اصلی نہیں، نہ جنٹ صاحب کی کوٹھی ٹھہرنا اسے کسی کا وطن کر دے گا جبکہ جنٹ خود آج کل وہاں نہیں بلکہ پندرہ دن قیام کی نیت دیکھی جائے گی اگر اس سے کم مدت قیام کی نیت ہے یا مقدر قیام کچھ معلوم نہیں کسی کام کے لئے گئے ہوں اس کے ہو جانے کا انتظار ہو جائے تو آج چلے جاؤ، بیس دن بعد ہو تو اس صورت میں آلہ آباد کا رہنا تمہارے لئے سفر ہی سمجھا جائے گا نماز سفر کی پڑھو اگرچہ انتظار انتظار میں مہینے گزر جائیں، یونہی اطراف میں جہاں چاہوں چار رکعت کی دو ہی پڑھو جب تک کسی خاص جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت آلہ آباد میں کر لی ہے تو اب آلہ آباد وطن اقامت ہو گیا نماز پوری پڑھی جائے گی جب تک وہاں سے تین منزل کے ارادہ پر نہ جاؤ اگرچہ ہر ہفتہ پر بلکہ ہر روز آلہ آباد سے کہیں تھوڑی تھوڑی دور یعنی چھتیس^{۳۶} کوس سے کم باہر جانا اور دن کے دن واپس آنا ہو جبکہ نیت کرتے وقت اس پندرہ دن میں کسی رات دوسری جگہ شب باشی کا ارادہ نہ ہو ورنہ وہ نیت پورے پندرہ دن کی نہ ہوگی مثلاً آلہ آباد میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کی اور ساتھ ہی یہ معلوم تھا کہ ان میں ایک شب دوسری جگہ ٹھہرنا ہو گا تو یہ پورے پندرہ دن کی نیت نہ ہوئی اور سفر ہی رہا اگرچہ دوسری جگہ آلہ آباد کے ضلع میں بلکہ اس سے تین چار ہی کوس کے فاصلہ پر ہو، اور اگر پندرہ راتوں کی نیت پوری یہیں ٹھہرنے کی تھی اگرچہ دن میں کہیں اور جانے اور واپس آنے کا خیال تھا تو اقامت صحیح ہو گئی نماز پوری پڑھی جائے گی جبکہ وہ دوسری جگہ آلہ آباد سے چھتیس^{۳۶} کوس یعنی ستاون^{۵۷} اٹھاون^{۵۸} میل کے فاصلے پر نہ ہو غرض قیام کی نیت کرتے وقت ان خیالوں کا اعتبار ہے بعد کو جو پیش آئے اُس کا لحاظ نہیں مثلاً پندرہ رات پورے کا قیام ٹھہر لیا اور اس کے بعد اتفاقاً چند راتوں کے لئے اور جگہ جانا ہوا جو آلہ آباد سے

تین منزل کے فاصلہ پر نہیں اگرچہ دس بیس بلکہ چھپن میل تک ہو سفر نہ ہوگا اس مقام دیگر میں بھی نماز پوری پڑھنی ہوگی اور الہ آباد میں بھی ان سب صورتوں کو خوب غور سے سمجھ لو۔

در مختار میں ہے کہ اگر کوئی حاجی مکہ میں ذوالحج کے عشرہ میں داخل ہوا تو اس کی نیت (برائے اقامت) درست نہیں کیونکہ اس نے منیٰ اور عرفات کی طرف انہی دنوں میں جانا ہے اس نیت اقامت کی طرح ہی ہے جو مقام اقامت نہ ہو اور منیٰ سے لوٹ کر نیت کرنا درست ہے جیسا کہ ان دونوں میں سے ایک میں رات بسر کرنے کی نیت کرے الخ۔ ردالمحتار میں ہے کہ منقول یہ ہے کہ یہ مسئلہ امام عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ کے فقہ کیلئے سبب بنا تھا ان کا اپنا بیان ہے کہ میں طلب حدیث میں مشغول تھا ذوالحجہ کے عشرہ میں میں مکہ گیا میرے ساتھ میرے دوست بھی تھے میں نے وہاں ایک ماہ اقامت کی نیت کی اور پوری نماز ادا کرنا شروع کر دی مجھے امام ابو حنیفہ کے ایک ساتھی ملے انھوں نے کہا کہ تو نے غلط کیا ہے کیونکہ تو تو منیٰ اور عرفات کی طرف چلا جائے گا، پس جب میں منیٰ سے لوٹا تو میرے ساتھی کو مکہ سے نکلنے کی حاجت پیش آ گئی اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں ان کے ساتھ رہوں تو میں نے نماز قصر شروع کر دی تو مجھے امام ابو حنیفہ کے ساتھی نے کہا تو نے غلط کیا کیونکہ تو مکہ میں مقیم ہے تو جب تو اس سے نکلے گا نہیں تو مسافر نہیں ہو سکتا، تو میں نے سوچا کہ میں نے

فی الدر المختار لو دخل الحجاج مكة أيام العشر لم تصح نيته لانه يخرج الى منى وعرفة فصار كنية الإقامة في غير موضعها وبعد عوده من منى تصح كما لو نوى مبيتته بأحدهما¹ الخ۔
وفى ردالمحتار قيل هذه المسألة كانت سبب لتفقه عيسى بن ابان وذلك انه كان مشغولا لطلب الحديث قال فدخلت مكة في أول العشر من ذي الحجة مع صاحب لي وعزمت على الإقامة شهرا فجعلت اتم الصلوة فلقيني بعض اصحاب ابى حنيفة فقال لي اخطأت فانك تخرج الى منى و عرفات فلما رجعت من منى بد الصاحبى ان يخرج و عزمت على ان أصاحبه وجعلت اقصر الصلوة فقال لي صاحب ابى حنيفة اخطأت فانك مقيم بمكة فبالم تخرج منها لا تصير مسافرا فقلت

¹ الدر المختار باب صلوة المسافر مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۷۱

ایک مسئلہ میں دو جگہ خطا کی ہے تو میں امام محمد کی خدمت میں گیا اور فقہ یکھنا شروع کی، بدائع میں ہے کہ یہ حکایت ہم نے اس لئے وارد کی ہے کہ علم کی قدر معلوم ہو سکے اور طلباء کے لئے طلب علم کا باعث بن سکے، اہ بحر، اس حکایت سے واضح ہو گیا کہ ان کی نیت اقامت رجوع کے بعد موثر ہوئی کیونکہ اب ایسے پندرہ دنوں کا قیام ہوگا جن کے درمیان نیت خروج نہیں بخلاف عرفات کی طرف نکلنے سے پہلے کے، کیونکہ جب نصف ماہ کے اتمام سے پہلے نکلنے کا ارادہ ہے تو اب مقیم نہیں ہو سکتا اور ممکن ہے کہ انھوں نے رجوع کے بعد تجدید نیت کی ہے اس سے وہ اعتراض ساقط ہو جاتا ہے جو علامہ قاری نے شرح للباب میں اٹھایا کہ امام صاحب کے ساتھی کے کلام میں تعارض ہے کیونکہ پہلے انھوں نے مسافر ہونے کا حکم لگایا اور دوبارہ مقیم کی حالانکہ معاملہ اپنی جگہ پر تھا، متون سے مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اگر دونوں میں سے کسی ایک میں نصف ماہ تک کی نیت کی تو درست ہے تو اب عرفات کی طرف نکلنا مضر نہیں کیونکہ نصف ماہ کا مسلسل اس طرح ہونا شرط نہیں کہ اس میں خروج نہ ہوانتی، وجہ سقوط یہ ہے کہ تسلسل اس وقت شرط نہیں جب آدمی کا عزم دوسری جگہ جانے کا نہ ہو کیونکہ اس وقت وہ دو مقامات کی نیت کئے ہوئے ہے، ہاں منیٰ سے رجوع کے بعد سنت صحیح ہوگی کیونکہ اب ایک جگہ میں

اخطأت فی مسالة فی موضعین فرحلت الی مجلس محمّد واشتغلت بالفقه قال فی البدائع وانما اوردنا هذا الحکایة لیعلم مبلغ العلم فیصیر مبعثة للطلبة علی طلبه اہ بحر ویظهر من هذه الحکایة ان نیته الاقامة لم تعمل عملها الا بعد رجوعه لوجود خمسة عشر یوماً بلا نية خروج فی اثنائها بخلاف ما قبل خروجه الی عرفات لانه لما کان عازماً علی الخروج قبل تمام نصف شهر لم یصر مقیدو یحتمل ان یکون جدنیة الاقامة بعد رجوعه وبهذا سقط ما اوردہ العلامة القاری فی شرح اللباب من ان کان فی کلام صاحب الامام تعارضاً حیث حکم اولاً بانه مسافر وثانیاً بانه مقیم مع ان المسئلة بحالها والمفهوم من المتون انه لونی فی احدهما نصف شهر صح فح لا یضره خروجه الی عرفات اذ لا یشتروط کونه نصف شهر متوالیاً بحیث لا یخرج فیہ اه¹ ملخصاً و وجه السقوط ان لتوالی لا یشتراط اذالم یکم من عزمه الخروج الی موضع اخر لانه یکون ناویاً الاقامة فی موضعین نعم بعد رجوعه من منی صحت نیته لعزمه علی

¹ رد المحتار باب صلوة المسافر مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۸۲ھ

نصف ماہ اقامت کا عزم ہے، واللہ تعالیٰ اعلم قولہ "اس نے دو مقامات میں سے کسی ایک میں رات بسر کرنے کی نیت کی" پس اگر تو وہ شخص پہلے اس مقام پر گیا جس پر دن کو ٹھہرنا تھا تو وہ مقیم نہ ہوگا اور پہلے اس جگہ گیا جہاں رات ٹھہرنا تھا تو مقیم ہو جائیگا اس کے بعد دوسری جگہ کے ارادے سے مسافر نہ بنے گا کیونکہ آدمی کی اقامت کا مقام ہوتا ہے جہاں وہ رات بسر کرتا ہے اہ حلیہ اس کے ساتھ وہ تمام واضح ہوگا جس کا ذکر ہم نے کیا، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	الاقامة نصف شهر في مكان واحد والله تعالى اعلم¹۔ قولہ کہا لونوی مبیته باحدہما فان دخل اولا الموضع الذی نوى المقام فیہ نہار الا یصیر مقیماً وان دخل اولاً مانوی المبیث فیہ یصیر مقیماً ثم بالخروج الی الموضع الاخر لا یصیر مسافر الان موضع اقامة الرجل حیث یبیت به، حلیۃ² وبہ ظہر کل ما ذکرناہ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۵۸: ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۹ھ از تلمس مسئلہ خلیل الدین صاحب

زید کے وطن سے ایک مقام تیس ۳۰ کوس کے فاصلے پر واقع ہے اور زید نے ایسی راہ سے سفر کیا کہ اس مقام تک چالیس ۴۰ کوس مسافت طے کرنی ہوئی تو زید پر نماز کا قصر ہے یا نہیں؟

الجواب:

ہے جبکہ قصد گدو جگہ پر منقسم نہ ہو مثلاً اس راہ میں بیس کوس پر ایک شہر ہے، ارادہ یوں کیا کہ پہلے وہاں جاؤں گا وہاں سے فارغ ہو کر دوسرے مقام پر کہ وہاں سے بیس ۲۰ کوس ہے جاؤں گا یوں چالیس کوس ہوں جائیں گے تو قصر نہیں، مکان سے بیس ۲۰ ہی کوس کے مقصد کو چلا ہے اگرچہ وہاں سے دوسرا قصد دوسری جگہ کا ہونے والا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶۳ تا ۱۲۵۹: از ربلی مسئلہ شیخ عبدالعزیز بساطی دوم ذوالقعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل کے جواب میں:

(۱) منزل کتنے فرسنگ کی ہوتی ہے؟

(۲) کتنے منزل پر قصر ہوگا؟

(۳) طے منزل میں راہ راست کا اعتبار ہے یا جس راستے پر چلے؟

¹ ردالمحتار باب صلوة المسافر مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۵۸۲

² ردالمحتار باب صلوة المسافر مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۵۸۲

(۴) یہاں سے بیسپور ۱۸ کوس، براہ سواری گاڑی اور براہ ریل گاڑی چھتیس^{۳۶} کوس ہو جاتی ہے وہاں جانے میں قصر کب ہوگا؟
 (۵) ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ کی نماز کے واسطے دریاں وغیرہ بنوائیں مگر کچھ دنوں وہاں جمعہ ہو کر رہ گیا اب وہ چاہتا ہے کہ یہ دریاں کسی دوسری مسجد میں دے دوں پس یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) عرف میں منزل بارہ^{۳۷} کوس ہے اور ان بلاد میں ہر کوس ۵/۸ میل یعنی اور میل کے تین خمس، اور تین میل کا ایک فرسنگ، تو ایک منزل چھ فرسنگ اور دو خمس فرسنگ کی ہوئی۔

(۲) تین منزل پر قصر ہے۔

(۳) جس راستے سے جائے اس کا اعتبار ہے۔

(۴) ریل میں جائے تو قصر کرے ورنہ نہیں۔

(۵) جب دریاں سپرد مسجد کر دیں ملک مسجد ہو گئیں، جب تک ناقابل استعمال نہ ہو جائیں واپس نہیں لے سکتا نہ دوسری مسجد میں دے سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶۳: از درو ضلع نینی تال ڈاک خانہ کچھامرسلہ عبدالعزیز خاں ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دو آدمیوں کا غلام تھا ہر دو مع غلام کے سفر کے گئے راستے میں دونوں نے قیام کیا، ایک نے نیت اقامت کی دوسری نے نہ کی، اب وہ عبد مشترک نماز قصری ادا کرے یا حضری، بینوا تو جروا

الجواب:

اگر وہ ان دونوں سے صرف ایک کے قبضہ میں ہے تو جس کے قبضہ میں ہے اسی کی نیت کا اعتبار ہے

لأنه ليس تابعاً لآله وسياتيك ما يفيدہ۔	کیونکہ وہ جس کا ہے اسی کا تابع ہوگا اور عنقریب اس پر مفید گفتگو آرہی ہے۔ (ت)

اور اگر دونوں کے قبضہ میں ہے تو اگر ان میں اس کی خدمت نوبت بہ نوبت قرار پائی ہے مثلاً ایک دن اس کی خدمت کرے اور دوسرے دن اُس کی، تو ہر ایک کی نوبت میں اس کی نیت پر عمل کرے یعنی جس دن خدمت کی باری ہو غلام بھی اپنے آپ کو مقیم سمجھے اور جس دن خدمت مسافر کی باری ہو اپنے آپ کو مسافر جانے، اور اگر باہم نوبت نہ قرار دی بلکہ یوں ہی دونوں کی خدمت میں ہے وہ من وجہ مقیم اور من وجہ مسافر ہے قصر اصلاً نہ کرے اس لحاظ سے کہ اس کے ایک مولیٰ نے نیت اقامت کی اور قعدہ اولیٰ بھی اپنے اوپر فرض جانے اس نظر سے کہ دوسرے مولیٰ

کی نیت سفر ہے اور اس کے حق میں افضل یہ ہے کہ جہاں تک مل سکے کسی مقیم کی اقتداء وقت میں کرے، در مختار میں ہے:

ایک غلام مقیم مسافر کے درمیان مشترک ہے، اور دونوں کی خدمت نوبت بہ نوبت قرار دی گئی ہے تو مسافر کی نوبت میں قصر کرے ورنہ (اگر باری نہ ٹھہرائی ہو) تو قعدہ اولیٰ اس پر فرض ہوگا اور وہ نماز کا اتمام احتیاطاً کرے (کیونکہ جب اس کے مالک دو ہیں تو وہ ایک لحاظ سے مقیم اور دوسرے کے اعتبار سے مسافر) اور وہ کسی مقیم کے ساتھ اقتداء بالکل نہ کرے یہ غلام کے مسائل میں سے پیچیدہ مسئلہ ہے (ت)	عبد مشترك بين مقیم و مسافر ان تہایاً قصر فی نوبۃ المسافر والا یفرض علیہ القعود الاول ویتم احتیاطاً ولا یأتّم بمقیم اصلاً وھو ممّا یلغز¹۔

ردالمحتار میں ہے:

قوله "اور نہ اقتداء کرے الخ" شرح المنیہ میں ہے اور اس بنا پر لازم آتا ہے کہ اس کے لئے مقیم کی اقتداء کسی حال میں جائز نہ ہو، پس اسے اچھی طرح جان لینا چاہئے اہ یعنی نہ وقت میں اور نہ وقت کے بعد، نہ شفع اول میں نہ ثانی میں، شاید اس کی وجہ وہ ہی ہو جو ہمارے شیخ نے فرمائی کہ قعدہ اولیٰ الحاق مسافر کی وجہ سے اس پر فرض تھا، پس جب اس نے مقیم کی اقتداء کی تو اب قعدہ اولیٰ کے لحاظ سے لازم آئے گا کہ ایک فرض ادا کرنے والا نفل ادا کرنے والے کی اقتداء کر رہا ہے۔ اقول: (میں کہتا ہوں) شارح المنیہ کے قول "اور اس بنا پر الخ" سے ظاہر ہوتا ہے کہ بطور	قوله ولا یأتّم الخ فی شرح المنیة وعلی هذا فلا یجوز لہ الاقتداء بالمقیم مطلقاً فلیعلم هذا اھ ای لا فی الوقت ولا بعدہ ولا فی الشفع الاول ولا فی الثانی ولعل وجهہ کما افادہ شیخنا ان القعدة الاولى فرض علیہ ایضاً الحاقہ بالمسافر فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض بالمتنفل فی حق القعدة الاولى اھ²۔ اقول: لکن قول شارح المنیة وعلی هذا الخ یظهر منه انه تفریع من

¹ در مختار باب صلوة المسافر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۸/۱

² ردالمحتار باب صلوة المسافر مصطفیٰ البابی مصر ۵۸۹/۱

بحث یہ ان کی اپنی طرف سے تفریع ہے ورنہ میں نے جو تار تار خانیہ میں حج کے حوالے سے دیکھا ہے اگر وہ باری باری پابند نہیں اور وہ دونوں کے قبضہ ہے تو وہ ہر نماز تنہا چار رکعات ادا کرے اور ہر دو کے بعد بیٹھے اور آخری دو رکعتوں میں قرأت کرے اور اسی طرح جب کسی مسافر کی اقتداء کرے تو اس کے ساتھ دو رکعات ادا کرے اور اس کے بعد دو رکعات میں قرأت کرنے میں اختلاف ہے لیکن جب وہ کسی مقیم کی اقتداء کرے تو وہ بالاتفاق چار رکعتیں ادا کرے گا (ردالمحتار کی عبارت ختم ہوئی)	عندہ علی وجه البحث والافالذی رأیتہ فی التاتر خانیة عن الحجة انه ان لم یکن بالہما یاء وھو فی ایدیہما فکل صلوۃ یصلیہا وحدہ یصلی اربعاً و یقعد علی راس الركعتین ویقرأ فی الاخریین وکذا اذا اقتدی بمسافر یصلی معہ رکعتین وفی قرأتہ فی الركعتین اختلاف واما اذا اقتدی بمقیم فأنہ یصلی اربعاً بالا تفاق¹ اھ مافی ردالمحتار۔

فقیر کہتا ہے:

اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے، مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے ان کی اس عبارت "جب اس نے کسی مقیم کی اقتداء کی تو فرض والے کی اقتداء لازم آئیگی" الخ پر حاشیہ تحریر کیا قول یہ ایسی چیز ہے جس سے مجھے کچھ اتفاق نہیں ہو رہا ہے، کیونکہ جو شخص ہر لحاظ سے فرض سے مسافر ہے اس پر بھی قعدہ اولیٰ ہر لحاظ سے فرض ہے حالانکہ وہ بالاتفاق مقیم کی اقتداء کر سکتا ہے جب وقت میں ادا کرے تو اسے فرض والے کا نفل والے کی اقتداء کرنا شمار نہیں کیا جاتا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ اقتداء کی وجہ سے اس پر فرض دو کے بجائے چار ہو گئے ہیں تو اب قعدہ اولیٰ اس پر فرض نہیں رہا کیونکہ یہاں تبدیلی کے قابل محل میں تبدیلی پیدا کرنے والا پایا گیا ہے	غفر اللہ تعالیٰ لہ رأیتنی کتبت علی ہامش قولہ فاذا اقتدی بمقیم یلزم اقتداء المفترض الخ مانصہ اقول هذا مما لست احصلہ فان المسافر من کل وجه القعدة الاولى فريضة عليه من کل وجه، مع ذلك يجوز له الاقتداء بالمقیم اجماعاً ولا یعد بذلک مفترضاً خلف متنفل اذا اقتدی فی الوقت بل یقال ان فرضہ تحول بالقعدة رباعياً فلم تبق للقعدة الاولى فريضة عليه لمصادفة البغیر محله القابل له حیث اتصل

¹ ردالمحتار باب صلوۃ المسافر مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۵۸۹

وہ ایسے کہ یہاں سبب (وقت سے) متصل ہے بخلاف اس صورت کے کہ جب اقتداء وقت گزرنے کے بعد ہو، جب یہ معاملہ ہر لحاظ سے مسافر کا ہے تو اس کا حال کیا ہوگا جو ہر لحاظ سے مسافر نہیں اور اس پر قعدہ کے فرض ہونے کی ایک وجہ متعین نہیں لہذا اسے حکم دیا جائے کہ وہ مقیم کا ساتھ جب بھی پائے اس کی اقتداء کرے تاکہ سفر میں احتمال اتمام سے خارج ہو جائے (جو میں نے وہاں لکھا ختم ہوا) شدت وضوح ثبوت روایت بلکہ مقیم کی اقتداء کے جواز پر اتفاق منقول ہونے کی وجہ سے میں نے اسی پر جزم اختیار کیا ہے، پس اگر صواب ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ صواب ہی ہوگا۔ (ت)	بالسبب اعنى الوقت بخلاف ما اذا اقتدى بعد انقضاءه فاذا كان هذا في حقه فكيف بمن ليس مسافرا من كل وجه ولا القعدة فريضة عليه وجهها واحد فهذا ينبغي ان يومر باقتداء المقيم في الوقت مهما وجد كي يخرج عن احتمال الاتمام في السفر¹ ما حررته ولشدة وضوحه وثبوت الرواية بل نقل الاتفاق على جواز اقتدائه بالمقيم جزمتم به فان كان صوابا فمن ربي الله وارجوان لا يكون الا اياه- والله تعالى اعلم

۲۹ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

مسئلہ ۱۲۶۵: بریلی صندل خاں کی بزرگیہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے وطن سے ستر یا اسی کو س کے فاصلے پر کسی شہر میں ملازم ہے وہاں سے سال دو سال کے بعد آٹھ دس روز کے واسطے اپنے مکان پر آیا اور پھر چلا گیا اس آمد و رفت میں اس کو نماز قصر پڑھنا چاہئے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:

جب وہاں سے بقصد وطن چلے اور وہاں کی آبادی سے باہر نکل آئے اس وقت سے جب تک اپنے شہر کی آبادی میں داخل نہ ہو قصر کرے گا جب اپنے وطن کی آبادی میں آگیا قصر جاتا رہا، جب تک یہاں رہے گا اگرچہ ایک ہی ساعت، قصر نہ کرے گا کہ وطن میں کچھ پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت ضرور نہیں، پھر جب وطن سے اُس شہر کے قصد پر چلا اور وطن کی آبادی سے باہر نکل گیا اس وقت سے قصر واجب ہو گیا راستے بھر تو قصر کرے گا ہی اور اگر اُس شہر میں پہنچ کر اس بار پندرہ روز یا زیادہ قیام کا ارادہ نہیں بلکہ پندرہ دن سے کم میں واپس آنے یا وہاں سے اور کہیں جانے کا قصہ ہے تو وہاں جب تک ٹھہرے گا اس قیام میں بھی قصر ہی کرے گا اور اگر وہاں اقامت کا ارادہ ہے تو صرف راستہ بھر قصر کرے جب اس شہر کی آبادی میں داخل ہوگا قصر جاتا رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶۶: از پبلی بھیت مرسلہ حبیب احمد صاحب رضوی برکاتی ۳۰ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۶ھ

ایک شخص جنگل یا اسٹیشن پر جو جنگل میں واقع ہو ملازم ہے اور اس کو آقاجب بھیجتے ہیں تو کم از کم ایک ماہ

¹ جد الممتار علی رد الممتار باب صلوة المسافر المصحح الاسلامی بیروت ۳۶۶/۱

کے ارادہ سے بھیجتے ہیں تو اس ملازم پر نماز قصر ہے یا پوری؟ اور مندرجہ ذیل دلیلوں میں زید حق پر ہے یا عمرو؟ زید کا قول ہے کہ ملازم کو ہر حالت میں نماز کرنا چاہئے اگرچہ آقا ایک ماہ کے ارادے سے بھیجے کیونکہ اگر آقا چاہے تو آٹھ روز میں دوسری جگہ منتقل کر دے، دوسرے جنگل ہونے کی وجہ سے ہر حالت میں قصر واجب ہے کیونکہ وہاں آبادی نہیں ہے جو اقامت کی جگہ ہے، عمرو کی دلیل ہے کہ کل کام ارادے کے لحاظ پر ہوتے ہیں یعنی جس وقت آقا بھیجتا ہے تو ایک ماہ کے ارادے سے بھیجتا ہے پر وہ چاہے ایک روز میں بلا لے اس حالت میں ارادے کی وجہ سے نماز قصر نہیں ہوئی، دوسرے جس جنگل میں اقامت نہیں ہوتی وہ دوسرے جنگل ہیں اور ایسے جنگل یا اسٹیشن جو جنگل میں ہوں جہاں بیس پچیس انسان ہر وقت ہوں نیز ریلوے کے ملازم بھی اسٹیشن پر کام کرتے ہوں (اگر آبادی گاؤں وہاں سے دو چار کوس پر ہوں) اقامت کو باطل نہیں کرتی ایسی جگہ ان میں قول کس کا درست ہے؟

الجواب:

یہاں چند امور پر اطلاع لازم جن سے بعونہ تعالیٰ انکشاف حکم ہو:

اول: اسٹیشن اگرچہ آبادی سے کچھ فاصلے پر ہوں وہاں عمارت ہوتی ہے سامان اقامت مہیا ہوتا ہے، ہاں اگر آبادی سے کوسوں دوری ہے جنگل میں متعین ہوں جیسے بن کی لکڑی لینے والے، تو وہ محل اقامت نہیں اگرچہ خیمے ڈیرے ساتھ ہوں مگر ان کے لئے جن کی طرز معیشت ہی یہ ہو، جیسے سانیے، در مختار میں ہے:

اوینوی اقامة نصف شهر بموضع صالح لها او قرية او صحراء دارنا وهو من اهل الاخبية ¹	یا وہ نصف ماہ اقامت کی نیت کسی ایسی جگہ کرے جو اقامت کی صلاحیت رکھتی ہو یا قریہ ہو یا ہمارے ملک کا صحرا ہو اور نیت کرنے والا خانہ بدوش ہو (ت)

علمگیری میں ہے:

قال شمس الائمة الحلواني عسكري المسلمين اذا قصدوا موضعا ومعهم اخبيتهم و خيامهم و فساطيطهم فنزلوا مفازة في الطريق ونصبوا الاخبية والفساطيط وعزموا فيها على اقامة خمسة عشر	شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ مسلمانوں کا لشکر اگر کسی جگہ جائے اور ان کے خیمے کا سامان ان کے ساتھ ہو، انھوں نے راہ جنگل میں پڑاؤ ڈالا اور وہاں خیمے وغیرہ نصب کئے اور پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو وہ مقیم نہیں ہوں گے

¹ در مختار باب صلوة المسافر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۷۱ھ

یوما لم یصیروا مقیمین لانہا حمولۃ ولیست بمساکن کذا فی المحیط ¹	کیونکہ وہ سامان اٹھانے والے ہیں وہاں ان کے گھر نہیں المحیط - (ت)

دوم: نرے جنگل میں کہ نیت اقامت صحیح نہیں، مدت سفر چل لینے کے بعد ہے کہ تین منزل قطع کر چکا ہو، اب کسی جنگل میں ۱۵ دن یا زائد قیام کی نیت کرے تو مسافر رہے گا لیکن مدت سفر پوری ہونے سے پہلے جنگل میں بھی نیت اقامت صحیح ہے، مثلاً تین منزل کے ارادے پر چلا تھا ایک یا دو منزل چل کر نیت سفر قطع کی اور وہاں اقامت کی نیت کر لی مسافر نہ رہا نماز پوری پڑھے گا اگرچہ بن میں ہو، در مختار میں ہے:

صلی الغرض الرباعی رکعتین حتی یدخل موضع مقامہ ان سار مدة السفر والا فیتتم بمجرد نية العود لعدم استحکام السفر ²	(مسافر) اپنے مقام پر واپسی تک چار فرض کے دو فرض ادا کرے اور جب مدت سفر ہو ورنہ محض رجوع کی نیت سے پوری نماز ادا کرے کیونکہ سفر کا اثبات نہ ہوا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ینوی بموضع صالح لها ان سار ثلاثة ايام والا فیتتم ولو فی المفازۃ والحاصل ان نية الاقامة قبل تمام المدة تكون نقضاً للسفر كنية العود الى بلده والسفر قبل استحکامه یقبل النقص ³ اھ ملتقطاً	اگر ایسی جگہ نیت اقامت کی جو اقامت کی صالح تھی بشرطیکہ تین دن کا سفر طے کیا ہو ورنہ پوری نماز پڑھے اگرچہ جنگل میں ہو، حاصل یہ ہے کہ تمام مدت سے پہلے اقامت کی نیت سفر کو ختم کر دیتی ہے جس طرح اپنے شہر کی طرف لوٹنے کی نیت سے سفر ختم ہو جاتا ہے جبکہ سفر اپنی مدت مکمل ہونے سے قبل کالعدم ہو سکتا ہے اھ ملتقطاً (ت)

معراج الدرایہ پھر علمگیریہ میں ہے:

اذا لم یسر ثلاثة ايام فعزم علی الرجوع اونوی الاقامة یصیر مقیمًا وان کان فی المفازۃ ⁴	جب تین دن کا سفر طے نہ کیا اور رجوع کا عزم کر لیا یا اقامت کی نیت کر لی تو مقیم ہو جائے گا اگرچہ جنگل میں ہو۔ (ت)

¹ فتاویٰ ہندیہ باب الخامس عشر فی صلوة المسافر مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۹/

² در مختار، باب صلوة المسافر، مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی، ۱۰۷/۱

³ ردالمحتار باب صلوة المسافر مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۵۸۱/

⁴ فتاویٰ ہندیہ باب الخامس عشر فی صلوة المسافر مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۹/

سوم: نوکر کی اپنی نیت معتبر نہ ہونی بلکہ نیت آقا کا تابع ہونا اُس حالت میں ہے کہ آقا کے ساتھ ہو ورنہ خود اس کی نیت معتبر ہے، تنویر الابصار ورد المحتار میں ہے:

المعتبر نية المتبوع لا التابع كامرأة وفاها مهرها المعجل وعبد وجندی اذا كان یرتزق من الامیر او بیت المال واجیر، مشاہرة او مسانہة، تارتار خانیه واسیر و غریم وتلمیذ مع زوج ومولی وامیرو مستأجرو أسر ودائن واستاذ فقید المعبية ملاحظ في تحقیق التبعية ^۱ اھ ملتقطاً	سربراہ کی نیت کا اعتبار ہے تابع کا نہیں جیسا کہ وہ خاتون جس کا مہر معجل ادا کر دیا گیا اور غلام، سپاہی اس وقت جب امیر سے یا بیت المال سے روزی لیتا ہو یا ماہانہ یا سالانہ مزدوری پر ہوتا رہتا رہے۔ خانیہ۔ قیدی مقروض اور شاگرد جب یہ لوگ اپنے متبوع خاوند، مولیٰ، مستاجر، قید کرنے والا، قرض خواہ اور استاذ کے ساتھ ہوں اور تابع ہونے کے اثبات کے لئے معیت کی قید ملحوظ خاطر رکھنا ہو گا ھ ملتقطاً (ت)

چہارم: مجرد احتمال کہ شاید آج چلا جانا ہو منافی اقامت نہیں اور اپنے وطن کے سوا آدمی کبھی کہیں مقیم نہ ہو اگرچہ سال بھر اقامت کی نیت کرے کہ کیا معلوم شاید آج ہی کوئی ضرورت سفر کی پیش آئے بلکہ اس کے لئے غلب گمان درکار ہے یقین کی حاجت نہیں کہ بے اعلام بنی غیب پر یقین کی کوئی صورت نہیں، تنویر الحقائق امام یلعی پھر ہندیہ میں ہے:

لابد للمسافر من قصد مسافة ثلاثة ايام ويكفي غلبة الظن يعني اذا غلب على ظنه اني يسافر قصر ولا يشترط فيه التيقن ^۲	مسافر کے لئے تین دن کی مسافت کا ارادہ ضروری ہے اور غلبہ ظن کافی ہو گا یعنی جب اس کا ظن غالب یہ ہو کہ سفر کرے گا تو قصر کرے کیونکہ یقین شرط نہیں۔ (ت)

پنجم: نیت سچے عزم قلب کا نام ہے، پندرہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کر لے، اور جانتا ہے کہ اس سے پہلے چلے جانا ہے تو یہ نیت نہ ہوگی محض تخیل ہو، یوں ہی دل میں عزم دوہی منزل کا ہے اور گھر سے تین منزل کا ارادہ کر لیا کہ آبادی سے نکل کر راہ میں قصر کی اجازت مل جائے ہر گز اجازت نہ ہوگی کہ یہ نیت نہیں وہی خیال بندی ہے، البتہ اگر دو^۲ ہی منزل پر جاتا ہے اور سچا ارادہ تین منزل کا کر لیا اور تین منزل جا کر ایک منزل اپنے محل مقصود کو

^۱ رد المحتار شرح الدر المختار باب صلوة المسافر مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۵۸۷

^۲ فتاویٰ ہندیہ باب الخامس عشر فی صلوة المسافر مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۹/۱

واپس آیا اور یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنا ہے تو جانے اور آنے اور ٹھہرتے قصر کرے گا کہ یہ سچی نیت ہوئی اگرچہ وہاں جانے سے کوئی کام نہ تھا، درمختار میں ہے:

لو دخل الحاج مكة ايام العشر لم تصح نيته لانه يخرج الى منى وعرفة ¹ ۔	اگر حاجی مکہ میں ذوالحج کے عشرہ میں داخل ہوا تو اس کی نیت اقامت درست نہ ہوگی کیونکہ اس نے منیٰ اور عرفہ کی طرف نکلنا ہے۔ (ت)

معراج الدرایہ پھر علمگیر یہ میں ہے:

قال اصحابنا رحمهم الله تعالى في تاجر دخل مدينة لحاجة نوى ان يقيم خمسة عشر يوما لقضاء تلك الحاجة لا يصير مقبياً لانه متردد بينا ان يقضى حاجته فيرجع وبين ان لا يقضى فيقيم فلا تكون نيته مستقرة وهذا الفصل حجة على من يقول من اراد الخروج الى مكان ويريد ان يترخص برخص السفرينوى مكاناً ابعده منه وهذا غلط ² ۔	ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تاجر جو کسی شہر میں کسی ضرورت کے لئے گیا اس نے حصول حاجت کے لئے پندرہ دن اقامت کی نیت کر لی تو وہ مقیم نہ ہوگا کیونکہ وہ متردد ہے اس بارے میں کہ اگر ابھی کام ہو جاتا ہے تو لوٹ جائے اور اگر نہیں ہوگا تو اقامت کرے تو اس کی پختہ نیت نہ ہوئی، یہ صورت اس شخص کے خلاف حجت ہے جو کہتا ہے کہ جو کوئی کسی جگہ کی طرف نکلنا چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسے سفر کی سہولت میسر ہو (حالانکہ وہ جگہ اتنی دور نہیں) تو وہ کسی دور جگہ کی نیت کر کے نکل پڑتا ہے تاکہ رخصت حاصل ہو جائے تو یہ غلط ہے۔ (ت)

ششم: وطن اقامت یعنی جہاں پندرہ دن یا زیادہ قیام کی نیت صحیحہ کر لی ہو آدمی کو مقیم کر دیتا ہے اور اقامت و سفر میں واسطہ نہیں تو وہاں سے بے ارادہ مدت سفر اگر ہزار کوس دورہ کرے مثلاً دس کوس کے ارادے پر وہاں سے چلے پھر وہاں سے پندرہ کوس کا ارادہ کرے وہاں سے بیس کوس کا قصد ہو مسافر نہ ہوگا اور قصد نہ کر سکے گا جیسے وطن اصلی سے یوں دورہ کرنے میں حکم ہے یہاں تک کہ اگر مثلاً وطن اقامت سے بیس کوس گیا اور وہاں سے وہاں سے چھبیس کوس کا ارادہ کر کے چلا اور بیچ میں وطن اقامت آکر پڑے گا تو سفر جاتا رہے گا، ہاں اگر تین منزل چلنے کے بعد یہ وطن بیچ میں نہ آئے گا تو قصد کرے گا اور یہ وطن وطن اقامت نہ رہے گا، ردالمحتار میں ہے:

¹ در مختار باب صلوة المسافر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۷۱ھ

² فتاویٰ ہندیہ باب الخامس عشر فی صلوة المسافر مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴۰۱ھ

حاصل یہ ہے کہ سفر شروع کرنے سے وطن اقامت باطل ہو جاتا ہے جبکہ سفر وہاں سے ہوا اور اگر سفر کسی اور جگہ سے ہو تو اب وطن اقامت سے گزر نہیں ہوا یا ہوا لیکن تین دن بعد، تو حکم یہی ہے اور اگر اس سے پہلے ہوا تو وطن بالکل باطل نہ ہوگا بلکہ سفر باطل ہو جائے گا، کیونکہ قیام وطن صحت سفر سے مانع ہوتا ہے (ت)

والحاصل ان انشاء السفر يبطل وطن الإقامة اذا كان منه أموالاً انشاءً من غيره فان لم يكن فيه مرور على وطن الإقامة او كان ولكن بعد سير ثلاثة أيام فذلك ولو قبله لم يبطل الوطن بل يبطل السفر لان قیام الوطن مانع من صحته¹۔

ہفتم: نوکری ملازمت ہے اس میں قصد استدامت ہوتا ہے تو جو جہاں نوکر ہو کر رہنا اختیار کرے مقیم ہو جائیگا اگرچہ عہد مخصوص پندرہ دن کی نیت نہ ہو لان نیتہ الاستدامة فوق ذلك (کیونکہ دوام کی نیت اقامت کی نیت سے فائق ہے۔ ت)

عہ: فتح القدیر باب الحج عن الغیر میں ہے: لو توطن مكة بعد الفراغ خمسة عشر يوماً بطلت نفقته في مال البيت لانه توطن ح حاجة نفسه بخلاف ما اذا اقامه اقل فانه مسافر على حاله فان بداله بعد ذلك ان يرجع رجعت نفقته في مال البيت وقد روى عن ابی یوسف انه لا تعود لانه في الرجوع عامل لنفسه لا للمبيت لكنها قلنا ان اصل سفره كان للمبيت فما بقي ذلك السفر بقيته النفقة كذا في المبسوط، وذكر غير واحد من غير ذكر خلاف انه ان نوى الإقامة خمسة عشر يوماً

اگر (ج بدل کرنے والے نے) فراغت کے بعد مکہ معظمہ میں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کر لی تو اب مالِ میت سے خرچ نہیں کر سکتا کیونکہ یہ اب اپنے ذاتی کام کے لئے ٹھہرا ہے بخلاف اس صورت کے کہ جس میں پندرہ دن سے کم ہو کیونکہ اب وہ حالت سفر میں ہی ہے پس اگر پندرہ کے بعد لوٹ آئے گا، امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ مالِ میت کی طرف نہیں لوٹے گا کیونکہ رجوع اپنی ذات کے لئے ہے نہ کہ میت کے لئے، لیکن ہم کہتے ہیں کہ سفر میت کے لئے ہے، تو جب تک سفر میں رہے گا اس کا نفقہ میت کی طرف سے ہی ہوگا، مبسوط میں اسی طرح ہے، اور متعدد فقہاء نے اسے بغیر اختلاف کے بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس نے پندرہ دن کی نیت کر لی تو (باقی اگلے صفحہ پر)

¹ ردالمحتار باب صلوة المسافر مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۵۸۶

ہاں اگر مدت سفر سے یہاں نوکر ہو کر آیا اور معلوم ہے کہ پندرہ دن ٹھہرنا نہ ہوگا تو البتہ مقیم نہ ہوگا، جب اس دوسری جگہ سے فارغ ہو کر آئے گا اور یہاں ملازمانہ قیام کرے گا اس وقت سے مقیم ہوگا،

جیسا کہ ردالمحتار میں شیخ عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ کے واقعہ میں ہے کہ نیت اقامت موثر نہیں مگر رجوع کے بعد کیونکہ پندرہ دنوں کی نیت ہے اور اس میں نکلنے کی نیت بھی نہیں بخلاف عرفات کی طرف نکلنے سے پہلے کے کیونکہ جب نصف ماہ کے اتمام سے پہلے نکلنے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ مقیم نہیں ہوگا۔ (ت)

كما قال في ردالمحتار في واقعة عيسى بن ابان رحمه الله تعالى ان نية الإقامة لم تعمل عملها الا بعد رجوعه لوجود خمسة عشر يوماً بلانية خروج في اثنتائها بخلاف ما قبل خروجه الى عرفات لانه لما كان عازماً على الخروج قبل تمام نصف شهر لم يصبر مقبياً¹

نفقہ ساقط ہو جائے گا اگر سفر سے لوٹا ہے تو نفقہ لوٹ آئے گا، اور اگر مکہ کو اپنا وطن بتاتا ہے خواہ تھوڑے دن یا زیادہ تو نفقہ نہیں ہوئے گا، اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پندرہ دن کی نیت کے بغیر بھی اگر وہ رہا تو وہ متوطن ہوگا، ظاہر اس کا مفہوم یہی ہے کہ وہ اگر مکہ کو اپنا وطن بتاتا ہے تو اس میں دنوں وغیرہ کی کوئی حد نہیں لہذا اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا اب اس کے بعد رجوع اپنی ذات کے لئے نیا سفر ہوگا اگرچہ وہ سفر دو دن کے بعد ہی کیونہ ہو لہذا وہ میت کی طرف سے نفقہ کا مستحق نہ ہوگا واللہ سبحنہ اعلم اہ فافہم ۱۲ منہ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
ان سقطت فان عادت وان توطنها سواء قل اوكثر لا تعود وهذا يفيد ان التوطن غير مجرد نية الإقامة خمسة عشر يوماً والظاهر ان معناه ان يتخذها وطناً ولا يحد في ذلك حد افتسقط النفقة ثم العود انشاء سفر لحاجة نفسه ولو بعد يومين فلا يستحق به النفقة على الميت واللہ سبحنہ اعلم² اہ فافہم ۱۲ منہ (م)

¹ ردالمحتار باب صلوة المسافر مطبوعہ دارالکتب العربیہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۵۸۲

² فتح القدیر باب الحج عن الغير مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۳/۶۹

اور جبکہ ایک جگہ نوکر ہو کر رہے اور پندرہ دن کے اندر وہاں سے دوسری جگہ جانا معلوم نہ ہو تو صرف احتمال قاطع اقامت نہ ہوگا ورنہ کوئی وطن اقامت نہ ہو سکے اور اپنے وطن سے مدت سفر پر جولا کھوں آدمی نوکر ہوتے اور برسوں وہاں رہتے ہیں کبھی مقیم نہ ہوں کہ بدلی یا کسی کام پر بھیجے جانے کا احتمال ہر وقت ہے ہذا ما عندی واللہ تعالیٰ اعلم (یہ تو میرے نزدیک ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔) جب یہ امور سب سے معلوم ہو لئے اب مسئلہ مسئلہ کی طرف چلے۔

فأقول: وبالله التوفیق (پس میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔) اوپر معلوم ہو کہ یہاں دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ جہاں متعین ہوا وہ نرا جنگل ہے جائے اقامت نہیں۔ دوسرے یہ کہ محل اقامت ہے جیسے اسٹیشن۔ اور ہر تقدیر پر دو صورتوں ہیں: ایک یہ کہ یہ شخص متعین ہوتے وقت مسافر ہے یعنی تین منزل چل کر آیا اور ہنوز کہیں مقیم نہ ہوا، دوسرے یہ کہ مقیم ہے مثلاً اسی شہر یا اور قریب جگہ کا ساکن ہے اور یہاں شہر سے دو چار کوس کے فاصلے پر متعین ہو آیا یا تو تین منزل طے کر کے مگر شہر میں پندرہ دن کی نیت کے ساتھ ٹھہرا کہ مقیم ہو گیا۔ اور اب یہاں متعین ہو تو چار صورتیں آگئیں:

صورت اولی: مسافر بمعنی مذکور ہے اور یہ جگہ محل اقامت نہیں، اس میں:

(۱) اس میں ابتدائے تعین سے بلا فصل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ دس، برس یہی رہنے کی نسبت اس کے آقائے کہہ دیا اور اس نے بھی ارادہ کر لیا کہ جب وہ مدت سفر سے آیا اور کہیں مقیم نہ ہوا اور یہ محل اقامت نہیں تو جب تک بھی یہاں رہے گا مسافر ہی رہے گا۔

(۲) اگر یہاں سے حکماً خواہ صرف بارادہ خود کسی دوسری جگہ جائے گاراہ میں قصر ہی کرے گا اگرچہ وہ جگہ یہاں سے مدت سفر پر نہ ہو۔

(۳) اُس دوسری جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو وہاں بھی قصر ہی پڑھے اور وہاں سے واپسی میں اور اس مقام پر واپس آ کر بھی، اگرچہ یہاں کتنا ہی ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ ہنوز اس کا سفر بوجہ عدم اقامت ختم نہ ہوا۔

(۴) اگر وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت حکماً خواہ فقط اپنے ارادے سے کی تو وہاں پوری پڑھے گا۔

(۵) جب وہاں سے واپس ہوگا اگر اس جگہ اور مقام تعین میں تین منزل کا فاصلہ ہے تو واپسی میں بھی قصر کرے گا اور یہاں پہنچ کر بھی، اگرچہ یہاں کتنے ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو کہ مدت سفر سے یہاں پہنچ کر اُس کی پھر حالت اولیٰ عود کر آئی اور انشاءً سفر کے سبب اُس اقامت جائے دیگر کا کوئی اثر نہ رہا۔

(۶) اگر بعد اقامت پانزدہ روزہ وہاں سے واپس ہوا اور بیچ میں مدت سفر نہیں تو اب راہ میں بھی پوری

پڑھے گا اور یہاں پہنچ کر بھی کہ قبل سیر سہ روزہ جنگل میں نیتِ اقامت صحیح ہے اور بوجہ عدم انشاء سفر اُس کی وہ اقامت باطل نہ ہوئی نہ وہ وطن اقامت باطل ہوا، اس صورتِ ششم میں اُس کا حکم شقوق صورتِ ثانیہ آئندہ کی طرف عود کا جائے گا۔
صورتِ ثانیہ: مقیم ہے اور یہ جگہ محل اقامت نہیں، اس میں:

(۱) جب تک بعد تعین بلا فصل یہاں رہے گا پوری پڑھے گا کہ مقیم کا بن میں ٹھہرنا سفر نہیں۔
(۲) اگر یہاں سے کہیں مدت سفر سے کم کی نیت سے جائے گا جاتے اور آتے اور وہاں ٹھہرتے ہر حال میں اتمام کرے گا اگرچہ وہاں ایک ہی دن ٹھہرے کہ ہنوز سفر متحقق نہ ہوا۔

(۳) اگر مدت سفر کی نیت سے جائے گا راہ میں قصر کرے گا اور وہاں بھی اگر پندرہ دن نیت نہ کرے ورنہ وہاں پوری پڑھے گا۔
(۴) یہی واپسی میں جب وہاں سے اُس مقام کو بقصدِ واحد واپس آئے گا راہ میں قصر کرے گا۔

(۵) جب یہاں پہنچے گا از انجا کہ مدت سفر سے آیا ہے اور یہ محل اقامت نہیں، اب اس کا حکم شقوق صورتِ اولیٰ گزشتہ کی طرف عائد ہوگا کہ ابتدائے واپسی سے بلا فصل جب تک یہاں رہے گا قصر کرے گا اس آخرہ کہ اب یہاں مسافر بمعنی مذکور ہو کر آیا، بالجملة جب یہاں بعد سفر آئے گا صورتِ اولیٰ ہوگی اور مقیم ہو کر صورتِ ثانیہ یہی دورہ رہے گا،
صورتِ ثالثہ: مسافر بمعنی مذکور ہے اور یہ جگہ محل اقامت جیسے اسٹیشن، اس میں:

(۱) اگر ابتدائے تعین میں معلوم تھا کہ پندرہ دن کے اندر یہاں سے جانا ہے تو مقیم نہ ہوگا قصر ہی پڑھے گا،
(۲) یہاں سے کہیں قبل اقامت جائے راہ میں قصر ہی کرے اور واپسی میں بھی۔

(۳) جب وہاں سے واپس آئے اور اب بھی پندرہ دن کے اندر کہیں جانے کا ارادہ ہے تو یہی شقوق و احکام ہیں۔
(۴) اب وہ ارادہ نہیں یا ابتدائے تعین ہی میں ۱۵ روز کے اندر کہیں جانے کی نیت نہ تھی تو جہی سے یا اب یہاں آکر مقیم ہو جائے گا پوری پڑھے، اس صورتِ چہارم میں اس کا حکم شقوق اربعہ آئندہ کی طرف رجوع کرے گا۔
صورتِ رابعہ: مقیم ہے اور یہ جگہ محل اقامت، اس میں:

(۱) جب تک یہاں رہے گا اتمام کرے گا اگرچہ ایک ہی دن ٹھہرنے کا ارادہ ہو۔
(۲) یہاں سے کہیں جائے اور جاتے اور آتے اور ٹھہرتے اور واپس آکر ہمیشہ پوری پڑھے گا جبکہ وہ جگہ

مدت سفر پر نہ ہو۔

(۳) اگر مدت سفر پر جائے راہ میں قصر کرے اور وہاں پوری پڑھے، اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو، ورنہ وہاں بھی قصر کرے۔

(۴) جب وہاں سے واپس آئے راہ میں قصر کرے یہاں پہنچ کر یہی شقوق و احکام ہیں جبکہ پندرہ دن کے اندر جانے کا ارادہ نہ ہو۔
(۵) اگر بعد واپسی یہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کا ارادہ ہے تو یہاں آ کر بھی مقیم نہ ہوگا کہ یہ وطن اقامت بوجہ سفر باطل ہو گیا اور اب قصد اقامت نہیں، اس صورت پنجم میں اس کا حکم شقوق صورت ثالثہ کی طرف راجع ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۶۷: از اسٹیشن دودھواگھاٹ ضلع کھیری کھیم پور کارخانہ عبداللطیف خاں صاحب ٹھیکہ دار مرسلہ فرخ شاہ خاں
۱۸ جمادی اولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اسٹیشن دودھواگھاٹ ایک جنگل کا مقام ہے اور یہاں پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے اور میں ایک ٹھیکہ دار کا ملازم ہوں اور بظاہر مجھ کو امید ہے کہ اس جگہ میرا قیام جب تک کہ ملازمت قائم ہے برابر رہے گا اسی خیال سے میں پوری نماز ادا کرتا تھا، اب ایک شخص سکھنے پہلی بھیت نے کہا کہ تم کو یہاں پر قصر پڑھنا چاہئے خواہ تم ایک سال رہو یا اندر ہو، لہذا آپ کی خدمت میں یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کا جو حکم ہو اس سے مطلع فرمائے تاکہ شک رفع ہو اور اُس کے مطابق نماز ادا کی جائے۔

الجواب:

جبکہ وہاں نہ آبادی ہے نہ جائے قیام ہے تو اگر یہ وہاں مسافر ہو کر پہنچا یعنی تین منزل سے ارادہ کر کے بیچ میں بغیر سفر توڑے وہاں پہنچا تو جب تک وہاں رہے گا قصر کرے گا اگرچہ کتنی ہی مدت گزرے اور اگر وہاں مقیم ہو کر پہنچا یعنی تین دن کی راہ سے کم فاصلہ وہاں تک تھا یا زیادہ تھا مگر بیچ میں دوسری جگہ ٹھہرنا ہوا آیا کہ پچھلے قصد سے یہاں تک مدت سفر نہ تھی تو جب تک رہے گا پوری پڑھے گا اگرچہ ایک ہی دن رہے قیام کا اصلاً قصد نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶۸: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ غلام جان صاحب طالب علم ۱۸ شوال ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جس پر نماز قصر ہو وہ سفر میں اگر دیدہ و دانستہ بہ نیت زیادہ ثواب، پوری نماز پڑھے گا تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

بیشک گنہگار و مستحق عذاب ہوگا، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صدقۃ تصدق اللہ بہا علیکم فأقبلوا صدقتہ ^۱ ۔	یہ قصر صدقہ ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر صدقہ کیا ہے اس کے صدقہ کو قبول کرو۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶۹: ازاد لدن ضلع جھانسی مرسلہ محمد تقی خاں سب انسپکٹر پولیس اسٹیشن ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں ضلع جھانسی میں ملازم ہوں جو کہ ضلع بدایوں سے قریب ۲۰۰ میل کے فاصلے پر ہے اور مقام جھانسی میں تھانہ ازاد لدن میں تعیناتی ہے پندرہ روز تک کبھی تھانہ میں ٹھہرنا نہیں ہوتا علاقے کے دیہات میں برابر بسلسلہ کار گورنمنٹ تفتیش وغیرہ کے گشت رہتا ہے لہذا التماس ہے کہ ایسی صورت میں نماز قصر پڑھنا چاہئے یا پوری نماز پڑھنا۔

الجواب:

جو مقیم ہو اور وہ دس دس پانچ پانچ بیس بیس تیس تیس کو س کے ارادے پر جائے کبھی مسافر نہ ہوگا ہمیشہ پوری نماز پڑھے گا اگرچہ اس طرح دنیا بھر کا گشت کر آئے جب تک ایک نیت سے پورے چھتیس کو س یعنی ساڑھے ستاون میل انگریزی کے ارادے سے نہ چلے یعنی نہ بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی نیت ہو اور اگر دو سو میل کے ارادے پر چلا مگر ٹکڑے کر کے یعنی بیس میل جا کر یہ کام کروں گا وہاں سے تیس میل جاؤں گا وہاں سے پچیس میل، علیٰ ہذا القیاس مجموعہ دو سو میل تو وہ مسافر نہ ہوگا کہ ایک لخت ارادہ ۵۷ میل کا نہ ہو، ہاں جو مسافر ہے مقیم نہیں وہ جہاں ہے وہاں بھی قصر پڑھے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو، وہاں بھی قصر ہی کرے گا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم کو جائے خواہ زیادہ کو، وہاں بھی قصر ہی کرے گا جب پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کسی محل اقامت میں نہ کرے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۰: از پبلی بھیت محلہ شیر محمد خاں مسئولہ حبیب احمد بریلوی ۲۵ ذی الحجہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص علاقہ نیپال کے جنگل میں منجانب تاجران لٹھ ملازم ہے اور ایسی جگہ رہنا ہوتا ہے جہاں سے ایک یا دو میل یا کم زیادہ کے فاصلے پر آبادی اور زراعت ہوتی ہے تا انگریزی عملداری کے جنگلات میں ملازم ہے جو بصورت متذکرہ بالا ہے یا اسٹیشن ریلوے جنگل میں ہے وہاں سے بھی دو یا تین میل کے فاصلے پر آبادی اور زراعت ہے، اور آقا جب بھیجتا ہے تو کچھ مدت مقرر نہیں کرتا تو ان صورتوں میں ملازم کو نماز قصر ادا کرنا واجب ہے یا پوری؟ اور اگر خود مختار ہے تو اس کو قصر پڑھنا چاہئے یا پوری؟ زید کا قول کہ نماز قصر ادا کرنا واجب ہے کیونکہ اول عملداری ہندو کی ہے یعنی نیپال، دوسرے جگہ اقامت پر نہ آبادی ہے نہ زراعت ہوتی ہے یعنی کچھ فاصلے

^۱ سنن ابی داؤد باب صلوة المسافر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷۰

پر ہے، تیسرے یہ صورت اول میں خود مختار نہیں، آقا جب چاہے منتقل یا علیحدہ کر سکتا ہے اور علمداری انگریزی میں بھی اگر چہ اسٹیشن ہے مگر زراعت نہیں ہوتی ہے نوکری پر بوجہ مذکورہ خود مختار پر بوجہ نہ ہونے زراعت کے قصر واجب ہے، اقامت کی شرائط میں زراعت بھی ہے، عمر کی دلیل یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا جن مقامات اقامت سے ایک میل یا کم یا زیادہ پر زراعت ہوتی ہے مگر فراہمی غلہ وغیرہ میں کوئی دقت پیش نہیں آتی ہے، دوسرے مقام اقامت گو جنگل میں ہے مگر دس بیس پچاس آدمی ہمراہ ہوتے ہیں جو عرصہ تک ایک جگہ مقیم رہتے ہیں، جانور درندہ وغیرہ کا بالکل خوف نہیں ہوتا ہے، تیسرے یہ کہ کوئی آقا ملازم کو جب بھیجتا ہے تو کام ختم کر کے آنے تک کے لئے درمیان میں اگر ضرورت ہوئی تو وہاں سے منتقل یا علیحدہ کر دیا یہ معتبر نہیں، اس صورت میں ارادہ ملازم کا معتبر ہے، اگر پندرہ یوم کا ارادہ ہے تو پوری ادا کرے تو دونوں کی اقتداء درست ہے یا نہیں؟ بینواتو جروا

الجواب:

جو مسافر نہ تھا اور اُس جنگل تک جانے میں بھی اُسے سفر کرنا نہ پڑا کہ فاصلہ تین منزل سے کم تھا، وہ تو ظاہر ہے کہ مقیم تھا اور مقیم رہا اسے قصر حرام ہے اور پوری پڑھنی فرض ہے اگرچہ وہ جگہ زائین ہو۔ بحر الرائق ورد المختار میں ہے:

هذا ان سار ثلاثة ايام والا فتصح ولو في المفازة	یہ اس وقت ہے جب تین دن کا سفر طے کر لیا ہو ورنہ وہ مقیم ہوگا اگرچہ وہ جنگل میں ہو۔ ت)

اور جو مسافر تھا وہاں تک جانے سے مسافر ہوا کہ فاصلہ تین منزل یا زائد کا تھا وہ ضرور مسافر ہے، اگر عادت معلوم ہے کہ جس کام کے لئے بھیجا گیا وہ پندرہ دن یا زائد میں ہوگا اور جگہ ایسی ہو جہاں اقامت ممکن ہے اگرچہ آبادی وہاں سے دو تین میل فاصلہ پر ہو اور زراعت نہ ہو وہاں پہنچ کر مقیم ہو جائے گا اور پوری پڑھنی لازم ہوگی خاص وہاں زراعت ہونا کچھ ضرور نہیں، نہ ہندو کی علمداری ہونا کچھ مانع کہ یہ آمدورفت امان کے ساتھ ہے اس سے تعرض نہیں کیا جاتا۔ در مختار میں ہے: من دخلها بامان فانه يتيم² (جو امان کی بنا پر داخل ہوا وہ نمازی پوری پڑھے۔ ت) اور یہ احتمال کہ شاید کوئی ضرورت پیش آئے اور جس کا نوکر ہے وہ دوسری جگہ بھیجے معتبر نہیں، ایسا احتمال ہر شخص کو ہر حال میں ہے، اور جب نوکر کا یہ حکم ہے تو خود مختار تو بدرجہ اولیٰ جبکہ پندرہ دن یا زائد کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ رد المختار باب صلوة المسافر مطبوع مصطفیٰ البابی مصر ۵۸۱

² در مختار باب صلوة المسافر مطبوع مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۷۱

مسئلہ ۱۲۷۱: از اناوہ محلّہ ثابت گنج مرسلہ محمد ابراہیم خاں صابری مارہروی ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

زید کی سسرال اسکے مکان مسکونہ سے بسفر ریل ۱۱۴ میل کے فاصلے پر ہے اور بیوی بچے اس کے سب سسرال میں رہتے ہیں مگر زید اپنے کاروبار کی وجہ سے زیادہ تر اپنے مسکن پر رہتا ہے اور بال بچے جو اس کے سسرال میں رہتے ہیں بلکہ ضرورۃً عرصہ ۸ ماہ سے ان کو وہاں چھوڑ رکھا ہے ایسی صورت میں جب زید اپنے مسکن سے اپنے بال بچوں میں ہونے کے واسطے بایں ارادہ گیا کہ میں چوتھے روز یا پندرہ دن کے بعد یا مہینہ بھر کے بعد واپس آؤں گا تو اس پر قصر واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی موقع سے اس نے قصر نماز ادا نہ کی ہو جس کو کہ وہ اپنے علم کے موافق قصر نہیں جانتا مگر شرعی اصول کے موافق اس پر قصر واجب ہو تو اس کے ذمہ کچھ مواخذہ ہے یا نہیں؟

الجواب:

جبکہ مسکن زید کا دوسری جگہ ہے اور بال بچوں کا یہاں رکھنا عارضی ہے تو جب یہاں آئے گا اور پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کرے گا قصر کرے گا اور پندرہ دن یا زیادہ کی نیت سے مقیم ہو جائے گا پوری نماز پڑھے گا جس پر شرعاً قصر ہے اور اس نے جملہ پڑھی اُس پر مواخذہ ہے اور اس نماز کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۲: از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مرسلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل میں ایک کثیر عملہ ریلیونگ رہتا ہے جسکا یہی کام کہ ہفتہ عشرہ ایک دن دودن زیادہ کم کسی ملازم ریلوے کے بیمار ہو جانے تخفیف میں آجانے رخصت جانے پر اس کی جگہ رہتے ہیں جس سے کہیں بیس دن مہینہ اور زیادہ دودو چار چار دن ہی رہنا پڑتا ہے ان کے لیے نماز میں قصر کا حکم ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر اپنے مقام سے ساڑھے ستاون (۵۷۱/۲) میل کے فاصلے پر علی الاطلاق جانا ہو کہ وہیں جانا مقصود ہے بیچ میں جانا مقصود نہیں اور وہاں پندرہ دن کامل ٹھہرنے کا قصد نہ ہو تو قصر کریں گے ورنہ پوری پڑھیں گے، ہاں یہ جو بھیجا گیا اگر اس وقت حالت سفر میں ہے مقیم نہیں تو کم و بیش جتنی دور بھی بھیجا جائے گا مسافر ہی رہے گا جب تک پندرہ کامل ٹھہرنے کی نیت نہ کرے یا اپنے وطن نہ پہنچے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷۳: از شہر محلّہ بہاری پور مسئلہ نواب وزیر احمد خاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج قصد تلمس اس وقت دس بجے کی گاڑی سے ہے تلمس تک قصر نہیں تلمس سے قصد رامپور کا ہے تلمس سے رامپور تک قصر ہے لیکن درمیان میں بریلی پڑھے گی اتنا نہیں ہوگا اس صورت میں قصر کیا حکم ہے۔ تلمس میں بھی قصر پڑھا جائے یا نہیں اور اگر تلمس میں قصد رامپور کا فسخ ہو جائے تو قصر کو قصر کیا جائے یا نہیں؟

بینوا تو جروا

الجواب: یہاں سے تلہر تک اور تلہر کے قیام تک قصر نہ کریں جب تلہر سے بخط مستقیم رامپور کا ارادہ ہو تو راہ میں بھی اور رامپور میں بھی اور بریلی تک واپس آنے میں بھی قصر کریں، رامپور جانے میں اگرچہ بریلی کے اسٹیشن پر گزر ہو گا مگر وہ بریلی میں گزر نہیں کہ قصر کا قصر کر دیں اس لئے کہ یہاں اسٹیشن خارج شہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۴: از سنبھل مراد آباد محلہ دیپاسرائے مسئلہ مولوی محمد ایوب صاحب ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ

مسافر اگر نمازی پوری چار رکعت پڑھا دے تو مقیمین کی نماز ہوگی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

مسافر اگر بے نیت اقامت چار رکعت پوری پڑھے گنہ گار ہو گا اور مقیمین کی نماز اس کے پیچھے باطل ہو جائیگی اگر دو رکعت اولیٰ کے بعد اس کی اقتداء باقی رکھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۵: از پبلی بھیت محلہ پنجابیاں مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص اپنے وطن اصلی سے سفر کر کے دوسری جگہ میں جو سفر شرعی تین منزل سے زائد ہے بضرورت تعلقات تجارت یا نوکری وغیرہ کے جا رہا ہو مگر اہل و عیال اس کے وطن اصلی میں ہوں اور اکثر قیام اُس کا وطن ثانی میں رہنا ہو گا ہی، سال بھر میں مہینہ دو مہینہ کے واسطے اہل و عیال میں بھی رہ جاتا ہو یا بعض اہل کو ہمراہ لے جائے اور بعض کو وطن چھوڑ جائے یا کل متعلقین ہمراہ لے جائے صرف مکانات وغیرہ کا تعلق وطن اصلی میں باقی ہو اور ان سب صورتوں میں ان کا زیادہ تر اور اکثر قیام وطن ثانی میں رہتا ہے اور کم اتفاق رہنے کا وطن اصلی میں ہوتا ہے اور بظاہر وجہ قیام ثانی کے وہی تعلقات جدید ہیں اور در صورت قطع تعلقات جدیدہ کے وطن اصلی میں واپس آجائے گا بھی قصد رکھتا ہے ایسی صورت میں یہ شخص کہیں سے سفر کرتا ہوا وطن ثانی میں آئے اور ۱۵ روز قیام کا قصد نہ رکھتا ہو تو صلاۃ رباعیہ کو پورا پڑھے مثل وطن اصلی کے یا قصر کرے مثل مسافروں کے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

جبکہ وہ دوسری جگہ نہ اس کا مولد ہے نہ وہاں اس نے شادی کی نہ اسے اپنا وطن بنالیا یعنی یہ عزم نہ کر لیا کہ اب یہیں رہوں گا اور یہاں کی سکونت نہ چھوڑوں گا بلکہ وہاں کا قیام صرف عارضی رہ بنائے تعلق تجارت یا نوکری ہے تو وہ جگہ وطن اصلی نہ ہوئی اگرچہ وہاں بضرورت معلومہ قیام زیادہ اگرچہ وہاں برائے چندے یا تا حاجت اقامت بعض یا کل اہل و عیال کو بھی لے جائے کہ بہر حال یہ قیام بیک وجہ خاص سے ہے نہ مستقل و مستقر، تو جب وہاں سفر سے آئے گا جب تک ۱۵ دن کی نیت نہ کرے گا قصر ہی پڑھے گا کہ وطن اقامت سفر کرنے سے باطل ہو جاتا ہے۔

در مختار میں ہے وطن اصلی، آدمی کی جائے ولادت ہے

فی الدر المختار الوطن الاصلی و هو موطن

ولادته وتأهله وتوطنه ¹ ۔	یا وہاں اس نے شادی کی ہو یا اس نے وہاں اسے اپنا وطن بنایا ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله "وتأهله" یعنی اس نے وہاں شادی کی، شرح المنیہ میں ہے کہ اگر مسافر نے کسی شہر میں شادی کر لی اور وہاں اقامت نہ کی تو قول یہ ہے کہ وہ مقیم نہیں ہوگا اور ایک قول میں مقیم ہو جائے گا یہی مختار ہے۔ اس کا قول "وتوطنه" یعنی اگرچہ وہاں شادی نہیں کی مگر ٹھہرنے اور کوچ نہ کرنے کا عزم کر لیا، اگر آدمی کے ایک شہر میں والدین ہیں لیکن وہ جگہ اس کی جائے ولادت نہیں اور نہ ہی اس نے وہاں شادی کی ہے تو وہ شہر اس کا وطن نہ ہوگا البتہ اس صورت میں کہ وہاں ٹھہرنے کا ارادہ کرے اور سابقہ وطن ترک کر دے۔ شرح المنیہ۔ (ت)	قوله وتأهله ای تزوجه قال فی شرح المنیة ولو تزوج المسافر بلد ولم ينو الاقامة به فقیل لا یصیر مقیمًا وقیل یصیر مقیمًا وهو الاوجه، قوله أوتوطنه ای عزم علی القرار فیہ وعدم الارتحال وان لم يتأهل فلو كان له ابوان بلد غیر مولده وهو بالغ ولم يتأهل به فلیس ذلك وطنًا الا اذا عزم علی القرار فیہ وترك الوطن الذی كانه له قبله ² ۔ شرح المنیة۔

توضیح میں ہے:

ویبطل وطن الاقامة بثلثة والاصلی والسفر ³ ۔	وطن اقامت وطن اقامت، وطن اصلی اور سفر سے باطل ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ در مختار باب صلوة المسافر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۸/۱

² ردالمحتار باب صلوة المسافر مصطفیٰ البانی مصر ۱/۵۸۶

³ در مختار باب صلوة المسافر، مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۸/۱

باب الجمعة

(نماز جمعہ کا بیان)

مسئلہ ۱۲۷۶: مرسلہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب مدرس اول مدرسہ عربیہ اکیبریہ ۷ محرم ۱۳۰۶ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دیہات میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ آبادی جس کی مسجد میں اس کے ساکن نہ سما سکیں شہر ہے یا گاؤں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

دیہات میں جمعہ ناجائز ہے اگر پڑھیں گے گنہگار ہوں گے اور ظہر ذہ سے ساقط نہ ہوگا۔

در مختار میں ہے کہ قنیہ میں ہے کہ عید کی نماز دیہاتوں میں مکروہ تحریمی ہے یعنی نہ ایسی شئی میں مصروف ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ شہر کا ہونا صحت عید کے لئے شرط ہے انتہی
اقول: جمعہ بطریق اولیٰ مکروہ تحریمی ہوگا کیونکہ اس جمعہ کی صورت میں ترک ظہر ہوگا جو فرض ہے یا ترک جماعت ہوگا حالانکہ وہ واجب ہے، باوجود اجتماع اور عدم مانع کے تنہا نماز ادا کرنا ترک جماعت سے الگ خرابی ہے کیونکہ جو جماعت سے الگ گھر میں نماز ادا کرے گا اس نے جماعت ترک کر دی اور ایک وقت میں مسجد میں حاضر

فی الدر المختار فی القنیۃ صلوۃ العید فی القرۃ تکرہ تحریمای لانہ اشتغال بما لا یصح لان البصر شرط الصحۃ^۱ انتہی
اقول: فالجمعة اولی لانہ فیہا مع ذلک اما ترک الظہر وهو فرض او ترک جماعته وہی واجبة ثم الصلوۃ فرادی مع الاجتماع، وعدم المانع شنیعة اخرى غیر ترک الجماعة فان من صلی فی بیتہ منعز لا عن الجماعة فقد ترک الجماعة وان صلا

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۳

فرادی حاضرین فی المسجد فی وقت واحد فقد ترکوا الجماعة واتوا بهذه الشنیعة زیادة علیہ فیؤدی الی ثلث مخطورات بل اربع بل خمس لان ما یصلونہ لہا لم یکن مفترضاً علیہم کان نفلًا واداء النفل بالجماعة والتداعی مکروہ ثم ہم یعتقدونہا فریضة علیہم و لیس کذلک فہذہ خامسة وھذان مشترکان بین الجمعة والعیدین۔	لوگ تنہا نماز ادا کرتے ہیں تو انھوں نے جماعت ترک کردی اور انھوں نے ایسا عمل کیا جو اس خرابی پر اضافہ ہے پس اب تین بلکہ چار، نہیں بلکہ پانچ ممنوعات لازم آجاتے ہیں کیونکہ جو نماز انھوں نے ادا کی وہ ان پر فرض نہ تھی بلکہ وہ ان پر نفل تھی اور نفل کو جماعت اور تداعی کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے پھر ان کا اسے اپنے فرض ماننا حالانکہ وہ فرض نہیں یہ پانچویں خرابی ہے اور یہ دونوں چیزیں جمعہ اور عیدین کے درمیان مشترک ہیں۔

صحتِ جمعہ کے لئے شہر شرط ہے، اور شہر کی یہ تعریف کہ جس کی اکبر مساجد میں اس کے سکان جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ تندرست نہ سما سکیں، ہمارے ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے ظاہر الروایہ کے خلاف ہے اور جو کچھ ظاہر الروایہ کے خلاف ہے مرجوع عنہ اور متروک ہے کما فی البحر الرائق والخیرۃ ورد المحتار وغیرہا (جیسا کہ بحر الرائق، خیر یہ اور رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ ت) اور فتویٰ جب مختلف ہو تو ظاہر الروایہ پر عمل واجب ہے کما فی البحر والدر وغیرہما (جیسا کہ بحر اور در وغیرہ میں ہے۔ ت)

اقول: محققین تصریح فرماتے ہیں کہ قول امام پر فتویٰ واجب ہے اس سے عدول نہ کیا جائے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں اگرچہ مشائخ مذہب قول صاحبین پر افتاکریں

اللھم الا لضعف دلیل او تعامل مخالفہ نص علی ذلک العلامة زین بن نجیم فی البحر والعلامة خیر الدین الرملى فی فتاواہ وشيخ الاسلام صاحب الهداية فی التجنیس والمحقق حیث اطلق فی الفتح والسید احمد الطحطاوى والسید الشامی فی حواشی الدر وغیرہم من اجلة العلماء الکرام الغرکما بینناہ فی کتاب النکاح من عطایا النبویة فی الفتاوى الرضویة۔	اے اللہ! مگر یہ دلیل کمزور ہو یا عمل اس کے خلاف ہو اس پر علامہ زین بن نجیم نے بحر میں، علامہ خیر الدین رملى نے اپنے فتاویٰ میں، شیخ السلام صاحب الہدایہ نے تجنیس میں، محقق نے فتح میں، شریف طحطاوی اور سید شامی نے حواشی در میں اور دیگر علماء اجلہ نے اس پر تصریح کی ہے جیسا کہ ہم نے اسے "العیایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کے کتاب النکاح میں بیان کیا ہے۔ (ت)

تو جہاں قول صاحبین بھی امام ہی کے ساتھ ہے ایک روایت نوادر صرف بوجہ اختلاف فتاویٰ متاخرین کیونکہ معمول و مقبول اور ائمہ ثلاثہ کا ظاہر الروایہ میں جو ارشاد ہے متروک و لائق عدول ہو، لاجرم شرح نقایہ و مجمع الانہر میں

تصریح فرمائی ہے کہ شہر کی یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں کماستسمع نصہ (جیسا کہ عنقریب اس پر آپ نص سنیں گے۔ ت)

اقول: معذرا ہمارے ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم نے جو اقامت جمعہ کے لئے مصر کی شرط لگائی اس کا ماخذ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ کی حدیث صحیح ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ و عبدالرزاق نے اپنی مصنفات میں روایت کیا:

لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظيمة ¹ ۔	جمعہ، تکبیرات تشریق، عید الفطر اور عید الاضحیٰ خارج شہر یا بڑے شہر میں ہو سکتے ہیں، (ت)

ظاہر ہے کہ اس روایت غریبہ کی تعریف بہت سے چھوٹے چھوٹے مزرعوں پر صادق جنھیں کوئی مصر جامع یا مدینہ نہ کہے گا کما اذشار الیہ العلامة الطحطاوی فی حاشیۃ العلائی (جیسا کہ علامہ طحطاوی نے حاشیۃ العلائی میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ت) تو اس کا اختیار اصل مذہب سے عدول اور ماخذ کا صریح خلاف ہے اور گویا مخالفوں کے اس اعتراض کا پورا کر لینا ہے کہ حنفیہ نے یہ شرط بے توقیف شارع اپنی رائے سے لگالی اس کے سوا عند تحقیق اس پر بہت اشکال وارد ہیں جن کی تفصیل کو دفتر درکار ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ وہ پاک مبارک دوشجر جس کی مصریت پر اتفاق ہے اور ان میں زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمعہ قائم یعنی مدینہ و مکہ زاد ہما اللہ تعالیٰ شرقاً و تکریماً اس تعریف کی بنا پر وہی شہر ہونے سے خارج ہوئے جاتے ہیں ماصرح بہ العلامة ابراہیم الحلبي فی الغنیة والعلامة السید احمد الطحطاوی فی حاشیۃ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح (جس طرح کہ علامہ ابراہیم حلبي نے غنیہ میں اور علامہ السید احمد طحطاوی نے حاشیۃ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں تصریح کی ہے۔ ت) تو اس کی بے اعتباری میں کیا شبہ ہے۔ صحیح تعریف شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں دوا می بازار ہوں، نہ وہ جسے پیٹھ کہتے ہیں، اور وہ پر گنہ ہے کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں اور اُس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو جس کی حشمت و شوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ جہاں یہ تعریف صادق ہو وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ جائز ہے۔ ہمارے ائمہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہی ظاہر الروایہ ہے،

کما فی الهدایة والخانیة والظہیریة والخلصة والعنایة والدرالمختار والہندیة وغیرہا۔	جیسا کہ ہدایہ، خانۃ، ظہیریہ، خلاصہ، عنایہ، حلیہ، غنیہ، درمختار اور فتاویٰ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

¹ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوة من قال لا جمعة الخ مطبوعہ دار الفکر القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰۱۲ھ، مصنف لعبدالرزاق باب القری الصغار مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۶۷/۳

اور یہی مذہب ہمارے امام اعظم کے استاذ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد خاص حضرت امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے،

جیسا کہ مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ ہمیں ابن جریج نے حضرت عطاء بن ابی رباح سے بیان کیا کہ جب تم کسی جامع قریہ میں ہوں تو وہاں جمعہ کے لئے اذان ہو تو تم پر جمعہ کے لئے جانا فرض ہے خواہ اذان سنی ہو یا نہ، کہتے ہیں میں نے عطا سے پوچھا کہ جامعہ قریہ کون سا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا جس میں جماعت، امیر، قاضی اور متعدد کوچے اس میں ملے جلے ہوں جس طرح جدہ ہے۔ (ت)	كما في مصنف عبدالرزاق حمد ثنا بن جریج عن عطاء بن ابی رباح قال اذا كنت في قرية جامعة فتودی بالصلوة من يوم الجمعة فحق عليك ان تشهدا سمعت النداء ولم تسبعه¹ قال قلت لعطاء ما لقرية الجامعة قال ذات الجماعة والامير والقاضى والدور المجتمة غير المفترقة الاخذ بعضها ببعض مثل جدّة²۔

اور یہی قول امام ابوالقاسم صفار تلمیذ التلمیذ امام محمد کا مختار ہے کہا فی الغنیۃ (جیسا کہ غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو امام کرخی نے اختیار فرمایا کہا فی الہدایۃ (جیسا کہ ہدایہ میں ہے۔ ت) اسی پر امام قدوری نے اعتماد کی کہا فی مجمع الانہر (جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے۔ ت) اسی کو امام شمس الائمہ سرخی نے ظاہر المذہب عندنا (ہمارے نزدیک ظاہر مذہب یہی ہے۔ ت) فرمایا کہا فی الخلاصۃ (جیسا کہ خلاصہ میں ہے۔ ت) اسی پر امام علاء الدین سمرقندی نے تحفہ الفقہاء اور ان کے تلمیذ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع شرح تحفہ میں فتویٰ دیا کہا فی الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ یلے۔ ت) اسی پر امام فقیہ النفس قاضی خاں نے جزم و اقتصار کیا کہا فی فتاواہ (جیسا کہ ان کے فتاویٰ میں ہے۔ ت) اور اسی کو شرح جامع صغیر میں توکل معتمد فرمایا کہا فی الحلیۃ والغنیۃ (جیسا کہ حلیہ اور غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو امام شیخ الاسلام برہان الدین علی فرغانی نے مرجع رکھا کہا فی شرح المنیۃ (جیسا کہ شرح منیہ میں ہے۔ ت) اسی کو مضمورات میں اصح ٹھہرایا کہا فی جامع الرموز (جیسا کہ جامع الرموز میں ہے۔ ت) ایسا ہی "جوہر الاخلاطی میں لکھ کر ہذا اقرب الاقاویل الی الصواب (اقوال میں سے یہ قول صواب کے زیادہ قریب ہے۔ ت) کہا کہا رأیتہ فیہا (جیسا کہ اس میں مروی دیکھا ہے۔ ت) ایسا ہی "غیاثیہ میں لکھا کہا فی الغنیۃ (جیسا کہ غنیہ میں ہے۔ ت) اسی کو "تاریخ خانہ میں

¹ المصنف عبدالرزاق باب القرى الصغار مطبوعہ المكتب الاسلامی بیروت ۱۶۸/۳

² غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

۱۲ علیہ الاعتماد (اسی پر اعتماد ہے۔ ت) فرمایا کہ فی الہندیۃ (جیسا کہ ہندیہ میں ہے۔ ت) اسی کا^{۱۳} غایہ شرح ہدایہ و غنیۃ^{۱۴} شرح منیۃ و^{۱۵} مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر^{۱۶} و^{۱۷} اجوام و^{۱۸} شرح نقایہ قسمستانی میں صحیح کہا اخیر میں ہے یہی قول معمول علیہ ہے اسی کو^{۱۹} ملتقی الابحر میں مقدم و ماخوذ بہ ٹھہرایا اسی پر^{۲۰} کنز الدقائق و^{۲۱} کافی شرح وافی و^{۲۲} نور الایضاح و^{۲۳} علمگیریہ میں جزم و اقتصار کیا قول دیگر کا نام بھی لیا اسی کو^{۲۴} غنیۃ شرح ہدایہ میں علیہ اکثر الفقہاء (اکثر فقہاء اسی پر ہیں۔ ت) فرمایا کہ فی حاشیۃ المراقی للعلامة الطحطاوی (جیسا کہ علامہ طحطاوی کی مراقی الفلاح کے حاشیہ میں ہے، ت) اسی کو^{۲۵} علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نور الایضاح میں اصح و علیہ الاعتماد (اسی پر اعتماد ہے۔ ت) فرمایا، اسی پر^{۲۶} علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ شرنبلالیہ میں اعتماد اور قول آخر کار و بلیغ کیا، اسی پر^{۲۷} امام ابن المہام محمد و^{۲۸} علامہ اسماعیل نابلسی و^{۲۹} علامہ نوح آفندی و^{۳۰} علامہ سید احمد حموی وغیرہم کبرائے اعلام نے بنائے کلام فرمائی شرح کل ذلك يطول (ہر ایک کی شرح طویل ہے۔ ت) علامہ ابراہیم حلبی شرح منیۃ میں فرماتے ہیں:

شہر کی وہ صحیح تعریف جسے صاحب ہدایہ نے پسند کیا ہے یہ ہے کہ وہاں امیر اور قاضی ہو جو احکام نافذ اور حدود قائم کر سکیں، اور صاحب وقایہ کے پہلی تعریف کو اختیار کرنے پر ان کی طرف سے صدر الشریعہ کا یہ عذر کرنا کہ احکام شرع خصوصاً حدود کے نفاذ میں سستی کا ظہور ہو رہا ہے کمزور ہے کیونکہ مراد اقامت حدود پر قادر ہونا ہے جیسے کہ تحفۃ الفقہاء میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تصریح ہے کہ وہ شہر کبیر ہو اس میں شاہراہیں، بازار اور وہاں سرائے ہوں اور اس میں کوئی نہ کوئی ایسا والی ہو جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو خواہ اپنے دبدبہ اور علم کی بنا پر یا غیر کے علم کی وجہ سے تاکہ حوادث میں اس کی طرف رجوع کر سکیں اور یہی اصح ہے اھ (ت)	الحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذي له امير وقاض ينفذ الاحكام ويقيم الحدود وتزييف صدر الشريعة له عند اعتذاره عن صاحب الوقاية حيث اختار الحد المتقدم ذكره بظهور التواني احكام الشرع سيما في اقامة الحدود في الامصار مزيف بان المراد القدرة على اقامة الحدود على ما صرح به في التحفة الفقهاء عن ابي حنيفة رضى الله تعالى عنه انه بلدة كبيرة فيها سكة واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمتة وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما تقع من الحوادث وهذا هو الاصح^۱ اھ

^۱ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

ملتقى الابخر و مجمع الانهر میں ہے:

امام سرخسی کے بقول یہی ظاہر مذہب ہے امام کرخی و قدوری کا بھی یہی مختار ہے۔ بعض کے نزدیک یہ صاحب وقایہ اور صدر الشریعہ وغیرہ کا قول ہے اور شہر کی یہ تعریف (کہ اگر اس کی بڑی مسجد میں اہل شہر جمع ہوں تو وہ ان کی گنجائش نہ رکھے، یہ امام ٹلخی کا مختار ہے صیغہ تمریض کے ساتھ وارد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے فرمایا کہ یہ تعریف محققین کے ہاں صحیح نہیں باوجودیکہ پہلی تعریف وجود سلطان اور نائب سلطان کے موافق اور امام نے جو کچھ فرمایا اس کے مناسب ہے، اور غایہ میں ہے کہ یہی صحیح ہے اھ ملخصاً یہ فی الجملہ گفتگو ہے تفصیل کے لئے دوسرا مقام ہے واللہ سبحانه وتعالى اعلم (ت)	هو ظاهر المذهب على مانص عليه السرخسى وهو اختيار الكرخى القدورى، وقيل قائله صاحب الوقاية وصدر الشريعة وغيرهما ما لو اجتمع اهله في اكبر مساجده لا يسعهم و هو اختيار الثلجى وانما اورد بصيغة التمریض لانهم قالوا ان هذا الحد غير صحيح عند المحققين مع ان الاول يكون ملائماً بشرط وجود السلطان ونائبه ومناسباً لما قاله الامام رحمه الله تعالى، وفي الغاية هو الصحيح¹ اھ ملخصاً هذا جملة الكلام وللتفصيل محل آخر، واللہ سبحانه وتعالى اعلم

مسئلہ ۱۲۷۷: از کلانور ضلع گورداسپور مرسلہ شیخ مراد علی صاحب ۲۱ صفر ۱۳۰۹ھ

بشرف خدمت باعظمت من مولانہ فیاض دارین حضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب مقیم بریلی زاد اللہ فیضانہ، بعد السلام علیکم و تمنائے زیارت خدمت شریف میں عرض یہ ہے کہ نماز جمعہ کی فرضیت میں اختلاف چلا آتا ہے اس سے اطمینان حال نہیں بعض عالم فاضل قابل فتویٰ کے فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کی عین فرض ہے کوئی کوئی امر حالات موجودہ سلطنت سے اُس کی فرضیت کا مانع نہیں خالصاً بلا شک و شبہ عین فرض یقیناً نماز جمعہ پر آمناً و صدقاً سے یقین رکھنا چاہئے اور جو بعد نماز جمعہ کے احتیاطی فرض نماز پیش کے پڑھے جاتے ہیں یہ نہیں پڑھنے چاہئیں، اور بعض بعض عالم فاضل لائق فتویٰ کے بنظر حالات سلطنت وقت کے فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ عین فرض تھی مگر اس وقت بوجہ نہ ہونے سلطنت اسلام کے وہ فرضیت جو دراصل تھی اب وہ نہیں رہی نماز جمعہ کی بجائے فرضیت کے بمنزلہ مستحب کے فرماتے ہیں اور فتویٰ دیتے ہیں کہ نماز جمعہ کی ایک بڑا بھاری رکن اسلام کا ہے اس کا ترک اور ان کا مطلقاً چھوڑنا اچھا نہیں بہر حال پڑھنا نماز جمعہ ثواب اور اچھا ہے اور ساتھ اس کے

¹ مجمع الانهر شرح ملتقى الابخر باب الجمع مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۶۶۱ و ۱۶۷۱

یہ بھی فتویٰ فرماتے ہیں کہ بعد نماز جمعہ کے احتیاطاً نماز سب پیشیں کی معہ فرضوں کے پڑھ لینا ضرور چاہئے، اس واسطے جناب میں التماس پیش کیا جاتا ہے کہ جناب اس میں کس طرح فرماتے ہیں آیا مطابق فرقہ علمائے اول کے جو عین فرضیت کا فتویٰ فرماتے ہیں یا برخلاف اُس کے اور مطابق فرقہ علمائے گروہ ثانی کے جو مستحب فرماتے ہیں اور پیچھے نماز جمعہ کے جملہ نماز پیشیں معہ فرضوں کے احتیاطاً پڑھ لینا فرماتے ہیں جناب بالتشریح اسے درخواست کے محاذ پر مفصل حال جو جناب کے فتویٰ سے بہتر اور اولیٰ ہو تحریر فرمادیں تاکہ ان دونوں فریق کی بحث مختلف سے یک سوا طمینان حاصل ہو فقط ۲۲ ماہ ستمبر ۱۸۹۱ء

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ! حق اور درستی کی رہنمائی فرما۔ ت) اصل فرضیت جمعہ میں کسی کو کلام نہیں کہ وہ نہ صرف جمع علیہا یا نص قطعی سے ثابت بلکہ اعلیٰ واجل ضروریات دین سے ہے مگر جمعہ باجماع امت مشروط ہے، ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے جو شرائط اس کے لئے معین فرمائے شک نہیں کہ ان بلاد میں ان کا پورا پورا اجتماع قدرے محل اشتباہ و نزاع معہذا یہاں عائمہ بلاد میں جماعات جمعہ متعدد ہوتی ہیں اور اگرچہ مذہب مفتی بہ میں تعدد جمعہ مثل عیدین مطلقاً جائز، اسی پر کنز و آوانی و سکانی و ملتقی و تنویر و ہندیہ و طحاوی و شامی وغیرہا میں اعتماد فرمایا امام اجل مفتی الجن وانس نجم الدین نسفی پھر علامہ ابن وہبان نے اپنے منظومہ اور علامہ یوسف چلبی نے ذخیرۃ العقبیٰ اور علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں اسی کو قول صحیح امام اعظم و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما بتایا،^{۱۳} شرح وقایہ میں ہے بہ یفتی (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) ^{۱۴} شرح المسحج للعلامہ البدر العینی میں ہے: علیہ الفتویٰ (اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) ^{۱۵} فتح القدیر میں ہے: علی المفتی بہ (مفتی بہ قول پر۔ ت) ^{۱۶} محیط شمس الائمہ سرخسی میں ہے۔ ت) ^{۱۷} الصحيح وبہ ناخذ (صحیح ہے اور ہم اسی پر عمل پیرا ہیں، ت) ^{۱۸} تبیین الحقائق و البحر و فتح و شرح وہبانیہ و ^{۱۹} منہج الغفار و ^{۲۰} عقود الدریہ وغیرہا میں ہے: الاصح (زیادہ صحیح ہے۔ ت) بحر الرائق و ^{۲۱} در مختار میں ہے: علی المذہب (مذہب پر۔ ت) حتی کہ علامہ حسن شرنبلالی و علامہ محمد بن علی علانی وغیرہا نے قول آخر کے ضعیف ہونے کی تصریح فرمائی مگر عند التحقيق روایت عدم جواز تعدد بھی ساقط نہیں بلکہ مذہب کا باقوت قول ہے امام طحاوی و ^{۲۲} ترمذی و ^{۲۳} صاحب مختار نے اسی کو اختیار فرمایا، امام فقیہ النفس قاضی خاں نے خانہ میں اسی کو مقدم رکھا، ^{۲۴} ہنزاتہ المفتین میں اسی پر اقتصار کیا، ^{۲۵} عتابی و ^{۲۶} اخلاطی نے اُسی کو اظہر اور ^{۲۷} جوامع فقہ میں اظہر الروایتیں اور امام ملک العلماء ابو بکر مسعود نے ظاہر الروایہ کہا، ^{۲۸} تکملہ رازی میں ہے: بہ ناخذ (ہم اسی پر عمل پیرا ہیں۔ ت) ^{۲۹} حاوی القدسی میں ہے علیہ الفتویٰ (فتویٰ ایسی پر ہے۔ ت) بدائع امام ملک العلماء میں ہے۔ علیہ الاعتماد (اعتماد اسی پر ہے۔ ت) ^{۳۰} جواہر الاخلاطی

میں ہے ہو الصحيح وهو الاصح وعليه الفتوى (یہی صحیح اور یہی اصح اور اسی پر فتویٰ ہے۔ ت) آفندی شامی فرماتے ہیں فہو قول معتمد فی المذہب لا قول ضعیف (پس یہی یہاں معتمد قول اور مذہب ہے ضعیف قول نہیں ہے) ان وجوہ کی نظر سے ائمہ مرو و اکثر مشائخ بخارا و اصحاب امام عبد اللہ حکم شہید و اصحاب امام شیخ ابی عمرو و اسانذہ صاحب مختار الفتاویٰ وغیر ہم جمہور ائمہ دین و علمائے معتمدین نے ایسی جگہ ان چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا اور اسی کی محیط، ربانی و فتاویٰ ظہریہ و فتاویٰ حجب و واقعات و مطلب و مختار الفتاویٰ و نہار و کافی و جامع المصنرات و خزینۃ المفتین و فتح القدر و شرح المجمع و فتاویٰ سراجیہ و اتار تار خانہ و حلیہ و اغنیہ و صغیری و مجمع الانہر و تیسیر المقاصد و نہر الفائق و عالمگیریہ و فتاویٰ صوفیہ و خزائنہ الروایات و تہنیہ و حاوی و اغراب و فتاویٰ رحمانیہ و طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح وغیرہا میں تصریح کی اسی کو امام الحسن و امام ترمذی و قاضی بدیع الدین و محقق ابن جرباش و ابن الشنہ و شیخ الاسلام جد ابن الشنہ و علامہ باقانی^۱ مقدسی و علامہ ابوسعود و محقق شامی و جماعت کثیرہ شرح ہدایا و غیرہا وغیرہم ائمہ و علماء نے اختیار فرمایا علامہ ابراہیم حلبی نے اسی کو اولیٰ اور امام محمود عینی نے احسن و احوط اور علامہ باقانی نے ہو الصحيح (یہی صحیح ہے۔ ت) اور سراجیہ میں ہو حسن (یہ حسن ہے۔ ت) اور حجب و مضمرات وغیرہا میں الصحيح المختار (صحیح مختار۔ ت) رکھا ان سب کتب و علماء کے نصوص فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کئے یہاں بقدر حاجت صرف دو تین عبارت پر اقتصار ہوتا ہے امام محقق علامہ محمد بن امیر الحاج حلبی حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

بعض شرائط جمعہ کے فقدان کی وجہ سے بعض اوقات صحت جمعہ میں شک واقع ہو جاتا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو اور یہ واقعہ اہل مرو کا ہے لہذا وہی کیا جائے جو اہل مرو نے کیا تھا، محسن کہتے ہیں کہ جب جواز جمعہ میں علماء کے اختلاف کے باوجود جب اہل مرو نے دو جگہ جمعہ شروع کیا تو انہیں ائمہ نے حکم دیا کہ وہ جمعہ کے بعد ضروری طور پر چار رکعت فرض ظہر احتیاطاً ادا کریں۔ (ت)	قد يقع الشك في صحة الجمعة بسبب فقد بعض شروطها ومن ذلك ما اذا تعدت في المصروهي واقعة اهل مرو فيفعل ما فعلوه قال المحسن لما ابتلى اهل مرو باقامة الجمعة في موضعين مع اختلاف العلماء في جوازها امرائهم بآداء الاربع بعد الجمعة حتما احتياطاً¹۔

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

¹ حلیہ المحلی شرح منیہ المصلیٰ فصل فی صلوٰۃ الجمع، غنیہ المستملیٰ شرح منیہ المصلیٰ فصل فی صلوٰۃ الجمعہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۲

عن هذا وعن الاختلاف في المصير قالوا في كل موضع وقع الشك في جواز الجمعة ينبغي ان يصلى اربع ركعات ينوي بها الظهر فلا ولي هو الاحتياط لان الخلاف فيه قوي وكون الصحيح جواز التعدد للضرورة للفتوى لا يمنع شرعية الاحتياط للفتوى ¹ (ملخصاً)	اس اختلاف اور تعریف شہر میں اختلاف کی وجہ سے فقہاء نے فرمایا ہے کہ جس جگہ جواز جمعہ میں شک ہو وہاں ظہر کی نیت سے چار رکعات ادا کرنی چاہئیں، تو احتیاط ہی بہتر ہے کیونکہ یہاں بڑا سخت اختلاف ہے اور جمعہ کا ضرورت کے پیش نظر متعدد جگہ پر جواز کے فتویٰ کا صحیح ہونا شرعاً تقویٰ کے طور پر احتیاط کے منافی نہیں۔ (ملخصاً) (ت)

امام اجل ظہیر الملتہ والدین مرغینانی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

اکثر مشائخ بخارا عليه ليخرج عن العهدة ² بيقين۔	مشائخ بخارا کی اکثریت کی یہی رائے ہے تاکہ ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو جائے۔ (ت)

فتاویٰ سراجیہ میں ہے:

احتاطت الائمة في اكثر البلاد فانهم يصلون الظهر بعد ما يؤدون الجمعة خلف ثواب هؤلاء هو حسن ³ ۔	اکثر شہروں میں ائمہ احتیاط کرتے ہیں کہ جمعہ کی ادائیگی کے بعد ظہر پڑھتے ہیں ناء بین کے پیچھے جمعہ کی ادائیگی کے بعد اور یہ اچھا ہے۔ (ت)

ہاں وہ نرے جاہل عامی لوگ کہ تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں یا ان رکعات کے باعث راساً جمعہ کو غیر فرض یا جمعہ کے دن دو نمازیں فرض سمجھنے لگیں انہیں ان رکعات کا حکم نہ دیا جائے بلکہ ان کی ادا پر مطلع نہ کیا جائے کہ مفسدہ اشد و اعظم کا دفع آکد و اہم ان کے لئے اسی قدر بس ہے کہ بعض روایات و اقوال ائمہ مذہب پر ان کی نماز صحیح ہو جائے لہذا سیدی نور الدین مقدسی نور الشمعہ میں فرماتے ہیں:

نحن لا نأمر بذلك امثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص ولو بالنسبة اليهم ⁴ ۔	ہم اس طرح کے معاملات کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ ہم خواص کو اس پر آگاہ کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کی نسبت سے ہو۔

¹ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوۃ الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۲

² فتاویٰ امام اجل ظہیر الدین مرغینانی

³ فتاویٰ سراجیہ باب الجمعة مطبوعہ نوکسٹور لکھنؤ ص ۱۷

⁴ نور الشمعہ

اس تحقیق سے ظاہر کہ ان بلاد میں مطلقاً صحتِ جمعہ کو قطعی یقینی بلا اشتباہ ماننا افراط اور اقاویل مذہب و خلافیاتِ مشائخ سے غفلت و ذہول ہے اور جمعہ کو صرف درجہ مستحب میں جاننا محض باطل و تقریط و قواعد شرح مقاصد ائمہ سے عدول، اگر اہل حق ہوتا تو احتیاط کی کیا حاجت تھی کہ خروج عن العہدہ بالیقین ہو لیا، اور ثانی صحیح ہوتا تو صرف احتیاط ماننے کے کیا معنی تھے بلکہ یقیناً ظہر فرض قطعی ہوتا اور ایک مستحب کے سبب جماعتِ ظہر کو کہ علی المعتمد واجب ہے ترک کرنا مکروہ تحریمی معہذا جمعہ مستحبہ نہ شرع سے معمود نہ کلمات علماء اُس کے مساعد پس قولِ وسط و انصاف یہ ہے ان شہروں میں جمعہ ضرور لازم ہے اور اس کا ترک معاذ اللہ ایک شعارِ عظیم اسلام سے اعراض، اور ان چار رکعت احتیاطی کا خواص کو حکم اور نا فہم عامیوں کے حق میں اغماض۔ واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم،

مسئلہ ۱۲۷۸: مرسلہ مولوی الہ یار خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ جو فتاویٰ ابوالبرکات میں لکھا ہے لا تجوز الجمعة حتی یعلم الخطیب معناه (جب خطیب، خطبہ کے معانی اگاہ نہ ہو جمعہ جائز نہیں۔ ت) یہ صحیح ہے یا کیا: بینوا تو جروا

الجواب:

خطیب کا معنی عبارت خطبہ سمجھنا شرط کیا، معنی ہر گز واجب بھی نہیں کہ آثم کہہ سکیں، جمعہ ناجائز ہونا تو درکنار اگر یہ قول صحیح ہوتا واجب تھا کہ کتب مشہورہ متداولہ اس کی تصریحوں سے مالا مال ہوتیں ایسا نہایت ضروری مسئلہ جس پر نماز فرض کے صحت و بطلان کا مدار ہو اور متون و شروح و فتاویٰ کہیں اس کا پتہ نہ دیں ہر گز عقل سلیم اسے قبول نہیں کر سکتی ولہذا مجتہدی میں جو بہت سی شرائط نیت نماز فرض و نفل میں ذکر کیں جب کا تصانیف معتدہ میں وجود نہ تھا علماء نے اسی وجہ سے ان کی طرف اصلاً التفات نہ فرمایا، اشیاء میں ہے:

من الغریب ما فی المجتبیٰ لا بد من نية العبادة والطاعة والقربة وانه يفعلها مصلحة له في دينه وان يكون اقرب الى ما واجب عنده عقلا من الفعل واداء الامانة وابعاد	عجیب ہے وہ چیزیں جس کا تذکرہ مجتہدی میں ہے کہ نیت عبادت طاعت اور ثواب کا ہونا ضروری ہے، اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اسے اپنے دین کی مصلحت کی اور عقلاً واجب شدہ عمل اور ادائیگی امانت سے قریب اور حرام شدہ ظلم اور

عہ: قلت افصح الذاہدی ہننا عن اعتزالہ فان الوجوب عند اهل الحق شرعی لاعقلی ۱۲ امنہ (مر)

میں کہتا ہوں زہدی نے یہاں اپنے معتزلہ ہونے کا اظہار کیا ہے کیونکہ اہل حق کے نزدیک فعل شرعی ہوتا ہے عقلی نہیں ہوتا ۱۲ منہ (ت)

عماً حرم علیہ من الظلم وکفران النعمة ثم هذه النيات من اول الصلوة الى آخرها خصوصاً عند الانتقال من ركن الى ركن ولا بد من نية العبادة في كل ركن والنفل كالغرض فيها الا في وجه واحد وهو ان ينوي في النوافل انها لطف في الفرائض وتسهيل لها¹ اھ ملخصاً	کفرانِ نعمت سے بُعد کی خاطر کر رہا ہے۔۔۔۔۔۔ پھر یہ نیت اول نماز سے لے کر آخر تک خصوصاً جب ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقال ہو، اور ہر رکن میں عبادت کی نیت ضروری ہے اور اس معاملہ میں نفل بھی فرض کی طرح ہے مگر ایک صورت میں، اور وہ یہ ہے نوافل میں یہ ارادہ کرے کہ یہ فرائض میں لطف اور ان میں آسانی کے لئے ہیں اھ ملخصاً (ت)

غزالیوں میں ہے:

اما الغرابة في كون هذه الاشياء لا بد من نيتها فان الفقهاء لم يذكروا ذلك في كتبهم متونا وشروحا وفتاویٰ² اھ	ان اشیاء کی غرابت یہ ہے کہ اس کی نیت کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے حالانکہ فقہاء نے یہ بات اپنی کتب کے متون و شرح اور فتاویٰ میں کہیں نہیں لکھی اھ (ت)

اور مجتہدی اگرچہ مثل سائر تصانیف زاہدی کتب معتمدہ سے نہیں تاہم مشہور مصنف کی مشہور تصنیف ہے جس سے علماء مابعد نے صداہا مسائل نقل فرمائے مگر ایسے ہی نوافل غرائب کے باعث پایہ اعتماد سے ساقط ہوئی پھر بالفرض اگر فتاویٰ ابوالبرکات کا یہ مطلب ہو بھی تو اس قسم کے فتاویٰ ایک بات اور وہ بھی اتنی بے ثبات جس پر شروع سے اصلاً دلیل نہیں، کیونکہ ادنیٰ التفات کے قابل ہو سکتی ہے، اس میں شک نہیں کہ تدبر معنی جمال محمود و کمال مقصود ہے مگر فقہائے کرام نے عموماً عبادات کے کسی ذکر میں نفس نیت کے سوا قلب کا کوئی حصہ ایسا نہیں رکھا جس پر فساد و صحت کی بنا ہو یہاں تک کہ اصل حضور قلب جس کے معنی یہ ہیں کہ صدور فعل و قول پر متنبہ ہو اگرچہ معنی کلام نہ سمجھے یہ بھی صحت نماز کے لئے ضروری نہیں، ملقط و خزائنہ و سراجیہ و شرح قیدانی للقبستانی و غزالیوں و رد المحتار وغیرہ میں ہے:

لا يعتبر قول من قال لا قيمة لصلوة من لم يكن قلبه فيها معه³۔	اس کا قول معتبر نہیں جس نے کہا کہ اس شخص کی نماز کی کوئی قیمت نہیں جس کے ساتھ اس کا دل نہ تھا (ت)

علامہ شامی نے فرمایا:

¹ الاشياء والنظائر الفن الاول قاعدة ثانية مطبوعه اداره القرآن وعلوم اسلامية كراچی ۷۰/۱۔ ۶۹

² غزالیوں البصائر شرح الاشياء والنظائر قاعدة ثانية مطبوعه اداره القرآن وعلوم اسلامية كراچی ۷۰/۱۔

³ رد المحتار باب شروط الصلوة مطبوعه مصطفى البابي مصر ۷۰/۱۔ ۳۰

حضور قلب، صادر ہونے والے فعل و قول کا علم ہے اور تفہم کا غیر ہے کیونکہ نفس لفظ کا علم اور اس علم کا غیر ہوتا ہے جو لفظ کے معنی کا علم ہو۔ (ت)	حضور القلب هو العلم بالعمل بالفعل والقول الصادرين من المصلي وهو غير التفهم فان العلم بنفس اللفظ غير العلم بمعنى اللفظ - ¹ (ملخصاً)

اور خطبہ جمعہ کا ذکر تذکیر کے لئے مشروع ہونا کیا قال تعالى فاسمعوا لى ذكرى الله² (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا پس اللہ کے ذکر کی طرف جلدی چلو۔ ت) ہر گز اس دعویٰ کا ثبوت نہیں ہو سکتا جب الفاظ الفاظ ذکر ہیں اور اس نے بالقصد انھیں ادا کیا قطعاً ذکر متحقق ہوا، تدبر معنی پر توقف نہیں ورنہ واجب کہ نماز میں بھی فہم معنی قال تعالى اقيم الصلوة لى ذكرى الله³۔ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) علاوہ بریں تذکیر سے تذکر زیادہ محتاج فہم و تدبر ہے

مرد باید کہ گیر داند رگوش

ور نوشت ست پند بردیوار

(انسان کو چاہئے کہ وہ محفوظ کرے اگرچہ نصیحت لکھی ہو دیوار پر)

حالانکہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مقتدی اگر بہرے یا سوتے یا اس قدر دور ہوں کہ آواز نہ جائے مگر وقت خطبہ حاضر ہوں کافی ہے شرط ادا ہو گئی فہم معنی جدا، نفس سماع کی بھی ضرورت نہیں، ردالمحتار میں ہے:

لا يشترط لصحتها كونها مسموعة لهم بل يكفي حضورهم حتى لو بعدوا عنه او ناموا اجزأت - ⁴	صحت خطبہ کے لئے تمام لوگوں کا سننا ضروری نہیں بلکہ لوگوں کا حاضر ہو جانا کافی ہوگا حتیٰ کہ اگر وہ خطیب سے دور رہے اور سو گئے تب بھی خطبہ ادا ہو جائے گا (ت)

تنویر میں ہے: ولو صمًّا⁵ (اگرچہ نہ سننے والا ہو۔ ت)

اقول: وبالله التوفيق حقيقة امریه ہے کہ ہر چند احکام شرعیہ عموماً حکم و مصالح سے ناشی ہوتے ہیں اور مشروعیت خطبہ کی حکمت یہی تذکیر و تذکر ہے مگر حکمت نہیں ہوتی کہ اُس کے فقدان سے فساد و بطلان لازم

¹ ردالمحتار باب شرط الصلوة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۳۰۷

² القرآن ۹/۶۲

³ القرآن ۱۳/۲۰

⁴ ردالمحتار باب الجمعة، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۵۹۸

⁵ درمختار باب الجمعة، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۱

آئے مثلاً شرع نکاح کی حکمت تکثیر امت اور نفس کی عفت کہ مرد عینین وزن رتقا و قرنا میں دونوں اور بحالت عقم اول منقی مگر پھر بھی صحت نکاح میں شہ نہیں، صوم کی حکمت کسر شہوت اور نفس کی ریاضت، پھر اگر کسی شخص کے مزاج پر رطوبت غالب اور اس کی وجہ سے شہوتین میں ضعف ہو کہ روزہ اُسے نافع و موجب قوت پڑے تو کیا اُسے روزے کا حکم دیں گے یا اُس کے صوم کا فاسد مانیں گے و قس علی هذا (اور اس پر قیاس کر۔ ت) یہ سب کلام اُس تقدیر پر ہے کہ عبارت مذکورہ سوال کا وہ مطلب ہو یہ فتاویٰ فقیر کی نظر سے نہ گزرا کہ سیاق و سباق دیکھ کر تعین مراد کی جاتی مگر جتنے لفظ سائل نے نقل کئے فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ کی رائے میں ان کی عمدہ توجیہ یوں ممکن کہ نیت نام قصد قلبی کا ہے اور قصد شے اس کے علم پر موقوف، آدمی جس چیز کو جانتا ہی نہ ہو اُس کا قصد محض بے معنی، اور کسی شے کا جاننا اسے نہیں کہتے کہ صرف اس کا نام معلوم ہو جس کے معنی و مراد سے ذہن بالکل خالی ہو بلکہ اس کے مفہوم سے آگاہی ضروری ہے مثلاً طوطے کو زید کا نام سکھادیں تو یہ نہ کہیں گے کہ وہ زید کو جانتا ہے، اسی لئے علماء فرماتے ہیں اگر کوئی شخص نماز فرض میں فرض کی نیت تو کرے مگر یہ نہ جانے کہ فرض کسے کہتے ہیں نماز نہ ہوگی کہ صلوٰۃ فریضہ میں نیت فرض بھی ضروری تھی جب وہ معنی فرض سے غافل ہے تو لفظ فرض کا خیال ہو انہ نیت فرض کہ فرض تھی

فی الاشباہ عن العناية انه ينوى الفريضة في الفرض الخ ثم نقل عن القنية ينوى الفرض ولا يعلم معناه لا يجزيه ¹ ۔	اشباہ میں عنایہ سے ہے کہ فرض میں فرض ہونے کی نیت کی جائے الخ پھر قنیہ سے منقول ہے کہ اگر فرضوں کی نیت کی لیکن اس کا معنی نہ جانتا تھا تو اب یہ اس کے لئے کافی نہیں۔ (ت)

جب یہ واضح ہو لیا اور معلوم ہے کہ صحت خطبہ کے لئے نیت خطبہ شرط ہے یہاں تک کہ اگر منبر پر جا کر چھینک آئی اور چھینک پر الحمد للہ کہا خطبہ ادا نہ ہوا، اشباہ میں ہے:

ما النية للخطبة في الجمعة فشرط صحتها حتى لو عطس بعد صعود المنبر فقال الحمد لله للعطاس غير قاصد لها لم تصح كما في فتح القدير وغيره ² الخ (ملخصاً)	خطبہ جمعہ کی نیت صحت خطبہ کے لئے شرط ہے حتیٰ کہ اگر خطیب کو منبر پر چڑھنے کے بعد چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا لیکن خطبہ کی نیت نہ تھی تو یہ خطبہ نہ ہوگا، جیسا کہ فتح القدير میں ہے الخ (ت)

تو لازم ہوا کہ خطیب معنی خطبہ سے آگاہ ہو یعنی یہ جانتا ہو کہ خطبہ ایک ذکر الہی کا نام ہے تاکہ اس کی نیت کر سکے ورنہ

¹ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانية مطبوعه اداره القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی ۵۹/۱

² الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الاول مطبوعه اداره القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی ۲۹/۱

نام خطبہ جانا بھی اور یہ نہ جانا کہ خطبہ کسے کہتے ہیں بلکہ لوگوں کے دیکھا دیکھی بے سمجھے ایک فعل کر دیا تو بیشک نماز جمعہ ادا نہ ہوگی کہ یہ وہی نام خطبہ کا خیال ہو انہ نیت خطبہ،

وقد مناعن الشامى العلم بنفس اللفظ غير العلم بمعنى اللفظ ¹ والشرط انما هو انية مايعنى من الخطبة لا نية لفظ الخطبة وهذا ظاهر جدا۔	ہم نے پہلے شامی سے بیان کیا ہے کہ لفظ کا علم اس کے معنی کے علم سے الگ ہے تو شرط اس کی نیت ہے جو خطبہ سے مراد ہے نہ کہ الفاظ خطبہ کی نیت، اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

اور جب نیت نہ ہوئی کہ شرط صحت خطبہ تھی خطبہ نہ ہوا، اور جب خطبہ نہ ہوا کہ شرط صحت جمعہ تھا جمعہ نہ ہوا جس طرح کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خود بھی ان کے سے افعال کرے اور معنی نماز سے جاہل ہو یعنی نہ جانے کہ نماز خدا کا ایک فرض ہے کہ بفرض امتثال امر ادا کیا جاتا ہے ہر گز نماز نہ ہوگی۔ اشباہ میں ہے:

لا يعلم ان لله تعالى على عباده صلوة مفروضة ولكنه كان يصليها لا وقتها لم يجزه ² ۔	اگر کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے بندوں پر نماز فرض ہے _____ لیکن وہ اوقات نماز میں نماز ادا کرتا ہے تو یہ کافی نہیں۔ (ت)

یہ معنی ہیں معنی خطبہ نہ جاننے کے، نہ یہ کہ جو عبارت پڑھے اس کا ترجمہ سمجھنا ضروری ہے، یہ کسی اک بھی مذہب نہیں ہکذا ینبغی التوجيهه (عبارت کی توجہ اسی طرح ہونی چاہئے۔ ت) واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۷۹: از افضل گدھ ضلع بجنور مرسلہ یوسف خاں وغیرہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید جمعہ کے دن جب خطبہ پڑھتا ہے تو اس کے بعد ترجمہ بھی پڑھتا ہے اس لئے خطبہ ثانیہ میں توقف ہوتا ہے اور خطبہ ثانیہ کے بعد ترجمہ پڑھنے سے نماز میں تاخیر ہوتی ہے تو یہ خطبہ مع ترجمہ بزبان غیر عربی جمعہ یا عیدین کا جائز ہے یا نہیں؟ اور توقف مابین ہر دو خطبہ شرعاً جائز ہے؟ اور خطبہ ثانیہ کے بعد تاخیر نماز جمعہ میں ہوگی وہ بھی شرعاً جائز ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

ترجمہ کے سبب خطبہ ثانیہ یا نماز جمعہ میں تاخیر فصل اجنبی تو نہیں ہے کہ ترجمہ خطبہ بھی خطبہ ہے اذ فیہا ما فیہا من الذکر والتذکر (کیونکہ اس میں ذکر و نصیحت ہے۔ ت) ہاں خطبہ کی تطویل ہوگی اور یہ

¹ رد المحتار، باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۳۰۷

² الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانية مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۵۹

خلاف سنت ہے خصوصاً اگر مقتدیوں پر ثقیل ہو کہ اب سخت ممانعت ہے۔

لحدیث قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: افتتان انت یا معاذ! قالہ فی الصلوٰۃ فکیف فی الخطبۃ ^۱ ۔	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے اے معاذ! تو فتنہ پیدا کرنا چاہتا ہے، یہ آپ نے نماز کے بارے میں فرمایا تھا تو خطبہ میں کیا حال ہوگا۔ (ت)

اور نہ بھی ہو تو خطبہ میں غیر زبان عربی کا خلط خود مکروہ اور سنت متوارثہ کے خلاف ہے کمابینا فی فتاویٰ (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے خوب بیان کیا ہے۔ ت) ہاں عیدین میں خطبہ ثانیہ اگر لوگ راضی و متوجہ ہوں بہ نیت وعظ نہ بہ نیت خطبہ عید پسند و نصیحت کر سکتا ہے اگرچہ وہی خطبہ میں بزبان عربی مذکور ہوئی۔

فقد اتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد خطبۃ العید الی النساء فوعظھن و ذکرھن ^۲ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ، عید کے بعد خواتین کے اجتماع میں تشریف لے جا کر انھیں وعظ و نصیحت فرماتے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۸۰ و ۱۲۸۱: از کلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) قلعہ کلکتہ میں دروازوں پر پہرہ چوکی رہتا ہے اور دس پانچ کیا سو پچاس آدمی بغرض سیر جائیں یا دوسری غرض سے مثلاً کسی کے ملاقات کو، تو کوئی مانع و مزاحم نہیں ہوتا، تین چار ہزار مزدور اندر کام کرتے ہیں جو صبح کو بے روک ٹوک اندر جاتے اور باہر آتے ہیں، ہاں شب کے ساڑھے نو بجے سے عام لوگ پانچ بجے تک اندر نہیں جاسکتے اندر بازار بھی ہے جو چاہے باہر سے اشیاء خریدنے کو جائے کچھ ممانعت نہیں، انگریزی جو قلعہ میں عمدہ بنتا ہے اکثر لوگ اس کے خریدنے کو جاتے اور خرید کر لاتے ہیں، ہاں یہ قاعدہ ہے کہ باہر سے جو چیز چاہے اندر لے جائے مگر اندر سے بغیر پاس کے کوئی چیز باہر نہیں لاسکتا، مسجد اندر نہیں ہے، جماعت اذان کے ساتھ ہوتی ہے، پیشتر کی پلٹن میں مسلمان بکثرت تھے، نماز باجماعت ہوتی تھی اب جو پلٹن ہے اس میں ہندو بہت ہیں، مسلمان قریب ستر کے ہوں گے، انھوں نے کرنیل سے درخواست کی کہ ہم اپنا مولوی نماز پڑھانے کی غرض سے رکھنا چاہتے ہیں اس نے اجازت دی اور انھوں نے رکھ لیا، ایک وقت میں ایک مسلمان صاحب نے جو پلٹن کے سپاہیوں میں نہیں بلکہ ایک جرنیل کے ملازم ہیں بعض مسائل میں دوسرے مسلمان سے

۱ مند احمد بن حنبل، مروی از جابر بن عبد اللہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۹/۳

۲ مشکوٰۃ المصابیح باب صلوٰۃ العیدین الفصل الثانی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۲۶

حجت کی اور مارپیٹ ہوئی، کرنیل نے اُن تنہا مسلمان کو ان کی جماعت میں شریک ہونے سے ممانعت کردی اور ان سب سے کہہ دیا اگر یہ شخص تمہاری نماز کی جگہ آئے تو اس کو قید کرلو اور ہمارے پاس پہنچادو، ایسی حالت میں نماز جمعہ قلعہ کے اندر ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

(۲) جمعہ کے دو رکعت فرضوں کے سوا کے (کتنے) رکعت نماز سنت پڑھنا چاہئے؟ فرضوں سے پہلے کے رکعت اور بعد فرضوں کے رکعت؟ اور احتیاطی ظہر پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت دے۔ ت) اذن عام کہ صحت جمعہ کے لئے شرط ہے، اُس کے یہ معنی کہ جمعہ قائم کرنے والوں کی طرف سے اُس شہر کے تمام اہل جمعہ کے لئے وقت جمعہ حاضری جمعہ کی اجازت عام ہو تو وقت جمعہ کے سوا باقی اوقات نماز میں بھی بندش ہو تو کچھ مضر نہیں نہ کہ صرف رات کے ساڑھے نو بجے سے صبح پانچ بجے تک، کتب مذہب میں تصریح ہے کہ بادشاہ اپنے قلعہ یا مکان میں حاضری جمعہ کا اذن عام دے کر جمعہ پڑھے تو صحیح ہے حالانکہ قصر و قلعہ شاہی عام اوقات میں گزرگاہ عام نہیں ہو سکتے، کافی شرح وافی میں ہے:

السلطان اذا اراد ان يصلى بحشمه في داره فان فتح بابها واذن للناس اذنا عاما جازت صلواته شهدتها العامة اولا ¹ ۔	بادشاہ اپنے دبدبہ کی وجہ سے اپنے دار میں نماز ادا کرنا چاہتا ہو اگر اس دار کا دروازہ کھول دیا جائے اور لوگوں کو وہاں داخل ہونے کا اذن عام ہو گیا تو اس کی نماز درست ہو جائے گی خواہ عوام شریک ہوں یا نہ ہوں (ت)

اور بے پاس کسی چیز کی باہر لانے کی ممانعت تو یہاں سے کچھ علاقہ ہی رکھتی ہے کہ وہ خروج سے منع ہے نہ دخول سے یونہی مزدوروں یا سیر والوں یا خریداروں کو اجازت عام ہونا کچھ مفید نہیں کہ وقت نماز بہر نماز اہل نماز کو اجازت چاہیے اوروں کو ہونے نہ ہونے سے کیا کام، اور اذن اگرچہ انھیں لوگوں کا شرط ہے جو اس جمعہ کی اقامت کرتے ہیں، رد المحتار میں ہے: المراد الاذن من مقیمہا² (جمعہ قائم کرنے کی اجازت مراد ہے۔ ت) مگر پر ظاہر کہ تحقق معنی اذن کے لئے اُس مکان کا صالح اذن عام ہونا بھی ضرور، ورنہ اگر کچھ لوگ قصر شاہی یا کسی امیر کے گھر میں جمع ہو کر اذان و اعلان جمعہ پڑھیں اور اپنی طرف سے تمام اہل شہر کو آنے کی اجازت عامہ دے دیں

¹ رد المحتار بحوالہ الکافی باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۰۱۱

² رد المحتار بحوالہ الکافی باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۰۱۱

مگر بادشاہ امیر کی طرف سے دروازہ پر پہرے بیٹھے ہوں عام حاضری کی مزاحمت ہو تو مقیمین کا وہ اذن عام محض لفظ بے بمعنی ہو گا وہ زبان سے اذن عام کہتے اور دل میں خود جانتے ہوں گے کہ یہاں اذن عام نہیں ہو سکتا۔ پس مانحن فیہ میں دو باتیں محل نظر ہیں:

اولاً اُس قلعہ کا صالح اذن عام ہونا یعنی اگر تمام اہل شہر اُسی قلعہ میں جمعہ پڑھنا چاہیں تو کوئی ممانعت نہ کرے، طحطاوی میں ہے:

لو ارادا الصلوة داخلها ودخلوها جميعاً لم ينعوا ¹	اگر لوگوں نے قلعہ کے اندر نماز کا ارادہ کر لیا اور تمام اس کے اندر داخل ہو گئے تو انھیں منع نہ کیا جائے۔ (ت)

اگر ایسا ہے تو بیشک وہ قلعہ صالح اذن عام ہے اور ایسی حالت میں دروازہ پر چوکی پہرہ ہونا کچھ مضرنہ ہو گا کہ پہرا وہی مانع ہے جو مانع دخول ہو، ولہذا کافی میں بصورت عدم جواز صرف اجلس البوابین (پہرے دار بیٹھا دیئے۔ ت) نہ فرمایا بلکہ لیمنعوا عن الدخول² (تاکہ دخول سے منع کریں۔ ت) بڑھایا، یونہی رحمانیہ میں محیط سے منقول:

ان اجلس البوابین علیہا لیمنوا عن الدخول لم یجزہم الجبۃ ³	اس نے پہرے داروں کو دروازوں پر داخلے سے منع کرنے کے لئے بیٹھا دیا تو اب جمعہ جائز نہ ہو گا۔ (ت)

تو صرف شوکت شاہی یا اُس قانون کی رعایت کو کہ بے پاس کوئی اندر سے باہر نہ جائے، پہرا ہونا مکان کو صلاحیت اذن عام سے خارج نہیں کرتا اور اگر اجازت سو پچاس یا ہزار دو ہزار کسی حد تک محدود ہے جیسا کہ بعض الفاظ سوال سے مستفادہ، اگر تمام جماعات شہر جانا چاہیں نہیں جانے دیں گے تو وہ مکان بندش کا ہے اس میں جمعہ نہیں ہو سکتا بدائع میں اشتراط اذن عام کی دلیل میں فرمایا:

یسوی جبعة لاجتماع الجماعات فیہا فاقتض ان تكون الجماعات کلہا مأذونین بالحضور اذنا عاماً تحقیقاً لہ معنی الاسم ⁴	جمعہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کا اجتماع ہوتا ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس میں تمام جماعتوں کو آنے کی اجازت ہو تاکہ نام کے معنی کا ثبوت ہو۔ (ت)

¹ طحطاوی علی الدر المختار باب الجمعۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۳۳

² رد المحتار بحوالہ کافی باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۶۰۱

³ رحمانیہ عن المحيط

⁴ بدائع الصنائع فصل شرائط الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۲۶۹

ہاں اگر ثابت ہو جائے کہ یہ قلعہ اذن عام کا مکان ہے تو جب تک کسی شخص خاص کو حاضری نماز سے ممانعت نہ تھی جمعہ بیشک صحیح ہو جاتا تھا اب کہ اُس ملازم جرنیل کو منع کیا گیا تو محل نظر ہے کہ یہ ممانعت ان مقیمان جمعہ کی طرف سے بھی ہے یا نہیں۔ اگر یہ اُسے جمعہ میں آنے سے منع نہیں کرتے اگرچہ اور نمازوں میں مانع ہوں اگرچہ کرنیل نے اُسے جمعہ سے بھی جبراً روکا ہو یا وہ خود بخوف کرنیل نہ آتا ہو تو ان صوتوں میں بھی صحت جمعہ میں شک نہیں کہ جب مقیمین جمعہ کی طرف سے اذن عام اور وہ مکان بھی اذن عام کا صالح تو کسی شخص کو غیر جمعہ سے روکنا یا جمعہ میں اُس کا خود آنا یا کسی کا جبراً اُسے باز رکھنا قاطع اذن عام نہیں ہو سکتا جیسے زندانی لوگ کہ ہمیشہ حضوری مساجد سے ممنوع ہوتے ہیں یا اگر کوئی شخص بعض نمازیوں کو خاص وقت نماز اس لئے مقید کر لے کہ مسجد میں نہ جانے پائیں تو نہ یہ قاذح اذن عام نہ مقیمان جمعہ پر اس کا الزام، بلکہ ظاہراً ممانعت کرنیل بھی کوئی اپنی طرف سے حکم جبری نہیں انھیں پلٹن والوں کی خاطر سے ہے اور انھیں کی مرضی پر رکھا ہے جب یہ مزاحمت نہیں کرتے تو کرنیل کو پر غاش سے کیا مطلب، اور اگر یہ خود اُسے حاضری جمعہ سے باز رکھتے ہیں تو دیکھنا چاہئے کہ وہ شخص فی الواقع شریر و مفسد و موزی ہے کہ اُس کے آنے سے اندیشہ فتنہ ہے جب تو ایسی ممانعت بھی مانع صحت جمعہ نہ ہوگی کہ قاذح اذن عام سے روکنا ہے۔

کما فی الطحاوی عن الحلبي لا بد من حمله علی ما اذا منع الناس من الصلوة ¹	جیسا کہ طحاوی میں حلبی سے ہے کہ اسے اس صورت پر محمول کرنا ضروری ہے جب وہ لوگوں کو نماز سے منع کرے۔ (ت)

شرح عیون المذہب پھر مجمع الانہر پھر در مختار پھر فتح العین علامہ ابوالسعود ازہری میں ہے:

واللفظ له الجمعة بالقلة صحيحة وان غلق بابها لان الاذن العام مقرر لاهلها وغلقه لمنع عدو او عادة قدیمة لا للمصلی ²	اس کے الفاظ یہ ہیں کہ قلعہ کے اندر جمعہ درست ہے اگرچہ اس کا دروازہ بند ہو کیونکہ اذن عام اہل قلعہ کے لئے ثابت ہے اور اس کا بند ہونا دشمنوں کے عدم دخول کے لئے ہے یا عادت قدیمہ ہے نمازی کو روکنے کے لئے نہیں۔ (ت)

اور یہ روکنا در حقیقت نماز سے روکنا نہیں بلکہ فتنہ سے بندش ہے،

¹ طحاوی علی الدر المختار باب الجمعة مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۴۴

² فتح العین باب صلوۃ الجمعة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۱۶

کما فی الشامی عن الطحطاوی لا یضر منع نحو النساء لخوف الفتنة^۱ انتھی۔ اقول: وتعلیلہ بعدم التکلیف معلول بما فی الشامی عن العلامة اسمعیل مفتی دمشق الشام تلمیذ المحقق العلائى صاحب الدرالمختار عن العلامة عبدا العلی البرجندی شارح النقایة ان الاذن العام ان لا یمنع احدا ممن تصح منه الجمعة^۲ کما لا یخفی فافهم۔ ہے۔ (ت)	جیسا کہ شامی میں طحطاوی سے ہے کہ عوتوں وغیرہ کو روکنا مضر نہیں کیونکہ ان کے آنے میں فتنہ کا ڈر ہے۔ انتہی اقول: یہ علت بیان کرنا کہ وہ مکلف نہیں، اس کا تعلق اس بیان سے ہے جو شامی میں مفتی شام جو اسمعیل دمشق جو محقق علائی صاحب در مختار کے شاگرد ہیں سے شارح نقایہ علامہ عبدا العلی برجندی کے حوالے سے کہا کہ اذن عام یہ ہے کہ ہر اس شخص کو نہ روکا جائے جن سے جمعہ کی ادائیگی صحیح ہو جیسا کہ یہ مخفی نہیں ہے۔ (ت)

علماء خود فرماتے ہیں کہ موزیوں کو مساجد سے روکا جائے۔

کما فی عمدة القاری للامام البدر محمود العینی وفی الرسائل الزینیة للعلامة زین بن نجیم المصری وفی الدرالمختار یمنع منه (ای من المسجد) کل مودولو بلسانہ^۳۔	جیسا کہ امام بدر محمود عینی کی عمدة القاری، علامہ زین بن نجیم المصری کے رسائل زینیہ اور در مختار میں ہے کہ (مسجد سے) ہر اذیت دینے والے کو منع کیا جائے اگرچہ وہ زبان سے اذیت دینے والا ہو۔ (ت)

تو یہ روکنا کہ مطابق شرع ہے منافی اذن نہیں، اور اگر ایسا نہیں بلکہ یہ لوگ محض ظلماً بلا وجہ یا براہ تعصب روکتے ہیں تو بلاشبہ ان
کا جمعہ باطل کہ ایک شخص کی ممانعت بھی اذن عام کی مبطل،

فقد مر عن الشامی عن اسمعیل عن البرجندی ان لا یمنع احدا۔	پہلے شامی نے شیخ اسمعیل سے برجندی کے حوالے سے لکھا کہ کسی کو منع نہ کیا جائے۔ (ت)

جامع الرمز میں ہے:

الاذن العام بالصلوة بان یفتح باب الجامع اودار لسلطان بلا مانع لاحد من	نماز کے لئے اذن عام یہ ہے کہ داخلہ کے لئے بلار کاوٹ جامع مسجد یادار سلطان کا دروازہ

^۱ رد المختار باب الجمعة مطبوعه دار الکتب العربیہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۰۱

^۲ رد المختار باب الجمعة مطبوعه دار الکتب العربیہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۰۰

^۳ در مختار باب ما یفسد الصلوة الخ مطبوعه مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۴

الدخول فيه¹ اھ هذا كله مما اخذته تفقہا من کلاما
تھم وار جوا ن یكون صوابا ان شاء اللہ تعالیٰ۔
کھول دیا جائے اھ اور یہ تمام فقہاء کی عبارات سے میں نے
سمجھا ہے اور ان شاء اللہ امید ہے کہ یہ صواب ہے۔ (ت)

دس سنتیں ہیں، چار پہلے چار بعد ہی مخصوص علیہن فی المتون قاطبة وقد صح بہن الحدیث فی صحیح مسلم (ان کے چار ہونے پر متون میں قطعاً تصریح ہے اور صحیح مسلم میں ان کے بارے میں صحیح حدیث بھی وارد ہے۔ ت) اور دو بعد کو اور، کہ بعد جمع چھ سنتیں ہونا ہی حدیثاً و فقہاً ثابت و احوط (مختار و محتاط حدیث و فقہ کے اعتبار سے۔ ت) مختار ہے اگرچہ چار کہ ہمارے ائمہ میں متفق علیہ ہیں ان دو سے مؤکد تر ہیں۔

لحدیث ابوداؤد دہسند صحیح والحاکم وصححه
علی شرط الشیخین عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما انہ کان اذا کان بیکة فصلی الجبعة تقدم فصلی
رکعتین ثم تقدم فصلی اربعاً (وفیه) فقال کان
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل ذلک²
هذا مختصر وتمام الکلام علیہ فی الفتح، والامام
الطحطاوی فی شرح معانی الآثار عن ابی عبد الرحمن
السلی قال قدم علینا عبد اللہ (یعنی ابن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فكان یصلی بعد الجبعة اربعاً
فقدم بعده علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فكان اذا صلی
الجبعة صلی بعدها رکعتین واربعاً فأعجبنا فعل علی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فأخترناه³۔ فی فتح ابوالسعود
الازھر تحت قول مسکین قال ابو یوسف رحمہ اللہ

ابوداؤد میں سند صحیح کے ساتھ حدیث ہے، حاکم نے تخریج
کر کے کہا کہ بخاری و مسلم کے شرائط پر ہے _____ کہ
حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں ہے کہ
جب مکہ میں تھے جمعہ ادا فرمایا تو آگے بڑھے دو رکعات ادا کیں
پھر آگے بڑھے تو چار رکعت ادا کیں (اور اسی میں ہے) فرمایا
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔ یہ
مختصر ہے اور اس پر تمام گفتگو فتح میں ہے، امام طحطاوی شرح
معانی الآثار میں ابو عبد الرحمن السلی کے حوالے سے بیان
کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ)
ہمارے ہاں تشریف لائے تو آپ نے جمعہ کے بعد چار رکعات
ادا کیں، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف
لائے اور آپ کا طریقہ تھا کہ جمعہ بعد پہلے دو رکعات پھر چار
رکعات ادا کرتے، ہمیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل
نہایت ہی پسند آیا

¹ جامع الرموز فصل صلوٰۃ الجبعة مطبوعہ مکتبہ السلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۶۵/۱

² سنن ابوداؤد باب الصلوٰۃ بعد الجبعة مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۶۰/۱

³ شرح معانی الآثار باب التطوع بعد الجبعة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۳۳/۱

تو ہم نے اسی کو اختیار کر لیا، فتح ابو سعود ازہری میں مسکین کے قول کے تحت ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جمعہ کے بعد چھ رکعات ہیں اھ، اسے طحاوی اور اکثر مشائخ نے مختار کہا ہے۔ نہر نے عیون المذاہب اور تجنیس کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ جواہر اخلاطی میں ہے کہ یہ قاضی سے ماخوذ ہے اھ اکثر مشائخ نے اسی پر عمل کیا اور یہی مختار ہے اھ مجمع الانہر میں ہے کہ طحاوی اور اکثر مشائخ نے اسی پر عمل کیا اور آج اسی پر عمل کیا جاتا ہے اھ بحر الرائق میں ہے کہ ذخیرہ اور تجنیس میں ہے کہ مشائخ کی اکثریت امام ابو یوسف کے قول پر ہے منیۃ المصلیٰ میں ہے کہ ہمارے نزدیک کے قول پر ہے۔ منیۃ المصلیٰ میں ہے کہ ہمارے نزدیک افضل یہی ہے کہ پہلے چار اور پھر دو رکعات ادا کی جائیں اھ غنیہ میں ہے کہ اختلاف سے بچنے کے لئے افضل یہی ہے کہ پہلے چار اور پھر دو رکعات ادا کی جائیں اھ (ت)

تعالیٰ السنۃ بعد صلوٰۃ الجمعة ست رکعات اھ وبہ اخذ الطحاوی واكثر المشائخ نہر عن عیون المذاہب التجنیس¹ اھ فی الجواہر الاخلاطی ہو ما خوذ عن القاضی واخذ بہ اکثر المشائخ وھو المختار² اھ فی مجمع الانہر بہ اخذ الطحاوی واكثر المشائخ منا وبہ یعمل الیوم³ اھ فی البحر الرائق فی الذخیرۃ والتجنیس وکثیر من مشائخنا علی قول ابی یوسف وفی منیۃ المصلیٰ والا فضل عندنا ان یصلی اربعاً ثم رکعتین⁴ اھ فی الغنیۃ الا فضل ان یصلی اربعاً ثم رکعتین للخروج عن الخلاف⁵ اھ

اور عام لوگوں کو احتیاطی ظہر کی کچھ ضرورت نہیں کما فصلنا فی فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۸۲: از بھورہ کلاں پر گنہ ضلع پبلی، بھیت مرسلہ شیخ سالار بخش ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ چار رکعت فرض ظہر مثل نفل یعنی چاروں رکعتوں میں سورت ملا کر پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

وہ شہر وقصبات جن میں شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشباہ واقع ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور آج کل

¹ فتح المعین باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۳

² جواہر الاخلاطی فصل فی الجماعت غیر مطبوعہ قلمی نسخہ ص ۴۲

³ مجمع الانہر شرح ملتقى الاثر باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۳۰

⁴ بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۹۲

⁵ غنیۃ المستمل فصل فی النوافل مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۸۹

ہندوستان کے عام بلاد ایسے ہی ہیں ایسی جگہ ہمارے علمائے کرام نے حکم دیا ہے کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادانہ کی یہ چار رکعتیں چاروں سنت بعد یہ جمعہ کے بعد پڑھے اور جس پر ظہر کی قضائے عمری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی ملائے پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد بہ نیت سنت وقت ادا کرے جمعہ پڑھتے وقت نیت صحیح وثابت رکھے جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت کرے اگر بہ نیت فرض ادانہ کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہوگا اور اب یہ چار رکعتیں نری احتیاطی نہ رہیں گی بلکہ ظہر پڑھنی فرض ہو جائے گی، اور جب یوں نیت صحیحہ سے ادا کر چکا تو ان چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھتا ہوں بلکہ وہی گول نیت رکھے کہ جو پچھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی اسے ادا کرتا ہوں خواہ وہ کسی دن کی ہو اس سے زیادہ خیالات پریشان نہ کرے، یوں پڑھنے میں یہ نفع پائے گا کہ اگر شاید علم الہی میں بوجہ فوت بعض شرائط جمعہ صحیح نہ ہوا ہوگا تو یہ رکعتیں آج ہی کی ظہر ہو جائیں گی کہ اس صورت میں یہی ظہر وہ پچھلی ہے جس کا وقت اُسے ملا اور ابھی ذمہ سے ساقط نہ ہوئی اور اگر جمعہ صحیح واقع ہوا تو آج سے پہلے کی جو ظہر اس کے ذمہ رہی ہوگی (خواہ یوں کہ سرے سے پڑھی ہی نہ تھی یا کسی وجہ سے فاسد ہو گئی) وہ ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی ظہر نہ رہی ہوگی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی، اسی لحاظ سے جس پر قضائے عمری ظہر کی نہ ہو یہ چاروں رکعتیں بھری پڑھیں کہ اگر نفل ہوئیں اور سُورت نہ ملائی تو واجب چھوٹ کر نماز مکروہ تحریمی ہوگی، ہاں جس پر قضائے عمری ہے اسے پچھلی دو میں سورت ملانے کی حاجت نہیں کہ اس کے ہر طرح فرض ہی ادا ہوں گے، جمعہ نہ ہوا تو آج کے اور ہوا تو آج سے پہلے کے یہ سب تفصیل واقع کے اعتبار سے ہے نمازی کو نیت میں اس شک و تردد کا حکم نہیں کہ نیت و تردد باہم منافی ہیں اگر یوں نہی مذہب نیت کی تو وہ مقصود و احتیاط ہر گز حاصل نہ ہوگا لہذا اسی طرح گول نیت سے بے خیال تردد بجالائے اور واقعہ کا معاملہ علم الہی پر چھوڑ دے، پھر ایسی تصحیح نیت نہ کرے جاہلوں کو ذرا دشوار ہے اور ان سے یہ بھی اندیشہ کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ جاننے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں میں ہی نہیں سمجھنے لگیں کہ جمعہ کے دن دوسرے فرض ہیں دو رکعتیں الگ چار الگ اسی لئے علماء نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے ان کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر ان کی نماز ٹھیک ہو جائے انھیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں، ہاں خواص یعنی جو لوگ اس طرح کی نیت کر سکتے ہوں اور ان سے وہ اندیشے نہ ہوں وہ یہ احتیاط بجالائیں تاکہ یقیناً فرض خدا ادا ہو جائے اور شبہ و احتمال کی گنجائش نہ رہے، فقیر اپنے فتاویٰ میں یہ مسئلہ مفصل و مدلل لکھ چکا ہے یہاں صرف دو تین عبارات پر اقتصار ہوتا ہے، فتاویٰ علمگیری میں ہے:

فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعة لوقوع	ہر وہ مقام جہاں پر جمعہ ہونے یا نہ ہونے میں شک کی وجہ سے
الشك فی المصرا وغیره واقام اھله	جواز جمعہ میں شک ہو جائے وہاں جمعہ کے بعد

الجمعة ينبغي ان يصلوا بعد الجمعة أربع ركعات وينووا بها الظهر حتى لو لم تقع الجمعة موقعها يخرج عن عهدة فرض الوقت بيقين كذا في الكافي وهكذا في المحيط ثم اختلفوا في نيتها قيل ينوي آخر ظهر عليه وهو الاحسن والاحوط ان يقول نويت آخر ظهر ادركت وقته ولم اصله بعد كذا في القنية وفي فتاوى آه و ينبغي ان يقرأ الفاتحة والسورة في الاربع التي تصلى بعد الجمعة في ديارنا كذا في التاتار خانية¹۔	چار رکعات بہ نیت ظہر ادا کی جائیں تاکہ اگر جمعہ نہ ہو تو وقتی فرض کی ادائیگی بالیقین ہو سکے، کافی، اور محیط میں بھی اسی طرح ہے، پھر ان رکعات کی نیت کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ وہ ارادہ کرے کہ وہ اپنے ذمے آخری ظہر ادا کر رہا ہے اور یہی احسن ہے، اور احوط یہ ہے کہ یوں ارادہ کرے میں آخری ظہر پڑھ رہا ہوں جس کا وقت میں نے پایا اور اسے ابھی تک ادا نہیں کیا، جیسا کہ قنیه میں ہے، اور فتاویٰ آہو میں ہے کہ ہمارے علاقے میں جمعہ کے بعد جو چار رکعات پڑھی جاتی ہے ان میں فاتحہ اور سورت پڑھنی چاہئے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

قد يقع الشك في صحة الجمعة بسبب فقد بعض شروطها ومن ذلك ما اذا تعددت في المصروهي واقعة اهل مرو فيفعل ما فعلوه وقال المحسن امرائهم بأداء الاربع بعد الجمعة حتما احتياطاً²۔	بعض شرائط جمعہ کے فقدان کی وجہ سے بعض اوقات صحت جمعہ میں شک ہو جاتا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو اور اہل مرو کا واقعہ ہے، پس وہاں وہی کچھ کیا جائے گا جو انھوں نے کہا، محسن نے کہا کہ انھیں ائمہ نے احتیاطاً حتمی طور پر جمعہ کے بعد چار رکعات ادا کرنے کا حکم دیا۔ (ت)

طحاوی میں ہے:

قال الحلبي الاولى ان يصلى بعد الجمعة سنتها ثم الاربع بهذه النية ثم ركعتين سنة الوقت فان صحت الجمعة	حلبی کہتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ جمعہ کے بعد اس کی سنن ادا کرے پھر اس نیت سے چار رکعات پھر وقتی سنتیں دو رکعات ادا کرے، پس اگر اب جمعہ صحیح ہو تو اس

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۵/۱

² حلیہ المحلی شرح نية الصلي

کان قدادی سنتھا علی وجہھا والا فقد صلی الظہر مع سنتھ ابو السعود ¹	کی سنن اپنے طریقے پر ہوئیں، اور اگر جمعہ نہ ہو تو اس نے ظہر سنن کے ساتھ ادا کر لی، ابو السعود۔ (ت)

مراتی الفلاح میں ہے:

بفعل الاربع مفسدة اعتقاد الجہلة عدم فرض الجمعة او تعدد المفروض في وقتها ولا يفتي بالارباع الا الخواص يكون فعلهم اياها في منازلهم ² اه وبمثله صرح المحققون الامرون كالمقدسي وغيره۔ والله تعالى اعلم۔	ان چار رکعات کی ادائیگی جاہل لوگوں کے اعتقاد میں فساد برپا کرے گی کہ جمعہ فرض ہے یا نہیں، یا ایک ہی وقت میں متعدد فرائض ہو سکتے ہیں، لہذا چار رکعات ظہر کا فتویٰ صرف خواص کے لئے ہے اور ان کا فعل (رکعات کی ادائیگی) بھی اپنے گھروں میں ہوگی اسی کی مثل اس کا حکم دینے والے محققین مثلاً امام مقدسی وغیرہ نے کہا ہے، (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۸۳ تا ۱۲۸۹: از فیروز پور ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ شیخ فضل حسین صاحب ۲۱ رجب ۱۳۱۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے
دین ان مسائل میں:

(۱) حنفی اگر بعض اقوال امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اختیار کر لیں جو دربارہ ترقی عبادت ہوں جائز ہے یا نہیں؟ مثلاً اگر دیہات
میں جمعہ پڑھنا بقول امام شافعی جائز ہووے اور بدیں حکم حنفی پڑھیں تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ اور ناجائز ہونے کی صورت میں لائق
مواخذہ کے ہوں گے یا صرف فرض ظہر ان کے ذمہ باقی رہے گا؟

(۲) اگر بنظر شبہ ناجواز بعد پڑھنے جمعہ کے چار رکعات دیگر بدیں نیت کہ اگر جمعہ ناجائز ہو ایہ رکعتیں فرض ظہر میں شمار
ہو جائیں ورنہ نفل رہیں بدیں خیال کہ روز قیامت فرائض میں جو کمی ہوگی سنا ہے کہ وہ سنن و نوافل سے پوری کی جائے گی،
پڑھنا کفایت کرے گا یا نہیں؟ اور یہ بات اکثر جگہ رواج میں ہے یہ رواج جائز ہے یا نہیں؟

(۳) یہ بات مشہور ہے کہ نہ پڑھنے سے پڑھنا اولیٰ ہے کہ ضعف اسلام کا وقت ہے جمعہ پڑھنے کے واسطے

¹ حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب الجمعة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴۱/۱

² مراتی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب الجمعة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۷۶-۷۵

لائق کہنے کے ہے یا نہیں؟

(۴) حاکم یا قاضی یا بادشاہ یا نائب کا موجود ہونا جو مشروط ہے اور وہ شرط ہندوستان میں کہیں میسر نہیں پھر آخر جمعہ پڑھا جاتا ہے اور ایک شرط پر لحاظ نہیں کیا جاتا، ایسا ہی اگر بعض شرائط "حوالی شہر یا آبادی مساوی منی" نہ لحاظ کیا جائے تو گنجائش ہے یا نہیں؟

(۵) جن دیہات میں جمعہ پڑھا جاتا ہے اور وہاں کی آبادی کم ہے کہ شہریت اس کو حاصل نہیں وہاں کے لوگوں کو اگر جمعہ پڑھنے سے باز رکھا جائے اور کہا جائے کہ فرض ظہر تمہارے ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا جائز ہوگا یا ناجائز، درحالیکہ وہ جمعہ پڑھنے دوسری جائز جگہ پر جانے والے نہ ہوں۔

(۶) یہ جو علماء لکھتے ہیں کہ جس بستی کے مسلمان مکلف وہاں کی بڑی مسجد میں نہ سوائیں وہاں جمعہ جائز ہے یہ مردم شماری دیہہ سے مراد ہے یا تعداد نمازیوں سے اندرون مسجد سے یا مع صحن مسجد؟

(۷) جماعت میں بقول بعض ائمہ علاوہ دو آدمی اور بقول بعض چالیس آدمی لکھے ہیں مالا بدمنہ میں، اگر موجب اس کے چالیس آدمی سے کم میں جمعہ پڑھا جائے تو جائز ہوگا یا ناجائز؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

(۱) حتی الامکان چاروں مذاہب بلکہ جمیع مذاہب ائمہ مجتہدین کی رعایت ہمارے علماء بلکہ سب علماء مستحب لکھتے ہیں مگر اس کے ساتھ ہی علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ یہ اسی وقت تک ہے کہ اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ ہو ورنہ ایسی رعایت کی اجازت نہیں۔

رد المحتار ^۱ لیس لہ ان یرتکب مکروہ مذہبہ لیراعی مذہب غیرہ کما مر تقریرہ اول الکتاب ^۱	رد المحتار میں ہے کہ غیر کے مذہب کی رعایت کرتے ہوئے اپنے مذہب کے مکروہ کا ارتکاب جائز نہیں جیسا کہ اس پر کتاب کی ابتداء میں تفصیلاً گزر چکا ہے۔ (ت)

جب مکروہ کے سبب یہ حکم تو امر حرام و ناجائز کے لئے کیونکر اجازت ہو سکتی ہے، دیہات میں جمعہ پڑھنا خود ناجائز ہے۔

فی الدر المختار تکرہ تحریمای لانه اشتغال بما لا یصح لان البصر شرط الصحة ^۲	در مختار میں ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ شہر کا ہونا شرط صحت ہے۔ (ت)

^۱ رد المحتار مطلب فی ندب مراعات الخلاف الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۹۱

^۲ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۱۳۱

ف: رد المحتار میں یہ عبارت بالمعنی مذکور ہے بالفاظ مذکور نہیں۔

پھر اس کے سبب جماعت ظہر ترک ہو نا دوسرا گناہ، اور ہر گناہ قابلِ مواخذہ، اور اگر ظہر نہ پڑھی جب تو خود نماز فرض معاذ اللہ عمداً ترک کی فرض کا ذمہ پر رہ جانا کیا کوئی ہلکی بات ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کے دامنِ رحمت میں پناہ لیتا ہوں۔ ت)

(۲) یہ نیت کہ اگر جمعہ نہ ہو تو فرض ورنہ نفل ہر گز کفایت نہ کرے گی کہ جمعہ نہ ہو تو فرض ظہر ذمہ پر باقی ہے اور فرض کی نیت میں تعین شرط ہے شک و تردد کا فی نہیں،

فی التَّنْوِيرِ لَا بَدْنَ مِنَ التَّعْيِينِ عِنْدَ النِّيَّةِ لِفَرْضٍ وَلَوْ قَضَاءً وَوَاجِبٌ ¹ ۔	تنویر میں ہے کہ نیت کے وقت فرض و واجب کی تعین ضروری ہے خواہ وہ قضا ہو۔ (ت)

بلکہ اشباہ کی جگہ یہ کرے کہ جمعہ پڑھتے وقت عزم و جزم کے ساتھ جمعہ کی نیت کرے پھر چار سنت بعد یہ بہ نیت سنت وقت پڑھے پھر یہ چار رکعت احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہ کی، پھر دو سنتیں بہ نیت سنت وقت پڑھے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ جمعہ صحیح ہو گیا تو چار فرض جو اس نے پڑھے پہلے کسی ظہر کی قضا دانستہ یا نا دانستہ جو اس کے ذمہ رہ گئی تھی اُس میں محسوب ہو جائیں گی اور کوئی قضا نہ تھی تو نفل ہوں گی، اور اگر جمعہ نہ ہو تو یہ فرض خود آج ہی کی ظہر کے مع سنت قبلہ و بعد یہ بترتیب ادا ہو جائیں گے، یہ اس طریقہ کی منفعت ہے نہ یہ کہ نیت میں یوں شک و تردد کرے، یوں ہر گز فرض ادا نہیں ہو سکتے تو وہ مقصود احتیاط کہاں حاصل ہوا، ان رکعتوں کا رواج جواز کیا بلکہ ایسے مواقع میں علماء نے حکم دیا ہے مگر ان جاہلوں کو نہیں جو نیت صحیح نہ کر سکیں یا ان کے باعث جمعہ کے دن دوسرے فرض سمجھنے لگیں، لہذا علماء فرماتے ہیں عوام جاہلوں کو ان کا حکم نہ دیا جائے، علمگیری میں ہے:

ینوی آخر ظہر علیہ و هو الا حسن ²	(جو اس پر آخری ظہر ہے اس کی نیت کرے اور یہی احسن ہے۔ ت)

مراتی الفلاح میں ہے: لا یفتی بالاربع الا الخواص³ (چار رکعت ظہر کا فتویٰ صرف اور صرف خواص کے لئے ہے۔ ت)

¹ در مختار باب شروط الصلوة، مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱/۶۷

² فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۵/۱

³ مراتی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب الجمعة مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۷۶

مگر یہ اس جگہ کے لئے ہے جو شہر یا فناء شہر ہو اور تعدد جمعہ وغیرہ وجوہ کے سبب صحت جمعہ میں اشتباہ ہو، گاؤں میں جمعہ اصلاً جائز نہیں تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہو سکتی کہ ایک ناجائز کام کریں اور ان چار رکعت احتیاطی سے اس کی تلافی چاہیں۔
(۳) اور ضعف اسلام کا عذر قابل سماعت نہیں، ضعف تو یوں ہی ہے کہ اکثر اہل اسلام کو جائز ناجائز کی چنداں پروا نہ رہی نہ کہ وہ ناجائز جسے عبادت سمجھ کر بجالائیں، رونق اسلام اتباع احکام میں ہے نہ بے قیدی میں۔

وَالذَّنْبُ يَجْرِي إِلَى الذَّنْبِ وَالْقَلِيلُ يَدْعُو إِلَى الْكَثِيرِ وَمَا لَنَا الْإِفْتَاءَ إِلَّا بِالْمَذْهَبِ وَقَدْ قَالَ الْعُلَمَاءُ فِي عِدَّةٍ مَسَائِلَ فِي الْمَذْهَبِ لَا يَفْتِي بِهَا كَيْلًا يَتَوَصَّلُ الْعَوَامُ إِلَى هَدْمِ الْمَذْهَبِ فَكَيْفَ بِمَا لَيْسَ مِنَ الْمَذْهَبِ فِي شَيْءٍ، وَبِاللَّهِ الْعَصِيَّةُ۔	گناہ دوسرے گناہ کی طرف کھینچتا ہے، قلیل، کثرت کی دعوت دیتا ہے اور ہم جو مذہب ہے اسی پر فتویٰ دیتے ہیں، متعدد ایسے مسائل جو مذہب پر ہیں لیکن علماء نے فرمایا کہ ان پر فتویٰ نہ دیا جائے تاکہ عوام مذہب کو ختم کرنے پر نہ تل جائیں تو اس مسئلہ کا کیا معاملہ ہے جو مذہب سے تعلق نہ رکھتا ہے اور عصمت اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔ (ت)

(۵،۴) اور سلطان یا اس کے مامور و ماذون کا اقامت جمعہ کرنا اگرچہ ایسی شرط ہے کہ ہنگام ضرورت ساقط ہو جاتی ہے مگر شرط مصر کا اس پر قیاس نہیں کہ غیر مصر میں اقامت جمعہ خود شرع مطہر نے ضرور نہ ٹھہرائی بلکہ وہاں عدم اقامت ہی ضرور ہے تو اس شرط کے سقاط میں ضرورت کے کیا معنی، غرض دیہات میں جمعہ کی ہر گز اجازت نہیں ہو سکتی فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا،

في الشامي عن القهستاني عن الجواهر لو صلوا في القرى لزمهم اداء الظهر¹۔	شامی نے قسستانی سے انہوں نے جواہر سے نقل کیا کہ اگر لوگوں نے دیہاتوں میں جمعہ ادا کیا تو وہاں ظہر کی ادائیگی لازم ہوگی۔ (ت)

(۶) بعض علماء نے جو یہ روایت اختیار کی ہے اُس میں بستی کی مردم شماری مقصود نہیں بلکہ خاص وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے یعنی مرد عاقل بالغ آزاد مقیم کہ اندھے لہجھے لوے یا ایسے ضعیف یا مریض نہ ہوں کہ جمعہ کی حاضری سے معذور ہوں، ایسے معذوروں یا بچوں، عورتوں، غلاموں، مسافروں کی گنتی نہیں، اور

¹ رد المحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۹۰۱ء

پوری مسجد مع صحن مراد ہے نہ کہ فقط اندر کا درجہ،

فی التنویر ہو مالا یسع اکبر مساجدہ اہلہ المکلفین بہا ^۱ فی الشامی عن الطحطاوی عن القہستانی احتزبہ عن اصحاب الاعذار مثل النساء والصبیان والمسافرین ^۲ ۔	تنویر میں ہے شہر وہ ہے جس کی سب سے بڑی مسجد شہر کے مکلفین کے لئے ناکافی ہو، شامی میں طحطاوی سے اور وہاں قہستانی سے ہے کہ لفظ مکلفین سے معذورین کو خارج کیا ہے مثلاً خواتین، بچے اور مسافر۔ (ت)

(۷) ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صحت نماز جمعہ کے لئے امام کے سوا تین مرد عاقل بالغ درکار ہیں اس سے کم
میں جائز نہیں زیادہ کی ضرورت نہیں۔

فی التنویر والجماعة اقلها ثلاثة رجال سوى الامام ^۳ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	تنویر میں ہے جماعت کے لئے امام کے علاوہ کم از کم تین مردوں کا ہونا ضروری ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۰: ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اس کا جواب دینا اور جب دو خطبوں
کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دوا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
الجواب:

ہر گز نہ چاہئے یہی احوط ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اجابة الاذان ح مکروهة نہر الفائق ^۴ ۔	اس وقت اذان کا جواب دینا مکروہ ہے۔ نہر الرائق (ت)

پھر رد مختار میں ہے:

ینبغی ان لا یجیب بلسانہ اتفاقاً فی الاذان بین یدی الخطیب ^۵ ۔	خطیب کے سامنے دی جانے والی اذان کا جواب بالاتفاق نہیں دینا چاہئے۔ (ت)

^۱ رد مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱۰۹/۱

^۲ رد المختار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۵۹۰/۱

^۳ رد مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱۱۱/۱

^۴ رد المختار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۶۰۷/۱

^۵ رد مختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۶۵/۱

اُسی میں ہے:

جب امام حجرہ سے نکلے اگر حجرہ ہو، ورنہ جب وہ منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو تمام خطبہ تک نہ نماز ہے اور نہ ہی کلام، صاحبین کہتے ہیں کہ خطبہ سے پہلے اور اس کے بعد گفتگو میں حرج نہیں، اور امام ابو یوسف کے نزدیک جب امام بیٹھے اس وقت بھی کلام میں کوئی حرج نہیں، اور اختلاف اس گفتگو میں ہے جو آخرت سے متعلق ہو لیکن اس کے علاوہ گفتگو تو بالاتفاق مکروہ ہے، اس بناء پر ہمارے زمانہ میں متعارف ترقیہ (ان الله وملئکتہ یصلون علی النبی الخ) (خطیب کے منبر پر بیٹھتے وقت پڑھنا) امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے اور تعجب ہے کہ ترقیہ پڑھنے والا امر بالمعروف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث کی وجہ سے روکتا ہے اور پھر خود کہتا ہے خاموش رہو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے اھ ملخصاً (ت)،	اذا خرج الامام من الحجرۃ ان کان والا فقیامہ للصعود فلا صلوٰۃ ولا کلام الی تمامہا وقال لا بأس بالكلام قبل الخطبة وبعدها واذاجلس عند الثانی والخلاف فی کلام یتعلق بالآخرۃ اماغیرہ فیکرہ اجماعاً علی هذا فالترقیۃ المتعارفۃ فی زماننا تکرہ عنده والعجب ان المرقی ینہی عن الامر بالمعروف بمقتضی حدیثہ ثم یقول انصتوا رحمکم اللہ¹ اھ ملخصاً

ہاں یہ جواب اذن یا دُعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو کوئی حرج نہیں، کما افادہ کلام علی القاری وفروع فی کتب المذہب (جیسا کہ علی قاری نے تحریر فرمایا اور اس کی تفصیلات کتبِ مذہب میں ہیں۔ ت) اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذن دے یا دُعا کرے بلاشبہ جائز ہے۔

صحیح البخاری وغیرہ میں سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دونوں معمول ملتے ہیں۔ (ت)	وقد صح کلام الامرین عن سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صحیح البخاری وغیرہ۔

یہ قول مجمل ہے وتفصیل المقام مع نہایۃ الغایۃ وازالۃ الاوصام فی فتاوانا بتوفیق الملک العلام (اس مقام کی تفصیل ہم نے بتوفیق ملک العلام نہایت تحقیق کے ساتھ اپنے فتاویٰ میں بیان کر دی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۱: از بلگرام ضلع ہر دوئی محلہ میدانپورہ مرسلہ حضرت سید ابراہیم صاحب ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم باواز بلند کہنا چاہئے یا باخفا؟ اور اگر باواز بلند کہے تو کچھ حرج تو نہیں؟ بینوا تو جروا

¹ در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱۱۳/۱

الجواب:

نہ آواز نہ بانخفا، بلکہ تنہا اعوذ آہستہ پڑھ کر حمد الہی سے شروع کرے،

فی الدر المختار یبدأ بالتعوذ سرا ^۱ فی رد المحتار قوله یبدأ ای قبل الخطبة الاولى بالتعوذ سراً ثم بحمد الله تعالى والثناء علیه۔ ^۲ والله تعالى اعلم کرے۔ والله تعالى اعلم (ت)	در مختار میں ہے کہ آہستہ تعوذ پڑھ کر خطبہ شروع کرے، رد المحتار میں ہے ماتن کا قول یبدأ یہ ہے کہ پہلے خطبہ سے پہلے آہستہ اعوذ باللہ کہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے۔ والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹۲: از کلنتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ جناب غلام قادر بیگ صاحب ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ میں جو اردو قصائد متضمن وعظ و نصیحت پڑھے جاتے ہیں یہ شرعاً کیسا ہے
اور عوام کا یہ عذر کہ عربی ہماری سمجھ میں نہیں آتی لہذا اردو کی ضرورت ہے قابل قبول ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

یہ امر خلاف سنت متوارثہ مسلمین ہے اور سنت متوارثہ کا خلاف مکروہ، قرناً فقرناً اہل اسلام میں ہمیشہ خالص عربی میں خطبہ
معمول و متوارث رہا ہے اور متوارث کا اتباع ضرور ہے۔ در مختار میں ہے: لان المسلمین توارثوا ثلثاً فوجب اتباعهم^۳ (یہ
مسلمانوں کا توارث ہے جس کی اتباع لازم ہے۔ ت) زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بجز اللہ ہزار ہا بلاد عجم فتح ہوئے۔
ہزاروں عجمی حاضر ہوئے مگر کبھی منقول نہیں کہ انھوں نے ان کی غرض سے خطبہ غیر عربی میں پڑھایا اس میں دوسری زبان
کا خلط کیا ہو،

وکل ما وجد مقتضیہ عیناً مع عدم المانع ثم ترکوه دل علی انهم کفواعنه فكان الدناہ الکراہۃ۔	ہر وہ شئی جس کا مقتضی پایا جائے اور کوئی مانع بھی نہیں پھر اس کو ترک کر دینا اس پر دال ہے کہ اسے چھوڑا گیا ہے تو کم از کم یہ عمل مکروہ ضرور ہوگا۔ (ت)

عوام کا یہ عذر جب صحابہ کرام کے نزدیک لائق لحاظ نہ تھا اب کیوں مسموع ہونے لگا، بات یہ ہے کہ شریعت مطہرہ

^۱ در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۱

^۲ رد المحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۵۹۸

^۳ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۷۱

نے علم یکھنا سب پر واجب کیا ہے۔ عوام کہ نہیں سمجھتے، سبب یہ ہے کہ سیکھتے تو قصور اُن کا ہے نہ کہ خطیب کا، آخری عوام قرآن مجید بھی تو نہیں سمجھتے کیا ان کے لئے قرآن اُردو میں پڑھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۹۳: از شہر پور بندن ملک کا ٹھیا واڑ محلہ ڈیروڈ مسولہ کھتری عمر ابو بکر صاحب ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں، خطیب کو وقت خواندگی خطبہ عصا ہاتھ میں لینا سنت ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب:

خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا بعض علماء نے سنت لکھا اور بعض نے مکروہ، اور ظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہو تو کوئی سنت مؤکدہ نہیں، تو بنظر اختلاف اُس سے بچنا ہی بہتر ہے مگر جب کوئی عذر ہو،

وذلك لان الفعل اذا تردد بين السنية والكراهة	وہ اس لئے کہ جب فعل کے سنت اور مکروہ ہونے میں شک ہو تو اس کا ترک بہتر ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۹۴: مرسلہ مولوی الہ یار خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ وعیدین میں پورا خطبہ اشعار عربی و فارسی و ہندی میں پڑھنا اور اشعار کا داخل کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

شعر کی نسبت حدیث میں فرمایا وہ ایک کلام ہے جس کا حسن اور قبیح قبیح یعنی مضمون پر مدار ہے اگر اچھا ذکر ہے شعر بھی محمود اور بُرا تذکرہ ہے تو شعر بھی مذموم، بخور، عروض پر موزوں ہو جانا خواہی نحو ای قبیح کلام کا باعث نہیں اگرچہ اس میں انہماک واستغراق تام متکلم کے حق میں شرع کو ناپسند،

اخرج البخاری فی الادب المفرد ، والطبرانی فی المعجم الاوسط وابو یعلی عن عبد اللہ بن عمر و بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما وهذا الدارقطنی عن امر المؤمنین	امام بخاری نے ادب المفرد میں، طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابو یعلیٰ نے حضرت عبد اللہ بن عمر و بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ابو یعلیٰ اور دارقطنی نے ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور

الصديقة رضى الله تعالى عنها والامام الشافعي عن عروة بن الزبير رضى الله تعالى عنهما مرسل قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم : الشعر بمنزلة الكلام فحسنه كحسن الكلام وقبيحه كقبيح الكلام¹ قال المناوى اسنادة حسن²۔	امام شافعی نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرسلًا روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: شعر دوسرے کلام کی طرح ہی ہے، اچھا شعر اچھے کلام اور برا شعر برے کلام کی طرح ہوتا ہے۔ امام مناوی نے کہا کہ اس روایت کی سند حسن ہے۔ (ت)

خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے منبر بچاتے
وہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حمد و ثناء و مفاخرت کا خطبہ بلیغہ اشعار میں پڑھتے، حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے یہ جب تک اس کام میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ جبریل سے اس کی مدد فرماتا ہے،

اخرج الامام البخارى فى الجامع الصحيح عن ام المؤمنين الصديقة رضى الله تعالى عنها قالت كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يضع لحسان بن ثابت منبرا فى المسجد يقوم عليه قائما يفاخر عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او ينافح ويقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله يؤيد حسان بروح القدس مانافح او فاخر عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم³۔	امام بخاری نے الجامع الصحيح میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابی حسان بن ثابت کے لئے مسجد میں منبر بچھواتے اور وہ منبر پر کھڑے ہو کر آپ - صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح کرتے اور کفار کی طرف سے کئے ہوئے حملوں کا جواب دیتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے کہ جب تک حسان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف اور دفاع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی روح القدس کے ذریعے مدد و تائید فرماتا ہے۔ (ت)

¹ الادب المفرد باب الشعر حسن الخ نمبر ۳۸۲ حدیث ۸۶۵ مطبوعہ المكتبة الاثرية سالنگابیل شیخوپورہ ص ۲۲۳، الجامع الصغير مع فتح القدير بحوالہ مجمع

اوسط و ادب مفرد عن ابن عمر و ابو يعلى عن عائشة ۱۷۵/۴

² فيض القدير شرح الجامع الصغير بحوالہ السبكي مطبوعہ دار المعرفه بيروت ۱۷۵/۴

³ مشکوٰۃ المصابيح بحوالہ البخاری باب البيان والشعر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۱۰، سنن ابوداؤد کتاب الادب مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۶۸۴/۲

سیدی عارف باللہ امام اطرلین شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ہر وہ شعر اچھا ہے جو زہد، وعظ، حکمت، و نیا کی مذمت، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلانے والا یا صالحین و متقین کی صفت و تعریف وغیرہ پر مشتمل ہو جو انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پر ابھارتا ہے ہو یا گناہ سے دور کرتا ہو الخ (ت)	ماکان منه یعنی من الشعر فی المذہد ولمواعظ والحکم وذم الدنیا والتذکیر بلاء اللہ ونعت الصالحین وصفة المتقین ونحو ذلك مما یحمل علی الطاعة ویبعد عن المعصیة محمود ¹ الخ

تو اگر خطبہ جمعہ یا عیدین میں احیاء و چار عربی اشعار حمد و نعت، وعظ و تذکیر و ذم دنیا و مدح عقبی کے پڑھے جائیں کوئی مانع نہیں بلکہ خود اشہد اللہ فی امر اللہ امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی،

شیخ عسکری نے المواعظ میں ابو خالد الغسانی سے نقل کیا کہ مجھے اہل شام کے بزرگوں نے بتایا کہ ہم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ جب امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے منبر پر تشریف لے گئے لوگوں کو اپنے سے نیچا دیکھ کر حمد الہی بجالائے پھر ثنائے خدا و نعت مصطفیٰ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد پہلا کلام جو زبان پر لائے یہ اشعار تھے جن کا حاصل یہ کہ اپنے اوپر نرمی کر کہ سب کاموں کے اندازے اللہ عز و جل کے دست قدرت میں ہیں جو مقدر نہیں وہ تیرے پاس آنے کا نہیں اور جو مقدر ہے وہ تجھ سے کمی کرنے کا نہیں، اسے علامہ ابراہیم بن عبد اللہ یمنی مدنی نے	فقد اخرج العسکری فی المواعظ عن ابی خالد الغسانی قال حدثنی مشیخة من اهل الشام ادرکوا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قالوا لما استخلف صعد المنبر فلما رأى الناس اسفل منه حمد اللہ ثم کان اول کلام تکلم به بعد الثناء علی اللہ و علی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ہون عليك فان الامور: بکف الاله مقادیرھا * فلیس بأتیک منهیھا * ولا قاصر عنک مامورھا ² * ذکرہ العلامة ابراہیم بن عبد اللہ الیمنی المدنی فی الباب اسابع عشر من کتاب القول الصواب

¹ کتاب عوارف المعارف ملحق احیاء علوم مطبوعہ مطبعة اشہد القاہرہ ص ۱۰۹

² القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب الباب السابع عشر

ف: اعلیٰ حضرت نے شیخ کے حوالے سے عبارت نقل کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا، مجھے اصل عبارت نہیں مل سکی، البتہ سعی بسیار کے بعد اس عبارت کی مؤید عبارت عوارف المعارف سے ان الفاظ کے ساتھ ملی ہے، فان کان من القصائد فی ذکر الجنة والنار والتشویق الی دار القرار

ووصف نعم الملک الجبار و ذکر لعبادات والترغیب فی الخیرات فلا سبیل الی الانکار "۔ نذیر احمد

فی فضل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب من کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعة الخلفاء۔	اپنی کتاب القول الصواب فی فضل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب کے سترھویں باب میں الاکتفاء فی فضل الاربعة الخلفاء سے نقل کیا ہے۔ (ت)

مگر ان خطبوں کا تمام وکمال نظم ہی میں پڑھنا نہ چاہئے کہ بلاوجہ کلماتِ مسنونہ سے اعراض بلکہ طریقہ متوارثہ کی تغیر ہے اور نظم خالص خطبہ میں ترک سنتِ تلاوت کو مستلزم جس کی کراہت کلماتِ علماء میں مصرح، امداد الفتاح شرح نور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے:

فی المحيط یقرأ فی الخطبة سورة من القرآن اوایة فالأخبار قد تواترت ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یقرأ القرآن فی خطبته لاتخلو عن سورة اوایة ¹ ۔	محیط میں ہے کہ خطبہ میں قرآنی سورت یا اس کی آیت پڑھی جائے کیونکہ بنی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خطبہ قرآنی سورت یا کسی آیت قرآنی سے خالی نہ ہوتا۔ (ت)

علامہ طحطاوی نے حاشیہ شرح تنویر میں خطبہ ثانیہ کی نسبت فرمایا:

یزید فیہا الدعاء للمؤمنین والمومنات بدل الوعظ فی الاولی ولا یعظ فیہا ویسن قراءة آية فیہا کذا فی البحر ² ۔	پہلے خطبہ میں وعظ کے بدلے دوسرے میں مؤمنین اور مومنات کے لئے دعا کا اضافہ کیا جائے اس میں وعظ نہ ہو اور اس میں قرأتِ آیت سنت ہے جیسا کہ بحر میں ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

یسن خطبتان بجلسة بینہما وتارکھا	دو خطبے درمیان میں جلسہ کے ساتھ سنت ہیں، اس

عہ: اقول: ذکرہ فی البحر استظہاراً من قول التجنیس والمزید الثانیة کلا ولی الخ فلیتنبہ ۱۲ منہ (م)	میں کہتا ہوں بحر میں تجنیس والمزید کے قول کو ظاہر قرار دیتے ہوئے ذکر کیا کہ دوسرا خطبہ پہلے کی طرح ہے پس غور کرنا چاہئے ۱۲ منہ (ت)

¹ رد المختار بحوالہ امداد الفتاح باب الجمعہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۵۹۸/۱

² حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار باب الجمعہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۴۳/۱

دو خطبے درمیان میں جلسہ کے ساتھ سنت ہیں، اس جلسہ کو ترک کرنا صحیح قول کے مطابق گناہ ہے جیسے کہ تین آیات کی مقدار قرأت کا ترک کرنا گناہ ہے اہل ملخصاً قلت ان کے قول "قدر الخ" سے طویل آیت بھی شامل ہو جاتی ہے جو تین آیات کے برابر ہو لہذا ردالمحتار میں جو اعتراض ہوا اس کا ازالہ بھی ہو جائے گا آپ پر اس حاشیہ کا مطالعہ نہایت مفید ہے جو ہم نے اس (ردالمحتار) پر لکھا ہے۔ (ت)

مسئی علی الاصح کترکہ قرائۃ قدر ثلاث آیات^۱ اہل ملخصاً، قلت وبقوله قدر الخ دخل آية طويلة تكون قدر ثلاث فاندفع ما اورد في ردالمحتار وعلیک بما علقناه عہ۔

علامہ شامی نے کہا یعنی خطبہ میں صرف ایک تسبیح اور تہلیل کے برابر جو تین آیات یا تشہد واجب کے برابر نہ ہو تو مکروہ ہے۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ تین آیات کا ترک مکروہ کیونکہ ملتقی اور مواہب اور نور الایضاح وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ ایک آیت کا پڑھنا سنت ہے اہل میں نے اس پر حاشیہ لکھا جس کی عبارت یہ ہے اقول بلکہ یہ تو صریح لفظ کا مفاد ہے اور اگر آپ کا تاویل شدہ مقصد ہوتا تو یوں کہتے (تین آیات کے ترک کی طرح مکروہ ہے) تاویل کے ذریعہ تبدیلی کی جائے یہ صریح مفاد بہتر ہے حالانکہ شارح کا مقصد خاص تین آیات مراد نہیں تاکہ آپ کا ذکر کردہ اعتراض وارد ہو بلکہ انھوں نے تو قدر ہا کا لفظ کہا ہے اور ایک اور دو ایسی آیات کو بھی (باقی بر صفحہ آئندہ)

عہ: قال العلامة الشامي ای يكره الاقتصار في الخطبة على نحو تسبيحة وتهليلة مما لا يكون ذكر اطويل قدر ثلاث أي ات او قدر التشهد الواجب وليس المراد ان ترك قرائة ثلاث أي ات مكروه لان المصرح به في الملتقى والمواهب ونورالايضاح وغيرها ان من السنن قرائة آية^۲ اہل وكتب عليه مانصه اقول بل هو مفاد صريح اللفظ ولو كان المراد ما اولتم به لقال كترکہ قرائة ثلاث آیات وهذا اشبه بالتبدیل منه بالتأويل ولا يريد الشارح ثلاث آیات عيناً حتى يرد عليه ما ذكرتم وانما قدرها فأدخل آية أو أي تین

^۱ در مختار باب الجمع مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۱۱

^۲ ردالمحتار باب الجمع مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۵۹۸

یوں ہی زبان عجمی کا داخل خطبہ کرنا مناسب نہیں کہ زمانہ صحابہ و تابعین وائمہ دین سے خطبہ خاص زبان عربی میں ہونا متواتر ہے کہا ذکر الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی شرح الموطا (جیسا کہ شاہ ولی اللہ الدہلوی نے شرح موطا میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ت) عہد سلف میں بجز اللہ ہزاروں بلاد عجم فتح ہوئے۔ ہزار ہا منبر نصب کئے گئے، عامہ حاضرین اہل عجم ہوتے مگر کبھی منقول نہیں کہ سلف صالح نے ان کی تفہیم کے لئے خطبہ جمعہ یا عیدین غیر عربی میں پڑھایا اس میں دوسری زبان کا خلط کیا، اور سنت متواترہ کی مخالفت بیشک مکروہ ہے۔ در مختار میں فرمایا:

ان المسلمین ماتوا رثوہ فوجب اتباعہم ^۱ اہ ای ثبت وتأكد، اقول: وتحقیقہ ان التذکیر بالعجیبة لما کان المقتضى له بعینه موجودا والمانع مفقود اثم لم يفعلوا کان ذلك کفا منهم لا ترکا والکف فعل والفعل یجری فیہ التوارث بخلاف التروک اذلا معنی لتوارثہ ولا مساغ للتأسی فیہ لانه غیر مفعول بل ولا مقدور کہا نص علیہ الاکابر الصدور قال فی الاشباہ والنظائر التروک لا یقترب	جو مسلمانوں میں متواتر و منقول ہو اس کی اتباع لازم ہوتی ہے اہ یعنی وہ ثابت اور موکد ہوتا ہے اقول: اس کی تحقیق یہ ہے کہ عجمی زبان میں وعظ و نصیحت کا تقاضا بنفسہ موجود تھا اور مانع مفقود، پھر بھی انھوں نے ایسا نہیں کیا تو یہ ان کی طرف سے چھوڑنا ہے ترک نہیں، چھوڑنا فعل ہے اور فعل میں توارث جاری ہوتا ہے بخلاف ترک کے کہ اس میں توارث کا مفہوم ہی نہیں ہو سکتا اور اس میں اقتدا کا کوئی جواز ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ اس پر عمل ہی نہیں ہو بلکہ وہ قدرت میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بقدر ثلث وهو مراد من قال آية بدليل مافی الهندیة عن الجوهرة مقدار ما یقرأ فیہا من القرآن ثلث آیات قصار أو آية طويلة ^۲ اہ فالتام الکلمات و حصص الحق والحمد لله - ۱۲ منه	شامل کیا جو تین آیات کے برابر ہوں اور ایک آیت کہنے والے کی بھی یہی مراد ہے، اس کی دلیل یہ ہے جو ہندیہ نے جو اہرہ سے نقل کیا ہے کہ خطبہ میں جو قرآن پڑھا جائے اس کی مقدار تین چھوٹی آیات یا ایک طویل آیت ہے اہ پس علماء کے کلمات موافق ہو گئے، اور حق واضح ہو گیا الحمد لله ۱۲ منہ (ت)

^۱ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱۱/۷۱

^۲ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳/۷۱

بها الا اذا صار التوك كفا هو فعل وهو المكلف به في النهي لا التوك بمعنى العدم لانه ليس داخلا تحت القدرة للعبد كما في التحرير¹ اه يعنى تحريرا لاصول للامام المحقق حيث اطلق رحمه الله تعالى اتقن هذا فانه من اجل المهمات۔	نہیں جیسا کہ اس پر اسلاف اکابر نے تصریح کی، الاشباہ والنظائر میں ہے کہ ترک سے تقرب حاصل نہیں کیا جاسکتا البتہ اس صورت میں جب ترک چھوڑنے کی صورت میں ہو تو وہ فعل ہوگا اور نہی میں یہی مکلف بہ ہے نہ کہ ترک بمعنی عدم، کیونکہ اس معنی میں وہ عبد کی قدرت کے تحت داخل نہیں ہوتا جیسا کہ تحریر میں ہے اھ ۔ تحریر سے مراد امام مطلق محقق کی کتاب تحریر الاصول ہے اسے مضبوطی سے حاصل کرو کیونکہ یہ نہایت ہی ضروری مقام ہے (ت)

بالنہمہ اگر خطبہ عربیہ کے ساتھ کچھ اشعارِ پند و نصائح اردو میں پڑھے جائیں جیسا کہ آج کل ہندوستان میں اکثر جگہ معمول
ہے تو غایت اس کی بس اس قدر کی خلافِ اولیٰ و مکروہ تنزیہی ہے اس سے زیادہ مکروہ تحریمی و گناہ و ممنوع و بدعت سیءہ قرار دینا
محض بے دلیل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نابالغ کا خطبہ جمعہ پڑھنا اور نماز غیر خطیب کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟
بینوا توجروا

الجواب:

غیر خطیب کا نماز پڑھنا اولیٰ نہیں،

فی تنویر الابصار ولا ینبغی ان یصلی بالقوم غیر الخطیب ² وھكذا فی الفتاویٰ عالمگیریۃ نقلا عن الکافی۔	تنویر الابصار میں ہے کہ غیر خطیب کا قوم کو نماز پڑھنا مناسب نہیں، اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں کافی سے منقول ہے۔ (ت)
عبارتھا ھذہ واما الخطیب فیشتط فیہ ان یتاہل للامامة فی الجمعة	اور اگر نابالغ خطبہ پڑھے اور بالغ نماز پڑھائے تو اس میں اختلاف ہے عالمگیری میں نقلا عن الزاہدی (زاہدی سے منقول ہے ۔ (ت) خطیب کا صالح امامت جمعہ ہونا شرط ٹھرایا اور نابالغ صالح امامت نہیں تو اس کا خطبہ پڑھنا ناجائز اور فرض اس سے ساقط نہ ہوگا اس کی عبارت یہ ہے خطبہ دینے والے کے لئے یہ شرط ہے کہ جمعہ کی امامت کا اہل ہو۔

¹ الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانية مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۷۷

² در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۱۱۳

کذا فی الزاہدی ^۱ ۔	زاہدی میں اسی طرح ہے۔ (ت)

شاہ والنظار و فتاویٰ خلاصہ و تنویر الابصار میں جواز کا حکم دیا۔

حيث قال في الاشباه لو خطب بأذن السلطان و صلى بالغ جاز^۲ وفي تنوير الابصار فان فعل بان خطب صبي بأذن السلطان و صلى بالغ جاز^۳ وفي الخلاصة صبي خطب بأمر السلطان وصل الجمعة مصلی بالغ يجوز^۴۔	الاشباہ میں ہے کہ اگر (نا بالغ نے) بادشاہ کی اجازت سے خطبہ دیا اور بالغ نے نماز پڑھادی تو جائز ہے۔ تنویر الابصار میں ہے کہ اگر ایسا ہوا یعنی بچے نے بادشاہ کی اجازت سے خطبہ دیا لیکن نماز بالغ نے پڑھالی تو جائز ہے۔ خلاصہ میں ہے کسی نا بالغ بچے نے سلطان کے حکم سے خطبہ دیا اور بالغ نے نماز پڑھائی تو جائز ہے۔ (ت)

در مختار میں اسی کو مختار قرار دیا:

حيث قال بعد قوله جاز هو المختار ^۵ ۔	جہاں انہوں نے ماتن کے قول "جاز" کے بعد کہا یہی مختار ہے (ت)

بہر حال صونا عن الخلاف (اختلاف سے بچنے کی خاطر۔ ت) نا بالغ کا خطبہ پڑھنا مناسب نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۲۹۶: از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک مرسلہ مولوی نور الدین احمد صاحب غرہ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ
نماز جمعہ کے بعد چار رکعت فرض احتیاطی پڑھے جائیں یا نہیں یعنی اگر جمعہ کے شرائط پورے ادا ہوتے ہیں تو پھر یہ رکعتیں غیر ضروری ہیں اور اگر جمعہ بموجب مذہب حنفی ادا نہیں ہوتا تو جمعہ کیوں پڑھا جاتا ہے نماز ظہر پڑھی جائے اگر احتیاطاً دونوں پڑھی جاتی ہیں تو پھر ہم مقلد اور حنفی کیا ہوئے آئین بالجسر کرنے والے اور فاتحہ خلف الامام پڑھنے والے بھی یہی عذر کر سکتے ہیں مفصل طور پر ارشاد فرمائے کہ سائل کو تسکین ہو، زیادہ نیاز،

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس فی صلوٰۃ الجمعہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۷۱ھ

^۲ الاشباہ والنظار احکام الصبیان مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳۳۲ھ/۱۳۳۳ھ

^۳ در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۱۱۳/۱

^۴ خلاصۃ الفتاویٰ الفصل الثالث والعشرون فی صلوٰۃ الجمعہ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۰۵/۱

^۵ در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۱۱۳/۱

الجواب:

عبادات شدت محل احتیاط میں اور خلاف علماء سے خروج بالاجماع مستحب، جب تک اپنے مذہب کے کسی مکروہ کا ارتکاب نہ لازم آئے کما نص علیہ فی رد المحتار وغیرہ (جیسا کہ رد المحتار میں اس پر تصریح ہے۔ ت) قراءت مقتدی و رفع یدین وجہر بہ آمین ہمارے مذہب میں باتفاق ائمہ ممنوع و مکروہ و خلاف سنت ہیں تو ہمیں یہاں رعایت خلاف اپنے مذہب سے خروج اور مکروہ فی الذہب کا ارتکاب صاف ہے، بخلاف فرض احتیاطی کہ بسبب تعدد جمعہ رکھے گئے یہ دونوں حرج سے پاک ہیں تعدد مطلقاً اگرچہ علی الاصح ظاہر الروایۃ اور وہی معمول و مفتی بہ مگر منع تعدد بھی مذہب میں ایک قول قوی و صحیح ہے،

رد المحتار میں ہے کہ جمعہ کے متعدد مقامات ۵ پر ہونے کا جواز اگرچہ راجح اور قوی ہے مگر اس میں اشباہ بھی قوی ہے کیونکہ اس کے خلاف امام ابو حنیفہ سے بھی روایت ہے اور اسے طحاوی، ترمذی، تاشی اور صاحب مختار نے اختیار کیا اور عتابی نے اسے اظہر قرار دیا ہے اور صاحب بدائع کا قول آپ پڑھ چکے کہ یہ ظاہر الروایۃ ہے، شرح المنیۃ میں جوامع الفقہ سے ہے کہ امام صاحب سے مروی ہے دونوں روایات میں سے یہ اظہر ہے، نہر میں کہا کہ حاوی القدسی میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور زاہدی کے تکملہ میں کہ ہمارا عمل اسی پر ہے اہ تو اس وقت مذہب میں یہ معتد قول ہوا ضعیف قول نہ رہا ہ (ملخصاً ت)	فی رد المحتار جواز التعدد وان كان ارجح واقوی دلیلاً لکن فیہ شبه وقویۃ لان خلافہ مروی عن ابی حنیفۃ ایضاً واختارہ الطحاوی والتمیز تاشی وصاحب المختار وجعلہ العتابی الاظهر وقد علمت قول البدائع انه ظاهر الرویۃ وفي شرح المنیۃ عن جوامع الفقہ انه الظہر الروایتین عن الامام قال فی النہر وفي الحاوی القدسی وعلیہ الفتوی وفي التکملة للزاہدی وبہ نأخذ اھ فهو حنیئذ قول متعمد فی المذہب لا قول ضعیف¹ اھ ملخصاً

پھر اس کی رعایت میں کوئی کراہت لازم نہیں آتی کہ یہ فرض احتیاطی، بجماعت نہیں ہوتے منفرداً بہ نیت آخر ظہر پڑھے جاتے ہیں وہ بھی صرف خواص کے لئے عوام کو نہ بتائے جائیں نہ انھیں حاجت، تو فرق ظاہر ہو گیا اور اعتراض ساقط و تفصیل القول فی تلك الركعات قد سبقت فی فتاؤنا (ان رکعات کے بارے میں تفصیلی گفتگو ہمارے فتاویٰ میں گزر چکی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

¹ رد المحتار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۹۶ھ

مسئلہ ۱۲۹۷:

از نو دیا ضلع بریلی غرہ

محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں جامع مسجد ہے کہ ہمیشہ اُس میں جمعہ ہوتا ہے اب ایک مسجد بنا ہوئی اُس کو جامع مسجد بنانا اور قدیم کی جامع مسجد کو ترک کر دینا یا دونوں جامعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

قصبہ و شہر جہاں جمعہ جائز ہے وہاں نماز جمعہ متعدد جگہ ہونا بھی جائز ہے اگرچہ افضل حتی الوسع ایک جگہ ہوتا ہے اور اگلی مسجد جامع کو ترک کر دینے کے اگر یہ معنی کہ اُس میں نماز ہی چھوڑ دی جائے، تو قطعاً ناجائز کہ مسجد کا ویران کرنا ہے اور اگر یہ مراد کہ نماز تو وہاں ہوا کرے مگر جمعہ وہاں کے بدلے اب اس مسجد جدید میں ہو، اس میں اگر وہاں کے اہل اسلام کوئی مصلحت شرعیہ قابل قبول رکھتے ہوں تو کیا مضائقہ، ورنہ مسجد جامع وہی مسجد قدیم ہے اور اس میں نماز جمعہ کا ثواب زائد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۹۸: از جالندھر محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی احمد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲۰ شوال ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ کے چار رکعت ظہر احتیاطی کا پڑھنا ملک پنجاب یا ہندوستان کے شہروں میں جن میں جامع مساجد بادشاہوں کے حکم سے بنی ہوئی ہیں واجب ہے یا مستحب، اور ان شہروں میں نماز جمعہ میں کچھ وہم یا شبہ ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب مع عبارت لکھا جائے۔

الجواب:

بعض شرائط صحت کی تحقیق میں یہاں ضرور اختلاف و اشتباہ ہے، ایسی جگہ علمائے کرام نے چار رکعت احتیاطی کا حکم دیا مگر خواص کے لئے، نہ کہ ایسے عوام کو جو تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں، اُن کے لئے ایک مذہب پر صحت بس ہے، یہ رکعتیں بحال تو ہم عدم صحت تو صرف مندوب ہیں اور بحال شک و اشتباہ ظاہر و جوب، ردالمحتار میں ہے:

نقل مقدسی عن المحيط کل موضع وقع الشک فی کونہ مصر یا ینبغی لہم ان یصلوا بعد الجمعة اربعاً بنیۃ الظہر احتیاطاً، ومثلہ فی الکافی والقنیۃ امرائمتہم بالاربع بعدها حتیاً احتیاطاً، قال المقدسی ذکر ابن الشحنة عن جدہ	قدسی نے محیط سے نقل کیا کہ ہر وہ جگہ جس کے شہر ہونے میں شک ہو وہاں پر ان لوگوں کو جمعہ کے بعد احتیاطاً چار رکعتیں بنیت ظہر ادا کرنی چاہئیں، اسی کی مثل کافی اور قنیۃ میں ہے کہ ائمہ نے جمعہ کے بعد لوگوں کو حتمی طور پر احتیاطاً چار رکعات کا حکم دیا ہے، المقدسی نے کہا کہ ابن شحنة نے اپنے دادا سے اس کے

التصريح بالندب وبحث فيه بانه ينبغي ان يكون عند مجرد التوهم ما عند قيام الشك والاشتباه فالظاهر الوجوب ونقل عن شيخه ابن الهمام ما يفيد وقال المقدسي نحن لا نأمر بذلك امثال هذه العوام بل ندل عليه الخواص ولو بالنسبة اليهم¹ اهملخصاً۔	مندوب ہونے کی تصریح کی اور اس پر اعتراض کیا کہ ایسی بات اس وقت ہے جب وہم ہو اور اگر شک و اشتباه ہو پھر واجب ہے اور اپنے شیخ ابن ہمام سے وہ نقل کیا جو یہاں مفید تھا، مقدسی نے کہا کہ ہم ایسی باتوں کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ خواص کو مطلع کرتے ہیں اگرچہ وہ ان کی نسبت سے ہوں اھ ملخصاً (ت)

تحقیق مسئلہ ہمارے فتاویٰ اور رسالہ لوا مع البہا فی البصر للجمعة والاربع عقیبہا میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۹۹: از رامپور متصل مراد آباد محلہ ملاظریف گھیر فرنگی محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

چہ می فرماید علمائے دین دریں مسئلہ کہ جمعہ بکدام سال مفروض شد،	اس مسئلہ کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ جمعہ کس سال فرض ہوا؟

الجواب:

ہم بسال اول از ہجرت علی الصبح المشور عند الجمهور في شرح المواهب للزرقاني، الاية مدنية فتدل على انها فرضت بالمدينة وعليه لاكثر وقال الشيخ ابو حامد فرضت بمكة قال الحافظ وهو غريب² وفي شرح الموطأ له انه صلى الله تعالى عليه وسلم في سفر الهجرة لما خرج من قبا يوم الجمعة حين ارتفاع النهار ادر كتته الجمعة في بني سالم	جمہور کے نزدیک صحیح مشہور یہی ہے کہ ہجرت کے پہلے سال فرض ہوا، شرح المواهب للزرقانی میں ہے کہ آیت (جمعہ) مدنی ہے جو دال ہے کہ جمعہ کی فرضیت مدینہ منورہ علی صاحبہا الصلوٰۃ میں ہوئی، اور اکثر علماء کی یہی رائے ہے، شیخ ابو حامد کہتے ہیں کہ جمعہ مکہ مکرمہ میں فرض ہوا تھا، حافظ کہتے ہیں کہ یہ قول غریب ہے۔ زرقانی کی شرح موطا میں ہے کہ رسالتنا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر ہجرت کے

¹ رد المحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۵۹۶

² شرح المواهب اللدنیہ للزرقانی الباب الثانی فی ذکر صلوٰۃ الجمعة مطبوعہ مطبعہ عامرہ مصر ۱۷/۴۳۳

بن عوف فصلاھا ببسجد ہم فسفی مسجد الجمعة وهی اول جمعة صلاھا صلی اللہ تعالیٰ وسلم ذکرہ ابن اسحق ^۱ ۱۳۰۰ھ واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم۔	موقعہ پر جمعہ کے دن قبا سے مدینہ طیبہ کی طرف چلے تو دن خوب بلند ہو چکا تھا محلہ بنو سالم بن عوف میں جمعہ کا وقت ہو گیا تو آپ نے ان کی مسجد میں جمعہ ادا فرمایا، اسی وجہ سے اس مسجد کا نام مسجد الجمعة قرار پا گیا، یہ پہلا جمعہ تھا جو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمایا، ابن اسحاق نے اسی طرح ذکر کیا ہے ۱۳۰۰ھ واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰۰: از درو ضلع نئی تال ڈاکخانہ کچھامرسلہ عبدالعزیز خاں ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عیدین یا جمعہ میں آدمیوں کی کثرت سے سجدہ سہو امام کو ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ہاں علمائے کرام نے بحالت جماعت جبکہ سجدہ سہو کے باعث مقتدیوں کے خبط وافتنان کا اندیشہ ہو اس کے ترک کی اجازت دی بلکہ اسی کو اولیٰ قرار دیا،

في الدر المختار السهو في صلوة العيد والجمعة والمكتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتأخرين عدمه في الاوليين لدفع الفتنة كما في جمعة البحر واقرة لا المصنف وبه جزم في الدر ^۲ ۔	در مختار میں ہے کہ نماز عید، جموہ اور فرض و نفل نماز میں سہو برابر ہے، متأخرین کے ہاں عید و جمعہ میں دفع فتنہ کی وجہ سے سجدہ سہو کا نہ ہونا مختار ہے جیسا کہ بحر کے باب جمعہ میں ہے، مصنف نے اسے ثابت رکھا اور در میں اسی کے ساتھ جزم کیا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الظاهر ان الجمع الكثير فيهما سواء كما بحثه بعضهم ط وكذا بحثه الرحمتي وقال خصوصاً في زماننا وفي جمعة حاشية	ظاہر یہ ہے کہ ان (نماز عید و جمعہ) کے علاوہ میں جہاں بھی کثیر اجتماع ہو اس کا حکم بھی یہی ہے جیسا کہ بعض نے بیان کیا ہے ط، اور اسی طرح رحمتی نے بحث کرتے ہوئے کہا اور کہا کہ خصوصاً ہمارے دور میں (سجدہ سہو نہ کرنا)

^۱ شرح الزرقانی علی الموطا باب ما جاء في الامام ينزل بقرية الخ مطبوعه المكتبة التجارية الكبرى مصر ۱۳۰۱ھ

^۲ در مختار باب سجود السهو مطبوعه مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۳۱ھ

ابن السعود عن العزيمة انه ليس المراد عدم جواز بل الاولى تركه لئلا يقع الناس في فتنة اه قوله وبه جزم في الدر لكنه قيدہ محشياً الوافي بما اذا حضر جمع كثير والا فلا داعي الى الترك ط ¹ - والله سبحانه وتعالى اعلم	چاہے) حاشیہ ابوالسعود کے جمعہ میں عزمیہ سے ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ سجدہ سہو جائز نہیں بلکہ اس کا ترک اولیٰ ہے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں، اہ قولہ، اس پر در میں جزم ہے لیکن اس کے محشی الوانی ہے اس قید کا اضافہ کیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب وہاں کثیر لوگ جمع ہوں ورنہ نہیں کیونکہ اس وقت ترک سجدہ کا داعی نہیں ہوگا، ط۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰۱: از ریاست رامپور محلہ ملا ظریف گھیر منشی عبدالرحمن خاں مرحوم مرحلہ مولوی عبدالرؤف صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں آج جمعہ کے دن امام صاحب جمعہ مع خطبہ پڑھا کہ فارغ ہوئے، اب اُس وقت پندرہ سولہ آدمی اسی مسجد میں بعد نماز جمعہ آگئے اب یہ آئندگان اسی مسجد میں پھر جمعہ پڑھیں یا ظہر، بر تقدیر ثانی جماعت سے پڑھیں یا منفرد؟ عبدالمہ صاحب مرحوم نے اپنے مجموعہ فتاویٰ میں لکھا ہے کہ وہ لوگ جمعہ پڑھیں گے دوسری مسجد میں افضل لکھا ہے اگر اسی مسجد میں پڑھیں کچھ حرج نہیں کر کے تحریر کیا ہے، مگر عالمگیری کی عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوسرا جمعہ جائز نہیں بلکہ وہ لوگ فرادی فرادی نماز پڑھیں اس کی تحقیق کیا ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

عالمگیری میں یہ مسئلہ خانیہ سے ماثر ہے اور اسی کی مثل فتاویٰ ظہیریہ و بحر الرائق و در مختار وغیرہا میں مذکور،

قال في البحر قال في الظهيرية جماعة فانتهم الجماعة في المصر فانهم يصلون الظهر بغير اذان و لا اقامة ولا جماعة ² -	بحر میں ہے کہ ظہیریہ میں فرمایا کہ اگر کسی شہر میں سے جماعت فوت ہوگئی تو بغیر اذان، تکبیر اور جماعت کے ظہر ادا کریں۔ (ت)

تصویر مسئلہ فوت جمعہ سے ہے اور وہ قول توحد پر تو ظاہر،

وعليه يبتنى تعليل الهداية لمسألة	اور ہدایہ میں مسئلہ معذورین کی ان الفاظ میں علت

¹ رد المحتار باب سجود السہو مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/ ۵۵۶

² بحر الرائق شرح کنز الدقائق مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲/ ۱۵۴

بیان کرنا بھی اسی پر مبنی ہے کہ اس صورت میں جمعہ میں خلل آتا ہے حالانکہ وہ تمام جماعتوں کا جامع ہے اہ فتح میں کہا اور اسی کی اتباع بحر میں ہے کہ یہ وجہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ کے عدم جواز پر مبنی ہے الخ بحر میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ روایت ودرایت کے لحاظ سے یہ نص کے خلاف ہے اہ _____ اقوال:

ہدایہ میں اس کی دو علتیں بیان ہوئی ہیں ایک یہ جو مذکور ہے اور دوسری وہ جس پر تم نے اعتماد کیا وہاں اس کے بعد انھوں نے کہا کہ کبھی معذور کی غیر اقتداء کر لیتا ہے اہ اور کوئی حرج نہیں کیونکہ مسئلہ کی علت دونوں قولوں پر ہے _____ علاوہ ازیں قول توحید بھی مذہب میں قوی قول ہے جیسا کہ ہمارے حاشیہ ردالمحتار کی تحریر سے ظاہر ہو جاتا ہے اور ہم نے اسے اپنے فتاویٰ میں ذکر کیا ہے، اس طرح کا اعتراض ایسے امام پر اس طرح کے فاضل علام سے تعجب وارد، اور انہوں نے اس میں فتح کی اتباع کی ہے لیکن فتح نے اسی پر اکتفاء کیا ہے جو کچھ گزر چکا ہے، پھر کہا سرخی وغیرہ کے نزدیک مختار روایت پر تعدد جمعہ کا جواز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض اوقات معذور کو غیر معذور کی اقتداء لاحق ہو جاتی ہے اہ اور انہوں نے ذکر نہیں کیا جو بحر نے کیا ہے پس وہ حرج نہیں بلکہ دو اقوال کی دلیلوں کی تقسیم طور شرح ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

المعذورین بقوله لما فيه من الاخلال بالجملة اذهی
 جامعة الجماعات¹ اہ قال فی الفتح وتبع فی البحر
 هذا الوجه مبني على عدم جواز تعدد الجمعة في
 البصر الواحد² الخ زاد فی البحر وهو خلاف
 المنصوص عليه رواية ودرایة³ اہ اقوال: ع الله فی
 لهداية بتعليدين الاول مآذکر والثاني مآعولتم
 عليه حيث قال بعده والمعذور قد يقتدى به غيره⁴
 اہ ولا غر وتعلیل المسألة على كل من القولين على
 ان قول التوحد ايضاً قول قول فی المذهب كما يظهر
 مما علقنا على ردالمحتار وقد دناہ فی فتاؤنا
 والاعتراض بمثل هذا على مثل هذا الامام من مثل
 هذا الفاضل العلامة مما بقضى الى العجب وقد تبع
 فيه الفتح ولكن الفتح انما اقتصر على ما قدمت ثم
 قال وعلى الرواية المختارة عند السرخسي وغيره من
 جواز تعدد ها فوجهه انه ربما يتطرق غير المعذور
 الى الاقتداء بهم⁵ الخ ولم يذكر مآذکر هذا البحر
 فهو ليس بجرح بل شرح بتوزيع الدليلين على
 القولين والله الموفق۔

¹ الهداية باب صلوة الجمعة/ ١٥٠

² فتح القدير شرح الهداية باب صلوة الجمعة/ ٣٥/٢

³ بحر الرائق شرح كنز الدقائق باب صلوة الجمعة/ ١٥٣

⁴ الهداية باب صلوة الجمعة/ ١٥٠

⁵ فتح القدير باب صلوة الجمعة مطبوعه نوريه رضويه سحر ٣٥/٢

اور قول معتمد تعدد پر بھی اُس میں صور متصور، از انجملہ یہ کہ سب جگہ نماز ہو چکی اور باقی صرف تین آدمی ہیں اور جمعہ کے لئے کم سے کم چار درکار، بہر حال یہ مسئلہ عدم جواز تعدد جمعہ بمسجد واحد میں نص نہیں، اب سوال پر نظر کیجئے فتاویٰ لکھنؤ بعض احباب سے منگا کر دیکھا گیا اُسی حکم پر نہ کوئی سند پیش کی ہے نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا صرف صحت تعدد فرضیت جمعہ پر بنائے کار کر کے لکھ دیا کہ اس وجہ سے لازم ہے اُن لوگو کو کہ جماعت سے خطبہ اور جمعہ ادا کریں مگر دوسری مسجد میں ہو تو اولیٰ ہے اور اگر اُسی مسجد میں ہو تو بھی کچھ حرج نہیں۔

اقول: وبالله التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) صحت جمعہ کے لئے صرف جواز تعدد ہی کافی نہیں ع

ہزار نکتہ باریک ترز مواہبناست

(یہاں ہزار نکتہ ہے جو بال سے بھی زیادہ باریک ہے)

ہر شخص اقامت وامامت جمعہ کا اختیار نہیں رکھتا بلکہ سلطان اسلام یا اس کا مامور یا علی الخلاف مامور کا نائب بنایا ہوا بضرورت، یا بلا ضرورت، اور جہاں استیذان سلطان متعذر ہو تو جسے عامہ مومنین خطیب وامام جمعہ مقرر کر لیں تنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

صحت جمعہ کے لئے سلطان یا اس کی طرف سے اقامت جمعہ پر مامور شخص کا ہونا ضروری ہے، اس میں اختلاف ہے کہ امام اعظم ی اس کے نائب کی طرف سے مقرر کردہ خطیب، خطبہ میں نائب بنا سکتا ہے یا نہیں، بعض نے کہا ہر حال میں جائز، ورنہ جائز نہیں، اور بعض کے نزدیک ہر حال میں نائب بنا سکتا ہے، فقہاء کی عبارت سے یہی ظاہر ہے، بدائع یہاں ہے کہ ہر وہ شخص جسے جمعہ کا مالک بنادیا گیا وہ اپنے علاوہ کسی کو اقامت جمعہ کے لئے تقرر کا بھی مالک ہوگا اور عام لوگوں کا خطیب مقرر کرنا معتبر نہیں جبکہ مذکور لوگ موجود ہوں، ہاں اگر مذکورہ بالا لوگ نہ ہوں تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا (ملفوظات)	يشترط لصحتها السلطان او مأموره بأقامتها واختلف في الخطيب المقرر من جهة الامام الاعظم او نائبه هل يملك الاستنابة في الخطبة فقيه لا مطلقاً وقيل ان لضرورة جاز والا لا وقيل يجوز مطلقاً وهو الظاهر من عباراتهم ففى البدائع كل من ملك الجمعة ملك اقامة غيره ونصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر امامهم عدمهم فيجوز للضرورة¹ اھ ملتقطاً۔

¹ در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبعہ مجتہبائی دہلی بھارت ۱۰۹/۱۔ ۱۱۰

سراجیہ میں ہے:

والی مصر فوت ہو گیا تو جمعہ وارث میت پڑھائے یا محاسب یا قاضی، تو جائز ہے، اور اگر ان میں سے وہاں کوئی موجود نہیں اور لوگوں نے کسی شخص کو امام بنالیا تو تب بھی جائز ہے۔ (ت)	والی مصر مات فصلی بهم خلیفة المیت او صاحب الشرطة او القاضی جاز فان لم یکن ثمة واحد منهم الناس علی رجل فصل بهم جاز ¹ ۔

خانہ میں ہے:

اگر وہاں قاضی اور خلیفہ میت نہ ہو اور لوگ کسی ایک شخص کو امام بنالیں تو یہ ضرورت کے موقع پر جائز ہوگا، (ت)	ان لم یکن ثم قاض ولا خلیفة المیت فاجتمع العامة علی تقدیم رجل جاز لمان الضرورة ² ۔

تہذیب و ہندیہ میں ہے:

اگر امام سے اجازت متعذر ہو اور لوگ کسی ایک آدمی کو امام بنالیں تو جائز ہے۔ (ت)	لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علی رجل یصلی بهم الجمعة جاز ³ ۔

اور پر ظاہر کہ کلام اُسی صورت میں ہے جبکہ پہلا جمعہ صحیح ادا ہو لیا اور نہ مسجد واحد میں تعدد جمعہ کہا، اور دوسری مسجد میں اولویت کا کیا منشاء، تو ضرور ہے کہ پہلی نماز اسی نے پڑھائی جو اس مسجد میں اقامت جمعہ کا مالک تھا اب یہ دوبارہ وہیں جمعہ پڑھانے والا دو حال سے خالی نہیں ہے یا اس مالک اقامت کے اذن سے پڑھائے گا یا بے اذن اول کی طرف راہ ممنوع کہ یہاں اذن مالک نہیں، مگر انابت اور بعد اس کے کہ آج کا جمعہ خود اصل پڑھا چکا اقامت شعار ہو چکی، جمعہ امروز میں انابت کے کوئی معنی نہیں کہ انابت تحصیل نا حاصل کے لئے ہوتی ہے نہ تحصیل حاصل کے واسطے نہ نائب و نایب ایک امر میں جمع ہو سکیں اور آئندہ جمعہ کے لئے اذن جمعہ امروز کا اذن نہیں تو شق ثانی ہی متعین ہوئی اور جمعہ میں غیر امام جمعہ کی امامت بے اذن امام جمعہ باطل ہے سراجیہ میں بعد عبارت

عہ: بقى ان لو وجد اماما معینا ما ذونا ح (م) (یہ احتمال باقی رہ گیا کہ عام لوگ کسی مقررہ اذن والے شخص کو پائیں۔ ت)

¹ فتاویٰ سراجیہ باب الجمعة مطبوعہ منشی نوکسور لکھنؤ بھارت ۱۷۱

² فتاویٰ قاضی خان باب صلوة الجمعة مطبوعہ منشی نوکسور لکھنؤ بھارت ۸۴/۱

³ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۶/۱

مذکورہ ہے:

لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لایجوز الا اذا اقتدی بہ من له ولایة الجمعة ¹ ۔	اگر بغیر اذن خطیب نماز پڑھائی تو جائز نہیں، البتہ اس صورت میں جائز ہوگی جب اس کی اقتداء کسی ایسے شخص نے کی جو ولایت جمعہ رکھتا تھا۔ (ت)

در مختار میں ہے: واقرہ شیخ الاسلام² (اسے شیخ الاسلام نے ثابت رکھا۔ ت) خانیہ و ہندیہ و ردالمحتار میں ہے:

رجل خطب یوم الجمعة بغیر اذن الامام والامام حاضر لایجوز ذلك الا ان یکون لامام امرہ بذلك ³ ۔	کسی شخص نے اذن امام کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب امام نے اسے اس کا حکم دیا ہو۔ (ت)

نہ اس مسجد میں آج کے جمعہ کو امام کی ضرورت، نہ معدودے چند عامہ ناس ہیں ورنہ جمعہ سے بڑھ کر عیدین کبھی کسی شخص کو فوت نہ ہوں جبکہ اپنے ساتھ ایک ہی پاس کے کہ انھیں نماز مل جانی ضرورت قرار پائے اور ان میں ایک کا دوسرے کو امام عید مقرر کر لینا قائم مقام امامت سلطان اسلام ٹھہرے اور تمام مسائل کہ فوت جمعہ وہ عیدین پر مبتنی ہیں باطل ہو جائیں و ہذا الا یقول بہ عاقل فضلا عن فاضل (یہ بات تو کوئی معمولی عقل والا بھی نہیں کہہ سکتا چہ جائیکہ کوئی فاضل کہے۔ ت) تو حق یہ ہے کہ اس مسجد میں درکنار کسی دوسری مسجد میں بھی جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو خواہ مکان یا میدان میں کسی جگہ یہ لوگ جمعہ پڑھ سکتے بلکہ اپنی ظہر تنہا تنہا پڑھیں، تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

کرہ تحریماً لمعدور ومسبحون ومسافر اداء ظہر بجماعة فی مصر قبل الجمعة وبعدها لتقلیل الجماعة وصورة المعارضة ⁴ ۔	جمعہ سے پہلے اور اس کے بعد شہر میں معدور، قیدی اور مسافر کا جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں قلت جماعت اور صورت تعارض لازم آتی ہے۔ (ت)

¹ فتاویٰ سراجیہ باب الجمعة مطبوعہ منشی نوکشتور لکھنؤ بھارت ص ۱۷

² در مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۱۱۰/۱

³ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۵/۱

⁴ در مختار الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۱۱۲/۱

ردالمحتار میں ہے:

قوله لمعذور وكذا غيره بالاولى¹ اه فانت تعلم انهم انما اوجههم الى اداء الظهر انهم لا يقدرّون على اقامة الجمعة فأرشدوا الى صلوتها فرادى كما لا يخفى على من رزق العقل سليم والفهم المستقيم والله تعالى اعلم۔	قوله معذور، غير معذور کا بطریق اولیٰ یہی حکم ہے اہ در آب جانتے ہیں کہ یہ لوگ اداء ظہر کے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ وہ اقامت جمعہ پر قادر ہی نہیں لہذا علماء نے تنہا نماز ظہر ادا کرنے کی تلقین کی، جیسا کہ ہر شخص پر مخفی نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم اور فہم مستقیم عطا فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں دو امام درمیان میں پردہ ڈال کر جمعہ پڑھانا جائز ہوگا یا نہیں؟

(۲) ایک مسجد میں دو دفعہ جمعہ پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب: عدم جواز بمعنی گناہ تو جمع فرائض میں ہے صورت سوال سے ظاہر کہ دیدہ و دانستہ دو جماعتیں بالقصد اس طرح کیں اور کسی فرض کی دو جماعتیں ایک مسجد ایک وقت میں بالقصد قائم کرنا ہرگز جائز نہیں، دونوں فریق یا لاقول دونوں میں سے ایک ضرور گنہگار ہوگا کہ جماعت فرائض کی ایسی تفریق صراحتاً بدعت سنّیہ شنیعہ ہے، اگر دونوں امام میں صرف ایک صالح امامت بلا کراہت ہے، مثلاً دوسرا فاسق معین یا بد مذہب ہے جب تو کراہت صرف اس دوسرے پر ہے، اور اگر دونوں صالح تو جس کی نیت پہلے بندھ گئی اس پر الزام نہیں دوسرے پر ہے، اور معاً باندھیں تو دونوں پر۔ خلاصہ و ہندیہ میں ہے:

قوم جلوس فی المسجد الداخل وقوم فی المسجد الخارج اقام المؤمن فقام امام من اهل الخارج وأمهم وقام امام من اهل الداخل فأمهم من يسبق بالشروع فهو والمقتدون به لا كراهة فی حقهم۔²	کچھ لوگ مسجد داخل میں اور کچھ لوگ مسجد خارج میں بیٹھے تھے مؤذن نے تکبیر کہی، اہل خارج میں سے امام نے اور اہل داخل میں سے بھی امام نے جماعت کرائی، ان میں سے جس نے پہلے شروع کی وہ امام اور اسی کے لوگ مقتدی ہوں گے اور ان کے حق میں کوئی کراہت نہیں۔ (ت)

¹ ردالمحتار، باب الجمعة، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، ۶۰۴/۱

² فتاویٰ ہندیہ الباب الخامس فی الامامت فصل ثانی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۸۴/۱

ردالمحتار باب ادراک الفریضہ میں ہے:

لوکان مقتد ئابمن یکرہ الاقتداء به ثم شرع من لا کراهة فيه هل یقطع ویقتدی به استظهر ط ان الاول لو فاسقاً لا یقطع ولو مخالفاً وشك في مراعاته یقطع اقول والاظهر العکس لان الثانی فی کراهة تنزیهیه کالاعی والاعرابی بخلاف الفاسق¹ الخ	اگر کسی نے ایسے شخص کی اقتداء کی جس کی اقتداء مکروہ تھی پھر ایسے امام نے جماعت شروع کی جس میں کراہت نہ تھی تو کیا وہ مقتدی قطع کر کے دوسرے کی اقتداء کرے، ط نے اس کو ظاہر کہا کہ اول اگر فاسق ہے تو قطع نہ کرے اور اگر مخالف مسلک رکھتا ہے اور اس سے دوسرے مسلک کی رعایت مشکوک ہے تو پھر قطع کرے، اقول اس کا عکس اظہر ہے کیونکہ دوسرے میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ نابینا یا اعرابی میں ہے بخلاف فاسق کے الخ۔ (ت)

اور جمعہ میں تو جواز بمعنی صحت ہی نہیں کم سے کم ایک فریق کا جمعہ سرے سے ادا ہی نہ ہوگا، صحت جمعہ کی شرائط سے ایک یہ بھی ہے کہ بادشاہ اسلام یا اس کا مامور اقامت کرے یعنی سلطان خود یا اُس کا ماذون خطبہ پڑھے، امامت کرے اور جہاں یہ صورت متعذر ہو جیسے ان بلادِ ہندوستان میں کہ ہنوز دارالاسلام ہے وہاں بضرورت نصب عامہ کی اجازت یعنی عام مسلمان جسے امام مقرر کر لیں۔

فی التویر والدر یشترط لصحتها السلطان او ماموره باقامتها وقالوا یقیبها امیر البدر ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاء قاضی القضاة ونصب العامة غیر معتبر مع وجود من ذکر امامع عدمهم فیجوز للضرورة² اه ملتقطاً	تویر اور در میں ہے کہ صحت جمعہ کے لئے سلطان یا اس کی اقامت کے لئے سلطان کا مامور ہو نا شرط ہو نا ضروری ہے، فقہانے فرمایا ہے کہ جمعہ شہر کا امیر، پھر محاسب پھر قاضی پھر وہ شخص قائم کر سکتا ہے جس کو قاضی القضاة نے مقرر کیا ہو، ان لوگوں کی موجودگی میں عوام کا تقرر معتبر نہیں البتہ جب ان میں سے کوئی نہ ہو تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا ملتقطاً (ت)

پر ظاہر کہ کسی مسجد کے لئے دو اجماع علی وجہ الاجتماع کہ دونوں امامت جمعہ واحدہ کریں مقرر نہیں ہوتے خصوصاً ہمارے بلاد میں امر اور بھی اظہر کہ نصب عامہ صرف بضرورت اقامت شعار معتبر، اور یہ ضرورت امام واحد سے مرتفع، تو ایک جمعہ میں ایک مسجد میں دو امام کا جمع باطل و متدفع، پس صورت متفسرہ میں اُن دونوں میں جو اُس مسجد کا امام معین جمعہ نہ تھا اُس کا اور اس کے مقتدیوں کا جمعہ ادا نہ ہوا، اور اگر دونوں نہ تھے تو کسی کا

¹ ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۲۵

² در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی بھارت ۱/ ۱۱۰-۱۰۹

نہ ہوا، یہیں سے صورتِ اخیرہ کا جواب بھی ظاہر، اور اگر بفرض باطل صورتِ صحت تسلیم بھی ہو جو ہر گز لائق تسلیم نہیں تو اس کے سخت مخالف مقصود شرع و بدعتِ شنیعہ سب سے ہونے میں کلام نہیں، جمعہ میں ایک مذہب قوی یہ ہے کہ شہر بھر میں ایک ہی جگہ ہو سکتا ہے اور بعض نے دو جگہ اجازت دی اور بعض نے بیچ میں نہر فاصل ہونے کی شرط کی، مفتی بہ جواز تعدد ہے مگر یہ تعدد کہ ایک ہی دن ہی مسجد میں دس بار امامتِ جمعہ ہو کہ جیسے دو ۲ ویسی ہی سو ۱۰۰، یہ بلاشبہ ابتداء فی الدین ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۰۳: از کانپور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہول ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ
ما تو لکم ایھا العلماء لکرام (اے علمائے کرام! تمہارا قول کیا ہے۔ ت) اس مسئلہ میں کہ خطبہ یا عیدین کو عربی میں پڑھ کر اردو ترجمہ کرنا یا صرف اردو میں بطور وعظ کے خطبہ ادا کرنا یا بعض حصہ عربی و بعض اردو میں پڑھنا یا چند اشعار ترغیثاً و ترہیباً عربی یا غیر عربی میں پڑھنا مع النشر اولا جائز ہے یا نہیں؟ بینو اتوجروا
الجواب:

یہ سوال چند امور پر مشتمل:
اول: جمعہ یا عیدین کا خطبہ پڑھ کر اردو ترجمہ کرنا۔ اقول: وبالله التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) قضیہ نظر فقہی یہ ہے کہ یہ امر عیدین میں بہ نیت خطبہ ہو تو ناپسند اور اس کا ترک احسن اور بعد ختم خطبہ، نہ نیت خطبہ بلکہ قصد پسند و نصیحت جداگانہ ہو تو جائز و حسن اور جمعہ میں مطلقاً مکروہ و نامستحسن، دلیل حکم و وجہ فرق یہ کہ زبانِ برکت نشانِ رسالت سے عہد صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام تک تمام قرون و طبقات میں جمعہ و عیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبانِ عربی مذکور و ماثور اور بالآئکہ زمانہ صحابہ میں بجز اللہ تعالیٰ اسلام صدا ہا بلاد عجم میں شائع ہوا، جوامع بنیں، منابر نصب ہوئے، باوصف تحقیق حاجت کبھی کسی عجمی زبان میں خطبہ فرمانا یا دونوں زبانیں ملانا مروی نہ ہوا تو خطبے میں دوسری زبان کا خلط سنت متوارثہ کا مخالف و مغیر ہے اور وہ مکروہ،

کما بینا کہ فی فتاوانا و ذکرنا ثم الفرق بین الکف والتروک فتثبت ولا تتخبط۔	جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا اور وہاں ہم نے کف اور ترک کے درمیان فرق واضح کر دیا ہے اس پر ثابت رہا اور انتشار کا شکار نہ ہوں۔ (ت)

مگر عیدین میں خطبہ بعد نماز ہے تو وہ مستوعد وقت نہیں ہو سکتا نیت قطع اپنا عمل کرے گی اور بعد فراغ خطبہ کہ تمام امور متعلقہ نماز عید منتہی ہو گئے، مسلمان کو تذکیر و تفہیم ممنوع نہیں بلکہ مندوب، اور خود سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے، بخاری و مسلم و دارمی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ

سے راوی:

قال خرجت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم فطر او اضحى فصلى ثم خطب ثم اتى النساء فوعظهن وذكرهن وامرهن بالصدقة ¹ ۔	میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن نکلا آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ ارشاد فرمایا اس کے بعد آپ خواتین کے اجتماع میں تشریف لے گئے انھیں وعظ و نصیحت فرمائی اور صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ (ت)

صحیحین میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبی صلى الله تعالى عليه وسلم نزل فاتى النساء فذكرهن ² ۔	پھر اس کے بعد آپ نے خطبہ دیا، جب بنی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو آپ منبر سے نیچے تشریف لائے، اس کے بعد خواتین کے اجتماع میں تشریف لا کر انھیں نصیحت و تلقین فرمائی۔ (ت)

امام نووی منہاج میں فرماتے ہیں: انما نزل اليهن بعد فراغ خطبة العيد³ (آپ خواتین کے اجتماع میں خطبہ عید سے فراغت کے بعد تشریف لے گئے۔) بخلاف جمعہ کہ اس میں خطبہ قبل نماز ہے اور شروع منذ کیر سے آغاز تکبیر تک اسی تکبیر تک اسی کا وقت ہے ولہذا فصل بہ اجنبی ناجائز، یہاں تک کہ اگر فصل طویل حاصل ہو خطبہ زائل اور اعادہ لازم، ورنہ نماز باطل ہو، اور غیر اجنبی سے بھی فصل پسندیدہ نہیں اور اعادہ خطبہ اولیٰ۔

في الدر المختار لو خطب جنبا ثم اغتسل وصلى جاز ⁴ (ای ولا يعد الغسل فاصلا لانه من اعمال الصلوة ولكن الاولى اعادتها كما لو تطوع بعد ها كما في البحر ⁵ (ش) ولو فصل باجنبى فان طال بان رجع لبيتته فتغدى	در مختار میں ہے اگر کسی نے جنبی حالت میں خطبہ دیا پھر غسل کیا اور نماز پڑھائی تو جائز ہے (یعنی غسل کو) خطبہ اور نماز کے درمیان (فصل نہ شمار کیا جائے گا کیونکہ وہ بھی نماز کے اعمال میں سے ہے لیکن اعادہ خطبہ بہتر ہے جیسا کہ اگر خطبہ کے بعد نوافل ادا کئے، جیسا کہ بحر

¹ صحیح البخاری کتاب العیدین باب خروج الصبیان الی المصلی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۳/۱

² صحیح البخاری کتاب العیدین باب الشی والربط الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۱/۱

³ شرح مسلم للنووی مع مسلم کتاب صلوٰۃ العیدین باب الشی والربط الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۸۹/۱

⁴ در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی بھارت ۱۱۱/۱

⁵ رد المحتار باب الجمعہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۶۰۰/۱

او جامع واغتسل استقبل، خلاصة ای لزوما لبطلان الخطبة سراج ¹ اه مزید امن الشامی	میں ہے ش) اور اگر کسی جنبی کا فاصلہ ہو گیا پس اگر وہ طویل تھا مثلاً گھر آیا اور کھانا کھایا باجماع کیا اور غسل کر کے واپس لوٹا تو نئے سرے سے خطبہ دے خلاصہ، یعنی اب خطبہ دوبارہ دینا لازمی ہے کیونکہ پہلا ختم ہو چکا ہے سراج اہ یہ اضافہ شامی سے ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ خطبہ خواندہ کا ترجمہ یا اور مواعظ و نصائح جو اس وقت میں واقع ہوں گے انھیں مقاصد و مظاہرین خطبہ پر مشتمل ہوں گے۔ تو وقت خطبہ میں ایقان تذکیر بہ نیت تذکیر قطعاً اُسے داخل خطبہ کرے گا اور نیت قطع بے معنی رہے گی کہ عمل و واقع صراحتاً اس کا مکذب ہوگا

کمن نوی ان لا یاکل وھو اکل ولا یشرب وھو شارب بالجملة فنية التذکیر فی هذا الوقت عین نية الخطبة لیست الخطبة الا هذا ولذا اصرحوا ان الخطیب کما تکلم بکلام یا مرفیہ بمعروف او ینھی عن منکر فانه یعد من الخطبة وان خاطب به رجلا معینا لحاجة مخصوصة کما سیأتی۔	جیسے کہ کسی شخص نے نیت کی کہ وہ نہیں کھائے گا یا نہیں پئے گا اور در انحالیکہ وہ کھا رہا ہے یا پی رہا ہے، الغرض اس موقعہ پر تذکیر کی نیت بعینہ نیت خطبہ ہے کیونکہ خطبہ تذکیر ہی ہوتا ہے اسی لئے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ خطبہ دینے والا کوئی ایسا کلام کرے جس میں نیکی کا حکم اور برائی سے ممانعت ہو تو اسے خطبہ ہی کہا جائے گا اگرچہ وہ کسی مخصوص حاجت کی وجہ سے کسی سے مخاطب ہو رہا ہو جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے۔ (ت)

اور اگر بالفرض قطع ہی مانے تو خطبہ و نماز میں فصل لازم آئے گا اگرچہ غیر اجنبی سے تو سنت مستمرہ وصل کے خلاف ہوگا بہر حال خالی از کراہت نہیں ہذا ما ظہر لی وبالله التوفیق
دوم: صرف اردو خطبہ اس کی کراہت بیان بالا سے اظہر و ازہر خصوصاً جبکہ یہ صرف اپنی صرافتہ محضہ پر ہو کہ اب تو اس کا مکروہ و شنیع ہونا صراحتاً منصوص کہ خطبہ میں تلاوت قرآن عظیم کا ترک بُرا ہے۔

فی الهندیة فی ذکر سنن الخطبة الحاوی عشر قراءة القرآن وتارکھا مسیئۃ ھکذا فی البحر الرائق ومقدار ما یقرأ فیھا من القرآن ثلث ای ات قصار او ایة طویلة کذا	فتاویٰ ہندیہ میں سنن خطبہ کے بیان میں ہے کہ گیارہویں سنت خطبہ میں قرآن پڑھنا ہے اور اس کا ترک گناہ ہے، اسی طرح بحر الرائق میں ہے اور اس کی تعداد تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت ہے

¹ در مختار باب الجمعة مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۱۱۱

فی الجوہرۃ النیرۃ ^۱ ۔	جیسا کہ جوہرہ نیرہ میں ہے (ت)

سوم: کچھ عربی کچھ اردو اس کا حال بھی بیان سابق سے واضح ہو چکا مگر جب امام بحالت خطبہ کوئی امر منکر دیکھے تو اُس سے نہی کیا ہی چاہئے اور جب وہ عربی سمجھتا یا امام خود عربی میں کلام کرنا نہیں جانتا تو ناچار زبان مقدور و مفہوم کی طرف رجوع ہوگی یہ کلام جو خطبہ میں ہوگا خطبہ ہی ہوگا کہ امر بالمعروف بھی اُس کے مقاصد حسنہ سے ہے

فی الدر المختار یکرہ تکلمہ فیہا الا لا مر بمعروف لانہ منہا ^۲ ۔	در مختار میں ہے خطبہ میں گفتگو مکروہ ہے البتہ نیکی کا حکم جائز ہے کیونکہ یہ خطبہ کا حصہ ہے۔ (ت)

یوں ایک حصہ خطبہ اردو میں ہونا البتہ مکروہ نہیں بلکہ واجب تک ہو سکتا ہے جبکہ ازالہ منکر اسی میں منحصر ہو۔
چہارم: محض اشعار پر قناعت یہ ضرور مکروہ و اسانت و خلاف سنت و موجب ترک تلاوت، اور اگر ایک آیت طویلہ یا تین آیت قصیرہ کو نظم کر کے لائیں تو ازل تو غالباً یہ بلا تغیر نظم قرآن نامتیسر اور بعد تغیر نظم تلاوت نہ رہے گی اگرچہ اقتباس ہو، اور اگر بن بھی پڑے تو ادائے سنت تلاوت کے لئے قرآن مجید کو منظوم کر کے پڑھنا ترک قرائت سے اشد و اشنع ہے، قرآن عظیم شعر سے پاک و منزہ اور اپنے شعر بننے کی گوارش سے متعالی و ارفع ہے۔ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ^۳ (اور ہم نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شعر کی تعلیم ہی نہیں دی اور نہ ہی یہ آپ کی شان کے لائق ہے۔ ت تو اس طور پر قصد تلاوت صریح اساءت ادب ہے۔

وبہ فارق الاقتباس الذی لا یراد فیہ تلاوة القرآن فانہ شائع سائغ علی الاصح۔	اس سے وہ اقتباس الگ ہو گیا جس سے مقصد تلاوت قرآن نہیں کیونکہ اصح قول کے مطابق یہ مشہور اور مروج ہے۔ (ت)

اور یوں بھی نظم پر اقتصار میں بلا وجہ کلمات ماثورہ و طریقہ متوارثہ سے اعراض ہے تو اُس سے اعراض ہی چاہئے۔
پنجم: بعض اشعار محمودہ ملائمہ داخل کرنا یہ اگر زبان عجم ہوں تو وہی امر سوم ہے ورنہ کچھ حرج نہیں خصوصاً جبکہ احیاناً ہو کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خطبہ میں بعض اشعار پڑھنا مروی۔

کہا رواہ العسکری فی کتاب المواعظ وقد ذکرنا حدیثہ فی فتاؤنا۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم	جیسا کہ عسکری نے کتاب المواعظ میں ذکر کیا ہے اور ہم نے اس کے بارے میں اپنے فتاویٰ میں بھی گفتگو کی ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۷۱

^۲ در مختار، باب الجمعة، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۱۱/۱

^۳ القرآن ۶۹/۳۶

مسئلہ ۱۳۰۴: از کانپور محلہ جرنیل گنج مسجد حاجی فرحت مرسلہ شیخ محمد سہول ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ
ماقولکم ایہا العلماء الکرام (اے علماء کرام تمہارا کیا قول ہے) اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی نماز میں جو اخیر میں دو رکعت
ظہر کی سنت پڑھتے ہیں اس کی ضرورت ہے یا نہیں؟ بینوا توجرو

الجواب:

جمعہ کے بعد ظہر کی سنت کا کوئی محل ہی نہیں، نہ ضرورت بمعنی وجوب سنن میں محتمل۔ ہاں جمعہ کی سنت بعد یہ میں اختلاف
ہے، اصل مذہب میں چار ہیں وعلیہ المتون (متون میں اس بات کا تذکرہ ہے۔ ت) اور احوط و افضل چھ ہیں۔

وہو قول الامام ابی یوسف وبہ اخذ اکثر المشائخ کہا فی فتح اللہ المعین عن النہر عن العیون والتجنیس وہو المختار کہا فی جواہر الاخلاطی وہو لثابت بالحديث کہا بینا فی فتاوانا۔	امام ابو یوسف کا یہی قول ہے اور اسی پر اکثر مشائخ کا عمل ہے جیسا کہ فتح اللہ المعین میں نہر سے اور وہاں عیون اور تجنیس سے ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں ہے اور یہ حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ ہمارے فتاویٰ میں اس کی تفصیل ہے (ت)

مگر جب صحت جمعہ میں نزاع و اشتباہ کے باعث خواص چار رکعت احتیاطی بہ نیت آخر ظہر پڑھیں تو انھیں چاہئے بعد جمعہ چار
سنتیں پھر وہ چار رکعتیں پڑھ کر ان کے بعد یہ دو سنتیں نہ نیت سنت وقت پڑھیں، جمعہ یا ظہر کی تعیین نہ کریں کہ نیت ہر احتمال کو
اشتمال رکھے اور ہر طرح یہ سنتیں اپنے موقع پر بالاتفاق واقع ہوں۔

فی رد المحتار عن شرح المنیۃ الصغیر والاولی ان یصلی بعد الجمعة سنتھا ثم الاربع بھذہ النیۃ ای نیت آخر ظہر ادرکتہ ولم اصلہ ثم رکعتین سنة الوقت فان صحت الجمعة یکون قد ادى سنتھا علی وجهھا والا فقد صلی الظہر مع سنتہ ^۱ ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم	رد المحتار میں شرح منیۃ الصغیر کے حوالے سے ہے کہ بہتر یہ ہے کہ جمعہ کے بعد اس کی سنن ادا کی جائے پھر چار رکعات اس نیت سے یعنی آخری ظہر کی نیت سے کہ سے میں نے پایا مگر ادا نہ کیا پھر وقتی دو سنتیں ادا کرے اب اگر جمعہ صحیح ہو گیا تھا تو اس کی سنن اپنے اپنے وقت پر ادا ہوں گی اور اگر جمعہ صحیح نہیں تو ظہر کی سنتوں کے ساتھ ادا ہو گی۔ واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم (ت)

¹ رد المحتار باب الجمعہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۹۷۱ھ

مسئلہ ۱۳۰۵: از چھاونی فیروز پور صدر پنجاب محلہ لال ڈگی مرسلہ مولوی فضل الرحمان صاحب ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ
بخدمت حضرت مخدوم و معظم مقبول السبحان حضرت مولینا مولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیضہ القوی، السلام علیکم و علی
لدیکم مصدع خدمت خدام والا ہوں کہ ایک مسئلہ کی دو صورتیں ارسال خدمت شریف کر کے گزارش کہ بتفضلات کریمانہ جو
ب باصواب سے معزز و ممتاز فرمائیں جزا کہ اللہ خیر الجزاء (اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا عطا فرمائے۔ ت) نیازمند قدیمی
فقیر محمد فضل الرحمن۔

مسئلہ ۱۳۰۵: از چھاونی فیروز پور صدر پنجاب محلہ لال ڈگی مرسلہ مولوی فضل الرحمان صاحب ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ بخدمت حضرت مخدوم و معظم مقبول السبحان حضرت مولینا مولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیضہ القوی، السلام علیکم و علی لدیکم مصدع خدمت خدام والا ہوں کہ ایک مسئلہ کی دو صورتیں ارسال خدمت شریف کر کے گزارش کہ بتفضلات کریمانہ جو ب باصواب سے معزز و ممتاز فرمائیں جزا کہ اللہ خیر الجزاء (اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا عطا فرمائے۔ ت) نیازمند قدیمی فقیر محمد فضل الرحمن۔	مسئلہ ۱۳۰۵: از چھاونی فیروز پور صدر پنجاب محلہ لال ڈگی مرسلہ مولوی فضل الرحمان صاحب ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۶ھ بخدمت حضرت مخدوم و معظم مقبول السبحان حضرت مولینا مولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیضہ القوی، السلام علیکم و علی لدیکم مصدع خدمت خدام والا ہوں کہ ایک مسئلہ کی دو صورتیں ارسال خدمت شریف کر کے گزارش کہ بتفضلات کریمانہ جو ب باصواب سے معزز و ممتاز فرمائیں جزا کہ اللہ خیر الجزاء (اللہ تعالیٰ آپ کو بہتر جزا عطا فرمائے۔ ت) نیازمند قدیمی فقیر محمد فضل الرحمن۔

نیز خطبہ جمعہ میں حاضرین نے آپ سے کہا کہ بارش کی دعا کیجئے، آپ نے ہاتھ اٹھا کے دعا کی تھی اور تمام حاضرین نے بھی ہاتھ
اٹھائے تھے تو آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا کہ بند ہونے بارش کی دعا کیجئے، آپ کے دعا کرنے سے فوراً امینہ بند ہو گیا تھا
، بخاری و مسلم^{۱۴}، تو دونوں مقاموں سے معلوم ہوا کہ عبث کام کے لئے بولنا، ہاتھ کا ہلانا جمعہ کے خطبہ میں مکروہ ہے اور نیک
کار کے لئے مکروہ ہر گز نہیں، اس استدلال کی اگر سمجھ نہ آئے تو بفتاویٰ علیگیر یہ نقلاً عن المحیط وغیرہ موجود ہے کہ بخطبہ جمعہ:

اذا لم يتكلم بلسانه لكن اشار بيده او برأسه او بعينه نحو ان رأى منكرا من انسان فنهأه بيده ^{۱۵} او اخبر بخبر فاشار برأسه الصحيح انه	اذا لم يتكلم بلسانه لكن اشار بيده او برأسه او بعينه نحو ان رأى منكرا من انسان فنهأه بيده ^{۱۵} او اخبر بخبر فاشار برأسه الصحيح انه

عہ ۱: باب خطبہ جمعہ و باب استسقاء کے دیکھنے سے یہی حاصل ہے۔ (م)
عہ ۲: مثلاً اگر دیکھے کسی کو کہ دوسرے کو کہتا ہے چپ کر یا سنگریزہ کو مس کرتا ہے تو دیکھنے والا اس کو ہاتھ یا سر یا آنکھ کے اشارے سے
منع کرے کہ یوں نہ کر تو منع کنندہ لابس بہ میں داخل ہے اور جس کو اس نے منع کیا ہو لغو و عبث کنندگان سے شمار کیا جائے گا۔ فتدبر
(م)

لاباس بہ اما دراسۃ الفقہ و کتابتہ عند البعض مکروہ و قال البعض لابس ¹ بہ (ملخصاً تقدماً و تاخراً) انتہی۔	اشارہ کیا تو صحیح یہی ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں لیکن فقہ کی تدریس و کتابت بعض کے ہاں مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں انتہی (ت)

پس ان سب روایتوں کے استدلال سے جو کوئی خطبہ اولیٰ بقدر سنت سن کے باقی کو سنتا رہے اور حاضرین کو جو گرمی میں ہوا کی حاجت و ضرورت ہوتی ہے سب کو ہوا کرنے لگے تاکہ اطمینان سے خطبہ سنیں لاباس بہ (اس میں کوئی حرج نہیں۔ ت) بیشک یہ شخص ثواب جمعہ سے محروم نہ رہے گا۔

اذا المقصود من الانصات ملا حظۃ معنی الخطبۃ واشتغال قلوب السامعین بالحر یفوت ذلك کذا یستفاد من فتاویٰ حموی۔	کیونکہ خطبہ کی طرف کان لگانے سے مقصود یہی ہے کہ معانی خطبہ سے اگاہی ہو، لیکن سامعین کے دلوں کا گرمی کی وجہ سے پریشان ہونا اسے فوت کرنے کا ذریعہ ہے فتاویٰ حموی سے یہی مستفاد ہے (ت)۔

دیکھو جنت میں بروز جمعہ سب مومنوں کو ایک مکان میں جمع کر کے باری تعالیٰ بھی ہوا شمالی چلائے گا تاکہ باطمینان دیدار حق سبحانہ تعالیٰ سے مشرف ہوا کریں گے، اس ہوا کا نام میثرہ ہے کہ کتوری کی خوشبوئی کا اثر رکھتی ہوگی کما فی مسلمہ (جیسا کہ مسلم شریف میں ہے۔ ت)

ہاجیا اس ہوا کنندہ قوم کو بخطبہ جمعہ گرمی کے مارے خود ہوا کی سخت حاجت و ضرورت ہوتی ہے تو اس نے اپنی اس راحت پر راحت کو مقدم کیا وَیُؤْتُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ² (وہ اپنی ذاتوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ خود بھوکے ہوتے ہیں۔ ت) کے گرد میں داخل ہو کے درجہ مظلون کا پایا، یہ آیت سورہ حشر کی بخاری و اشباہ و فتاویٰ حموی میں موجود ہے اور کتاب و سنت کا حکم عام ہے۔

لان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد کما قرر فی الاصول۔	کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہوتا ہے مخصوص واقعہ کا اعتبار نہیں کیا جاتا جیسا کہ اصول میں مسلمہ ہے۔ (ت)

خطبہ جمعہ بقدر ایک تسبیح کے فرض اور تین آیات قصیرہ یا ایک آیت طویلہ پڑھنا و شہادتین و درود پڑھنا اور ہند و نصیحت قوم کو کرنا خطیب پر سنت اور خطبہ ثانیہ نیز سنت ہے اور بعضوں کے نزدیک خطبہ اولیٰ بقدر تمام التحیات کے فرض ہے فقہر۔ راقم دعا گو خیر خواہ فقیر غلام البنی عنہ باسمہ سبحانہ و تعالیٰ شانہ۔

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴۷۱ھ

² القرآن ۹/۵۹

الجواب:

هو الموفق بالحق والصواب (وہ حق اور درست کے ساتھ توفیق دینے والا ہے۔ ت) برضاہ ارباب صدق و صفاد اصحاب فطنت و ذکا مخفی و محتجب نہ رہے کہ جو افعال اثنائے نماز میں حرام ہیں وہی خطبہ میں بحالتِ استماع خطبہ گفتگو کرنا یا بادل کشتی کرنا جو مضر اور مخالف استماع خطبہ ہے ممنوع اور غیر مشروع ہے ہرگز درست نہیں مگر اس کا خاطمی و سخت گناہ گار ہے، علگیر یہ میں ہے:

ويحرم في الخطبة ما يحرم في الصلوة حتى لا ينبغي ان ياكل او يشرب والامام في الخطبة هكذا في الخلاصة ¹ ص ۵۳۔	خطبہ کے دوران ہر وہ شئی حرام ہے جو نماز میں حرام حتی کہ امام کے خطبہ کے وقت کھانا پینا مناسب نہیں اسی طرح خلاص ص ۵۳ میں ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

(وكل ما حرم في الصلوة حرم فيها) اي في الخطبة خلاصة وغيرها فيحرم اكل وشرب وكلام ولو تسبيحا اورد سلام او امرا ببعرف بل يجب عليه ان يستمع ويسكت ² ۔	(جو کچھ نماز میں حرام ہے اس (خطبہ) کے دوران بھی حرام ہے) خلاصہ وغیرہ، پس کھانا پینا، کلام کرنا اگرچہ سبحان اللہ کہنا، سلام کا جواب دینا یا نیکی کا حکم ہو اس دوران ناجائز ہے بلکہ واجب ہے کہ خطبہ سنا جائے اور خاموشی اختیار کی جائے۔ (ت)

شامی میں ہے:

قوله بل يجب عليه ان يستمع ظاهره انه يكره الاشتغال بما يفوت السماع وان لم يكن كلاما وبه صرح القهستاني حيث قال اذا الاستماع فرض كما في المحيط او واجب كما في صلوة المسعودية اوسنة ³ الخ۔	قوله "بلکہ خطبہ کا سننا واجب ہے" کا ظاہر واضح کر رہا ہے ہر وہی شئی پڑھنا جس سے سماع خطبہ فوت ہو وہ مکروہ ہے اگرچہ وہ کلام نہ ہو، اسی کی تصریح کرتے ہوئے قہستانی نے کہا کیونکہ خطبہ کا سننا فرض ہے جیسا کہ محیط میں یا واجب ہے جیسے کہ صلوة المسعودیہ میں یا سنت ہے الخ (ت)

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۷۱ھ

² در مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتہدائی دہلی بھارت ۱۳۱/۱

³ رد المحتار، باب الجمعة، مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۶۰۶/۱

شرح و قایہ میں ہے:

وإذا خرج الإمام محرم الصلوة والكلام حتى يتم خطبته ¹	جب امام (خطبہ کے لئے نکل آئے تو نماز و کلام حرام ہو جاتی ہے یہاں تک کہ خطبہ مکمل ہو جائے۔ (ت)

شرح نووی میں ہے:

قوله صلى الله تعالى عليه وسلم ومن مس الحصا فقد لغافيه النهى عن مس الحصا وغيره من انواع العيث في حال الخطبة وفيه اشارة الى اقبال القلب والجوارح على الخطبة ²	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: اور جس نے سنگہیزے کو مس کیا اس نے لغو کام کیا، اس فرمان میں سنگہیزے وغیرہ کو مس کرنا جیسے کاموں سے حالت خطبہ میں آپ نے منع فرمایا ہے اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دل اور اعضاء کو خطبہ کی طرف لگایا جائے۔ (ت)

لُب اور خلاصہ عبارات متذکرہ بالا قایہ ہے کہ اثنائے خطبہ میں بادی کشی وغیرہ لغو افعال جو مانع استماع خطبہ و توجہ قلب اور اعضائے انسانی کے ہیں ناجائز ہیں اور فاعل اس کا بجائے اس کے کہ مستحق ثواب کا ہو مرتکب گناہ کا ہوگا۔ الحبيب محمد فضل الرحمن ساکن صدر بازار کیمپ فیروز پنجاب۔

الجواب:

تحریر ثانی صحیح ہے اور رائے نصح فی الواقع فعل مذکور گناہ و حرام، اور اس کا فاعل مرتکب آئنا، اور اُس میں ثواب طبع خام، اور تحریر اول سر اسراوہام، خلاصہ و بزاز یہ و خزائنہ المفتین و مجتبی و جلابی و حلیہ و جامع الرموز و بحر الرائق و نہر الفائق و مراقی الفلاح و تنویر الابصار و در مختار و ططاوی علی المراقی و منہ و ہندیہ و منہ الخالق و غیرہ عامہ کتب مذہب میں صاف تصریح ہے کہ جو فعل نماز میں حرام ہے خطبہ ہونے کی حالت میں بھی حرام ہے، خلاصہ و علمگیریہ و متن و شرح تنویر کی عبارات کلام مجیب میں گزریں اور عبارت خزائنہ المفتین بعینہا عبارت خلاصہ ہے اور اُسی سے بحر و حاشیہ البحر للعلائی الشامی میں بہ نقل نہر ماثور۔ و جیمہ امام کردری میں ہے:

ما یحرم فی الصلوة یحرم فی الخطبة کلا کل والشرب حال الخطبة ³	جو کچھ نماز میں حرام ہے خطبہ میں بھی حرام ہے مثلاً خطبہ کے دوران کھانا پینا۔ (ت)

¹ شرح و قایہ، باب الجمعة، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی بھارت ۱/ ۲۴۴

² شرح مسلم مع مسلم کتاب الجمعة مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۸۳

³ فتاویٰ بزاز یہ علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ الثالث والعشرون فی الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳/ ۷۴

شرح منیہ امام محمد ابن امیر الحاج حلبی میں ہے:

کما یکرہ الکلام بأنواعه یکرہ مایجراہ من کتابۃ ونحوها مما یشغل عن ساعها حتی ان فی شرح الزاہدی ویکرہ لمستمع لخطبة مایکرہ فی الصلوٰۃ کالاکل والشوب والعبث والالتفات ¹ ۔	جیسے ہر طرح کی گفتگو منع ہے ویسے ہی اس کے قائم مقام مثلاً کتابت وغیرہ جو خطبہ کے سماع میں خلل ڈالے حتیٰ کہ شرح الزاہدی میں ہے کہ خطبہ کے سماع کے لئے ہو وہ شئی مکروہ ہے جو نماز میں مکروہ ہے مثلاً کھانا پینا، عبث فعل اور کسی طرف متوجہ ہونا وغیرہ (ت)

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ شرح نور الایضاح میں بحوالہ شرح الكنز للعلاۃ عمر بن حکیم وشرح القدوری المختار بن محمود سے نقل کیا۔ شرح نقایا علامہ محمد قسستانی میں ہے:

کما منع الکلام منع الاکل والشرب العبث والالتفات والتخطی وغیرہا مما منع فی الصلوٰۃ کما فی جلابی ² ۔	جس طرح گفتگو منع ہے اسی طرح کھانا پینا عبث کام، کسی اور طرف متوجہ ہونا اور خط وغیرہ کھینچنا جو کہ نماز میں ممنوع ہیں منع ہیں جیسا کہ جلابی میں ہے۔ (ت)

متن وشرح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے:

کرہه لحاضر الخطبة الاکل والشرب) وقال الکمال یحرم (والعبث والالتفات) فیجتنب ما یحتنبه فی الصلوٰۃ ³ اہ باختصار۔	(خطبہ میں حاضر شخص کے لئے کھانا پینا مکروہ ہے) کمال نے کہا حرام ہے (بے فائدہ کام کسی اور طرف متوجہ ہونا) پس ہر شے سے اجتناب کرنا چاہئے جس سے نماز میں اجتناب کیا جاتا ہے اھ اختصاراً (ت)

غنیہ شرح منیہ للعلامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

الاستماع والانصات واجب عندنا وعند الجمهور حتی انه یکرہ قراءۃ القرآن ونحوها ورد السلام تشمیت العاطس وکذا الاکل والشرب وکل عمل ⁴ ۔	خطبہ سننا اور اُس کی طرف متوجہ ہونا ہمارے اور جمہور کے نزدیک واجب ہے حتیٰ کہ اس کے دوران قراءت قرآن وغیرہ، سلام کا جواب، چھینک کا جواب مکروہ ہے اور اسی طرح کھانا پینا اور ہر عمل کا یہی حکم ہے (ت)

¹ حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح بحوالہ النہر عن البدائع مفہوم باب الجمعہ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۸۲

² جامع الرموز فصل فی صلوٰۃ جمعہ مطبوعہ گنبد قاوس ایران ۱/ ۲۶۸

³ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۸۳

⁴ غنیہ المستملی شرح منیہ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعہ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۰

کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ بادکشی مذکور نمازی کو بحالت نماز حلال ہے حاشا قطعاً حرام ہے تو حسب تصریحات متوافرہ ائمہ و علمائے معتمدین بحالت خطبہ بھی حرام و موجب آثام ہے یہیں سے اُس روایت اشارہ پنچشم و سرودست کا بھی جواب ظاہر ہو گیا کہیں کسی منکر یا اور کسی حاجت کے لئے ایک اشارہ کر دینا اور کہاں حالت خطبہ میں حاضرین کو پٹکھا جھلتے پھرنا، یہ قیاس فاسد اگر صحیح ہو تو یہ حرکت نماز میں بھی جائز ٹھہرے کہ ایسا اشارہ تو عین نماز میں بھی حرام نہیں، مثلاً کوئی شخص نمازی کو سلام کرے یا نمازی سر یا ہاتھ کے اشارے سے جواب دے دے یا کوئی کچھ مانگے یہ ہاں یا نہ کا اشارہ کر دے، یا کوئی پوچھے کے رکعتیں ہوئیں، یہ انگلیوں کے اشارہ سے بتا دے یا کوئی روپیہ دکھا کر کھوٹا کھرا پوچھے یہ ایما سے جواب دے دے تو یہ سب صورتیں اگرچہ مکروہ ہیں مگر حرام و مفسد نماز نہیں، درمختار باب مفسدات الصلوٰۃ میں ہے:

(ورد السلام) ولو سهوا (بلسانه) لا بیدہ بل یکرہ علی المعتمد ¹ ۔	(سلام کا جواب دینا) اگرچہ بھول کر ہو (زبان کے ساتھ) نہ کہ ہاتھ کے ساتھ، بلکہ یہ معتمد قول کے مطابق مکروہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای لا یفسدھا رد السلام بیدہ خلافہ لمن عزا الی ابی حنیفۃ انیہ مفسد فانہ لہم یعرف نقلہ من احد من اهل المذنب وانما یدکرون عدم الفساد بلا حکایۃ خلاف بل صریح کلام الطحطاوی انہ قول ائمتنا الثلاثۃ کذا فی الحیلۃ و فی البحر الرائق ان الفساد ولیس بثابت فی المذہب و یدل لعدم الفسساد انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعلہ کما رواہ ابوداؤد و صححہ فی الترمذی و صرح فی المنیۃ بانہ مکروہ ای تنزیہاً ² اہ مختصراً	یعنی ہاتھ کے ساتھ سلام کا جواب دینا نماز کے لئے فاسد نہیں بخلاف اس کے جس نے امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ یہ فاسد نماز ہے کیونکہ اس کا یہ کسی اہل مذہب سے منقول ہونا معروف نہیں علماء نے بغیر اختلاف ذکر کئے عدم فساد بیان کیا ہے بلکہ کلام طحطاوی میں تصریح ہے کہ یہ تینوں ائمہ کا قول ہے جیسا کہ حلیہ میں ہے، اور بحر الرائق میں ہے کہ فساد مذہب میں ثابت نہیں اور اس کے عدم فساد پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل دلالت کرتا ہے جیسا کہ ابوداؤد میں ہے، ترمذی نے اس کی تصحیح فرمائی اور منیہ میں اس کے مکروہ (تنزیہی) ہونے کی تصریح ہے اہ مختصراً (ت)

¹ در مختار باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۸۹

² ردالمحتار باب ما یفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۳۵۵

اسی (در مختار) کے مکروہات میں ہے:

نماز اگر سر کے اشارے کے ساتھ کلام یا جواب دے تو اس میں کوئی حرج نہیں، مثلاً اس سے کوئی شے طلب کی گئی یا اس سے درانم کے بارے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ کھرا ہے۔ تو اس نے اشارے سے ہاں یا نہ کہا، یا یہ پوچھا گیا کہ تم نے کتنی رکعات پڑھی ہیں، تو وہ ہاتھ کے اشارے سے بتلاتا ہے کہ اس نے دو رکعات ادا کی ہیں۔ (ت)	لا بأس بتكلم المصلی واجابته براسه كما لو طلب منه شيء او اری درهما قبل اجید فا وما بنعم اولا او قبل کم صلیتم فاشار بیده انهم صلوا رکعتین¹۔

ردالمحتار میں ہے:

ما تن کا قول "نماز کا سر کے اشارے سے جواب دینا" اس بارے میں الامداد میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اس پر فرمان بھی منقول ہے اسی طرح کسی کا نمازی سے کلام کرنا، تو اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ملائکہ نے انہیں آواز دی حالانکہ وہ محراب میں نماز ادا کر رہے تھے۔ (ت)	قوله واجبته برأسه قال في الامداد وبه ورد الاثر عن عائشه رضي الله تعالى عنها وكذا في تكليم الرجل المصلی قال تعالى فنادته الملائكة وهو قائم يصلي في المحراب²۔

انہیں عبارات ائمہ میں تصریح گزری کہ بحالت خطبہ چلنا حرام ہے یہاں تک کہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر ایسے وقت آیا کہ خطبہ شروع ہو گیا مسجد میں جہاں تک پہنچا وہیں رُک جائے آگے نہ بڑھے کہ عمل ہو گا اور حال خطبہ میں کوئی عمل روا نہیں حالانکہ امام سے قرب شرعاً مطلوب اور حدیث وفقہ میں اُس کا فضل مکتوب اور وہیں بیٹھ جانے میں آئندہ آنے والوں کے لئے بھی جگہ کی تنگی ہے ان امور پر لحاظ نہ کریں گے اور آگے بڑھنے کی اجازت نہ دیں گے مگر پکھلا جھٹتے پھر نا ضرور جائز بنا ہی لیا جائے گا، خانیہ و ہندیہ وغیرہا میں ہے:

فقیر ابو جعفر کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فرمان ہے کہ جب تک امام نے خطبہ شروع نہیں کیا اس وقت تک چلنے میں کوئی حرج نہیں، جب	ذكر الفقيه ابو جعفر قال لا اصحابنا رضي الله و تعالیٰ عنهم انه لا بأس بالتحطی ما لم یاخذ الامام فی الخطبة ويكره اذا اخذ للمسلم ان

¹ در مختار باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی بھارت ۹۱/۱

² ردالمحتار باب ما یفسد الصلوۃ الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۷۶

امام نے خطبہ شروع کر دیا تو اب کراہت ہے کیونکہ امام خطبہ نہیں دے رہا تو مسلمان کو چاہئے کہ وہ محراب کے قریب ہو جائے تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے جگہ بن جائے اور اس کے ذریعے امام کی قربت کی فضیلت بھی حاصل ہوگی جب اس نے پہل نہ کی تو اس نے بغیر عذر وہ جگہ ضائع کر دی، اب بعد میں آنے والا شخص وہ جگہ حاصل کر سکتا ہے لیکن جو شخص اس وقت آیا جب امام خطبہ دے رہا تھا تو وہ مسجد میں اپنی جگہ پر ہی بیٹھ جائے کیونکہ اب اس کا چلنا اور آگے بڑھنا حالت خطبہ میں عمل ہوگا۔ (ت)	يتقدم ويدنو من المحراب اذا لم يكن الامام في الخطبة ليتسع المكان على من يجي بعده وينال فضل القرب من الامام ، فاذا لم يفعل الاول فقد ضيع ذلك المكان من غير عذر ، فكان للذي جاء بعده ان يأخذ ذلك المكان ، واما من جاء والامام يخطب ، فعليه ان يستقر في موضعه من المسجد لان مشييه فتقدمه عمل في حالة لخطبة¹۔

چلنا تو بڑی چیز ہے انھیں عبارات علماء میں تصریح گزری کہ خطبہ ہوتے میں ایک گھونٹ پانی پینا حرام، کسی طرف گردن پھیر کر دیکھنا حرام، تو وہ حرکت مذکورہ کس درجہ سخت حرام ہوگی، انھیں وجوہ زاہرہ سے اس کے نیک کام اور یوشرون علی انفسہم میں داخل ہونے کا جواب روشن ہو گیا، نیکی و ایثار تو جب دیکھیں کہ فعل وہاں جائز بھی ہو جب سرے سے نفس فعل حرام، تو اس کے فضائل گننے کا کیا محل، مسلمانوں کو پٹکھا جھلنا تو جہاں جائز ہو وہاں غایت درجہ مستحب ہوگا، جواب سلام دینا، امر بالمعروف کرنا تو واجب تھے اور بحالت خطبہ حاضرین پر حرام ہوئے، اب کیا یہاں ان کے فضائل و وجوب سے استدلال کی گنجائش ہے، غنیہ میں ہے:

یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ سلام کا جواب دینا فرض ہے لہذا اس سے منع نہ کیا جائے کیونکہ جو اب کہیں گے فرض وہاں ہے یہاں شرعاً سلام کرنے کی اجازت ہو حالانکہ حالت خطبہ میں اس کی اجازت نہیں بلکہ ایسا عمل کرنے والا گنہگار ہوگا۔ (ت)	لايقال رد السلام فرض فلا يمنع منه لانا نقول ذلك اذا كان السلام فاذونا فيه شرعا وليس كذلك في حالة الخطبة بل يرتكب فاعله اثماً²۔

اوروں کے اطمینان کو آپ صریح بے اطمینانی یُؤثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ³۔ (وہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح

¹ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۸۱ھ۔ ۱۳۷

² غنیہ المستملی شرح منیہ المصلی فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۰

³ القرآن ۹/۵۹

دیتے ہیں۔ ت) میں شمول نہیں اَتَا مُرُونَ النَّاسَ بِالنَّبِيِّ وَتَسُونَ أَنْفُسَكُمْ¹۔ (تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔ ت) میں دخول ہے یعنی دیگر اس را نصیحت و خود را نصیحت (اوروں کو تو اچھے کام کی نصیحت کرنا اور خود برے کام کرنا۔ ت) علمائے کرام تو ایثار قربت میں کلام رکھتے ہیں نہ کہ اوروں کی قربت کے لئے خود حرام کار تکاب، یہ ایثار نہیں صراحۃً اپنے دین کو اضرار ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) یہیں سے واضح کہ ممانعت کو صرف فعل عبث و بے فائدہ سے خاص کرنا محض غلط ہے بلکہ اس قسم کا ہر عمل اگرچہ کیسا ہی مفید ہو وقت خطبہ شرعاً لغو میں داخل اور اُس کے فائدے پر نظر باطل بلکہ نفع درکنار اُس سے ضرر حاصل، آخر دیکھا کہ شرع مطہر نے اس وقت امر بالمعروف کو کہ اعلیٰ درجہ کی مفید و مہم چیز ہے حرام ٹھہرایا، اور دو حرف (چپ) کہنے کو لغو میں داخل فرمایا، صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة انصت والامام یخطب فقد لغوت ² ۔	جب روزِ جمعہ خطبہ امام کے وقت تو دوسرے سے کہے چپ، تو تُو نے خود لغو کیا،

مسند احمد سنن ابی داؤد میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال لصاحبه يوم الجمعة صه فقد لغا ومن لغا فليس في جمعته تلك شيع ³ ۔	جو جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے چپ کہے اُس نے لغو کیا اور جس نے لغو کیا اُس کے لئے اس جمعہ میں کچھ اجر نہیں۔

امام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من يتكلم يوم الجمعة والامام يخطب فهو كمثل الحمار يحمل اسفارا والذي يقول له انصت ليس له جمعة ⁴ ۔	جمعہ کے دن جب امام خطبہ میں ہو بولنے والا ایسا ہے جیسے گدھا جس پر کتابیں لدی ہوں اور جو اُس سے چپ کہے اُس کا جمعہ نہیں،

یہیں سے منجلی ہوا کہ حدیث استسقاء مذکور صحیحین سے استدلال صحیح نہیں اُس سے اگر ثابت ہوگا تو وقت خطبہ امام جوازِ کلام اور اس کی حرمت پر ائمہ مذہب کا اجماع اور احادیث صریحہ صحیحہ جن کی بعض مذکور ہوئیں مثبت تحریم قاطع نزاع فان الحاضر مقدم و تمام الکلام فی الفتح وغیرہ (کیونکہ منع کرنے والی مقدم ہے اور اس پر تفصیلی

¹ القرآن ۲/۴۳

² صحیح البخاری باب الانصاف یوم الجمعة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۸/۱

³ سنن ابوداؤد باب فضل الجمعة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۵۱

⁴ مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۳۰/۱

گفتگو فتح وغیرہ میں ہے۔ ت) باقی رہا یہ کہ حاضرین نے کہا بارش کی دعا کیجئے اور یہ کہ تمام حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھائے اور یہ کہ آئندہ جمعہ کو تمام حاضرین نے کہا یہ سب غلط دعوے ہیں اور صحیحین میں ان کا کہیں پتا نہیں، رہی فرع کتابت مذکورہ علمگیر یہ۔

اولاً جو بعض اُسے جائز رکھتے ہیں وہ بھی اُس کے لئے جو امام سے اس قدر دور ہو کہ خطبے کی آواز اُس تک نہ جاتی ہو تو قریب کے لئے جواز باد کشی پر اُس سے استدلال کہ سنتار ہے اور حاضرین کو ہوا کرے استدلال بالخالف ہے، غنیہ و خزانہ و شرنبلالیہ میں ہے:

حلبی کی عبارت یہ ہے امام سے دور شخص کے بارے میں متاخرین کا اختلاف ہے محمد بن سلمہ کے ہاں اس کے حق میں بھی سکوت ہے، نصیر بن یحییٰ قرائت وغیرہ کی اجازت دیتے ہیں، امام ابو یوسف سے سکوت کا مختار ہونا منقول ہے اور آپ ہی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اس حالت میں اپنی کتاب پڑھ رہے تھے اور قلم سے اس کی اصلاح فرما رہے تھے۔ (ت)	واللفظ للحلبی الختلف المتأخرون في البعيد عن الامام فمحمد بن سلمة اختار السكوت في حقه ايضاً و نصير بن يحيى اجازاً القراءة ونحوها وعن ابى يوسف اختيار السكوت و حكى عنه انه كان ينظر في كتابه ويصلحه بالقلم¹۔

خانیہ و خزانہ المقتنین میں ہے:

فقہ کی تدریس، کتب فقہ کا مطالعہ اور کتابت ہمارے بعض علماء کے نزدیک مکروہ ہے اور بعض اس تک امام کی آواز نہ پہنچ رہی ہو (خانیہ میں یہ اضافہ ہے) اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے اسی طرح مروی ہے۔ (ت)	اما درسه الفقه والنظر في كتب الفقه و کتابته من اصحابنا رحمهم الله من كره ذلك ومنهم من قال لا بأس به اذا كان لا يسمع صوت الخطيب (زاده في الخانية)، وهكذا روى عن ابى يوسف رحمه الله تعالى²۔

مراقی الفلاح میں ہے:

ینائج میں ہے کہ امام کا خطبہ سنتے وقت تسبیح اور قرأت قرآن مکروہ ہے، نصیر بن یحییٰ سے مروی ہے کہ اگر	في الينابيع يكره التسبيح وقراءة القرآن اذا كان يسمع الخطبة و روى عن نصير بن يحيى ان كان

¹ غنیہ المستملی شرح منیہ الصلوی فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۱

² فتاویٰ قاضی خاں باب صلوة الجمعة مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۱/۸۷

وہ آدمی امام سے دور ہو تو قرآن پڑھ سکتا ہے، جس نے ایسے کیا اور اپنی تلاوت کے سماع میں دوسرے کو مشغول نہ کیا تو کوئی حرج نہیں، حکم بن زہیر بوقت خطبہ امام ابو یوسف کے ساتھ بیٹھ جاتے، کتاب دیکھتے اور قلم سے اصلاح کرتے، کمال نے فرمایا کھانا پینا اور کتابت اس موقع پر حرام ہے انتہی یعنی جب خطبہ سن رہا ہو، جیسا کہ پیچھے گزر چکا کیونکہ نہ سننے والے کے لئے کتابت منع نہیں انتہی ملتقطاً (ت)	بعید امن الامام یقرأ القرآن فمن فعل مثله ولا يشغل غيره بسماع تلاوته لا بأس به كالنظر في الكتابة وفيه خلاف وعن ابی یوسف لا بأس به والحکم بن زہیر کان یجلس مع ابی یوسف وینظر فی کتابہ ویصحح بالقلم وقت الخطبہ وقال الکمال یحرم الاکل والشرب والكتابة انتہی یعنی اذا کان یسمع لما قد مناه ان کتابة من لا یسمع الخطبة غیر ممتنع^۱ انتہی ملتقطاً۔

ثانی یہ قول بعض ونا معتمد ہے، صحیح یہی ہے کہ دور نزدیک سب پر سکوت واجب، او کتابت وقرات جمع اعمال ناجائز، طحاویہ میں زیر قول مذکور مرقی ہے:

ان کا قول "منع نہیں" منع معتمد ہے اھ اقول کلام کمال کو قریبی شخص پر محمول کرنا نہایت ہی بعید ہے کیونکہ کمال نے اس کے خلاف تصریح کی ہے جیسے کہ عنقریب ہم ان کی عبارت پیش کر دیں گے (ت)	قوله غیر ممتنعہ، المعتمد المنع^۲ اھ اقول وحملہ کلام الکمال علی القریب بعید کل البعد فان ا لکمال صرح بخلافہ کہا سنسبعك نصہ۔

ردالمحتار میں فیض علامہ کرکی سے ہے:

اگر وہ امام سے دور ہے خطبہ نہیں سن رہا تو وہاں کلام کے حرام ہونے میں اختلاف ہے، اسی طرح قرات قرآن اور مطالعہ کتاب کے بارے میں بھی اختلاف ہے، امام ابو یوسف کے بارے میں ہے کہ کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے قلم سے اصلاح کر رہے تھے، احوط سکوت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (ت)	لوکان بعید الا یسمع الخطبة ففي حرمة الکلام خلاف وكذا في قراءة القرآن والنظر في الكتب وعن ابی یوسف انه کان ینظر فی کتابہ ویصححہ بالقلم والاحوط السکوت وبہ یفتی^۳۔

^۱ مرقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب الجمعة مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۸۳

^۲ حاشیہ الطحاوی علی مرقی الفلاح باب الجمعة مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۲۸۳

^۳ ردالمحتار، باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۶۰۶/۱

جوامہ الاخلاطی میں ہے:

النائی عن الامام فی استماع الخطبة کالقرب والانصات فی حقہ هو المختار ¹ ۔	امام سے دور شخص خطبہ سننے میں قریبی کی طرح ہوتا ہے اور اس کے حق میں بھی خاموش ہے، یہی مختار ہے۔ (ت)

ہندیہ میں تبیین الحقائق امام زیلعی سے ہے: ہوا لا حوط² (یہی احوط ہے۔ ت) محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے: ہوا الاصح³ (یہی اصح ہے۔ ت) شرح نقایہ۔ رجنڈی میں خزانہ سے ہے: ہوا الاولی⁴ (یہی اولیٰ ہے۔ ت) ہدایہ والیضاح الاصلاح میں ہے:

اختلفوا فی النائی عن المنبر والاحوط السکوت) زاد فی الهدایہ) اقامة الغرض الانصات ⁵ ۔	منبر سے دور والے کے بارے میں اختلاف ہے۔ سکوت احوط ہے (ہدایہ میں اضافہ ہے کہ) خاموشی کے فریضہ کو قائم کرتے ہوئے۔ (ت)

کافی شرح وافی میں ہے:

الاحوط السکوت لانه مأمور بالاستماع والانصات اذ اقرب من الامام و عند بعد ان لم یقدر علی الاستماع فقد قدر علی الانصات فیجب عیله ⁶ ۔	سکوت احوط ہے کیونکہ خطبہ سننے اور اس کی طرف متوجہ ہونے کا حکم ہے جبکہ امام کے قریب ہو اور اگر دور ہو تو وہ اگرچہ سننے پر قادر نہیں مگر متوجہ ہونے پر قادر ہے لہذا اس پر یہ واجب ہوگا۔ (ت)

فتح القدر فصل القراءۃ میں ہے:

هذا اذا کان بحیث یستمع فاما النائی فلا رواية فیہ عن المتقدمین و اختلف	یہ اس وقت ہے جب خطبہ سن رہا ہو، دور والے کے بارے میں متقدمین سے کوئی روایت نہیں، متاخرین

¹ جوامہ الاخلاطی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ غیر مطبوعہ نسخہ ص ۴۹

² فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۷۱

³ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط السرخسی الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۷۱

⁴ شرح نقایہ للبرجنڈی فصل یجسر الامام فی الجمعۃ الخ مطبوعہ نوکسٹور لکھنؤ ۱۱۵

⁵ الہدایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱۰۱/۱

⁶ کافی شرح وافی

المتأخرون والا حوط السکوت یعنی عدم القراءة والکتابۃ ونحوها لا الکلام المباح فانه مکروه فی المسجد فی غیر حال الخطبة فکیف فی حالها ¹ ۔	کا اختلاف ہے سکوت احوط ہے یعنی عدم قرات اور عدم کتابت وغیرہ نہ کہ کلام مباح کیونکہ یہ تو مسجد میں حالت خطبہ کے علاوہ بھی مکروہ ہے تو حالت خطبہ کے دوران یہ کیسے جائز ہوگی (ت)

ملتقى الاجر وجمع الانهر میں ہے:

(النائی) ای البعید الذی لا یسمع الخطبة (والدانی) ای القریب (سواء) فی وجوب الاستماع والانصات امتثالا للامر ² ۔	(النائی) یعنی دور والا شخص جو خطبہ نہیں سن سکتا (والدانی) یعنی قریبی شخص حکم کی بجا آوری کی بنا پر سننے اور متوجہ ہونے کے وجوب میں (دونوں برابر ہیں) (ت)

غرر ودرر میں ہے:

(البعید) عن الخطیب (القریب) فی وجوب الاستماع والانصات ³ ۔	بعید خطیب سے خطبہ سننے اور متوجہ ہونے میں قریبی کی طرح ہی ہوتا ہے۔ (ت)

تنویر ودرر میں ہے:

(البعید) عن الخطیب (القریب سیان) فی افتراض الانصات ⁴ ۔	متوجہ ہو کر سننے میں خطیب کا قریبی اور دور والا برابر ہوتے ہیں۔ (ت)

انھیں میں ہے:

یجب علیہ ون یستمع ویسکت (بلا فرق بین قریب وبعید فی الاصح ⁵ ۔	اصح قول کے مطابق خطبہ کا سننا اور خاموش رہنا لازم ہے بلا تفریق کہ وہ قریب ہے یا دور۔ (ت)

کنز الدقائق وبحر الرائق میں ہے:

(النائی کالقریب) هو الاحوط ⁶ ۔	(دور والا قریب کی طرح ہے) یہی احتیاط ہے (ت)

¹ فتح القدیر فصل فی القرائۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر، ۲۹۸/۱

² مجمع الانهر شرح ملتقى الاجر فصل فی احکام القراءۃ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۰۷

³ درر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فیما یجسر الامام مطبوعہ مکتبہ احمد کامل کائنہ، دار سعادت مصر ۸۲/۱

⁴ در مختار فصل ویجسر الامام الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۸۱/۱

⁵ در مختار، فصل ویجسر الامام الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۱۱۳

⁶ البحر الرائق باب صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵۵/۲

عبارات سابقہ سے تو واضح تھا ہی کہ سُننا جو فرض ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ کان میں آواز پہنچے اگرچہ آپ دوسرے کام میں مشغول ہو ورنہ کھانا، پینا، چلنا، گردن پھیر کر دیکھنا کیوں حرام ہوتا کہ ان میں کون سا کام کان میں آواز جانے کے منافی ہے بلکہ اس کے یہ معنی کہ ہمہ تن اُسی طرف متوجہ ہو اور دوسرے کسی کام میں مشغول نہ ہو، مگر ان عبارات لاحقہ نے اور بھی تر کر دیا کہ سراپا تمام اعضاء سے اُسی طرف متوجہ رہنا خود واجب ہے کہ بعید کے لئے تو کان میں آواز آنا بھی نہیں مگر قول صحیح و معتمد مفتی بہ یہی ہے کہ اُسے بھی اور اعمال میں مشغولی حرام، تو یہ زعم کہ خطبہ بقدر سنت سُن کر باقی کو سنتا رہے اور ہوا کرے۔

اُوںکا صاف قول بالتناہین ہے اور استماع وانصات کے معنی نہ سمجھنے سے ناشی۔

ہاں یہ فعل مغل استماع ہے یا نہیں، اگر ہے تو مطلقاً حرام ہونا واجب نہ یہ کہ قدر سنت کے بعد اجازت ہو، اور اگر نہیں تو مطلقاً جائز ہونا چاہیے قدر سنت کا استثناء کس لئے،

ہاں دو نون خطبے مسنون ہیں، نہ کہ ہر خطبے یا صرف اولیٰ سے اُس کا ایک جز، تو قدر سنت سن چکنا بعد تہائی خطبتین صادق ہو گا اب کیا نماز پڑھتے میں پنکھا جھلکتا پھرے گا شاید ادا کیا جائے کہ اگر کوئی امام خطبہ کبیرہ طویلہ بطول فاحش مخالف سنت پڑھے تو قدر سنت کے بعد مقدار زیادت میں یہ حرکت جائز، اول تو اس کا ارادہ کلام قائل سے بعید وہ مطلق ہے نہ کہ اس صورت نادرہ مکروہہ سے خاص اور ہو بھی تو یہ بھی غلط و باطل ہے، مقدار میں بڑھادینا درکنار خطبے میں ذکر و مدح ظالمین بھی ہو قطعاً خلاف سنت کیا حرام شدید اور یقیناً مقاصد خطبہ سے جدا و بعید ہے، جب بھی صحیح یہی ہے کہ استماع وانصات واجب، مجتبیٰ شرح قدروی پھر نہر الفائق پھر فتح اللہ المعین علامہ سید ابوالسعود ازمیری میں ہے

خطبہ کا اول تا آخر سُننا لازم ہے اگرچہ اس میں امام راہ کا ذکر ہو، یہی اصح ہے (ت)	: استماع الخطبة من اولها الى آخرها واجب وان كان فيها ذكر الولاية وهو الاصح ¹ ۔

محیط برہانی پھر عالمگیریہ میں ہے:

وہ الفاظ جن پر اکثر مشائخ ہیں وہ یہ ہے کہ قوم پر اول تا آخر خطبے کا سُننا لازم ہے، امام کا قُرب دوری سے افضل ہے اور مشائخ کے جواب میں سے یہی صحیح ہے۔ (ت)	واللفظ لها الذي عليه عامة مشائخنا ان على القوم ان يسمعوا الخطبة من اولها الى آخرها والدنومن الامام افضل من التباعد عنه وهو الصحيح من الجواب مشائخنا رحمهم الله تعالى ² ۔

¹ فتح المعین باب صلوة الجمعة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲۱

² فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۳

تنویر الابصار و در مختار میں ہے:

(لاصلوة ولا كلام الى تمامها) وان كان فيها ذكر الظلمة في الاصح ¹ ۔	(خطبہ مکمل ہونے تک کوئی نماز اور کوئی کلام نہیں) اگرچہ اس میں ظالم حکمرانوں کا ذکر ہو، یہی اصح ہے۔ (ت)

علامہ حموی کا کوئی فتاویٰ مسموع نہیں، نہ ان کی کسی کتاب سے حرکت مذکورہ کا جواز مستفاد، ملاحظہ معنی جس طرح خطبے میں مقصود یوں ہی نماز میں، کیا نماز میں بھی اسی نیک نیت سے پنکھا جھلٹے پھرنے کی اجازت ہوگی، جنت میں اُس ہوا کی یہ غایت تاکہ باطمینان دیدار سے مشرف ہوں، سخت البعد و واجب الرد ہے، جنت میں معاذ اللہ گرمی و جس کا کون سا وقت ہوگا جس کے ازالے کو ہوا کی حاجت ہو، اہل جنت کے لئے معاذ اللہ بے اطمینانی کا سامان کس وقت ہوگا کہ تحصیل اطمینان کی ضرورت ہو، وہاں کے جتنے امور ہیں سب محض لذت و زیادتِ نعمت ہیں، ولہذا محققین فرماتے ہیں دنیا میں حقیقتہً کوئی لذت نہیں جسے لذت گمان کیا جاتا ہے، واقع میں دفع الم ہے، پانی یا شربت کیسا ہی سرد و شریں و خوشبو و خوشگوار ہو پیاس نہیں تو کچھ لذت نہیں دیتا، کھانا کیسا ہی لذیذ و عمدہ و خوشبو و خوش مزہ ہو بھوک نہیں تو کچھ لطف نہیں آتا، تو حقیقتہً بھوک پیاس کا الم دفع ہوتا ہے، نہ لذت خالصہ و علیٰ ہذا القیاس باقی تمام ملاذ بخلاف بہشت کہ وہاں اصلاً نہیں، نہ بھوک، نہ پیاس، نہ گرمی، نہ احتباس تو وہاں جو کچھ ہے خالص و حقیقی لذت ہے۔

رزقنا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ فضل رحمۃ بصلحی عبادہ امین بجاء محمد نبی الرحمة شفیع الامۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہم اجمعین امین۔	اللہ تعالیٰ اپنے کرم، احسان، فضل اور پیارے نبی رحمۃ، شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صالحین بندوں کے طفیل یہ جنتی لذت ہمیں عطا فرمائے۔ آمین! (ت)

اور بفرض باطل ایسا ہو بھی تو وہاں کون سا خطبہ ہے اور باری عز و جل پر کس چیز کا استماع واجب، اور کس وقت اپنے کسی فعل سے باز رہنا لازم، اور اُسے کون سا فعل در سرے سے مشغول کر سکتا ہے، پھر افعال الہیہ سے استناد عجب تماشا ہے، معبود و عابد کی کیا ریس، ہمیں اتباع احکام سے کام ہے و بس۔ وقفنا اللہ تعالیٰ لہ امین واللہ وسبحنہ وتعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۰۸/۱۳۰۶: از بنگالہ ضلع پاینہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مرسلہ منشی عنایت اللہ صاحب ۶ شوال ۱۳۱۶ھ
ماقولکم رحمکم اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے) اس مسئلہ میں کہ:

¹ در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱۱۳

- (۱) بعض خطبہ میں جو لکھا ہے کہ فرود آید بالا رود بدست راست خواند بدست چپ خواند (نیچے آئے، اوپر جائے دائیں طرف اور بائیں طرف متوجہ ہو کر پڑھے) اس کا اصل کیا اور مبنی کہاں سے ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) بعض خطبہ کے درمیان جو اردو اشعار لکھا ہے خطبہ مع اُس کے پڑھنا یا صرف فارسی یا اردو یا کوئی زبان میں سوائے عربی کے پڑھنا اول سے اخیر تک چاہے عید ہو یا جمعہ، جائز ہے یا نہیں؟
- (۳) منبر کتنی سیڑھی کا ہونا چاہئے اور کس پر کھڑے ہو کر خطبہ چاہئے اور منبر کس زمانہ سے شروع ہوا ہے؟

الجواب:

- (۱) دہنے بائیں منہ پھیرنا بے اصل ہے اس پر عمل نہ کیا جائے اور ذکر سلطان کے وقت ایک پایہ نیچے اُترنے کو بھی بعض شافعیہ نے قبیح بتایا، اور واقعی اگر مصلحت شرعیہ سے خالی ہو تو عبث ہے اور عبث کا درجہ مکروہ،

فی رد المحتار قال ابن حجر فی التحفة وبحث بعضهم ان ما اعتيد الان من النزول في الخطبة الثانية الى درجة سفلى ثم العود بدعة قبيحة شنيعة ¹ ۔	رد المحتار میں ہے کہ ابن حجر نے تحفہ میں فرمایا کہ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ جو معمول بن گیا ہے کہ دوسرے خطبہ کے وقت نیچے درجہ پر آنا پھر اوپر والے درجہ کی طرف لوٹنا بدترین بدعت ہے۔ (ت)

ہندیہ میں سنن خطبہ میں ہے: استقبال القوم بوجهہ² (قوم کی طرف منہ کرنا۔ ت) رد المحتار میں ہے:

ما يفعل بعض الخطباء من تحويل الوجه جهة اليمين وجهة اليسار عند الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في الخطبة الثانية لم ار من ذكره والظاهر انه بدعة ينبغي تركه لئلا يتوهم انه سنة ثم رأيت في منهاج النووي قال ولا يلتفت يميناً وشمالاً في	بعض خطباء دوسرے خطبہ کے دوران نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہوئے دائیں بائیں چہرہ پھیرتے ہیں، اس کا ذکر میرے مطالعہ میں نہیں آیا، اور ظاہر یہی ہے کہ اسے ترک کر دینا چاہئے تاکہ کوئی اسے سنت نہ بنالے، پھر میں نے منهاج النووي میں دیکھا انھوں نے فرمایا کہ کسی شیئی میں دائیں بائیں

¹ رد المحتار باب الجمعة مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۴۰۸ھ

² فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۴۰۶ھ

شیعی منہا قال ابن حجر فی شرحہ لان ذلك بدعة انتہی ویؤخذ ذلك عندنا من قول البدائع ومن السنة ان یستقبل الناس بوجہہ ویستدبر القبلة لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یخطب ہکذا ^۱ اھ واللہ تعالیٰ اعلم	التفات نہ کرے، ابن حجر نے شرح میں فرمایا اس لئے کہ یہ بدعت ہے انتہی اور ہمارے نزدیک بدائع کے اس قول سے اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سنت یہ ہے کہ امام لوگوں کی طرف منہ کرے اور قبلہ کی طرف پشت کرے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی طرح خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے اھ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(۲) خطبہ میں کوئی شعر اردو فارسی نہ پڑھنا چاہئے نہ خطبہ عربی کے سوا کسی زبان میں پڑھا جائے کہ یہ سنت متوارثہ کی خلاف ہے کہا حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) منبر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنوایا اور اس پر خطبہ فرمایا جسکا ثبت فی الصحیحین وغیرہما حدیث سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بخاری و مسلم وغیرہ میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ت) منبر اقدس کے تین زینے تھے علاوہ اوپر کے تختے کے جس پر بیٹھتے ہیں

وقد وقع ذکرہن فی غیر ما حدیث کحدیث وعید من ذکر عندہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فلم یصل ^۳ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	ان کا ذکر متعدد احادیث میں ہے جیسے وہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ جس شخص کے پاس حضور علیہ السلام کا نام مبارک لیا اور اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا تو اس کے لئے وعید ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

منبرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان ثلاث درج غیر المسماة بالمستراح ^۴ ۔	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس منبر کے تین زینے اس تخت کے علاوہ تھے جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ (ت)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درجہ بالا پر خطبہ فرمایا کرتے، صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوسرے پر پڑھا، فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیسرے پر، جب زمانہ ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیا پھر اول پر خطبہ فرمایا سبب پوچھا گیا، فرمایا اگر دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر تو ہم ہوتا کہ

^۱ ردالمحتار باب الجمعہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۹۸/۱

^۲ صحیح بخاری باب الخطبۃ علی المنبر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۵/۱

^۳ الترغیب والترہیب کتاب الصوم ص ۹۳۔ کتاب الذکر والدعاء مصطفیٰ البابی مصر ۸۱۲/۱۔ ۵۰۷

^۴ ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۶۰۸/۱

فاروق کے برابر ہوں۔ لہذا وہاں پڑھا جہاں یہ احتمال متصور ہی نہیں اصل سنت اول درجہ پر قیام ہے

وما فعلہ الصدیق فکان تأدباً منہ مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وما فعل الفاروق فکان تأدباً مع الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما	حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی بنا پر ایسا کیا اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ادب کی خاطر۔ (ت)

بلندی منبر سے اصل مقصد یہ ہے کہ سب حاضرین خطیب کو دیکھیں اور اُس کی آواز سنیں جہاں یہ حاجت بسبب کثرت حضار و دوری صفوف تین زینوں میں پوری نہ ہو تو زینے زیادہ کرنے کا خود ہی اختیار ہے اور بہتر عدد طاق کی مراعات فان اللہ وتریحب الوتر (اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۰۹: از موضع کڑھ ڈاک خانہ اور ہ ضلع گجما مرسلہ مولوی سید کریم رضا صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں چار رکعت احتیاطی ظہر کا ادا کرنا مستحب ہے یا واجب یا فرض قطعی؟ بصورتِ اولیٰ و ثانیہ یہ نماز احتیاطی قائم مقام فرض کے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور صورتِ ثانیہ میں صلوٰۃ ظہر و جمعہ کا لزوم بطریق اجتماع لازم آتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں تارک احتیاطی تارک فرض ہو گا یا نہیں؟ بینوا اتوجروا

الجواب:

جہاں جمعہ بحسب مذہب بلاشبہ ناجائز باطل ہے جیسے وہ کوردہ جو کسی روایت مذہب پر مصر نہیں ہو سکتے وہاں ظہر آپ ہی عیناً فرض ہے اور جمعہ پڑھوانے اور چار رکعت احتیاطی بتانے کی اصلاً گنجائش نہیں فان الشرع لا یأمر بارتکاب الاثم والاشتغال بما لا یصح اصلاً (شریعت کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیتی جس پر گناہ ہو اور نہ ہی ایسی شئی میں مشغول ہونے کی اجازت دیتی ہے جو بالکل صحیح نہ ہو۔ ت) ان کا محل وہاں ہے کہ صحتِ جمعہ میں اشتباہ و تردد قوی ہو مثلاً وہ مواضع جن کی مصریت میں شک ہے یا باوصفِ اطمینان صحتِ جانبِ خلاف کچھ وقعت رکھتی ہو مثلاً جہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور سبقت نامعلوم ہو کہ اگرچہ دربارہ تعدد قول جواز ہی معتمد و ماخوذ و مفتی بہ ہے مگر عدم جواز بھی ساقط و ناقابل التفات نہیں کما بینہ فی رد المحتار (جیسا کہ رد المحتار میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) صورتِ اولیٰ میں ان چار رکعت کا حکم ایجاباً و تاکیداً ہو گا لوقوع الشبهة فی براءة لعہدۃ (ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے میں شبہ ہو گیا ہے۔ ت) اور ثانیہ میں استحباباً و ترغیباً لان الخروج عن الخلاف مستحب اجمالاً مالم یلزم محذور (بالاتفاق اختلاف سے نکلنا مستحب ہے بشرطیکہ وہاں کسی ممنوع کار تکاب نہ ہو۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

مقدسی نے محیط کل موضع وقع الشك في كونه مصرًا ينبغي لهم ان يصلوا بعد الجمعة اربعاً بنية الظهر احتياطاً ومثله في الكافي وفي القنية امرأئمتهم بالاربع بعدها حتماً احتياطاً اه ونقله كثير من شراح الهداية وغيرها وتد اولوه وفي الظهيرية واكثر مشائخ بخاراً عليه ليخرج عن العهدة بيقين ثم نقل المقدسي عن الفتح انه ينبغي ان يصل اربعاً ينوي بها آخر فرض ادركت وقته ولم أودئه ان تردد في كونه مصرًا او تعددت الجمعة وذكر مثله عن المحقق ابن جرباش قال ثم قال وفائدته الخروج عن الخلاف المتوهم او المحقق وذكر في النهر انه لا ينبغي التردد في ندبها على القول بجواز التعدد خروجاً عن الخلاف اه وفي شرح الباقي هو الصحيح بقي الكلام في تحقيق انه واجب او مندوب قال المقدسي ذكر ابن شحنة عن جده التصريح بالندب وبحث فيه بانه ينبغي ان يكون عند مجرد التوهم اما عند قيام الشك والاشتباه في صحة الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شيخه ابن الهمام ما يفيد ويؤيد التفصيل تعبیر التمر تاشي بلابد وكلام القنية المذكور¹ اه مختصراً

مقدسی نے محیط سے نقل کیا کہ ہر وہ مقام جس کے شہر ہونے میں اختلاف ہو وہاں جمعہ کے بعد احتیاطاً نیت ظہر سے چار رکعت ادا کی جائے، کافی میں بھی اسی طرح ہے۔ قنیہ میں ہے کہ ائمہ نے جمعہ کے بعد لوگوں کو حتماً چار رکعات احتیاطاً بجالانے کا حکم دیا ہے اہ اسے اکثر شارحین ہدایہ وغیرہ نے نقل کیا ہے اور اسی کو متداول کیا۔ ظہیر میں ہے کہ مشائخ بخارا کی اکثریت کا عمل اسی پر ہے تاکہ بالیقین ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکیں، پھر فتح سے منقول ہے کہ جب شہر ہونے میں شک ہو یا جمعہ متعدد جگہ ہو رہا ہو تو چاہئے کہ چار رکعات اس نیت سے ادا کی جائیں کہ میں آخری فرض ادا کر رہا ہوں جن کا وقت میں نے پایا مگر انھیں ادا نہیں کیا، اسی طرح محقق ابن جرباش سے نقل کر کے کہا اس کا فائدہ ثابت یا متوہم اختلاف سے نکلتا ہے۔ نہر میں مذکور ہے کہ اختلاف سے نکلنے کے لئے جواز تعدد جمعہ کے قول پر بھی احتیاطاً ظہر کے مستحب ہونے میں تردد نہیں کرنا چاہئے اہ شرح الباقری میں ہے کہ یہی صحیح ہے اس تحقیق میں گفتگو کہ یہ واجب ہے یا مستحب، ابھی باقی ہے، مقدسی کہتے ہیں کہ ابن شحنة نے اپنے دادا سے ندب پر تصریح نقل کی اور اس پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ یہ اس وقت ہے جب محض توہم ہو۔ مگر اس صورت میں جب صحت جمعہ میں شک واشتباه ہو تو پھر اس کا واجب ہو نا ظاہر ہے اور اپنے شیخ ابن ہمام کی عبارت کو اپنی تائید میں نقل کیا اور اس کی تفصیل کی تائید ترمذی کے الفاظ "لابد" اور قنیہ کے مذکور کلام سے بھی ہوتی اہ مختصراً

(ت)

¹ ردالمحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳۶۱ھ

رہا یہ اشتباہ کہ مستحب یا واجب قائم مقام فرض کیونکر ہوں گے ان رکعات کی نیت پر نظر کی جائے تو بنگاہ اولین اندفاع پائے، ابھی فتح القدیر وغیرہ سے گزرا کہ یہ رکعات بہ نیت آخریں فرض ہی پڑھی جاتی ہیں نہ کہ بہ نیت مستحب یا واجب مصطلح تو فرض بہ نیت فرض ادا ہو جانے میں کیا تردد ہے یعنی عند اللہ اگر صحت نہ تھی تو نفس الامر میں ظہر فرض تھا، جب اُس نے اُس پچھلے فرض ظہر کی نیت کی جس کا وقت پایا اور ابھی ادا نہ کی تو یہی ظہر ادا ہو جائے گا ورنہ اگر پہلے کوئی ظہر ذہ پر تھا وہ ادا ہو گا ورنہ یہ رکعات نفل ہو جائیں گی اور نفل بہ نیت فرض ادا ہونا خود واضح ہے واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۱۰: از مخدوم پور ڈاکخانہ نہٹ ضلع گیامر سلہ مولوی سید رضی الدین صاحب غرہ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ جناب متطاب مخدومنا مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب زاد مجد ہم بعد ہدیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کے مکلف خدمت ہوں کہ اس موضع مخدوم پور قاضی چک میں اور نیز قرب وجوار میں اس کے نماز جمعہ و عیدین ہم لوگ مقلدین حنفی پڑھا کرتے ہیں اور جماعت جمعہ کی خاص اس موضع میں پندرہ بیس آدمی اور کبھی کم بھی ہوا کرتی ہے اب بعض معترض ہیں کہ جمعہ دیہات میں نزد امام ابو حنیفہ صاحب جائز نہیں ہے پڑھنا بھی نہ چاہئے مخدومنا پڑھا کروں یا ترک کردوں، حضور کے نزدیک جو جائز ہو مطع فرمائیں تا مطابق اس کے کار بند ہوں اور نماز عیدین بھی دیہات میں ہو یا نہ ہو؟ شہر صاحب گنج یہاں سے ۱۲ کوس پر ہے۔ زیادہ حد نیاز۔ احقر رضی الدین حسین عفی عنہ

الجواب:

جناب مکرم ذی المجد والکرم اکرم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فی الواقع دیہات میں جمعہ و عیدین باتفاق ائمہ حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ممنوع و ناجائز ہے کہ جو نماز شرعاً صحیح نہیں اس سے اشتغال روا نہیں،

در مختار میں ہے کہ قنیہ میں ہے دیہاتوں میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے یعنی یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں اور ردالمحتار میں ہے اور اسی کی مثل جمعہ ہے، ح۔ (ت)	فی الدر المختار وفي القنية صلوة العيد في القرى تکره تحريماً اي لانه اشتغال بما لا يصح ^۱ اه في ردالمحتار ومثله الجبعة ^۲ ح۔

جمعہ میں اس کے سوا اور بھی عدم جواز کی وجہ ہے کما بینا کہ فی فتاونا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاویٰ میں بیان

^۱ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مکتبائی دہلی ۱/ ۱۱۴

^۲ ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۶۱۱

کیا ہے۔ ت) ہاں ایک روایت نادرہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ آئی ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے آباد ہوں کہ اگر وہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ ساسکیں یہاں تک کہ انھیں جمعہ کے لئے مسجد جامع بنانی پڑے وہ صحت جمعہ کے لئے شہر سمجھی جائے گی، امام اکمل الدین بابر قتی عنایہ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

(اور ان سے) یعنی امام ابو یوسف سے ہے (جب وہ جمع ہوں) یعنی وہ لوگ جن پر جمعہ لازم ہے نہ کہ تمام وہ لوگ جو وہاں سکونت پذیر ہیں مثلاً بچے، خواتین اور غلام، ابن شجاع نے کہا کہ اس بارے میں سب سے بہتر قول یہ ہے کہ جب جمعہ کے اہل وہاں جمع ہوں (سب سے بڑی مسجد میں، اور اس میں ان کی گنجائش نہ ہو) حتیٰ کہ وہ جمعہ کے لئے ایک اور مسجد بنانے پر مجبور ہوں الخ (ت)	(وعنه) ای عن ابی یوسف (انهم اذا اجتمعوا) ای اجتماع من تجب علیهم الجمعة لاکل من یسکن فی ذلك الموضع من الصبیان والنساء والعید لان من تجب علیهم مجتمعون فیہ عادة قال ابن شجاع احسن ما قیل فیہ اذا کان اهلها. بحیث لو اجتمعوا (فی اکبر مساجد لم یسعهم ذلك) حتی احتاجوا الی بناء مسجد آخر للجمعة¹ الخ

جس گاؤں میں یہ حالت پائی جائے اس میں اس روایت نوادر کی بنا پر جمعہ و عیدین ہو سکتے ہیں اگرچہ اصل مذہب کے خلاف ہے مگر اسے بھی ایک جماعت متاخرین نے اختیار فرمایا اور جہاں یہ بھی نہیں وہاں ہر گز جمعہ خواہ عید مذہب حنفی میں جائز نہیں ہو سکتا بلکہ گناہ ہے، واللہ یقول الحق وهو یهدی السبیل واللہ سبیلہ وتعالیٰ اعلم۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان حق ہے اور وہی راستہ کی ہدایت دیتا ہے اور اللہ کی ذات پاک، بلند اور خوب جاننے والی ہے۔ (ت) مسئلہ ۱۳۱۵/۳۱۱: از کثرہ ڈاکخانہ او برہ ضلع گیما مرسلہ سید عبد المجید صاحب قادری ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

- (۱) ہندوستان میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟
- (۲) جائز ہے تو کیوں؟ اور اس کے دلائل کیا ہیں؟
- (۳) جمعہ شہر ہی میں جائز ہے یا دیہات میں بھی؟

¹ عنایہ شرح ہدایہ علی ہامش فتح القدر باب صلوٰۃ الجمعة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۴/۲

(۴) تعریف شہر اور قصبہ اور دیہات کی کیا ہے؟

(۵) دیہات سے نیچے بھی کوئی حد بستی کی ہے کیونکہ دیہات دو قسم کے ہوتے ہیں: ایک محض کوردہ، دوسرا وہ جس میں اشیاء اشد ضروری جیسے معمولی کپڑے ملتے ہوں اور درزی اور لوہار اور بڑھئی اور بنیا اور بقال وغیرہم ہوں اور ساکنان اُسی کے ہندو مع مسلمان قریب بارہ سو^{۱۰۰} مرد مع عورت کے ہوں اور غالب درجہ مسلمان زمیندار ہوں اور مسلمانوں کی تعداد قریب پانچ سو عورتوں کے ہو اور مسجد قدیم سے ہو اور جب سے مسجد بنی ہمیشہ سے برابر جمعہ ہوتا رہا ہو تو ان دونوں قسموں میں دیہات کے جمعہ جائز ہوگا یا صرف قسم اخیر میں یا کسی میں نہیں اور ہم قسم اخیر کے دیہات کے رہنے والے ہیں، اب بعض لوگ کہتے ہیں کہ دیہات میں جمعہ جائز نہیں، تو آیا ہم لوگ پڑھیں یا نہیں؟ بہت صاف جواب بالتفصیل تحریر ہو۔

الجواب:

ہندوستان ا صلح اللہ حالہا بھج اللہ تعالیٰ ہنوز دارالاسلام ہے:

جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام" میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

کہا حققنا فی رسالتنا اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام۔

اُس میں اقامتِ جمعہ و عیدین مسلمانوں کو ضرور جائز۔ جامع الفصولین میں ہے:

امام اعظم ابو حنیفہ رضی تعالیٰ عنہ نے فرمایا دارالحرب کے لئے ضروری ہے کہ وہاں احکام شرک کا اجراء ہو اور اس ملک کا اتصال دارالحرب سے طرح ہو کہ اس ملک اور دارالحرب کے درمیان کوئی مسلمان یا ذمی امان اول کی وجہ سے امان میں نہ ہو یعنی اب مشرکین کی امان کے بغیر امن والا نہ ہو کیونکہ جب حکم کسی علت سے ثابت ہے تو جب تک وہ علت باقی ہے حکم بھی باقی ہوگا، جب کوئی علاقہ اجرا احکام اسلامی کی وجہ سے دارالاسلام بنتا ہے تو جب تک وہاں کچھ احکام و آثار باقی ہوں گے وہ دارالاسلام ہی ہوگا، اور ہر وہ شہر جس کا کفار کی طرف سے کوئی مسلمان والی ہو وہاں جمعہ و عیدین کی اقامت،

قال ح (ای الامام الاعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) لا تصیر دارالحرب الاباجراء احکام الشرک فیہا واتصالہا بدارالحرب بان لایکون بینہما و بین دارالحرب مصر للمسلمین وان لایبقی فیہا مسلم او ذمی اُمنّا علی نفسہ بالامان الاول ای لایبقی اُمنّا الابامان المشرکین ان الحکم اذا ثبت بعلّة فما بقی شیء من العلة یبقی الحکم ببقائه فلما صارت البلدة دارالاسلام بأجراء احکامہ فما بقی شیء من احکامہ واثارہ تبقی دارالاسلام وکل مصرفیہ وال مسلم من جهة الکفارتجوز فیہ اقامة الجمع والاعیاد

واخذ الخراج وتقليد القضاء وتزويج الايامي لا ستتلاء المسلم عليهم واماني بلاد عليها ولا كفار فيجوز للمسلمين اقامة الجمعة والاعباد ¹ اه مختصرا۔	خراج لینا، قضاءِ اسلامی کی پابندی اور بیوگان کا نکاح کروانا جائز ہے کیونکہ وہاں مسلمان غالب ہیں لیکن وہ علاقے جہاں کا فرولی ہیں وہاں مسلمانوں کے لئے جمعہ اور عیدین کا قیام جائز ہے اہ اختصاراً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

في معراج الدراية عن المبسوط البلاد التي في ايدى الكفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب وكل مصر فيه وال من جهتهم يجوز له اقامة الجمعة والاعباد فلوالو لاة كفار يجوز للمسلمين اقامة الجمعة ² اه ملخصا	معراج الدراية میں مبسوط سے ہے وہ علاقہ جات جو کفار کے قبضہ میں ہیں وہ بلادِ اسلام ہی ہیں بلادِ حرب نہیں اور ہر وہ شہر جس میں کفار کی طرف سے والی ہو تو وہ جمعہ اور عیدین کا قیام کر سکتا ہے اور اگر والی کافر ہوں تو بھی مسلمانوں کے جمعہ کا قیام جائز ہے اہ تلخیصاً (ت)

جمعہ وعیدین کے نہ فقط مامور بہ بلکہ خود جائز و صحیح ہونے کے لئے بھی باجماع ائمہ مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصر شرط ہے
کتب المذہب عن آخرها طافحة بذلك (تمام کتب مذہب اس سے پر ہیں۔ ت) گاؤں میں جمعہ وعیدین نہ صحیح نہ جائز بلکہ
گناہ ہے

كما نص عليه في الدرالمختار عن القنية وفي جامع الرموز عن جامع المضمرات وقد بيناه في فتاؤنا۔	جیسا کہ اس پر درمختار میں قنیہ اور جامع الرموز میں جامع المضمرات کے حوالے سے تصریح ہے اور اسے ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا ہے۔ (ت)

دیہات سے بھی کم درجہ بستی جنگلوں، میدانوں، پہاڑوں میں اہل خیمہ کے مقام ہیں جن میں مکانات کچھ بکے اصلاً نہیں ہوتے، انھوں
نے جہاں آب و مرغزار دیکھے ڈیرے ڈال دئے، خیمے تان دیئے، وہاں اقامت کر لی، یہ بستیاں نظر شرع میں بھی دیہات سے ادنیٰ
ہیں، امصار و عمرانات کے سکان اگر گاؤں میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کریں مقیم ہو جائیں گے قصر نہ کریں گے اور اُن خیمہ گاہوں میں
اُنھیں اہل خیمہ کی نیت اقامت صحیح ہے جن کی طرز تغیش یہی ہے عمرانات والے بعد تحقق سفر و طے مراحل اگرچہ وہاں پندرہ دن قیام
کا قصد کریں مقیم نہ ہوں گے ہو الاصح فی الفصلین (دونوں فصلوں میں یہی اصح ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

¹ جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء وملتصلاً بہ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱۳/۱۳ و ۱۳

² ردالمحتار، باب الجمعة، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر، ۱/ ۵۹۵

خانہ بدوش مثلاً ترکمان قوم اگر جنگل میں اقامت کی نیت کر لیں تو یہ اصح قول کے مطابق صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے بشرطیکہ وہاں ان کے لئے اتنی مدت کیلئے پانی اور چارہ ہو اور ان کے علاوہ کسی نے ان کے ساتھ نیت کر لی تو یہ اصح قول کے مطابق درست نہیں اھ مختصراً (ت)	اهل اخبية كتركمان نووہافی المفازة فانہا تصح في الاصح وبه يفتى اذا كان عندهم من الماء والكلاء ما يكفيهم مدتہا ولونوى غيرهم الاقامة معهم لم يصح في الاصح^۱ اھ مختصراً۔

قصبہ عرفاً مصرودہ میں متوسط ہے چھوٹے شہر کو کہتے ہیں جس میں آبادی کم، مرافق قلیل ہوں بازار و پختہ عمارات ہوں نہ مثل امصار، وہ پر گنہ ہوتا ہے ضلع نہیں، اُس میں چھوٹے چھوٹے حکام ہوتے ہیں جن کی ساعت ایک حد تک محدود، بڑے حکام کو کہ ہر گونہ مقدمات دیوانی و جرائم فیصل کر سکیں نہیں ہوتے، اس عرف حادث پر قسمیں تین ۲ ہوتی ہیں مگر زبان عربی میں وہ دو ہی چیزیں ہیں: مصر یا قریہ قصبہ، ان سے باہر کوئی شے ثالث نہیں، قاموس ومصباح المنیر وغیرہما میں قصبۃ البلاد مدینتہا وقصبۃ القرية وسطہا) شہری قصبہ، شہر ہوتا ہے اور دیہاتی قصبہ دیہات اور شہر کا درمیان ہوتا ہے۔ (ت) یونہی شرع مطہر نے قصابات کو کسی حکم خاص سے مخصوص نہ فرمایا مصر و قریہ کی تقسیم حاضر ہے آبادی پر، حد مصر صادق ہو تو مصر ہے ورنہ قریہ لا ثالث لہما (ان دونوں کے لئے تیسرا نہیں۔ ت) اب تعریف مصر میں ہمارے علماء سے اقوال کثیرہ آئے جن میں صحیح و مختار و معتمد ائمہ کبار دو ۲ ہیں:

اول ظاہر الروایہ واصل مذہب دارشاد امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ شہر وہ آبادی عمارت والی ہے جس میں متعدد کوچے ہوں، دوائی بازار ہوں، وہ ضلع یا پر گندہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات ہوں، اس میں کوئی حاکم مقدمات رعایا فیصل کرنے پر مقرر ہو، جس کے یہاں قضا یا پیش ہوتے ہوں اور اس کی شوکت و حشمت مظلوم کا انصاف ظالم سے لینے کے قابل ہو اگرچہ کبھی نہ لیا جائے، یہ تعریف کتب کثیرہ میں باللفظ عدیدہ و معانی متقار بہ ادا کی گئی۔

مسئلہ ۱۳۱۶: از عظیم آباد پٹنہ شاہ کی املی متصل مسجد تراہہ مطب حکیم صاحب مرسلہ مولوی نور الہدی صاحب ۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایسے قریہ میں جس پر کسی طرح حد مصر صادق نہیں اگر وہاں کے خفی المذہب بخیاں شوکت اسلامی نماز جمعہ مع ظہر احتیاطی و صلوٰۃ العیدین پڑھتے ہوں تو گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ اور اگر گنہگار ہوں تو اس کی وجہ کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

ایسی جگہ جمعہ یا عیدین پڑھنا مذہب خفی میں گناہ ہے۔ نہ ایک گناہ بلکہ چند گناہ:

^۱ در مختار باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۷/۸-۸

اولا جب نماز جمعہ و عیدین وہاں صبح نہیں تو یہ امر غیر صحیح میں مشغول ہوئی اور وہ ناجائز ہے،

فی الدر المختار تکرہ تحریماً ای لانه اشتغال بمألا یصح لان المصبر شرط الصحة ¹ ۔	در مختار میں ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ یہ غیر صحیح کام میں مشغول ہونا ہے کیونکہ شہر جمعہ کی صحت کے لئے شرط ہے۔ (ت)

ہاجیہ قول: فقط مشغولی نہیں بلکہ اس امر ناجائز کو موجب شکوت اسلام جانا بلکہ بہ قصد و نیت فرض و واجب ادا کیا یہ مفسدہ عقیدہ ہے جس سے علماء نے تخریر شدید فرمائی۔

اوصوا بترك التزام مستحب اذا خيف ان يظنه العوام واجبا وفي اخف منه قال سيدنا عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه لا يجعل احدكم للشيطان شيعي من صلواته يرى ان حقا عليه ان لا ينصرف الا عن يمينه لقدر أيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كثيرا ينصرف عن يساره ² رواه الشيخان فاذا كان هذا فيما هو مشروع باصله فما ظنك بما لم يجز من رأسه۔	جب یہ خطرہ ہو کہ عوام اسے ضروری سمجھ لیں گے تو علماء مستحب پر پابندی ترک کرائیں اور اس سے کم درجہ عمل کے بارے میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ تم میں سے کوئی بھی اپنی نماز سے شیطان کا حصہ اس طرح نہ بنائے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پھرنا اپنے اوپر لازم کر لے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت دفعہ بائیں طرف پھرتے ہوئے دیکھا، اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا، جب اس عمل کا معاملہ ہے جو اصلاً مشروع ہے تو اس میں تمہار کیا خیال ہے جو اصلاً جائز ہی نہ ہو۔ (ت)

ثالثاً جبکہ واقع میں نماز جمعہ و عید نہ تھی تو ایک نماز نفل ہوئی کہ باجماعت و اعلان و تداویع ادا کی گئی یہ ناجائز ہوا،

في رد المحتار عن العلامة الحلبي محشي الدر فهو نفل مكروه لادائه بالجماعة ³ ۔	رد المحتار میں محشی در علامہ حلبی سے ہے یہ نوافل مکروہ ہیں کیونکہ جماعت کے ساتھ ادا ہوئے۔ (ت)

یہ تینوں وجہیں جمعہ و عیدین سب کو شامل ہیں۔

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۴

² صحیح البخاری باب الافتتاح والانصراف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۸

³ رد المحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/ ۶۱۱

رابعاً قول: جمعہ میں اُس کے سبب جو ظہر نہ پڑھیں اُن پر فرض ہی رہ گیا، ترک فرض اگرچہ ایک ہی بار ہو خود کبیرہ ہے اور جو بزعم خود احتیاطی رکعات پڑھیں وہ بھی تارک جماعت تو ضرور ہوئے اور جماعت مذہب معتد میں واجب ہے جس کا ایک بار ترک بھی گناہ اور متعدد بار ہو کر وہ بھی کبیرہ۔ کما نصوا علیہ ولا مروا علیہ من ان یوضح (جیسا کہ فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے اور یہ امر اتنا واضح ہے کہ وضاحت کی ضرورت نہیں۔ ت)

خامساً قول: وہ احتیاطی رکعات والے کہ حقیقہ مذہب حنفی میں آج کی ظہر پڑھ رہے ہیں

فانہا اذا لم تصح الجبعة بقیت فريضة الظهر في اعناقهم فاذا انوا اخر ظهر ادر كوها ولم يؤدوها وجب انصر افها الى ظهر اليوم۔	اس لئے کہ جب جمعہ صحیح نہیں تو ان کے ذمے ظہر کا فريضہ باقی ہے، تو جب یہ ارادہ کرتے ہوئے کہ آخری ظہر کا وقت پایا مگر اسے ادا نہ کیا تو اس کا آج کی ظہر پر محمول کرنا واجب ہے۔ (ت)

باتکہ مسجد میں جمع ہیں جماعت پر قادر ہیں تنہا پڑھتے ہیں یہ دوسری شاعت ہے کہ مجتمع ہو کر ابطال جماعت ہے جسے شارع نے مسجد خوف جیسی حالت ضرورت شدیدہ میں بھی روانہ رکھا بلکہ ابطال درکنار موجودین میں بلا وجہ شرعی تفریق جماعت کو ناجائز رکھ کر ایک ہی جماعت کرنے کا طریقہ تعلیم فرمایا کما نطق به القرآن العظيم و بالله الهداية الى صراط مستقیم (جیسا کہ اس پر قرآن عظیم ناطق ہے، اللہ ہی صراط مستقیم کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۱۷: ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس حالت میں امام خطبہ پڑھتا ہو اُس وقت کوئی وظیفہ یا سُنن یا نوافل یا فرض قضاے فجر پڑھنا چاہیے یا نہیں اور ٹھیک ہوں گے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اُس وقت وظیفہ مطلقاً ناجائز ہے، اور نوافل بھی اگر پڑھے گنہگار ہوگا اگرچہ نماز ہو جائے گی، رہی قضا اگر صاحب ترتیب نہیں تو اس کا بھی یہی حکم ہے ورنہ وہ ضرور پہلے قضا ادا کرے، اور جہاں تک دوری ممکن ہو اختیار کرے کہ صورت مخالفت سے بچے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۱۸: از بنگالہ ضلع پتراموضع مراد نگر مرسلہ قاضی اشرف الدین صاحب ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ

چہ می فرماید علمائے دین اندریں مسئلہ کہ چند اشخاص برائے ادائے جمعہ بمسجدے رقتند و دیدند کہ جمعہ ادا شدہ است اکنوں ایشان دز آں مسجد مذکور صلوٰۃ جمعہ	کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص جمعہ کی ادائیگی کے لئے مسجد میں گئے انھوں نے دیکھا جمعہ ادا ہو گیا ہے اب وہ لوگ اس مسجد میں جمعہ

ادا کریں گے یا ظہر کی ادائیگی ان پر لازم ہوگی، اگر ظہر لازم ہے تو وہ جماعت کے ساتھ ادا کریں یا تنہا؟ ایک شخص کا کہنا ہے کہ اگر کسی گروہ کی جماعت جمعہ فوت ہو گئی تو مسجد سے دور انگریزی سو گز یا ایک سو پچیس گز کے فاصلے پر چلے جائیں اور وہاں جمعہ ادا کریں اگرچہ وہاں مسجد نہیں، اس کا قول صحیح ہے یا نہ؟ اگر اس طرح انھوں نے ادا کر لیا ہے تو جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا	ادار تو اند کر دیا ادائے ظہر واجب ست بر تقدیر ثانی باجماعت یا فرادی شخصے میگوید کہ جماعتے را کہ نماز جمعہ فوت شدہ شود اوشاں در خارج مسجد بہ بعد مقدار یک صد گز یا صد و بست و پنج گز مروجہ انگریزی رفتہ نماز جمعہ ادا توند کرد و در انجا مسجدے نیست و قول او صحیح ست یا نہ و اگر چنینی ادا کرد جائز خواہ شد یا نہ؟ بینوا توجروا

الجواب:

جمعہ وعیدین کی امامت ہر کوئی نہیں کروا سکتا بلکہ واجب ہے کہ وہ سلطان اسلام یا اس طرف سے مامور ہو، البتہ ضرورت کے پیش نظر مسلمان امام جمعہ مقرر کر سکتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسجد میں ایک جمعہ کی اقامت کے لئے دو امام نہیں ہو سکتے لہذا ایک مسجد میں دو بار جمعہ نہیں ہو سکتا جب کچھ لوگ اس مسجد میں جمعہ نہ پاسکتیں تو وہ دوسری مسجد میں چلے جائیں کیونکہ مفتی بہ مذہب کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے، اسی طرح اگر مقرر امام جمعہ کو شہر یا فنائے شہر میں مسجد کے علاوہ پالتے ہیں تو وہاں بھی جمعہ جائز ہوگا کیونکہ جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں اور اگر ایسی کوئی صورت نہیں تو ظہر کی ادائیگی فرض ہوگی لیکن جماعت جائز نہ ہوگی بلکہ الگ الگ ادا کریں یہ تمام کتب مذہب میں صراحتاً موجود ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے بیان کیا ہے اور مذکور شخص نے جو گزوں کی مقدار کا تعین کیا ہے اس کی کوئی اصل نہیں واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم	امامت جمعہ وعیدین ہر کس نتواں کرد بلکہ واجب ست کہ سلطان اسلام یا ماذون او باشد و بضرورت آنکہ مسلمان اور امام جمعہ مقرر کردہ باشند و شک نیست کہ یک مسجد را دو امام جمعہ کہ اقامت جمعہ واحدہ کنند باشند پس در مسجد واحدہ دو بار جمعہ نتواں شد چوں بعض مردماں ایں جا جمعہ نیابند بمسجدے دیگر اگر یابند روند کہ تعدد جمعہ در شہر مذہب مفتی بہ رواست ہچناں اگر امامے معین برائے امامت جمعہ یابند و در غیر مسجد در شہر یا فنائے شہر ادا کنند نیز روا باشد زیرا کہ مسجد شرط جمعہ نیست و اگر نیابند فرض ست کہ ظہر ادا کنند و روا نیست کہ جماعت نمایند بلکہ فرادی خوانند کل ذلک مصرح بہ فی کتاب المذہب و قد بینا فی فتاوانا و آنکہ شخص مذکور تحدید فصل ذرعان کرد اصلے ندارد۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۱۹:

از شاہی علاقہ رامپور مرسلہ نادر شاہ خاں وانعام اللہ خاں

۶ جمادی الآخرہ ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس قصبہ شاہی میں صرف ایک مسجد وہی جامع مسجد ہے قدیم الایام سے اُس میں نماز جمعہ ہوتی ہے اور ایک عید گاہ قریب آبادی کے ہے اس میں نماز عید پڑھی جاتی ہے فی الحال بوجہ کثرت نماز یا گنجائش سب نمازیوں کی نہیں اس لئے عید گاہ میں جمعہ پڑھتے ہیں اُس روز جامع مسجد نماز جمعہ سے بالکل خالی رہتی ہے ایسی حالت میں کوئی باز پرس تو اہل قصبہ سے خداوند کریم بوجہ خالی رہنے مسجد کے بروز حساب نہ فرمائے گا اور پڑھنے نماز جمعہ سے عید گاہ میں کچھ نقصان عند اللہ و عند الرسول ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

جائز ہے۔ کچھ نقصان نہیں، نہ کوئی مواخذہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲۰:

از بنگالہ ضلع مین سنگھ موضع مرزا پور مرسلہ منشی آدم غرہ

ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

ما تقولون یا ارباب العقول فی تبلیغ احکام الرسول فی هذا الباب هل يجب علی المصلین ان یصلوا آخر الظہر مع الجمعة ام لا وان صلوا فماذا ینوونہا فریضة ام نافلة بینوا بالدلیل تو جروا اجرا جزیلا۔	تعلیمات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبلیغ کرنے والے اہل فہم کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ جمعہ کے ساتھ نمازیوں پر ظہر ادا کرنا لازم ہے یا نہ؟ اگر وہ ادا کرتے ہیں تو کس نیت سے فرض یا نفل؟ دلیل کے ساتھ واضح فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (ت)

الجواب:

ان وقع الشك فی صحة الجمعة لوقوع الشبهة فی شرط كالمصرية او كون الدار دار الاسلام فالظاهر الوجوب وان كان هناك تو هم لاجل خلاف ضعيف فالندب ويفتق به الخواص لا العوام وعلى كل ينوی الفريضة ای أخر فرض ظہر ادرکتہ ولم اود لان النفل يتأدى بنية الفرض ولا عكس فلا يحصل الاحتياط الابنية الفريضة كما لا يخفى قال فی رد المحتار فی	اگر شرائط جمعہ میں اشتباہ کی وجہ سے صحت جمعہ میں شک ہو جائے تو ظاہر یہی ہے کہ وہاں ظہر کا ادا کرنا لازم ہے اور اگر وہاں صحت جمعہ وہم ہے تو ضعیف اختلاف کی وجہ سے ظہر کی ادائیگی مستحب ہوگی البتہ اس کے ساتھ خواص کے لئے فتویٰ ہے عوام کے لئے نہیں، ہر صورت میں فرض کی نیت ہوگی یعنی وہ آخری ظہر جسے میں پایا مگر ادا نہ کی کیونکہ نوافل فرض کی نیت سے ادا ہو جاتے ہیں مگر فرض نفل کی نیت سے ادا نہیں ہوتے، تو احتیاط نیت فرض میں ہی ہے جیسا کہ مخفی

نہیں، ردالمحتار میں فرمایا کہ قنۃ میں ہے کہ جب اہل مرو کو دو جمعوں کا قیام پیش آیا علماء نے متعدد جمعہ میں اختلاف کیا تو ائمہ نے لوگوں پر جمعہ کے بعد احتیاطاً چار رکعات ظہر ادا کرنا لازمی قرار دے دیا۔ اکثر شارحین ہدایہ وغیرہ نے اسے نقل کیا اور اسے ہی متداول قرار دیا، پھر مقدسی نے فتح سے نقل کیا کہ اگر شہر ہونے میں تردد ہو یا جمعہ کے متعدد ہونے کی وجہ سے تردد ہو تو جمعہ کے بعد چار رکعات اس نیت سے ادا کی جائیں کہ میں نے آخری ظہر کا وقت پایا اسے ادا نہ کیا تھا اور فرمایا فائدہ اس کا یہ ہے کہ خلاف متوہم یا محقق سے خروج ہو جائے گا، نہر میں مذکور ہے کہ اختلاف سے بچنے کی خاطر جواز تعدد جمعہ کے قول پر بھی ظہر کی ادائیگی کے مستحب ہونے میں تردد نہیں کرنا چاہئے۔ اہ مقدسی کہتے ہیں کہ ابن شحنے نے اپنے دادا سے ندب پر یہ تصریح نقل کر کے اس میں بحث کرتے ہوئے کہا کہ یہ اس وقت ہے جہاں محض وہم ہو لیکن جب صحت جمعہ میں شک و اشتباہ ہو تو ظہر کا وجوب ظاہر اور اس پر اپنے شیخ ابن ہمام کی وہ عبارت نقل کی جو اسے مفید ہے اہ اختصار (ت) واللہ تعالیٰ اعلم	القنية لما ابتلى اهل مرو بأقامة الجمعيتين فيها مع اختلاف العلماء في جوازها امر أئمتهم بالاربع بعدها حتما احتياطاً اه ونقله كثير من شراح الهداية وغيرها وتداوله، ثم نقل المقدسي عن الفتح انه ينبغي ان يصلي اربعاً ينوي بها آخر فرض ادركت وقته ولم أؤده ان تردد في كونه مصراً او تعددت الجمعة، قال و فائدته الخروج عن الخلاف المتوهم او المحقق وذكر في النهرانه لا ينبغي التردد في ندبها على القول بجواز التعدد خروجاً عن الخلاف اه قال المقدسي ذكر ابن الشحنة عن جده التصريح بالندب وبحث فيه بأنه ينبغي ان يكون عند مجرد التوهم، اما عند قيام الشك والاشتباة في صحة الجمعة فالظاهر الوجوب ونقل عن شيخه ابن الهمام ما يفيد¹ اه مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۲۱: از ضلع کمر لہ موضع پانسیر مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب غرہ ربیع الاول ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز جمعہ انحراف قبلہ یعنی جانب الیمین والیسر کو پھر کر مناجات کرنا جائز ہے یا نہیں باوجودیکہ فقہ کی کتابوں میں بھی یہ ہے کہ جس نماز کے بعد سنت موکدہ ہو نہ پھرے بالذلائل تحریر فرمائیے۔ بینوا توجروا

¹ ردالمحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/ ۵۹۶

الجواب:

امام کا بعد سلام قبلہ سے انحراف تو مطلقاً سنت ہے اور اس کا ترک یعنی بعد سلام رو قبلہ بیٹھا رہنا امام کے لئے بالاجماع مکروہ ہے، جمعہ وغیرہ سب نمازیں اس حکم میں برابر ہیں اور بعد سلام دعا و مناجات بھی بالاجماع جائز ہے مگر جس نماز کے بعد سنت ہے یعنی ظہر و جمعہ و مغرب و عشاء، اس کے بعد تاخیر طویل کسی کو بہتر نہیں اور اگر کرے تو منع بھی نہیں مگر اس قدر نہ ہو کہ مقتدیوں پر گراں گزرے، عادت مسلمان یوں جاری ہے کہ امام بعد سلام جب تک دعا سے فارغ نہ ہو مقتدی شریک دعا رہتے ہیں اور اس سے قبل اُسے چھوڑ کر نہیں اٹھتے اور یہ اگرچہ شرعاً واجب نہیں مگر حُسن ادب سے ہے۔

اقول: ویسکن الاستئناس له بقوله عزوجل "واذا كانوا معه على امر جامع لم يذهبوا حتى يسأذنوه" فان فراغه من الدعاء يعد اذنا منه دلالة بذلك العرف جار۔	اقول: اس پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی سے استدلال ممکن ہے "اور جب وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ کسی معاملہ میں جمع ہوتے ہیں تو آپ کی اجازت کے بغیر جاتے نہیں" کیونکہ دُعا سے فراغت اذن ہی تصور ہوتا ہے اور اس پر عرف جاری ہے۔ (ت)

تو ایسی حالت میں اتنی دعائے طویل کہ بعض مقتدیوں پر ثقیل ہو مطلقاً نہ کرنی چاہئے اگرچہ اس کے بعد سنت نہ ہو جیسے فجر و عصر۔

هذا ماظهر لي تفقها وارجو ان يكون صوابا ان شاء الله تعالى واذا امر الامام بالتخفيف في الصلوة اى عدم الزيادة على القدر المسنون اجبعوا على انه لا يبكث في مكانه مستقبل القبلة سائر الصلوات في ذلك على السواء۔	غور و فکر میں یہ مجھ پر واضح ہوا اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ ان شاء اللہ درست ہوگا اور جب امام کو نماز میں تخفیف کا حکم ہے یعنی قدر مسنون پر اضافہ کرے تو اس پر اجماع ہے کہ امام اپنی جگہ پر قبلہ رخ ہو کر نہ ٹھرے تمام نمازیں اس حکم میں برابر ہیں، (ت)

حلیہ میں ہے:

وقد صرح غير واحد بانه يكره له ذلك ¹ ۔	متعدد علماء نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

يكره تاخير السنة الا بقدر اللهم انت السلام الخ	سنتوں میں تاخیر اللہم انت السلام الخ کی مقدار سے

¹ حلیۃ المحلی شرح منیۃ الصلی

قال الحلواني لا بأس بالفصل بالأوراد واختار ه الكمال، قال الحلبي ان اريد بالكراهة التنزيهية ارتفاع الخلاف قلت في حفظي حمله على القليلة¹ اه	زیادہ مکروہ ہے، حلوانی نے فرمایا اذکار کے ساتھ فرائض و سنن میں فاصلے میں کوئی حرج نہیں، کمال نے اسی کو اختیار کیا ہے، حلبی کہتے ہیں کہ اگر کراہت سے کراہت تنزیہی ہے تو اختلاف ختم ہو جاتا ہے قلت اور مجھے یہاں تک یاد ہے کہ یہ (تنزیہی) قلیل فصل پر محمول ہے اه (ت)

حلیہ میں ہے:

تحمل الكراهة على التنزيهية بعد دليل التحريمية²	جب تحریمی پر دلیل نہ ہو تو مکروہ کو تنزیہی پر محمول کیا جاتا ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

قول عائشه رضى الله تعالى عنها مقدار ما يقول الهم انت السلا الخ يفيد ان ليس المراد انه كان يقول ذلك بعينه بل كان يقعد زماناً يسع ذلك المقدار ونحوه من القول تقریباً فلا ينافي ما روى مسلم وغيره عن عبد الله بن الزبير رضى الله تعالى عنهما كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سلم من صلوته قال بصوته الا على لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شىء قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد وله الثناء الحسن، لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون، لان	حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمان کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللھم انت السلام الخ کی مقدار پڑھتے، فائدہ دے رہا ہے کہ ان کی مراد بعینہ یہی الفاظ نہیں بلکہ اتنی دیر بیٹھنا جس میں یہ یا اس کی مقدار تقریباً پڑھا جائے۔ لہذا یہ روایت مسلم وغیرہ کی اس روایت کے منافی نہیں جو حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے، اسی کی حمد ہے، اور وہ ہر شئی پر قادر ہے، برائی سے پھرنے اور نیکی کی طرف آنے کی طاقت و توفیق اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے ہم اسی کی عبادت کرتے ہیں، نعمت اسی کی ہے اور اُسی کا فضل

¹ در مختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی بھارت ۱۶۶/۱

² حلیہ المحلی شرح نینۃ الصلی

المقدار المذكور من حيث التقريب دون التحديد، قد يسع كل واحد من نحو هذه الاذكار لعدم التفات الكثير بينها¹ اه مختصرا۔	اے، اعلیٰ تعریف اسی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، ہماری تابعداری اسی کے لئے خالص ہے، اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں "کیونکہ مقدار مذکور تقریباً ہے تحدیداً نہیں وہ وقت ان تمام اذکار کی گنجائش رکھتا ہے کیونکہ ان میں بہت زیادہ تفاوت نہیں ہے اه مختصراً (ت)

بلکہ شیخ محقق مولانا عبدالحق قدس سرہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں:

تجیل قیام بہ سنت مغرب منافی نیست مرخواندن آیہ الکرسی وامثال آنرا چنانکہ در حدیث وارد شدہ است کہ بخواند بعد از نماز فجر و مغرب وہ بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک بلہ لہ الملك ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدير²۔	مغرب کی سنتوں کے لئے جلدی قیام آیہ الکرسی وغیرہ پڑھنے کے منافی نہیں کیونکہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ نماز فجر و مغرب کے بعد دس مرتبہ یہ پڑھا جائے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملك لہ الحمد وھو علی کل شیء قدير۔ (ت)

فقہ کی کسی کتاب معتمد میں یہ نہیں کہ جس نماز کے بعد سنت ہے اُس کے امام کو قبلہ سے پھرنا ہی منع، ہاں فصل طویل کو ناپسند فرماتے ہیں اور اُس کے معنی ان کلمات علماء سے کہ فقیر نے نقل کئے ظاہر ہو گئے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲۲: از کھاتہ ضلع رامپور مرسلہ قاضی ضیاء الدین احمد صاحب ۳ محرم ۱۳۲۱

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک موضع میں عرصہ کثیر گزر ازمانہ پادشاہت اسلام میں قاضی شرع نے جو قاضی بااختیار تھے جامع مسجد قائم کی اور وہ مقام شرائط جمعہ کے موافق مناسب سمجھ کر نماز جمعہ و نماز عیدین اُسی مسجد میں ہوتی رہی اور مسلسل اُسی وقت سے حسب اجازت و ہدایت اصل قاضی یا حاکم وقت مذکور کے اُسی خاندان میں امامت رہی اب ایک شخص نے بوجہ مخالفت چند امور دنیاوی کے امام سے رنج کر کے ایک دوسری مسجد میں جو تھوڑے زمانے سے تیار ہوئی ہے نماز عید ادا کی اور باشندگان دیہ کو جامع مسجد قدیم کو آنے سے روک کر بہکا کر بہت سے اشخاص کو اُس نماز میں شریک کیا اور نماز پڑھائی اور جامع مسجد قدیم میں بھی مثل قدیم نماز پڑھی گئی اور جماعت ہوئی تو اب دریافت طلب ہے کہ اُس مسجد جدید میں امام قدیم سے مخالفت کر کے نماز عید ہوئی یا نہیں؟ اور ایسے نماز پڑھوانے والے کے واسطے جو تفریق جماعت کا مرتکب ہوا

¹ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی بیان صفۃ الصلوۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۲۲

² اشعۃ اللمعات باب الذکر بعد الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھرا ۱۸/۳۱۸

کیا حکم ہے اور آئندہ اس طریقہ سے نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

جمعہ وعیدین وکسوف میں ہر شخص امامت نہیں کر سکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطان اسلام کا مقرر کردہ یا اُس کا ماذون ہو، ہاں جہاں یہ نہ مل سکیں تو بضرورت عام اہل اسلام کسی کو امام مقرر کر لیں، صورت سوال میں جبکہ سلطنت اسلام سقی اللہ تعالیٰ عہدھا (اللہ تعالیٰ اس کی مدت کو دراز فرمائے۔ ت) سے بحکم حاکم شرع وہاں جمعہ قائم اور امامت خاندان ایام قدیم میں مستمر و دائم ہے تو امام خود ماذون من جانب السلطان ہے، اس کے ہوتے بلا مجبوری شرعی عام مسلمانوں کو بھی امام جدید قائم کرنے کا اختیار نہیں۔

لان الخيرة لهم انما يكون عند الضرورة لفقد الماذون فاذا وجد فلا ضرورة فلا خيرة۔	انھیں اختیار ضرورت کے وقت ہے جب مامور نہ ہو اور جب مامور ہے تو اب ضرورت نہیں لہذا اختیار بھی نہ ہوگا۔ (ت)

یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اُس میں مذہب وغیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہو جائے اور اس خاندان ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو، جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا اس دوسرے شخص کی امامت نہ ہوئی اُس کے پیچھے نماز عید و جمعہ محض باطل ہوں گی وہ سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہوگا اور اتنے مسلمانوں کو بھی شدید معصیتوں میں مبتلا کر دے گا وہ دوسری مسجد کا جمعہ حرام ہوگا اور ظہر کا فرض سر پر رہے گا اور عیدین میں نماز عید باطل ہوگی۔ اُس کا پڑھنا گناہ ہوگا واجب عید سر پر رہ جائے گا تفریق جماعت تو وہاں کہی جائے کہ نماز جمعہ یا عیدین اس کے پیچھے بھی صحیح ہو جائیں، جب یہاں سرے سے ہوئی ہی نہیں تو تفریق کیسی، بلکہ ابطال نماز ہے کہ سب سے سخت تر ہے، اللہ تعالیٰ توفیق توبہ بخشے، یہ مسئلہ نہایت واجب الحفظ ہے، آج کل ہٹال میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے کہ جمعہ یا نماز عید نہ ملی کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہوئے اور ایک شخص کو امام ٹھہرا کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوتی اور اُس کے پڑھنے کا گناہ الگ ہوتا ہے عوام کے خیال میں یہ نمازیں بھی پنجگانہ کی طرح ہیں کہ جس نے چاہا امامت کر لی حالانکہ شرعاً یہاں امام خاص اس طریق معین کا درکار ہے اُس کے بغیر یہ نمازیں ہو نہیں سکتیں، تنویر الابصار میں ہے:

یشترط لصحتها السلطان او مأموره باقامتها ¹ ۔	سلطان یا اس کے مامور کا جمعہ کو قائم کرنا صحت جمعہ کے لیے شرط ہے۔ (ت)

¹ در مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی ۱۰۱/۱۰۹

در مختار میں ہے:

فی السراجیۃ لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز ^۱ الخ	سراجیہ میں ہے اگر اجازت خطیب کے بغیر کسی نے جمعہ پڑھا یا تو جائز نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حاصلہ انه لا تصح اقامتها الا لمن اذن له السلطان بواسطة اوبدونها اما بدون ذلك فلا ^۲ ۔	اس کا حاصل یہ ہے کہ اقامت جمعہ درست نہیں مگر اس شخص کے لئے جسے سلطان نے اجازت دی خواہ یہ اجازت بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ، اگر بغیر اجازت کسی نے جمعہ قائم کیا تو درست نہیں، (ت)

تنویر و در میں ہے:

(ونصب العامة) الخطیب (غیر معتبر مع وجود من ذکر) اما مع عدم مهم فیجوز للضرورة ^۳ ۔	خطیب کو (عوام کا مقرر کرنا) (معتبر نہیں بشرطیکہ جب مذکورہ لوگ ہوں) لیکن اس صورت میں جب یہ لوگ نہ ہوں تو ضرورت کے لئے امام کا تقرر درست ہوگا (ت)

انھیں کے باب العیدین میں ہے:

(تجب صلواتهما علی من تجب علیہ الجمعة بشرائطها) فانها سنة بعدها وفي القنية صلوة العید فی القرى تکرہ تحریماً ای لانه اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحة ^۴ ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم	(عیدین کی نماز شرائط جمعہ کے ساتھ ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر جمعہ واجب ہے) کیونکہ نماز عید ان شرائط کے بعد سنت ہے۔ قنیه میں ہے کہ دیہاتوں میں عید مکروہ تحریمی ہے یعنی یہ ایسے کام مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ شہر ہونا صحت کے لئے شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

^۱ در مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۰/۱

^۲ در مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۰/۱

^۳ در مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۰/۱

^۴ در مختار باب العیدین، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۴/۱

مسئلہ ۱۳۲۳: از ملک بنگالہ ضلع میمن سگھ قصبہ بنیازان ڈاک خانہ لکھی گنج مرسلہ منشی طالب حسین خاں ۲۳ صفر ۱۳۲۲ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک قصبہ میں ایک مسجد ہے جہاں لوگ بہت دنوں سے جمعہ پڑھا کرتے ہیں اگر امام مع چند لوگوں کے نماز جمعہ پڑھ لے تو بعدہ، دوسرے لوگوں کو تکرار نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر پڑھ لیا تو نماز ان کی ہو گئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

ایک مسجد میں تکرار نماز جمعہ ہر گز جائز نہیں۔

وقد اخطأ بعض العصریین من لکھنؤ فی تجویز ذلك مغترا بجواز التعدد کما بینا فی فتاوانا۔	بعض معاصرین لکھنؤ نے اسے جائز کہہ کر غلطی کی ہے انھیں تعدد جمعہ کے جواز سے دھوکا ہوا ہے جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کر دیا۔ (ت)

جمعہ وعیدین کی امامت مثل نماز پنجگانہ نہیں کہ جسے چاہئے امام کر دیجئے بلکہ اُس کے لئے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جتہ سلطان الاسلام ہو بلاوسطہ یا بالوسطہ کہ ماذون کاماذون ہو یا ماذون الماذون کاماذون ہو۔

وهلم جرا بضرورة اوبدونها ایضا علی اختلاف القیلیل مع شرط المعلوم المبیین فی کلمات العلماء الکرام۔	اور اسی طرح آگے ضرورت کی وجہ سے یا اس کے بغیر بھی اختلاف قولین کی بنا پر باوجودیکہ علماء کرام کی عبارات میں شرط معلوم اور واضح ہے۔ (ت)

یہاں تک کہ اگر بغیر اُس کی اجازت کے دوسرا شخص امامت جمعہ کرے نماز نہ ہوگی، سراجیہ میں ہے:

لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لایجوز الا اذا اقتدی به من له ولاية الجمعة ¹ اقول ولا استثناء فان الاذن یعم الاذن دلالة۔	اگر خطیب کی اجازت کے بغیر نماز پڑھائی تو جائز نہیں البتہ اس صورت میں جب اس کی اقتداء کسی ایسے شخص نے کی جو جمعہ قائم کر سکتا تھا اقول: یہاں استثناء کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اجازت اس اجازت کو بھی شامل ہے جو دلالت ہو۔ (ت)

در مختار میں ہے: واقره شیخ الاسلام (اسے شیخ الاسلام نے ثابت رکھا ہے۔ ت) ہاں جہاں ماذون سلطان نہ باقی ہو وہاں بضرورت اقامت شعار اجتماع مسلمین کو قائم اذن سلطان قرار دیا ہے۔

¹ فتاویٰ سراجیہ باب الجمعة نوکسور لکھنؤ ص ۱۷

یعنی مسلمان متفق ہو کر جسے امام جمعہ مقرر کر لیں وہ مثل امام ماذون من السلطان ہو جائے گا۔ در مختار میں ہے:

نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر امام مع عدمهم فيجوز للضرورة ¹ ۔	مذکورہ اشخاص کے ہوتے ہوئے عوام کا خطیب مقرر کرنا معتبر نہیں، البتہ اگر مذکورہ افراد نہ ہو تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا۔ (ت)

اور شک نہیں کہ جو امر ضرورۃً جائز رکھا گیا وہ حد ضرورت سے تجاوز نہیں کر سکتا۔

لما عرف من القاعدة المطردة الفقهية بل والعقلية ان مآکان بضرورة فقدر بقدرها	کیونکہ فقہ بلکہ عقلاً قاعدہ مسلمہ ہے کہ جو کچھ ضرورت کی وجہ سے ہوتا ہے وہ ضرورت کی مقدار کے برابر ہی ہوتا ہے۔ (ت)

اور مسجد واحد کے لئے وقت واحد میں دو امام کی ہرگز ضرورت نہیں، تو جب پہلا امام معین جمعہ ہے دوسرا ضرور اُس کی لیاقت سے دور و مجبور تو اُس کے پیچھے نماز جمعہ باطل و محذور، البتہ اگر امام معین نے براہ شرارت خواہ اپنی کسی خاص حاجت کے سبب جلدی کی اور وقت معبود سے پہلے معدودے چند کے ساتھ نماز پڑھ لی عامہ جماعت مسلمین وقت معین پر حاضر ہوئی تو اب ظاہراً مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ انھیں جائز ہو کہ دوسرے شخص کو باتفاق عام مسلمین امام مقرر کریں اور نماز جمعہ پڑھیں۔

لحصول الضرورة بالضرورة ولم تندفع ببا فعل الامام بل لم يحصل من فعله مآکان نصبه فبا نصب الاللعامة لالعدة نفر كما لا يخفى وليحرر۔ والله تعالى اعلم۔	واضح ضرورت پائے جانے کی وجہ سے اور یہ ضرورت امام کے فعل سے پوری نہیں ہوئی بلکہ جس مقصد کے لئے اس کا تقرر ہوا وہ حاصل نہ ہوا وہ تو عام لوگوں کے لئے مقرر تھا نہ کہ چند لوگوں کے لئے جیسا کہ مخفی نہیں، اسے واضح کر لینا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۲۴: مرسلہ ظہور احمد از میتھوڈاک خانہ چاکند ضلع گجیا

جس موضع میں تین مسجد ہوں اور بڑی مسجد میں اُس جگہ کی سب لوگ گنجائش نہ کر سکیں اور اس جگہ سے تین میل شہر متصل ہو اُس موضع میں جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ اور اس جگہ کے لوگوں کو جمعہ پڑھنا اُس شہر میں واجب ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔ یہ جو عبارت و قایہ کی ہے کہ: ما لا یسع کبر مساجدہ اہلہ مصر^۲ (ایسی جگہ کہ بڑی مسجد میں اُس جگہ کی سب مسلمان گنجائش نہ کر سکیں جمعہ واجب ہے یا نہیں)

¹ در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۰/۱

² شرح الو قایہ باب الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۲۴۰/۱

الجواب:

تئویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ صحت جمعہ کے لئے شہر یا فناءے شہر کا ہونا ضروری ہے، اور فناءے مراد وہ جگہ ہے جو شہر کے پاس شہریوں کی ضرورت کے لئے ہو، خواہ متصل ہو یا نہ ہو، جیسا کہ ابن الکمال وغیرہ نے تحریر کیا ہے، مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان اھ ملخصاً تئویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ صحت جمعہ کے لئے شہر یا فناءے شہر کا ہونا ضروری ہے، اور فناءے مراد وہ جگہ ہے جو شہر کے پاس شہریوں کی ضرورت کے لئے ہو، خواہ متصل ہو یا نہ ہو، جیسا کہ ابن الکمال وغیرہ نے تحریر کیا ہے، مثلاً قبرستان، گھوڑ دوڑ کا میدان اھ ملخصاً، ردالمحتار میں ہے کہ ائمہ نے اس بات پر تصریح کی ہے کہ فناءے مراد وہ میدان ہے جو دفن موتی اور شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو مثلاً گھوڑ دوڑ اور چوپایوں کے لئے، لشکر کے اجتماع کے لئے یا شانہ بازی وغیرہ کے لئے ہو اھ، درمختار میں قنیہ سے ہے کہ دیہاتوں میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے یعنی ایسے عمل مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں کیونکہ صحت عید کے لئے شہر کا ونا شرط ہے (ت)

في تنوير الابصار والدرالمختار يشترط لصحتها
المصر، اوفنائته وهو ماحوله اتصل به اولا كما
حرره ابن الكمال وغيره لاجل مصالحة كدفن
الموتى وركض الخيل¹ اه ملخصاً. في ردالمحتار
قد نص الائمة على ان الفناء ماعد لدفن الموتى
وحوائج المصر كركض الخيل والدواب وجمع
العساكر والخروج للرمي وغيرذلك² اه وفي
درالمختار عن القنية صلوة العيد في القرى تكرة
تحريماً اى لانه اشتغال بها لا يصح لان المصر
شرط الصحة³

¹ در مختار ماہ الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۱۰۹/۱

² رد المحتار ما لم يجمع مطبوعه مصطفى الناني مصر ١١/ ٥٩١

³ در مختار ماہ العید بن مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۱/ ۱۱۴

شہر سے خارج ہوئے جاتے ہیں اور ان میں جمعہ باطل ٹھہرتا ہے کہ اُن کی مساجد کریمہ اپنے اہل کی ہمیشہ سے وسعت رکھتی ہے، غنیہ شرح نہیہ علامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

اختلفوا في تفسير المصير اختلافاً كثيراً والفصل في ذلك ان مكة والمدينة مصران تقام بهما الجمع من زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم الى اليوم فكل موضع كان مثل احدهما فهو مصر وكل تفسير لا يصدق على احدهما فهو غير معتبر حتى التعريف الذي اختاره جماعة من المتأخرين كصاحب المختار والوقاية وغيرهما وهو مآلو اجتماع اهله في اكبر مساجده لا يسعهم فانه منقوض بهما اذ مسجد كل منهما يسع اهله وزيادة فلا يعتبر هذا التعريف وبالأولى ان لا يعتبر تعريفه بما يعيش فيه كل محترف بحرفته او يوجد فيه كله محترف فان مصر وقسطنطينية من اعظم امصار الاسلام في زماننا ومع هذا في كل منهما حرف لا توجد في الاخرى فضلا عن مكة والمدينة¹ انتهى باختصار	تعريف شہر میں بہت زیادہ اختلاف ہے اور فیصلہ اس میں یہ ہے کہ مکہ المکرمة اور مدینۃ المنورہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک جمعہ ادا کیا جاتا ہے تو ہر وہ مقام جو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرح ہوگا وہ شہر کہلائے گا اور جو تفسیر شہر ان دونوں میں سے کسی ایک پر صادق نہ آئے گی وہ غیر معتبر ہوگی حتیٰ کہ وہ تعریف جیسے متاخرین کی ایک جماعت مثلاً صاحب مختار اور صاحب وقایہ وغیرہ نے اختیار کی کہ (وہ مقام شہر ہوگا) اگر وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے لوگ جمع ہو جائیں اور مسجد میں ان کی گنجائش نہ رہے، ان دونوں (مکہ و مدینہ) کی وجہ سے قابل اعتراض ہے کیونکہ ان دونوں کی مساجد وہاں کے مقیم بلکہ اس سے زائد لوگوں کی گنجائش رکھتی تھیں لہذا یہ تعریف معتبر نہیں، اور بطریق اولیٰ شہر کی یہ تعریف غیر معتبر ہے کہ ہر وہ مقام جس میں ہو کاریگر اپنی صنعت کے ساتھ ہو یا وہاں ہر قسم کا کاریگر موجود ہوں کیونکہ ہمارے دور میں مصر اور قسطنطنیہ مسلمانوں کے سب سے بڑے شہروں میں سے ہیں، باوجود اس کے دونوں میں سے ایک میں مخصوص صنعت ہے جو دوسرے میں نہیں چہ جائیکہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہو، غنیہ کی عبارت اختصاراً ختم ہوئی۔ (ت)

ملتی الابحر میں ہے:

وقيل مآلو اجتماع اهله في اكبر مساجده لا يسعهم² -	ایک قول یہ ہے کہ اگر وہاں کے لوگ سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو ان کے لئے کافی نہ ہو (ت)

¹ غنیہ المستملی شرح نہیہ المصلی فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

² ملتی الابحر باب الجمعة مطبوعہ مؤسسۃ رسالہ بیروت ۱۳۳۱ھ

مجمع الانہر میں ہے:

اور دبصیغۃ التمریض لانہم قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عند المحققین ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	صیغہ تمریض لایا گیا ہے کیونکہ فقہاء نے فرمایا یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۲۵ تا ۱۳۲۶: از غازی پور محلہ میاں پورہ مرسلہ علی بخش صاحب محرر دفتر نجی غازی پور ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۲۲
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

- (۱) بعد نماز جمعہ احتیاطاً ظہر پڑھنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟
(۲) خطبہ جمعہ میں جب نام پاک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آوے اُس وقت سامعین کو درود شریف پڑھنا کیسا ہے، چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

- (۱) احتیاطی ظہر کی عام لوگوں کو حاجت نہیں۔
(۲) خطبے میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر دل میں درود پڑھیں، زبان سے سکوت فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲۷: از بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بلا بوقصبہ نیلوکھیا مرسلہ محمد نیاز حسین ۱۲ محرم الحرام ۱۳۲۳
اگر قری میں جہاں مسلمان کثرت سے ہوں اور مکانات آپس میں متصل بلا فاصلہ ہیں اگر ہے تو پندرہ یا بیس گز اور نماز پنجگانہ کے لئے مقرر ہے اذان و جماعت ہوتی ہے وہاں کے لوگ متفق ہو کر ایک شخص کو امام جمعہ مقرر کر کے نماز جمعہ ادا کر لیں تو علیہ ماوجب لہ (جو ان پر لازم ہے۔ ت) سے بری ہوں گے یا نہیں، اور موافق مذہب امام اعظم و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صحیح ہوگا یا نہیں، اور بعد نماز جمعہ ظہر احتیاطی پڑھنا کیسا ہے اور وہ لوگ بسبب اس جمعہ پڑھنے کے مستحق ثواب یا اثم، اور اگر اثم ہے تو کیسا؟ بینوا بالتفصیل مع الدلیل توجروا یوم الآخر والحساب اٰمین یا رب العالمین (تفصیلاً دلائل کے ساتھ بیان فرمادے اللہ تعالیٰ آخرت میں آپ کو اجر عطا فرمائے۔ اے رب العالمین! دعا قبول فرماتے) صحت جمعہ کے لئے مصر شرط ہے پس مصر کی تعریف صحیح موافق مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہا ہے اور تعریف قری جس میں جمعہ واجب نہیں اور نہ وہاں جمعہ پڑھنا جائز کیا ہے، قری اور دیہات

^۱ مجمع الانہر شرح ملتقى البحر باب الجمعه مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۶

میں فرق ہے یا نہیں، اگر فرق ہے تو کس میں جمعہ جائز اور کس میں ناجائز؟

الجواب:

مذہب حنفی میں فرضیت جمعہ وصحت جمعہ وجواز جمعہ سب کے لئے مصر شرط ہے دیہات میں نہ جمعہ فرض نہ وہاں اس کی ادا جائز و صحیح، اگر پڑھیں گے ایک نفل نماز ہوگی کہ برخلاف شرح جماعت سے پڑھی ظہر کا فرض سر سے نہ اترے گا پڑھنے والے متعدد گناہ کے مرتکب ہوں گے،

یہ ایسے کام میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں، جیسا کہ در مختار میں ہے۔ اور تداعی کے ساتھ نوافل کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اور جماعت ظہر کا ترک لازم آتا ہے اور اگر وہ ظہر ترک کر دیتے ہیں تو یہ نہایت ہی برا و قبیح عمل ہے۔ (ت)	للاشتغال بما لا یصح لکما فی الدرالمختار وللتنفل بجماعة بالتداعی ولترك جماعة الظهر وان ترکوا الظهر فاشنع واخنع۔

قریہ زبان عرب میں شہر کو بھی کہتے ہیں،

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "اور ہم نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے مگر مردوں کو جن پر ہم نے وحی کی اہل قری میں سے" یعنی شہروں سے کیونکہ شہری لوگ صاحب علم و حلم ہوتے ہیں۔ (دوسرے مقام پر) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ان دو قریوں میں سے بڑے آدمی پر" یعنی مکہ و طائف۔ (تیسرے مقام پر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تیرے اس قریہ سے جس سے تجھے نکالا" (ت)	قال تعالیٰ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوْحِّیْ اِلَیْهِمْ مِنْ اَهْلِ الْقُرَىٰ^۱، ای الامصار لعلمهم وحلمهم دون البوادی لغلظهم وجفائهم وقال تعالیٰ علیٰ رَجُلٍ مِّنَ الْفَرِیْقَیْنِ عَظِیْمٍ^۲، ای مکة و الطائف وقال تعالیٰ مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْ اَخْرَجْتْكَ^۳۔

اور جب اُسے مصر کے مقابل بولیں تو اس میں اور وہ میں کچھ فرق نہیں ثم اقول: وبہ التوفیق (پھر میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) حق ناصح یہ ہے کہ مصر و قریہ کوئی منقولات شرعیہ مثل صلوة و زکوٰۃ نہیں

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۴

² القرآن ۱۰۹/۱۲

³ القرآن ۳۱/۴۳

⁴ القرآن ۱۳/۴

جس کو شرع مطہر نے معنی متعارف سے جدا فرما کر اپنی وضع خاص میں کسی نئے معنی کے لئے مقرر کیا ہو ورنہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس میں نقل ضرور تھی کہ وضع شارع بے بیان شارع معلوم نہیں ہو سکتی اور شک نہیں کہ یہاں شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اصلاً کوئی نقل ثابت و منقول نہیں تو ضرور عرف شارع میں وہ انھیں معانی معروفہ متعارفہ پر باقی ہیں اور ان سے پھیر کر کسی دوسرے معنی کے لئے قرار دینا وہ قرار دہندہ کی اپنی اصطلاح خاص ہوگی جو مناط و مدار احکام و مقصود و مراد شرع نہیں ہو سکتی۔ محقق علی الاطلاق رحمہ اللہ تعالیٰ فتح القدر میں فرماتے ہیں:

واعلم ان من الشارحين من يعبر عن هذا بتفسيره شرعاً ويجب ان يراد عرف اهل الشرع وهو معنى الاصطلاح الذي عبرنا به لان الشارع صلى الله تعالى عليه وسلم نقله فانه لم يثبت وانما تكلم به الشارع على وفق اللغة ¹ ۔	واضح رہے کہ بعض شارحین نے اس تفسیر کو شرعی کہا ہے اور اس سے اہل شرع کا عرف مراد لینا واجب ہے اور اس اصطلاح کا یہی معنی ہے جس کے ساتھ ہم نے اسے تعبیر کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نقل کیا ہے کیونکہ یہ ثابت نہیں شارع نے اس میں لغت کے مطابق تکلم فرمایا ہے۔ (ت)

اور ظاہر کہ معنی متعارف میں شہر و مصر و مدینہ اُسی آبادی کو کہتے ہیں جس میں متعدد کوچے، محلے متعدد و دوائی بازار ہوتے ہیں، وہ پرگنہ ہوتا ہے اُس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہیں، عادۃً اُس میں کوئی حاکم مقرر ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے، اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔ اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریہ و دہ و موضع و گاؤں کہلاتی ہیں، شرعاً بھی یہی معنی متعارفہ مراد و مدار احکام جمعہ و غیر ہا ہیں، ولہذا ہمارے امام اعظم و ہمام اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہر کی یہی تعریف ارشاد فرمائی، علامہ ابراہیم حلبي غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

في تحفة الفقهاء عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمتة وعلمه او علم غيره يرجع الناس اليه فيما تقع	تحفہ میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے شہر وہ ہوگا جو بڑا ہو اس میں سڑکیں، بازار، سرائے ہوں وہاں کوئی ایسا والی ہو جو اپنے دبدبہ، اپنے علم یا غیر کے علم کی وجہ سے ظالم سے مظلوم کو انصاف دلا سکیں، حوادث میں لوگ

¹ فتح القدر باب الجمعۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۱۲

اس کی طرف رجوع کریں اور یہی اصح ہے۔ (ت)

¹ غنية المستملى شرح منة الصلى فصل فى صلوة الجمعة مطبوعه سهيل اكيڈى لاہور ص ۵۵۰

² القرآن ١٢ / ١٠٩

3 القرآن ۷۷/۱۳

لومات الوالی اولم یحضر الفتنة ولم یوجد احد ممن له حق اقامة الجمعة نصب العامة لهم خطيباً للضرورة كما سیأتی مع انه لا امیر والا قاض ثمة اصلاً، وبهذا ظهر جهل من یقول لاتصح الجمعة فی ایام الفتنة مع انها تصح فی البلاد التي استولى علیها الکفار كما سنذكره فتأمل¹۔	اگر والی فوت ہو گیا یا فتنہ کی وجہ سے آنہیں سکتا اور وہاں کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جو جمعہ کی امامت کا حقدار ہے تو پھر ضرورت کی وجہ سے خطیب مقرر کر سکتے ہیں جیسا کہ عنقریب آرہا ہے، اس کے ساتھ ساتھ کہ وہاں کبھی قاضی یا امیر نہ ہو، اس سے اس شخص کی جہالت بھی واضح ہو گئی جو کہتا ہے کہ فتنہ کے دنوں میں جمعہ صحیح نہیں حالانکہ جمعہ ان شہروں میں درست ہے جن پر کفار کی ولایت ہو جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے پس غور کیجئے۔ (ت)

اس تعریف میں الفاظ ینفذ ویقیم (نافذ کرے اور قائم کرے۔ ت) موہم فعلیت تھے جس سے بعض کبراء کو دھوکا ہو جسے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد یقدر علی الانصاف (وہ انصاف پر قادر ہو۔ ت) نے زائل کر دیا کیا بینہ فی الغنیة ورد المحتار وغیرہما من الاسفار (جیسے کہ یہ بات غنیہ اور رد المحتار وغیرہ جیسی کتب میں ہے۔ ت) اور حقیقۃ غور کیجئے تو ارشاد امام میں علمہ او علم غیرہ (اپنے یا غیر کے علم کی بناء پر۔ ت) کہ مفید تقیید اسلام والی ہے یہ بھی اُس زمانے کی حالت کے مطابق تھا اس وقت میں اور اس کے بعد صد ہا سال تک اس کی نظیر قائم نہ ہوئی تھی کہ شہر دار الاسلام ہو اور حاکم کافر ولہذا نظر بحالت موجودہ اسلامیت شہر و اسلام شہر یار میں تلازم تھا ان بندگان خدا کے خواب میں بھی یہ خیال نہ گزرتا ہوگا جو آج آنکھوں کے سامنے ہے کہ شہر دار الاسلام اور اس پر کفار حکام ورنہ حقیقۃً صرف اُسی قدر درکا ہے کہ اسلامی شہر ہو اگرچہ والی کافر ہی ہو، ولہذا جامع الرموز میں زیر قول ماتن شرط الادئھا المصبر والسلطان (ادائے جمعہ کے لئے شہر او سلطان کا ہو نا شرط ہے۔ ت) فرمایا:

الاطلاق مشعر بان الاسلام لیس بشرط²۔	اطلاق بتاتا ہے کہ اسلام شرط نہیں۔ (ت)
مبسوط و معراج الدرایہ و جامع الفصولین و ہندیہ و رد المحتار وغیرہا میں ہے:	
فلو الولاة کفار ایجوز للمسلمین اقامة الجمعة۔	اگرچہ والی شہر کافر ہو مسلمانوں کے لئے جمعہ کا

¹ رد المحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۵۰ء

² جامع الرموز فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۳۶۳ھ

الجمعة - ¹	قیام جائز ہے۔ (ت)

تو آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ صرف اسلامی شہر ہونا درکار ہے تنفیذ احکام یا اقامت حدود یا اسلام والی کچھ شرط نہیں اور بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اپنے فتاویٰ میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام ہندوستان سرحد کابل سے منتمائے بنگالہ تک سب دارالاسلام ہے تو یہاں جتنے شہر و قصبات میں (جن کو شہر کہتے ہیں اور وہ نہ ضرور ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں متعدد محلے، متعدد ودائی بازار ہیں، وہ پرگنہ ہیں، ان کے متعلق دیہات ہیں، اُن میں ضرور کوئی حاکم فصل مقدمات کے لئے مقرر ہوتا ہے جسے ڈگری ڈسٹریکشن کا اختیار ہے نہ فقط تھانہ دار کہ وہ کوئی حاکم نہیں صرف حفاظت اور تحقیقات یا چالان کا مختار ہے) وہ ضرور سب اسلامی شہر ہیں اور ان میں جمعہ فرض ہے اور انہیں میں جمعہ صحیح ہے ان کے علاوہ جتنی آبادیاں ہیں گاؤں ہیں اگرچہ مکانات پختہ اور مسلمان و مساجد بکثرت ہوں ان میں نہ جمعہ فرض نہ جائز نہ صحیح، یہ حق تحقیق و تحقیق حق ہے جس سے سرموق متجاوز نہیں، یہ تعریف کہ جس کی سب سے بڑی مسجد میں اس کے سنان اہل جمعہ نہ سائیں اگر بطور تعریف مانی جائے تو صریح باطل ہے جس پر وہ اعتراضات قاہرہ وارد ہیں جن کا جواب اصلاً ممکن نہیں اور اگر کچھ اور نہ ہو تو یہی کیا کم ہے کہ اس تعریف پر خود مکہ معظمہ و مدینہ منورہ گاؤں ٹھہرے جاتے ہیں اور ان میں جمعہ معاذ اللہ حرام و باطل قرار پاتا ہے اکبر مساجدہ (وہاں کی سب سے بڑی مسجد۔ ت) کو اپنے ظاہر پر رکھیں اور ان میں متعدد مساجد صغیرہ و کبیرہ اور ان سب میں اکبر ہونا شرط کریں جب تو مکہ معظمہ کا شہر نہ ہونا صراحۃً واضح کہ مکہ معظمہ میں سوا مسجد الحرام کے کوئی مسجد صد ہا سال تک نہ تھی اور عجب نہیں کہ اب بھی نہ ہو۔ نورالعین ورد المختار کتاب الوقف میں ہے:

لا مسجد فی مکة سوى المسجد الحرام ²	(مکہ میں مسجد حرام کے علاوہ کوئی مسجد نہیں۔ ت)

اور اگر ایک مسجد پر قناعت کریں اور مجازاً ٹھہرائیں کہ جب یہی ایک مسج تو یہی اکبر مساجد ہے تو اول تو یہ اکس قدر مقاصد شرع مطہر سے دور مجبور ہے، ایک عظیم اسلامی شہر جس میں لاکھ مسلمان مرد و مطلق رہتے ہیں اُس میں ایک مسجد فرض کیجئے جس میں لاکھ سے زائد یا صرف لاکھ آدمی آسکیں اور ایک گننام پہاڑی کی ٹلی میں بن کے کنارے دو جھونپڑیاں وحشی جنگلیوں کی ہو جن میں آٹھ دس مرد رہتے ہیں اور انھوں نے ایک چبوترہ چند گز کا بنالیا ہے جس میں سات آدمیوں کی گنجائش ہے آگے امام اور پیچھے تین تین آدمیوں کی دو صفیں، رو لازم ہے کہ وہ شہر عظیم الشان گاؤں ہو اور اس میں جمعہ حرام، اور یہ کوردہ مصر جامع و مدینہ عظیمہ ہو اور اس میں جمعہ فرض، کیا ارشاد حدیث:

¹ رد المختار، باب الجمعة، مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر، ۵۹۵/۱

² رد المختار کتاب الوقف مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۴۲۱/۳

لاجمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظيمة ¹	مصر جامع اور بڑے شہر کے علاوہ کسی جگہ نہ جمعہ ہو سکتا ہے نہ تکبیرات تشریق، نہ نماز عید لفطر اور نہ نماز عید الاضحیٰ۔ (ت)

کا یہی منشا ہے، حاشا وکلامعزدا لیبہا ہو تو دن میں چھ چھ بار مصریت و قرویت پلٹا کھائے، ایک بستی میں سوا اہل جمعہ رہتے ہیں اور اس کی اکبر مساجد میں اتنے آدمیوں کی وسعت ہے تو گاؤں ہے پھر دن چڑھے ان میں ایک لڑکا بالغ ہوا تو وہ شہر ہو گیا کہ اب اس مسجد میں وہاں کے اہل جمعہ کی وسعت نہ رہی، دوپہر کو ایک شخص وہاں سے سکونت چھوڑ کی چلا گیا تو پھر گاؤں ہو گیا اب پھر وسعت ہو گئی پھر دن رہے ایک غلام آزاد ہوا تو پھر شہر ہو گیا کہ وسعت نہ رہی شام کو ایک شخص مر گیا تو پھر گاؤں ہو گیا، عشاء کو ایک مجنون ہوش میں آ گیا تو پھر شہر ہو گیا، آدھی رات ایک شخص کی آنکھیں جاتی رہیں تو پھر گاؤں کا گاؤں رہا و علیٰ ہذا القیاس، بلکہ فرض کیجئے کہ ابھی وہ شہر تھا اور جمعہ فرض تھا مسلمان جمعہ کے لئے جمع ہوئے امام خطبہ پڑھ رہا ہے کہ خبر آئی فلاں مر گیا اب جمعہ حرام ہو گیا خطبہ بے کار گیا کہ شہر گاؤں ہو گیا، امام نے خطبہ چھوڑا اور اعلان ہوا کہ بھائیوں ظہر کی نیت باندھو، تکبیر ہوتی ہی تھی کہ ایک لڑکے نے کہا میری آنکھ لگ گئی تھی احتلام ہو گیا، وہ نہانے کو گیا یہاں امام پھر خطبہ کو جائے کہ اب یہ پھر شہر ہے اور پہلا خطبہ کہ بوجہ زوال محلیت بیکار ہو گیا تھا پھر اعادہ کرے ابھی دوسرے خطبہ تک نہ پہنچا تھا کہ خبر آئی فلاں کی آنکھیں جاتی رہیں اب امام پھر اترے اور ظہر کا اعلان دے، تکبیر ہو رہی ہے کہ صف میں سے ایک مسافر نے اُٹھ کر کہا صاحبو! کیوں جمعہ کھوتے ہو میں یہاں چند روز کے لئے آیا تھا مگر اب یہیں کا ساکن ہو گیا امام سے کہنے پھر سہ بارہ خطبہ کو جائے، اس الٹ پھیر میں معلوم نہیں کہ عصر کا وقت آنے تک جماعت کہ جمعہ نصیب ہو یا ظہر، یہ سب خوبیاں اس تعریف کی ہیں اور ان سب سے قطع نظر کیجئے تو دونوں بلد کریم مکہ و مدینہ منورہ کی مساجد طیبہ قطعاً وہاں کے اہل جمعہ بلکہ ان سے بدرجہا لائق کی وسعت رکھتی ہیں جیسا کہ بجز اللہ تعالیٰ آنکھوں سے مشاہدہ ہے تو وہ دونوں شہر کریم معاذ اللہ گاؤں ہوئے اور ان میں جمعہ حرام ٹھہرا، اس سے زیادہ شاعت اور کیا ہوگی، اور یہ وسعت آج کی نہیں زمانہ اقدس حضور۔ سید عالم۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بھی تھی۔ تو معاذ اللہ زمانہ اقدس سے وہ گاؤں ہی تھے اور ان میں جمعہ حرام تھا مگر ہوتا تھا، اب یہ منتمائے شاعت کبریٰ ہے جس سے مافوق متصور نہیں، جامع ترمذی شریف میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رحم اللہ عثمان زادی مسجدنا حتی وسعنا هذا مختصر اللہ تعالیٰ عثمان پر رحمت فرمائے اس نے ہماری

¹ مصنف ابن ابی شیبہ من قال لاجمعة الخ مطبوعہ ادارہ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۰۱/۲

مسجد شریف بڑھادی یہاں تک کہ اس میں ہم سب نمازیوں کی وسعت ہو گئی۔ ظاہر ہے کہ سب نمازیوں کی وسعت ہو جانا صرف اہل جمعہ کی وسعت سے کہیں زیادہ ہوگی، تو معاذ اللہ اس تعریف پر حاصل حدیث یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عثمان کا بھلا کرے اس نے ہماری مسجد بڑھا کر مدینہ کو گاؤں کر دیا اور اس میں جمعہ حرام ہو گیا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح باب الاستفتاء میں ہے:

من هو مقيم بالمدينة لا يبلغ قدر الحاجة وعند اجتماع جملةهم يشاهد اتساع المسجد الشريف في اطرافه، وانما شدة الزحام في الروضة الشريفة وماقاربها للريفة في زيادة الفضل والقرب من المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم كذا في الشرح¹۔	جو مدینہ منورہ میں مقیم ہیں ان کی تعداد جمعہ کے لئے مذکورہ ضرورت کو پورا نہیں کرتی تمام اہل مدینہ کے اجتماع کے باوجود مسجد نبوی شریف کی اطراف کو خالی دیکھا جاتا ہے، ریاض الجنۃ اور اس کے آس پاس کی جگہ پر لوگوں کا ازدحام اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب اور مزید فضل نصیب ہوتا ہے، اسی طرح شرح میں ہے، (ت)

غنیہ میں ہے:

الفصل في ذلك ان مكة والمدينة مصران تقام بهما الجمع من زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم الى اليوم فكل موضع كان مثل احدهما فهو مصر وكل تفسير لا يصدق على احدهما فهو غير معتبر حتى التعريف الذي اختاره جماعة من المتأخرين كصاحب المختار والواقاية وغيرهما وهو مالو اجتماع اهله في اكبر مساجده لا يسعهم فانه منقوض بهما اذا مسجد كل منهما يسع اهله وزيادة²۔	فیصلہ اس میں یہ ہے کہ مکہ المکرمہ اور مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک جمعہ ادا کیا جاتا ہے تو ہر وہ مقام جو ان دونوں میں سے کسی ایک کی طرح ہوگا وہ شہر کہلائے گا اور جو تعریف شہر ان دونوں میں سے کسی ایک پر صادق نہ آئے گی وہ غیر معتبر ہوگی حتیٰ کہ وہ تعریف جیسے متاخرین کی ایک جماعت مثلاً صاحب مختار اور صاحب وقایہ وغیرہ نے اختیار کی کہ (ہر مقام شہر ہوگا) "اگر وہاں کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے لوگ جمع ہو جائیں اور مسجد میں ان کے لئے گنجائش نہ رہے" ان دونوں مکہ و مدینہ کی وجہ سے محل اعتراض ہیں کیونکہ ان کی مساجد وہاں کے مقیم بلکہ اس سے زائد لوگوں کی گنجائش رکھتی ہیں۔ (ت)

¹ حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الاستفتاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰۱

² غنیہ المستملی شرح نینۃ المصلیٰ فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

لاجرم علما نے تصریح کی فرمائی کہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں۔ ملتی البحر میں ہے:

وقیل مالوا اجتماع اہلہ فی اکبر مساجدہ لایسعہم ¹	بعض نے شہر کی یہ تعریف ہے کہ وہاں کے تمام لوگ اگر جمع ہوں تو وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان کے لئے کافی نہیں۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

انما اورد بصیغۃ التبریض لانہم قالوا ان هذا الحد غیر صحیح عند المحققین ²	"قبیل" لایا گیا ہے اس لئے کہ فقہاء نے فرمایا کہ یہ تعریف محققین کے ہاں صحیح نہیں۔ (ت)

اسی طرح شرح نقایہ وغیرہ میں ہے معذرا معلوم ہے اور خود اس تعریف کے اختیار کرنے والوں کو اقرار ہے کہ وہ روایت نادرہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور علما تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے وہ ہمارے ائمہ کا قول نہیں وہ سب مرجوع عنہ اور متروک ہے، بحر الرائق میں ہے:

ماخرج عن ظاہر الروایۃ فهو مرجوع عنہ والمرجوع عنہ لم یبق قولاً ³ ۔ ملخصاً۔	جو ظاہر الروایۃ سے نکل جائے وہ مرجوع عنہ ہے اور مرجوع عنہ امام کا قول نہیں رہے گا۔ ملخصاً (ت)

فتاویٰ خیرہ میں ہے:

صرحوا بہ ان ماخرج عن ظاہر الروایۃ لیس مذہباً لابن حنیفۃ ولا قولاً ⁴ ۔	فقہاء نے تصریح کی ہے کہ جو ظاہر الروایۃ سے نکل جائے وہ نہ امام صاحب کا مذہب ہوتا ہے اور نہ قول (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ماخلف ظاہر الروایۃ لیس مذہباً لاصحابنا ⁵ ۔	جو ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو وہ ہمارے اصحاب (احناف) کا مذہب نہیں ہوتا۔ (ت)

¹ ملتی البحر باب الجمعۃ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۳/۱

² مجمع الانہر شرح ملتی البحر، باب الجمعۃ، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۳/۱

³ بحر الرائق، فصل یجوز تقلید من شاء الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶/۲۷۰

⁴ فتاویٰ خیرہ، کتاب الطلاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۵۲/۱

⁵ ردالمحتار، کتاب احیاء الموات، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۷۸/۵

تو ظاہر الروایہ صحیح معتمد معمول علیہ مختار جمہور مؤید و منصور کے خلاف ایک روایت نادرہ پر عمل و فتویٰ کیونکر روا۔ در مختار میں ہے:

الحکم والفتیاء بالقول المرجوح جهل و خرق للاجماع ¹ ۔	جو قول مرجوح ہو اس پر حکم و فتویٰ جاری کرنا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

كقول محمد مع وجود قول أبي يوسف اذالم يصحح اويقو وجهه واولى من هذا بالبطلان الافتاء بخلاف ظاهر الرواية اذالم يصح والافتاء بالقول الموضع عنه انتهى ² ۔	جیسا کہ امام ابو یوسف کے قول کے موجودگی میں امام محمد کے اس قول پر فتویٰ جائز نہیں جس کی تصحیح نہ ہوئی ہو یا اس قول کی وجہ قوی نہ ہو اور اس کی نسبت ظاہر روایت کے خلاف فتویٰ دینا اور بھی باطل ہے جبکہ اس خلاف کی تصحیح نہ ہو اور یوں ہی اس قول پر جس سے رجوع کر لیا گیا ہو فتویٰ ناجائز ہے انتہی، ح۔ (ت)

یہ تحقیق مسئلہ ہے اور بحمد اللہ اہل انصاف و علم صاف جانیں گے کہ حق اس سے متجاوز نہیں، ہم نہ اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں نہ زہار زہار مذہب ائمہ چھوڑ کر دوسری پر فتویٰ دے سکتے ہیں مگر دربارہ عوام فقیر کا طریق عمل یہ ہے کہ ابتداءً خود انھیں منع نہیں کرتا نہ انھیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہے ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس ہے، وہ جس طرح خدا اور رسول کا نام پاک لیں غنیمت ہے، مشاہدہ ہے کہ اس سے روکیے تو وہ وقتی چھوڑ بیٹھتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

أَمْرًا يُتَىٰ الَّذِي يَنْهَىٰ ۖ عَبْدًا إِذَا صَلَّى ۖ ³	کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز ادا کرتا ہے۔ (ت)

سیدنا ابو داؤد و رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

شيعي خير من لا شيعي ⁴ ۔	(کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہے)

¹ در مختار مقدمہ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵

² ردالمحتار، مطلب فی حکم التقليد مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۵

³ القرآن ۱۰/۹۶

⁴ کنز العمال ذیل ادب الصلوٰۃ حدیث ۲۲۵۵۰ مطبوعہ مکتبۃ التراث بیروت ۲۰۲/۸

رواہ عنہ عبدالرزاق فی مصنفہ انہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبرجل لا یتمر رکوعاً ولا سجوداً فقال شیعی خیر من لاشیعی ^۱ ۔	حضرت ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو نہ نماز کا رکوع صحیح ادا کر رہا تھا نہ سجود، تو آپ نے فرمایا: کچھ ہونا بالکل نہ ہونے سے بہتر ہوتا ہے۔ (ت)

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص کو بعد نماز عید نفل پڑھتے دیکھا حالانکہ بعد عید نفل مکروہ ہیں، کسی
نے عرض کیا: یا امیر المومنین! آپ نہیں منع کرتے۔ فرمایا:

اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالیٰ أَرَأَيْتَ الَّذِي يُبْغِي ^۱ عَبْدًا إِذَا صَلَّى ^۲ ۔ ذکرہ فی الدر المختار۔	میں وعید میں داخل ہونے سے ڈرتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کیا تو نے اسے نہیں دیکھا جو منع کرتا ہے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے، اسے در مختار میں ذکر کیا گیا۔

اُسی سے بحر الرائق میں ہے:

(هذا للخواص) أما العوام فلا يبنعون من تكبير ولا تنفل أصلاً لقلّة رغبتهم في الخيرات ^۳ ۔	یہ خواص کا معاملہ ہے، باقی عوام کو تکبیرات کہنے اور نوافل پڑھنے سے بالکل منع نہیں کیا کرتے، کیونکہ انھیں نیکیوں کا بہت کم شوق ہوتا ہے۔ (ت)

کتاب التجنیس والمزید پھر بحر الرائق پھر رد المختار میں ہے:

سئل شمس الاثمة الحلواني ان كسالى العوام يصلون الفجر عند طلوع الشمس افتز جرحهم عن ذلك قال لا لانهم اذا منعوا عن ذلك تركوها أصلاً وادّواها مع تجويز اهل الحديث لها أولى من تركها أصلاً ^۴ ۔	مس الاثمة الحلواني سے سوال ہوا کہ عوام سستی کرتے ہوئے طلوع شمس کے وقت نماز فجر ادا کرتے ہیں کیا ہم انھیں زجر و توبخ کریں؟ فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ اگر تم اس سے ان کو روکو گے تو نماز بالکل ترک کر دیں گے نماز کا ادا کر لینا چھوڑ دینے سے بہتر ہے اور محدثین اسے جائز بھی سمجھتے ہیں۔ (ت)

^۱ کنز العمال بحوالہ عبدالرزاق ذیل الصلوٰۃ حدیث ۲۲۵۵۰ مطبوعہ مکتبۃ التراث ۸/ ۲۰۲

^۲ در مختار، باب العیدین، مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۱۵

^۳ بحر الرائق باب العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶۰/۲

^۴ بحر الرائق باب العیدین، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶۰/۲

در مختار میں ہے:

لايجوز صلوة مطلقاً مع شروق الالعوام فلا يبنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولى من الترك كما في القنية وغيرها ¹ - (ملخصاً)	طلوع آفتاب کے وقت کوئی نماز جائز نہیں مگر عوام کو نماز پڑھنے سے فقہاء نے نہیں روکا ورنہ وہ بالکل ترک کر دیں گے، ہر وہ عمل جس کی ادا بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے بہتر ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله فلا يبنعون افادان المستثنى المنع لا الحكم بعدم الصحة عندنا قوله كما في القنية وعزاه صاحب المصنفى الى الامام حميد الدين عن شيخه الامام المحبوبي والى شمس الائمة الحلواني وعزاه فى القنية الى الحلواني والنسفى ² - (ملخصاً)	قولہ "عوام کو منع نہ کیا جائے" بتلارہا ہے کہ استثناء "نہ روکنے کا" ہے نہ یہ کہ ہمارے نزدیک عدم صحت کا حکم نہیں ہے قولہ "جیسا کہ قنیہ میں ہے" صاحب مصنفی نے اس کی نسبت امام حمید الدین کی طرف کی ہے اور انھوں نے اپنے شیخ امام محبوبی سے بیان کیا ہے اور اس کی نسبت شمس الائمہ حلوانی کی طرف کی ہے اور قنیہ میں اس کی نسبت حلوانی اور نسفی دونوں کی طرف کی ہے۔ (ت)

ہاں جب سوال کیا جائے تو جواب میں وہی کہا جائے گا جو اپنا مذہب ہے واللہ الحمد یہ عوام کا لانعام کے لئے ہے البتہ وہ عالم کملانے والے کہ مذہب امام بلکہ مذہب جملہ ائمہ حنفیہ کو پس پشت ڈالتے تصحیحات جماہیر ائمہ ترجیح وفتویٰ کو بیٹھ دیتے اور ایک روایت نادرہ مرجوعہ عنہا غیر صحیح کی بنا پر ان جہال کوردہ میں جمعہ قائم کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں یہ ضرور مخالفت مذہب کے مرتکب اور ان جملہ کے گناہ کے ذمہ دار ہیں نسأل اللہ العفو والعافیة (ہم اللہ تعالیٰ سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲۸: از مدرسہ اسلامیہ امر وہہ مرسلہ مولوی عبدالشکور صاحب ارکانی ۱۳ محرم ۱۳۲۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی میں قریب تین چار سو مسلمان مرد مکلف اور اُس کے

¹ در مختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱/۶۱

² ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۷۳

قریب قریب بھی اتنے مرد مقیم ہیں اُس بستی میں منصفی تھانہ ڈاک خانہ شفاخانہ بازار بھی ہیں اب یہ مصر ہے یا قریہ؟ اس بستی والے پر جمعہ واجب ہے یا نہیں؟ اگر واجب نہیں تو یہاں جمعہ ادا کرنے سے صلوة ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں؟ ہمارے ملک برہما کی آبادی میں کہیں کہیں تو مسلمان مرد مکلف ہزار دو ہزار تک مقیم ہیں ایسی بستی کم ہے اور ادنیٰ درجے میں بعض بستیوں میں دس بیس مرد مسلمان مکلف مقیم ہیں البتہ جن بستیوں میں سو دو سو چار پانچ سو مرد مکلف ہیں بہت ساری ہیں بعض بستیوں میں سات آٹھ سو مکلف مقیم ہیں، اب ان آبادیوں میں سے کوئی شہر کھلا سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر سب کو گاؤں مانیں گے تو کوئی بڑے گاؤں میں بھی جمعہ اور عیدین فرض یا واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر واجب نہیں تو ان بستیوں میں سے کسی میں جمعہ ادا کرے تو صلوة ظہر ذمہ سے ساقط ہوگی یا نہیں؟ اگر آپ بڑے گاؤں میں جمعہ درست بتائیں تو ان بستیوں میں کون سی بستی بڑی کھلائے گی؟ اس کی تشریح فرمادیں، جن آبادیوں میں کئی ایک حصے ہیں فقط زراعت وغیرہ کی میل ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک دوسرے سے بسا ہے ہر ایک کا نام بھی آپس میں جداگانہ ہے مگر اطراف میں ایک ہی نام مشہور ہے اب کیا سب کو ملا کر ایک بڑی بستی ماننا پڑے گی یا ہر ایک کا حکم جداگانہ ہے حتی الامکان جواب مفصل اور مدلل سے ہم نایناؤں کو ہدایت فرمائیں۔

الجواب:

فرضیت وصحت وجواز جمعہ سب کے لئے اسلامی شہر ہونا شرط ہے، جو جگہ بستی نہیں جیسے بن سمندر یا پہلا، یا بستی ہے مگر شہر نہیں جیسے دیہات، یا شہر ہے مگر اسلامی نہیں جیسے روس فرانس کے بلاد، اُن میں جمعہ فرض ہے نہ صحیح نہ جائز بلکہ ممنوع و باطل و گناہ ہے اس کے پڑھنے سے فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا، شہر ہونے کے لئے یہ چاہئے کہ اس میں متعدد کوچے متعدد دائی بازار ہوں، وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گئے جاتے ہوں کہ موضع فلاں فلاں و فلاں پرگنہ شہر فلاں اور اُس میں کوئی حاکم یا فیصلہ مقدمات کا اختیار من جانب سلطنت رکھتا ہو دونوں باتیں عاۃً متلازم ہیں سلطنت جسے پرگنہ قرار دیتی ہے ضرور اس میں کوئی حاکم لاقلاً منصف یا تحصیلدار رکھتی ہے اور جہاں سلطنت کوئی کچہری قائم کرتی ہے اسے ضرور ضلع یا کم از کم پرگنہ بتاتی ہے اور عاۃً پہلی دو باتیں بھی ان دو کو لازم ہیں، جو پرگنہ ہوتا ہے جہاں کچہری مقرر ہوتی ہے وہاں ضرور متعدد بازار متعدد کوچے ہوتے ہیں،

ولا عکس فقد تتعدد ولا حاکم ولا رساتیق فذكر الاولین لایغنی عن الاخیرین بخلاف الاخیرین ففیہما الکفایة ولذا انما بنی الامر علیہما فی اقرب الاقاویل الی الصواب۔	اس کا عکس نہیں (یعنی جہاں بازار ہوں وہاں کچہری کا ہونا ضروری نہیں) اور کبھی کوچے بازار متعدد ہوتے ہیں مگر حاکم اور متعلقہ دیہات نہیں ہوتے تو پہلے دو کا ذکر آخری دو کے ذکر سے کفایت نہیں کرتا برخلاف آخری دونوں کا ذکر وہ کفایت کرتا ہے اسی لئے صحت کے قریب ترین قول میں معاملہ کی بنا ان دونوں پر کی گئی ہے

(ت)

فتاویٰ غیاثیہ پھر غنیہ شرح منیہ میں ہے:

لوصلی الجمعة في قرية بغیر مسجد جامع و القرية كبيرة لها قري وفيها وال حاكم جازت الجمعة بنوا المسجد اولم يبنوا و هو قول ابی القاسم الصغار وهذا اقرب الاقوال الى الصواب¹

اگر جمعہ بغیر جامع مسجد کے قریہ میں پڑھ لیا حالانکہ وہ قریہ بڑا تھا اور اس کے ارد گرد متعدد دیہات تھے اور وہاں والی و حاکم بھی تھا تو جمعہ جائز ہے خواہ وہ مسجد بنائیں یا نہ بنائیں، شیخ ابوالقاسم الصغار کا یہی قول ہے اور یہ تمام اقوال میں سے صواب کے زیادہ قریب ہے۔ (ت)

غنیہ میں اسے نقل کر کے فرمایا:

وهو ليس ببعيد مما قبله والمسجد الجامع ليس بشرط² انتهى واراد بما قبله ما قدم عن تحفة الفقهاء للامام علاء الدين السمرقندي عن الامام الاعظم رضى الله تعالى عنه انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق ولها رساتيق وفيها وال قال في التحفة هذا هو الاصح³ اه وانما لم يكن بعيدا منه لما قدمنا ان السكك والا سواق تلزم عادة للاميرين المذكورين كما قال في الغنية ايضا بعد نقل ما في التحفة ، الان صاحب الهداية ترك ذكر السكك والرساتيق بناء على الغالب ان الامير والقاضي شأنه القدرة على تنفيذ الاحكام واقامة الحدود ولا يكون الا في بلد

یہ قول اپنے ما قبل قول سے دور نہیں اور مسجد جامع ہونا جمعہ کے لئے شرط نہیں انتہی اور ما قبل قول سے وہی مراد ہے جو امام علاء الدین السمرقندی نے تحفۃ الفقہاء میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے لکھا کہ وہ مقام شہر ہے جو نہایت بڑا ہو، اس میں کوچے بازار ہوں اور اس سے متعلقہ دیہات ہوں اور اس میں کوئی والی ہو، تحفہ میں کہا یہی اصح ہے اھ اس قول کی ما قبل قول سے بعید نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عادتاً کوچے اور بازار مذکورہ دونوں امور کو لازم ہوتے ہیں جیسا کہ غنیہ میں بھی قنیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا البتہ صاحب ہدایہ نے کوچے اور دیہات کے ذکر کو ترک کر دیا اس بناء پر کہ اکثر یہی ہوتا ہے کہ وہ امیر اور قاضی جو احکام کے نفاذ اور اقامتِ حدود کی شان

¹ غنیہ المستملی فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۱

² غنیہ المستملی فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۱

³ غنیہ المستملی فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

رکھتے ہیں وہ اسی طرح کے شہر میں ہی ہوتے ہیں پھر کہا صح تعریف وہی ہے جو تحفہ میں ہے کیونکہ مکہ المکرمہ اور مدینہ طیبہ میں سے ہر ایک پر صادق آرہی ہے اور وہ دونوں شہر کے حوالے سے اصل کا درجہ رکھتے ہیں اھ (ت)	كذلك قال فالحاصل ان اصح الحدود ما ذكر في التحفة لصدقه على مكة والمدينة وهما الاصل في اعتبار المصرية¹ اھ

اور شہر کے اسلامی ہونے کے لئے یہ ضرور ہے کہ یا تو فی الحال اُس میں سلطنت اسلام ہو خود مختار، جیسے بحمد اللہ تعالیٰ سلطنت علیہ عالیہ عثمانیہ و دولت خداداد افغانستان حفظہما اللہ تعالیٰ عن شہر و الزمان یا کسی سلطنت کفر کی تابع جیسے اب چند روز سے سلطنت بخارا، و حسبنا اللہ و نعم الوکیل (ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہی سب سے بہتر کار ساز ہے۔ ت) اور اگر فی الحال نہ ہو تو دو باتیں ضرور ہیں: ایک یہ کہ پہلے اُس میں سلطنت اسلامی رہی ہو، دوسرے یہ کہ جب سے قبضہ کافر میں آئی شعار اسلام مثل جمعہ و جماعت و اذان و قامت وغیرہا لگایا بعضاً برابر اُس میں اب تک جاری رہی ہوں جہاں سلطنت اسلامی کبھی نہ تھی نہ اب ہے وہ اسلامی شہر نہیں ہو سکتے نہ وہاں جمعہ و عیدین جائز ہوں اگرچہ وہاں کے کافر سلاطین شعائر اسلامیہ کو نہ روکتے ہوں اگرچہ وہاں مساجد بکثرت ہوں اذان و اقامت جماعت علی الاعلان ہوتی ہو اگرچہ عوام اپنے جہل کے باعث جمعہ و عیدین بلا مزاحمت ادا کرتے ہوں جیسے کہ روس فرانس و جرمن و پرتگال وغیرہ اکثر بلکہ شاید کل سلطنت ہائے یورپ کا یہی حال ہے، یونہی اگر پہلے سلطنت اسلامی تھی پھر کافر نے غلبہ کیا اور شعائر کفر جاری کر کے تمام شعائر اسلام یکسر اٹھادئے تو اب وہ شہر بھی اسلامی نہ رہے اور جب تک پھر از سر نو ان میں سلطنت اسلامی نہ ہو وہاں جمعہ و عیدین جائز نہیں ہو سکتے اگرچہ کفار غلبہ یافتہ ممانعت کے بعد پھر بطور خود شعائر اسلام کی اجازت دے دیں خواہ اُن کافروں سے دوسرے کافر چھین کر اجرائے شعائر اسلام کر دیں کہ کوئی غیر اسلامی شہر مجرد جریان شعائر اسلام سے اسلامی نہیں ہو جاتا، ہاں اگر اسلامی سلطنت کے کسی کافر صوبہ نے بغاوت کر کے کسی اسلامی شہر پر تسلط کیا اور شعائر اسلام بالکل اٹھادیئے مگر وہ صوبہ سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہے تو وہ شہر شہر اسلامی ہی رہے گا کہ اگرچہ کافر نے شعائر اسلام یکسر اٹھادئے مگر چار سمت سے سلطنت اسلامیہ میں محصور ہونے کے اُس کی یہ تاریک حالت محض عارضی ہے۔

بھد اللہ تعالیٰ یہ نہایت ہی قیمتی فوائد ہیں جیسے ہر صاحب فہم	و هذه بحمدہ تعالیٰ فوائد نفیسة سحر

¹ غنیۃ المستملی فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۵۵۱

عزت کی نظر سے دیکھے گا اور اگر دلائل اور تفصیل میں جائیں تو مقصود سے دور چلے جائیں گے۔ علاوہ ازیں ان لوگوں پر آشکار ہیں جو کتب نفیسہ میں نظر اور اصول شرعیہ میں عمدہ فکر رکھتے ہیں ہم، یہاں چند مخصوص فقہیہ کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ (ت)	بها البراع لو استرسلنا في الكلام على دليلها و تفاصيلها لخرجنا عن القصد مع ان اكثرها جليلة عند من له اجالة نظر في الكتب الفرعية واجادة فكر في الاصول الشرعية فلنقتصر على نقل بعض نصوص فقهية۔

جامع الفصولین و مبسوط و معراج الدراية و ہندیہ و رد المحتار و غیر ہا معتدات اسفار میں ہے:

جب کوئی حکم کسی علت کی بناء پر ہو تو جب تک علت رہتی ہے حکم بھی باقی رہے گا تو جب کوئی شہر احکام اسلامی کے اجراء سے دارالاسلام بن گیا تو جب تک احکام و آثار میں سے کچھ نہ کچھ باقی ہوگا وہ شہر دارالاسلام ہی رہے گا اور ہر وہ شہر جس میں کفار کی طرف سے مسلمان والی ہو وہاں جمعہ اور عیدین کا قیام، خراج لینا، قضا کے نفاذ اور بیوگان کا نکاح جائز ہوگا کیونکہ وہاں مسلمان غالب ہیں لیکن کفار کی طاعت غلط اور دھوکا ہے وہ نشر جہاں کفار والی ہیں وہاں جمعہ اور عیدوں کا قیام مسلمانوں کے لئے جائز ہے الخ (ت)	الحکم اذا ثبت بعلہ فمابقی شیعی من العلة یبقى الحکم ببقائه فلما صارت بلدة دارالاسلام باجراء احکامه فمابقی شیعی من احکام و اثاره تبقی دارالاسلام وکل مصرفیه وال مسلم من جهة الکفار تجوز فيه اقامة الجمع والاعیاد واخذ الخراج وتقلید القضاء وتزویج الایامی لاستیلاء المسلم علیهم واماطعة الکفرة فہی مودعة ومخادعة واما فی بلاد علیہا ولادة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد¹ الخ

شرح نقایہ میں کافی سے ہے:

دارالاسلام وہ ہوتا ہے جس میں امام المسلمین کا حکم جاری ہو۔ (ت)	دارالاسلام مایجری فیہ حکم امام المسلمین²۔

فصول عمادی میں ہے:

جب احکام اسلامی کچھ نہ کچھ باقی ہوں دارالاسلام دارالحرب نہیں بن سکتا اگرچہ اہل اسلام کا وہاں	ان دارالاسلام لا تصیر دارالحرب اذا بقی شیعی من احکام الاسلام وان زال

¹ جامع الفصولین، فصل فی القضا، مطبوعہ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/۳۱۳

² شرح نقایہ المعروف جامع الرموز کتاب الجہاد مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ، ایران ۱/۵۵۶

غلبۃ اہل الاسلام ¹ ۔	غلبہ حاصل نہ رہے۔ (ت)

اسی طرح کتب کثیرہ سے مستفاد ہے:

وبالجملة يشترط لدار الاسلام ابتداء اعنى صيرورة دار الحرب دار الاسلام جريان حكم سلطان الاسلام فيها وبقاء مجرد ظهور شعائر الاسلام ولو بعضاً وان لم يبق الحكم والاسلطان والله المستعان وعليه التكلان۔	الغرض دار الاسلام ابتداءً بننے کے لئے یہ شرط ہے یعنی دار الحرب کا دار الاسلام بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہاں سلطان اسلام کا حکم جاری ہو اور دار الاسلام کو باقی رہنے کے لئے شعائر اسلامی کا باقی رہنا ضروری ہے خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہوں اگرچہ وہاں حکم اور سلطان باقی نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ (ت)

درر وغرر میں ہے:

تصير دار الاسلامى دار الحرب بأجراء احكام الشرك واتصال بدار الحرب بحيث لا يكون بينهما مصر للمسلمين ² الخ	دار الاسلام اس وقت دار الحرب بن جاتا ہے جب وہاں احکام شرک جاری ہو جائیں اور اس کا اتصال کسی دار الحرب سے ایسا ہو کہ ان کے درمیان مسلمانوں کا کوئی شہر نہ ہو۔ (ت)

در منتقى میں ہے: البحر المالح ملحق بدار الحرب³ (تمکین سمندر دار الحرب کا حکم رکھتا ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

يلحق بها البحر الملح ونحوه كفارة ليس ورائها بلاد اسلام نقله بعضهم عن الحمو وفي حاشية ابى السعود عن شرح النظم الهاملى سطح البحر له حكم دار الحرب۔ ⁴	تمکین سمندر دار الحرب کے ساتھ ملحق ہے، اور ہر وہ جنگل بھی جس سے آگے مسلمانوں کا شہر نہ ہو، یہ بات بعض نے حموی کے حوالے سے نقل کی ہے اور حاشیہ ابی سعود میں شرح النظم الہاملی کے حوالے سے ہے کہ سطح سمندر کا حکم دار الحرب کا ہے۔ (ت)

¹ فصول عمادی

² درر الحکام فی شرح غرر الحکام باب المستامن مطبوعہ مطبعۃ کمال الکاملیہ فی دار سعادت مصر ۱۱/ ۲۹۵

³ در منتقى علی ہامش مجمع الانهر فصل فی ما یلقی من احکام المستامن مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۱/ ۶۵۹

⁴ ردالمحتار کتاب الجہاد باب استیلاء الکفار۔ الخ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۶/ ۲۵۵

اس تحقیق سے تمام صورِ مستفسرہ کا حکم واضح ہو گیا جو آبادیاں پر گنہ ہے اور اُن میں کوئی کچہری ہے (نہ فقط تھانہ یا ڈاک خانہ یا شفا خانہ فصلِ مقدمات کے لئے نہیں ہوتے) اور وہاں سلطنتِ اسلام ہے یا پہلے تھی اور جب سے غیر مسلم کا قبضہ ہو بعض شعائرِ اسلام بلا مزاحمت اب تک جاری ہیں جیسے تمام بلادِ ہندوستان و بنگالہ ایسے ہی ہیں وہ سب اسلامی شہر ہیں ان میں جمعہ فرض ہے اور جو آبادی پر گنہ ہیں اُس میں کوئی کچہری نہیں یا کچہریاں ہیں پر گنہ ہے مگر اُس میں سلطنت کبھی نہ ہوئی یا تھی مگر اس کے بعد کفار نے شعائرِ اسلام یکسر بند کر دئے گو بعد کو پھر اجازت بھی دے دی ہو، وہ سب یا گاؤں ہیں غیر اسلامی شہر، اُن میں جمعہ و عیدین جائز نہیں، پڑھنے سے گناہ ہوگا اور جمعہ سے ظہر کا فرض ساقط نہ ہوگا، اب فقط یہ سوال رہا کہ ایک آدمی کے چند حصے ہیں اور اُن میں باہم بوجہ زراعت فاصلہ ہے آیا وہ ایک ہی آبادی متصور ہوگی یا متعدد؟ ظاہر اُس سوال سے سائل کا مقصود مردم شماری کا لحاظ ہے کہ ان سب کے ساکنین ملا کر اُس بستی کی مردم شماری سمجھی جائے گی یا جُدا جُدا؟ جیسا کہ تمام سوال میں اس نے تعداد ساکنان کا ذکر کیا ہے، مگر تحقیق جواب سے واضح ہو گیا کہ مردم شماری و تعداد ساکنان پر اصلاً نظر نہیں، جو بستی پر گنہ نہیں اُس میں فیصلہ مقدمات کا کوئی حاکم نہیں مطلقاً گاؤں ہے اس کی مردم شماری کسی قدر ہو، اور جو پر گنہ ہے اس میں کچہری مقرر ہے وہ شہر ہے اگرچہ مردم شماری میں کم ہو، ہاں جو آبادی شرعاً شہر قرار پائے اور اس میں جمعہ فرض صحیح ٹھہرے اور اس کے گرد اور آبادیاں میل ڈیڑھ میل کی مسافت پر واقع ہوں بیچ میں زراعت ہوتی ہوں وہاں ایک یہ سوال متوجہ ہوتا ہے کہ اُن ساکنانِ حوالی پر بھی جمعہ فرض، اور ان مواضع میں اس کی ادا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا جواب قولِ محقق پر یہ ہے کہ شہر کے گردا گرد جہاں تک کوئی موضع مصالح شہر کے لئے معین کیا گیا ہو مثلاً کیمپ یا عید گاہ یا شہر کا قبرستان، وہاں وہ سب فنائے مصر ہے اس میں جمعہ صحیح اور اس کے اہل پر جمعہ فرض اگرچہ بیچ میں زراعت کا فاصلہ ہو اور اگر مصالح شہر سے اسے تعلق نہیں اور بیچ میں فصل ہے تو وہ توابع شہر سے نہیں اُس میں جمعہ صحیح نہ اُس کے ساکنوں پر فرض۔ ردالمحتار میں ہے:

قد نص الاثمۃ علی ان الفناء ما اعد لدفن الموتی و حوائج المصر کرکض الخیل و لدواب و جمع العساکر و الخروج للرمی و غیر ذلک ، و بہ ظہر صحتها فی تکیۃ السلطان سلیم بمرجۃ دمشق و کذا فی مسجدہ بصالحیۃ دمشق فانہا من فناء دمشق وان انفصلت عن	ائمہ نے تصریح کی ہے کہ فناء سے مراد وہ جگہ ہے جو اموات کی تدفین اور شہری ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو مثلاً گھوڑے اور چارپایوں کے دوڑانے کی جگہ لشکر گاہ اور نشانہ بازی سیکھنے کے لئے جگہ وغیرہ۔ اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مقام مرجہ دمشق میں سلطان سلیم کے تکیہ میں جمعہ صحیح ہے اس طرح مقام صالحیہ دمشق پر ان کی مسجد میں بھی کیونکہ وہ فنائے دمشق ہے اگرچہ

دمشق بمزارع ¹ اھ مختصرا	دمشق سے کاشتی زمینوں کی وجہ سے الگ ہے۔ اھ مختصرا (ت)

نیز دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ بستی شہر ہو یا نہ ہو جب اُس کا ساکن تین منزلہ کے ارادے سے سفر کو چلا تو آیا جب اپنی خاص آبادی سے نکل جائے گا اس وقت سے مسافر ٹھہرائے گا اور قصر کرے گا اگرچہ وہ دوسری آبادیاں ہنوز راہ میں آنے والی ہوں یا جب ان سب آبادیوں سے نکل جائے گا اس وقت سے مسافر ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب بیچ میں فاصلہ ہے زراعتیں ہوتی ہیں تو ان سے گزر جانے کا لحاظ نہ ہوگا اگرچہ وہ مصالح شہر ہی کے لئے مقرر کی گئی ہوں، جب اپنی آبادی سے نکل جائے گا مسافر ہو جائے گا، ہاں جہاں تک آبادی متصل چلی گئی ہو وہ موضع واحد ہے اس سے تجاوز ضرور ہوگا، والمختار میں ہے:

امام الفناء وهو المكان البعد لمصالح البلد كر كض الدواب ودفن الموتى والقاء التراب فان اتصل بالمصرا اعتبر مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزرعة مجاوزته وان انفصل بغلوة او مزرعة فلا كما يأتي بخلاف الجمعة فتصح اقامتها في الفناء ولو منفصلا بمزارع ² ۔	فناء وہ جگہ ہے جو شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو مثلاً چوپایوں کے دوڑنے، اموات کی تدفین اور مٹی وغیرہ پھینکنے کے لئے ہو اگر شہر کے ساتھ متصل ہو، تو پھر مسافر کا اسی سے گزر جانا معتبر ہے اور اگر بمقدار غلوة (تیر مارنے کا انتہائی فاصلہ) یا مزرعہ (کھیت) جدا ہے تو اس کا گزر نا ضروری نہیں جیسا کہ آ رہا ہے بخلاف جمعہ کے اس کا قیام فناء میں جائز ہوتا ہے خواہ وہ مزارع کی مقدار جدا ہو۔ (ت)

نیز تیسرا سوال یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں آبادی میں نہ رہوں گا پھر اپنی خاص آبادی جس میں رہتا تھا چھوڑ کر گرد کی کسی آبادی میں سکونت اختیار کی تو آیا قسم سچی ہوئی یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اُن آبادیوں کے خاص خاص نام جدا ہیں اور سب ملا کر ایک جدا نام سے تعبیر کی جاتی ہیں تو اگر اس نے وہ نام لے کر قسم کھائی جو خاص اس کی آبادی کا تھا اور اُسے چھوڑ کر دوسری آبادی میں جا رہا جس پر وہ نام اطلاق نہیں کیا جاتا اور اس کا ساکن عرف میں اُس آبادی کا ساکن نہیں ٹھہرتا تو قسم پوری ہوئی اور اگر وہ نام لیا تھا جس میں یہ سب داخل ہیں جس آبادی میں اب آیا وہ اسی پہلی آبادی کا حصہ سمجھی جاتی ہے اور اس کے ساکن کو اُسی کا ساکن تصور کیا جاتا ہے تو قسم پوری نہ ہوئی کفارہ دے۔

وذلك لان مبني الايمان على المعنى المتفاهم في العرف فعليه يدار الحكم - والله سبحانه وتعالى اعلم -	یہ اس لئے ہے کہ اقسام کا مدار اس معنی پر ہوتا ہے جو عرفی ہو لہذا حکم کا مدار اسی پر ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ (ت)

¹ ردالمختار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/ ۵۹۱

² ردالمختار باب صلوة المسافر ۸/ ۵۷۸

مسئلہ ۱۳۲۹: از گوالیار ضلع مند سور قصبہ جادو و مرسلہ عبدالملک خاں ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۲۳ھ

کیا حکم ہے شرع شریف کا اس مسئلہ میں کہ جادو ایک قصبہ ہے جہاں تین مسجدیں آباد ایک ہی محلہ میں قریب قریب واقع ہیں جمعہ کے روز ہر مسجد والے اپنی اپنی مسجد میں مانند صلوٰۃ خمسہ کے جمعہ پڑھا کرتے ہیں ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ اس طرح جمعہ پڑھنا صحیح نہیں کیونکہ جمعہ کی شرائط سے حضور سلطان ہے یا نائب یا ماذون باقائہ جمعہ تو یہ شرط یہاں پر مفقود ہے اور ایسے مقام پر مسلمانوں کو چاہئے کہ ایک شخص کو اپنا قاضی و سردار بنا کر اس کے پیچھے جمعہ پڑھا کریں، دوسرے مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ جمعہ کی اقامت کے واسطے سلطان یا اس کے نائب مامور کا ہونا شرط نہیں، اگر ان سے ایک بھی نہ ہو تو بھی جمعہ صحیح ہے اور مسلمانوں کو قاضی بنانا اور اُس کے پیچھے نماز پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں اسی طرح اپنی اپنی مسجدوں میں بھی جمعہ پڑھنا کچھ حرج نہیں بلکہ ایک جگہ جمع ہونے میں حرج ہے امیدوار قول فیصل ہوں، بینواتو جروا۔

الجواب:

فی الواقع ادائے جمعہ کے لئے سلطان یا اس کا نائب یا ماذون یا ماذون وھلم جرا (اسی طرح لگے چلے چلو۔ت) کا اقامت کرنا باتفاق ائمہ حنفیہ شرط ہے کتب المذہب طافحة بذلک (کب مذہب اس سے مامور ہیں۔ت) مگر یہ ان شرائط سے ہے کہ محل ضرورت میں بحلیفیت بدل ساقط ہو جاتی ہیں جیسے صحت نماز کے لئے وضو شرط ہے اور پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم اس کا خلیفہ و بدل ہے اور اس سے واضح تراستقبال خطبہ ہے کہ قطعاً شرط ہے اور بحال تعذر جہت تحریر اس کی نائب، یوں ہی اقامت سلطان بمعنی مذکور ضرور شرط جمعہ ہے اور یہاں بوجہ تعین مسلمان قائم مقام تعین سلطان ہے تو اسے شرط نہ کہنا بھی غلط اور اس کے نہ ہونے کے سبب یہاں جمعہ صحیح نہ ماننا اس سے زیادہ باطل و غلط اور مذہب صحیح و معتمد و مفتی بہ میں تعدد جمعہ مطلقاً جائز ہے۔ کما نص فی غیر ماکتاب واللہ سبیلہ و تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ۱۳۳۰: از پبلی بھیت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت پنجگانہ و امامت جمعہ و عیدین کا ایک ہی حکم ہے کیا؟ فقط

الجواب:

جمعہ و عیدین و کسوف امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے، پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان صحیح القرأت صحیح الطہارۃ مرد و عاقل بالغ غیر معذور امامت کر سکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی

اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو تجوز الصلوٰۃ خلف کل بر وفاجر (ہر نیک و بد کے پیچھے نماز جائز ہے۔ ت) کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ وعیدین وکسوف میں کوئی امامت نہیں کر سکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ وفضائل کا جامع ہو مگر وہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم ان پر استحقاق امامت رکھتا ہو یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے:

اولاً: وہ سلطان اسلام ہو۔

ثانیاً: جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں یہ امامت عامہ اس شہر کے علمائے دین کو ہے۔

ثالثاً: جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجبوری عام مسلمان جسے مقرر کر لیں، بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود ایسا امام نہ ایسے امام کا نائب و ماذون و مقرر کردہ اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں، اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی، جمعہ کا فرض سرپرہ جائے گا، ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے، علمائے بلد کہ اُس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو نماز کے مثل مسلمانوں کے کاموں میں ان کا امام عام ہے اور بحکم قرآن اُن پر اس کی طرف رجوع اور اس کے ارشاد پر عمل فرض ہے جمعہ وعیدین وکسوف کی امامت وہ خود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے، اُس کے خلاف پر عوام بطور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجبوری اُس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو اُس کے ہوتے ہوئے ان کی اقرار داد کوئی چیز نہیں، تنویر الابصار ودر مختار باب الجمعہ میں ہے:

یشترط لصحتها سبعة اشياء الاول المصروف فناء والثاني السلطان او مأموره باقامتها ¹ ۔	صحت جمعہ کے لئے سات چیزیں شرط ہیں: ایک یہ شہر اور فناء شہر، دوسری سلطان یا اقامت جمعہ پر اس کی طرف سے کوئی مامور ہو (ت)

فتاویٰ امام عتباتی پھر حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۲۴۰ میں ہے:

اذخلا الزمان من سلطان ذي كفاية فالامور موكله الى العلماء ويلزم الامة الرجوع اليهم و يصيرون ولاه فاذا عسر جمعهم على واحد استقل كل قطر	جب کامل سلطان سے زمانہ خالی ہو تو معاملات علماء کے سپرد ہوں گے اور امت پر لازم ہے کہ وہ علماء کی طرف رجوع کرے اور اس وقت علماء ہی والی ہو جائیں گے اور جب ان کا کسی معاملہ پر

¹ در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتہباتی دہلی ۱۰۹

بَاتِبَاعِ عِلْمَائِهِ فَاَنْ كَثُرُوا فَالْمُتَّبِعُ عَلَيْهِمْ فَاَنْ اسْتَوُوا اَقْرَعُ بَيْنَهُمْ ¹	جمع ہونا مشکل ہو جائے تو ہر علاقہ کے لوگ اپنی طرف کے علماء کی اتباع کر لیں، اور اگر اس علاقہ میں علماء زیادہ ہوں تو ان میں زیادہ علم والے کی اتباع کریں اور اگر وہ برابر ہوں تو قرعہ ڈال لیا جائے (ت)

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ² ۔	اللہ کی اطاعت کرو، رسول اللہ کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحب امر ہیں، (ت)

ائمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامة الزرقانی فی شرح المواہب
وغیرہ فی غیرہ (علامہ زرقانی نے شرح المواہب میں اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں اس پر تصریح کی ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر اما مع عدمهم فيجوز للضرورة ³ ۔	مذکورہ لوگ (سلطان وغیرہ) ہوں تو لوگوں کا خطیب کو مقرر کرنا درست نہ ہوگا اور ان کی عدم موجودگی میں ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا۔ (ت)

فتاویٰ قاضی خاں وردالمختار میں ہے:

خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم يجز الا ان يكون الامام امره بذلك ⁴ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں مگر اس صورت میں جب امام نے اسے اجازت دی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۳۱: از ریاست جادوہ مکان عبدالمجید خاں صاحب سررشتہ دار تاریخ ۱۸/۱۵/۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ گاؤں میں درست ہے یا نہیں؟

¹ الحدیث النندیہ شرح الطبریۃ للمحمدیۃ النوع الثالث من انواع العلوم الثانیۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۳۵۱/۳

² القرآن ۵۹/۴

³ درمختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ۱۰/۱۱

⁴ ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۵۹۴

الجواب:

جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہیں اور ان کا پڑھنا گناہ، مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لے لیں غنیمت کمافی البحر الرائق والدراختار میں والحدیقۃ النندیہ وغیرہا جیسا کہ بحر الرائق، در مختار اور حدیقۃ ندیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳۲ تا ۱۳۳۳: از خیر آباد ضلع سیتاپور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربیہ قدیم مدرسہ مولوی سید فخر الحسن صاحب ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ

خطبہ جمعہ واعیاد کا سوائے زبان عربی خواہ فارسی ہو یا دیگر زبان ہو پڑھنے کی نسبت جناب مفتی سعد اللہ صاحب مرحوم اپنے فتاویٰ سعدیہ میں فرماتے ہیں:

نزد امام ابو حنیفہ جائز و مکروہ بکراہت تنزیہی است۔	امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ جائز مگر مکروہ تنزیہی ہے۔ (ت)

اور اسی جواب میں اختتام عبارت میں ہے:

اگر کسی خطبہ بقدر واجب کہ نزد صاحبین بقدر تشہد است بحرہی ادا کردہ باشد خواندن ماورائش در فارسی وغیر آں نزد ایشان مضائقہ ندارد کمافی منہ الغفار شرح تنویر الابصار۔	اگر کوئی شخص خطبہ بمقدار واجب جو صاحبین کے نزدیک تشہد کی مقدار عربی میں پڑھ لے اور اس کے علاوہ خطبہ کسی اور زبان میں پڑھ لے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، جیسا کہ منہ الغفار شرح تنویر الابصار میں ہے۔ (ت)

جناب مولوی عبدالحق صاحب اپنے مجموعہ فتاویٰ کے جلد دوم میں بہت شد و مد کے ساتھ خطبہ کو عربی زبان عربی میں سنت مؤکدہ اور غیر زبان میں پڑھنے کو مکروہ تریبی و بدعت ضالہ تحریر فرماتے ہیں، مگر اسی فتاویٰ کے جلد سوم میں مکروہ تنزیہی تحریر فرماتے ہیں، لہذا جو خطبہ کلاً غیر زبان میں ہو یا بعضاً مخلوط زبان عربی و زبان دیگر میں ہو پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور بدعت ضالہ یا مکروہ تنزیہی یا جائز بلا کراہت، جو حکم ہو اس سے ہدایت فرمائی جائے، بینوا اتوجروا

(۲) خطبہ جمعہ مصنفہ حضرت مخدوم سعد الدین عرف مخدوم شیخ سعد قدس سرہ، خیر آبادی خلیفہ حضرت مخدوم شاہ مینا لکھنوی قدس سرہ اللہ العزیز جو منسلک ہذا ہے منجملہ عبارت خطبہ مذکور کے:

چون گفتہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے

بار خدا اگر گویم بر سر کشم کوئی
يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَأَنذِرْ ۝ الْإِنشَاءَ ۝ وَتَضَعُ ۝ وَتَضَعُ ۝
آرم گوئی و اھجر ہم ھجر جمیلا، مرا چہ باید کرد فرمان آمد اے
تو راحت می طلبی و ما از تو سرگردانی میخوانم تو میخوانی کہ با من
حساب حسنا بسری بگو گوشه نشینی و ما میخوانم کہ مرا با تو
و ترا با من صد ہزار گونہ حساب بود تو کیستی کہ خاص جمع
میخوانی حکم بر انبیا ہائے اولین کردیم پیریشانی، اگر شادت بینم
گویم إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ۝^۱ و اگر دل تنگت بینم گویم
وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ أَنَّكَ يَصِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ ۝^۲ زہے مسر
گردانی کہ مشت خاک راست کیست کہ دریں، ماتم و مصیت
و قوف دارد و فریاد از محمد برخاست یا لیت رب محمد لم یخلق محمدا
و فریاد عاشقان بریں نوع ست اے کاش نزادے پسرے مادر
عالم ÷ خود نہ بدی نام و نشان پدر من ÷ عاقبت ایں دینائے
مکارہ و غدارہ پابستہ نداری کہ سلطان مرسلان ایں معاملہ بودہ
است۔

بارگاہ خداوندی میں عرض کیا اے اللہ ! اگر میں کملی سر پر لیتا ہوں تو آپ فرماتے ہیں "اے چادر اوڑھنے والے رات کو تھوڑا قیام کر نصف رات" اگر میں باہر آتا ہوں تو آپ فرماتے ہیں، "ان کو احسن طریقے سے چھوڑ دے" مجھے کیا کرنا چاہئے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ اے محمد ! آپ راحت کے طلبگار ہیں اور ہم آپ سے محنت و پریشانی چاہتے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ میری نیکیوں کا حساب ہو اور گوشہ نشین رہوں، اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم تیرے ساتھ اور آپ میرے ساتھ سوموار قسم کا حساب رکھیں، آپ کون ہیں جو دل کا اطمینان چاہتے ہیں ہم نے تو سابقہ انبیاء کو پریشانی کا حکم دیا اگر میں تجھے خوش دیکھوں گا تو کہوں گا "یقیناً اللہ تعالیٰ خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا" اور اگر تیرے دل کو تنگ پاؤں تو کہوں گا "ہم جانتے ہیں اس بات کو کہ آپ کا سینہ ان کی باتوں سے تنگ ہے" وہ پریشانی کتنی اچھی ہے جو مشقت خاک کو حاصل ہوئی ہے کون ہے جو اس معاملہ میں ماتم مصیبت کا اظہار کرے، محمد کی طرف سے یہ فریاد ہوئی اے رب محمد ! کاش محمد کو پیدا ہی نہ کرتا، عشاق کی فریاد اسی طرح کی ہوتی ہے، کاش اس کائنات میں کوئی ماں بیٹا ہی نہ جنتی، یا خود، میرے باپ کا نام و نشان تک نہ ہوتا، اس مکار و خدار دنیا کے پاؤں تو نہیں باندھ سکتا جبکہ رسولوں کے سربراہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معاملہ تھا۔ (ت)

اس عبارت پر ایک صاحب کو جو بنظر حالت زمانہ حال ذی علم خیال کئے جاتے ہیں یہ اعتراض ہے کہ اس عبارت میں اہانت و بے حرمتی حضرت نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ہے جو باعث تکفیر قاری و سامعین خطبہ ہے کیونکہ اس مضمون کا استنباط نہ کیسی آیت قرآنی سے ہے نہ کسی حدیث سے، یہ اعتراض معترض کا صحیح ہے یا غلط؟ اور اگر غلط ہے تو معترض کے اعتراض کا کیا جواب ہے؟ بینوا تو جروا

¹ القرآن ٤٦/٢٨

² القرآن ۱۵/۹۷

الجواب:

خطبہ میں غیر عربی زبان کا خلط کرنا ضرور مکروہ تنزیہی و خلاف سنت رسول متوارثہ ہے اور بالکل خطبہ غیر عربی زبان میں ہونا اور زیادہ مکروہ کما حقنہ فی فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) مگر اسے مکروہ تحریمی و بدعت ضلالت کہنا محض غلط و باطل و بے دلیل ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ خطبہ پڑھنا حرام اور محض بدخواہی عوام الاسلام ہے، یہ مخاطبہ ہانکہ کہ اس میں مذکور ہوا اصلاً کسی آیت یا حدیث یا اثر یا کسی کتاب معتد معتبر میں اس کا پتا نہیں، نہ حضرت سیدنا مخدوم شیخ سعد بدھن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروجہ صحیح اس کا ثابت ہونا معلوم اگر ایسی ہی حکایت بے سرو پا ہے جب تو اس کا واجب الرد ہونا خود ظاہر، اور اگر خطائے نساخ نہ ہو تو اس کی بے ربطی عبارت خود اس کے بطلان نسبت پر دلیل زاہر مثلاً صدر خطبہ میں افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام ومن تاب توبۃ نصوحامن التائبین (کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور وہ شخص جس نے خالص توبہ کر لی وہ تابعی ہے۔ ت) خطبہ ثانیہ میں نشہدان محمد اعبدہ ورسولہ خصوصاً علی افضل الصحابة و افضلہم بالتحقیق (ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں خصوصاً صحابہ سے افضل اور بالیقین ان سے صاحب فضیلت پر۔ ت) پھر اصل مقصود خطبہ کہ لوگوں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے یعنی اعمال صالحہ کی ترغیب دینا، معاصی سے روکنا، یہ خطبہ اس سے اصلاً بحث نہیں رکھتا بلکہ صراحۃً اس کے خلاف ہے، جب ہر جمعہ جاہل لوگ سنیں گے کہ اللہ عزوجل فرما چکا ہے کہ ہر کہ گواہی دہد مرابوحدانیت و مرتزائرسالت درآید بہ بہشت برہر کاریکہ او باشد (جو میری وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دے دے وہ جنت میں داخل ہوگا) کے عمل جیسے بھی ہوں) اس کا کیسا برا اثر ان پر پڑے گا وہ سمجھ لیں گے کہ بس کلمہ پڑھ لینا کافی ہے اعمال فضول و مہمل ہیں، پھر عوام کے سامنے یہ تین مصلحت خاصہ صوفیائے کرام مثل قمار بازی و قلندری و چاک دامنی و عیاری کا تذکرہ کس قدر خلاف مقاصد خطبہ ہے اور ان سب سے بدتر اور کروڑوں درجہ بدتر وہ تذکرہ کہ مصطفیٰ سید المرسلین اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے خطاب ہو تو کیسی کہ خاطر جمع می خواہی حکم برانبیائے اولین کہ دیم بہ پریشانی (آپ کون ہیں جو دل کا اطمینان چاہتے ہیں ہم نے تو سابقہ انبیاء کو پریشانی کا حکم دیا۔ ت) اس سے صاف صاف انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی معاذ اللہ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضلیت ٹپکتی ہے، ایسے محاورات میں اعلیٰ ہی سے استنشاہ کیا کرتے ہیں، مثلاً کسی امیر سے کہیں تیری کیا حقیقت ہے سلاطین تو اس سے محفوظ نہ رہے، اور اگر منزل بھی کیجئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتشاء سے افضل نہ ہونا تو اس کا صاف کہنا ہے یہ کیا گمراہی نہیں، پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راحت کی نسبت، اور وہ بھی

یوں مرضی الہی کے خلاف، اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف اس فریاد کا انتساب کہ یا لیت رب محمد لم یخلق محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اے رب محمد! کاش محمد کو پیدا ہی نہ کرتا، ت) جہاں کی نگاہ سے معاذ اللہ سقوط عظمت کا باعث ہوگا اور عیاداً باللہ یہ عقیدہ ہو تو ایمان ہی گیا کہ ایمان تو صرف ان کی تعظیم و محبت کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر ، اور ان کی خوب تعظیم و توقیر کرو، (ت)	قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لَبَّيْكَ يَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَتَعَزَّيْكُمْ وَتَوَقَّرُكُمْ ¹

غرض کسی طرح گمان نہیں کیا جاتا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ الکریم نے یہ خطبہ تصنیف فرمایا ہو اور اگر بالفرض حضرت ممدوح سے اس کا ثبوت صحیح بروجہ معتمد ہو کہ حضرت نے یہ مخاطبہ کہیں ذکر فرمایا تو اب نظر اس میں ہوگی کہ آیا بر سبیل نقل و حکایت ہے یا بر بنائے کشف والہام، بر تقدیر اول جبکہ مدار روایت پر رہا تو مسئلہ علوم ظاہرہ کے دائرہ میں آگیا صحت سند درکار ہوگی اور کسی ولی معتمد کا کوئی نام معتمد حکایت کسی سے نقل فرمانا اس کی روایت کو صحیح و واجب الاعتماد نہ کر دے گا،

یہ وہ چیز ہے جس کے ساتھ اہل علم نے امام محمد غزالی کی طرف سے اس بات پر عذر کے طور پر پیش کیا جو انھوں نے باوجود علوم ظاہری و باطنی میں عظیم ماہر ہونے کے اپنی کتاب "احیاء علوم الدين" میں احادیث موضوعہ ذکر کی ہیں، (ت)	وهذا ما اعتذر روا به عن الامام محمد الغزالي قدس سره العالی فی ایراده الاحادیث الواہیة فی الاحیاء مع جلالة قدره فی العلوم الظاہرة الباطنة.

مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ، فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت میں فرماتے ہیں:

(کہا گیا ہے کہ غیر ائمہ میں جو اکثر عادل پائے جاتے تو ان کے معمول سے معلوم ہے کہ وہ کسی عادل ہی سے روایت کرتے ہیں) لہذا ان کا ارسال بھی اس کا مقتضی ہے کہ جن سے انھوں نے روایت کی ہے وہ عادل ہیں لہذا ان کی روایت مرسلہ، ائمہ کے ارسال کی طرح ہی حجت ہوگی اور ان میں کوئی فرق نہ ہوگا (اقول) ہم غیر ائمہ میں صفت مذکورہ کے ساتھ عدل تسلیم نہیں کر سکتے بلکہ غیر ائمہ میں جو عادل ہیں وہ اس بات کی پرواہ نہیں	(قیل کثیرا ما یوجد عدول فی غیر الائمة علم من عادتهم انهم لا یروون الا عن عدل) فارسلهم ایضاً یقترض تعدیل من رووا عنہم فیکون حجة کارساکل الائمة فلا فوق اقول لانسلم وجود العدول بالصفة المذکورة فی غیر الائمة، بل العدول من غیرہم لا یبألون عن أخذ وا و رووا (التری) ان الشیخ علاء الدولة السنانی قدس سرہ

کیف اعتمد علی الرتن الہندی وأی رجل یکون مثله فی العدالة (ولو سلم فذلك بزعمهم وکثیرا ما یخطئون) فیظنون غیر العدل عدلا¹ (ملخصاً)	کرتے کہ وہ کس سے روایت لے رہے ہیں، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ شیخ علاؤالدولہ سمنانی قدس سرہ نے رتن ہندی پر کیسے اعتماد کر لیا، حالانکہ ان کی مثل عدالت میں کون ہے؟ (اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو یہ ان کے زعم کے مطابق ہے حالانکہ عام طور پر وہ خطا کرتے ہیں) پس وہ غیر عادل گمان کر لیتے ہیں (ملخصاً) (ت)

مخاطبہ ذکر فرمایا بحمد اللہ ہم غلامانِ بارگاہِ اولیاء ان میں نہیں کہ کشف والہام باطل یا نا معتبر ٹھہرائیں احتمال خطا کشف مبتدین و اوساط میں ہوتا ہے اکابر و اصلین نفعنا اللہ تعالیٰ بہر کاسم فی دنیا و الآخرة والدین کا کشف متین والہام مبین حق و صحیح ہوتا ہے، مولیٰ بحر العلوم ملک العلماء قدس سرہ، فواتح میں فرماتے ہیں:

ان تأملت فی مقامات الاولیاء وموجیدہم واذوا قہم کمقامات الشیخ محی الدین وقطب الوقت السید محی الملة والدين یسید عبدالقادر الجیلانی الذی قدمہ علی رکا ب کل ولی والشیخ سهل بن عبداللہ التستری والشیخ ابن مدین المغربی و الشیخ ابی یزید البسطامی وسید الطائفة جنید البغدادی والشیخ ابی بکر الشبلی والشیخ عبداللہ الانصاری والشیخ احمد التامقی الجامی وغیرہم قدس اسرارہم علمت ان ما یلہمون بہ لا یتطرق الیہ احتمال وشبهة بل هو حق حق مطابق لما فی نفس الا مروی کون مع علی خلق علم ضروری انه من اللہ تعالیٰ لکن لا ینالون	اگر آپ اولیاء کے مقامات، وجدان اور اذواق میں غور و فکر کریں مثلاً مقاماتِ شیخ محی الدین، قطب وقت السید محی الملة والدين السید عبدالقادر جیلانی جن کا مبارک قدم ہر ولی کی گردن پر ہے، شیخ سهل بن عبداللہ تستری، شیخ ابومدین المغربی، شیخ ابوزید بسطامی، سید الطائفة جنید بغدادی، شیخ ابوبکر شبلی، شیخ عبداللہ انصاری اور شیخ احمد التامقی الجامی وغیرہ تو آپ بالیقین جان لیں گے کہ جو کچھ انھیں الہام کیا جاتا ہے اس میں کسی قسم کا احتمال وشبہ راہ نہیں پاسکتا بلکہ وہ حق حق حق اور نفس الامر کے مطابق ہوتا ہے، اور اس میں انھیں اس بات کا بھی علم یقینی ہوتا کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور وہ یہ علمی مقام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد و تائید سے پاتے ہیں بغیر واسطہ اور وسیلہ کے

¹ فواتح الرحمت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی، مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ مطبعۃ امیر قمر ایدان ۱۷۵/۲

ہذا لوعاء من العلم الابالبدد المحمدی و تأییدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا بالذات من غیر وسیلۃ اصلاً الی آخر ما افاد و اجاد علیہ رحمۃ الملک الجواد۔	نہیں پاتے الی آخرہ جیسا کہ انھوں نے خوب بیان کیا اور ان پر مالک و جواد اللہ کی رحمت ہو۔ (ت)

اب یہ مخاطبہ ان مقامات راز و نیاز سے ہوگا مولیٰ و عبد و محبوب میں ہوتے ہیں جن میں دوسرے کو دخل دینا حرام، انھیں نقل مجلس بنانا حرام بلکہ بحال فسادیت کفر صریح بلا کلام، بھلا یہ تو ایک مخاطبہ کشفیہ ہوگا، امیر المؤمنین ایک شخص کو کہ سورہ عبس شریف کی تلاوت بکثرت کرتا زجر شدید فرمایا، امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں:

قد قال علمائنا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ان من قال عن نبی من الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فی غیر التلاوة والحديث انه عص او خالف فقد كفر نعوذ باللہ من ذلك ² ، وقد قال الامام ابو عبد اللہ القرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ فی کتاب التفسیر له حین تکلم علی قوله وطفقا یخصفان علیہا من ورق الجنة الآية فی سورة طہ، قال القاض ابو بکر ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا يجوز لاحد منا الیوم ان یخبر بذلك عن آدم علیہ الصلاة والسلام الا اذا ذکرناه فی اثناء قوله تعالیٰ عنہ او قول نبیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاما ان نبتدی ذلك من نفسنا فلیس بجائز لنا فی ابائنا	ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر وہ شخص جو تلاوت قرآن و حدیث رسول پڑھنے کے علاوہ کہے کہ فلاں نبی نے نافرمانی کی یا شریعت کی مخالفت کی وہ کافر ہو جائے گا، ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، امام ابو عبد اللہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں سورہ طہ میں "وہ دونوں اپنے اوپر جنت کے بتے چپکانے لگے" کے تحت لکھا کہ قاضی ابوبکر ابن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم میں سے کسی کو اجازت نہیں کہ آج وہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ایسی بات کی اطلاع دے البتہ اس صورت میں جب وہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھ رہا ہو یا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیث مبارک، ہم اپنی طرف سے ایسے واقعات کو بیان کرنا شروع کر دیں تو یہ ہم اپنے قریب اپنی مثل پہلے آباء کے بارے میں نہیں کہہ سکتے

1 فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بزیل المستصفی ہل کان یجوز لہ علیہ السلام الاجتهاد الخ مطبوعہ مطبعۃ امیر قمر آباد ان ۳۷۲/۲

2 المدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبی مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۵/۲

الادنین الینا المباشلین لنا فکیف بابینا الاقدم الاعظم الاکبر النبی المقدم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین ¹ انتھی	تو اس ہستی کے بارے میں یہ کیسے جائز ہوگا جو ہمارے باپ سب سے اقدم، اعظم، اکبر اور مقدم نبی ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین انتی (ت)

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

الدعا بها (ای بالمغفرة) له صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من امته لا ینبغی لا یهامه القصور من المدعو له کالدعاء له بالرحمة واما قول اللہ تعالیٰ لیغفر لک اللہ ماتقدم من ذنبک وماتأخرو دعاؤه لنفسه بالمغفرة فلا یقاس علیہ ² ۔	امت کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دعا (برائے مغفرت) جائز نہیں کیونکہ اس میں آپ سے کو تاہی کا وہم ہوتا ہے جیسے کہ آپ کے لیے رحمت کی دعا کرنا بھی مناسب نہیں، رہا معاملہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کا کہ "اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادے آپ کے معاملات سابقہ اور آنے والے" اور آپ کا اپنے لئے مغفرت کی دعا کرنا تو اس پر دیگر کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

حضرت شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، مدارج النبوة شریف میں فرماتے ہیں:

بدانکہ ایجا دے وقاعدہ ایست کہ بعضے از صفیا وازاہل تحقیق ذکر کردہ اند و شناخت آن ورعایت آن موجب حل اشکال و سبب سلامت حال ست و آن اپنست کہ اگر از جناب ربوبیت جل و تعالیٰ خطابے و عتابے و سطوتے و سلطنتے واستغنائے واقع شود مثل انک لا تھدی، و لیحبطن عملک، و لیس لک من الامر شیئی و ترید زینۃ الحیوة الدنیا و امثال آن یا از جانب نبوت عبودیتے یا انکسارے و اقتضارے و عجزے و مسکنتے بوجود آید مثل انما انا بشر مثلکم ، اغضب کما یغضب العبد، ولا اعلم	واضح رہے کہ یہاں ادب اور قاعدہ ہے جسے بعض اصفیاء اور اہل تحقیق نے بیان کیا ہے اور اس کا جان لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا مشکلات سے نکلنے کا حل اور سلامت رہنے کا سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر اللہ رب العزت جل و علا کی طرف سے کوئی خطاب، عتاب، رعب و دبدبہ کا اظہار یا بے نیازی کا وقوع ہو مثلاً آپ ہدایت نہیں دے سکتے، آپ کے اعمال ختم ہو جائیں گے، آپ کے لئے کوئی شیئی نہیں، آپ حیات دنیوی کی زینت چاہتے ہیں، اور اس کی مثل دیگر مقامات، یا کسی جگہ نبی کی طرف سے

¹ المدخل لابن الحاج فصل فی مولد النبی مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۶/۳

² نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی کیفیۃ الصلوۃ علیہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۸۵/۳

عبدیت، انکساری، محتاجی و عاجزی اور مسکینی کا ذکر آئے مثلاً میں تمہاری طرح بشر ہوں، مجھے اسی طرح غصہ آتا ہے جیسے عبد کو آتا ہے اور میں نہیں جانتا اس دیوار کے ادھر کیا ہے، میں نہیں جانتا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، اور اس کی مثل دیگر مقامات، ہم امتیوں اور غلاموں کو جائز نہیں کہ ان معاملات میں مداخلت کریں، ان میں اشتراک کریں اور اسے کھیل بنائیں، بلکہ ہمیں پاس ادب کرتے ہوئے خاموشی و سکوت اور توقف کرنا لازم ہے، مالک کا حق ہے کہ وہ اپنے بندے سے جو چاہے فرمائے، اس پر اپنی بلندی کا غلبہ کا اظہار کرے، بندے کا بھی یہ حق کہ وہ اپنے مالک کے سامنے بندگی اور عاجزی کا اظہار کرے، دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے اور حد ادب سے باہر نکلنے کی کوشش کرے، اس مقام پر بہت سے کمزور اور جاہل لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں جس سے وہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	ما وراء هذا الجدار ما ادرى ما يفعل بي ولا بكم وما نند آن مارا نبايد در اں دخل كنيم او اشتراك جو نيم وانسباط نمائيم بلكه بر حد ادب وسكوت وتحاشي توقف نمائم خواجه رامي رسد كه بابت خود هر چه خواهد بگويد و بکند واستعلاء واستيلا نماید وبنده نیز با خواجه بندگی و فروتنی کند دیگرے راجہ مجال یارائے آنکہ دریں مقام در آید و دخل کند و حد ادب بیروں رود ایں مقام پالغز بسیارے از ضعف و جمل و سبب تضرع ایشاں است ومن الله العصبة والعون¹۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۴: از افریقہ جو ہانس برگ مرسلہ محمد ابراہیم صاحب شافعی ۱۳ شعبان ۱۳۲۷ھ
امام حنفی ہے اور مقتدی شوافع بھی ہیں اگر خطبہ اولیٰ جمعہ میں امام اوصیکم بتقویٰ اللہ نہ پڑھے اور درود شریف نہ پڑھے تو شوافع کی نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

مذہب شافعی پر شافعی کی نماز نہ ہوگی کہ وصیت و درود ان کے نزدیک ارکان خطبہ سے ہیں اور خطبہ بالاتفاق شرط صحت نماز جمعہ، جب رکن فوت ہوئے خطبہ نہ ہوا، جب خطبہ نہ ہوا، نماز نہ ہوئی۔ کتاب الانوار میں ہے:

صحت جمعہ کے لئے شرط عامہ کے علاوہ ساتویں شرط یہ ہے کہ نماز سے پہلے دو خطبے ہوں اور اس کے ارکان پانچ ہیں ایک اللہ تعالیٰ کی حمد، دوسرا	لصحة الجمعة وراء الشروط العامة شروط الى ان قال السابع خطبتان قبل الصلوة واركانهما خمسة خدا لله تعالی الثانی

¹ مدارج النبوة وصل درازالہ، شبہات از بعض آیات مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۸۳/۱

الصلوة على رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الثالث الوصية بالطاعة والتقوى ¹ اه ملتقطاً	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں درود و سلام، تیسرا اطاعت و تقویٰ کی نصیحت اہ ملتقطاً (ت)

اسی میں ہے:

لصحة الاقتداء شروط الاول ان يكون الامام مظهر مسلماً الثاني ان تصح صلوته باعتقاد المأموم فلو اقتدى الشافعي بالحنفي وقد مس فرجه او ترك البسمة او الحنفي بالشافعي الذي افتصدا واحتجم ولم يتوضأ بطلت صلوته ² اه مختصراً-	صحت جمع اقتداء کے لئے شروط ہیں اول یہ کہ امام مسلمان ظاہر ہو دوسرا یہ کہ اس کی نماز مقتدی کے اعتقاد کے مطابق درست ہو، اگر شافعی نے کسی حنفی کی اقتداء کی تو امام نے شرمگاہ کو چھولیا یا اس نے بسم اللہ ترک کردی یا حنفی نے ایسے شافعی کی اقتداء کی جس نے رگ کٹوائی یا پچھنے لگوائے اور وضو نہ کیا تو اقتداء کرنے والے کی نماز باطل ہو جائے گی اہ اختصاراً (ت)

فتاویٰ امام ابن حجر مکی شافعی میں ہے:

ان علم انهم يتكون بعض الاركان او الشروط لم تصح منهم جمعة فلا يجوز لاحد ان يصلي معهم ³ (ملخصاً)	اگر یہ جان لیا گیا ہو کہ انھوں نے بعض ارکان یا شرائط کو ترک کر دیا ہے تو ان کا جمعہ صحیح نہ ہوگا لہذا ان کے ساتھ جمعہ کی ادائیگی درست نہ ہوگی اہ (ملخصاً)

ترک درود تو سخت تر ہے، درود خطبہ میں اگر نام اقدس نہ لیا ضمیر پر اکتفا کی مثلاً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو امام مذکور نے بطلان خطبہ و نماز ثابت کیا، اسی طرح ان کے شیخ الاسلام زکریا انصاری قدس سرہ، نے شرح بھج و شرح روض و شرح منج میں فرمایا: کہا ہو مذکور کلمہ فی فتاواہ الکبیری (جیسا کہ یہ تمام ان کے فتاویٰ الکبیری میں مذکور ہے۔ ت) آدمی کہ تنہا نماز پڑھے اسے بالاجماع مستحب ہے کہ جملہ ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مذاہب کی حتی الامکان رعایت رکھے اور حتی الامکان کے یہ معنی کہ جہاں تک اس کی رعایت میں اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے کہا نص علیہ فی غیر ماموضع فی رد المحتار وفي المسلك المتقسط للملا علی القاری وغیرہما (جیسے کہ اس پر رد المحتار اور المسلك المتقسط للملا علی قاری وغیرہ میں متعدد مقامات پر

¹ الانوار لاعمال الابرار فصل الصحة الجمعية الخ مطبعة جمالية مصر ۱۰۰/۱

² الانوار لاعمال الابرار فصل الوالی فی محل ولایة مطبعة جمالية مصر ۸۵/۱

³ فتاویٰ کبریٰ فقہیہ ابن حجر مکی باب الصلوة الجمعة مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۳۹/۱

تصریح ہے۔ ت) نہ کہ وہ امور جو اپنے مذہب میں مسنون اور دوسرے مذہب ائمہ حق میں فرض ہوں کہ اب تو اس کی ترک سخت جہالت، نہ کہ امام کہ دوسرے مذہب کے اہل سنت بھی اس کے مقتدی ہوں اسے تو حتی الوسع اس مذہب کی رعایت کمال مہم و مؤکد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۵: از بریلی محلہ بہاری پور مسئلہ جناب نواب مولوی سلطان خاں صاحب ۴ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ جمعہ کے دن چند آدمیوں نے مل کر مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی بعدہ، اور دس بارہ آدمی آگئے انھوں نے بھی اذان و اقامت خطبہ کے ساتھ اسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی پھر دس بارہ آدمی آگئے انھوں نے بھی ایسا کیا، تو دوسری تیسری جماعت والوں کا جمعہ ادا ہو لیا یا نہیں، فقط، بینوا تو جروا

الجواب:

نماز جمعہ و عیدین مثل عام نمازوں کے نہیں کہ جسے امام کر دیا نماز ہو گئی ان کے لئے ضرور ہے کہ اما خود سلطان اسلام ہو یا اس کا مقرر کردہ، اور یہ نہ ہوں تو بضرورت وہاں کے عام مسلمانوں نے جسے امامت جمعہ کے لئے معین و مقرر ہو، تو ان تینوں جماعتوں میں جس کا امام امام معین و مقرر کردہ جمعہ تھا اس کی اور اس کے مقتدیوں کی نماز ہو گئی باقیوں کی نہیں، اور اگر کسی کا امام ایسا نہ تھا تو کسی کی نہ ہوئی مثلاً سر راہ مسجد ہے دس بارہ راگیر گزرے ایک نے آگے ہو کر نماز جمعہ پڑھائی پھر کچھ اور آئے انھوں نے بھی ایسا ہی کیا یوں ہی دس بیس جماعتیں ہوئیں جمعہ ایک کا بھی نہ ہوا اور فرض ظہر سب کے ذمہ رہا، در مختار میں ہے:

الجمعة يشترط لصحتها السلطان او مأموره بأقامتها ونصب العامة غير معتبر مع وجود من ذكر اما مع عدمه فيجوز للضرورة ^۱ اه ملتقطاً واللہ تعالیٰ اعلم	صحت جمعہ کے لئے سلطان یا اس کا مقرر کردہ برائے اقامت جمعہ کا ہونا ضروری ہے، مذکورہ افراد کے ہوتے ہوئے عوام کا مقرر کرنا معتبر نہیں اور اگر مذکور اشخاص نہیں تو ضرورت کے لئے عوام کا تقرر جائز ہو گا۔ مختصراً۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۶: از گنور تحصیل سونی تپ ضلع ریتک مرسلہ حافظ احمد حسین صاحب امام مسجد ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز امام اول کا خطبہ پڑھ کے جلسہ کرنا ہے اس جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مذہب حنفی میں جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر ناجائز ہے تو کس درجہ کا، مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی؟ زید در میان خطبین کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بدعت اور حرام بتاتا ہے۔ یہ عقیدہ

^۱ در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی ۱۰۹۱ھ

زید کا موافق شرع شریف کے ہے یا نہیں؟

الجواب:

زید کا قول باطل ہے، دونوں خطبوں کے بیچ میں امام کو دعاما لگنا تو بالاتفاق جائز ہے بلکہ خود عین خطبہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مینہ کے لئے دونوں دست انور بلند فرما کر دعاما لگنا کتب صحاح میں موجود ہے، مقتدیوں کے بارہ میں مذہب حنفی میں اختلاف ہے، امام ابو یوسف و امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما بلاشبہ ان کے لئے بھی جائز فرماتے ہیں، اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دور روایتیں آئیں، ایک مطابق قول صاحبین کے امام کے نزدیک بھی مقتدیوں کو بین الخطبتین دعاما لگنا جائز ہے امام سنغاتی نے نہایہ و امام اکمل الدین بابر قی نے عنایہ شروح ہدایہ میں فرمایا: هو الصحيح یہی صحیح ہے۔

سننہا خمسة عشرة رابعتهما التعوذ في نفسه قيل الخطبة سادستها البداية بحمد الله تعالى ¹ الخ ملخصاً	اس کی پندرہ سنتیں ہیں چوتھی یہ کہ خطبہ سے پہلے دل میں تعوذ کا پڑھنا، چوتھی یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے ابتداء کرنا (الخ ملخصاً) (ت)

پھر یہ کوئی ایسا امر نہیں جس پر تشدد ضروری ہو، بہ نرمی سمجھایا جائے اگر نہ مانے تو گروہ بندی و اتار ت فتنہ کی حاجت نہیں
والفتنة اكبر من القتل (فتنہ قتل سے بڑا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۷: از جیل کان پور مرسلہ کلن خاں جمعدار ۱۲ شوال ۱۳۳۱ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی بعد عرض تسلیم بصد تعظیم گزارش ہے کہ جیل میں جہاں پانچ چھ سو آدمی قیدی و حوالاتی اور ملازمین
رہتے ہیں نماز جمعہ ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جہاں پر صوم صلوٰۃ کی جماعت کو عام اجازت ہے اس میں روک ٹوک نہیں مگر باہر
کے لوگ بغیر اجازت اندر نہیں آسکتے نہ اندر کے باہر جاسکتے ہیں، پس جو مسلمان اندر جیل کے ہیں اور جن کی تعداد سو سے زائد ہے
جمعہ کے روز جماعت سے نماز جمعہ ادا کریں یا نماز ظہر کی، امید کہ ہواپسی ڈاک جواب سے سرفرازی بخشی جائے، زیادہ حد آداب!

الجواب:

جمعہ کی ایک شرط اذن عام ہے، جیل میں کوئی نہیں جاسکتا تو اس میں نماز جمعہ ناممکن و باطل ہے اور ظہر کی جماعت بھی ان کو
جمعہ کے دن جائز نہیں، جبکہ جیل حدود شہر میں ہو، بلکہ ہر شخص تنہا ظہر پڑھے ملازم ہو یا ماخوذ، ہاں جیل بیرون شہر ہو تو ظہر
بجماعت پڑھیں، تنویر الابصار میں ہے:

¹ بحر الرائق باب صلوٰۃ الجمعة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۷۱ھ

یشتروط لصحتہا الاذن العام فلو دخل امیر حصنا واغلق بابہ وصلی بأصحابہ لم تنعقد ¹ ۔	صحت جمعہ کے لئے اذن عام شرط ہے، اگر کسی امیر نے قلعہ میں داخل ہو کر دوازہ بند کر لیا اور اپنے ساتھیوں کو جمعہ پڑھا یا تو یہ جمعہ منعقد نہ ہوگا۔ (ت)

در مختار میں ہے:

کراہ تحریماً لمعذور ومسجون ومسافر اداء ظہر بجماعتہ فی مصر قبل الجعة وبعدھا ² ۔ وهو سبخنہ وتعالی اعلم	شہر میں معذور، قیدی اور مسافر کے لئے جمعہ سے پہلے اور بعد نماز ظہر جماعت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ وہو سبخنہ وتعالی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۳۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جہاں پر حکم مصرر رکھتا ہے اور بنا بر قول معتبر کے وہاں جمعہ ہوتا ہو ان میں احتیاط ظہر پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس کو نہیں پڑھتے ہیں جمعہ پڑھنے سے ظہر ساقط ہوتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر اس کا ثبوت شرع میں ہو تو اس کو کس نیت سے پڑھنا چاہئے اور جو اس کا مانع ہو از روئے شرع شریف کے کیا حکم ہے؟ بینوا بالادلة الشرعية وتوجروا بالبراہین العقلیة (دلائل شرعیہ سے بیان کرو اور براہین عقلیہ سے اجر پاؤ، ت)

الجواب:

بلاشبہ جو اسلامی مصر ہو وہاں ایک ہی جگہ جمعہ ہوتا ہو اور امام میں کوئی شبہ ناجوازی امامت کا نہ ہو وہاں احتیاطی ظہر پڑھنا ممنوع و بدعت ہے مگر یہ بات آج عامہ بلاد میں کہیں نہیں سوا حرمین شریفین وغیرہما، بعض بلاد کے، یونہی جہاں جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو جس نے سب سے اول جماعت میں پڑھا اسے احتیاطی ظہر کی اجازت نہیں، اور جہاں مصریت میں شبہ ہو یا امام یا اس کی ماذونیت میں یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو اور اپنی جماعت سب سے پہلے ہو نا معلوم نہیں وہاں اگر شبہ ضعیف ہے احتیاطی ظہر مستحب ہے اور قوی ہے تو واجب، مگر اس کا حکم خواص کے لئے ہے عوام کو حاجت نہیں تحملاً للضرر الادنی مخافة الاقوی (بڑے ضرر سے ڈرتے ہوئے ادنی ضرر کو برداشت کرتے ہوئے۔ ت) خواص یہ نیت کریں کہ کچھلی وہ ظہر جو میں نے پائی اور ادانہ کی اور یہ خطرہ بھی نہ آنے پائے کہ جمعہ ہو گیا تو یہ میرے نفل ہیں، ورنہ فرض، نہ جمعہ کی نیت کے وقت تردد ہو کہ تردد منافی نیت ہے، جو منع کی جگہ منع کرتا ہے حرج نہیں اور جو استحباب کی جگہ منع کرتا ہے احق ہے اور وجوب کے

¹ تنویر الابصار مع در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبعہ مجتہبائی دہلی ۱۱۲/۱

² در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبعہ مجتہبائی دہلی ۱۱۲/۱

حل پر منع کرتا ہے تو گنہگار ہے وتفصیل المسألة في فتاوانا وبالله التوفيق (مسئلہ کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۹: نیمٹھور ضلع بجنور مرسلہ محمد عبداللہ سوداگر جفت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ھ

جس جامع مسجد میں ایسا امام نماز پڑھاتا ہو جو صاحب جائد ہے اور دوسری جائد سودی روپیہ لے کر خریدی اور اس کے بدلنے کو چند اشخاص اہل شہر جن کا زور زیادہ ہے پسند نہیں کرتے بلکہ اگر کوئی اس بابت ذکر بھی کرے تو خوف فتنہ کا ہے ایسی صورت میں شہر میں سے کسی محلہ کے آدمیوں کو متفق ہو کر کسی دوسری مسجد میں جمعہ کا ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

اگر اس امام کے بدلنے پر قدرت نہ ہو تو شہر میں دوسری جگہ جہاں کوئی امام صالح امامت جمعہ پڑھاتا ہو وہاں جانا واجب ہے اور اگر شہر میں دوسری جگہ جمعہ ہوتا ہی نہ ہو یا اور امام بھی ایسا ناقابل امامت ہوں تو نیا امام سنی صحیح العقیدہ، صحیح خواں، صحیح الطہارۃ، مسائل داں کہ فاسق معین نہ ہو مقرر کریں اور اس کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۴۰: از حیدر آباد دکن محلہ سلطان پورہ مکان نمبر ۶/۲۹۵۴ مرسلہ مولوی محمد عبدالجلیل صاحب نعمانی مہتمم امور مذہبی ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خطبہ جمعہ وعیدین عربی عوام نہیں سمجھ سکتے ہیں کیا ان کے لحاظ سے اردو زبان ہی میں پڑھا جاسکتا ہے؟ بینوا توجروا ان اجرکم علی اللہ تعالیٰ (بیان کر کے اجر پاؤ کہ تمہارا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ت)

الجواب:

زمان، برکت نشان حضور پر نور سید الانس والجان علیہ علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے عہد صحابہ کرام و تابعین عظام وائمہ اعلام تک تمام قرون وطبقات میں جمعہ وعیدین کے خطبے ہمیشہ خالص زبان عربی میں مذکور و ماثور اور بانکہ صحابہ و من بعدہم من ائمہ الکرام کے زمانوں میں ہزار ہا بلاد عجم فتح ہوئے ہزار ہا جوامع بنیں، ہزار ہا منبر نصب ہوئے، عامہ حاضرین اہل عجم ہوئے، اور ان حضرات میں بہت وہ تھے کہ مفتوحین کی زبان جانتے اس میں ان سے کلام فرماتے بانیمہ کبھی مروی نہ ہوا کہ خطبہ غیر عربی زبان میں فرمایا یا دونوں زبانوں کا ملایا ہو کما ذکرہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی فی شرح الموطا (جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے شرح موطا میں ذکر کیا ہے۔ ت) سنت متوارثہ کا خلاف ناپسند ہے،

در مختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں میں توارث کے ساتھ ثابت ہے لہذا ان کی اتباع واجب ہے اہ یعنی ثابت اور مؤکد ہے۔ (ت)	فی الدر المختار ان لمسلمین توارثوہ فوجب اتباعہم ¹ اہ ای ثابت و تاکد،

نہ کہ ایسی سنت جہاں باوصف تحقق حاجت، جانب خلاف رخ نہ فرمایا ہو کہ اب تو اس کا خلاف ضرور مکروہ و اساءت ہوگا۔

اقول: اس کی تفصیل یہ ہے کہ عجی زبان میں وعظ و نصیحت کا تقاضا بعینہ موجود تھا اور مانع بھی کوئی نہیں تھا پھر انھوں نے ایسا نہیں کیا تو یہ ان کا رکنا ہے ترک نہیں اور رکنا فعل ہے اور فعل میں توارث جاری ہوتا ہے بخلاف ترک کے، کیونکہ اس کے نقل ہونے کا معنی نہیں اور نہ ہی اس میں اقتداء جائز ہے کیونکہ وہ معمول سے نہیں اور نہ ہی قدرت میں، جیسے کہ اس پر ہمارے اسلاف اکابر نے تصریح کی ہے، الاشباہ والنظائر میں ہے کہ تروک کے ساتھ تقرب نہیں ہو سکتا مگر اس صورت میں جب ترک کف کی صورت میں ہو اور وہ فعل ہوگا اور نبی میں یہی مکلف بہ ہے نہ کہ ترک بمعنی عدم کیونکہ معدوم قدرت عبد کے تحت نہیں ہوتا جیسا کہ تحریر میں ہے اہ۔ اس سے مراد تحریر الاصول للامام المحقق المطلق نے ذکر کیا ہے اسے اچھی طرح یاد کر لو کیونکہ یہ نہایت اہم معاملہ میں سے ہے۔ (ت)	اقول: وتحقیقہ ان التذکیر بالعجیۃ کان المقتضیٰ لہ بعینہ موجودا والمانع مفقودا ثم لم یفعلوہ فکان ذلک کفامنہم لا ترکا والكف فعل والفعل یجری فیہ التوارث بخلاف التروک اذا لامعنی لتوارثہ ولا مساع للتعاسی فیہ لانہ غیر مفعول ولا مقدور کما نص علیہ الاکابر لصدور قال فی الاشباہ والنظائر التروک لا یتقرب بہا الا اذا صار التروک کفاً و ہو فعل وہ المکلف بہ فی النهی لا التروک بمعنی العدم لانہ لیس داخلا تحت القدرة للعبد کما فی التحریر ² اہ ای تحریر الاصول للامام المحقق حیث اطلق رحمہ اللہ تعالیٰ اتقن هذا فانه من اجل المهمات۔

اذان ضرور بلانے اور ان لوگوں کو اطلاع وقت دینے کے لئے ہے مگر غیر عربی میں ہو تو ہر گز اذان ہی نہ ہوگی اگرچہ مقصود اعلام حاصل ہو جائے کہ اذان صرف سنت تھی جب فی نفسہ برخلاف سنت ہوئی راسا

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۷۱ھ

² الاشباہ والنظائر الفن الاول القاعدة الثانية مطبوعہ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۴۷۱ھ

فوت ہو گئی، تنویر میں ہے:

الاذان علامہ مخصوص علی وجہ مخصوص بالفاظ كذلك ¹ ۔	اذان، الفاظِ مخصوص میں بطریق مخصوص اطلاع دینا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اشار الی انه لا یصح بالفارسیۃ وان علم انه اذان وهو الاظهر والاصح کما فی السراج ² ۔	اس میں اشارہ ہے کہ یہ فارسی میں جائز نہیں، اگر یہ معروف یہ کہ اذان ہے اور یہی اظہر واصلح ہے جیسا کہ سراج میں ہے (ت)

خطبہ ضرور وعظ وند کیر کے لئے ہے جیسے نماز کہ ذکر کے لئے ہے خطبہ ضرور وعظ وند کیر کے لئے ہے جیسے نماز کہ ذکر کے لئے ہے قال اللہ تعالیٰ اَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي³ (اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میری یاد کے لئے نماز قائم کرو۔ ت) اور خود قرآن عظیم کہ اس کا تو نام ہی ذکر حکیم ہے اور اس کے نہ سمجھنے پر سخت انکار فرماتا ہے، اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْرٌ عَلَى قُلُوبٍ اَفْقَاهَا⁴ (کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں۔ ت) پھر جس کی سمجھ میں عربی نہ آئے نہ اس کے لئے نماز و قرآن اردو یا بنگلہ یا انگریزی کردئے جائیں گے نہ خطبہ و اذان، یہ اس کا اپنا قصور ہے اس کا دین عربی، نبی عربی، کتاب عربی، پھر عربی اتنی بھی نہ سیکھی کہ اپنا دین سمجھ سکتا۔ انگریزی کی حالت دیکھئے اس پر کیسے اندھے باولے ہو کر گرتے ہیں کہ دو پیسے کمانے کی امید ہے اور عربی جس میں دین ہے ایمان ہے اس سے کچھ غرض نہیں اللہ تعالیٰ توفیق دے و ہدایت بخشنے، امین واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۴۳ تا ۱۳۴۴: از پبلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ حاجی عزیز احمد صاحب ۷ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) اذان ثانی جمعہ کے دن امام کے قریب اندر مسجد کے جو مروج ہے اس میں کراہت یعنی کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟

(۲) فصیل حوض خارج مسجد پیہ یاد اخل مسجد؟

(۳) ابوداؤد کی حدیث میں جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے وقت میں

¹ در مختار باب الاذان مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۶۲/۱

² ردالمحتار باب الاذان مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۸۲/۱

³ القرآن ۱۳/۲۰

⁴ القرآن ۲۴/۳۷

باب مسجد پر اذان کا ذکر ہے اُس وقت تک اذان اول شروع تھی یا نہیں؟ اگر اس وقت میں صرف ایک اذان تھی تو جب سے دوسری اذان شروع ہوئی اُس وقت بھی بقیہ خلفائے راشدین کے وقت میں اذانِ ثانی باب مسجد پر ہوتی تھی یا امام کے متصل منبر کے پاس؟

بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) علمائے کرام نے کراہت لکھی اور اسے مطلق رکھا اور مطلق کراہت عاصاً کراہت تحریم پر محمول ہوتی ہے، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں اذان دروازہ مسجد پر ہوا کی، اور کبھی نہ حضور سے منقول نہ خلفائے راشدین سے کہ مسجد کے اندر اذان کہلوائی ہو، اور عادت کریمہ تھی کہ مکروہ تزیہی کو بیان جواز کے لئے کبھی اختیار فرماتے پھر اس میں ترک ادب بارگاہ الہی ہے والعلم بالحق عند اللہ۔

(۲) حوض قدیم کی فصیل فنائے مسجد ہے نہ عین مسجد، ورنہ اس پر وضو ناجائز ہوتا اور فنائے مسجد میں اذان جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) صدر خلافت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک وہی ایک اذان خطبہ تھی انھوں نے اذانِ اول زائد فرمائی مگر اذانِ خطبہ میں کوئی تبدیلی نہ کی، نہ کسی خلیفہ راشد سے اس میں کوئی تغیر منقول، ہاں امام ابن الحاج مکی نے مدخل میں ہشام بن عبد الملک بادشاہ مروانی کی نسبت لکھا کہ اس نے سنت کو بدلا اس کا زمانہ امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی ۸۰ برس بعد ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۴۴: مسئلہ مولوی فضل الرحمان صاحب از چھاؤنی صدر بازار فیروز پور پنجاب ۱۹ صفر ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ مرقومہ الذیل میں کہ ایک قلعہ میں جہاں عام لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں اور نہ ملازمان کو باہر بجز وقت معینہ کے منجملہ پانچ صد مردمان مسلمان ملازمان کے ایک جماعت وہاں نماز جمعہ باجارت مشہرہ گور نمٹ قائم کرتی ہے وہاں بنائے مسجد نہیں ہے نیز متصل قلعہ مذکور کے شہر اور چھاؤنی صدر بازار میں چند جگہ دیگر مساجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے کیا اس جماعت کا جمعہ ادا ہو جاتا ہے بعض علمائے دین نے بحوالہ فتاویٰ علمگیری و در مختار بباعث عدم اذان عام او جماعت مذکور کو محبوبین وغیرہ کا مقبیل علیہ قرار دے کر عدم جواز اور نادرست ہونے نماز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے اور بعض نے بحوالہ عبارت شامی کہ

قلت وینبغی ان یکون محل النزاع ما اذا کانت لاتقام الا فی محل واحد اما لو تعددت فلا لانه لا یتحقق التفیوت کما افاده التعلیل تامل۔	میں کہتا ہوں کہ مناسب یہ ہے کہ محل نزاع وہ صورت ہے جب ایک ہی مقام پر جمعہ کا قیام ہو اور اگر متعدد جگہ جب ایک ہی مقام پر جمعہ کا قیام ہو اور اگر متعدد جگہ ہو تو پھر محل نزاع نہیں کیونکہ پھر تفویت تحقیق نہیں جیسا کہ علت کے بیان نے فائدہ دیا ہے، غور کرو۔ (ت)

درست ہونے نماز جمعہ کا فتویٰ دیا ہے۔ میتنوا بالذلیل توجرا بالاجر جزیل (دلیل سے بیان کر کے اجر عظیم پائیں۔ ت)

الجواب:

صورت مستفسرہ میں جبکہ قلعہ کی بندش ہے، باہر کا کوئی شخص نماز کے لئے اس میں نہیں جاسکتا تو اذن عام نہ ہوا، اور اذن عام فی نفسہ شرط جمعہ ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قول کسی سے نقل نہ فرمایا بلکہ یہ ان کا اپنا خیال ہے جسے وہ قُلْتُ سے شروع فرماتے ہیں اور خود اُن کو بھی اس پر وثوق نہیں کہ آخر میں تامل کا حکم فرماتے ہیں، علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہل بحث نہیں ان کی بحث کا اگر مسئلہ منصوبہ کے خلاف ہو نا معلوم نہ بھی ہوتا ہم وہ ایک بحث ہے جو حجت نہیں ہو سکتی نہ کہ جب ان کی بحث مخالف منقول و منصوص واقع ہے کہ ایسی بحث تو امام ابن المہام کے بھی منقول نہیں ہوتی جس کی خود علامہ شامی نے جابجا تصریح فرمائی کما بیننا فی کتابنا فصل القضاء فی رسم الافتاء (جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں بیان کیا ہے۔ ت) براہ بشریت یہ بحث اسی طرح واقع ہوئی، فقیر نے رد المحتار پر اپنی تعلیقات میں اس مسئلہ کی بحث تمام کر دی ہے اس میں سے یہاں صرف یہ چند کلمات کافی ہیں کہ امام ملک العلماء ابو بکر مسعود کا شانی کتاب مستطاب بدائع اور ان کے سوا اور ائمہ اپنی تصانیف میں اور ان سب سے امام ابن امیر الحاج حلیہ میں نقل فرماتے ہیں:

السلطان اذا صلی فی دارہ والقوم مع امراء السلطان فی المسجد الجامع قال ان فتح باب دارہ جاز، وتكون الصلوة فی موضعین، ولو لم یأذن للعامة و صلی مع جیسئشہ لاتجوز صلوة السلطان وتجوز صلوة العامة ¹ ۔	جب سلطان نے اپنی دار میں اور قوم نے اس کے حکم سے جامع مسجد میں جمعہ ادا کیا تو انھوں نے فرمایا اگر دار کا دروازہ کھولا تھا تو جائز، اور نماز دونوں جگہ ہو جائے گی، اور اگر عوام کو اذن عام نہ تھا اور بادشاہ نے اپنے لشکر کے ساتھ جمعہ ادا کیا تو سلطان کی نماز جائز نہیں البتہ عوام کی نماز جائز ہوگی۔ (ت)

دیکھو یہ نص صریح ہے اجلہ ائمہ کی نقل اور محرر مذہب امام محمد سے بلا خلاف منقول کہ قلعہ سے باہر بھی جمعہ ہوا اور قلعہ میں بھی سلطان نے پڑھا اگر قلعہ میں آنے کا اذن عام دیا تھا تو دونوں جمعے صحیح ہو گئے ورنہ باہر کا جمعہ صحیح ہوا اور قلعہ کا باطل، صاف ثابت ہوا کہ اذن عام فی نفسہ شرط صحت جمعہ ہے اگرچہ جمعہ متعدد جگہ پایا جائے اور تقویت لازم نہ آئے ولیس بعد النص الالرجوع الیہ (نص پائے جانے کے بعد اس کی طرف رجوع کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ ت)

¹ بدائع الصنائع مفہوم فصل فی بیان شرائط الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۱

مسئلہ ۱۳۴۵: مسئلہ محمود حسن صاحب از بمبئی پوسٹ بائی کھلا ۲۰ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ میں اسی ۸۰ اشخاص حنفیہ اور بیس ۲۰ اشخاص شافعیہ ہر دو مذہب کے درمیان شافعی امام جمعہ میں خطبہ کے دو رکعت فرض پڑھنے کے حنفیوں نے نماز سے فارغ ہوئے بعد مذکور امام نے اپنے مذہب والوں کو لے کر پھر دوبارہ چار رکعت فرض نماز پڑھواتا ہے لیکن ہر دو مذہب والوں کے ساتھ دو رکعت فرض پڑھنے سے شافعیہ مذہب کی نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر ہوا امام شافعی المذہب نیت جمعہ میں شک و تردد کو راہ نہیں دینا خالص صحیح نیت فرض جمعہ کی کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے جبکہ فرائض مذہب حنفی کا پابند ہو مثلاً فصد لے کر یا زخم خواہ پھوڑ یا سے پیپ یا پانی بہہ کر ضرور وضو کر لیتا ہو وہ درود سے کم پانی میں اگر نجاست پڑ جائے اس سے طہارت نہ کرتا ہو وضو میں چارم سر سے کم کے مسح پر قناعت نہ کرتا ہو وضو کئے ہوئے پانی سے دوبارہ وضو نہ کرتا ہو و علیٰ ہذا القیاس اگر ان باتوں کی رعایت کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے اگرچہ اولیٰ حنفی کے پیچھے ہے اگر رعایت نہ کرتا ہو تو اس کے پیچھے حنفی کی نماز باطل ہے اور اگر نہ معلوم ہو تو مکروہ ہے کما حق کل ذلک فی البحر والدردر وغیرہما (جیسا کہ اس تمام کی بحر اور دروغیرہ میں تحقیق ہے۔ ت) اور جمعہ کی نیت کے ساتھ شک کرتا ہو تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے کہ لانیۃ الابالاعزم ولا عزم مع الشک (عزم کے بغیر نیت نہیں اور شک کی صورت میں عزم نہیں ہوتا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۴۶: از پبلی بھیت محلہ محمد شیر خاں مسئلہ عبداللطیف خاں صاحب ۲۲ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک جامع مسجد کے امام معین کے بغیر اذن دوسرے شخص نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ بھی امام معین کے بے اذن پڑھائی اور امام مذکور اس میں شریک نہ ہوا اس صورت میں وہ نماز ہوئی یا نہیں، اگر نہ ہوئی تو ظہر کی قضا فرض ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ بے اجازت خطیب معین دوسرا شخص خطبہ نہیں پڑھ سکتا، اگر پڑھے گا خطبہ جائز نہ ہوگا، اور خطبہ شرط نماز جمعہ ہے، جب خطبہ نہ ہوا نماز بھی نہ ہوئی۔ علمگیری میں ہے:

رجل خطب یوم الجمعة بغیر اذن الامام والامام حاضر لا یجوز ذلک الا ان یکون الامام امره بذلك کذا	کسی شخص نے اذن امام کے بغیر خطبہ جمعہ دیا حالانکہ امام موجود تھا تو یہ جائز نہیں البتہ اس صورت میں جب امام نے اسے حکم دیا ہو، جیسا کہ

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے (ت)	فی فتاویٰ قاضی خاں ^۱ ۔
اور تصریح فرماتے ہیں کہ امام معین کے بغیر اذان اگر کوئی شخص نماز جمعہ پڑھائے تو نماز نہ ہوگی مگر اس صورت میں کہ امام اس نماز میں شریک ہو جائے۔ فتاویٰ سراجیہ و در مختار میں ہے:	
اگر کسی نے اذان خطیب کے بغیر نماز پڑھائی تو جائز نہیں البتہ اس صورت میں جب مقتدی ایسا شخص ہو جو جمعہ کا والی تھا۔ (ت)	لوصلی احد بغیر اذن الخطیب لا یجوز الا اذا اقتدی به من له ولاية الجمعة ^۲ ۔

یہاں کہ خطبہ بھی بے اجازت امام پڑھا گیا اور نماز بھی بے اُس کی اجازت کے پڑھائی گئی اور امام اس میں شریک نہ ہوا تو دو وجہ سے وہ نماز ناجائز ہوئی اُن پر ظہر کی قضا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم و احکم

مسئلہ ۱۳۴۷: مولوی نعیم الدین صاحب از مراد آباد ۲۸ صفر ۱۳۳۲ھ

حضور عالی سلام نیاز، میں جمعہ کی نماز قلعہ کی مسجد میں پڑھاتا ہوں اس مسجد کا وسیع صحن ہے مسجد سے باہر راستہ ہے جو ایک بانس کے قریب مسجد کے فرش سے نیچا ہے کوئی جگہ ہی نہیں جہاں مؤذن کھڑا ہو سکے سخت حیرانی ہے یا بعض ایسی مسجدیں ہیں کہ ان میں بعد صحن کے کسی دوسرے شخص ہندو وغیرہ کی دیواریں ہیں کہ ان دیواروں پر میز نہ نہیں بنایا جاسکتا اسی صورت میں کیا کیا جائے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ! حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما۔ ت) یہاں دو سنتیں ہیں، ایک محاذات خطیب، دوسرے اذان کا مسجد سے باہر ہونا، جب ان میں تعارض ہو اور جمع ناممکن ہو تو رنج کو اختیار کیا جائے گا کما ہوا لضابطة المستمرة الغیر المنخرمة (جیسا کہ دائمی اور نہ ٹوٹنے والا ضابطہ ہے۔ ت) یہاں رنج و اتوی سنت ثانیہ بوجہ اولاً مسجد میں اذان سے نہیں ہے، قاضی خاں و خلاصہ و خزائنہ المفتین و فتح القدر و بحر الرائق و بر جندی و علمگیری میں ہے: لایؤذن فی المسجد^۳۔ (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) نیز فتح القدر و نظم و طحاوی علی المراتی و غیرہا میں

^۱ فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوة الجمعة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۳۵/۱

^۲ در مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۰/۱

^۳ فتاویٰ ہندیہ فصل فی کلمات الاذان والا قامة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۵/۱

مسجد کے اندر اذان مکروہ ہونے کی تصریح ہے اور ہر مکروہ منیٰ عنہ ہے، ردالمحتار میں قبیل احکام مسجد ہے:

لا یلزم منه ان یکون مکروہاً الا بنهی خاص لان الکراهة حکم شرعی فلا بدله من دلیل ¹ ۔	اس سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا مگر یہ کہ نہی خاص وارد ہو کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے، لہذا اس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے (ت)

اور اجتناب ممنوع، ایتان مطوب سے اہم واعظم ہے، اشباہ میں ہے:

اعتناء الشرع بالمنہیات اشد من اعتنائہ بالہامورات، ولذا قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا امرتکم بشیئ فأتوا منه ما استطعتم وان نہیتکم عن شیئ فاجتنبوه وروی فی الکشف حدیثاً لترك ذرة ميانہی اللہ تعالیٰ عنہ افضل من عبادۃ الثقلین ومن ثم جاز ترك الواجب دفعاً للمشقة ولم یسامح فی الاقدام علی المنہیات ² ۔	شریعت کے ممنوعات کا اہتمام اس کے مامورات سے زیادہ ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شیئی کا حکم دوں تو اس کو استطاعت کے مطابق بجالاؤ اور اگر میں تمہیں کسی شیئی سے منع کروں تو اس سے بچو۔ الکشف میں یہ حدیث منقول سے ایک ذرہ کے برابر اس کام سے رک جانا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا جن و انس کی عبادت سے بہتر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ رفع مشقت کے لئے واجب کا ترک جائز ہوتا ہے لیکن ممنوعات پر عمل کی اجازت نہیں۔ (ت)

ثانیاً محاذات خطیب ایک مصلحت ہے، اور مسجد کے اندر اذان کہنا مفدت اور جلب مصلحت سے سلب مفدت اہم ہے۔ اشباہ میں ہے:

درء المفاسد اولی من جلب المصالح ³ ۔	مفاسد کا دفع کرنا مصالح کے حصول سے بہتر ہے۔ (ت)

وجہ مفدت ظاہر ہے کہ دربار ملک الملوک جل جلالہ کی بے ادبی ہے شاہد اس کا شاہد ہے دربار شاہی میں اگر چوب دار عین مکان اجلاس میں کھڑا ہوا چلائے کہ درباریو چلو سلام کو حاضر ہو، ضرور گستاخی بے ادب ٹھہرے گا، جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ انھیں کچہریوں کو دیکھ لے کہ مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضری

¹ ردالمحتار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۸۳ھ

² الاشباہ والنظائر القرن الاول القاعدة الخامسة مطبوعہ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳۵۱ھ

³ الاشباہ والنظائر القرن الاول القاعدة الخامسة مطبوعہ ادارة القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳۵۱ھ

کمرہ سے باہر پکاری جاتی ہے چہرہ خود کمرہ پکھری میں کھڑا ہو کر چلائے اور حاضر یاں پکارے تو ضرور مستحق سزا ہو اور ایسے امور ادب میں شرعاً عرف معہود فی الشاہد ہی کا لحاظ ہوتا ہے محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں:

یحال علی المعہود من وضعہا حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاہد منہ تحت السرة ¹ ۔	حالت قیام میں بقصد تعظیم جو معروف ہو اس کے مطابق ہاتھ باندھے جائیں گے اور جس معروف کا مشاہدہ ہے وہ یہی ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے۔ (ت)

اسی بناء پر علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں جوتا پہنے جانا بے ادبی ہے حالانکہ صدر اول میں یہ حکم نہ تھا، فتاویٰ سراجیہ و فتاویٰ عالمگیری میں ہے: دخول المسجد متنعلًا مکروہ² (مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔ ت) عمدۃ المفتین و رد المحتار میں ہے: دخول المسجد متنعلًا من سوء الادب³ (مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا بے ادبی ہے۔ ت) مسئلہ اولیٰ یعنی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے میں کوئی حدیث موافق نہ تھی اور ثانیہ میں حدیث برخلاف تھی بایںہمہ امور ادب میں عرف شاہد کا اعتبار فرمایا تو جہاں خود حدیث بھی موافق ہی موجود ہے ادب معروف کا لحاظ نہ کرنا کس درجہ گستاخی و بیباکی ہے معذرا حدیث نے مسجد میں چلانے سے بھی منع فرمایا ہے، بحر الرائق و رد المحتار میں ہے:

اخرج المنذرى مرفوعاً جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وبيعکم وشرائکم ورفع اصولاتکم ⁴ ۔ قلت رواہ ابن ماجہ عن واثلة ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعبدالرازق فی مصنفہ بسند اسلم عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ	امام منذری نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا) اپنی مسجدوں کو اپنے بچوں اور دیوانو اور خرید و فروخت اور آواز بلند کرنے سے بچاؤ، میں کہتا ہوں اسے ابن ماجہ نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام عبدالرازق نے مصنف میں محفوظ سند سے

¹ فتح القدر باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۲۴۹/۱

² فتاویٰ سراجیہ باب المسجد از کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ص ۷۱

³ رد المحتار مطلب فی احکام المساجد مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۸۶/۱

⁴ رد المحتار مطلب فی احکام المساجد مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۸۶/۱

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے (ت)

تو اس ادب کی طرف خود حدیث میں ارشاد موجود ہے اور علماء نے اس ممانعت کو ذکر کے لئے بھی عام ہونے کی تصریح فرمائی، در مختار میں ہے:

یحرم فیہ (ای فی المسجد) السؤال ویکرہ الاعطاء ورفع صورت بذكر اللہ المتفقہ ¹ ۔	(مسجد میں) سوال کرنا حرام ہے اور دینا مکروہ ہے اور ذکر کے لئے آواز کو بلند کرنا بھی، البتہ دین پڑھانے اور سمجھانے والا آواز بلند کر سکتا ہے۔ (ت)

تو اصل منع ہے جب تک ثبوت نہ ہو جیسے اقامت و قرائت نماز لیکن یہاں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اندرون مسجد اذان کا ہرگز ثبوت نہیں، تو اگر کچھ اور دلیل نہ ہوتی اسی قدر اس کے بے ادبی و ممنوع ہونے کو بس تھا بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا ہے جس کے لئے مساجد کی بنانا ہو، صحیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سمع رجلاً یبشدر ضالۃ فی المسجد فلیقل لارہا اللہ علیک فان المساجد لم تبین لہذا ² ۔	جو گئی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اس سے کہو اللہ تیری گئی چیز تجھے نہ ملے مسجدیں اس لئے نہیں بنیں۔ (ت)

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا، در مختار وغیرہ میں ہے: کرہ انشاد ضالۃ (گمشدہ شئی کا) (مسجد میں) اعلان کرنا مکروہ ہے۔ (ت) تو اگر کسی کا مصحف شریف گم گیا اور وہ تلاوت کے لئے مسجد میں پوچھتا ہے اُسے بھی یہی جواب ہوگا کہ مسجدیں اس لئے نہ بنیں، اگر اذان دینے کے لئے اس کی بنا ہوئی تو ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلواتے یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے، مسجد جس کے لئے بنی زمانہ اقدس میں اسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول، تو وجہ وہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا، ہمارے بھائی اگر گردنیں عظمت الہی کے حضور جھکا کر آنکھیں بند کر کے براہ انصاف نظر فرمائیں تو جو بات ایک منصف یا جنٹ کی کچہری میں نہیں کر سکتے

¹ در مختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ۱/۹۳

² صحیح مسلم باب من اکل ثوماً لم یطعمہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/۲۱۰

احکم الحاکمین عزجلالہ کے دربار کو اُس سے محفوظ رکھنا لازم جانیں نہ کہ حدیث کا وہ ارشاد پھر کتب معتمدہ فقہ کی یہ صریح تصریحات کہ مسجد میں اذان منع ہے سب کچھ دیکھیں اور ایک رواج پراڑے رہے ہیں، ذی انصاف بھائیو! یہ آپ کی شان نہیں۔

ہائے محاذات خطیب ایک اختلافی سنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہاں نقل مختلف ہے بکثرت ائمہ مالکیہ اذانِ ثانی جمعہ کے رُوئے بروئے خطیب ہونے ہی کو بدعت بتاتے ہیں، وہ فرماتے ہیں یہ اذان بھی منارہ ہی پر ہوتی تھی جیسے پنجگانہ کی اذان، علامہ خلیل ابن اسحاق مالکی توضیح فرماتے ہیں:

اختلف النقل هل كان يؤذون بين يديه صلى الله تعالى عليه وسلم او على المنار الذي نقله اصحابنا انه كان على المنار ¹ - نقله ابن القاسم عن مالك في المجموعة ونقل ابن عبد البر في كافيہ عن مالك ان الاذان بين يدي الامام ليس من الامر القديم ² -	نقل میں اختلاف ہے کہ کیا اذان نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے دی جاتی تھی یا اس منار پر جس کے بارے میں ہمارے اصحاب نے نقل کیا کہ اذان منار پر ہوتی تھی، اسے ابن القاسم نے "مجموعہ" میں امام مالک سے نقل کیا اور شیخ ابن عبد البر نے کافی میں امام مالک سے نقل کیا کہ امام کے سامنے اذان دینا امر قدیم نہیں ہے۔ (ت)

امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں:

ان السنة في اذان الجمعة اذا صعد الامام على المنبر ان يكون المؤذن على المنار كذلك كان على عهد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم و ابى بكر و عمر و صدر امن خلافة عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثم زاد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذاناً اخر بالزوراء وهو موضع بالسوق و ابقى الاذان الذي كان على عهد رسول الله صلى الله تعالى	جمعہ کی اذان میں سنت یہ ہے کہ جب امام منبر پر بیٹھ جائے تو مؤذن منار پر اذان دے، یہی طریقہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ابتدائی دور میں تھا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اور اذان کا اضافہ فرمایا جو بازار میں مقام زوراء پر دی جاتی تھی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والی اذان کو منار پر

¹ المختصر فی فروع المالکیہ

² کافی فروع المالکیہ

عليه وسلم على المنار والخطيب على المنبر اذ ذاك ثم لما تولى هشام نقل الاذان الذي كان على المنار حين صعود الامام على المنبر بين يديه ¹ - (ملخصاً)	ہی باقی رکھا اور اس وقت خطیب منبر پر ہوتا، پھر جب هشام والی بنے تو جو اذان منار پر ہوتی تھی اسے منبر پر چڑھنے کے وقت منبر کے سامنے کر دیا۔ (ت)

یہاں تک کہ فرمایا:

فقد بان ان فعل ذلك في المسجد بين يدي الخطيب بدعة فيتمسك بعض الناس بهاتين البدعتين ثم صار كانه سنة معمول بها وليس له اصل في الشرع وانما هي عوائد وقع الاستئناس بها فصار المنكر لها كانه ياتي بدعة على زعمهم، فان الله وانا اليه راجعون على قلب الحقائق اه مختصراً ² -	یعنی روشن ہوا کہ اس اذان کا مسجد میں خطیب کے سامنے کہنا بدعت ہے جسے ابتداءً بعض لوگوں نے اختیار کیا پھر اس کا ایسا رواج پڑ گیا گویا وہ سنت ہے حالانکہ شرع مطہر میں اس کی کچھ اصل نہیں وہ تو یہی ایک عادت ہے کہ لوگوں کے جی اس میں لگ گئے تو جو اس پر انکار کرے ان کے زعم میں گویا وہی بدعت نکالتا ہے تو اناللہ وانا الیہ راجعون حق لوگوں میں کیسا اُلٹا ہو گیا کہ حق کو باطل، باطل کو حق سمجھنے لگے اھ مختصراً

علامہ یوسف بن سعید سفطی مالکی حاشیہ جواہر زکیہ شرح عثمانویہ میں فرماتے ہیں:

الاذان الثاني كان على المنار في الزمن القديم وعليه اهل المغرب الى الان وفعله بين يدي الامام مكروه كما نص عليه البرزلي وقد نهى عنه مالك وفعله على المنار والامام جالس هو الم شروع اه سكندري ³ اه باختصار -	دوسری اذان زمانہ قدیم میں منار پر ہوتی تھی، اہل مغرب کا اب تک اسی پر عمل ہے، امام کے سامنے اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ اس پر برزلی نے تصریح کی، اور امام مالک نے اس سے منع فرمایا، اذان کا اس وقت منار پر دینا جب امام منبر پر ہو یہی مشروع ہے اھ سکندری اھ اختصاراً (ت)

¹ المدخل لابن الحاج فصل في ذكر البدع التي احدثت في المساجد مطبوعه دار الكتب العربيه بيروت ٢١٢/٢

² المدخل لابن الحاج فصل في ذكر البدع التي احدثت في المساجد مطبوعه دار الكتب العربيه بيروت ٢١٢/٢

³ حاشیہ جواہر زکیہ شرح لمقدمۃ العثمانيۃ

بخلاف اذان مسجد کہ مالکیہ بھی اسے ممنوع جانتے ہیں۔ مدخل میں ہے:

فصل فی النهی عن الاذان فی المسجد فیمنع من الاذان فی جوف المسجد لوجوه. احداها انه لم یکن من فعل من مضی ^۱ الخ	مسجد میں اذان ممنوع ہونے کے بیان میں فصل، مسجد میں اذان کئی وجہ سے منع ہے ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ اسلاف کا طریقہ نہیں رہا الخ (ت)

تو ثابت ہوا کہ اذان بیرون مسجد ہونا ہی محاذاتِ خطیب سے اہم واعظم واکد والزم ہے تو جہاں دونوں نہ پڑیں محاذاتِ خطیب سے درگزر اور منارہ یا فیصل وغیرہ پر یہ اذان بھی مسجد سے باہر ہی دیں ہذا کلمہ مآظہر لی والعلم بالحق عند ربی (یہ تمام مجھ پر واضح ہوا اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۳۳۸: مسئلہ اقبال حسین از قصبہ سرولی ضلع بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بچ اس مسئلہ کے کہ خطبہ جمعہ کا ایک فرض ہے دوسرا سنت، یادوںوں فرض ہیں، بینوا تو جروا
الجواب:

خطبہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک صرف بقدر الحمد فرض ہے اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک ذکر طویل جیسے عرف میں خطبہ کہیں تو نفس فرض اگرچہ اولیٰ بلکہ اس کے بعض سے ادا ہو جاتا ہے مگر جب کوئی مطلق مامور بہ ہو تو قاعدہ شرع یہ نہیں کہ اس کے ایک حصے کو جو ادنیٰ درجہ کا اطلاق مطلق کا ہو مامور بہ ٹھرائیں باقی کو خارج بلکہ جس قدر واقع ہو سب اُسی مطلق کا فرد ہے تو سب اسی صفت سے متصف ہوگا جیسے فرض قراءت نماز میں ایک آیت سے ادا ہو جاتا ہے اب یہ نہ کہیں گے کہ الحمد شریف کی پہلی آیت فرض تھی باقی اُس کا غیر بلکہ الحمد اور سورت بلکہ سارا قرآن مجید اگر ایک رکعت میں ختم کرے سب زیر فرض داخل ہوں گے کہ فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ^۱ (پس قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اُتنا پڑھو۔ ت) کافر د ہے ولہذا اگر سورۃ فاتحہ پڑھ کر سورت ملانا بھول گیا اور وہاں یاد آیا تو حکم ہے رکوع کو چھوڑے اور قیام کی طرف عود کر کے سورت پڑھے اور رکوع میں جائے حالانکہ واجب کے لئے فرض کا چھوڑنا جائز نہیں ولہذا اگر پہلی التحیات بھول کر پورا کھڑا ہو گیا اب عود کی اجازت نہیں مگر سورت کے لئے خود شرع نے عود کا حکم دیا کہ جتنا قرآن مجید پڑھا جائے گا سب فرض ہی میں واقع ہوگا تو یہ واجب کی طرف عود نہیں بلکہ فرض کی طرف، ولہذا اگر دوبارہ رکوع نہ کرے گا نماز نہ ہوگی کہ

^۱ المدخل لابن الحاج فصل فی النهی عن الاذان مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۲۵۱/۲

پہلا رکوع عودالی الفرض کے سبب زائل ہو گیا تو جس طرح الحمد اور سورت دونوں سے فرض ہی ادا ہوتا ہے یوں ہی دونوں خطبوں سے بھی کہ سب مطلقاً فَاسْعَوْا اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ (اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ۔ ت) کے تحت میں داخل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



مرقاۃ الجمان فی الہبوط عن المنبر لمدح السلطان

۱۳۲۰ھ

(تعریف حاکم کے لئے خطیب کے منبر کی ایک
سیٹرھی اُترنے پھر چڑھنے کے بارے میں تحقیق)

مسئلہ ۱۳۴۹: از احمد آباد گجرات محلہ چکھ کالو پور متصل پل گلزارہ مرسلہ مولوی عبدالرحیم صاحب ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ان دونوں جوابوں میں کون سا جواب احق بالقبول ہے:
سوال: علمائے دین متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں خطیب کو خطبہ ثانی میں منبر سے
ایک سیٹرھی اُترنا اور پھر چڑھ جانا یہ شرع شریف میں جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالسند الكتاب وتوجروا فی یوم الحساب۔
الجواب ہوا الصواب: صورتِ مسئلہ میں خطیب کو سیٹرھی اُترنا اور چڑھنا جائز نہیں بدعتِ شنیع ہے جیسا کہ شامی جلد اول
صفحہ ۸۶۰ میں مذکور ہے:

قال ابن حجر في التحفة وبحث بعضهم ان ما اعتيد الآن من النزول في الخطبة الثانية الى درجة سفلى ثم العود بدعة قبيحة	ابن حجر نے تحفہ میں فرمایا کہ بعض لوگوں نے یہ بحث کی ہے کہ یہ جو عادت بنائی گئی ہے کہ دوسرے خطبہ کے وقت منبر کی نچلی سیٹرھی اور پھر دوبارہ اوپر والی سیٹرھی پر

شنیعہ ^۱ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔	چلا جانا بدترین بدعت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

محمد عیسیٰ عفی عنہ، الحبيب مصیب عند اللہ عبد الرحمن ولد مولوی محمد عیسیٰ عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ اللھم ارنّا الحق وارزقنا اتباع وارنّا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ۔	اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت ہی مہربان اور رحم والا ہے، اے اللہ ! ہمیں حق دکھا اور اس پر چلنے کی توفیق دے اور ہمیں باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔ (ت)

حبيب لبیب نے زینہ اترنے کا ناجائز ہونا بلکہ بدعت شیعہ ہونا جو علامہ شامی نے ابن حجر شافعی کے قول سے جو ان کی کتاب تحفہ میں نقل کیا ہے ثابت کیا ہے ہرگز ناجائز ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے نہ بدعت شیعہ ہونا اس سے ثابت ہوتا ہے، طریقہ محمدیہ کی شرح میں لکھا ہے:

ان المسئلة الواقعة متى امكن تخرجها على قول من الاقوال في مذهبنا او مذهب غيرنا فليست بمنكر يجب انكاره والنهي عنه وانما المنكر ما وقع الاجماع على حرمة والنهي عنه خصوصاً ^۲ انتهي مختصراً۔	یعنی اگر کوئی مسئلہ ایسا واقع ہو کہ اس کی تخریج ہمارے حنفی مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن ہو شافعیوں یا حنبلیوں یا مالکیوں کے مذہب کے موافق اس کی تصریح ممکن ہو تو وہ ایسا منکر نہیں کہ اس کا انکار کرنا اور اس سے منع کرنا واجب ہو بلکہ ایسا اس منکر کیلئے ہے جس کی حرمت اجماعی ہو اور شارع علیہ السلام نے اس سے بالخصوص منع کیا ہو انتہی مختصراً (ت)

اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہی اس زینہ اترنے کی وجہ کیا ہے، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد ثانی کے صفحہ ۱۶۲ مطبوعہ نوکسور میں تحریر فرماتے ہیں: میدانہ کہ در خطبہ روز جمعہ نام سلاطین کہ در زینہ پایہ سہ فرود آمدہ می خوانند و جہش چیست ایں تواضعیت کہ سلاطین عظام نسبت باں سرور و مختلفائے راشدین علیہ و علیہم الصلوٰات والتسلیمات نمودہ اند و جائز نہ داشتہ اند کہ اسامی ایشان با اسامی اکابر دین در یک درجہ مذکور شود شکر اللہ سعیمہ^۳ انھی علامہ حسین کاشفی مؤلف تفسیر حسینی اپنی کتاب "ترغیب الصلوٰۃ" میں فرماتے ہیں:

^۱ رد المحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۰۸/۱

^۲ طریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الثالث الاثلاثون مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۳۰۹/۲

^۳ مکتوبات امام ربانی مکتوب نود و دوم مطبوعہ نوکسور لکھنؤ ۱۶۲/۳

ازاں پایہ منبر کہ حمد و ثناء و رد و گفتہ ذکر خلفائے کرام کردہ نشیب آید و ذکر و دعائے سلطان چوں تمام کند باز بالا رفتہ خطبہ باقیہ تمام کند^۱ انتہی مطلب عبارت مکتوب کا یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی جان لیں کہ جمعہ کے دن خطبہ میں نام بادشاہوں کو نیچے کے زینے منبر پر اُتر کر پڑھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے، آنجناب اس کی یہ وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تواضع و فروتنی ہے کہ بڑے بڑے مسلمان بادشاہوں نے بہ نسبت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام و خلفائے راشدین آں سرور کائنات علیہم الصلوٰۃ و التسلیمات کے کی ہے اور ان بادشاہوں نے یہ بات جائز نہیں رکھی ہے کہ بادشاہوں کے نام ساتھ اسماء اکابر دین کے ایک درجہ میں مذکور ہوں، حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ الباری اُن نیک بخت بادشاہوں کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بادشاہوں کی کوشش کو قبول کرے اور ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور مطلب عبارت "ترغیب الصلوٰۃ" کا یہ ہے کہ منبر کے اس زینہ معلومہ پر حمد و ثناء و رد و پڑھ کر اور ذکر و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کر کے نیچے کے زینہ پر خطیب آئے اور ذکر و دعائے سلطان کر کے جب دعائے سلطان تمام ہو جائے پھر اوپر کے زینہ پر چڑھ کر خطبہ باقیہ تمام کرے۔ اب منصفین غور فرمائیں کہ ہمارے حنفی مذہب کی کتاب میں بھی اس زینہ اُترنے کے لئے ملا حسین کاشفی حنفی مصنف تفسیر حسینی نے تحریر فرمایا ہے اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی وجہ بھی بیان کر دی ہے کہ بوجہ مذکور الصدر کے یہ زینہ اُترنا جاری ہوا ہے اب جو علماء اس کو بدعتِ قبیحہ شنیعہ فرماتے ہیں بغور ملاحظہ فرمائیں کہ بدعتِ قبیحہ و منکر مطابق عبارت شرح طریقہ محمدیہ کے جب ہوتی ہے کہ اس کی تخریج ہمارے مذہب کے کسی قول کے موافق ممکن نہ ہو اور مانحن فیہ میں خود ہمارے حنفی مذہب کی کتابوں میں اس زینہ اُترنے کو تحریر فرمایا ہے اور اس کی وجہ بھی بیان کی ہے اب یہ زینہ اُترنا بدعت کیسے ہوا، ہاں جو علماء اس کو بدعت قرار دیتے ہیں حنفی مذہب کی اور کتابوں سے اس کا بدعتِ قبیحہ ہونا ثابت کریں یا کسی کتاب میں یہ لکھا ہو کہ زینہ اُترنا حرام اجماعاً ہے یا شارع علیہ السلام نے صراحۃً منع فرمایا ہے جب اس کا منکر ہونا ثابت ہو تو اس سے منع کرنا واجب ہوگا ورنہ خطر القتاد (جبکہ اس کے آگے مضبوط رکاوٹ ہے۔ ت) اور جو علماء اس زینہ اُترنے کو بدعتِ قبیحہ شنیعہ قول علامہ ابن حجر شافعی سے ثابت کرتے ہیں ان پر یہ بات ضرور ہے کہ اس کا بدعتِ قبیحہ شنیعہ ہونا ثابت کریں، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد اول صفحہ ۱۷۹ میں ہے:

^۱ ترغیب الصلوٰۃ علامہ حسین کاشفی

قال الشافعي رحمه الله تعالى ما احدث مما يخالف الكتاب او السنة او الاثر او الاجماع فهو ضلالة وما احدث من الخير مما لا يخالف شيئا من ذلك فليس بمذموم¹ انتهى۔	یعنی حضرت امام شافعی (جن کے علامہ ابن حجر مقلد ہیں) فرماتے ہیں جو ایسی چیز نکالی جائے کہ وہ کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اقوال اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا اجماع امت کے مخالف ہو وہ بدعت ضلالت و بدعت قبیحہ شنیعہ ہے اور جو چیز نیکی سے ایسی نکالی جائے کہ وہ اشیائے اربعہ مذکورہ میں سے کسی چیز کے مخالف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہے انتہی

بلکہ وہ بدعت حسنہ ہے بالجملہ فعل بدعت غیر مذکور میں جن کے اقسام ثلاثہ مشہورہ اعنی واجبہ مندوبہ ومباحہ ہیں ان میں سے ایک میں داخل ہے۔ اب اہل انصاف بغور ملاحظہ فرمائیں کہ زینہ اترنا کون سی قرآن مجید کی آیت کے خلاف ہے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کون سی حدیث شریف کے خلاف ہے یا کون سے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف ہے۔ جب ان اولہ مذکورہ کے خلاف نہ ہوا تو مطابق فرمانے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس کا بدعت قبیحہ ہونا ثابت نہ ہوا اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول "وما احدث من الخير مما لا يخالف شيئا من ذلك فليس بمذموم" (جو ایسی نیکی ایجاد کی جائے جو مذکورہ اشیاء (کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اقوال صحابہ اور اجماع امت) کے خلاف نہ ہو وہ ہرگز مذموم نہیں ہوتی۔) میں داخل ہوا اور امام شافعی کے قول کے برخلاف علامہ ابن حجر شافعی کا قول دیکھ کر اس زینہ اترنے کو بدعت قبیحہ شنیعہ کہنا مردود و مطرود ہو گیا، عاقل منصف کے لئے اشارہ کافی ہے،

هذا ما عندي والله اعلم وعلمه جل مجدته اتم واحكم۔	یہ میرے نزدیک ہے اور اللہ سب سے خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم اتم اور کامل ہے۔ (ت)

(حرره الفقير الى ربه القديم عبد الرحيم عفي عنه)

الحمد لله المنزل القرآن المبين ÷ على عارج معارج التقريب المبكين صلى الله تعالى عليه واله وصحبه اجمعين ÷ اليه يصعد الكلم الطيب والحمد لله رب العلمين ÷	سب تعریف اللہ کے لئے جس نے قرآن مبین اس ذات اقدس پر نازل فرمایا جو لامکان کی بلندیوں پر فائز ہوئی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین، اور اسی کی طرف مبارک کلمات بلند ہوئے ہیں، الحمد للہ رب العالمین۔ (ت)

¹ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب الاعتصام فصل اول مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۱۶/۱

الجواب:

اقول: وباللہ التوفیق کسی فعلِ مسلمین کو بدعتِ شیعہ و ناجائز کہنا ایک حکمِ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لگانا ہے اور ایک حکمِ مسلمانوں پر۔ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تو یہ حکم کہ ان کے نزدیک یہ فعل ناروا ہے انھوں نے اس سے منع فرما دیا ہے، اور مسلمانوں پر یہ کہ وہ اس کے باعث گنہگار و مستحق عذاب و ناراضی رب الارباب ہیں، ہر خدا ترس مسلمان جس کے دل میں اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کامل عزت و عظمت اور کلمہ اسلام کی پوری توقیر و وقعت اور اپنے بھائیوں کی سچی خیر خواہی و محبت ہے کبھی ایسے حکم پر جرات روانہ رکھے جب تک دلیل شرعی واضح سے ثبوت کافی و دافی نہ مل جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: یا تم ایسی بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں (ت)	قال اللہ تعالیٰ: أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۚ ¹

کیا اللہ عز و جل پر بے علم حکم لگائے دیتے ہو، دلیل شرعی مجتہد کے لئے اصولِ اربعہ ہیں اور ہمارے لئے قول مجتہد صرف ایسی ہی جگہ علمائے کرام حکم بالجزم لکھتے ہیں اس کے سوا اگر کسی عالم غیر مجتہد نے کسی امر کی بحث کی تو ہر گز اس مسئلے کو یونہی نہیں لکھ جاتے کہ حکم یہ ہے بلکہ صراحۃً بتاتے ہیں کہ یہ فلاں یا بعض کی بحث ہے تاکہ منقول فی المذہب نہ معلوم ہو اور جس کا خیال ہے اسی کے ذمہ رہے وَلِ حَاَرَا هَا مَنْ تَوَلَّى قَاَرَا هَا (معاملہ کے گرم حال کو بھی اس کے سپرد کر دو جو سرد حال کا مالک ہے یعنی اچھا پہلو جس کے سپرد کیا ہے برا پہلو بھی اسی کے سپرد کر دو یا جو نفع اٹھاتا رہا وہی بوجھ اور نقصان بھی اٹھائے۔ اہل عرب کے نزدیک گرم چیز بری اور ٹھنڈی چیز اچھی سمجھی جاتی ہے۔ حار العمل سخت اور کٹھن کام، اور قار العمل آسان کام۔ ت) اگر احیائاً کوئی اسے بطور جزم لکھ جاتا ہے تو اس پر گرفت ہوتی ہے کہ سابقہ مساق المنقول فی المذہب یہ اس مسئلے کو ایسا لکھ گیا گویا مذہب میں منقول ہے خود اسی رد المحتار وغیرہ کے مواضع عدیدہ سے نظر کرنے والوں کو یہ بیان عیاں ہو جائے گا یہاں بھی علامہ شامی نے وہی طریق برتا، یہ نہ فرمایا کہ نزول و صعود ممنوع یا بدعت شیعہ ہے بلکہ ابن حجر شافعی کا کلام نقل فرما دیا کہ ماخذ مسئلہ متمیز رہے، منقول فی الذہب ہونا درکنار اپنے کسی عالم مذہب کا مذکور نہ سمجھا جائے، وہی تحفظ امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ملحوظ رکھا، مسئلے کا حکم خود نہ لکھا جس سے جزم مفہوم ہو، بلکہ فرمایا بحث بعضہم بعض نے یوں بحث کی ہے، بحث وہیں کہیں گے جہاں مسئلہ نہ منقول ہو نہ صراحۃً کسی کلیہ نا مخصوصہ مذہب کے

تحت میں داخل ہو کہ ایسے کلیات سے استناد بحث و نظر پر موقوف نہیں مثلاً سوال کیا جائے کہ ایک لڑکے نے چھ مہینے پانچ دن چار گھڑی تین منٹ کی عمر میں ایک عورت کا دودھ پیا اس کی دختر اس پر حرام ہوئی یا نہیں؟ جواب ہوگا کہ حرام، یہ صورت خاصہ اگرچہ اصلاً کسی کتاب میں منقول نہیں مگر اسے ہر گز بحث فلاں نہ کہا جائے گا کہ کتب مذہب میں اس کلیہ عامہ کی تصریح ہے کہ مدت رضاعت کے اندر جو ارتضاع ہو موجب تحریم ہے، تو ثابت ہوا کہ علامہ شامی یا امام ابن حجر اسے کسی کلیہ مذہب کے نیچے بھی صراحۃً داخل ہونا نہیں مانتے ورنہ یہ قال ابن حجر و بحث بعضهم (ابن حجر نے کہا اور اس میں بعض نے بحث کی ہے۔ ت) پر اکتفا نہ کرتے، پھر بعضهم (کم از کم۔ ت) کے لفظ نے اور بھی اشعار کیا کہ یہ خیال صرف بعض کا ہے اکثر علماء اس کے مخالف ہیں لا اقل ان کی موافقت ثابت نہیں، خود علامہ شامی نے اسی ردالمحتار میں اس اشارہ و اشعار کی جابجا تصریح کی، در مختار میں نظم الفراد سے نقل کیا: ع

واعتاقہ بعض الائمة ینکر¹

(بعض ائمہ کا اسے آزاد قرار دینا ناپسند ہے۔ ت)

اس پر علامہ شامی نے اعتراض فرمایا ہے:

مفہوم قول بعض الائمة ینکر انہ یجوزہ اکثرہم ولم ینقل ذلك ² الخ	قولہ "بعض الائمة ینکر" کا مطلب یہ ہے کہ اکثر نے اس نے اسے جائز قرار دیا ہے الخ (ت)

بلکہ تصریح فرمائی کہ ایسی تعبیر اس قول کی بے اعتمادی پر دلیل ہوتی ہے، در مختار کتاب العصب میں تھا:

اختار بعضهم الفتوی علی قول الکرخی فی زماننا ³ ۔	ہمارے زمانے میں بعض نے امام کرخی کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ (ت)

شامی نے کہا:

ہذا من کلام الزیلعی اتی بہ لاشعار هذا التعبیر بعدم اعتمادہ ⁴ (ملخصاً)	یہ امام زیلعی کا کلام ہے ان کی یہ تعبیر واضح کر رہی ہے کہ یہ معتمد نہیں (ملخصاً)۔ (ت)

ردالمختار فصل صفۃ الصلوۃ میں تھا:

¹ در مختار کتاب الصيد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/ ۲۶۳

² ردالمختار کتاب الصيد مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۵/ ۳۳۹

³ در مختار کتاب العصب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲/ ۲۰۶

⁴ ردالمختار کتاب العصب مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۵/ ۱۳۳

لو بقی حرف اوکلمۃ فاتمہ حال الانحناء لاباس به عند البعض مذیۃ المصلی ¹ ۔	اگر ایک حرف یا کلمہ رہ گیا تھا جو نماز میں جھکنے کی حالت میں پورا گیا تو بعض کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں، منیۃ المصلیٰ (ت)۔

شامی نے لکھا:

قوله لاباس به عند البعض اشار بهذا الى ان هذا القول خلاف العتمد ² الخ	قوله "بعض کے نزدیک کوئی حرج نہیں" اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ قول معتمد کے خلاف ہے الخ (ت)

اس تقریر منیر سے بحمد اللہ تعالیٰ روشن ہو گیا کہ علامہ شامی خواہ امام ابن حجر کی تحریر اس دعوے جزم بکلم عدم جواز کے اصلاً مساعد نہیں بلکہ ہے تو مخالف ہے، اب رہی بعض کی بحث، اقول: اولاً وہ بعض مجہول ہیں اور مجہول الحال کی بحث مجہول المآخذ کیا قابل استناد بھی نہیں، اسی ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی میں ہے:

قول المعراج رأیت فی موضع الخ لایکفی فی النفل لجہالتہ ³ ۔	صاحب معراج کا قول کہ میں نے کسی جگہ پڑھا ہے الخ ان کے عدم علم کی وجہ سے نقل کے لئے کافی نہیں۔ (ت)

ہاں محتمل بلکہ ظاہر کہ وہ بعض ائمہ مجتہدین سے نہیں اور مقلدین صرف کہ کسی طبقہ اجتہاد میں نہ ہوں نہ خود اپنی بحث پر حکم لگا سکتے ہیں، نہ دوسرے پر ان کی بحث حجت ہو سکتی ہے والا لکان تقلید مقلد وهو باطل اجماً (ورنہ یہ مقلد کی تقلید ہو جائے گی اور وہ بالاتفاق باطل ہے۔ (ت) ثانیاً اس پر کوئی دلیل ظاہر نہیں، اگر کیے حادث ہے اقول مجرد حدوث اصلاً نہ شرعاً دلیل منع، نہ اس کی حجیت، علامہ شامی نے امام ابن حجر نے ان بعض کسی کو تسلیم، ردالمحتار میں ہے:

صاحب بدعة ای محرمة والا فقد تكون	صاحب بدعت محرمہ ہو گا ورنہ کبھی بدعت واجبہ

¹ در مختار واذا اراد الشروع فی الصلوة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۵/۱

² ردالمحتار واذا اراد الشروع فی الصلوة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۲۴

³ ردالمحتار کتاب النکاح، باب الولی مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۹/۲

ہوتی ہے جیسے کہ گمراہ فرقوں کی گمراہی کا رد کرنے کے لئے دلائل قائم کرنا اور علم نحو کا یکھنا جو کتاب وسنت کی تفہیم کے لئے ضروری ہے اور کبھی مستحب ہوگی جیسے کہ سرائے اور مدرسہ اور ہر نیکی کا کام جو پہلے دور میں نہ تھا، اور کبھی مکروہ ہوگی جیسے مساجد کو مزین کرنا، اور مباح ہوگی جیسے کھانے پینے اور لباس میں وسعت اختیار کرنا جیسا کہ امام مناوی نے شرح جامع صغیر میں تہذیب نوی سے بیان کیا، اور برکوی کی طریقہ محمدیہ میں بھی اسی طرح ہے۔ (ت)	واجبة كنصب الادلة للرد على اهل الفرق الضالة وتعلم لنحو المفهم للكتاب والسنة ومندوبة كاحداث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يكن في الصدر الاول ومكروبة كزخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذيد المأكّل والمشارب الصياد كما في شرح جامع الصغیر للمناوی عن تہذیب النوی ومثله فی الطريقة المحمدية للبرکوی^۱۔

امام ابن حجر فتح البین میں فرماتے ہیں:

حاصل یہ ہے کہ بدعت حسنہ کے مندوب ہونے پر اہل علم کا اتفاق ہے، میلاد شریف کرنا اور اس کے لئے لوگوں کا اجتماع بھی بدعت حسنہ ہی ہے۔ (ت)	الحاصل ان البدعة الحسنة متفق علی ندبها وعمل المولد واجتماع الناس له كذلك^۲۔

خود اسی قول میں بدعت کو قبیحہ شنیعہ سے متعید کرنا مشعر ہے کہ نفس بدعت مستلزم قبیح و شاعت نہیں معذایوں تو وہ محل جس پر یہ نزول و صعود ہوتا ہے یعنی ذکر سلاطین خود ہی بدعت تھا تو اس نزول و صعود کے ساتھ تخصیص کلام کی وجہ نہ تھی اسی رد المختار میں بعد نقل عبارت جامع الرموز:

پھر بادشاہ وقت کے لئے یہ دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اسے عدل واحسان کی توفیق دے لیکن بادشاہ کی مدح سرائی سے اجتناب کرے کیونکہ علماء نے کہا ہے کہ ایسا کرنا کفر اور خسارہ ہے جیسا کہ ترغیب وغیرہ میں ہے (ت)	ثم يدعو لسلطان الزمان بالعدل والاحسان متجنباً في مدحه عما قالوا انه كفر وخسران كما في الترغيب وغيره^۳۔

فرمایا:

اشار الشارح بقوله وجوز الى حمل قوله	شارح نے "یہ جائز ہے" کہہ کر اس طرف اشارہ

^۱ رد المختار باب الامامة مطلب البدعة خمسة اقسام مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۴۱۳ھ

^۲ فتح البین

^۳ رد المختار باب الجمعية مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱۴۱۹ھ

کیا ہے کہ "پھر دعا کرے" کے الفاظ جواز پر محمول ہیں ندب پر نہیں کیونکہ ندب حکم شرعی ہے اس کے لئے دلیل کا ہونا ضروری ہے، اور بحر میں ہے کہ یہ مستحب نہیں کیونکہ حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا یہ نئی ایجاد ہے اور خطبہ تو محض نصیحت کے لئے ہوتا ہے اھ تو خطبہ میں سلطان کے لئے دعا کرنا مستحب ہونے میں کوئی امر مانع نہیں جیسے کہ تمام مسلمانوں کے لئے اس میں دعا کی جاتی ہے کیونکہ سلطان کی اصلاح تمام جہاں کی اصلاح ہوتی ہے، اور جو بحر میں ہے کہ یہ نئی چیز ہے وہ اس کے منافی نہیں کیونکہ اس دور میں بادشاہ اور اس کے رفقاء اس دعا کے زیادہ محتاج ہیں کہ ان کی اصلاح ہو اور وہ دشمن پر غالب آئے اور بعض اوقات بدعت واجب یا مندوب ہوتی ہے اھ مختصراً (ت)	ثم يدعو على الجواز لا لاندب لانه حكم شرعي لا بدله من دليل وقد قال في البحر انه لا يستحب لما روى عن عطاء رضى الله تعالى عنه حين سئل عن ذلك فقال انه محدث وانما كانت الخطبة تذكير اھ ولا مانع من استحبابه فيها كما يدعى لعبوم المسلمين فان في صلاحه صلاح العالم وما في البحر من انه محدث لا ينافيه فان سلطان هذا الزمان احوج الى الدعاء له ولا مراعاة بالصلاح والنصر على الاعداء وقد تكون البدعة واجبة او مندوبة¹ اھ مختصراً۔

اگر کہنے زیادت علی السنۃ ہے اقول: یوں تو ذکر سلاطین بلکہ ذکر عمین کریمین وبتول زہر اور یحائتین مصطفیٰ وستہ باقیہ من العشرۃ المبشرۃ بلکہ ذکر خلفائے اربعہ بھی صلی اللہ تعالیٰ علی الحبيب وعلیہم جمیعاً وبارک وسلم سب سے زیادہ علی سنۃ المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹھہریں گے، زیادہ علی السنۃ وہ مکروہ ہے کہ باعتقاد سنت ہو ورنہ باعتقاد اباحت یا ندب زیادت نہیں۔ در مختار بیان سنن الوضوء میں ہے:

اگر کسی نے (تین سے) زائد بار اعضاء کو دھویا اور مقصد اطمینان قلب یا وضو پر وضو تھا تو اس میں کوئی حرج نہیں، باقی فرمان نبوی "ایسا کرنے والے نے زیادتی کی" اعتقاد (کہ) اس کے بغیر وضو نہیں ہوتا) پر محمول ہے۔ (ت)	لوزاد لطمأنينة القلب اولقصموضوء علی الوضوء لا بأس به وحديث فقد تعدى محمول علی الاعتقاد²۔

¹ رد المحتار باب الجمیعہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۵۹۹

² در مختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲

اسی ردالمحتار میں بدائع امام ملک العلماء سے ہے:

صحیح یہ ہے کہ یہ اعتقاد پر محمول ہے نفس فعل پر نہیں حتیٰ کہ اگر کسی نے اضافہ کیا یا کمی کی مگر عقیدہ یہ تھا کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو اسے وعید لاحق نہ ہوگی۔ (ت)	الصحيح انه محمول على الاعتقاد دون نفس الفعل حتى لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنة لا يلحقه الوعيد¹۔

خود علامہ شامی فرماتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ پہلے گزرا کہ ہمارے نزدیک فرمان نبوی "اس نے زیادتی کی" میں ممنوع اعتقاد ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں تصریح ہے، اور بدائع میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ اگر کسی نے اضافہ کیا یا کمی کی اور اعتقاد یہ رکھا کہ سنت تین دفعہ ہی ہے تو وہ گنہگار نہ ہوگا (آگے چل کر کہا کہ) وہ شخص جو نہر کے پانی میں وضو کرتے ہوئے اسراف کرتا ہے لیکن اس کے سخت ہونے کا اعتقاد نہیں کرتا لیکن اس کے سنت ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتا یہ اس شخص کی طرح ہے جس نے نہر سے برتن بھرا پھر اس میں واپس ڈال دیا، تو اس میں کوئی قباحت نہیں سوائے اس کے یہ عمل عبث ہے اس میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ مامور بہ وضو میں زائد شئی ہے پس اسی لئے حدیث میں ایسے کو اسراف کا نام دیا گیا ہے۔ قاموس میں ہے اسراف، فضول خرچی یا ایسی جگہ خرچ کرنا ہے جو مقام طاعت کے علاوہ ہو، مامور بہ سے زائد یا مقام طاعت کے علاوہ خرچ کرنے سے اس کا حرام ہونا لازم نہیں آتا البتہ	اقول قد تقدم ان السنه عنده في حديث قد تعدي محمول على الاعتقاد عندنا كما صرح به في الهداية وغيره وقال في البدائع انه الصحيح حتى لو زاد او نقص واعتقد ان الثلاث سنة لا يلحقه الوعيد (الى ان قال) ان من اسرف في الوضوء بماء النهر مثلاً مع عدم اعتقاد سنة ذلك، نظير من ملاء اناءً من النهر ثم افرغه فيه وليس في ذلك محذور سوى انه عبث لا فائدة فيه وهو في الوضوء زائد على المأمور به فلذا سمي في الحديث اسرافاً قال في القاموس الاسراف التبذير او ما انفق في غير طاعة ولا يلزم من كونه زائداً على المأمور به وغير طاعة ان يكون حراماً نعم اذا اعتقد سنيتها يكون قد تعدي وظلم لا اعتقاده ما ليس بقربة فاذ احمل علماءنا النهي على ذلك²۔

¹ ردالمحتار کتاب الطهارة مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱/ ۸۹

² ردالمحتار کتاب الطهارة مطبوعه مصطفى البابی مصر ۱/ ۹۸

اگر کہئے اس میں اندیشہ ہے کہ عوام سنت سمجھ لیں گے

اقول: اولاً وہی نقوض ہیں کہ یہ نفس اذکار بھی سنت نہیں تو اندیشہ یہاں بھی حاصل۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اندیشہ مذکور نہ فعل کو بدعت قبیحہ شنیعہ کر دیتا ہے نہ اس کے ترک کو واجب، بلکہ جہاں اندیشہ ہو صرف اتنا چاہئے کہ علماء کبھی کبھی اُسے بھی ترک کر دیں تاکہ عوام سنت نہ سمجھ لیں، اسے ناجائز و بدعت قبیحہ ہونے سے کیا علاقہ! فقیر غفر المولیٰ القدر نے اپنی کتاب رشاقتہ الکلام حاشیہ اذاتہ الامام میں اس کی بکثرت تصریحات ائمہ دین علماء معتمدین حنفیہ و شافعیہ و مالکیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے نقل کیں، اسی ردالمحتار میں فتح القدر سے ہے:

مقتضى الدليل عدم المداومة لا المداومة على التوك فان لزوم الايهام ينتفى بالتوك احياناً باختصار	دلیل کا تقاضا عدم مداومت ہے نہ کہ ترک پر مداومت کیونکہ کبھی کبھار ترک سے لازم و واجب ہونے کی نفی ہو جاتی ہے اھ باختصار (ت)

اب نہ رہا مگر ادعائے عبث کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، اور عبث ہر جگہ مکروہ ہے نہ کہ خود عبادت میں۔ اس کا جواب الف ثانی کے مکتوبات سے فاضل مجیب دوم سلمہ، نے بروجہ کافی نقل کر دیا جس سے اس کی مصلحت ظاہر ہو گئی اور توہم عبث زائل ہو لیا۔

وانا قول: وبالله التوفیق (اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) جن اعصار و امصار میں بعض نے یہ بحث کی وہاں اس فعل پر ایک نکتہ جمیلہ و دقیقہ جلیلہ اصول شرعی سے ناشی ہو سکتا ہے جس سے یہ فعل شرعاً نہایت مفید و مہم قرار پاتا اور بحث باحث کا اصلاً پتا نہیں رہتا ہے خطبے میں ذکر سلاطین اگرچہ محدث ہے مگر شعار سلطنت قرار پا چکا یہاں تک کہ کسی ملک میں کسی کی سلطنت ہونے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ وہاں اس کا سک و خطبہ جاری ہے، سلطنت اسلامی میں اگر خطیب ذکر سلطان ترک کرے موردِ عتاب ہوگا، مضر ہو تو گویا باغی اور سلطنت کا منکر ٹھہرے گا اور ایسی حالت میں مباح بلکہ مکروہ بھی بقدر اندیشہ فتنہ موکد بلکہ واجب تک مترقی ہوتا ہے، اسی ردالمحتار میں اسی مسئلہ ذکر سلطان میں ہے:

وايضاً فان الدعاء للسلطان على المنابر قد صار الآن من شعار السلطنة فمن تركه يخشى عليه ولذا قال بعض العلماء لو قيل ان الدعاء له واجب لما في تركه	سلطان کے لئے منبر پر دعا کرنا بھی اب سلطنت کے شعار میں سے ہو گیا ہے، جو اسے ترک کرے گا اس پر نقصان کا خدشہ ہے اس لئے بعض علماء نے فرمایا کہ اس میں کوئی بُعْد نہیں اگر یہ کہہ دیا جائے

من الفتة غالباً لم يبعد كما قيل به في قيام الناس بعضهم لبعض ¹ ۔	کہ سلطان کے لئے دعا کرنا واجب ہے کیونکہ اس کے ترک پر غالباً فتنہ اٹھنے کا اندیشہ ہوتا ہے جیسا کہ بعض لوگوں کے بعض کے لئے قیام کے بارے میں کہا گیا ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ صدہا سال سے اکثر سلاطین زماں فاسق ہیں، اس کافق اور کچھ نہ ہو تو حدود شرعیہ یک لخت اٹھا دینا اور خلاف شریعت مطہرہ طرح طرح کے ٹیکس اور جرمانے لگانا کیا تھوڑا ہے، اسی ردالمحتار آخر کتاب الاثر بہ میں سیدی عارف باللہ عبد الغنی نابلسی قدس سرہ القدسی سے ہے:

قد قالوا من قال سلطان زماننا عادل كفر ² ۔	علماء نے فرمایا جو ہمارے دور کے سلطان کو عادل کہے گا وہ کافر ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ جس طرح وہ خطبہ میں اپنا نام نہ لانے پر ناراض ہوں گے یوں ہی اگر نام بے کلمات مدح و تعظیم لایا جائے تو اس سے زیادہ موجب افروختگی ہوگا اور فاسق کی مدح شرعاً حرام ہے، حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

إذا مدح الفاسق غضب الرب واهتزله العرش ³ ۔	جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرش الہی ہل جاتا ہے اسے امام ابن ابی الدنیا نے ذم الغیبة، ابویعلیٰ نے مسند اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

خطباء جب کہ مجبوراً نہ اس میں مبتلا ہوئے ان بندگان خدا نے چاہا کہ اس ذکر کو خطبے سے علیحدہ بھی کر دیں کہ نفس عبادت اسی امر پر مشتمل ہے اور بالکل خطبے سے جدائی بھی نہ معلوم ہو کہ آتش فتنہ مشتعل نہ رہے اس

¹ ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۹۹

² ردالمحتار کتاب الاثر بہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۵/ ۳۲۷

³ شعب الایمان حدیث ۳۸۸۶ باب فی حفظ اللسان مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۲۳۰

کے لئے اگريوں کرتے کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے کچھ دیر خاموش رہتے اس کے بعد ذکر سلاطین کر کے بقیہ تمام کرتے تو یہ ہرگز کافی نہ تھا کہ مجلس واحد رہی اور مجلس واحد حسب تصریح کا نہ ائمہ جامع کلمات ہوتی ہے جو کچھ ایک مجلس میں کہا گیا گویا سب الفاظ دفعۃً واحدۃً صادر ہوئے۔

اور اس سے ایجاب کا قبول سے ربط تمام ہوگا بشرطیکہ وہ مجلس کے اندر ہی ہو ورنہ جب ایجاب لفظاً صادر ہوا اور ابھی تک قبول معرض وجود میں نہیں آیا اور جب وہ معرض وجود میں آیا تو ایجاب نہ تھا اور موجود کسی معدوم سے مرتبط نہیں ہو سکتا، ہدایہ وغیرہ میں ایسے ہی تحریر ہے (ت)

وعن هذا يتم ارتباط الإيجاب بالقبول إذا لحقة في المجلس والا في الإيجاب انما كان لفظاً صدر فعدم والقبول كم يوجد بعد و اذا وجد لم يكن الإيجاب موجوداً و الموجود لا يرتبط بالمعدوم كما افاده في الهداية وغيرها۔

لہذا یہ تدبیر نکالی کہ اس ذکر کے لئے زینہ زیریں تک اتر آئیں اور بقدر امکان مجلس بدل دیں کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے نیچے اترنا شرعاً اس کے قطع ہی کے لئے معہود ہے تو عموماً اجنبی خصوصاً بہ نیت قطع تبدیل مجلس و انفصال ذکر کا باعث ہوگا جس طرح تلاوت آیت سجدہ میں ایک شاخ سے دوسری پر جانے کو علماء نے تبدیل مجلس گنا ہے، اسی ردالمحتار میں ہے:

شاید وجہ یہ ہے کہ ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف منتقل ہونا اور کپڑا بنانے کے لئے تانا لگانا اعمال اجنبی اور کثیر ہیں جن کی وجہ سے مجلس حکماً مختلف ہو جاتی ہے جیسے کثیر کلام اور طعام سے مجلس بدل جاتی ہے جیسا کہ پیچھے گزرا کہ مجلس اور گھر، ہر ایسے کام سے حکماً تبدیل ہو جاتے ہیں جنہیں عرف میں ماقبل کام کو ختم کرنے والا کہا جاتا ہو اور ان افعال کے ایسا ہونے میں شک ہی نہیں اگرچہ یہ مسجد یا گھر میں سرزد ہوں بلکہ ان میں حقیقۃً تبدیلی آجائے گی کیونکہ مسجد حکماً ایک جگہ کی طرح ہوتی ہے

لعل وجهه ان الانتقال من غصن الى غصن و التسدية ونحو ذلك اعمال اجنبية كثيرة يختلف بها المجلس حكماً كاللکلام والا کل الكثیر لما مر من ان لمجلس او البيت يختلف حكماً ببباشرة عمل يعد في العرف قطعاً لما قبله ولا شك ان هذه الافعال كذلك وان كانت في المسجد او البيت بل يختلف بها حقيقة لان المسجد مكان واحد حكماً وبهذه الافعال المشتملة على الانتقال يختلف

حقیقۃ بخلاف الاکل فان الاختلاف فیہ حکمی ^۱ ۔	اور ان افعال جو انتقال پر مشتمل ہیں کی وجہ سے حکم مختلف ہو جائے گی بخلاف کھانے کے، کیونکہ اس میں اختلاف حکم ہوگا۔ (ت)

اس میں اس قدر ہوگا کہ بیچ میں خطبہ قطع کرنا ہو اس محذور کے دفعہ کو، اس میں کیا محذور جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح حدیث شاہزادوں کے لینے کے لئے خطبہ قطع فرما کر نیچے اترنا پھر اوپر تشریف لے جانا ثابت تو بعضہم کی بحث اصلاً متجربہ تھی۔ غرض نقل مذکور میں مدعی عدم جواز کے لئے کوئی محل احتجاج نہیں، جہاں صورت یہ ہو جو فقیر نے ذکر کی وہاں اس نزول و صعود سے یہی نیت کریں اور جب ذکر و مدح سلطان ترک نہ کر سکیں اس مصلح کے ترک کی کوئی وجہ نہیں اور جہاں ایسا نہ ہو جیسا ہمارے بلاد میں وہاں مدح میں الفاظ باطلہ و مخالفہ شرع ذکر کرنا خود حرام خالص ہے، خصوصاً کذب و شائع کو عبادت میں ملانا، تو اس کے لئے یہ نزول عذر نہیں ہو سکتا، اور جب مخالفت شرع سے پاک تو بہ نیت اظہار مراتب، جس طرح شیخ مجدد رحمہ اللہ تعالیٰ کے مکتوبات میں ہے: نزول و صعود ایک وجہ موجب رکھتا ہے اس صورت میں اس پر نکیر لازم نہیں، ہاں عوام سے اندیشہ اعتقاد سنیت کے سبب علماء کو مناسب کہ گاہ گاہ اس نزول و صعود بلکہ خود ذکر سلطان اعز اللہ نصرہ کو بھی ترک کریں ورنہ دعائے سلطان اسلام محبوب و مندوب ہے اور اس نیت کے لئے نزول و صعود میں بھی حرج نہیں، اور بے دلیل شرعی مسلمانوں پر الزام گناہ و ارتکاب بدعت شنیعہ باطل مبین، پس احق بالقبول حکم مجیب ثانی ہے ہذا ملاحظہ فرمائی (یہ مجھ پر واضح ہوا ہے۔ ت) واللہ سبیلہ و تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵۰: از ڈاک خانہ مہر گنج چڑکی ضلع بریال مکان منشی عبدالکریم مرسلہ محمد حسین صاحب ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

ایک فریق اسمہ دود میاں متوطن فورید فوری اند صلوۃ جمعہ را بملک بنگالہ بلکہ ہند را حرام گویند چرا بجا شہرست بمصداق قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وینفذ الاحکام ویقیم الحدود ایں تعریف نیست مگر اجرت تسبیح و تہلیل وغیر ذلک اخذ می کند و یک جماعت صلوۃ جمعہ را می خوانند و ایں دیار را	ایک فریق جو فورید فوری میں رہائش پذیر ہیں ان کو دود میاں کہا جاتا ہے ان کے نزدیک بنگالہ بلکہ تمام ہندوستان میں جمعہ حرام ہے کیونکہ یہاں جو شہر ہیں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کہ (وہاں حاکم احکام نافذ کرے اور حدود جاری کرے) کی تعریف پر پورے نہیں اترتے، حالانکہ

^۱ رد المحتار باب سجود التلاوة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۵۷۴

شہر گویند بمطابق قول صاحبین وهو قول البعض وهو موضع اذا اجتمع اهلہ فی اکبر مساجدہ لم یسعہم فہو مصر بمصدق ایں کہ ملک بنگالہ و ہند را شہر بگویند و نماز مذکور در وادائی کنند مگر اجرت تسبیح تہلیل را حرام گویند و ایں گویند بمطابق قول امام اعظم حرام است و نزد صاحبین جائزست مگر قول متقدمین را اتباع می کنم و متاخرین در پائے قدم علی ہذا القیاس ایں ہر جماعت تنازع می کنند۔	وہ تسبیح و تہلیل پر اجرت لیتے ہیں ایک جماعت _____ جمعہ ادا کرتی ہے اور اس علاقہ کو صاحبین کے قول کے مطابق شہر قرار دیتی ہے، اور بعض کا قول ہے کہ شہر کی اس تعریف "ہر جگہ جس کی سب سے بڑی مسجد میں وہاں کے تمام لوگ جمع ہوں تو وہ ان کی گنجائش نہ رکھتی ہو" کے مطابق ملک بنگالہ اور تمام ہندوستان کو شہر کہتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں تسبیح و تہلیل پر اجرت حرام کہتے ہیں کہ امام اعظم کے قول کے مطابق حرام اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے مگر میں مقتدین کے قول کی اتباع کرونگا نہ کہ متاخرین کی، علی ہذا القیاس یہ دونوں جماعتیں آپس میں تنازع کر رہی ہیں۔ (ت)

الجواب:

آنکہ گویند المصر مالا یسع اکبر مساجدہ اہلہ نہ مذہب امام ست نہ قول صاحبین بلکہ روایت نادرہ مرجوحہ است و حاجت باونیست امصار دیار ہند و بنگالہ بلاشبہ شہر ہائے دارالاسلام ست و جمعہ در انہا فرض و ترک او معصیت شدیدہ و انکار اوضالات بعیدہ در مذہب امام و سائر ائمہ ما مصر آنست کہ کوچہا و بازار ہائے دائمہ داشتہ باشند و مراورار و ستاہا باشند چنانکہ اورادر اصلاح حال ضلع یا پرگنہ خوانند و در و حالکے باشند کہ بہ حشمت و سطوت خود وادستم زدہ از ستمگراں توان گرفت اگرچہ نہ گیرد ہمین ست معنی ینفذ الاحکام و یقیم الحدود الا از ہند و بنگالہ چہ گوئی خود حریمین محترمین نیز از مصریت خارج شوند و اقامت جمعہ انجا	یہ جو شہر کی تعریف کر رہے ہیں کہ وہ مقام جس کی سب سے بڑی مسجد وہاں کے لوگوں کے لئے گنجائش و وسعت نہ رکھتی ہو یہ مذہب امام ہے نہ صاحبین کا قول بلکہ روایت نادرہ مرجوحہ ہے اور اس کی حاجت بھی نہیں ہندوستان اور بنگالہ بلاشبہ شہر دارالاسلام ہیں ان میں جمعہ فرض ہے اس کا ترک سخت گناہ اور اس کا انکار شدید گمراہی ہے، امام اعظم اور باقی ائمہ کے ہاں شہر وہ ہوتا ہے جس کے کوچے ہوں اور دائمی بازار ہوں اور اس کے لئے دیہات ہوں جنہیں موجودہ اصطلاح میں ضلع یا پرگنہ کہا جاتا ہے اور وہاں کوئی نہ کوئی ایسا حاکم ہو جو اتنے اختیارات رکھتا ہو کہ مظلوم کو ظالم سے انصاف دلا سکے اگرچہ وہ عملاً ایسا نہ کر رہا ہو "وہ احکام کو نافذ کر سکے اور

حدود قائم کر کے "کا بھی معنی ہے ورنہ ہند اور بنگلہ کی کیا بات ہوئی خود حرمین شریفین بھی شہر کی تعریف سے خارج ہو جائیں گے اور وہاں جمعہ حرام ہوگا کیونکہ حدود کا قیام صدیوں سے ختم اور بند ہو گیا ہے اور تسبیح و تہلیل پر اجرت لینا جائز نہیں کیونکہ کرایہ واجرت امور مباحہ میں ہوتی ہے نہ کہ امور طاعت و معصیت میں جیسا کہ ابن عابدین شامی رد المحتار، عقود الدریۃ اور شفاء العلیل میں اس کی تحقیق کی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	حرام زیر کہ حدود از صدہا سال مفقود مسدود شدہ است و بر تسبیح و تہلیل اجرت خواند گزفتن روانیست اجارہ در امور مباحہ باشند نہ در طاعت و معصیت کما حقہ المولیٰ بن عابدین الشامی فی رد المحتار والعقود الدریۃ وشفاء العلیل واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵۱: از کلنتہ دھرم تلہ اسٹریٹ مرسلہ مولوی عبدالمطلب صاحب ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

اللہ تعالیٰ کی حمد اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہوئے، حنفی علماء کرام کا اس مسئلہ میں کیا فرمان ہے کہ اہل دیہات پر جمعہ لازم ہے یا نہیں؟ جواب کافی سے نواز رثواب کامل حاصل کریں۔ (ت)	حامداً ومصلياً، ما قولكم ايها العلماء الكرام من الاحناف العظام في هذه المسئلة ان صلوٰۃ الجمعة واجبة على اهل القرى ام لا بينوا بجواب شاف توجروا بثواب واف۔

الجواب:

جمعہ اہل دیہات پر لازم نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جمعہ تکبیرات تشریق، عید الفطر، عید الاضحیٰ کی نماز صرف جامع شہر یا بہت بڑے شہر میں ہی ہو سکتی ہے، فتح القدیر میں ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان "پس تم اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف بھاگو" ائمہ کے ہاں بالاتفاق مطلق نہیں کیونکہ جمعہ کا قیام جنگوں میں بالاتفاق جائز نہیں اور امام شافعی کے نزدیک دیہات میں جمعہ نہیں ہو سکتا تو یہاں	الجمعة على اهل القرى ليست بواجبة لقوله عليه الصلوٰۃ والسلام لا جمعة ولا تشریق ولا صلوٰۃ فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او فی مدینة عظيمة¹۔ وفي فتح القدیر ان قوله تعالیٰ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ لَيْسَ عَلَىٰ اِطْلَاقِهِ اتِّفَاقًا بَيْنَ اَلْاِمَةِ اِذْ لَا يَجُوزُ اِقَامَتُهَا فِي الْبَرَارِىِ اجْمَاعًا وَلَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ عِنْدَهُ فَكَانَ خُصُوصَ الْمَكَانِ مَرَادًا

¹ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ راجی ۱۰۱۲

ف: مصنف ابن شیبہ میں یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً منقول ہے۔ نذیر احمد

بالا اتفاق جگہ کہ تخصیص کرنا ہوگی، امام شافعی نے دیہات کی تحقیق کی اور ہم نے شہر کی، اور شہر حدیث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے اولیٰ ہے اور اس کا معاوضہ اگر دوسرے کے عمل سے ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس پر تقدیم ہوگی اور یہ تقدیم کیوں نہ ہو کہ ہمارے مذکور معنی کے خلاف معارضہ ثابت ہی نہیں اسی لئے صحابہ سے یہی منقول ہے کہ جب انھوں نے علاقے فتح کئے تو فقط شہروں میں جامع مسجد اور منبر بنائے نہ کہ دیہاتوں میں، اور اگر وہ دیہاتوں میں بناتے تو ان کا یہ عمل منقول ہوتا خواہ کوئی ایک ہی روایت ہوتی، اور یہ بھی مسلم ہے کہ جمعہ حضور علیہ السلام پر مکہ میں قبل از ہجرت فرض ہوا جیسا کہ امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے لیکن وہاں کفار کی وجہ سے آپ نے جمعہ قائم نہ فرمایا جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے مدینہ طیبہ ہجرت کی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چودہ دن تک قبیلہ بنو عمر و بن عوف کے ہاں ٹھہرے رہے مگر آپ نے وہاں جمعہ قائم نہ فرمایا، یہ دلیل ہے اس پر کہ دیہات میں جمعہ نہیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں جمعہ قائم فرماتے اور باوجودیکہ امام بخاری نے صحیح روایت کیا کہ لوگ جمعہ پاتے تھے، اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھر اور عوالی سے جمعہ کے لئے آتے پس وہ غبار میں آتے تو انھیں غبار پہنچتی

فیہا اجباعاً فقدّر الشافعی القرية الخاصة وقدرنا المصّر وهو اولیٰ لحديث علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولو عورض بفعل غیرہ کان علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقدماً علیہ فکیف ولم یتحقق معارضة ما ذکرنا ایاہ ولہذا لم ینقل عن الصحابة انہم حين فتحو البلاد اشتغلوا بنصب المنابر والجمع الا فی المصار دون القرى ولو کان النقل ولو احاداً¹ ایضاً ان الجمعة فرضت علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وهو بمكة قبل الهجرة² کما اخرجه الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلم یکن اقامتها من اجل الکفار فلما هاجر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ومن هاجر معه من اصحابه الى المدينة لبث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بنی عمر و بن عوف اربعه عشر ایام ولم یصل الجمعة فهذا دلیل علی عدم الجمعة فی القرى والا لصلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمعة ومع ان البخاری روى فی صحیحہ کان الناس یتنابون وفی رواية یتناولون الجمعة من منازلهم والعوالی فیأتون فی

¹ فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۲۳/۲

² فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعة مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۲۳/۲

الغبّار فيصيبهم الغبار والعرق ويخرج منهم العرق¹ الحديث وفي القدوري ولا تصح الجمعة الا في مصر جامع او في مصلى المصر ولا تجوز في القرى² قال مولنا بحر العلوم في اركانہ تحت قوله تعالى يا ايها الذين امنوا اذا نودي للصلاة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع (اي يحرم البيع ويجب السعي الى الجمعة بعد سماع النداء) ثم ان البيع قد يطول الكلام فيه فيفوت الخطبة او الجمعة لان التجار يتكون صفقا تهم في هذا الزمان ولذا منع من النداء الاول³ فالبيع والشراء في المصر ظاهر وقال ايضا فيه ويكره للمريض وغيره من المعذورين ان يصلوا الظهر يوم الجمعة بجماعة، والاباس بالجماعة للظهر للقروي لان الجمعة جامعة للجماعت في المصر⁴ - فعلم ان شرط المصر لوجوب الجمعة مشروع لانه جرى التوارث من لدن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الى هذا الان ان لا يصلى الجمعة

اور پسینہ آتا، اور قدوری میں ہے کہ جمعہ کے لئے شہر کی جامع یا شہر کی عید گاہ کا ہونا ضروری ہے دیہاتوں میں جمعہ جائز نہیں، مولنا بحر العلوم "ارکان الاسلام" میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی "اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے ندا دی جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ کر آؤ اور بیچ ترک کر دو" کے تحت لکھتے ہیں یعنی اذان کے بعد بیچ حرام ہے اور جمعہ کی طرف سعی لازم ہے پھر بیچ میں گفتگو طویل ہو جانے کی وجہ سے جمعہ اور خطبہ فوت ہو جاتا ہے کیونکہ ایسے وقت تاجر سودا ختم نہیں کرتے اور اسی لئے ندا اول کے وقت ہی سے اس سے منع کر دیا گیا پس بیچ و شراء کا شہر میں ہونا ظاہر ہے، اور وہاں یہ بھی فرمایا کہ مریض اور دیگر معذور لوگوں کے لئے جمعہ کے دن جماعت کے ساتھ ظہر ادا کرنا مکروہ ہے البتہ دیہاتی لوگوں کے لئے ظہر کی جماعت میں کوئی حرج نہیں کیونکہ شہر میں جمعہ تمت جماعتوں کا جامع ہوتا ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ وجوب جمعہ کے لئے شہر کا شرط ہونا مشروع ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات سے لے آج تک یہی متواتر ہے کہ اہل دیہات جمعہ نہیں پڑھتے،

¹ صحیح البخاری باب من این توفی الجمعة الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۳۱ھ

² المختصر للقدوری باب صلوٰۃ الجمعة مطبوعہ مطبع مجیدی کراچی ص ۳۹

³ رسائل الارکان فصل فی الجمعة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۱۸

⁴ رسائل الارکان فصل فی الجمعة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۱۱۸

تو صاحب قدوری کے قول پر مقلدین کے لئے عمل لازم ہے کیونکہ ان کا قول مذہب حنفی کے مطابق ہے اور جمہور فقہاء محققین نے اسی کی اتباع کرتے ہوئے اسے ہی رائج قرار دیا ہے اور علماء احناف میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا جیسا کہ در مختار میں ہے تو ہم پر اس کی اتباع لازم ہے جسے انھوں نے رائج کہا اور اس کی تصحیح کی جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں اس پر ہمیں فتویٰ دیتے تو اسی کی اتباع کی جاتی اور حق ہی اتباع کے لائق ہے اور وہ مقلد جو اس کی مخالفت کرے اس کا حکم جائز نہیں جیسا کہ در مختار پر ہے بہر حال اپنے مذہب کے خلاف مقلد کی قضاء اصلاً نافذ ہوگی صحت جمعہ کے لئے شہر کا شرط ہونا جمہور احناف کے ہاں ثابت ہے اور اس میں کسی کو انکار نہیں، ہاں تعریف شہر میں ان کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہر وہ جگہ جہاں نہ منتقل ہونے والی آبادی ہو اور وہاں چالیس مکلف آدمی مقیم ہوں تو وہاں جمعہ لازم ہو جاتا ہے، ہمارے مذہب میں اس بارے میں روایات مختلف ہیں، ظاہر الروایت میں ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں کوئی ایسا امام یا قاضی ہو جو اقامتِ حدود کی طاقت رکھتا ہو، فتح القدر میں ہے کہ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں شہر وہ ہوگا جس میں محلے اور بازار ہوں اور ایسا والی ہو جو مظلوم کی

اہل البدو والقری فاعمل علی قول صاحب القدوری لازم علی المقلدین لانه قوله مطابق لمذہب الحنفی واتبوعہ ورجحہ جمہور فقہاء المحققین ولم ینکرہ احد من علماء الحنفیین کما فی الدر المختار فعلینا اتباع مارجحہ وما صححہ کما لو افتونا فی حنی وتہم¹ الحق احق بالاتباع والمقلد الذی یخالفہ فحکم غیر جائز کما فی الدر المختار واما المقلد فلا ینفذ قضائہ بخلاف مذہبہ اصلاً² فشرط المصر لصحة الجمعة محقق عند الجمہور الحنفیة بلانکار احدلکن البتة فقال الامام الشافعی موضع فیہ بنیان غیر منتقلة ویکون المقيمون اربعون رجلا من اصحاب المكلفين فاذا كان كذلك لزمت الجمعة واختلفت الروایات فی مذہبنا ففی ظاہر الروایات بلدة لها امام اوقاضی یصلح الاقامة الحدود۔ و فی فتح القدير قال الامام ابو حنیفة المصر کل بلدة فیہا سکک واسواق وبها رساتيق ووال ینصف المظلوم من الظالم وعالم یرجع الیہ

¹ در مختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۵/۱

² در مختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۵/۱

فریاد رسی کر سکے اور ایسا عالم ہو جس کی طرف لوگ مختلف پیش آنے والے واقعات میں رجوع کر سکیں، امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ شہر وہ جگہ ہے جہاں کے رہائشی اتنے ہوں کہ وہاں کی سب سے بڑی مسجد ان کے لئے ناکافی ہو، ہدایہ میں ہے یہ امام بلخی کا مختار ہے اور فساد زمانہ اور امراء کا فتنہ دیکھتے ہوئے اکثر مشائخ نے اسی پر فتویٰ دیا، اور امام ابو یوسف سے یہ روایت بھی ہے کہ ہر وہ جگہ شہر ہے جہاں دس ہزار مرد مقیم ہوں یہ بھی روایت ہے کہ ہر وہ مقام جہاں ایسا امیر یا قاضی ہو جو احکام کو نافذ اور اقامت حدود کا اختیار رکھتا ہو، امام کرخی نے اسی کو اختیار فرمایا ہدایہ، بعض کی رائے یہ ہے کہ وہاں ہر صاحب صنعت ساہا سال سے اس طرح رہتا ہو کہ اسے دوسری صنعت کی محتاجی نہ ہو، بعض کی رائے یہ ہے کہ اگر وہاں دشمن حملہ آور ہو تو ان سے دفاع ممکن ہو بعض نے کہا کہ وہاں ہر روز کوئی نہ کوئی پیدا ہو اور کوئی نہ کوئی مرے، بعض نے کہا کہ وہاں کے رہائشی لوگوں کی تعداد کا علم بغیر مشقت کے نہ ہو سکے، ہمارے زمانے کی ضرورت کے پیش نظر تعریف شہر میں اکثر فقہاء کا مختار اور متاخرین کا مفتی بہ قول وہی روایت ہے جو امام بلخی کی مختار ہے وہ مقام شہر ہے جس کی سب سے

من الحوادث¹ وروایۃ عن الامام ابی یوسف المصر موضع یبلغ المقیمون فیہ عدد الایسع اکبر مساجد ایاہم فی الہدایۃ وھو اختار البلخی² وبہ افتی اکثر المشائخ لما رأوا فساد اهل الزمان والولایۃ وعنه ایضاً کل موضع فیہ یسکن عشرة الاف رجل، و عنه ایضاً ان کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وھو اختیار کرخی³ کذا فی الہدایۃ وقال بعضهم ھو ان یعیش کل محترف بحرفتہ من سنة الی سنة من غیر ان یحتاج الی حرفة اخرى وقال بعضهم ھو ان یکون بحال لو قصد ھم عدو یسکنھم دفعہ وقال بعضهم ان یولد فیہ کل یوم ویبوت فیہ انسان، وقال بعضهم ھو ان لا یعرف عدد اھلہ الا بکلفة ومشقة فمختار اکثر الفقہاء مراعاة لضرورة زماننا والمفتی بہ عند جمہور المتاخرین فی تعریف المصر الروایۃ المختارة للبلخی ای

¹ فتح القدیر باب الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۲۴/۲

² الہدایۃ باب الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ عربیہ کراچی ۱۳۸/۱

³ الہدایۃ باب الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ عربیہ کراچی ۱۳۸/۱

مألا يسع أكبر مساجده اهلہ المكلفون بها، وقال ابوشجاع هذا حسن ما قيل فيه وفي الولوالجية وهو صحيح¹ بحر وعليه مشى في الوقاية ومتن المختار وشرحه وقدمه في متن الدرر على قول الآخر وظاهره ترجيحه وايدة صدر الشريعة بقوله لظهور التواني في احكام الشرع لاسيما في اقامة الحدود في الامصار² وكل موضع يصدق عليه التعريف المذكور فهو مصر تجب الجمعة على اهلہ والا فلا تجب سواء ذلك الموضع يتعارف بلفظ القرية او دونها غير المصر، فالان هو لاحق في حكم المصر شرعاً لا عرفاً لتطبيق تعريف المتأخرين وهذا احسن وما لا يصدق عيه التعريف المذكور فهو ليس بمصر شرعاً و عرفاً ففي لفظ القرية اعتبار ان شرعاً بحيث ترسم به وبحيث لا ترسم به ففي الاول تصح الجمعة وهي مدينة عظيمة او قرية كبيرة وفي الثاني لا تصح الجمعة وهي قرية صغيرة ومفازة ومثلها كما يدل عليه عبارة القهستاني وتقع فرضاً في القصبات والقرى الكبيرة فيها اسواق³ - وفي البحر لا تصح في قرية ولا مفازة لقول

بڑی مسجد وہاں کے مکلف لوگوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو شیخ ابوشجاع کہتے ہیں کہ ان تعریفات میں یہ حسن ہے، ولو الحیة میں ہے کہ یہی صحیح ہے، بحر، وقایہ، متن مختار اور اس کی شرح میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے، اور متن درر میں اسے ہی دوسری قول پر مقدم کیا اور ظاہراً ترجیح اسی کو ہے، صدر الشریعہ نے اپنے اس قول سے تائید کی ہے کہ کیونکہ احکام شرع خصوصاً اقامت حدود میں سستی واقع ہو چکی ہے، ہر وہ جگہ جس پر تعریف صادق آرہی ہو وہ شہر ہے اور وہاں کے رہنے والوں پر جمعہ لازم ہوگا اور اگر تعریف صادق نہ آئے تو وہاں جمعہ نہیں ہوگا خواہ وہ قریہ کے نام سے متعارف ہو یا کسی اور نام سے، تو اب وہ مقام متأخرین کی تعریف کے مطابق حکم مصر میں شرعاً ہوگا نہ کہ عرفاً اور یہی احسن ہے، اور جس پر تعریف مذکور صادق نہ ہو وہ شرعاً شہر ہے نہ عرفاً لفظ قریہ میں شرعاً دو اعتبار ہیں ایک وہ جس کی یہ تعریف کی گئی، دوسری وہ جس کی یہ تعریف نہ ہو سکے، پس پہلے میں جمعہ صحیح ہے اور بڑا شہر یا قصبہ ہے اور در سرے میں جمعہ صحیح نہیں اور یہ دیہات ہے اور جنگل کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ اس پر قہستانی کی عبارت دال ہے کہ قصبات اور بڑے دیہاتوں جن میں بازار ہوں جمعہ فرض ہوتا ہے، اور بحر میں ہے کہ قریہ اور جنگل میں جمعہ نہیں ہو سکتا

¹ بحر الرائق باب صلوۃ الجمعة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۴۰۲ھ

² شرح الوقایہ باب الجمعة مطبوعہ المکتبہ الرشیدیہ دہلی ۱۴۰۱ھ

³ جامع الرموز فصل صلوۃ الجمعة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۶۱/۱

کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جمعہ، تکبیرات تشریق، نماز عید الفطر اور اضحیٰ مصر جامع یا بڑے شہر کے سوا نہیں ہو سکتیں، پھر کہا اہل شہر کے علاوہ یہ کسی پر لازم نہیں طحاوی میں اس طرح ہے، تو ان دونوں کے درمیان عموم و خصوص کی نسبت ہے تو دلائل مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ بالاتفاق فرضیت جمعہ مخصوص ہے تو اگر ایسے اہل دیہات جمعہ قائم کریں جسے شرعاً شہر نہیں کہا جاسکتا تو ان کے ذمے سے ظہر ساقط نہ ہوگی، اور اگر وہ تنہا ادا کریں گے تو انھوں نے کبیرہ کا اتکاب کیا کیونکہ واجب کا ترک ہوا یہی نوافل جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی وجہ سے ظہر کی جماعت ترک کردی اور یہ عظیم قباحت ہے۔ واضح رہے کہ جمعہ تمام جماعتوں کا جامع ہے، ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کی جماعت کو متفرق اور کم کرنا ہے بخلاف اہل دیہات کے کہ وہاں جمعہ لازم نہیں تو وہاں ظہر کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جمعہ کے لئے تفریق و تقلیل کا سبب نہیں ان کے لئے تو یہ دن جماعت کے ساتھ بلا کراہت ظہر ادا کرنے کے لحاظ سے دیگر دنوں کی طرح ہی ہے مجالس البرار، تو وہ شخص جو کہتا ہے کہ جمعہ اور ظہر کے درمیان خطبوں کے علاوہ کوئی فرق نہیں، جمعہ ہر جگہ ظہر کی طرح ادا ہو جاتا ہے خواہ شہر ہو یا دیہات یا اور کوئی مقام ہو، اس کا تارک فاسق اور مردود ہے تو ایسے قول کا قائل گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے اور اس کا تعلق مقلدین سے

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا جمعة ولا تشریق ولا صلوة فطر ولا اضحی الا فی مصر جامع او مدینة عظيمة ثم قال فلا تجب علی غیر اهل المصر¹ کذا فی الطحاوی فبینہما عموم و خصوص فثبت بالذکر المذکورہ فرضیة الجمعة مخصصة بالاجماع فان صلی الجمعة اهل قرية لا ینال لها مصر شرعاً لا یسقط الظہر عن ذمته وان صلی الظہر فرادی یعصو بکبيرة لتروک الواجب ای الجماعة الظہر بأداء جماعة النفل وهذا من قباحة عظيمة. اعلم ان الجمعة جامعة للجماعات وفي اداء الظہر بالجماعة تفريق الجماعة عن الجمعة وتقليلها فیها بخلاف اهل القرى اذ لا جمعة عليهم. ولا یفرض اداء الظہر بالجماعة الی تفريق الجمعة و تقليلها فیکون ذلك فی حقهم کسائر الايام فی جواز اداء الظہر بالجماعة من غیر کراہة مجالس الابرار فقول من یقول ما الفرق بین الجمعة والظہر غیر الخطبتین وصحت الجمعة بلا کراہة فی کل موضع مثل الظہر سواء کان ذلك الموضع مصر او قرية او غیره وتارکها بلا عذر فاسق وعاص، مردود وقائله ضال مضل

¹ بحر الرائق باب صلوة الجمعة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۰۲ھ

لیس منا المقلدین وعلی المقلدین اجتناب عن اقواله وافعاله واحتراز عن مصاحبتہ ومخالطتہ واللہ اعلم وعلیہ احکم کتبہ احقر الوری ابوالفیض محمد حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ۔	نہیں، اس کے اقوال وافعال، اس کی محبت و مخالطت سے مقلدین کو احتراز کرنا لازم ہے، اللہ تعالیٰ کا علم کامل واکمل ہے، کتبہ احقر الوری ابوالفیض محمد حبیب الرحمن عفا اللہ عنہ۔ (ت)

الجواب:

الذی یدعی عموم الجمعة کل محل ولا یخصه بمصر ولاقریة فقد خالف الاجماع وهو ضلال بلاتزاع وقد اجتمع ائمتنا علی اشتراط المصر لها وان الاشتغال به فی القری تکرہ تحریماً لکونه اشتغالا بمالا یصح کما فی الدر ¹ وغیره وقد حققنا المسئلة فی رسالتنا لوامع البها وغیر ما موضع من فتاونا واما المصر فالصحيح فی تعریفه ما هو ظاهر الروایة عن امامنا الاعظم رضی اللہ تعالیٰ کما بیناه فی فتاونا بمالا مزید علیہ واما لایسع اکبر مساجده اهلہ فغیر صحیح عند المحققین کما نص علیہ فی الغنیة وکفی قاضیا علیہ بالبطان ان مکة والمدینة تخرجان علیہ من المصر وتنبع الجمعة فیہما لان اتساع مسجدیہما لایوف مؤفة من یرد الیہما من الافاق مشاهد مرئی فضلا عن اهلہما خاصة۔ واللہ تعالیٰ اعلم	جو شخص یہ دعوٰی کرتا ہے کہ جمعہ ہر مقام پر ہوتا ہے اس کے لئے کسی شہر اور دیہات کی تخصیص نہیں، وہ بالاتفاق اجماع کے مخالف اور گمراہ ہے ہمارے ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جمعہ کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے دیہاتوں میں جمعہ کا قیام مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ نادرست کام میں مشغول ہونا ہے جیسا کہ درر وغیرہ میں ہے، اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ لوامع البہا اور اپنے فتاویٰ میں متعدد جگہ کی ہے، شہر کی صحیح تعریف جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ظاہر الروایت میں منقول ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اس کی وہ تفصیل دی جس پر اضافہ دشوار ہے، رہی یہ تعریف کہ "جس جگہ کی سب سے بڑی سے بڑی مسجد اس کے باشندوں کی گنجائش نہ رکھتی ہو" محققین علماء کے ہاں درست نہیں، جیسا کہ اس پر غنیہ میں تصریح ہے اور اس تعریف کے بطلان پر یہی دلیل کافی ہے کہ اس صورت میں مکہ المکرمہ اور مدینہ طیبہ دونوں ہی شہر نہ ہوں اور ان میں جمعہ کی نماز منع ہو کیونکہ یہ مشاہدہ ہے کہ وہ تو مشرق تا مغرب آنے والے زائرین سے نہیں پر ہوتیں، چہ جائیکہ وہاں کے لوگوں کے لئے کافی نہ ہوں، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۳/۱

مسئلہ ۱۳۵۲: از بنگال

کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ جمعہ کی اذانِ ثانی میں مقتدیوں کو بھی مناجات کرنا اور جمعہ و عیدین کے خطبہ کو بسم اللہ شریف سے شروع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ جواز کہتے ہیں عدم جواز کی دلیل چاہتے ہیں۔

الجواب:

اذانِ ثانی کا جواب امام دے مقتدیوں کو ہمارے امام کے نزدیک جائز نہیں صاحبین اجازت دیتے ہیں تبیین الحقائق میں اول کو احوط کہا اور نہایہ میں ثانی کو واضح، تو عمل اول ہی پر ہے کہ وہی قولِ امام ہے، اور اگر کوئی ثانی پر عمل کرے تو اس سے بھی نزاع نہ چاہئے کہ تصحیح اُس طرف بھی ہے ابتدائے خطبہ میں بسم اللہ کہنے کے جواز میں تو شک نہیں کہ منع شرعی نہیں مگر آہستہ کہے، کتابوں میں جس قدر لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اعوذ آہستہ پڑھ کر خطبہ شروع کرے کما فی الہندیہ وغیرہا (جیسا کہ ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵۳: از نصیر آباد محلہ تیلیان مرسلہ محمد عمر صاحب ۲۶ شوال ۱۳۳۶ھ

داود ولد محمد علی عرف پیر جی پیش امام مسجد دودھیان نصیر آباد مورخہ ۵ جولائی ۱۹۱۸ء بروز جمعہ خطبہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے اور جب خطبہ اول ختم کر کے دعا کے لئے بیٹھے اُس وقت دو شخصوں نے کھڑے ہو کر سنت پڑھنا شروع کی تب مسٹی داود مذکور بالانے کچھ خطبہ ثانی پڑھ کر فرمایا کہ سنتوں کا خطبہ اول و ثانی میں پڑھنا ناجائز ہے اور جب خطبہ میں نام محمد مقتدی سنیں تو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا ناجائز ہے، آیا یہ مسئلہ جو مسٹی داود نے بیان کیا قرآن شریف و حدیث کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کی نسبت جو خطبہ میں محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا ناجائز نہ جانتا ہو اس کے حق میں از روئے شرع شریف میں کیا حکم ہے آیا خارج اسلام ہے یا نہیں؟ اور مسلمانوں کو ایسے عقیدہ والے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جس کا ذکر اوپر ہوا ہے جائز ہے یا نہیں؟ شیخ محمد عمر نصیر آباد رسول بخش اوور سیر، محمد اکبر خان، قمر الدین کلرک۔ نور محمد مستری۔ لعل محمد

الجواب:

اطراف و اقطار سے ہمارے معزز اہلسنت بھائی حفظہم اللہ تعالیٰ بعض سوالات بعض مسائل فقہیہ کی نسبت بھیجتے ہیں ان سوالوں میں جو قول کسی کا نقل کرتے ہیں اسے وہابیت وغیرہ ضلالتوں سے کچھ علاقہ نہیں ہوتا خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ شخص چنین و چننا ہے جواب استفتاء میں یہاں خط ملحوظ نہیں ہوتا خصوصاً بارہا وہ بات جو اس شخص کی طرف نسبت کی فی نفہ صحیح ہوتی ہے اب اس کی تصحیح کیوں نہ کیجئے، کہ بات صحیح ہے اور تصحیح کیجئے تو عوام ذہن میں وہابی وغیرہ ضالین کی باتوں کا صحیح ہونا آتا ہے جس سے اندیشہ ہے کہ وہ اس کی اور باتوں

کو بھی صحیح یا مشکوک ہی سمجھنے لگیں، اور یہ ان کے دین کا نقصان ہے، وہابی ہو یا کوئی کافر، یہودی، مجوسی، بت پرست وغیرہم کسی کی سب باتیں جھوٹی نہیں ہوتیں کوئی نہ کوئی بات ہر شخص سچ کہتا ہے، فقہ حنفی تو متعدد اشخاص مثل زحشری وزاہدی ومطرزی معزلہ گزرے ہیں ان کے اقوال فروغِ فقہ میں نقل ومسلم ہوتے ہیں اور عقائد میں وہ لوگ گمراہ بددین ہیں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے، بلاشبہ صحیح مذہب یہی ہے کہ دونوں خطبوں کا سننا فرض ہے اور کسی خطبے کے وقت نہ سنتیں پڑھنے کی اجازت، نہ اللہ عزوجل کا نام پاک سن کر عزشانہ وغیرہ نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ زبان سے کہنے کی اجازت کہ بحالت خطبہ سلام وکلام مطلقاً حرام ہے، ہاں دل میں جل جلالہ، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہیں، درمختار میں ہے:

إذا خرج الإمام فلا صلوة ولا كلام الى تمامها خلا قضاء فائتة لم يسقط الترتيب بينها وبين الوقتية، فإنها لا تكره سراج وغيره لضرورة صحة الجمعة والا لا في حرم كلام ولو تسبيحاً أو امر بمعروف بل يجب عليه ان يسمع ويسكت¹ - (ملخصاً)	جب امام آجائے تو اب اتمام تک نہ کلام نہ نماز جو فوت شدہ نماز کی قضاء کے علاوہ ہو جبکہ اس میں اور وقتی نماز میں ترتیب ساقط نہ ہوئی ہو، لہذا قضاء میں کراہت نہیں تاکہ جمعہ صحیح ہو، سراج وغیرہ، اور اگر ایسی صورت نہیں تو کلام حرام خواہ ایک تسبیح ہی کیونہ ہو، اسی طرح امر بالمعروف بھی، بلکہ اس پر لازم ہے کہ خطبہ سنے اور خاموش رہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

ينصت ان قرأ الامام آية ترغيب او ترهيب كذا الخطبة فلا يأتي بما يفوت الاستماع لو كتابة او رد سلام وان صلى الخطيب على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الا اذا قرأ آية صلوا عليه فيصلى عليه المستمع سرا بنفسه وينصت بلسانه عملاً بامر صلو وانصتوا² - ملخصاً واللہ تعالیٰ اعلم	جب امام کوئی آیت ترغیب یا ترہیب پڑھے تو مقتدی خاموش رہے، اسی طرح خطبہ کا معاملہ ہے، پس ایسا کام نہ کرے جس سے سماع فوت ہوتا ہو اگرچہ کتابت ہی کیونہ ہو یا سلام کا جواب دینا ہو اگرچہ خطیب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھ رہا ہو البتہ جب خطیب آیت صلوا علیہ کہے تو سننے والادل میں آہستہ درود شریف پڑھ لے اور زباں سے خاموش رہے تاکہ دونوں حکموں درود شریف پڑھو اور خاموش رہو پر عمل ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۳/۱

² در مختار فصل وبجسر الامام الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۱/۱

مسئلہ ۱۳۵۴: از او دیپور میواڑ راجپوتانہ مہارانا اسکول مرسلہ مولوی وزیر احمد صاحب مدرس ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ جمعہ کے دن جب خطیب خطبہ پڑھتا ہے تو کتاب میں دیکھ کر پڑھتا ہے اور ایک شخص یہاں بے دیکھے کتاب پڑھتا ہے لہذا فرمائیں دونوں میں کس کا عمل موافق سنت ہے؟

الجواب:

دیکھ کر اور زبانی نفس ادائے حکم میں یکساں ہیں مگر زبانی اوفق بالنسۃ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵۵: از منبی اسٹیشن باندہ محلہ نواپارہ مسجد مرسلہ محمد جہانگیر صاحب امام مسجد مذکور ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ جناب مولانا صاحب حجۃ قاہرہ مجد دماۃ حاضرہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گزارش یہ ہے کہ یہ رسالہ آپ کی خدمت میں روانہ کر کے عرض کیا جاتا ہے کہ اس میں آپ کی مہر ہے اور آج کل یہاں دعاء بین الخطبتین میں تنازع ہے تو ہم لوگ اس رسالہ پر آپ کی مہر دیکھ کر عمل کر لیا ہے کیونکہ آپ کی دستخط تحریر ہیں اور چند علمائے ہند نامی کی بھی دستخطیں تحریر، اس وجہ سے لوگوں نے بے دغدغہ عمل کر لیا ہے تو اسی واسطے آپ کی خدمت میں ارسال کر کے عرض ہے کہ دستخط آپ کے موجود ہیں اور دیگر علمائے ہند نامی گرامی کی تحریر ہے تو عمل کریں یا نہ کریں اور اس رسالہ میں جو دلیلیں تحریر ہیں صحیح ہیں یا نہیں، جیسا آپ تحریر فرمائیں آما کیا جائے۔

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، دعائیں الخطبتین ہر گز ایسی چیز نہیں ہے جس سے ممانعت پر کچھ بھی زور دیا جائے ایسے مسائل میں تفرقہ اندازی، فتنہ پرداز، جدال پسندی، فریق بندی وہی لوگ کیا کرتے ہیں جو اس کے ذریعہ شہرت چاہتے ہیں، فقیر کی عبارت کہ اس رسالہ میں منقول ہوئی ہے کہ اس میں بہت قطع و بریدہ کمی کی گئی ہے میرا مسلک اس میں ہمیشہ یہ رہا ہے کہ خود میرے سامنے مقتدین دعا کرتے ہیں اور میں کبھی منع نہیں کرتا اور یہی مسلک میرے آباء کرام اور محققین اعلام کا رہا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ اجمعین، خود منبی میں بھی میں نے جمعہ پڑھایا اور حاضرین نے بین الخطبتین دعائیں مانگیں اور میں نے نہ اس وقت منع کیا نہ بعد کو، اس رسالہ میں بہت اغلاط فاحشہ ہیں اور بہت اکاذیب باطلہ ہیں، یہاں تک کہ صحیح حوالوں کو جھٹلایا ہے اور خود محض جھوٹا حوالہ کتاب پر گھڑ کر دیا ہے ان امور کی تفصیل اور مسئلہ کی تحقیق جمیل ایک رسالہ ہو سکتی ہے مسلمانوں کو سمجھ لینے کو اتنا کافی ہے کہ یہ شخص اور اس کے استاذ دیوبندی ہیں گنگوہی کے شاگرد اور گنگوہی و تھانوی کے مداح، اور یہ وہ ہیں کہ علماء کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور فرمادیا کہ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر

جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے، نہ کہ وہ جو انھیں عالم دین جانے اور چنان و چنیں مانے، والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵۶: ہادی حسن خاں ازکاپور نئی سڑک ۱۵ صفر ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک دیہات ہے جس کی آبادی تقریباً پانچ سو کے ہے اور اس میں ایک ایسی مسجد ہے کہ اگر اس گاؤں کے مکلفین اس میں جمع ہوں تو مسجد پر نہ ہوگی اور اس کے قریب دودو کوس پر کئی قصبے ہیں تو اس گاؤں میں از روئے مذہب حنفی نماز جمعہ و عیدین جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

باجماع جملہ ائمہ حنفیہ اس میں جمعہ و عیدین باطل ہیں اور پڑھنا گناہ، تمام متون و شروح و فتاویٰ میں ہے: شرط صحتها المصبر^۱ (جمعہ کی صحت کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

صلوة العيد في القرى تكررة تحريماً لانه اشتغال بما لا يصح لان المصبر شرط الصحة ^۲ ۔	دیہاتوں میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل میں مشغول ہونا ہے جو درست نہیں کوئلہ اس کی صحت کے لئے شہر کا ہونا شرط ہے۔ (ت)

خود نہ پڑھیں گے حکم پوچھا جائے گا تو فتویٰ یہ دیں گے جہاں نہیں ہوتے قائم نہ کریں گے بایں ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں منع نہ کریں گے۔ در مختار:

كراهية تحريماً صلوٰة مطلقاً او نفلاً مع شروق الا العوام فلا يمتنعون من فعلها لانهم يتركونها والاداء الجائز عند البعض اولى من الترك ^۳ ۔ (ملخصاً)	طلوع آفتاب کے وقت ہر نماز مکروہ تحریمی ہے خواہ نفل ہو لیکن عوام کو نماز پڑھنے سے روکا نہیں جائے گا کیونکہ وہ بالکل ترک کر دیں گے، اور جو بعض کے نزدیک جائز ہو اس کا بجالانا ترک سے اولیٰ ہوتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله فلا يمتنعون افاد ان المستثنى المنع	قوله "فلا يمتنعون" واضح کر رہا ہے کہ استثناء،

^۱ در مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۹/۱

^۲ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۳/۱

^۳ در مختار کتاب الصلوٰة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۶۱/۱

لا الحکم بعدم الصحة عند ناقله عند البعض ای بعض المجتہدین کالامام الشافعی هنا ۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم	منع کا ہے نہ کہ عدم صحت کے حکم کا ہمارے نزدیک، قولہ عند البعض یعنی بعض مجتہدین مثلاً امام شافعی کے نزدیک اس مقام پر جواز کا قول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۵۷: عبد الستار ابن اسمعیل از رنگون ۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شہر میں جمعہ کی نماز پڑھانے والا دیوبندی یا بدعتیہ اور دوسری کسی مسجد میں بھی جمعہ نہ ہوتا ہو یا تمام مساجد جہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہے ان کے امام بد مذہب ہوں تو ایسی صورت میں اہل سنت جمعہ کو ترک کرے یا کوئی اور حکم ہے؟ نیز ایسا ہی عیدین کی نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

جب صورت ایسی ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ کسی مسلمان صالح امامت کو اپنا امام مقرر کریں اس کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھیں، جمعہ قائم کرنے کے لئے اگر کوئی مسجد بنائیں تو اذن عام مسلمین و اشتہار کے ساتھ کسی میدان خواہ مکان میں پڑھیں اور اگر اس پر قدرت نہ ہو اور سب مساجد کے امام دیوبندی یا وہابی یا غیر مقلد یا نجری یا مرزائی وغیرہم مرتدین ہیں تو فرض ہے کہ ظہر تنہا پڑھیں ان لوگوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے جیسے کسی بت پرست یا آریہ کے پیچھے یہ ترک جمعہ نہ ہوا کہ وہ جو پڑھ رہے ہیں لغو و باطل حرکت ہے نماز ہی نہیں، اور ان کی اقتداء بوجہ حرام قطعی ہے بلکہ ان کے عقائد پر مطلع ہو کر پھر بھی انھیں قابل امامت جانے تو کافر ہو جائے من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر (جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا اس نے کفر کیا۔ ت) ہاں اگر کہیں ایسا بد مذہب ہو جس پر حکم کفر نہیں جیسے تفضیلیہ، اور سنی کی امامت نہ مل سکے تو اس کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۵۸: از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک دوسری بستی میں جمعہ ہوتا ہے لوگ وہاں جا کر جمعہ پڑھتے ہیں اب و باء یعنی ہیضہ وغیرہ آگیا ہو تو ایسی حالت میں اس ہیضہ والی بستی میں جا کر جمعہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر یہ جگہ حوالی شہر ہے تو دوسری جگہ نہیں اسی کا حصہ ہے ورنہ اگر خود شہر ہے تو بغیر و با بھی یہیں جمعہ

۱ رد المحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۳/۱

قائم کیا جائے نہ کہ دوسری جگہ پڑھنے جائیں، اور اگر گاؤں ہے تو ان پر جمعہ نہیں بحالت وباء وہاں نہ جائیں، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۵۹: از بہنی بنجر ضلع منڈلا مسئلہ عبدالستار صاحب پبلی بھیتی ۳ رجب ۱۳۳۷ھ
کیا خطبہ جمعہ کھڑے ہو کر سننا جائز ہے؟

الجواب:

خطبہ سننے کی حالت میں حرکت منع ہے اور خطبہ بلا ضرورت کھڑے ہو کر سننا خلاف سنت ہے، عوام میں یہ معمول ہے کہ خطیب آخر خطبہ میں ان لفظوں پر پہنچتا ہے ولذکر اللہ تعالیٰ اعلیٰ تو اس کے سنتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں یہ حرام ہے کہ ہنوز ختم نہ ہوا چند الفاظ باقی ہیں اور خطبہ کی حالت میں کوئی عمل حرام ہے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶۰: از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروز پور پنجاب مطبع سرکاری مرسلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ: کیا فر ماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مسجد میں جمعہ بامامت خود پڑھا یا دوسری مسجد میں ایک ضرورت کی وجہ آجانے سے خود مقتدی ہو کر بھی جمعہ پڑھا، اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

کوئی حرج نہیں جبکہ امامت پہلے کر چکا ہو فان التنفل بالجمعة غیر ممنوع (جمعہ کو نقل بنانا منع نہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶۱: از شہر مسئلہ شوکت علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا قول ہے علمائے اہلسنت وجماعت کا اس مسئلہ میں کہ شہر میں بہت جگہ نماز ہوتی ہے تو ہر وہ مسجد جس میں جمعہ ہوتا ہے جامع مسجد ہے اور جامع مسجد کی فضیلت رکھتی ہے یا وہی ایک مسجد جو متصل قلعہ کے جامع مسجد مشہور ہے اور شہر میں بہت جگہ جمعہ ہونے میں کچھ ممانعت تو نہیں ہے اور جمعہ میں کم از کم کے آدمی ہوں جو نہ ہو سکے اور زیادہ ثواب شہر کس مسجد میں ہے؟

الجواب:

جامع مسجد وہی ایک مسجد ہے شہر میں متعدد جگہ جمع ہونے کی ممانعت نہیں، جمعہ کے لئے کم سے کم امام کے

سواتین آدمی ہوں مگر جمعہ و عیدین کا امام ہر شخص نہیں ہو سکتا وہی ہوگا جو سلطان اسلام ہو یا اس کا نائب یا اس کا ماذون، اور ان میں کوئی نہ ہو تو بضرورت جسے عام نمازی امام جمعہ مقرر کر لیں، جمعہ کا زیادہ ثواب جامع مسجد میں ہے مگر جبکہ دوسری جگہ کا امام اعلم و افضل ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶۲: از جرودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سید الطاف حسین صاحب زمیندار و گورنمنٹ پرنسز ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہماری بستی میں تین مسجدیں ہیں اور تینوں میں بیوقوفانہ اجتماع نماز ہوتی ہے آٹھ سات حافظ قرآن ہیں، دو تین حاجی الحرمین الشرفین ہیں، دس پندرہ اچھی فارسی اور دو تین کچھ عربی فارسی پڑھے ہوئے ہیں، ایک صاحب مدرسہ طیبہ دہلی کے سند یافتہ اور تین چار عطائی طبیب ہیں، ایک شخص آنکھیں بناتا ہے، ایک قرآن مکتب ہے جس میں دس بارہ طالب علم قرآن شریف حفظ کرتے ہیں، اس کے علاوہ ایک گورنمنٹی مدرسہ ہے ڈاک خانہ بھی موجود ہے، پانچ چھ آدمی انگریزی داں ہیں جن میں بی اے اور ایف اے بھی ہیں پندرہ سولہ آدمی گورنمنٹی ملازم ہیں جو دس روپیہ سے تین سو روپیہ تک تنخواہ پاتے ہیں ایک شخص گورنمنٹ سے تیس روپیہ پنشن پاتا ہے، تین چار دکانیں ہیں جن میں ضرورت کی تمامی اشیاء ہمہ وقت دستیاب ہوتی ہیں، تین چار بازار ہیں، دو پنواڑی کی ایک عطاء کی دکان ہے، تین چار گھر قصابوں کے ہیں، پانچ چھ پختہ مکانات ہیں، سات پختہ کنویں بستی میں آبوشی کے ہیں سوائے گڑڑیوں اور چماروں کے ہندو کوئی آباد نہیں، قربانی وغیرہ آزادی سے ہوتی ہے زمیندار مسلمانوں کی ہے، بھنگی، سقہ، بڑھئی، لوہار، حجام وغیرہ پیشہ ور سب آباد ہیں قریباً بارہ سو کی مردم شماری ہے، ہمیشہ سے جمعہ کی نماز ہوتی رہی ہے جس میں کبھی کبھی تین تین سو آدمیوں کا مجمع ہو جاتا ہے، اب بعض بعض حضرات معترض ہیں کہ اس بستی میں جمعہ و عیدین کی نماز جائز نہیں اور چند اشخاص نے جمعہ کی نماز ترک بھی کر دی ہے، حالانکہ موجودہ مذکورہ کی موجودگی میں نماز جمعہ و عیدین ترک کی جائے یا بدستور پڑھی جائیں۔

الجواب:

اگر وہ پرگنہ ہے اس کے متعلق دیہات ہیں اور ایسی حالت میں ضرور جانب سلطنت سے کوئی حاکم وہاں فصل خصوصیات و فیصلہ مقدمات کے لئے ہوتا ہے مثلاً تحصیلدار وغیرہ جب تو وہ شہر ہے اور اس میں اداۓ جمعہ و عیدین ضرور لازم، اور ان کا تارک گنہگار و آثم۔

اس پر شہر کی وہ صحیح تعریف صادق آرہی ہے جو ظاہر الروایۃ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

فقد صدق علیہا حد المصبر الصحیح المروی فی ظاہر الروایۃ عن الامام الاعظم

مروی ہے کہ وہ بڑا شہر جس میں کوچے اور بازار ہوں اور کوئی نہ کوئی والی ہوا (ت)	رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہا بلدة فیہا سکک واسواق ورساتیتق وفيہا وال ¹ الخ

اور اگر وہ پرگنہ نہیں یا وہاں کوئی حاکم فصل مقدمات پر مقرر نہیں مگر زمانہ سلطنت اسلام میں وہ ایسا تھا اور جب سے اس میں جمعہ ہوتا تھا تو اب بھی پڑھا جائے گا۔ صلوٰۃ مسعودی باب ۳۳ میں ہے:

جائے راکہ حکم شہر دادند بعد ازاں خرابی پذیرد آں حکم شہر باقی ماندتا اگر ایشانب سلطان باجمع درانجا نماز آدینہ گزارند روا بود ² ۔	وہ جگہ جسے شہر قرار دیا گیا خرابی کے بعد بھی وہ حکم شہر رکھتا ہے اگر نائب سلطان نماز جمعہ باجماعت ادا کرے تو اب بھی ادا ہوگا۔ (ت)

اور اگر دو دنوں صورتیں نہیں تو مذہب حنفی میں وہاں جمعہ وعیدین نہیں پھر بھی جبکہ مدت سے قائم ہے اسے اکھاڑا نہ جائے گا، نہ لوگوں کو اس سے روکے گا مگر شہرت طلب،

قال الله تعالى أَسْمِعْتِ اللَّيْلِي يَنْفَعِي ۖ عَبْدًا إِذَا صَلَّي ۖ ³ وفيه عن أمير المؤمنين علي كرم الله وجهه۔ والله تعالى اعلم۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "بھلا دیکھو تو جو منع کرتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے" اور اسی آیت کے تحت حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک روایت ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶۳: از کراچی صدر بازار دفتر انجمن جمعیتہ الاحناف مرسلہ ابوالرجاء غلام رسول صاحب ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ جناب تقدس مآب، مجمع مکارم اخلاق، منبع محاسن اشفاق، سرایا اخلاق نبوی، مظہر اسرار مصطفوی۔ سلطان العلماء اہلسنت، برہان الفضلاء الملتہ، قدوة شیوخ الزمان، مولانا المحدث، بحر العلوم، العکفرت، امام الشریعت والطریقت، مجدد مائتہ حاضرہ، متع اللہ المسلمین، بطول بقائکم ودامت علی روس المسترشیدین فیوضا تم ویرکا تم، بعد سلام مسنون واشتیاق روز افزوں آنکہ بحکم مشاوروا (مشورہ طلب کرو۔ ت) حضرت سے التماس ہے ایک عرصہ ہوا غربائے اہلسنت کراچی کی صدائے محزون نے تاحال کوئی اثر پیدا نہیں کیا، جمعہ وعیدین جماعت کی جیسی کچھ تکلیف ہے ناقابل بیان ہے لہذا دعا فرمائے، اس وقت حضور پر نور وارث سجاد رسالت مآب

¹ فتح القدیر باب الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۲۴/۲

² صلوٰۃ مسعودی باب ۳۳ در بیان نماز آدینہ مطبع احمدی بمبئی، اندیا ۴/۲۱

³ القرآن ۹۱۰/۹۶

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اللہ تعالیٰ جناب کی دعا کی برکت سے ہم فقیروں کے لئے جامع اہلسنت پیدا کر دے کہ صدر کے مسلمانانِ اہلسنت فریضہ جمعہ ادا کر سکیں، صدر میں دو مسجدیں ہیں، اس وقت دونوں پر تصرف ایسی طاقتوں کا ہے کہ جن کے نزدیک دینداری اور مذہب معاذ اللہ جنون ہے یا اہلسنت کی موجودہ مشہور و متعارف صورت کہ جس پر ہم اور ہمارے شیوخ کرام ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ شرک و بدعت ہے لہذا جامع احباب و متعلقین تراویح و فرائض ایک کرایہ کے مکان میں جو وسیع اور قابل انعقاد محافل ہے ادا کر لیا کرتے ہیں جمعہ جا کر ایک مسجد جو صدر سے قریباً میل بھر کے فاصل پر ہو گی یا کم و بیش پہنچ کر ادا کر لیتے ہیں لیکن بعض کو یہ مسجد قریب پڑ جاتی ہے اور بعض کو وقت ہوتی کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے مکان میں جو کرایہ کا مکان ہو جمع ہو کر جمعہ و عیدین ادا کر سکتے ہیں جناب مجددیہ سے جو فرمان ہو خواہ ہاں یا نہ، قوم کو اور میری تسلی ہو جائے گی۔

الجواب:

جناب محترم ذی المحجد والکرم اکر اللہ تعالیٰ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، جمعہ کے لئے شہر کا یا فنائے شہر کے سوانہ مسجد شرط ہے نہ بنا، مکان میں بھی ہو سکتا ہے میدان میں بھی ہو سکتا ہے اذن عام درکار ہے، بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

السلطان اذا صلی فی دارہ ان فتح باب دارہ جاز وان لم یأذن للعامة لا تجوز ¹ ۔ (ملخصاً)	سلطان نے اگر اپنی دار میں نماز جمعہ پڑھی اگر دروازہ کھلا تھا تو جائز اور اگر عوام کو شرکت کی اجازت نہ تھی تو جائز نہیں۔ (ت)

در مختار میں ہے:

یشترط لصحتها البصر او فنائه وهو ماحوله لاجل مصالحه كدفن الموتى وركض الخيل ² (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم۔	صحتِ جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر کا ہونا ضروری ہے فنائے مراد شہر کے ارد گرد جگہ ہے جو شہر کی ضروریات کے لئے بنائی گئی ہو، مثلاً قبرستان اور گھڑ دوڑ کے لئے جگہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶۳: از حبیب والا ضلع بجنور تحصیل دھامپور مرسلہ منظور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بستی ہے جس کی کل آبادی قریب ۹۰۰ کے ہے اور اس میں

¹ بدائع الصنائع فصل فی بیان شرائط الجمعہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۹۹/۱

² در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع جنتبائی دہلی ۱۰۹/۱

ہر چیز بھی وقت پر نہیں مل سکتی، لہذا ایسی بستی میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟ وجوب صلوٰۃ کے لئے کیا شرائط ہیں؟ مدلل بیان ہوں۔

الجواب:

جمعہ صرف شہر فنائے شہر میں جائز ہے ورنہ نہیں۔ شہر وہ بستی ہے جس میں متعدد کوچے دائم بازار ہوں، اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں فیصلہ مقدمات پر کوئی حاکم مقرر ہو، وجوب جمعہ کی سات شرطیں ہیں:

(۱) حریت (۲) ذکوریت (۳) عقل (۴) بلوغ (۵) شہر میں اقامت (۶) اتنی صحت کہ حاضر جماعت ہو کر پڑھ سکے (۷) عدم مانع مثل جس وخوف دشمن و باران شدید وغیرہ

ان کی تفصیل اور بعض استشاد در مختار وغیرہ میں وقد ادخلنا البصر وقدرة المشی فی الصحة (ہم نے صحت میں بینائی اور چلنے کی قدرت کو شامل کیا ہے) اور اس کے صحیح ہونے کی سات شرطیں ہیں:

(۱) شہر یا فنائے شہر

(۲) سلطان اسلام یا اس کا نائب یا ماذون یا بضرورت جسے عام مسلمین نے امام جمعہ بنایا ہو،

(۳) وقت ظہر ختم تک باقی رہنا۔

(۴) خطبہ وقت ظہر میں

(۵) قبل نماز کم از کم تین مسلمان مرد عاقلوں کے سامنے خطبہ ہونا۔

(۶) جماعت سے ہونا جس میں کم از کم تین ایسے مرد ہوں۔

(۷) جمعہ کے اذن عام ہونا بلا وجہ شرعی کسی کی روک نہ ہو۔

بیان دلائل سے کتب لبریز ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶۵: از مولیس پور برہما رسلہ محمد واحد خطیب مسجد قبرستان نئی بستی ۲۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کہ ائمہ مساجد احناف کو نواب صدیق حسن خاں کی تصنیف کا خطبہ ہر جمعہ و عیدین میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں اور حنفیہ کے نزدیک کون سا خطبہ معتبر ہے؟

الجواب:

صدیق حسن خاں غیر مقلد لامذہب تھا اس کی تصنیف کا خطبہ اہلسنت کو پڑھنا نہ چاہئے لان فیہ تنویہا بذکرہ

وترو و یجا لمکرہ و ذلک لایجوز (کیونکہ اس میں اس کے ذکر کا احترام اور اس کے مکر کی ترویج ہے اور یہ جائز نہیں۔ ت) خصوصاً اگر اس میں اپنے مذہب کی خباثت درج کی ہو جب تو قطعاً حرام ہے خطب ابن نماز مصری اچھے ہیں اور اب ہند میں علمی کے خطبے، مگر اردو اشعار خطبہ میں پڑھنا مناسب نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۶۶: از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص خطبہ میں آیہ قرآنی میں تعوذ و تسمیہ پڑھتا ہے حالانکہ سلف سے کہیں یہ بدعت ثابت نہیں، اگر یہ مسنون ہوتا تو کہیں بھی علمائے کرام سے ثابت ہوتا، خصوصاً ہمارے ہادی مرشد حضرت مولانا صاحب مجدد ملت حاضرہ یعنی آپ خود ایسا تجویز فرماتے، اب یہ تجدید خلاف ائمہ سلف کے ہوئی، کہاں تک ناجائز ہے؟

الجواب:

خطبہ میں آیہ قرآنی سے پہلے اعوذ پڑھنا چاہئے اور اگر وہ آیت ابتدائے سورہ ہے تو بسم اللہ شریف بھی، فقیر کا ہمیشہ اسی پر عمل ہے، اور اگر سر آیت پر بھی بسم اللہ پڑھ لے گا حرج نہیں، ردالمحتار میں ہے:

فی الامداد و فی المحيط یقرأ فی الخطبة سورة او آية فاذا اقرا سورة تامة یتعوذ ثم یسی قبلها وان قرأ آية قیل یتعوذ ثم یسی و اکثر هم قالوا یتعوذ ولا یسی ^۱ ۔ (ملخصاً) واللہ تعالیٰ اعلم	امداد اور محیط میں ہے کہ خطبہ میں سورت یا آیت پڑھی جائے، جب سورۃ پڑھے تو تعوذ پڑھے پھر بسم اللہ اگر ایک آیت ہی پڑھنی ہو، بعض نے کہا تعوذ پڑھے پھر تسمیہ، اور اکثر کی رائے یہ ہے کہ تعوذ پڑھے اور تسمیہ نہ پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۶۷: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسؤلہ مولوی رمضان علی صاحب بنگالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں خطبہ نہیں ملا اور وقت بھی تنگ ہو گیا جو اور مسجد سے تلاش کر کے لائے اور امام صاحب کہ کوئی خطبہ نہیں دیا تھا تو اس صورت میں کس طرح نماز ادا کی جائے گی اور اگر بغیر خطبہ نماز پڑھ لی تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب:

نماز جمعہ بے خطبہ باطل ہے، خطبہ مختصر کافی ہے، ایسا شخص امام جمعہ نہیں ہو سکتا جو خطبہ نہ پڑھ سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ ردالمحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱/۵۹۸

مسئلہ ۱۳۶۸: از شہر کانپور توپ خانہ بازار قدیم مسجد صوبیدار مرحوم معرفت مولانہ مولوی حافظ عبید اللہ صاحب مرسلہ محمد جعفر ۶ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مجموعہ خطب علمی کا پڑھنا نماز جمعہ و عیدین میں جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ اس خطبہ میں کچھ اشعار اردو کے بھی شامل ہیں اسی وجہ سے تمام ہندوستان کے لوگ جن کی زبان اردو ہے اس کو بہت شوق سے سنتے ہیں اور اکثر بزرگ اس خطبہ کو بکثرت نماز جمعہ و عیدین میں پڑھا کرتے ہیں سید محبوب علی شاہ صاحب سکندریہ حیدر آباد دکن جو مرید بھی کرتے ہیں اور وعظ بھی فرماتے ہیں انھوں نے بمبئی محلہ کمائی پورہ گلی نمبر ۵ میں باآواز بلند بعد نماز جمعہ یہ فرمایا کہ مجموعہ خطب علمی کا پڑھنا اور سننا نماز جمعہ و عیدین میں ناجائز ہے اس سے نماز نہیں ہوتی ہے کیونکہ علمی کا مذہب رافضی تھا، لہذا بکمال ادب مستدعی ہوں کہ اس مسئلہ میں شرعاً کیا حکم ہے، آیا مجموعہ خطب علمی کا پڑھنا اور سننا نماز جمعہ و عیدین میں ناجائز ہے یا نہیں، اور علمی کا مذہب کیا تھا؟ علمی نے خطبہ میں صحابہ کرام کی تعریف اور مدح بھی کی ہے مع حوالہ کتاب مطلع فرمائے، کہ نماز جمعہ و عیدین مجموعہ خطب مذکور بالا پڑھنے سے جائز ہوگی یا نہیں؟ اور درحقیقت اگر علمی کا مذہب اہلسنت والجماعت تھا تو جو شخص علمی کو رافضی کہے اس کے حق میں کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، اور اس کا مرید ہونا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب:

مولانا محمد حسن علمی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سنی صحیح العقیدہ اور واعظ و ناصح اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مداح اور میرے حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے شاگرد تھے انھیں رافضی نہ کہے گا مگر کوئی ناصبی یا خارجی، دکنی صاحب نے اگر کسی کی سنی سنائی بے تحقیق کہہ دی تو یہ آیہ کریمہ:

فَتَّبِعْنَاهُ إِنَّ تَصِيبُوا لَكُمْ بِهَا لَكُمْ فَصَبُّوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ لَا تَذْكُرُوا مَوْتَكُمْ ۝۱	تحقیق کر لو کہیں جہالت کی وجہ سے کسی قوم پر حملہ آور نہ ہو جاؤ تو پھر تم اپنے کئے پر نادم ہو جاؤ۔ (ت) کا خلاف کیا،

صحیح حدیث:

لاتذکروا موتکم الا بخیر ^۲ رواہ البخاری وغیرہ۔	اپنے فوت شدگان کو اچھائی سے یاد کیا کرو، اسے بخاری وغیرہ نے روایت کیا۔ (ت)

^۱ القرآن ۶/۴۹

^۲ اتحاف السادة المتقين کتاب آفات اللسان الافیة الثامنة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۹۱/۷ — ۴۹۰

اور حدیث صحیح:

کفًا بالبرء کذاباً ان یحدث بکل ماسع ^۱ رواہ مسلم وغیرہ۔	کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ سنی سنائی بیان کر دیتا ہے، اسے مسلم وغیرہ نے روایت کیا۔ (ت)

آیت کارشادیہ ہے کہ غیر ثقہ کی خبر خوب کی تحقیق کر لو کہیں کسی کو جہالت سے آزار دے بیٹھو پھر اپنے کئے پر پچھتاتے ہو، اور حدیث اول کا کہ اپنے اموات کو خیر ہی سے یاد کرو اور دوم یہ کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کو یہ بہت ہے کہ جو کچھ سنے اس پر اعتبار کر کے لوگوں سے بیان کر دے اور اگر اپنی طرف سے کہا تو آفت سخت تر ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من ذکر امرأ بما لیس فیہ لیعیبہ بہ حبسہ اللہ فی نار جہنم حتی یأتی بنفاذ ما قال فیہ ^۲ ۔	جو کسی کے عیب لگالے کو وہ بات بیان کرے جو اس میں نہیں اللہ اسے نار جہنم میں قید کرے گا یہاں تک کہ اپنے کئے کی سند لائے۔

دوسری روایت میں ہے:

کان حقاً علی اللہ ان یدیبہ یوم القیمة فی النار حتی یأتی بانفاذ ما قال ^۳ ۔ رواہ طبرانی بسند صحیح عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	اللہ پر حق ہے کہ جب تک اپنی اُس بات کا ثبوت پیش نہ کرے اُسے اتش دوزخ میں بگھلائے، اسے طبرانی نے صحیح سند کے ساتھ ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور بفرض غلط اگر معاذ اللہ کوئی بد مذہب ہی خطبہ تصنیف کرے اور وہ صحیح ہو اس میں کوئی بد مذہب نہ ہو تو اس کے پڑھنے سے نماز کیوں ناجائز ہونے لگی۔ یہ دل سے مسئلہ گھڑنا اور شریعت مطہرہ پر افتراء کرنا ہے، ہاں اردو زبان خطبہ میں ملانا نہ چاہئے کہ خلاف سنت متواتر ہے یہ دوسری بات ہے اسے عدم جواز نماز سے کیا علاقہ، شخص مذکور اگر اپنی ان حرکات پر مصر رہے اور تائب نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز نہ چاہئے نہ اس کے ہاتھ پر بیعت، ویتوب اللہ علی من تاب (اللہ تعالیٰ ہر توبہ قبول کرنے والے پر کرم فرماتا ہے، ت) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

۱ صحیح مسلم النسخی عن الحدیث بکل ماسع مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۸/۱

۲ معجم اوسط حدیث ۸۹۳۱ مکتبۃ المعارف الریاض ۳۳۲/۹

۳ معجم الاوسط بحوالہ الطبرانی الکبیر باب فی الشؤد دار الکتاب بیروت ۲۰۱/۴

مسئلہ ۱۳۶۹: از سر کون تحصیل کھٹیا ڈاک خانہ ٹنک پور مرسلہ نختے خاں صاحب ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

جمعہ کی نماز ہر شخص پر فرض ہے سوا ان کے جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مستثنیٰ فرمادیا، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۱۳ باب وجوب الجمعہ میں طارق ابن شہاب سے مرفوعاً روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جمعہ حق ہے اور واجب ہے مگر چار پر، غلام اور عورت اور نابالغ اور بیمار، یعنی ان چار کے سوا سب پر واجب ہے، خود کسی کا نوکر ہو یا سوداگر یا کھیتی والا یا مزدور ہو، بعض روایت میں مسافر کا بھی ذکر ہے، اور اسی کتاب کے اسی صفحہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ باز آئیں لوگ جمعہ کا ناغہ کرنے سے ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ منافقوں میں سے ہو جائیں گے یعنی ان کا نام منافقوں کے دفتر میں لکھا جائے گا، ہاں اتنی قید اور شرط تو حدیث میں آئی ہے کہ جماعت کے ساتھ پڑھو، سو جماعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جب ایک سے زیادہ ہوئے خواہ دو ہوں یا زیادہ ان کو جماعت کہتے ہیں، چنانچہ مشکوٰۃ شریف باب الجماعة وفضلها^۱ ابو موسیٰ اشعری سے مرفوعاً روایت ہے اور مشکوٰۃ شریف کے باب الجمعہ میں روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص تین جمعے بلا ضرورت نہ پڑھے تو لکھا جاتا ہے منافق اس کتاب میں جو نہ مٹی ہے نہ بدلتی ہے، لہذا نماز جمعہ ہر جگہ پڑھنا چاہئے خواہ شہر ہو یا گاؤں ہو یا جنگل ہو یا بن ہو کیونکہ حدیث شریف میں کوئی خصوصیت نہیں آتی ہے۔ فقط حررہ محمد اشرف خاں غفی عنہ۔

الجواب:

جمعہ بن میں حرام ہے اور گاؤں میں ناجائز ہے اور عموماً اپنے شرط سے مشروط ہوتے ہیں، احادیث سے جو جاہلانہ استناد کسی جاہل نے کیا ہے وہ اگر دامن ائمہ چھوڑے تو یہی بتائے کہ یہ حدیثیں اس نے شروع میں کیونکر حجت قرار دیں، اللہ تعالیٰ نے سورہ جمعہ میں یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا^۱ (اے ایمان والو) مطلق ارشاد فرمایا ہے اس میں عورت یا بچے یا غلام یا مریض یا مسافر کسی کا استثناء نہیں تو کیوں کہتا کہ چار برس کے بچے پر بھی جمعہ فرض ہے وہ احادیث سب خبر آحاد ہیں اور خبر آحاد موجب ظن، تو ان سے استدلال کرنا اس کو حرام اور قرآن مجید کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ^۲ (وہ نہیں اتباع کرتے مگر ظن کی۔ ت) اور فرماتا ہے: إِنَّ الظَّنَّ

^۱ القرآن ۹/۶۲

^۲ القرآن ۶۶/۱۰

لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا^۱ (بلاشبہ ظن حق سے بے نیاز نہیں کر سکتا۔) تو ان پر عمل خصوصاً عموم قرآن مجید کے خلاف کیونکر اس نے حلال کر لیا، اور یہ بھی اس وقت ہے کہ ان احادیث آحاد کی صحت ثابت کر لے، ائمہ مجتہدین کا اجتہاد نہ ماننا اور بخاری و مسلم کی تصحیح یا نسائی و دارقطنی کی تعدیل و تخریج پر اعتماد کرنا ظلم شدید و جہل بعید ہے، کون سی آیت یا حدیث میں آیا ہے کہ بخاری جس حدیث کو صحیح کہہ دیں اسے مانو اور جسے ضعیف کہہ دیں اسے نہ مانو یا کبھی و شعبہ جسے ثقہ کہہ دیں اسے معتمد جانو اور ضعیف کہہ دیں تو ضعیف جانو، قرآن و حدیث متواترہ اجماع امت کو حجت بتاتے ہیں، اور اجماع امت ہے کہ جمعہ کا حکم مطلق و عام نہیں مقید بقیود و مشروط بشرائط ہے اور جو اجماع کا خلاف کرتا ہے قرآن عظیم فرماتا ہے:

نُصِّلِهِ جَهَنَّمَ^۲ وَسَاءَتْ مَصِيرًا^۳ ہم اسے جہنم میں ڈالیں گے وہ بہت بری پھرنے کی جگہ، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۷۰: مرسلہ جناب جد الحسین از فرید پور مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں مع چند اشخاص اپنے محلے کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلہ کی مسجد جا کر نماز جمعہ کو ادا کرنا باوجود اس کے کوئی طریقہ فضیلت نہیں رکھتی ہے نہ مسجد بڑی نہ جماعت کثیر نہ امام افقہ، ہاں اتنا ہے کہ دوسرے محلہ کی مسجد ربع میل اور اپنے محلہ کی مسجد ثلث میل فاصلہ پر ہے جائز یا نہیں؟ اور ان لوگوں کے جانے کی وجہ سے اپنے محلہ کی مسجد میں جماعت کم ہوتی ہے انہوں ان لوگوں کو منع کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اور بر تقدیر منع نہ کرنے کے ان لوگوں کے ساتھ اور لوگوں کے بھی جانے کا احتمال ہے اور بصورت جائز ہونے کے کون سی مسجد میں افضل ہے؟ بینوا اتوجروا

الجواب:

جمعہ مسجد جامع میں افضل ہے، مسجد محلہ کا حق نماز پنجگانہ میں ہے، جب ہو جامع نہیں اور دوسری جگہ جانے میں ان کو آسانی ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۷۱: از شہر روہیلی ٹولہ مسئلہ طالب علم بنگالی ۲۳ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس گاؤں میں تعریف شہر کی صادق آئے مثلاً بڑی سے بڑی مسجد میں اس کے اہل نہ جمع ہو سکیں اور گلیاں اور بازار ہوں اور اس میں چند مولوی ہوں مسئلہ دین کا جاری کرتے ہوں اور قاضی ہو کر انصاف مظلوم کا کرتے ہوں اُس گاؤں کے متصل اور گاؤں بھی ہے ایسے

^۱ القرآن ۳۶/۱۰

^۲ القرآن ۱۱۵/۴

گاؤں میں جمعہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

گاؤں متصل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ دیہات اس کے متعلق ہوں یہ ضلع یا پرگنہ ہو اپنے اپنے طور پر فیصلہ کرنے سے شہر نہیں ہو جاتا بلکہ والی ملک یا اس کا مقرر کردہ حاکم ہو، اگر یہ دونوں باتیں ہیں تو اس میں جمعہ جائز و صحیح ہے ورنہ باطل و ناجائز۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۷۲ تا ۷۳: مسئلہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہر دوئی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

- (۱) جمعہ الوداع رمضان المبارک کو نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ الوداع پڑھا ہے یا نہیں؟
- (۲) اگر حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں پڑھا ہے تو سب سے پہلے خطبہ الوداع کس نے پڑھا ہے اور اس کا موجد و مخترع کون ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یا ائمہ مجتہدین فقہاء و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ۔
- (۳) شریعت مقدسہ مطہرہ منورہ محمدیہ حنفیہ اہلسنت و جماعت میں خطبہ الوداع کا کیا درجہ ہے فرض، واجب، سنت، مستحب، مباح؟ صاف صاف مدلل تحریر فرمائیں۔
- (۴) جس جمعہ الوداع کو خطبہ الوداع نہ پڑھا جائے وہ جمعہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اور تارک خطبہ الوداع کس درجہ کا خاطی و گنہگار ہے، قابل ملامت و زجر ہے یا نہیں؟ ملامت و زجر کرنے والے تو گنہگار نہ ہوں گے؟ امامت اس کی جائز ہے یا ناجائز؟
- (۵) کتاب شبیہ الانسان کے ص ۲۴۴ میں لکھا ہے:

امّا خواند کلمات حسرت و افسوس در خطبہ آخر رمضان مباح است فالما از سلف منقول نیست و افضل ترک است تا عوام را گمان و سستش نگردد دریں شرط است کہ روایت دروغ و بہتان بر رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درال نباشد والا حرام، مچنانکہ این است۔	رمضان کے آخری جمعہ میں حسرت و افسوس کے کلمات پڑھنا مباح ہے لیکن اسلاف سے منقول نہیں، ترک افضل ہے تاکہ عوام اسے واجب یا سنت نہ بنالیں، شرط یہ ہے کہ اس میں رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت جھوٹ شامل نہ ہو ورنہ حرام ہے اور وہ یہ ہے

اکثر محمد مصطفیٰ محبوب و مطلوب خدا
خدا کے محبوب و مطلوب محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
گفتے دریں حسرتا ای ماہ رمضان الوداع
حسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے اے ماہ رمضان! الوداع۔ (ت)
یہ فتویٰ مفتی سعد اللہ نامی کسی بزرگ کا ہے جو ۱۲۹۶ھ میں مطبع نوکسٹور کا پور میں چھپا ہے جناب اس فتویٰ کے متعلق کیا
فرماتے ہیں آیا صحیح قابل عمل ہے یا واجب الرد؟ جو کچھ ہو صاف تحریر فرمائے، بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) الوداع جس طرح رائج ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔
(۲) نہ صحابہ کرام و مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نہ اس کا موجد معلوم،
(۳) وہ اپنی حد ذات میں مباح ہے ہر مباح نیت حسن سے مستحب ہو جاتا ہے اور عروض و عوارض خلاف سے مکروہ سے حرام
تک۔

(۴) جمعہ کے لئے خطبہ شرط ہے خاص خطبہ الوداع کوئی چیز نہیں ان کے ترک سے نماز پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا اس کے ترک میں
کچھ خلل نہیں، نہ تارک پر نہ زجر و ملامت روا جبکہ ترک بر بنائے ولایت نہ ہو، ہاں اگر ولایت ہے تو وہابی کے پیچھے نماز بیشک ناجائز
محض باطل اور وہ زجر و ملامت سے بھی سخت تر کا مستحق ہے۔

(۵) اس فتوے میں جو کچھ لکھا حرف بحرف صحیح ہے سوائے اس لفظ کے کہ "افضل ترک است" اس کی جگہ یوں چاہئے التزام
نہ شاید گاہے ترک ہم کنند تا عوام گمان وجوب و استئذان؟ (اس کا التزام نہیں کرنا چاہئے کبھی اسے ترک کر دیں تاکہ عوام کو وجوب
یاسنت ہونے کا وہم نہ ہو، ت) فقد صرح العلماء الکرام ان التروک احیاناً یزید الایہام (علماء کرام نے تصریح
کی ہے کہ بعض اوقات ترک کر دینا عوام کے وہم کو زائل کر دیتا ہے۔ ت) واللہ سببخنہ وتعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۷۷: از ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ نہروی مدرسہ حافظ پور مخلص الرحمان

بخدمت شریف جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام ظلہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عرض یہ ہے کہ ہمارے
ملک بنگالہ میں ایسی بستیاں ہوا کرتی ہیں کہ ہر ایک میں متعدد پارہ یعنی حصے ہوتے ہیں اور ہر ایک پارہ جدا جدا نام سے موسوم
ہے، ایک پارہ سے دوسرے پارہ علیحدہ اور اس قدر فاصلہ سے بسا ہے کہ گویا قریہ صغیرہ مستقلہ کے درمیان مواضع منفصلہ میں
مزارع اور میدان اور کہیں کہیں

بانس اور دیگر ادنیٰ جنگل ہوا کرتے ہیں موسم برسات میں ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لئے کشتی کی ضرورت کم ہوتی ہے مگر جوتی پہن کر نہیں جاسکتے کہیں کہیں درمیانی فاصلہ میں زانوں تک پانی ہوتا ہے اور اکثر جگہ میں اس سے کچھ کم ایک پارہ سے دوسرے پارہ میں جانے کے لئے سوائے کھیتوں کی حد بندی اور چھوٹے چھوٹے راستوں کے اور کوئی بڑا راستہ نہیں ہے یعنی دو آدمی محاذی ہو کر ایسے راستہ سے چلنا دشوار ہے ہاں کہیں کہیں مواشی کے چلنے کے لئے "گوپاٹ" یعنی کچھ زمین افتادہ مثل بڑے راستے کے فراخ چھوٹی ہوئی ہے وہ بھی مثل سڑک کے اونچے نہیں، ہر ایک پارہ کے اہنیہ بھی متصل نہیں بالکل غیر منظم حالت پر ہیں، ان پاروں کا ایک بڑا نام ہوا کرتا ہے جس سے وہ خط و کتابت و تمسک و قبالة و گور نمٹنی کاغذات میں مشہور ہوتا ہے اکثر ان گاؤں میں ڈاکخانہ ہے نہ تھانہ و سلک و اسواق، روزانہ بالکل نہیں ہاں ہفتہ میں دو ایک مرتبہ بعض گاؤں کے کنارے میں بازار (ہاٹ) لگتا ہے جس میں لوگ اشیائے خوردنی بیچتے اور خریدتے ہیں مگر بازار کے معین وقت کے سوا وہاں شاذ و نادر ہی کچھ ملتا ہے مگر ایسے دکان دو ایک سے زیادہ نہیں ہوتا، ایسے گاؤں کے پاروں میں نماز جمعہ کے لئے مسجدیں بنی ہیں ان مسجدوں میں جو نہایت بڑی ہوتی ہے اس میں بمشکل چالیس آدمی سما سکتے ہیں، ہر ایک گاؤں یعنی (مجموعہ چند پاروں میں) دو ڈھائی ہزار لوگ ہندو مسلمان بستے ہیں اس تعداد میں بالغ نابالغ مرد و زن سب شامل ہیں، الحاصل سوائے کثرت مردم کے شہر محکمے کی دوسری کوئی علامت ان پاروں میں نہیں ہے، نماز پنجگانہ کی جماعت نہیں ہوتی، اتفاقیہ دو چار آدمی کہیں جمع ہوتے ہیں تو جماعت پڑھتے ہیں ورنہ کچھ جماعت راتبہ نہیں اب سوال یہ ہے کہ ایسے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنی مطابق مذہب حنفی کے درست ہے یا نہیں، بر تقدیر ثانی پڑھنے والے گنہگار ہوں گے یا نہیں، ایسے گاؤں کو جو متعدد پارہائے منفصلہ سے بنا ہے اور جس میں دو ڈھائی ہزار لوگ بستے ہیں قریہ کبیرہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا عند اللہ اجرا حسن۔ زیادہ والسلام

الجواب:

صورت مذکور میں وہ چھوٹے پارے اور ان کا مجموعہ سب گاؤں ہیں اور ان میں جمعہ ناجائز ہے اور پڑھنا گناہ۔ در مختار میں ہے:

صلوة العید فی القرى تکوہ تحریماً ای لانه	دیہاتوں میں نماز عید مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے کام میں
اشتغال بما لا یصح ¹ ۔	مشغول ہونا ہے جو درست ہی نہیں۔ (ت)

اور اگر اس کے سبب ظہر ترک کریں گے تو تارک فرض ہوں گے اور ظہر احتیاطاً تنہا پڑھی تو تارک واجب

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۴/۱

ہوں گے بہر حال متعدد گناہ ان پر لازم ہیں بائینہم جہاں لوگ پڑھتے ہوں انھیں نہ روکا جائے کما افادہ فی الدر المختار فی الصلوٰۃ عند الشروق¹ (جیسا کہ در مختار میں طلوع آفتاب کے وقت نماز کے بارے میں بیان کیا ہے۔ ت) اور خود ہر گز نہ پڑھیں، نہ نئی جگہ قائم کریں گناہ سے بچنا لازم ہے اور پاروں کے مجموعے کو اگرچہ مجموعی طور پر قریہ کبیرہ کہہ سکیں مگر قریہ کبیرہ بمعنی بلدہ صغیرہ ہر گز نہیں جس میں جمعہ جائز ہو سکے واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۷۸ تا ۱۳۸۱: از قصبہ جہاں آماد خاص ضلع پبلی بھیت مرسلہ عاشق حسین بخشی قصبہ مذکور مورخہ ۷ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع مسائل ذیل میں:

(۱) جمعہ کے خطبوں میں عربی عبارت پڑھ کر بعد کو ترجمہ اردو زبان میں محض بہ نیت گاہی قوم امام جمعہ پڑھے تو کیا نقص یا فضل ہے؟

(۲) خطبہ دراز یا قراءت طویل کا پڑھنا کوئی فضل رکھتا ہے یا نقصان؟

(۳) قبل اور بعد جمعہ سنتوں میں سنت رسول اللہ کہنا کوئی نقصان ہے؟

(۴) مکرر الوداع شریف کوئی عمل شرعی میں نقص رکھتا ہے اور یہ عمل درست ہے یا نادرست؟ بشریعت بنیو اتوجروا

الجواب:

(۱) خطبہ میں عربی کے سوا دوسری زبان ملانا مکروہ و خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) قراءت بقدر سنت سے زائد نہ ہو اور اتنی زیادت کہ کسی مقتدی کو ثقیل ہو حرام ہے، اور خطبہ کی نسبت ارشاد فرمایا کہ

آدمی کی فقہت کی یہ نشانی ہے کہ اس کا خطبہ کوتاہ ہو اور نماز متوسط زیادہ طویل خطبہ خلاف سنت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) سنتیں جمعہ کی ہوں یا اور وقت کی، ان کی سنتوں میں نام اقدس کی طرف اضافت کہ حضور کی سنت ہے اس میں کوئی

حرج نہیں اس سے وہابیہ منع کرتے ہیں جو نام اقدس سے جلتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) الوداع کہ رائج ہے نہ کوئی شرعی حکم ہے نہ اس سے منع شرعی، ہاں علماء اس کا التزام نہ کریں، کبھی

¹ در مختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتہبی دہلی ۶/۱

ترک بھی کریں کہ عوام واجب نہ سمجھنے لگیں، اور سچی الوداع قلب سے ہے کہ رمضان شریف کے آنے سے خوش ہو اور جانے سے غمگین، اور اگر یہ حالت ہو کہ آنا بار تھا اور جانے کے لئے گھڑیاں گئیں تو جو جھوٹی الوداع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۲: از جانب انجمن اہلسنت وجماعت سسوانی ٹولہ بریلی ۱۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک فرد یا ایک گروہ حنفی المذہب اہلسنت والجماعت کا جو کہ حتی الامکان مشرکوں بدعتیوں وہابیوں اور خصوصاً رافضیوں سے مجتنب ہے اور ان سے عمل ترک موالات جائز رکھتا ہے لیکن شرکت نماز جماعت اور خ- صوصاً نماز جماعت کثیر کا شائق ہے اس جانکاہ و جگر خراش ہنگامہ محرم الحرام کے موقع پر یہ دیکھتے ہوئے کہ جمعہ کا روز عشرہ کا دن نماز جماعت اور عید گاہ کا موقع ہے جس کا انتظام بریلی کے حنفی المذہب اہل سنت والجماعت انجمنوں کی مشترکہ کوششوں سے ہوا ہے مگر اس ہنگامہ میں تعزیہ دار بدعتی وغیرہم شامل ہیں نیز اس گروہ کثیر کا اجتماع محض تعزیہ داری و تخت بینی کی وجہ سے ہوا ہے کیا اس نماز جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اس کو نماز کا اس قدر ثواب جتنا کہ اتنی بڑی جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے سے حاصل ہونا چاہئے حاصل ہوگا اور یہ بھی کہ آمد و شد میں اس کی نظر تحت و تعزیہ وغیرہ اور ان اشخاص پر پڑے کہ جو خوشی و میلہ سمجھ کر اس موقع پر جمع ہوئے ہیں تو اس کے مطمح نظر کو دیکھتے ہوئے اس کے ثواب نماز جماعت و جمعہ میں فرق آتا یا اس کا گناہ گار ہونا تو لازم نہ ہوگا۔

الجواب:

جبکہ جماعت کا انتظام سنی حنفی اصحاب نے کیا اور امام سنی حنفی جامع شرائط امامت ہوگا تو اس میں بلاشبہ جماعت کثیر کا ثواب ملنے کی امید واقع ہے، تعزیہ داری ایک بدعت عملی ہے وہ اس حد تک نہیں کہ اس کے مرتکب معاذ اللہ رافضی وہابی وغیرہم خبیثاء کی مثل ہوں یا معاذ اللہ ان کی جماعت جماعت نہ ہو یا ان سے اجتناب ایسا ہی فرض ہو جیسا ان خبیثوں سے ضروریات دین بالائے سر، وہ عقائد ضروریہ اہلسنت کے بھی منکر نہیں، نہ محبوبان خدا کی معاذ اللہ توہین کرتے ہیں، نہ کسی محبوب بارگاہ سے معاذ اللہ دشمنی رکھتے ہیں، پھر ان خبیثوں کو ان سے کیا نسبت، یہ عقیدہ ہم میں سے ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں پیش خود محبت محبوبان خدا کی نیت سے کرتے ہیں، براہ جہالت و نادانی اس میں لہو و لعب و افعال ناجائز شامل کرتے ہیں لہذا ان کی جماعت پر حکم جماعت نہ ماننا محض ظلم ہے اور جب اس کی نیت تماشا دیکھنے کی نہیں نماز باجماعت کثیر کی نیت ہے تو راستے میں ان چیزوں پر نگاہ پڑنے کا اس پر الزام نہیں جیسا کہ زمانہ عرس میں آج کل مزارات طیبہ کی حاضری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۴: از عیش آرا ضلع میمن سنگھ پوسٹ کالوا بخندہ کار معظم علی صاحب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ رحمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین کہ اس دیار میں چند علماء جاہلوں کو یہ دھوکا دے رہے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں اور پڑھنے والا گنہگار ہوگا کیونکہ جمعہ جبکہ درست نہیں تو اس سے فرض ظہر کا ساقط نہیں ہوا بہت جگہ کے جمعہ کو ایسے ویران کر دیا اور عیدین کی نماز بھی منع کرتا ہے اور خود بھی نہیں پڑھتا ہے، اور یہ بھی کہا کرتا ہے کہ جو شخص گاؤں میں نماز جمعہ و نماز عید ادا کرتا ہے وہ گناہ کبیرہ کا اصرار کرتا ہے اور گناہ کبیرہ کا اصرار کرنے والا کافر ہے، آیا ایسے عالم جو نمازین مومنین کو کافر کہتا ہے کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:

دیہات میں نماز جمعہ و عیدین مذہب حنفی میں جائز نہیں مگر جہاں ہوتا ہے اسے بند کرنا جاہل کا کام ہے

قال الله تعالى آراءَيْتُ الَّذِي يَبْغِي ۖ عَبْدًا إِذَا صَلَّى ۖ ¹	اللہ تعالیٰ کافرمان ہے: کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو نماز پڑھنے سے روکتا ہے (ت)

اور جو انھیں کافر کہتا ہے گمراہ و بددین ہے نہ وہ کبیرہ ہے لا اختلاف الاثمة (ائمہ کے درمیان اختلاف کی وجہ سے - ت) نہ کبیرہ پر اصرار اہلسنت کے نزدیک کفر - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۵ تا ۱۳۸۴: جملہ اہل اسلام قصبہ بیرہٹہ ریاست سوامی جے پور معرفت حامد محمد مدرس فارسی اسکول بیرہٹہ بذریعہ ڈاک خانہ تھانہ غازی ریاست لور۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک قصبہ میں قاضی اور خطیب مسجد جامع سندھی پادشاہی رہتے ہیں اور وہ دونوں حسب و نسب میں برابر اور برابر ہیں اور علم فارسی و مسائل میں حسب لیاقت خود ہیں انا قاضی کہ بزم قضایات و نفسانیت و نقیض باہمی، یہ کہتا ہے کہ نماز جمعہ پڑھانے کا میرا حق ہے اور خطیب مسجد جامع کہتا ہے کہ میں قاضی نہیں الا خطیب سندھی پادشاہی ہوں میں نماز جمعہ پڑھانے کا مستحق ہوں یا مجھ سے اجازت لے کر آپ قاضی صاحب یا دیگر جو افضل ہوں وہ پڑھائیں لیکن قاضی صاحب بوجہات مندرجہ بالا کے اجازت ناگوار سمجھتے ہیں اور اسی چھوٹے قصبہ میں جامع مسجد پادشاہی کو چھوڑ کر دو تین آدمیوں میں سے دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اور مسجد جامع درمیان قصبہ کہ جہاں گردنواح میں قوم ہنود آباد ہے ایسے مقام پر اہل اسلام کی جماعت

¹ القرآن ۹۶/۹۱

کی نماز ہونا زینت و شوکت اسلام میں داخل ہے پھر جماعت اسلام میں خلل انداز ہو کر جامع مسجد کو چھوڑ کر دیگر مسجد میں علیحدہ جمعہ پڑھتے ہیں اس حالت میں جمعہ کون پڑھانے کا مستحق ہے خطیب مسجد جامع یا قاضی صاحب یا دیگر اور جازت بھی خطیب سے لینا واجب ہے یا نہیں، اور جمعہ کون سی مسجد میں ہونا واجب ہے، اور اس چھوٹے قصبہ میں دو جمعہ بوجوہات مندرجہ بالا جائز یا ناجائز؟ از روئے شرع شریف مع تشریح کے جواب سے مطلع فرمائیں۔

(۲) ایک قصبہ میں زید نامی شخص کہ جو نابینا اور مرض بھگندر یعنی ناسور دائمی میں مبتلا ہے کہ جس کی وجہ سے جسم و جامہ کی پاکائی و ناپاکی مشتبہ رہتی ہے کہ جن کا پاک ہو نافرمان نماز میں سے ہے اوزید بھی کہتا ہے کہ مجھ پر سے جمعہ ساقط ہو چکا پھر کیا وجہ ہے کہ عید و جمعہ کی امامت بخواہش نفسانی خود کرتا ہے اگر اس سے کہا جاتا ہے کہ بقول آپ کے جمعہ ساقط آپ پر ہو چکا ہے اور آپ معذور ہیں پھر امامت آپ کی کس طرح جائز اور درست ہو سکتی ہے، زید نے کوئی ثبوت اس بارہ میں نہیں دیا یا زید کی امامت جائز ہے یا ناجائز؟ اس لئے مکلف خدمت بابرکت میں ہیں کہ دونوں سوالات کے جواب بالتشریح حوالہ کتب ائمہ مجتہدین و آیات شریف و احادیث شریف تحریر فرمائیں۔

الجواب:

(۱) صورت مذکورہ میں وہ خطیب ہی قابل امامت جمعہ ہے قاضی کو کوئی حق نہیں، یہ قاضی قاضی نکاح خوانی ہوتے ہیں نہ والی قاضی کہ دو تین آدمیوں کے ساتھ الگ جمعہ پڑھتا ہے اس کا اور اس کے ساتھیوں کا جمعہ باطل محض ہے خطیب ہی بوقت ضرورت جبکہ خود بوجہ مرض یا سفر حاضری مسجد سے معذور ہو اپنی جگہ دوسرے کو نائب کر سکتا ہے نہ یہ کہ صرف اس کی اجازت سے دوسری جگہ جمعہ قائم ہو سکے اس کا اسے بھی اختیار نہیں،

فان نصب امام الجمعة لِوَالِي الاسلام فان لم يكن للامة خطيب وحده۔	امام جمعہ کا مقرر کرنا والی اسلام کا کام ہے اور اگر والی نہ ہو تو عوام، خطیب تنہا نہیں کر سکتا۔ (ت)

جمعہ اسی مسجد میں ہوگا اور وہاں دوسری جگہ بلا ضرورت جمعہ قائم نہ ہوگا فان بقية العامة مقيد بالضرورة (کیونکہ باقی عوام کا تقرر ضرورت کے ساتھ مقید ہے۔ ت) ہاں اگر وہاں کوئی عالم دین فقیہ معتمد اہل بلد ہو تو وہ حسب مصلحت اپنے حکم سے دوسری جگہ بھی جمعہ قائم کر سکتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زید اگر واقعی معذور ہے تو جمعہ وغیرہ کسی نماز میں غیر معذورین کی امامت نہیں کر سکتا اور اگر معذور نہیں اور کپڑوں کی نجاست ثابت نہیں تو اور نمازوں کی امامت کر سکتا ہے اور جمعہ وعیدین کی بھی اگر جانب سلطان اسلام سے ماذون ہو یا عام مسلمانوں نے اسے جمعہ وعیدین کا امام مقرر کیا ہو اور بوجہ نابینائی اس پر جمعہ فرض نہ ہونا جمعہ میں اس کی صحت امامت کا مانع نہیں، جیسے غلام و مسافر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۸۶: از نو شہرہ تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئلہ عبد الغفور صاحب ۱۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
ایک اولیاء اللہ کا مجالس خانہ مقرر ہے وہاں عرس شریف کے دن مجلس ہوتی ہے اس مجلس خانہ میں عید نماز یا جمعہ نماز یا مطلق نماز پڑھنا جائز ہے یا نہ؟ بینوا تو جروا

الجواب: مجلس خانہ میں نماز ناجائز ہونے کی کیا وجہ ہے، ہاں مسجد کا ثواب نہ ملے گا اور بلا عذر ترک مسجد ہو تو گناہ ہوگا مگر نماز ہو جائے گی، یونہی جمعہ وعیدین بھی اگر عام شہرت و اذن ہو کہ یہاں جمعہ یا عید پڑھیں گے جو چاہے آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۳۸۷: از ایرایان محلہ سادات ضلع فتح پور مسئلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دھوپ کی شدت سے اگر خطبہ سنتے وقت چھاتا لگالے تو حرج تو نہیں؟
الجواب: بہتر نہیں، حاضری دربار کے خلاف ہے، اور یہ ضعیف یا مریض ہے اور دھوپ ناقابل برداشت تو لگالے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۸۸: از مقام درگرمالک متوسطہ مرسلہ جناب ڈاکٹر حسین بیگ صاحب معرفت جناب عبد المجید صاحب مورخہ ۲ ربیع الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص فجر کی نماز پڑھ کر جمعہ کے روز بازار کرنے کو ایک مقام پر جو کہ سکونت سے نو میل کے فاصلے پر چلا جاتا ہے اور جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتا جس کو عرصہ دراز ہو گیا ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ وہ منافق ہو گیا اور اس کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہیں دفن کرنا چاہئے اور اس سے میل و محبت وغیرہ سب ترک کر دئے جائیں وہ کہتا ہے کہ اپنے بچوں کی پرورش کرنے کی وجہ سے جاتا ہوں اس پر شرعی فتویٰ کی ضرورت ہے۔ و بینوا تو جروا

الجواب:

اگر وہ ٹھیک دوپہر ہونے سے پہلے شہر کی آبادی سے نکل جاتا ہے تو اس پر اس اصلاً کچھ الزام نہیں اور اگر اسے شہر ہی میں وقت جمعہ ہو جاتا ہے اس کے بعد بے پڑھے چلا جاتا ہے تو ضرور گنہگار ہے مگر یہ باطل ہے کہ اسے قبرستانِ مسلمین میں دفن نہ کر سکیں اسے نفاقِ عملی کہہ سکتے ہیں نہ کہ حقیقی۔ ہاں اس جرم پر مسلمان اس سے میل جول ترک کر سکتے ہیں اور پہلی تقدیر پر تو جتنے احکام اس پر لگائے گئے سب غلط ہیں۔ فتاویٰ ظہریہ وغیرہ شروح و درمختار وغیرہ ہمارے ہیں:

الصحيح انه يكره السفر بعد الزوال قبل ان يصيلها ولا يكره ان يصيلها قبل الزوال ¹ - والله تعالى اعلم -	صحیح یہ ہے کہ زوال کے بعد جمعہ ادا کرنے سے پہلے سفر پر نکلنا مکروہ ہے البتہ قبل از زوال نکلنا مکروہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

(ا) درمختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۳۸ھ

مسئلہ ۱۳۸۹: مسئلہ از کشن گنج ضلع پورنیہ مسئلہ ماسٹر محمد طاہر علی صاحب ہیڈ ماسٹر مدرسہ انجمن اسلامیہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اس جوار کا دستور ہے کہ اکثر لوگ احاطہ مکان میں ایک چار چھ ہاتھ کا مربع مکان دیوار یا ٹی کا بنام، اللہ گھریا مسجد کے بلا لحاظ پابندی نماز بتاتے ہیں، یہ مکان ضرورتاً ادھر ادھر ہٹا بھی دیا جاتا ہے اور کبھی کھود بھی ڈالتے ہیں غرض ایسی عرفی مسجدوں میں جو بڑی سے بڑی مسجد تھی اس میں لوگوں نے جمعہ جماعت تیار کر لی اور چلتے پھرتے واعظ لوگ آتے انھوں نے ان لوگوں کی شامل جمعہ بھی پڑھا اور پڑھتے ہیں تو ایسی حالت میں بتحقیق مقلدینِ احناف یہ خواندہ جمعہ مصیب ٹھہریں گے یا خاطی؟ جواب مدلل بادلہ حنیفہ ہو۔

الجواب:

یہ مکانات مساجد البیوت کہتے ہیں یہ حقیقتہً مسجد نہیں ہوتے، نہ ان کے لئے حکم مسجد ہے، درمختار میں ہے:

کرہ غلق باب المسجد والوطء فوقه والبول والتغوط ولا یکرہ ما ذکر فوق بیت جعل فیہ مسجد بل ولا فیہ لانہ لیس	مسجد کا دروازہ بند رکھنا، مسجد کی چھت پر وطی اور بول و براز مکروہ ہے لیکن یہ اس گھر کے اوپر مکروہ نہیں جس گھر میں مسجد ہو بلکہ اس کے اندر بھی مکروہ نہیں کیونکہ

¹ درمختار باب ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۳۸ھ

بمسجد شرعاً ¹ - (ملخصاً)	وہ شرعی مسجد نہیں۔ (ت)

مگر جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں مکان میں بھی ہو سکتا ہے جبکہ شرائط جمعہ پائے جائیں اور اذن عام دے دیا جائے لوگوں کو اطلاع عام ہو کہ یہاں جمعہ ہوگا اور کسی کے آنے کی ممانعت نہ ہو، کافی امام نسفی میں ہے:

السلطان اذا اراد ان يصلي بحشمة في داره فان فتح بابها واذن للناس اذناً عاماً جازت ² ۔	اگر سلطان چاہتا ہے کہ وہ اپنے گھر میں نماز جمعہ ادا کرے تو اگر اس نے دروازہ کھلا رکھا اور لوگوں کو اذن عام تھا تو جائز ہے۔ (ت)

تو اگر صورت یہ تھی وہ لوگ مصیب ہوئے، ہاں اگر وہاں مسجد جمعہ موجود تھی اس میں نماز نہ ہوئی اور گھر میں قائم کی تو کراہت ہوئی، درمختار میں ہے:

لودخل الامير قصره واغلق بابيه وصلى باصحابه لم تنعقد ولو فتحه واذن للناس بالدخول جاز وكره ³ ۔	اگر امیر نے اپنے محل میں داخل ہو کر دروازہ بند کر کے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز ادا کی تو جمعہ نہ ہوا اور اگر دروازہ کھلا رکھا اور لوگوں کے لئے اجازت عام تھی تو جائز ہوئی البتہ کراہت ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لانه لم يقض حق المسجد الجامع زيلعي ودرر ⁴ ۔	مکروہ اس لئے ہے کہ اس نے جامع مسجد کا حق ادا نہ کیا زیلعی درر (ت)

اور اگر کوئی شرط جمعہ مفقود تھی مثلاً وہ جگہ مصر و فنائے مصر نہ تھی، یا امام امام جمعہ نہ تھا یا بعض نمازیوں کو بلا وجہ شرعی، وہاں نماز کے آنے سے ممانعت تھی یا نمازیوں میں وہاں اقامت جمعہ مشہور نہ تھی بطور خود ان لوگوں نے پڑھ لی اور عام اطلاع نہ ہوئی اگرچہ لوگوں نے اور مسجدوں میں پڑھی تو ان صورتوں میں ان کی نماز نہ ہوئی، خلاصہ میں شرح جامع صغیر امام صدر شہید سے ہے:

من جملة ذلك الاذن العام يعنى الاداء على	ان سے ایک اذن عام بھی ہے یعنی اعلانیہ

¹ در مختار باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

² ردالمحتار بحوالہ الکافی باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۰۱

³ در مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۲

⁴ ردالمحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۰۱

سیل الاشتہار ^۱ ۔	اداکیا جائے۔ (ت)

بدائع وحلیہ وغیرہا میں ہے:

السلطان اذا صلى في داره و القوم مع امراء السلطان في المسجد الجامع ان فتح باب داره واذن للعامة جاز وتكون الصلوة في موضعين ولو لم يأذن للعامة و صلى مع جيش لا تجوز صلوة السلطان وتجاوز صلوة العامة ^۲ اه و تمامہ فیما علقناہ علی رد المحتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم	سلطان نے اپنی دار میں جمعہ پڑھا، باقی لوگوں نے بجمع امراء سلطان جامع مسجد میں جمع پڑھا تو اب اگر دار کا دروازہ کھلا تھا تو جائز ہے، اور نماز دونوں مقام پر ہو جائے گی اور اگر وہاں عام لوگوں کو اجازت نہ تھی بادشاہ نے صرف اپنے لشکر کے ساتھ نماز ادا کی تو اب سلطان کی نماز نہ ہوئی، ہاں عام کی ہو جائی گی اھ اسکی تفصیل ہمارے حاشیہ رد المحتار میں ملاحظہ کیجئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹۱ تا ۱۳۹۰: حافظ مولوی حشمت علی صاحب طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی محلہ سوداگران ۲۵ محرم ۱۳۳۹ھ
(۱) کیا ارشاد ہے حماتہ سنت سنہ بیضاء و حماۃ بدعت قبیحہ ظلماء کا اس مسئلہ میں کہ خطبہ میں رغمالانوف الوہابیہ والرافضیہ سرکار
حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام اقدس لے کر بہ تبعیت حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درود شریف
پڑھنا کیسا ہے؟

(۲) اولی الامر منکم سے حقیقتاً علمائے دین مراد ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو جو عالم اہلسنت دل و جان سے دین و سنت پر فدا ہو
اور اس کی ذات سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچتی ہو اس زمانہ کے علمائے اہلسنت کے اتفاق سے وہ پیشوائے علمائے سید الفقہاء ہو
اس نے اپنی زندگی محض حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقدس قدموں پر تصدق کر دینے کے لئے وقف کر دی ہو،
جہاں کوئی دین میں نیافتہ اٹھتے دیکھے، حتی الوسع اس کے مٹانے میں اپنے قلم و زبان و جان سے کوشش کرے، اس کی مبارک
زندگی زیادہ ہو، غیب سے اس کی مدد نصرت فرمائی جائے، تمام اعداء اللہ و اعداء الرسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
، اس کے غالب رہنے کی خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل تو جروا عند الملک الجلیل ثم لدی
الحبيب

^۱ خلاصۃ الفتاویٰ بحوالہ شرح الجامع الصغیر لصدر شہید و منها الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲۱۰/۱

^۲ بدائع الصنائع بحوالہ النوادر فصل فی بیان شرائط الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۹/۱

الجمیل جل علاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (تفصیل کے ساتھ بیان کر کے اللہ جل جلالہ مالک و جلیل اور اس کے حبیب جمیل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اجر پائے۔ ت)

الجواب:

جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

۸ سوال ۱۳۳۹ھ

از آگرہ ابو العلاء السیثم پریس مسئولہ وحید الدین صاحب

مسئلہ ۳۹۲ تا ۳۹۴:

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں:

- (۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ ادا ہوتا ہے یا نہیں اور جمعہ ادا کرنے کے بعد ظہر احتیاطی واجب ہے یا مستحب یا مکروہ؟
 (۲) کیا ایک وقت میں دو نمازیں فرض ہیں اور کیا جمعہ ادا کرنے سے ظہر ساقط نہیں ہوتی۔
 (۳) ہندوستان کے جن شہروں میں جامع مسجد کا امام باتفاق مقرر کیا گیا ہے کیا وہ اقامت و ادائیگی جمعہ کے لئے کافی ہے یا بادشاہ اسلام یا نائب بادشاہ کی ضرورت۔ مختصر اولہ حوالہ کتب کے ساتھ جواب مرحمت ہو۔

الجواب:

(۱) ہندوستان کے شہروں میں جمعہ صحیح ہے اور ظہر احتیاطی صرف خواص کو مناسب ہے۔ در مختار میں ہے:

نصب العامة غیم معتبر مع وجود من ذکر۔ امامع عدمهم فيجوز للضرورة ^۱ ۔	جب مذکور اشخاص موجود ہوں تو عوام کا مقرر کرنا معتبر نہیں اور مذکورہ افراد نہ ہوں تو ضرورت کے پیش نظر تقرر جائز ہوگا۔ (ت)

اس مسئلہ کی تحقیق و تفصیل ہمارے فتاویٰ اور ہمارے رسالہ لوا مع البہامیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایک وقت میں دو فرض ہر گز نہیں اور جمعہ جب ادا ہو جائے گا ظہر ساقط ہو جائے گی ایسے ہی خیالوں سے بچنے کو علماء نے عوام کو ظہر احتیاطی کا حکم نہ دیا۔ ردالمحتار میں ہے:

ولذا قال المقدسی نحن لا نأمر بذلك امثال هذه العوام بل ندل	ہم ایسی اشیاء کا حکم عوام کو نہیں دیتے بلکہ خواص کو بتاتے ہیں اگرچہ خواص عوام کی

^۱ در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱۱۰/۱

علیہ خواص ولو بالنسبة اليهم ^۱ - واللہ تعالیٰ اعلم	نسبت سے ہوں۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) وہ امام کافی ہے اگر صحیح العقیدہ، صحیح القرائتہ، صحیح الطہارۃ، جامع شرائط صحت ہو، ابھی در مختار سے گزرا: یجوز للضرورة)

ضرورت کے لئے جائز ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۹۵: از پہلی بھیت محلہ پنجابیاں مسئولہ محمد یونس صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مقام پر دریا شہر میں واقع ہے اور ایک آگہوٹ یہاں مدام کھڑا رہتا ہے اور جہاز والے چند جہازوں کو اس آگہوٹ میں لا کر جوڑتے ہیں مال اور سواریاں جہازوں کی آگہوٹ اُتارتے ہیں اور آگہوٹ کے لگے ایک پُل لوہے کا بنا ہوا ہے سواریاں شہر کو اسی پُل سے پار ہو کر جاتی ہیں اور اس آگہوٹ اور جہازوں میں تین گز کا فاصلہ ہے اور جہازوں والے بوجہ خوف چوری کے شہر میں جا کر نماز ادا کرنے سے منع کرتے ہیں تو اُزروئے شرع نماز ان کی جائز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

دریا میں نماز جمعہ و عیدین نہیں ہو سکتی، اگر سمندر ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ حکم دار الحرب میں ہے اور دار الحرب میں جمعہ و عیدین باطل۔ ردالمحتار میں ہے:

فی حاشیۃ بی السعود عن شرح النظم الہامی ^۲	- حاشیہ ابوسعود میں شرح النظم الہامی کے حوالے سے ہے کہ سطح سمندر کا حکم دار الحرب کا ہے (ت)

اسی میں دُرُ منقّی شرح المنقّی سے ہے: البحر الملح ملحق بدار الحرب^۳ (تمکین سمندر، دار الحرب سے ملحق ہے۔ ت) اور اگر دریا ہو تو دریا نہ مصر ہے نہ فنائ مصر، یہاں تک کہ شہر کے دو حصے کہ اس کے دو پہلوں پر آباد ہوں دو شہر کے مثل ہیں کہ دریا ایک جدا و مستقل چیز ہے فاصلہ ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

اصلہ عند ابی حنیفہ لایجوز تعدد ہافی	اس کی اصل امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک یہی ہے

^۱ ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۹۷-۵۹۶

^۲ ردالمحتار باب استیلاء الکفار مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/ ۶۷-۲۶۶

^۳ ردالمحتار باب استیلاء الکفار مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲/ ۶۷-۲۶۷

فی مصر و کذا روی اصحاب الاملاء عن ابی یوسف انه لا یجوز فی مسجدین فی مصر الا ان یکون بینہما نہر کبیر حی یکون کمصرین وکان یا ممر بقطع الجسر ببغداد کذلک ^۱ ۔	کہ ایک شہر میں متعدد جگہ جمعہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اصحاب الاملاء نے امام ابو یوسف سے روایت کیا کہ شہر میں دو مساجد میں جمعہ نہیں ہوتا، ہاں جب ان کے درمیان بڑی نہر ہو تو وہ اس وقت دو شہروں کی طرح ہو جائیں گے، اسی لئے انھوں نے بغداد میں پل ختم کرنے کا حکم جاری فرمایا تھا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ فئاتلج ہے نہ کہ قاطع، اور جمعہ و عیدین نہیں ہو سکتے مگر مصر یا فناء مصر میں، یہ سب اس صورت میں ہے کہ
خوف صحیح ہو اترنا متعذر ہو ورنہ نماز پنجگانہ و وتر و سنت فجر بھی ان جہازوں میں نہیں ہو سکتے کہ ان کا استقرار پانی پر ہے اور ان
نماز کی شرط صحت استقرار علی الارض مگر بحال تعذر، فتح القدیر میں ہے:

فی الايضاح ان كانت موقوفه فی الشط وهی علی قرار الارض فصلی قائماً جاز لانها اذا استقرت علی الارض فحكمها حکم الارض فان کانت مربوطة ویسکنه الخروج لم تجز الصلوة فیها، لانها اذا لم تستقم فھی کالدابة انتھی بخلاف ما اذا استقرت فانها حیثئذ کالسریر ^۲	ایضاح میں ہے اگر وہ کشتی کنارے پر کھڑی ہے اور زمین پر برقرار ہے تو نماز کھڑے ہو کر ادا کرے تو نماز جائز ہے کیونکہ اب زمین پر قرار پکڑنے کی وجہ سے زمین کے حکم میں ہی ہے، اور اگر کشتی باندھی ہوئی تھی اور اس سے نکلنا ممکن تھا تو اب اس پر نماز نہ ہوگی کیونکہ جب وہ مستقر نہیں تو وہ چارپایہ کے حکم میں ہے بخلاف اس صورت کے جب وہ مستقر ہے تو اس وقت وہ چارپائی کی طرح ہوتی ہے۔ (ت)

اسی صورت میں اگر جبراً نہ اترنے دیتے ہوں پنجگانہ پڑھیں اور اترنے کے بعد سب کا اعادہ کریں لان المانع من جهة
العباد (کیونکہ رکاوٹ بندوں کی طرف سے ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۹۶: از کاٹھیاواڑ ضلع راجکوٹ شہر پور بندر بنج ہسٹری مسؤلہ سید غلام محمد صاحب قادری رضوی امام مسجد میٹھی ۵ رمضان

۱۳۳۹ھ

امام العلماء المحققین مقدم الفضلاء المدققین حضرت سیدنا مخدومنا و مولانا مولوی حاجی قاری

^۱ فتح القدیر باب صلوة الجمعة مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۲۵/۲

^۲ فتح القدیر باب صلوة المريض مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۳۶۲/۱

احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی مدظلہ و دام فیضہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ یہاں ملک کا ٹھیاواڑ میں اکثر مقامات پر یہ رواج ہے کہ جمعہ کے روز خطبہ میں سلطان المسلمین کے واسطے دعائیں مانگی جاتی ہے تو خطیب بروقت دعائیں مانگنے کے منبر پر سے ایک سیڑھی نیچے اترتا ہے اور بعد دعائیں کر ایک سیڑھی اوپر چڑھتا ہے اور بعض مقامات پر اس طرح نہیں کیا جاتا ہے یعنی خطیب ایک سیڑھی نیچے اترتا تو زید اس سے اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ سلطان کے لئے دعائیں مانگنے کے وقت ایک سیڑھی اترنا چاہئے، عرض یہ ہے کہ یہ فعل کیسا ہے؟

الجواب:

خطیب کا ایک سیڑھی نیچے آنا اور پھر اوپر جانا بعض علمائے مجبوری ایک مصلحت شرعی کے لئے رکھا تھا جس کا ذکر مکتوبات شیخ مجدد اور تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے، یہاں وہ مجبوری نہیں، نہ سلاطین کے نام کے ساتھ مبالغہ آمیز، غلط الفاظ ملانے کی حاجت، لہذا یہ فعل عبث محض ہے، ردالمحتار میں اس کا بدعت ہونا نقل کیا، وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۹۷: از بھوساؤل ضلع خاندیس محلہ ستارہ مسئلہ حافظ الیس محبوب صاحب ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ جمعہ کی نماز باجماعت کس وقت سے لے کر اور کب تک ادا کر سکتے ہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

جمعہ اور ظہر کا ایک وقت ہے زوال شمس کے بعد اذان اول ہو پھر سنتیں پھر اذان ثانی پھر خطبہ پھر نماز، یہ اس کا اول وقت ہے اور ایسے وقت اذان و خطبہ و نماز ہوں کہ سایہ دو مثل ہونے سے پہلے اخیر سنتیں ہو جائیں یہ اس کا آخر وقت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۹۸: از جے پور بیرون اجیری دروازہ کوٹھی عبدالواجد علی خاں مسئلہ حامد حسن قادری ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ خطبہ جمعہ میں بعد جلسہ استراحت درمیانی، کس قدر خطبہ پڑھنا چاہئے اور اس میں کیا کیا مضامین ہوں، کیا صرف چند کلمات حمد اور ایک آیت قرآنی سے خطبہ ثانی پورا ہو جائے گا، اور کیا نعت حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و درود شریف و ذکر خلفائے کبار و اہلبیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین و دعائے مومنین کے ترک سے کچھ نقصان نہ ہوگا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

خطبہ ثانی پورا ہونا بایں معنی کہ فرض ادا ہو جائے، یہ تو پہلے ہی خطبہ سے حاصل ہو گیا مگر بلا ضرورت

سنت متوارثہ قدیمہ دائرہ کو چھوڑنا اور مسلمانوں کی تنفیہ کا باعث ہونا اور اپنے اوپر فتح باب غیبت کرنا اور ارشاد اقدس بشروا والا تنفروا (خوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ، ت) کی مخالفت کرنا دیندار عاقل کا کام نہیں، نعت اقدس سے دعا برائے مومنین تک جتنی باتیں سوال میں مذکور ہیں سب محمود و معمول و ماثور ہیں انھیں ضرور بجالانا چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۹۹: از شاہجہان پور محلہ خلیل مسئلہ امیر خاں مختار عام ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شاہجہان پور میں ایک مسجد ہے اس میں یہ قرار پایا کہ اول ہر وقت یہاں تک کہ جمعہ کی نماز قادیانی پڑھیں، بعد کو اہلسنت مع خطبہ جمعہ کے، تو حضور فرمائے کہ ہماری نماز ہوگی یا نہیں؟ پہلے قادیانی خطبہ پڑھ چکے ہم دوبارہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب: نہ قادیانیوں کی نماز ہے نہ ان کا خطبہ، خطبہ کہ وہ مسلمان ہی نہیں، اہلسنت اپنی اذان کہہ کر اسی مسجد میں اپنی خطبہ پڑھیں اپنی جماعت کریں یہی اذان و خطبہ و جماعت شرعاً معتبر ہوں گے، اور اس سے پہلے جو کچھ قادیانی کر گئے باطل و مردود محض تھا۔ وھو تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰۰: از جگندل ضلع چوہیس پرگنہ نیا بازار نئی مسجد مسئلہ عبدالستار ہاشمی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے خطبہ اولیٰ کے بجائے وعظ و پند عوام کو احکام شرعیہ بتانے اور سمجھانے کے لئے جائز ہے یا نہیں یا قطعی حرام ہے؟ اردو کلام کرنا اندر خطبہ کے یا خطبوں کا ترجمہ یا آیات و احادیث جو خطبوں میں ہیں ان کا ترجمہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

خطبہ خود وعظ و پند ہے مگر اس میں غیر عربی زبان کا خلط مکروہ و خلاف سنت متوارثہ ہے اگرچہ نفس فرض خطبہ خالص دوسری زبان سے ادا ہو جائے گا صحابہ کرام نے عجم کے ہزاروں شہر فتح فرمائے اور ان میں منبر نصب کئے اور خطبے پڑھے اور ان کی زبانیں جانتے تھے ان سے گفتگو کرتے تھے مگر کبھی منقول نہیں کہ عربی کے سوا کسی اور زبان میں خطبہ فرمایا یا غیر زبان کو ملایا:

فہو کف والکف متبع قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فہورد ^۱	یہ فعل سے رکنا ہے اور رکنے میں اتباع کی جائے گی، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ہمارے کسی معاملہ میں اختراع کی حالانکہ وہ اس میں سے نہ تھی تو وہ مردہ ہوگی۔ ت)

^۱ صحیح البخاری باب اذا صطلخوا علی صلح جوہر فہو مردود مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۳

در مختار میں ہے:

صحیح ہے اگر اس نے نماز کی تکبیر غیر عربی میں شروع کی اور صاحبین کے نزدیک بشرطیکہ وہ عاجز ہو، یہی اختلاف خطبہ کے بارے میں ہے۔ (ت)	صح لو شرع بغیر عربیہ و شرطاً عجزہ و علی هذا الخلاف الخطبة ¹ ۔

ردالمحتار میں غرر الافکار شرح درر البحار سے ہے:

دعا عجی زبان میں مکروہ ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عجی لوگوں کی پیروی سے منع فرمایا ہے۔ (ت)	کرہ الدعاء بالعجمی لان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہی عن اطاعة الاعاجم ² ۔

اسی میں ولوالجیہ سے ہے:

تکبیر، اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ غیر عربی کو پسند نہیں کرتا۔ (ت)	التکبیر عبادة الله تعالی لا یحب غیر العربیة ³ ۔

ہاں اگر اثنائے خطبہ میں مثلاً کسی ہندی کو کوئی فعل ناجائز کرتے دیکھا جیسے خطبہ ہونے کی حالت میں چلنا یا پٹکھا جھلنا، اور وہ عربی نہیں سمجھتا تو اردو میں اسے منع کرے کہ یہ حاجت یونہی رفع ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰۳ تا ۱۴۰۴: از بھاجی بازار شہر مسئلہ مظہر حسین صاحب آزاد پرائیویٹ سیکریٹری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں:

(۱) قاضی و خطیب شہر گورنمنٹ کا خطاب یافتہ ہے اور اس کے متعلق اس کو معاش، زمانہ شاہی سے ملی ہوئی ہے اس نے ذاتی رنجشوں عداوتوں کی وجہ سے خطاب وغیرہ ترک موالات کے سلسلہ میں واپس نہیں کئے، ویسے خلافت کا ہمدرد اور قوتاً فعلاً امداد کی اور کرنے کو تیار ہے، بوجہ خطیب ہونے کے عیدیں میں خطبہ پڑھتا ہے کیا شرعاً ایسے شخص کا خطبہ سُننا جائز ہے؟

(۲) جامع مسجد اور عید گاہ میں ایک شخص حافظ قاری جو دو ج بھی کرچکا ہے اور خطاب یافتہ نہیں ہے منجانب قاضی و خطیب مذکور امامت کے لئے عرصہ دراز سے مقرر ہے اس کی امامت میں نماز جائز ہے یا نہیں؟

¹ در مختار فصل واذا اراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۴۱۱ھ

² ردالمحتار مطلب فی الدعاء بغیر العربیۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۵۱ھ

³ ردالمحتار مطلب فی الدعاء بغیر العربیۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۵۱ھ

(۳) ایک شہر میں دو خطاب یافتہ مسلمان ہیں خلافت کمیٹی بھی قائم ہے، اس کمیٹی نے ایک خطاب یافتہ کی جانبداری اختیار کر رکھی ہے اس کو خطاب وغیرہ چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتی اور اس کی تولیت میں جو مسجد ہے اور اس میں اسی خطاب یافتہ کی جانب سے امام مقرر ہے، اس کا خطبہ سننا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیا ہے اور دوسرے خطاب یافتہ کا خطبہ سننا اور اس کے مقرر کردہ امام کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز قرار دیا ہے، کیا کمیٹی کا یہ فعل فتاویٰ علمائے کرام احکام خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور احکام شرعیہ میں کوئی تفرقہ ہے یا سب مسلمانوں کے لئے یکساں اور عام ہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) جو زمانہ شاہی سے منصب خطبہ و امامت پر منصوب ہے بلاوجہ شرعی اس کے خطبہ سننے کو ناجائز بتانے والا شریعت مطہرہ پر افتراء کرتا ہے، خطاب واپس نہ کرنا کوئی ایسا جرم نہیں جس کے سبب اس کا خطبہ سننا منع ہو جائے إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ^۱ (بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ ت)

(۲) جائز ہے اگر اس میں کوئی مانع شرعی نہ ہو اگرچہ خطاب یافتہ ہو۔

(۳) یہ تفرقہ محض جہالت اور افتراء بر شریعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۰۴: از ایرایان ضلع فتحپور سادات مسئولہ سید صغیر حسین صاحب نائب مدرس مڈل اسکول ۱۲ شوال ۱۴۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے روز جب امام منبر پر خطبہ پڑھنے کو آجائے اور اذان کہی جائے تو کلمات اذان کا جواب دینا اور بعد ازاں دعائے اذان پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک پر اذان میں اگلوٹھا چومنا یا خطبہ میں آں حضرت کے نام پر اگلوٹھا چومنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

اذان خطبہ کے جواب اور اس کے بعد دُعائیں امام و صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے بچنا اولیٰ، اور کریں تو حرج نہیں، یوں ہی اذان خطبہ میں نام پاک سن کر اگلوٹھے چومنا اس کا بھی یہی حکم ہے لیکن خطبہ میں محض سکوت و سکون کا حکم ہے، خطبہ میں نام پاک سن کر صرف دل میں درود شریف پڑھیں اور کچھ نہ کریں زبان کو جنبش بھی نہ دیں، واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ القرآن ۱۱۶/۱۱۶

مسئلہ ۱۲۰۵: از قصبہ سرسی محلہ بوچڑ خانہ کلاں پر گنہ سنبھل ضلع مراد آباد مسئولہ حافظ خدا بخش و شیخ عبدالعزیز یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین کہ فرقہ نجدیہ کے اشخاص جا بجا گشت کرتے ہیں اور مومنین مومنات کو بہکاتے پھرتے ہیں ان کا بیان سننے کو کوئی نہیں ٹھہرتا، تو انھوں نے اب یہ کید کیا ہے کہ بوقت خطبہ جمعہ اغوا شروع کرتے ہیں اور اس کا نام خطبہ رکھتے ہیں، یہ فرقہ کیا حکم رکھتا ہے ار خطبہ جمعہ دراصل اردو میں جائز بھی ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو را

الجواب:

وہابیہ کفار مرتدین ہیں جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کے فتوے "حسام الحرمین" سے ظاہر ہے، ان کا خطبہ باطل، ان کی نماز باطل، ان کے پیچھے نماز باطل محض جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے، اور اردو میں خطبہ پڑھنا سنت متوارثہ کا خلاف اور بہت برا ہے، اور وہابیہ کے طور پر تو اصل ایمان میں خلل انداز ہے کہ بدعت ہے اور ان کے نزدیک ہر بدعت اصل ایمان میں خلل انداز اگرچہ اُن کے پاس سرے ہی سے نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

از اوجین گوالیار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں

مسئلہ ۱۲۰۶:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک قصبہ میں نسلًا بعد نسل مسند قضا پر بحکم حاکم و اتفاق جماعت مسلمانان مامور ہے اور امامت و خطابت اور نماز عیدین بلکہ تمام کاروبار متعلقہ عہدہ قضا کرتا ہے اور سوائے زید کے شوہر ہندہ نے تمام عمر امامت و خطیبی نہ کی باوجود ان وجوہات کے ہندہ نے بعد وفات شوہر اپنے کے بشارات چند کس زید کو بلا وجہ خدمت مذکور سے علیحدہ کر کے عمر و داماد اپنے کر بحکم حاکم قائم مقام زید کیا چاہتی ہے، ہندہ چچی زید ہے تو باجائز و اعانت عورت بلا استرضائے اقوام اہل اسلام عمر و امامت و خطابت کر سکتا ہے یا نہیں؟ بسند کتاب بیان فرمائیں۔

الجواب:

عورت کہ سلطنت نہ رکھتی ہو اور اسی طرح سلطان اسلام یا اس کے نائب ماذون کے سوا کسی حاکم کا کسی شخص کو خطیب یا امام جمعہ مقرر کرنا اصلاً معتبر نہیں، نہ ایسے شخص کے خطبہ پڑھتے یا نماز پڑھانے سے جمعہ ادا ہو سکے کہ اس میں اذن سلطان اسلام شرط ہے جسے اس نے مقرر کیا یا اس کے مقرر کئے ہوئے نے اذن دیا وہی خطیب و امام ہو سکتا ہے دوسرا نہیں، درمختار میں ہے:

الجمعة شرط لصحتها السلطان او مأموره	صحت جمعہ کے لئے سلطان یا اس کے مامور برائے اقامت جمعہ
باقا متھا قالوا یقیمیھا امیر البلد ثم الشرطی ثم	کا ہو نا ضروری ہے فقہاء نے فرمایا

القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ ^۱ اہل ملقطاً	کہ جمعہ امیر یا شہر قائم کرے اس کے بعد محاسبہ پھر قاضی پھر وہ شخص جسے قاضی القضاۃ نے مقرر کیا ہوا (اختصاراً) (ت)

پس اگر آباء و اجداد زید سلطنت اسلام سے اس عہدہ پر از جانب سلاطین اسلام مقرر تھے اور وہ خطباء و ائمہ یکے بعد دیگرے اپنی اولاد میں ایک دوسرے کو نائب کرتے آئے یہاں تک کہ یہ نہایت زید تک پہنچی تو زید خود سلاطین اسلام کی طرف سے اس عہدہ پر مامور گنا جائے گا اور اس کے ہوتے ہوئے اگر تمام اہل شہر بے اس کے اذن کے دوسرے کو امام یا خطیب مقرر کرنا چاہیں گے ہرگز جائز نہ ہو گا نہ بغیر اس کی اجازت کے کسی کی خطبہ خوانی یا امامت صحیح ہوگی، ردالمحتار میں ہے:

الاذن من السلطان انما يشترط في اول مرة فاذا اذن باقامتها لشخص كان له ان يأذن لغيره وذلك الغير له ان يأذن لآخر وهلم جرا ولا تصح اقامتها الا لمن اذن له السلطان بواسطة او بدونها اما بدون ذلك فلا ^۲ اھ ملخصاً	سلطان کا اذن پہلی دفعہ شرط ہے جب سلطان کسی شخص کو اقامت جمعہ کا اذن جاری کر دے تو وہ شخص کسی دوسرے کو اجازت دے سکتا ہے اسی طرح وہ آگے ایسا کر سکتا ہے، اقامت جمعہ وہ قائم کر سکتا ہے جس کو اذن سلطان حاصل ہو خواہ بلا واسطہ اذن ہو یا بالواسطہ۔ لیکن اگر اذن نہیں تو جمعہ قائم نہیں کر سکتا (ت)

اور اگر ایسا نہیں یعنی اس کے اجداد از جانب سلاطین اسلام سے مامور نہ تھے یا اس کی انھوں نے نائب نہ کیا تاہم جبکہ یہ خود باتفاق مسلمین امامت و خطابت پر مامور ہے تو ہمارے اعصار و امصار میں بلا ریب امام و خطیب صحیح شرعی ہے کہ جہاں سلطان نہ ہو اس امر کا اختیار عامہ مسلمین کے ہاتھ ہوتا ہے وہ جسے مقرر کر دیں اسی کا تقرر ٹھیک ہے، درمختار میں ہے:

نصب العامة الخطيب غير معتبر مع وجود من ذكر اما مع عدمهم فيجوز للضرورة ^۳ ۔	عوام کا خطیب کو مقرر کرنا مذکورہ افراد کے ہوتے ہوئے معتبر نہیں اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہوگا (ت)

تو اس صورت میں بھی دوسرا کوئی شخص بغیر اذن زید کے امامت و خطابت کا مجاز نہیں کہ آخر یہ خطیب شرعی ہے

^۱ در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۰۱-۱۰۹

^۲ ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۹۲

^۳ در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۰

اور خطیب شرعی کے بے اجازت دوسرے امامت یا خطابت نہیں کر سکتا، ردالمحتار میں ہے:

قوله لو صلى احد بغير اذن الخطيب لايجوز ظاهره ان لاخطيب خطب بنفسه والاخر صلى بلا اذنه ومثله ما لو خطب بلا اذنه لما في الخانية وغيرها خطب بلا اذن الامام والامام حاضر لم يجز ¹ اه	قوله "اگر کسی نے اذن خطیب کے بغیر نماز پڑھائی تو جائز نہیں" اس کا ظاہر بتا رہا ہے کہ خطیب نے خود خطبہ دیا مگر نماز اس کی اجازت کے بغیر دوسرے نے پڑھادی اور اسی کی مثل وہ صورت ہے جب بلا اجازت خطیب کسی نے خطبہ دے دیا، کیونکہ خانیہ وغیرہ میں ہے کہ اگر کسی نے بغیر اجازت امام خطبہ دیا اور امام حاضر تھا تو یہ جائز نہیں (ت)

ہاں اس صورت میں اگر عامہ مسلمین جیسے آج تک تقرر زید پر متفق رہے اب بوجہ شرعی معزولی زید پر متفق ہو جائیں اور دوسرے شخص کو قائم کر دیں تو اس صورت زید معزول اور دوسرے کا تعین صحیح و مقبول ہوگا صرف عورت کی جاہلانہ حرکت یا حاکم سلطنت غیر اسلامی کی شرکت و اعانت محض بیکار و بے سود ہے کہ کسی منصب سے معزول کرنے کا اسی کو اختیار ہوتا ہے جسے مقرر کرنے کا اختیار تھا وہ اصلاً سلطان اسلام ہے اور ضرورۃً جماعات مسلمین نہ کہ عورت یا حاکم سلطنت غیر اسلام کما لایخفی علی من له بالفقه ادنی الالمام (جیسا کہ یہ ہر اس شخص پر واضح ہو جو فقہ میں ادنی سادر رکھتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۰۷: از بنارس محلہ کندی گڈھ ٹولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ مرسلہ مولوی عبدالغفور صاحب جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے بروز جمعہ نیت چار رکعت سنت کی باندھی، بعدہ، امام نے خطبہ شروع کیا اب وہ دو رکعت پڑھ کر سلام کرے یا چار رکعت پوری پڑھے اس میں جو کچھ اختلاف درمیان علمائے حنفیہ سے ہے وہ جناب پر ظاہر ہے لیکن بطور نمونہ قدرے درج ذیل ہے:

في الدر المختار في باب الجمعة ولو خرج وهو في السنة او بعد قيامه لثلاثة النفل يتم في الاصح ويخفف القراءة ² وايضا فيه في باب ادراك الفريضة وكذا سنة الظهر	در مختار کے باب الجمعة میں ہے کہ اگر امام آگیا اور نمازی سنن ادا کر رہا تھا یا نفل کی تیسری رکعت کی طرف کھڑا ہو تو اصح قول کے مطابق اسے مکمل کر لے اور قراءت میں تخفیف کرے، اس کے باب ادراک الفریضہ میں بھی یہی ہے

¹ ردالمحتار باب الجمعة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۱۱-۱۳۱۳ھ

² در مختار باب الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۳

اور اسی طرح سنت ظہر اور سنت جمعہ میں اگر تکبیر کہی جائے یا امام خطبہ شروع کر دے تو قول رائج کے مطابق وہ چار رکعت مکمل کرے کیونکہ یہ ایک ہی نماز کے حکم میں ہے یہاں انقطاع، اکمال نہیں بلکہ ابطال ہوگا، اس کے خلاف ہے جسے کمال نے ترجیح دی۔ اور عالمگیری میں ہے اگر کوئی شخص ظہر اور جمعہ کی پہلی سنتوں میں تھا تکبیر کہی گئی یا خطبہ شروع ہو گیا تو دو رکعات ادا کر کے ختم کر دے یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے اور بعض نے کہا کہ تمام کرے اسی طرح ہدایہ میں ہے اور یہی اصح ہے، محیط سرخسی میں یہی ہے اور یہی صحیح ہے، اسی طرح سراج الوہاب میں ہے، صغیری شرح منیہ میں ہے جب امام منبر پر چڑھے تو لوگوں میں نماز کا ترک کر دینا لازم ہے الخ حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار میں کمال کی ترجیح کے بارے میں ہے کہ بعض نے کہا دو رکعتوں پر اختتام کر دے یہی رائج ہے کیونکہ فرائض کے بعد ان کی قضا ممکن ہے اور دو رکعات پر سلام ان کا ابطال بھی نہیں، پس اب خطبہ کا سننا جو فرض ہے وہ بھی فوت نہ ہوگا اور کامل طریقہ پر سنن کی ادائیگی بھی ہو جائے گی۔ اقوال: ہدایہ کا ظاہر یہی کہ یہ ان کا مختار ہے، اس پر ملتقی، نور الایضاح، المواہب، جمعة الدرر اور فیض میں ہے شرنبلالیہ میں

وسنة الجمعة اذا اقيمت اما خطب الامام يتمها اربعاً على القول الراجع لانها صلوة واحد ليس القطع للاكمال، بل لا بطلان خلا فالما رجحه الكمال¹۔ وفي العلمگیریة ولو كان في السنة قبل الظهر والجمعة فاقیم او خطب یقطع علی راس الركعتین یروی ذلك عنه ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وقد قیل یتمها کذا فی الهدایة، وهو الاصح کذا فی محیط السرخسی، وهو الصحيح هکذا فی السراج الوہاج²۔ فی الصغیری شرح منیة اذا صعد الامام المنبر یجب علی الناس ترک الصلوة³ الی آخره فی حاشیة رد المحتار علی الدر المختار متعلق، لما رجحه الکمال حیث قال وقیل یقطع علی رأس الركعتین وهو الراجع لانه یتمکن فی قضائها بعد الفرض ولا ابطال فی التسلیم علی الركعتین فلا یفوت فرض الاستماع والاداء علی الوجه الاكمل بلا سبب اهـ اقوال: وظاهر الهدایة اختیارة وعلیه مشی فی ملتقی ونور الایضاح والمواہب و

¹ در مختار باب اوراک الفریضة مطبوعہ مجتبائی دہلی ۹۹/۱

² فتاویٰ ہندیہ الباب العاشر فی اوراک الفریضة مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۰/۱

³ صغیری شرح منیة المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۸۰

اسے برہان کی طرف منسوب کیا گیا ہے، فتح میں ہے سغدی سے منقول ہے کہ اس کی طرف رجوع اس لئے کیا کہ نوادر میں امام ابو حنیفہ سے اسی طرح مروی ہے، اور اسی کی طرف سرخسی اور بقالی نے میلان کیا ہے اور بزازیہ میں ہے کہ اس کی طرف قاضی نسفی نے رجوع کیا، کلام مقدسی سے ظاہر اسی طرف میلان معلوم ہوتا ہے، حلیہ میں کمال کا کلام نقل کر کے کہا کہ وہ اسی طرح ہے جو یہ کہا گیا ہے الخ شرح وقایہ میں ہے جب امام آجائے تو نماز حرام ہو جاتی ہے۔ عمدۃ الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ جو ہمارے استاذ مولوی عبدالحکیم کا ہے میں لکھا ہے کہ اسحاق بن راہویہ نے مسند میں حضرت سائب سے روایت کیا کہ ہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں نماز پڑھتے تھے تو جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر بیٹھتے تو ہم نماز ختم کر دیتے تھے الخ (ت)	جمعة الدرر والفيض وعزاه في الشرنبلالية الى البرهان وذكر في الفتح انه حكى عن السغدي انه رجع اليه لما راه في النوادر عن ابي حنيفة وانه مال اليه السرخسي والبقالي وفي البزازیة انه رجع اليه القاضي النسفي و ظاهر كلام المقدسي البيل اليه ونقل في الحلية كلام شيخه الكمال ثم قال وهو كما قال هذا¹ الخ في شرح الوقاية اذا خرج الامام حرم الصلوة² وفي عمدة الرعاية حاشية شرح الوقاية لمولنا واستاذنا مولوی عبدالحی صاحب مرحوم ومغفور واخرج اسحق بن راهوية في مسنده عن السائب كنانصلي في زمن عمر يوم الجمعة فاذا خرج عمر وجلس على المنبر قطعنا الصلوة³ الخ

الجواب:

دونوں قول قوی و صحیح ہیں اور دونوں طرف جزم و ترجیح اور مختار فقیر قول اخیر کہ اول روایت نوادر ہے اور ثانی مفاد ظاہر الروایہ والفتویٰ متی اختلفت فالصیر الی ظاہر الروایة (جب روایات مختلف ہوں تو ظاہر الروایت کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے مبسوط میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا وناهیك به حجة وقدوة (اس میں وہی مقتدا کافی ہیں، ت) فتح القدر میں ہے: الیہ اشار فی الاصل⁴ (اسی کی طرف اصل میں اشارہ ہے۔ ت) معہذا کثرت التصحیح وافتائے صریح بھی اسی

¹ رد المحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/۵۲

² شرح الوقایہ باب الجمعة مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱۱/۲۴۴

³ عمدۃ الرعاۃ حاشیہ شرح الوقایہ باب الجمعة مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱۱/۲۴۴

⁴ فتح القدر باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکر ۱۱/۳۹۳

طرف ہے:

والقاعدة ان العمل بما عليه الاكثر كما نصوا عليه في غير ما كتاب وبيناه في رسالتنا بذل الجوائز على الدعاء بعد صلوة الجنائز۔	اور یہ قاعدہ ہے کہ عمل اس پر کیا جائے جس پر اکثریت ہو جیسا کہ فقہاء نے کتب میں متعدد جگہ اس کی تصریح کی ہے اور ہم نے اس کی تفصیل اپنے رسالے "بذل الجوائز علی الدعاء بعد صلوة الجنائز" میں دی ہے۔ (ت)

قول اول کی ترجیح صریح کتب معتمدہ مرجحین میں کہ اس وقت فقیر کے پاس ہیں خانیہ وفتح کے سوا کسی میں نظر سے نہ گزری

اما الحلیة فقد تبعت الفتح واما المراق فانما تبع البرهان شرح مواهب الرحمن بشهادة غنية ذوی الاحكام واما الطرابلسی فانما اقتفى اثر الکمال كما هو دابه في كل مقال قال الکلام الى الکمال مع ان الشرنبلاي خالف نفسه في جمعة غنية كما يأتی۔	حلیہ نے فتح کی اتباع کی ہے، مراقی نے غنیہ ذوی الاحکام کے بیان کے مطابق برہان شرح مواہب الرحمن کی اتباع کی ہے، طرابلسی نے کمال کی اقتداء کی جیسا کہ ان کا ہر جگہ یہی طریقہ ہے اور کہا کہ کلام کمال کی طرف ہی ہے باوجودیکہ شرنبلائی نے جمعہ غنیہ میں خود اپنی مخالفت کی ہے جیسا کہ آ رہا ہے۔ (ت)

اور قول اخیر کو صاحب محیط و امام عبدالرشید و امام ابو حنیفہ و لواحق و امام علی سی بن محمد قرہ شہری صاحب مبتنی و امام ظہیر الدین مرغینانی صاحب ظہیریہ و علامہ سٹشی و صاحب سراج و ہاج نے فرمایا: هو الصحيح¹ (صحیح قول یہی ہے۔ ت) امام شمس الانمہ سرخسی نے فرمایا: هو الاصح² (صحیح قول یہی ہے۔ ت) در مختار میں ہے: فی الاصح³ (صحیح قول میں یہی ہے۔ ت) متن تنویر میں ہے: علی الواجح⁴ (یہ راجح قول کے مطابق ہے۔ ت) بحر الرائق میں ہے: صحیح المشائخ⁵ (مشائخ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ت) مجمع الانہر میں ہے: صححہ اکثر المشائخ⁶ (اکثر مشائخ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ ت) اسی طرح جامع الرموز و ہندیہ و نہروغیرہا میں اس کی تصحیح و ترجیح

¹ فتاویٰ ہندیہ بحوالہ السراج الوہاج الباب العاشر فی ادراک الفریضۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۰/۱

² فتاویٰ ہندیہ بحوالہ محیط السرخسی الباب العاشر فی ادراک الفریضۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲۰/۱

³ در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی ۱۱۳/۱

⁴ در مختار باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی ۹۹/۱

⁵ بحر الرائق باب صلوة الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۸/۲

⁶ مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر باب ادراک الفریضۃ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۲۱/۱

مذکور یہاں تک کہ امام اجل مجتہد الفتویٰ حسام الدین عمر صدر شہید قدس سرہ نے فتاویٰ صغریٰ میں فرمایا: علیہ الفتویٰ ¹ (فتویٰ اسی پر ہے۔ ت) شرنبلالیہ میں ہے:

اقول: الصحيح خلافه وهو انه يتم سنة الجمعة اربعاً وعليه الفتوى كما في الصغرى وهو الصحيح كما في البحر عن الولوجية والمبتغى ² الخ۔	میں کہتا ہوں صحیح اس کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ جمعہ کی چار سنتیں مکمل کرے، اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ صغریٰ میں ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ بحر میں ولوالجیہ اور مبتغی سے ہے الخ۔ (ت)

لاجرم بحر میں قول اول کی نسبت فرمایا: هو قول ضعيف وعزاه قاضى خاں الى النوادر ³ (یہ ضعیف قول ہے اور قاضی خاں نے اس کی نسبت نوادر کی طرف کی ہے۔ ت) رہیں روایات قطع و ترک و تحریم نماز بخروج امام للخطبہ انھیں اس بحث سے علاقہ نہیں وہ فریقین کی منصوبہ و متفق علیہا ہیں ان کے معنی یہ ہیں کہ خروج امام کے بعد کوئی نماز (سوائے فائتہ واجب الترتیب کے) شروع نہ کرے پہلے سے جو انتظار امام میں نوافل وغیرہ پاڑھ رہا ہے اس کا سلسلہ قطع کر دے متمادی نہ رہے نہ یہ کہ جو نماز پڑھ رہا ہے وہ حرام ہو گئی اسے قطع کر دے نیت توڑ دے یہ قطعاً باطل ہے ورنہ اگر ہنوز نیت ہی باندھی یا ایک ہی رکعت پڑھی کہ امام خطبہ کے لئے خارج ہوا تو فوراً نیت توڑ دینا واجب ہو یہ کسی کا قول نہیں نصوص عامہ کتب مذہب اس کے بطلان پر متظافرو متواتر ہیں کما لا یخفى (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

1

2

3



رِعايَةُ الْمَذْهَبَيْنِ فِي الدَّعَاءِ بَيْنَ الْخَطْبَتَيْنِ^{۱۳۱۰ھ}

(دو خطبوں کے درمیان دُعا کرنے کا بیان)

مسئلہ ۱۳۰۸: از کٹھورا سٹیشن سائن ضلع سورت مرسلہ مولوی عبدالحق صاحب مدرس مدرسہ عربیہ ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۰ھ اس جائے پر بروز جمعہ بین الخطبتین کے جلسہ میں ہاتھ اٹھا کر دُعا آہستہ مانگی جاتی ہے اور بعض لوگ اس کو مکروہ شدید و حرام و بدعتِ سیئہ و شرک قرار دے کر اس فعل کو منع کرتے ہیں، لہذا التماس یہ ہے کہ اس کے جوابِ باصواب سے جو دافع جدال ہو تحریر فرما کر رفعِ خصومت بین المسلمین فرمائیں۔

الجواب:

امام کے لئے تو اس دُعا کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، جس کے لئے نہی شارع نہ ہونا ہی سند کافی، ممنوع وہی ہے جسے خدا رسول منع فرمائیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بے اُن کی نہی کے ہر گز کوئی شے ممنوع نہیں ہو سکتی خصوصاً دُعا سی چیز جس کی طرف خود قرآنِ عظیم نے بکمال ترغیب و تاکید علی الاطلاق بے تحدید و تقسید بلایا اور احادیث شریفہ نے اسے عبادت و مغز عبادت فرمایا، پھر یہاں صحیح حدیث کا نحوی الخطاب اُس کی اجازت پر دلیل صواب کہ خود حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عین خطبہ میں دست مبارک بلند فرما کر ایک جمعہ کو مدینہ برسنے اور دوسرے کو مدینہ طیبہ پر سے کھل جانے کی دُعا مانگنا، صحیح بخاری و مسلم و غیرہا میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حالانکہ وہ قطع خطبہ کو مستلزم، تو بین الخطبتین بدرجہ اولیٰ جواز ثالث، لاجرم علمائے کرام نے شروح حدیث وغیرہ کتب میں صاف اُس کا جواز افادہ فرمایا، مولانا علی قاری مکی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ مرقاۃ شرح

مشکوٰۃ میں زیر حدیث یخطب ثم یجلس فلا یتکلم (امام خطبہ پڑھے پھر بلا گفتگو بیٹھ جائے۔ ت) فرماتے ہیں:

لا یتکلم ای حال جلوسه بغیر الذکر والدعاء والقراءة سرا والاولی القراءة لروایة ابن حبان کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقرأ فی جلوسه کتاب اللہ ^۱ الخ	نہ گفتگو کرے یعنی بیٹھنے کی حالت میں آہستہ ذکر یا قراءۃ کے علاوہ بات نہ کرے، قراءت اولیٰ ہے کیونکہ ابن حبان کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹھنے کی حالت میں کتاب اللہ کی تلاوت فرماتے تھے الخ (ت)

حافظ الشان شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فتح الباری شرح صحیح بخاری شریف میں اسی حدیث کی نسبت فرماتے ہیں:

واستفید من ہذا ان حال الجلوس بین الخطبتین لاکلام فیہ لکن لیس فیہ نفی ان یزکر اللہ او یدعوہ سرا ^۲ ۔	اس کا مفاد یہ ہے کہ دونوں خطبوں کے درمیان بلا کلام بیٹھنا ہے لیکن اس سے اس بات کی نفی نہیں کہ آہستہ آہستہ اللہ کا ذکر اور دُعا بھی کی جائے۔ (ت)

علامہ زرقانی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب لدنیہ و منہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

ثم یجلس فلا یتکلم (جہرا فلا ینافی روایۃ ابن حبان انہ کان یقرأ فیہ ای الجلوس وقال الحافظ مفادہ ^۳) الی اخر ما مر۔	پھر خطیب گفتگو کے بغیر بیٹھ جائے (یعنی بلند آواز سے گفتگو نہ کرے یہ بات روایت ابن حبان کے منافی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس (جلوس) میں قراءت فرماتے ہیں اور حافظ نے کہا اس کا مفاد وہ جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ (ت)

بلکہ صحیح حدیث حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم متعدد اقوال صحابہ و تابعین کی رو سے یہ جلسہ اُن اوقات میں ہے جن میں ساعتِ اجابت جمعہ کی امید ہے، صحیح مسلم شریف میں بروایت حضرت ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دربارہ ساعتِ جمعہ فرمایا:

^۱ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الخطبہ والصلوۃ الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۰۱۳/۲

^۲ فتح الباری شرح البخاری باب القعدۃ بین الخطبتین یوم الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۳/۵

^۳ شرح الزرقانی علی المواہب الباب الثانی فی ذکر صلوتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الجمعۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۳۸۵/۷

ہی مابین ان یجلس الامام الی ان تقضى الصلوة¹ - امام کے جلوس سے نماز ختم ہونے تک ساعت جمعہ ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں آیا حضور پر نور صلوات اللہ وسلامہ علیہ نے فرمایا: شروع خطبہ سے ختم خطبہ تک ہے رواہ ابن عبد البر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اسے ابن عبد البر نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت) انہی ابن عمر ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ خروج امام سے ختم نماز تک ہے۔ یونہی امام عامر شعبی تابعی سے منقول رواہ ابن جریر الطبری (اسے ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے۔ ت) انہی شعبی سے دوسری روایت میں خروج امام سے ختم خطبہ تک اس کا وقت بتایا رواہ المروزی (اسے امام مروزی نے روایت کیا۔ ت) اسی طرح امام حسن بصری سے مروی ہوا رواہ ابن المنذر (اسے ابن المنذر نے روایت کیا۔ ت) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اذان سے نماز تک رکھا رواہ حمید بن زنجویہ (اسے حمید بن زنجویہ نے روایت کیا۔ ت) بہر حال یہ وقت بھی ان میں داخل، تو یہاں دُعا ایک خاص ترغیب شرح کی مورد خصوصاً حدیث دوم پر جبکہ کسی مطلب خاص کے لئے دُعا کرنی ہو جسے خطبہ سے مناسبت نہ ہو تو اس کے لئے یہی جلسہ بین الخطبتین کا وقت متعین بلکہ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ نے بالتعین اسی وقت کو ساعت اجابت بتایا اور اُسے بعض شرح مصابیح سے نقل فرمایا بلکہ خود ارشاد اقدس مابین ان یجلس الامام (امام کے بیٹھنے سے لے کر۔ ت) سے یہی جملہ مراد رکھا، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے:

می گفت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در شان ساعۃ الجمعۃ کہ آن ساعت میان نشستن امام ست بر منبر تا گزاردن نماز، طیبی از جلوس، نشستن میان دو خطبہ مراد داشتہ ² الخ	حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جمعہ کی ساعت کے بارے میں فرمایا کہ وہ گھڑی امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز ادا کرنے تک ہوتی ہے، علامہ طیبی نے جلوس سے مراد دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا لیا ہے الخ (ت)

اس قول پر تو بالخصوص اسی وقت کی دعا شرعاً اجل المندوبات واجب مرغوبات سے ہے پھر اس قدر میں اصلاً شک نہیں کہ جب بغرض تقویت رجاء جمع احادیث واقوال علماء چاہئے، جو امثال باب مثل لیلیۃ القدر

¹ صحیح مسلم شریف کتاب الجمعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲۸۱/۱

² اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ کتاب الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۷۱/۲

وغیرہا میں ہمیشہ مسلک محققین رہا ہے، تو بقیہ اوقات کے ساتھ اس وقت بھی دعا ضرور درکار ہوگی اور اس کے نیک و مستحسن ماننے سے چارہ نہ ہوگا، لاجرم صاحب عین العلم نے کہا جو اکابر علمائے حنفیہ سے ہیں صاف تصریح فرمائی کہ اس جلسہ میں مستحب ہے، اسی طرح امام ابن المنیر نے افادہ استحسان جمع فرمایا، طرہ یہ کہ یہ قول امام مدوح حضرات منکرین کے امام شوکانی نے نیل الاوطار شرح ملتقی الاخبار میں نقل کیا اور مقرر و مسلم رکھا

یہاں انھوں نے تیسواں قول شمار کرتے ہوئے کہا کہ دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت، اسے طیبی نے نقل کیا ہے الخ پھر کہا کہ ابن منیر نے کہا تمام اقوال احسن ہے ساعت قبولیت تو ایک ہی ہے اسے وہی پائے گا جو تمام وقت دعا میں رہے گا۔ (ت)	حيث قال في عدالاقوال، الثلاثون عندالجلوس بينالخطبتين حكاها الطيبي¹ الخ ثم قال قال ابن المنير يحسن جمع الاقوال فتكون ساعة الاجابة واحدة منها لا بعينها فيصادفها من اجتهد في الدعاء في جميعها² اه

یہ حکم امام کا ہے، رہے مقتدی ان کے بارے میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مختلف، امام ثانی عالم ربانی قاضی الشرق والغرب حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک انھیں صرف بحالت خطبہ سکوت واجب، قبل شروع وبعد ختم و بین الخطبتین دعا وغیرہ کلام دینی کی اجازت دیتے ہیں، اور امام الائمہ مالک الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خروج امام سے ختم نماز تک عند التحقیق دینی و دنیوی ہر طرح کے کلام یہاں تک کہ امر بالمعروف وجواب سلام بلکہ مغل استماع ہر قسم کے کام سے منع فرماتے ہیں اگرچہ کلام آہستہ ہو اگرچہ خطیب سے دور بیٹھا ہو کہ خطبہ سننے میں نہ آتا ہو، امام ثالث محرر المذہب محمد بن الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ بین الخطبتین میں امام اعظم اور قبل وبعد میں امام ابو یوسف کے ساتھ ہیں، درمختار میں ہے:

جب امام حجرہ سے نکلے ورنہ وہ جب منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو، شرح الجمع، تو اس وقت سے اختتام تک نہ نماز ہے نہ کلام اگرچہ وہ ایک تسبیح یا سلام کا جواب یا امر بالمعروف ہو، قریب اور بعید بیٹھنے والے میں کوئی فرق نہیں، صاحبین کے نزدیک خطبہ سے پہلے اور بعد اور امام ابو یوسف کے ہاں جب خطیب درمیان میں بیٹھے	اذاخرج الامام من الحجرة والافقيامه للصعود شرح المجمع فلا صلوة ولا كلام الى تمامها ولو تسبيحا او رد سلام او امرا بمعروف بلا فرق بين قريب وبعيد وقالوا لا بأس بالكلام قبل الخطبة وبعدها واذا جلس، عند الثاني والخلاف في كلام

¹ نیل الاوطار شرح ملتقی الاخبار باب فضل الجمعة و ذکر ساعۃ الاجابۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳/۷۵

² نیل الاوطار شرح ملتقی الاخبار باب فضل الجمعة و ذکر ساعۃ الاجابۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳/۷۷



یتلق بالآخرۃ اما غیرہ فیکرہ اجماعاً ^۱ اھ ملتقطاً	گفتگو میں کوئی حرج نہیں، لیکن یہ اختلاف اس گفتگو کے بارے میں ہے جو آخرت سے متعلقہ ہو اس کے علاوہ گفتگو بالاتفاق مکروہ ہے۔ (ت)

تحقیق یہی ہے، اگرچہ یہاں اختلاف نقول، حداضراب پر ہے کہ سب کو مع ترجیح و تنقیح ذکر کیجئے تو کلام طویل ہو، اس تحقیق کی بنا پر حاصل اس قدر کہ مقتدی دل میں دعا مانگیں کہ زبان کو حرکت نہ ہو تو بلاشبہ جائز کہ جب عین حالت خطبہ میں، وقت ذکر شریف حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل سے حضور پر درود بھیجنا مطلوب، تو بین الخطبتین کہ امام ساکت ہے دل سے دعا بدرجہ اولیٰ روا، رد المحتار میں ہے:

اذا ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لایجوز ان یصلوا علیہ بالجہر بل بالقلب وعلیہ الفتوی رملی ^۲	جب سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مبارک ذکر آئے تو بالجہر کی بجائے دل میں درود شریف پڑھ لیا جائے، اسی پر فتویٰ ہے۔ رملی (ت)

اور زبان سے مانگنا امام کے نزدیک مکروہ، اور امام ابی یوسف کے نزدیک جائز، اور مختار قول امام ہے، تو بیشک مذہب منفتح حنفی میں مقتدیوں کو اس سے احتراز کا حکم ہے نہ کہ اس بنائے فاسد پر جو بنائے جہالات وہابیہ ہے کہ عدم ورود خصوص، ورود عدم خصوص ہے، وہ بھی خاص حق جواز میں، منع کے لئے ممانعت خاصہ خدا اور سول کی کچھ حاجت نہیں کہ یہ تو محض جہل و سفہ و تحکم ہے بلکہ اس لئے کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام (جب امام نکل آئے تو نہ کوئی نماز ہے نہ کلام۔ ت) پس غایت یہ کہ جو لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہوں انھیں بتادیا جائے نہ کہ معاذ اللہ بدعتی گمراہ حتی کہ بلاوجہ مسلمانوں کو مشرک ٹھہرایا جائے، کیا ظلم ہے جب ان اشقاء کے نزدیک اللہ عزوجل کو پکارنا بھی شرک ہوا تو مگر شیخ نجدی یعنی ابلیس لعین کا پکارنا تو حید ہوگا حاش للہ) اللہ ہی کے لئے پاکیزگی ہے۔ (ت) یہ اُن بد عقلوں کی بدزبانیاں ہیں جن کا مزہ آخرت میں کھلے گا، جب لا الہ الا اللہ مسلمانوں کی طرف سے اُن بیباکان پُرسرف سے جھگڑنے آئے گا،

وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ^۳	اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

^۱ در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۳/۱

^۲ رد المحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۰۶۱/۱

^۳ القرآن ۲۲۷/۲۶

قول ارجح ممانعت سہی پھر بھی ان دعا کرنے والوں کے لئے خود ہمارے مذہب و کتب مذہب میں متعدد راہیں تجویز و اجازت کی ہیں:

اولاً یہی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ جو اس ترحیص کے ساتھ اس جہالت نجدیہ کا بھی علاج کافی ہے کہ وہ اس وقت تسبیح بالتصريح جائز بتاتے ہیں حالانکہ بہ لحاظ خصوص وقت و رد اس کا بھی نہیں۔

ثانیاً بعض کے نزدیک مقتدیوں کو صرف جہر ممنوع ہے آہستہ میں حرج نہیں۔ اور اس کی تائید اس قول سے بھی مستفاد کہ عین حالت خطبہ میں ذکر اقدس سن آہستہ کر دو پڑھنے کا حکم دیا گیا اگرچہ تحقیق وہی ہے، کہ دل سے پڑھے،

جیسا کہ رملی کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں، در مختار کے ان الفاظ سے بھی وہی مراد ہے کہ صواب یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم گرامی سن کر دل میں درود شریف پڑھا جائے اھ اگرچہ قسمستانی کا میلان اخفاء کی طرف ہے مگر جوہرہ اور دیگر کتب معتبرہ اس کے خلاف ہیں، شامی کہتے ہیں کہ اس کا اپنا نفس سن لے یا حروف کی تصحیح ہو کیونکہ علماء نے اس کی تفسیر یوں ہی کی ہے، امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ دل میں پڑھے جیسا کہ کرمانی میں ہے، قسمستانی نے جوہرہ میں آخری پر ہی اکتفا کیا ہے ان کے الفاظ میں اس کے ساتھ نطق نہ کرے کیونکہ اس حال کے علاوہ میں اسے پایا جاسکتا ہے مگر اس کے ساتھ سماع فوت ہو جائیگا اھ اختصاراً۔ رہا قسمستانی کا قول کہ فقہاء نے اس کی تفسیر یہی کی ہے اس سے ان کی مراد اس بعد کو دور کرنا ہے جو ان کی اختیار کردہ تاویل

کما قدمنا عن الرملي وهو معنى ما في الدر المختار من قوله والصواب انه يصلى على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم عند سماع اسمه، في نفسه¹ اھ وان مال القهستاني الى التأويل بالأخفاء خلافاً لما في الجوهره وغيرها من الكتب المعتبرة قال الشامي اى بان يسمع نفسه او يصحح الحروف فانهم فسروه به وعن ابى يوسف قلباً كما في الكرماني قهستاني واقتصر في الجوهره على الاخير حيث قال ولم ينطق به لانها تدرك في غير هذا الحال والسماع يفوت² اھ مختصراً واما قول القهستاني انهم فسروه به فانما اراد به دفع الاستبعاد عما اختاره من التأويل فان ظاهراً اللفظ هو ارادة القلب ومع ذلك ربما اطلقوه وفسروه بى اى بالاسرار

¹ در مختار باب الجمعة مطبوعه مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۳/۱

² رد المحتار باب الجمعة مطبوعه مصطفى البابی مصر ۶۰۶/۱

علی القولین فی تحدیدہ۔	میں تھا کیونکہ "فی نفسہ" ظاہر الفاظ تو ارادۂ قلب پر دال ہیں حالانکہ اس کے باوجود اس کا اطلاق کر کے اس کی تفسیر مخفی ہونے کے ساتھ کرتے ہیں، ان دونوں اقوال پر جو اس کی تعریف کے بارے میں ہیں۔ (ت)

عالم امام نصیر بن یحییٰ و امام محمد بن الفضل وغیرہما عین حالت خطبہ میں بعید کو کہ خطبہ کی آواز اس تک نہ پہنچے انصاف واجب نہیں جانتے، اور امام محمد بن مسلمہ بھی صرف اولیٰ کہتے ہیں اگرچہ مفتی بہ اس پر بھی وجوب، تو اس جلسہ میں کہ آواز ہی نہیں بدرجہ اولیٰ واجب نہ کہیں گے۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

قال فی النہایۃ اذا کان بحیث لا یسمعہا لاروایۃ فیہ عن اصحابنا فی المبسوط وقد اختلف المشائخ المتأخرون فیہ فعن محمد بن سلمۃ الانصاف اولی وعن نصیر بن یحییٰ انه کان بعیدا وکان یحک شفتیہ بالقرآن وفی العنایۃ ان الانصاف مختار الکرخی و صاحب الهدایۃ وقال بعضهم قراءة القرآن اولی وهو اختیار الفضلاء¹۔	نہایہ میں ہے اس وقت جب ایسے مقام پر ہو کہ وہ خطبہ نہیں سن رہا، مبسوط میں ہمارے اصحاب (احناف) سے کوئی ایک روایت نہ ہے، متأخرین مشائخ کا اس میں اختلاف ہے، محمد بن مسلمہ کے نزدیک خاموشی اولیٰ ہے، نصیر بن یحییٰ کے بارے میں ہے کہ جب ہو خطیب سے دُور ہوتے تو ان کے ہونٹ تلاوتِ قرآن سے حرکت کر رہے ہوتے تھے، عنایہ میں ہے خاموشی، کرخنی اور صاحب ہدایہ کا مختار ہے، بعض نے فرمایا: تلاوت قرآن اولیٰ ہے، فضلاء کے ہاں یہی مختار ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں فیض سے ہے: الاحوط السکوت وبہ یفتی² (سکوت ہی احوط ہے اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ ت)

راجعاً بعض علماء کا گمان ہے کہ ہمارے امام کے نزدیک بھی صرف کلامِ دنیوی ممنوع ہے دعاء و ذکر مطلقاً جائز حتیٰ کہ عین حالتِ خطبہ میں بھی، اگرچہ صواب اُس کے خلاف ہے کما تقدم عن الدر (جیسا کہ در کے حوالے سے گزارشات) عبدالغنی نابلسی حدیقہ میں فرماتے ہیں:

اما تأمین المؤذنین علی دعاء الخطیب والتروضی عن الصحابة والدعاء للسلطان بالنصر	خطیب کی دعاء پر مؤذنین کا آمین کہنا، صحابہ کے نام سن کر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا، بادشاہ کے لئے دعا

¹ الحدیقۃ الندیۃ نوع ۳۳۳۳ الکلام فی حال الخطبۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۲/۷/۲۰۳۰

² ردالمحتار باب الجمعۃ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۶/۱۱/۲۰۲۰

فلیس هذا من الكلام العرفی بل هو من قبیل التسبیح ونحوه فلا یکره فی الاصح^۱ الخ و بینا علی هامشها ان هذا من اشتباه عرض له رحمه الله تعالیٰ من تصحیح النہایة والعناية بلفظ لتجوز الكلام الاخری وانما كلامها فیما قبل شروع الخطبة و بعدها لاحالها ثم هو ایضاً لا یخلو عن نظر كما یظهر بمراجعة ما علقنا علی هامش رد المحتار والاصح الاحوط اطلاق المنع کم افاده الزیلعی لذلالم یش علیہ فی عامة الكتب المعتمدة كالبحر والنهر والدر ورد المحتار۔	یہ کلام عرفی نہیں بلکہ از قبیل تسبیحات وغیرہ ہے لہذا اصح قول کے مطابق یہ مکروہ نہیں الخ، ہم نے اس کے حاشیہ میں تحریر کیا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ اشتباہ نہایہ اور عنایہ کی تصحیح سے عارض ہوا کیونکہ انھوں نے کلام اُخروی پر محمول کیا ہے حالانکہ ان کا کلام خطبہ سے پہلے یا بعد پر محمول ہے نہ کہ درمیان میں، پھر وہ بھی محل نظر ہے جیسا کہ حاشیہ رد المحتار کی طرف مراجعت سے ظاہر ہوگا اصح اور احوط مطلقاً منع ہے جیسا کہ زیلعی نے فرمایا ہے یہی وجہ ہے کہ عامہ کتب معتدہ میں اس مسلک کو اختیار نہیں کیا گیا مثلاً بحر، نہر، در اور رد المحتار (ت)

اور مذاہب دیگر پر نظر کیجئے تو حد درجہ کی توسیعیں ہیں حتیٰ کہ محیط میں تو یہاں تک منقول کہ:

من العلماء من قال السکوت علی القوم کان لازماً فی زمن رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم اما البوم فغیر لازم^۲ اھونقله عنه القهستانی۔	بعض علماء نے کہا کہ لوگوں پر سکوت رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں لازم تھا اب لازم نہیں رہا اھ اسے قہستانی نے نقل کیا ہے۔ (ت)

علمائے محتاطین تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں انکار بھی ضروری و واجب نہیں جانتے نہ کہ عیباً باللہ نوبت تا بہ تفصیل و اکفار۔ سیدی عارف باللہ محقق نابلسی کتاب مذکور میں فرماتے ہیں:

ان المسئلة الواقعة كما هي الآن في جوامع بلادنا وغيره يوم الجمعة من المودنين متى امکن تخريجها علی قول من الاقوال	مسئلہ در پیش جیسا کہ اب ہمارے شہر کی جامع مساجد میں مؤذنین جمعہ کے دن (امام کی دعا پر آمین) کہتے ہیں اس کی تخریج و ثبوت ہمارے مذہب

^۱ حدیث النبیہ نوع ۳۳۳ الکلام فی حال الخطبة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۲/۹/۳۰۳۰

^۲ جامع الرموز بحوالہ المحيط فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۱/۷/۲۶۲۶

فی مذہبنا او مذہب غیرنا فلیست بمنکر یجب انکارہ والنہی عنہ وانما المنکر ما وقع الاجماع علی حرمتہ والنہی عنہ ^۱ ۔	یادوسرے مسلک میں ممکن ہے، تو یہ ایسا ناجائز نہیں کہ اس کا انکار اور اس سے منع لازم ہو، منکر تو وہ ہوتا ہے جس کی حرمت اور ممانعت پر اجماع ہو۔ (ت)

بالجملہ مقتدیوں کا یہ فعل تو علی الاختلاف ممنوع مگر مسلمانوں کو بلاوجہ مشرک بدعتی کہنا بالاجماع حرام قطعی تو یہ حضرات مانعین خود اپنی خبر لیں اور امام کے لئے تو اس کے جواز میں اصلاً کلام نہیں، ہاں خوف مفسدۃ اعتقاد عوام ہو تو التزام نہ کرے، فقیر غفر اللہ تعالیٰ اس جلسہ میں اکثر سکوت کرتا اور کبھی اخلاص کبھی درود پڑھتا ہے اور رفع یدین کبھی نہیں کرتا کہ مقتدی دیکھ کر خود بھی مشغول بدعا نہ ہوں، مگر معاذ اللہ ایسا ناپاک تشدد شرع کبھی روا نہیں فرماتی، مولیٰ تعالیٰ ہدایت بخشنے آمین واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۴۰۹: از ہیل کتور ضلع اوکلنڈ مکان سومار سیٹھ صاحب مرسلہ سید حیدر شاہ صاحب ۲۸ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ جناب فیض مآب جامع علوم نقلیہ وحاوی فنون عقلیہ علامہ دہر فہامہ عصر مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب ادام اللہ فیوضہ، ادائے آداب کے بعد بندہ حیدر شاہ عرض رساں ہے کہ ایک مسئلہ کی ضرورت ہے چونکہ آپ مشاہیر علمائے انام سے ہیں اور آپ کے اخلاق وادصاف بے نہایت ہیں اور بہت لوگوں سے سنا ہے کہ آپ حنفی المذہب سنی المشرب ہیں و نیز جواب سوال جلد ترسیل فرماتے ہیں، لہذا التماس خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ احقر کو جواب سے سرفراز فرمائیں، مذہب حنفی وشافعی میں بین الخطبتین ہاتھ اٹھانے کے دعائے شروع و مسنون ہے یا نہیں؟ مترجم اردو الدراختار، ایک جگہ لکھتا ہے کہ ایک مرتبہ بریلی کے علماء سے اسی مسئلہ میں استفتاء طلب کیا گیا تھا چنانچہ وہاں علماء کا فتویٰ یہی ہوا کہ ہاتھ اٹھانے کے دعائے بین الخطبتین بدعت سیدہ وغیر مشروع ہے، پس آیا یہ بات صحیح ہے یا غلط چونکہ آپ متوطن بریلی کے ہیں آپ کو حقیقت اس کی کمائی بنی معلوم ہوگی پس آپ اطلاع دیجئے کہ مترجم نے ٹھیک لکھا ہے یا محض دھوکا دہی عوام الناس ہے۔ بینوا تو جروا

الجواب:

مسنونیت مصطلحہ کہ تارک، مستوجب عتاب الہی یا آثم و مستحق عذاب الہی ہو والعیاذ باللہ یہ نہ کسی کا

^۱ الحمد للہ الندیۃ نوع ۳۳ الکلام فی حال الخطبۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۲/ ۳۰۹

مذہب نہ دُعا کرنے والوں میں کوئی ذی فہم اس کا قائل بلکہ وقت مر جو الاجابۃ جان کر دُعا کرتے ہیں اور بیشک وہ ایسا ہی ہے اور دعا مغز عبادت و انحائے ذکر الہی عزوجل سے ہے جس کی تکثیر پر بلا تنقید و تحدید نصوص قرآن عظیم و احادیث متواترہ نبی رؤف رحیم علیہ و علی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم ناطق اور ہاتھ اٹھانا حسب تصریح احادیث و تظافر ارشادات علمائے قدیم و حدیث سنن و آداب دُعا سے ہے خطیب کے لئے اُس کی اجازت و مشروعیت تو باتفاق مذہبین حنفی و شافعی ہے یونہی سامعین کے لئے جبکہ دُعا دل سے ہونہ زبان سے اور سامعین کا اُس وقت زبان سے دُعا مانگنا جس طرح ان بلاد میں مروج و معمولی ہے، مذہب شافعیہ میں تو اُس کی اجازت و مشروعیت ظاہر کہ ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں خطبہ ہوتے وقت بھی کلام سامعین ناجائز و حرام نہیں جانتے صرف مکروہ مانتے ہیں اور کراہت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے اس سے کراہت تنزیہی مراد ہوتی ہے بخلاف کلمات ائمتنا الحنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ فان غالب محملها بها مطلقة فیہا کراہۃ التحریم (بخلاف ہمارے ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات کے کیونکہ ان میں غالب یہی ہے کہ مطلقاً کراہت مکروہ تحریمی ہے۔ ت) علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ آذات الید مسئلۃ الشترخ میں فرماتے ہیں:

الکراہۃ عند الشافعیۃ اذا اطلقت تنصرف الی التنزیہیۃ لا التحریمیۃ بخلاف مذہبنا ¹ ۔	شوافع کے نزدیک مطلقاً کراہت کا اطلاق مکروہ تنزیہی پر ہوتا ہے نہ کہ تحریمی پر بخلاف ہمارے مذہب کے (اس میں تحریمی پر ہے)۔ (ت)

اور سکوت خطیب کے وقت جیسے قبل و بعد خطبہ و بین الخطبتین اصلاً کراہت بھی نہیں مانتے۔ امام ابو یوسف اردبیلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں:

لا یجب الاستماع و هو شغل السمع بالسمع ² ۔	استماع واجب نہیں اور استماع سے مراد کانوں کو سماع میں مشغول کرنا ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لا یحرم الکلام حال الخطبۃ لا علی الخطیب ولا علی المأمومین السامعین وغیرہم	خطبہ کے دوران کلام حرام نہیں نہ خطبہ پر نہ مقتدیوں پر، ہاں بغیر غرض کے مکروہ ہے، مثلاً

¹ الحدیقۃ الندیۃ الصنف الخامس من الاصناف التسعینی بیان آفات الید مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۰۰۶/۴

² الانوار لا اعمال الابرار فصل لصیحة الجمعۃ الخ مطبوعۃ جمالیہ مصر ۱۰۱۱

لکن یکرہ الا لغرض مهم کانداز من یقع فی بئر او عقرب ویتعلم خیرا او نہی عن شیعی ^۱ ۔	کنویں میں گرنے والے کو متنبہ کرنا یا کچھو سے بچانا یا خیر کا حکم دینا اور برائی سے روکنا جائز ہے (ت)

اسی میں ہے:

لا یکرہ الکلام حال الاذان ولابین الخطبتین ولابین الخطبة والصلوة ^۲ ۔	اذان، دونوں خطبوں کے درمیان اور خطبہ اور نماز کے درمیان کلام مکروہ نہیں۔ (ت)

علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابن حجر مکی فتح المعین بشرح قرۃ العین میں فرماتے ہیں:

یکرہ الکلام ولا یحرم حالة الخطبة لا قبلها ولا بعد الجلوس على المنبر ولا بعدها ولا بین الخطبتین ویسن تشمیت العاطس والرد علیه ورفع الصوت من غیر مبالغة بالصلوة والسلام علیه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم عند ذکر الخطیب اسمہ او وصفہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال شیخنا ولا یبعد ندب الترضی عن الصحابة بل ارفع صوت وكذا التامین لدعاء الخطیب ^۳ اھ مختصرا۔	دوران خطبہ کلام مکروہ ہے، خطبہ سے پہلے اگرچہ خطیب منبر پر بیٹھ چکا ہو اور دو خطبوں کے درمیان کلام حرام نہیں ہے، چھینک مارنے والے کا جواب دینا اور اس کے بدلہ میں دعا دینا سنت ہے اور جب خطیب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اسم یا وصف ذکر کرے تو صلوة وسلام عرض کیا جاسکتا ہے البتہ آواز بلند نہ کی جائے، ہمارے شیخ نے فرمایا کہ صحابہ کے نام پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دعاء خطیب کے وقت آمین آواز بلند کئے بغیر کہنا مستحب ہونا بعید نہیں اھ اختصاراً (ت)

یونہی مذہب حنفی میں امام ثانی قاضی ربانی سیدنا امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مطلقاً جواز ہے، اوقات ثلاثہ غیر
حال خطبہ یعنی قبل وبعد دعائیں خطبتین میں اگرچہ کلام دنیوی منع فرماتے ہیں مگر کلام دینی مثل ذکر و تسبیح مطلقاً جائز رکھتے
ہیں، اور پُر ظاہر دعا خاص کلام دینی عبادت الہی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے:

اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام وهو قول	جب امام آجائے تو کوئی کلام و نماز نہیں، اور یہی

^۱ الانوار لاعمال الابرار فصل لصیحة الجمعة الخ مطبعة جمالية مصر ۱۰۱/۱

^۲ الانوار لاعمال الابرار فصل لصیحة الجمعة الخ مطبعة جمالية مصر ۱۰۱/۱

^۳ فتح المعین شرح قرۃ العین فصل فی صلوة الجمعة عامر الاسلام پورپرس ترونکاری انڈیا ص ۱۳۶

الامام وقال ابو يوسف ومحمد لا بأس بالكلام اذا خرج قبل يخطب واذنزل قبل ان يكبر واختلفا في جلوسه اذا سكت فعند ابى يوسف يباح لان الكراهة للاخلال بغرض الاستماع والاستماع، وله اطلاق الامر¹ اھ ببعض اختصار۔	امام کا قول ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کہتے ہیں خطبہ شروع ہونے سے پہلے کلام میں کوئی حرج نہیں، اسی طرح جب امام منبر سے اترے اور تکبیر سے پہلے بھی گفتگو میں کوئی حرج نہیں، جب منبر پر خطیب خاموش بیٹھا ہو تو اس وقت ان میں اختلاف ہے امام ابو یوسف کے نزدیک مباح ہے کیونکہ کراہت کی وجہ خطبہ سننے میں خلل کا واقع ہونا ہے اور یہاں استماع نہیں ہے ان کی دلیل امر کا اطلاق ہے اھ مختصراً (ت)

صاحبِ مذہب امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ خروج امام سے فراغِ نماز تک کلام سے ممانعت فرمائی، مشائخِ مذہب اس سے مراد میں مختلف ہوئے اور تصحیح بھی مختلف آئی، بعض فرماتے ہیں مراد امام صرف دنیوی کلام ہے، اوقاتِ ثلثہ میں دینی کی اجازت عام ہے، نہایہ و عنایہ میں اسی کو اصح کہا، ایسا ہی فخر الاسلام نے مبسوط میں فرمایا، مشائخِ کرام نے مطلق مراد لیا، امام زیلیعی نے تبیین الحقائق میں اسی کو احوط کہا۔

قلت واطلاقات المتون واكثر الكتب عليه مآشية وعامة التفاريع عنه ناشية كما يظهر بمراجعة ما علقنا على رد المحتار فهو اصح التصحيحين فيما اعلم كيف لا وقد صرح المحققون ان الدنيوي مكروه اجماعاً فلو لم ينهى الامام الاعنه لارتفع الخلاف مع ان الكتب المعتمدة عن اخرها متظافرة على اثباته۔	میں کہتا ہوں کہ متون کے اطلاقات پر اور اکثر کتب اسی پر جاری ہیں اور عام تفریعات اس سے مستخرج ہیں جیسا کہ ہمارے حاشیہ رد المحتار سے ظاہر ہے اور میرے علم کے مطابق دونوں تصحیحوں میں یہ اصح ہے اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ محققین نے تصریح کی ہے کہ کلام دنیوی بالاتفاق مکروہ ہے، اور اگر امام نے اس سے ہی منع کیا ہے تو اب اختلاف مرتفع ہو جائے گا حالانکہ تمام کتب اس اختلاف کے ثبوت سے مالا مال ہیں۔ (ت)

بحر الرائق میں زیر قول مصنف اذا خرج الامام فلا صلوة ولا كلام (جب امام آجائے تو

¹ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی باب الجمعية مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۸۲

کوئی نماز اور کلام نہیں۔ (ت) ہے:

منع کلام مطلقاً کہا، لہذا یہ تسبیح، ذکر اور قراءت کو بھی شامل ہوگا، نہایہ میں ہے کہ مشائخ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر اختلاف کیا ہے بعض نے کہا یہاں وہی گفتگو مکروہ ہے جو لوگوں کی (دنوی گفتگو) ہو، رہی تسبیح وغیرہ تو وہ مکروہ نہیں، بعض نے کہا کہ یہ تمام مکروہ ہے اور پہلا اصح ہے اہ عنایہ میں بھی اسی طرح ہے، شارح نے ذکر کیا کہ احوط خاموش ہونا ہے اور یہ ضروری ہے کہ محل اختلاف خطبہ میں شروع ہونے سے پہلے ہو اور اس پر اس کے یہ الفاظ کہ "ابو حنیفہ کے قول پر" دلالت کر رہے اور خطبہ کے وقت کلام مکروہ تحریمی ہے خواہ امر بالمعروف یا تسبیح یا اس کی مثل ہو جیسا کہ خلاصہ وغیرہ میں اس پر تصریح ہے، انتی باختصار (ت)	اطلق في منع الكلام فشمّل التسبيح والذكر والقراءة وفي النهاية اختلف المشائخ على قول ابي حنيفة قال بعضهم انما كان يكره ما كان من كلام الناس اما التسبيح ونحوه فلا وقال بعضهم كل ذلك مكروه والا اول اصح اه وكذا في العناية وذكر الشارح ان الاحوط الانصات اه ويجب ان يكون محل الاختلاف قبل شروعه في الخطبة ويدل عليه قوله "على قول ابي حنيفة" و اما وقت الخطبة فالكلام مكروه تحريماً ولو كان امراً بمعروف او تسبيحاً او غيره كما صرح به في الخلاصة وغيرها¹ انتهى باختصار

طحاوی ورد المختار بحث الفاظ افتا میں ہے:

اس کا قول "اس کے علاوہ الفاظ" مثلاً احوط و اظہر ہیں۔ (ت)	قوله وغيرها كالا حوط والاظهر²۔

در مختار میں فتاویٰ خیرہ سے ہے:

بعض الفاظ بعض کی نسبت زیادہ مؤکد ہوتے ہیں لفظ فتویٰ، من لفظ صحیح سے اور احوط، احتیاط سے زیادہ مؤکد ہے اہ مختصراً (ت)	بعض الالفاظ اُکد من بعض فلفظ الفتوى اُکد من لفظ الصحيح والاحوط اُکد من الاحتياط³ اہ مختصراً۔

¹ بحر الرائق باب صلوة الجمعة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۳۸/۲

² رد المختار خطبہ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۵۴/۱

³ در مختار خطبہ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۵/۱

بالجملہ خلاصہ کلام یہ کہ دعائے مذکور خطیب کے لئے مطلقاً اور سامعین کے لئے دل میں بالاتفاق جائز مذہب امام شافعی و قول امام ابی یوسف پر اُن کے لئے زبان سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایک تخریج پر مکروہ دوسری پر جائز، ائمہ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی تو احداً للصحیحین پر دعائے مذکور امام و مقتدین سب کو دل و زبان ہر طرح سے باتفاق مذہبین حنفی و شافعی، مطلقاً جائز و مشروع، اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جب تخریج مختلف متکافی ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس پر چاہے عمل کرے اصلاً محل اعتراض و انکار نہیں، بحر الرائق و در مختار وغیرہا میں ہے:

متی کان فی المسئلة قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدھما ¹	جب مسئلہ میں دو اقوال صحیحہ ہوں تو ان میں سے ایک پر فتویٰ اور قضاء جائز ہوتی ہے۔ (ت)

ولہذا فقیر غفر اللہ تعالیٰ بآئکہ یہاں تصحیح تینیں کو ترجیح جانتا ہے ہمیشہ سامعین کو بین الخطبتین دعا کرتے دیکھا اور کبھی منع و انکار نہیں کرتا ہے ہذا جملة القول فی هذا الباب والتفصیل فی فتاؤنا بعون الوہاب (اس مسئلہ میں یہ گفتگو کا خلاصہ ہے اور اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ کی اعانت سے ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ ت) رہی مترجم در مختار کی علمائے بریلی سے وہ نقل معلوم نہیں کہ اس نے اپنے زعم میں علمائے بریلی سے کون لوگ مراد لئے، اُس کے زمانے میں ان اقطار کے علمائے کہ اپنے عصر و مصر میں حقیقہً صرف وہی عالم دین کے مصداق تھے یعنی خاتمہ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد، فقیر برسوں جمعات میں اقتدائے حضرت والا سے مشرف ہوا حضرت ممدوح قدس سرہ، جلسہ، بین الخطبتین میں دُعا فرمایا کرتے اور سامعین کو دعا کرتے دیکھ کر کبھی انکار نہ فرماتے اور مترجم کے زمانے سے پہلے بریلی میں اس امر کا استفتا ہوا، مولنا احمد حسین مرحوم تلمیذ العلحضرت سید العلماسند العرفا مولنا الجد قدس سرہ الامجد نے جواز مشروعیت پر فتویٰ دیا علحضرت نور اللہ مرقدہ الشریف و فاضل اجل مولنا سید یعقوب علی صاحب رضوی، بریلوی و مولوی سید محمود علی صاحب بریلوی وغیرہم علمائے کرام نے اُس پر مہرِیں فرمائیں یہ فتویٰ مولوی صاحب مرحوم کے مجموعہ فتاویٰ مسی بمفید المسلمین میں مندرج و مشمول اور اطمینان سائل کے لئے یہاں منقول:

سوال: چہ می فرماید علمائے دین و مفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ بیٹھنا امام کو بعد قراءت خطبہ پہلے کے سنت ہے یا نہیں؟ اور خطیب کس قدر جلسہ میں توقف کرے اور یہ اوقات

¹ در مختار خطبہ الکتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی، دہلی ۱۳۱۱ھ

قبولیت دعا سے ہے یا نہیں؟ اور دُعا مانگنا ہاتھ اٹھانے کے مستحسن ہے یا نہیں؟ بیوا تو جروا
الجواب: بیٹھنا خطیب کا درمیان دونوں خطبوں کے سنت ہے، چنانچہ صحیح بخاری شریف میں باب القعدہ بین الخطبتین یوم الجمعہ
میں مرقوم ہے:

حدثنا مسدد ثنا بشر بن المفضل ثنا عبید اللہ عن نافع عن عبد اللہ بن عمر، قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطب خطبتین یقعہ بینہما ¹ ۔	مسدد نے ہمیں اور انھیں بشر بن مفضل نے انھیں نافع نے انھیں عبد اللہ بن عمر نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب خطبہ ارشاد فرماتے تو دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے ۔(ت)

اور اس بیٹھنے کو سنت بمقدار تین آیات علمگیری میں بالتصریح بیان کیا ہے:

والخامس عشر الجلوس بین الخطبتین ہکذا فی البحر الرائق ومقدار الجلوس بینہما مقدار ثلث آیات فی ظاہر الروایۃ ہکذا فی السراج الوہاج ² ۔	پندرہویں سنت دو خطبوں کے درمیان بیٹھنا ہے، اسی طرح بحر الرائق میں ہے، ان کے درمیان بیٹھنے کی مقدار ظاہر الروایۃ کے مطابق تین آیات کی تلاوت کی مقدار ہے۔ ایسے ہی سراج الوہاج میں ہے۔(ت)

اور بیچ حصن حصین کے ایک اوقات قبول دعا سے مابین الخطبتین ہے اور بیچ ظفر جلیل شرح حصن حصین کے اُس وقت مانگنا دُعا
کا طیبی سے نقل کیا:

وساعة الجمعة ارجى ذلك و وقتها ما بین ان یجلس الامام فی الخطبة الی ان تقضى الصلوة ³ ۔	اور ساعت جمعہ کی بہت امید والی ان وقتوں کی ہے یعنی سب وقتوں میں سے ساعت جمعہ میں امید قوی ہے قبولیت کی، اور وقت ساعت جمعہ کا ہے مابین بیٹھنے امام کے سے منبر پر، خطبہ کے لئے تمام ہونے نماز تک، نقل کی یہ مسلم اور ابوداؤد نے۔(ت)

ظاہر تر یہ ہے کہ مراد بیٹھنے امام کے سے بیٹھنا امام کا ہے اول شروع خطبہ کے، اور وہی وقت حرمت کلام کا ہے غیر امام کو، کذا
قال العلی (جیسا کہ علی نے بیان کیا۔ ت) اور طیبی نے بیٹھنے سے

¹ صحیح البخاری باب القعدہ بین الخطبتین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۷

² فتاویٰ ہندیہ الباب السادس عشر فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۳۷

³ حصن حصین اوقات الاجابۃ مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ص ۲۱

بیٹھنا درمیان دونوں خطبوں کے مراد رکھا ہے، اور ایک روایت میں ساعت جمعہ کی یہ ہے انتہی، اور بھی صاحب فتح الباری نے اُن تمام اوقات اجابت دعا سے ایک جلسہ امام کو درمیان خطبتین فرمایا ہے:

حيث قال الثلثون عند الجلوس بين الخطبتين حكاہ الطیبي عن بعض شراح المصابيح ¹ ۔	ان کے الفاظ میں تیسواں مقام دو خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا وقت ہے، اسی طیبی نے بعض شارحین مصابیح سے نقل کیا ہے۔ (ت)

اور بھی شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتنے اوقات اجابت دعا سے شمار فرمائے ہیں ایک اُن میں سے جلسہ کرنے خطیب کو درمیان خطبتین تحریر کیا،

العاشر ما بين خروج الامام الى ان تقام الصلوة الحادی عشر ما بين ان يجلس الامام على المنبر الى ان تقضى الصلوة الثاني عشر ما بين اول الخطبة والفراغ منها الثالث عشر عند الجلوس بين الخطبتين ² ۔	دسواں امام کے نکلنے اور اقامت نماز تک ہے، گیارہواں امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام نماز تک ہے، بارہواں شروع خطبہ سے لے کر اس سے فراغت تک ہے، تیرہواں دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت ہے۔ (ت)

اور وقت جلسہ خطیب کے کلام کرنا نزدیک امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے درست ہے تاہنا خانہ میں نقلًا عن العتابة مرقوم ہے:

ولوسكت الخطيب حين جلس ساعة قال ابو يوسف يباح له التكلم في تلك الساعة ³ ۔	امام منبر پر بیٹھ کر ایک ساعت خاموش رہا تو امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ اس وقت گفتگو مباح ہے۔ (ت)

اور در مختار میں مثل اُسے مرقوم ہے، اور صحیح بخاری شریف میں کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کے ہے بیچ باب رفع الیدین فی الخطبہ کے عین حالت خطبہ میں دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول، اور ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روز جمعہ کے خطبہ فرماتے تھے کہ ایک شخص آیا پس کہا اے

¹ فتح الباری باب الساعة التي في يوم الجمعة مطبوعه مصطفى الباني مصر ١٣٨٧

² حرز مبین شرح حصن حصین للسیوطی

³ فتاویٰ تاہنا خانہ کتاب الصلوٰۃ، شرائط الجمعۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۶۹/۲

رسول اللہ کے! ہلاک ہوئے جاتے ہیں چارپائے اور ہلاک ہوئے جاتے ہیں شاة (بکریاں) پس دعا فرماؤ اللہ سے یہ کہ ترکے ہم کو، پس دراز کئے آپ نے ہاتھ مبارک اپنے اور درخواست دعا کی کی:

ہمیں مسدد نے انھیں حماد بن زید نے انھیں عبدالعزیز عن انس وعن یونس عن ثابت عن انس قال بینما النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعة اذ قام رجل فقال یا رسول اللہ هلک الکراع وهلک الشاة فادع اللہ ان یسقینا فمد یدیه ودعا¹۔	حدثنا مسدد ثنا حماد بن زید عن عبدالعزیز عن انس وعن یونس عن ثابت عن انس قال بینما النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعة اذ قام رجل فقال یا رسول اللہ هلک الکراع وهلک الشاة فادع اللہ ان یسقینا فمد یدیه ودعا¹۔

جبکہ کلام کرنا اس وقت میں کلام مجتہد سے ثابت ہو اور دعا مانگنا دعا کا عین حالت خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت اور متحقق ہے، پس مانگنا دعا کا افضل العبادات سے ہے نزدیک حق تعالیٰ جل وعلا کے، اور وہ وقت قبولیت دعا کا ہے موافق مرقومہ بالا کے اور اکثر روایات معتبرہ کے، اور مانع کلام وغیرہ کا پڑھنا خطیب کا تھا وہ بھی اُس وقت میں نہیں ہے کمال مستحسن ہوگا، اور بھی بیچ مفتاح الصلوٰۃ کے دعا مانگنا ہاتھ اٹھانے کے درست فرمایا اور مقدار جلسہ کی بقدر (۳) آیات کے مجتہدی سے اور سند اجابت دعا کی صحیح مسلم و شارح صحیح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ساتھ لفظ صواب کے نقل کی، مفتاح الصلوٰۃ میں مرقوم ہے:

دو خطبوں کے درمیان جب امام بیٹھتا ہے تو اس وقت دعا کرنا خصوصاً بطریق اولیٰ جائز ہونی چاہئے کیونکہ احادیث میں آیا ہے کہ قبولیت کی ساعت امام کے منبر پر بیٹھنے سے لے کر اختتام نماز تک ہوتی ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے اور امام نووی نے شرح مسلم میں اسی پر جزم کرتے ہوئے فرمایا یہی	در میان دو خطبہ کہ امام بنشینند دعا بطریق اولیٰ جائز خواہ بود علی الخصوص در احادیث آمدہ کہ ساعة الاجابة ما بین ان یجلس الامام فی الخطبة الی ان تنقضي الصلوة کما صح فی صحیح مسلم و جزم الامام النووی فی شرح مسلم وقال هو الصواب پس باید

¹ صحیح البخاری باب رفع الیدین فی الخطبة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲۷۱ھ

صواب ہے لہذا امام کے بیٹھنے کے وقت، جو ظاہر الروایۃ کے مطابق تین ۳ آیات کی مقدار ہے جیسا کہ مجتہدی وغیرہ میں ہے، یہ دعا پڑھ لی جائے اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بہتری اور نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے تاکہ ظاہر الروایت اور احادیث صحیحہ پر عمل ہو جائے اور اگر دعائیں ہاتھ اٹھائے تو یہ بھی اس طریقہ دعا کے موافق ہے جو احادیث میں آیا ہے اور اسلاف کا بھی عمل ہے۔ (ت)	کہ دروق جلوس کہ درظاہر الروایۃ مقدار سہ ۳ آیت وارد است کما فی المجتبیٰ وغیرہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفي الآخرة حسنة وقنا عذاب النار خواند کہ عمل بر ظاہر الروایۃ و احادیث صحیحہ واقع گردد و اگر دست برداشتہ بخواند موافق طریقہ دعا کہ در احادیث ست واقع گردد و عمل بزرگان نیز ہست ^۱۔

اور ایسا ہی بیچ فتوح الارواد کے مرقوم ہے اور بیچ حصن حصین کے ایک آداب دعا میں رفع یدین کو بسند حدیث تحریر کیا ہے، و رفعہما وان یكون رفعہما حذو المنکیبین ^۲ دامن، یعنی آداب دعا سے ہے اٹھانا دونوں ہاتھوں کا طرف آسمان کے، نقل کی یہ صحاح ستہ میں، اور یہ کہ ہووے ہاتھ اٹھانا برابر مونڈھوں کے، نقل کی سنن ابوداؤد و احمد و حاکم نے اس سے خوب واضح ہوا کہ دعا مانگنا ساتھ رفع یدین کے چاہئے، البتہ خالی ہاتھ اٹھانا بغیر دعا کے عبث اور بے فائدہ ہے اور یہ بھی واضح و لائح ہوا کہ دعا مانگنا اور ہاتھ نہ اٹھانا، آداب دعا کے، سے دور ہونا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع المأب۔

احمد حسین بیگ غفر اللہ لہ۔ محمد رضا علی خاں۔ سید یعقوب علی رضوی، خویدیم طلبہ سید محمود علی سید محمد ذاکر عفی عنہ علمائے بریلی رحمہم اللہ تعالیٰ کا فتویٰ یہ ہے اور عمل وہ۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۴۱۰: اصغر علی خاں بریلی بانس منڈی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز جمعہ میں کوئی سورہ کلام مجید کی

^۱ مفتاح الصلوٰۃ

^۲ حصن حصین آداب الدعاء مطبوعہ الفضل المطابع لکھنؤ ص ۱۷

چھوٹی پڑھی جائے یا بڑی، اور چھوٹی پڑھی جائے تو کس قدر اور بڑی پڑھی جائے تو کس قدر، بدیں وجہ کہ مسجد کی یہ حالت ہے کہ کچھ نمازی اندر سایہ کے اور کچھ باہر فرش پر جہاں بالکل دھوپ اور فرش بھی گرم ہوتا ہے۔

الجواب:

جمعہ میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ، دوسری رکعت میں سورہ منافقون، اور کبھی پہلی میں سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی^۱ اور دوسری میں هَلْ اَتٰنَكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ^۲ ثابت ہے، اور حسبِ حاجت و مصلحت کئی بیشی کا اختیار ہے، اور اگر مقتدیوں پر تکلیف و ناگواری ہو تو اختصار لازم ہے مگر حتی الامکان قدرِ مسنون سے کمی نہ کرے کہ قدرِ مسنون کا محض کسر کی وجہ سے ناگوار ہونا ان کا قصور ہے جس میں نہ وہ مستحقِ رعایت نہ اُس کے سبب ترکِ سنت کی اجازت، ہاں اگر مثلاً کوئی مریض یا ضعیف ایسا ہو کہ بقدر سنت پڑھنا بھی اُس کے لئے باعثِ تکلیف ہوگا تو اُس کی رعایت واجب ہے اگرچہ نمازِ جمعہ کو ثرواخلاص سے پڑھانا ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ القرآن ۸۷

^۲ القرآن ۸۸



اوفی اللمعة فی اذان یوم الجمعة ۱۴۲۰ھ (اذانِ جمعہ کے بارے میں کامل رہنمائی)

بسم الله الرحمن الرحيم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۴۱۱: از ملک بنگالہ موضع شا کو چیل ضلع سہلٹ ڈاکخانہ جگدیش پور مرسلہ مولوی ممتاز الدین صاحب اذی الحجہ ۱۴۲۰ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان، مسجد کے اندر دینا کیسا ہے، جمعہ کی اذانِ ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جو دی جاتی ہے آیا وہ اذان، مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا مسجد کے، اور بر تقدیر اول بلا کراہت جائز ہے یا نہیں، بعض لوگ کہتے ہیں یہ بلا کراہت سب علماء کے نزدیک جائز ہے اور سلف صالحین سے لے کر اس زمانہ تک کل امصار و دیار میں اسی طریقہ مسنون پر باتفاق علمائے کرام جاری و دائر ہے، شامی میں ہے کہ مؤذن اذان خطیب کے سامنے کہے، ہدایہ میں ہے منبر کے سامنے کہے، اور اسی پر علما کا عمل ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں نہیں تھا مگر یہ اذان، اور در مختار میں ہے خطیب کے سامنے کہے، ان عبارات سے ہویدا ہوا کہ روبرو خطیب کے مسجد کے اندر کہے اور باہر مسجد یا صحن مسجد میں کھڑا ہو کر اذان کہنا خلاف کتب فقہ و سلف صالحین کا ہے انتہی، اور بعض لوگ کہتے ہیں جمعہ کی اذانِ ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے کھڑے ہو کر مکروہ نہیں ہے، اگرچہ جہاں تک اطلاق بین ید یہ آتا ہے

سب جگہ درست ہے انتہی، ان میں کون سا قول صحیح ہے؟ بینوا تو جروا

الجواب:

ہمارے علمائے کرام نے فتاویٰ قاضی خان و فتاویٰ خلاصہ و فتح القدیر و نظم و شرح نقایہ بر جندی و بحر الرائق و فتاویٰ ہندیہ و طحاوی و علی مراقی الفلاح وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے فتاویٰ خانیہ میں ہے:

ینبغی ان یؤذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد ^۱ ۔	یعنی اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہئے مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔

یعنی یہی عبارت فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

الاقامة فی المسجد لا بد واما الاذان فعلى المئذنة فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لا یؤذن فی المسجد ^۲ ۔	یعنی تکبیر تو ضرور مسجد میں ہوگی، رہی اذان وہ منارے پر ہو۔ منارہ نہ ہو تو بیرون مسجد زمین متعلق مسجد میں ہو۔ علما فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو۔

نیز خود باب الجمعہ میں فرمایا:

هو ذکر الله فی المسجد ای فی حدوده لکراهة الاذان فی داخله ^۳ ۔	وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالی مسجد کے اندر، اس لئے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔

شرح مختصر الوتایہ للعلائی عبد العلی میں ہے:

فی ایراد المئذنة اشعار بان السنة فی الاذان ان یکون فی موضع عال بخلاف الاقامة فان السنة فیها ان تكون فی الارض وایضاً فیہ اشعار بانہ لا یؤذن فی المسجد فقد ذکر فی الخلاصة انه ینبغی الخ ^۴ ۔ ۱۵	یعنی صدر الشریعہ قدس سرہ، نے اذان کے لئے منارے کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں سنت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف تکبیر کہ اس میں سنت یہ ہے کہ زمین پر ہو، نیز اس میں تنبیہ ہے کہ اس مسجد میں نہ دی جائے، خلاصہ میں اس کی ممانعت کی تصریح ہے الخ ^۵ باختصار۔

^۱ فتاویٰ قاضی خان مسائل الاذان مطبوعہ منشی نوکسٹور لکھنؤ ۱/۷۳

^۲ فتح القدیر باب الاذان مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱۵

^۳ فتح القدیر باب الجمعہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/۲۹

^۴ شرح النقایہ للبرجندی باب الاذان مطبوعہ منشی نوکسٹور لکھنؤ ۱/۸۴

بحر الرائق میں ہے:

فی القنیۃ یسن الاذان فی موضع عال والاقامة علی الارض وفی المغرب اختلاف المشائخ اه والظاهر انه یسن المکان العالی فی اذان المغرب کما سیأتی وفی السراج الوہاج ینبغی ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران وفی الخلاصة ولا یؤذن فی المسجد^۱ اه مختصرا۔	یعنی قنیه میں ہے کہ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنت ہے اور مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے وہ بھی بلندی پر ہونا مسنون ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنت ہے اور سراج الوہاج میں ہے اذان وہاں ہونی چاہئے جہاں سے ہمسایوں کو خوب آواز پہنچے، اور خلاصہ میں فرمایا کہ مسجد میں اذان نہ دے اہ مختصرا۔

اسی میں بعد چند ورق کے ہے:

السنة ان یکون الاذان فی المنارة والاقامة فی المسجد^۲۔	سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔

حاشیہ طحاوی میں ہے:

یکره ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم، فان لم یکن ثمة، مکان مرتفع للاذان یؤذن فی فناء المسجد کما فی الفتح^۳۔	یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اُس کے متعلق زمین میں اذان دے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلا قید ہیں جن میں جمعہ وغیرہا کسی کی تخصیص نہیں، مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلمات صریحہ معتمدہ میں اذانِ ثانی جمعہ کا استثناء دکھائے مگر ہر گز نہ دکھا سکے گا، رہا لفظ بین یدی الامام (امام کے سامنے۔ ت) یا بین یدی المنبر (منبر کے سامنے۔ ت) سے استدلال مذکور فی السؤال وہ محض نادقتی ہے، ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذانِ ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے مواجہہ میں ہو، اس سے یہ کہاں کہ امام کی گود میں منبر کی گھر پر ہو جس سے داخل مسجد ہونا استنباط

^۱ بحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۵۵/۱

^۲ بحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۱/۱

^۳ حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب الاذان مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۷

کیا جائے بین یدی (یعنی سامنے۔ت) سمت مقابل میں منتائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہہ مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے۔ یا فارسی میں مہر رور وئے من است (سورج میرے چہرے کے سامنے ہے۔ت) یا عربی میں الشمس بین یدی (سورج میرے سامنے ہے۔ت) حالانکہ آفتاب اس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دور ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ¹ اللہ سبحانہ، جانتا ہے جو کچھ اس کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے گزر گیا۔ یہ ہر گز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اُس میں داخل ہے۔ یونہی ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا:

لَهُ مَا بَيْنَ أَيْدِيَنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ ² ۔	باللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔

تمام ماضی و مستقبل و حال سب کو شامل ہے، ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرآن حالیہ ایک نوع قرب ہر شے کے لائق مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال حقیقی کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو، قال اللہ تعالیٰ:

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بِإِذْنِهِ يَدْرِي سَاعَتِهِ طَحَقَّى إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا نَفِثَ لَهَا سَفْقَةً لِيَكِلَيْهَا نَفِثَ فَأَنْزَلَ لَهُ الْبَاءَ ³ ۔ الآیۃ۔	اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتیں بارانِ رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب انہوں نے اُبھارے ہو جھل بادل، ہم نے اس رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اتار اُس سے پانی۔

بین یدی (یعنی آگے۔ت) نے قربِ مطر کی طرف اشارہ فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اُترے بلکہ چلیں اور بادل اُٹھے اور ہو جھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے۔ وقال اللہ تعالیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا):

إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ⁴ ۔	محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کہ اے کافرو! تم گمان کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈر سنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔

آیت نے قربِ قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے، پھر اُس کا قرب اُس کے لائق ہے۔

¹ القرآن ۱۱۰/۲۰

² القرآن ۶۴/۱۹

³ القرآن ۵۷/۷

⁴ القرآن ۴۶/۳۴

تیرہ سو تینتالیس^{۱۳۳۳} برس گزر گئے ہنوز وقت باقی ہے پس جو اذان در مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذاتِ امام میں دی جائے اُس پر ضرور بین یدیدہ (اس کے روبرو-ت) صادق ہے بلاشبہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے روبرو منبر کے آگے اذان ہوئی، اور اسی قدر درکار ہے، غالباً خود مستدللین کو معلوم تھا کہ قریب مسجد، بیرون مسجد، مواجہہ امام ک وبھی بین یدیدہ شامل ہے ولہذا در خطیب کہنے کے بعد، ان لفظوں کی حاجت ہوئی کہ مسجد کے اندر مگر خاص یہی لفظ کہ اصل مدعا تھے صرف اپنی طرف سے اضافہ ہوئے۔ شامی و ہدایہ و در مختار وغیرہ میں کہیں اس کی بوجہ بھی نہیں۔ اب ہم ایک حدیث صحیح ذکر کریں جس سے اس بین یدیدہ کے معنی بھی آفتاب کی روشن ہو جائیں اور اس ادعائے توارث کا حال بھی کھل جائے، سنن ابی داؤد شریف میں بسند حسن مروی ہے:

نفیلی نے بیان کیا کہ محمد بن سلمہ نے محمد بن اسحاق سے انہوں نے زہری سے انہوں نے سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب روزِ جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے روبرو اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یونہی ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔	حدثنا النفيلي ثنا محمد بن سلمة عن محمد بن اسحق عن الزهري عن السائب بن يزيد رضي الله تعالى عنه قال كان يؤذن بين يدي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا جلس على المنبر يوم الجمعة على باب المسجد واني بكر وعمر¹۔

اس حدیث جلیل نے واضح کر دیا کہ اس روبروئے امام پیش منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانہ رسالت و خلفائے راشدین کے کیا متواتر ہے، ہاں یہ کہتے کہ اب ہندوستان میں یہ اذان متصل منبر کہنی شائع ہو رہی ہے مگر نص حدیث سے جُدا، تصریحات فقہ کے خلاف، کسی بات کا ہندیوں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ ہندیوں میں یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو ان تصریحات ائمہ کے مقابل بین یدیدہ وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں، پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے۔ الحمد للہ یہاں اس سنتِ کریمہ کا احیاء رب عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا، میرے یہاں مؤذنوں کی مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے، جمعہ کی اذانِ ثانی بحمد اللہ تعالیٰ منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر ہوتی ہے جس طرح زمانہ اقدس حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوا کرتی تھی ذلک فضل اللہ یوتیہ من

¹ سنن ابی داؤد باب وقت الجمعة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۵۵/۱

یشاء واللہ ذو الفضل العظیم والحمد للہ رب العلمین (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت) بعض دیگر جن سے سائل نے دوسرا قول نقل کیا اگرچہ اتنا سمجھے بین ید یہ سے داخل مسجد ہونا اصلاً مفہوم نہیں ہوتا مگر کتابوں پر نظر ہوتی تو خلاف تصریحات علماء یہ ادعاء نہ ہوتا کہ مسجد کے اندر مکروہ نہیں ۱۳۰۲ ہجری میں فقیر بہ نیت خاکبوسی آستانہ عالیہ حضرت سلطان الاولیاء محبوب الہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلی سے شذرالحال کر کے حاضر بارگاہ غیاث پور شریف ہوا تھا دہلی کی ایک مسجد میں نماز کو جانا ہوا، اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کہی فقیر نے حسب عادت کہ جو امر خلاف شرع مطہر پایا مسئلہ گزارش کر دیا اگرچہ اُن صاحب سے اصلاً تعارف نہ ہو ان مؤذن صاحب سے بھی بہ نرمی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے، کہا، کہاں لکھا ہے؟ میں نے قاضی خان، خلاصہ، عالمگیری، فتح القدیر کے نام لئے، کہا ہم ان کو نہیں مانتے، فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں، گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ کسی کچہری میں نوکر ہیں۔ فقیر نے کہا حکم الحاکمین جل جلالہ کا سچا حقیقی دربار تو ارفع واعلیٰ ہے آپ انہی کچہریوں میں روز دیکھتے ہوں گے چہرہ اسى، مدعی، مدع علیہ گواہوں کی حاضری، کچہری کے کمرے کے اندر کھڑے ہو کر پکارتا ہے یا باہر؟ کہا باہر، کہا اگر اندر ہی چلانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں؟ بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب ان کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کر لیا ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست
(ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے)

الحمد للہ حق واضح ہو گیا۔

اقول: وبالله التوفیق یہاں دو نکتے اور قابل لحاظ وغور ہیں:

اول اگر بانی مسجد نے مسجد بناتے وقت تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ خواہ کوئی محل مرتفع بنایا تو یہ جائز ہے، اور اتنا نکلنا اذان کے لئے جدا سمجھا جائے گا اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت یہاں عارض نہ ہوگی جیسے مسجد میں وضو کرنا اصلاً جائز نہیں مگر پہلے سے اگر کوئی محل معین بانی نے وضو کے لئے بنوایا ہو تو اس میں وضو جائز کہ اس قدر مستثنیٰ قرار پائے گا۔ اشیاء میں ہے:

تکرہ المضمضة والوضوء فیہ الا ان یکون شہ موضع اعد لذلك لا یصلی فیہ	مسجد میں نکلی اور وضو کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب وہاں اس کے لئے جگہ بنائی گئی ہو اور اس میں نماز ادا نہ کی جاتی ہو یا کسی برتن میں وضو

اوفی اناء ¹ ۔	کر لیا جائے۔ (ت)
ردالمحتار میں ہے:	
یکرہ الوضوء الا فیما اعد ذلک ² ملخصاً۔	وضو مکروہ ہے مگر اس جگہ میں جو اس کے لئے تیار کی گئی ہو ملخصاً (ت)
ردالمحتار میں ہے:	
لان ماء مستقذر طبعاً، فیجب تنزیہ المسجد عنه کما یجب تنزیہها عن المخاط والبلغم بدائع ³ ۔	کیونکہ وضو کا پانی طبعاً ناپسند ہے لہذا اس سے مسجد کو بچانا ضروری ہے جیسے مسجد کو ناک اور بلغم سے محفوظ رکھنا ضروری ہے، بدائع (ت)
فقیر نے اس پر تعلیق کی:	
هذا تعلیل علی مذهب محمد بن المفتی بہ اعلی قول الامام بن جاسۃ الماء المستعمل، فظاہر ⁴ ۔	یہ امام محمد کے مفتی بہ قول کی دلیل ہے۔ رہا معاملہ امام اعظم کے قول کا۔ وہ ظاہر ہے کیونکہ وہ ماء مستعمل کو ناپاک کہتے ہیں۔ (ت)
ردالمحتار میں ہے:	
قوله الا فیما اعد لذلك انظر هل یشرط اعداد ذلك من الواقف ام لا ⁵	ان کا قول "مگر اس جگہ جو وضو کے لئے تیار کردہ ہو" دیکھئے کیا اس جگہ کا وضو کے لئے بنانا واقف سے شرط ہے یا نہیں؟ (ت)
فقیر نے اس پر تعلیق کی:	
اقول: نعم وشئ اخر فوق ذلك وهی ان یکون الاعداد قبل تمام المسجدية فان بعده لیس له ولا لغيره تعريضه للمستقذرات	اقول: ہاں ایک اور شئی اس کے اوپر ہے وہ یہ کہ یہ وضو کے لئے رکھنا تمام مسجد بیت سے پہلے ہو کیونکہ اگر اس کے بعد ہو تو اب واقف اور دوسروں

¹ الاشباہ والنظائر القول فی احکام المسجد مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲۳۰/۱۲

² در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۱

³ ردالمحتار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۸۸/۱

⁴ جد الممتار علی ردالمحتار باب احکام المساجد مطبوعہ المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا ۳۱۶/۱

⁵ ردالمحتار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۳/۱

کے لئے یہ جائز نہیں کہ مسجد کے کسی حصہ کو گندگی کے لئے بنائیں بلکہ ہر وہ فعل جائز نہیں جو مسجد کی عزت کے منافی ہو، یہ اصول اس مسئلہ سے مستنبط ہے جو وقف میں آتا ہے کہ مسجد کے اوپر واقف نے تمام مسجدیت سے پہلے رہائش بنادی تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد سے ہے البتہ تمام مسجد کے بعد یہ جائز نہیں اور اس کا گرانا ضروری ہے (ت)	ولا فعل شیء یخل بحرمتہ اخذتہ مما یأتی فی الوقف من ان الواقف لو بنی فوق سطح المسجد بیتا سکنی الامام قبل تمام المسجديۃ جاز لانہ من مصالحہ اما بعد فلا یجوز ویجب الہدم۔

اسی طرح اگر منارہ یا مئذنہ بیرون مسجد فنائے مسجد میں تھا بعدہ، مسجد بڑھائی گئی ہو اور زمین متعلق مسجد مسجد میں لے لی کہ اب مئذنہ اندرون مسجد ہو گیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہوگا کہ یہ بھی وہی صورت ہے کہ اس زمین کی مسجدیت سے پہلے اس میں یہ محل اذان کے لئے مصنوع ہو چکا تھا مکمل لایکھی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) ہاں اگر داخل مسجد کوئی شخص اگرچہ خود بانی مسجد نیامکان اذان کے لئے مستثنیٰ کرنا چاہے تو اس کی اجازت نہ ہونی چاہئے کہ بعد تمامی مسجد کسی کو اس سے استثناء یا فعل مکروہ کے لئے بنا کا اختیار نہیں، دُر مختار میں ہے:

اگر مسجد کے اوپر امام کے لئے جگہ بنائی تو ضرر نہیں کیونکہ یہ ضروریات مسجد میں سے ہے اگر مسجد مکمل ہو گئی اور پھر رہائش بنانا چاہتے تو اب منع ہے اور اگر واقف کہے کہ میرا ارادہ یہی تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی تا تاہر خانہ، جب واقف کا یہ حال ہے تو غیر کیسے بنا سکتا ہے، لہذا اس کا گرانا ضروری ہے اگرچہ وہ دیوار مسجد پر ہو۔ (ت)	لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانہ من المصالح امالو تمت المسجديۃ ثم اراد البناء منع، ولو قال عنیت ذلك لم یصدق تاتارخانیہ فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد¹۔

دوم متعلقات مسجد میں مسجد کے لئے اذان ہونے کو عرف میں یونہی تعبیر کرتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوئی مثلاً منارہ بیرون مسجد زمین خاص مسجد سے کئی گز کے فاصلے پر ہو اور اس پر اذان کہی جائے تو ہر شخص یہی کہے گا مسجد میں اذان ہو گئی نماز کو چلو، یوں کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی نماز کو اٹھو یہ عرف عام شائع ہے جس سے کسی کو مجال انکار نہیں، ولہذا امام محقق علی الاطلاق نے ہو ذکر اللہ فی المسجد²۔ (یہ مسجد میں ذکر الہی ہے۔ ت) کی وہ تفسیر فرمادی کہ اسی فی حدودہ (یعنی مسجد

¹ در مختار کتاب الوقف مطبوعہ مطبعہ مجتہبائی دہلی ۱۳۷۹/۱

² فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۲۹/۲

کے حدود میں۔ ت) اور اس کی دلیل وہی ارشاد فرمائی کہ لکراہۃ الاذان فی داخلہ (کیونکہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے۔ ت) یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ کوئی شخص ناشناس نظر نہ کرے حدیث مسلم:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقفان من سنن الهدی الصلوٰۃ فی المسجد الذی یؤذن فیہ ^۱ ۔	حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ سُنن ہدی میں سے ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھی جائے جس میں اذان ہو۔ (ت)

وامثال عبارت کرہ خروج من لم یصل من مسجد اذان فیہ (اس مسجد سے نکلنا مکروہ جس میں اذان دی گئی ہو۔ ت) ہے دھوکا نہ کھائے اور اشیاء حدیث ابن ماجہ:

عن امیر المؤمنین عثمان الغنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من ادرك الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجتہ وهو لا یرید الرجعة فهو منافق ^۲ ۔	امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں جس نے مسجد میں اذان کو پایا اور بغیر مجبوری کے مسجد سے نکلا اور واپسی کا ارادہ بھی نہ تھا تو وہ منافق ہے۔ (ت)

سے دھوکا اور بھی ضعیف تر ہے فان المسجد ظرف الادراک دون الاذان (کیونکہ مسجد ادراک کے لئے ظرف ہے اذان کے لئے نہیں۔ ت) ولہذا علامہ منادی نے تیسیر میں اس حدیث کی یوں تشریح فرمائی:

(من ادرك الاذان) وهو (فی المسجد) ^۳ الخ	(جس نے اذان کو پایا) یعنی اذان کو سنا، حالانکہ وہ (مسجد میں تھا) الخ (ت)

بلکہ خود حدیث شرح حدیث کو بس ہے:

احمد بسند صحیح عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا كنتم فی المسجد فنودی بالصلوٰۃ فلا یخرج	امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور اذان دی جائے تو نماز ادا کئے بغیر

^۱ صحیح مسلم باب فضل جماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۲/۱

^۲ سُنن بن ماجہ باب اذا اذان وانت فی المسجد مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۴

^۳ التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث من ادرك الاذان کے تحت مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۳۹۲/۲

کوئی مسجد سے نہ نکلے۔ (ت)

احد کم حتی یصلی^۱۔

بالجملہ جہاں ایسے الفاظ واقع ہوں انہیں دو نکتوں سے ایک پر محمول ہیں۔

اقول: اس سے جلابی کی یہ عبارت بھی واضح ہو گئی کہ مسجد میں یا اس جگہ میں اذان دی جائے جو حکم مسجد میں ہو، مسجد سے دُور اور جگہ میں نہ دی جائے اھ یعنی مسجد کے حدود اور فناء مسجد میں اذان دی جائے جیسا کہ اس کی تفسیر امام محقق علی الاطلاق نے کی ہے، یا مسجد کے اندر بشرطیکہ وہاں پہلے سے جگہ بنائی گئی ہو یا اس جگہ دی جائے جو قرب کی وجہ سے مسجد کا حکم رکھتی ہو کیونکہ وہاں کی اذان کو مسجد کی ہی اذان شمار کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کہ اذانِ اول بازار میں مقام زوراء پر دینے کا حکم دیا، مسجد سے دُور اذان نہ دی جائے مثلاً جب مسجد غربی البلاد ہو اور اذان شرقی میں دی جائے تو اب یہ اذان دوسرے محلہ کی ہوگی اس مسجد کی اذان اسے شمار نہیں کیا جائیگا جیسا کہ واضح ہے، کلام جلابی کلام نظم پر استدراک نہیں جیسا کہ قسستانی نے گمان کیا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو کچھ ہم نے گفتگو کی اور "سامنے امام" کا معنی بیان کیا اس سے واضح ہو گیا کہ "بین یدیه" کے الفاظ مقام کے مناسب قُرب کا تقاضا کرتے ہیں نہ کہ اتصال کا، بحمد اللہ نقایہ کی عبارت "جب امام منبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے دوسری اذان

اقول وبہ ینجلی مافی الجلابی انه یؤذن فی المسجد او مافی حکمہ لا فی البعید منہ^۲ اھ ای یؤذن فی حدود المسجد وفنائہ کما فسر بہ الامام المحقق علی الاطلاق اوفی نفس المسجد ان کان ثبہ موضع اعدله من قبل او یؤذن فیہا ہو حکمہ لقربہ منہ بحیث یعد الاذان فیہ اذنا للمسجد کما فعل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث احداث الاذان الاول علی الزوراء دار فی السوق ولا یؤذن للمسجد اذا کان غربی البلد مثلاً واذن شرقیہ بل اذن لمسجد حی آخر لا یعد ذلک اذنا لہ کما لا یخفی، فلا استدراک بکلام الجلابی علی کلام النظم کما زعم القہستانی، وباللہ التوفیق وبما قدمنا من تحقیق مفاد بین یدیه وانہ یستدعی بقربینۃ الحال قربانیا سب المقام للاتصال وضح بحمد اللہ ما قال القہستانی تحت قول النقایہ اذا جلس علی المنبر اذن ثانیاً بین یدیه مانصہ، ای

^۱ مسند احمد بن حنبل مروی از ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۷/۲ ۵۳

^۲ جامع الرموز بحوالہ الجلابی فصل فی الاذان مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۳۳/۱

دی جائے کہ تحت قسمستانی نے جو کہا وہ بھی واضح ہو گیا کہ اذان یمنی منبر و امام اس کے بائیں جانب اس کے قریب ہو یا ان دونوں کے وسط میں ہو، یہ ان صورتوں کو شامل ہے جب اذان زاویہ قائمہ یا حادہ یا منفرجہ میں ہوئی جو ان دو خطوط مذکورہ کی دو جہات سے پیدا ہوا ہے تو یہاں قرب کا انکار نہیں اور اتصال پر دلالت نہیں، اس سے ان کا مقصد اس بعد کا دور کرنا ہے جس میں اذان کو اس مسجد کی اذان تصور نہ کیا جائے جیسا کہ ہم نے اسے جلابی کے کلام میں ذکر کیا۔ (ت)	بین الجهتين المسامتين ليبيين المنبر والامام ويساره قريباً منه ووسطهما بالسكون فيشتمل ما اذا اذن في زاوية قائمة او حادة او منفرجة حادثه من خطين خارجين من هاتين الجهتين فليس القرب منكرا ولا بالاتصال مشعرا وانما اراد به اخراج البعد الذي لا يعد به الاذان اذنا في ذلك المسجد كما ذكرناه في كلام الجلابي¹۔ اھ

غرض عامہ کتب معتمدہ مذہب کے خلاف اگر ایک آدھ غریب و نامتد اول کتاب میں کوئی تصریح بھی ہوتی عقلاً و عرفاً و شرعاً قبول نہ ہوتی۔

کیا آپ نے نہ دیکھا علامہ طحطاوی نے کس طرح اکتفا کیا اس حکم پر جو قسمستانی نے نظم سے نقل کیا تھا اور اس کے استدراک کے بالکل درپے نہ ہوئے، انہیں علم تھا کہ استدراک فالتو ہے لہذا اس کا نقل کرنا مناسب نہیں۔ (ت)	الا ترى ان العلامة الطحطاوى كيف اقتصر في الحكم على حكاية ما في القهستانی عن النظم ولم يعرج على استدراكه اصلا علما منه ان الاستدراك مستدرك لا ينبغي نقلا۔

نہ کہ کوئی لفظ محتمل نہ صریح، صاف صاف لائق توجیہ و تصحیح ہو،

جیسا کہ ہر عاقل پر مخفی نہیں، تحقیق کا حق یہی تھا، اللہ سبحانہ توفیق کا مالک ہے، الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ آمین۔ واللہ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (ت)	كما لا يخفى على ذي عقل نجيح هكذا ينبغي التحقيق والله سبحانه ولى التوفيق والحمد لله رب العالمين و صلى الله تعالى على سيدنا و مولانا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

¹ جامع الرموز فصل فی صلوة الجمعة مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲۶۸/۱



باب العیدین

(عیدین کا بیان)

مسئلہ نمبر ۱۴۱۲ : از سہرام محلہ پرتلہ ضلع آره مسئلہ قدرت اللہ صاحب ۵ شوال ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم بالسنة پابندِ صلوة متقی نے اول خطبہ عید الاضحیٰ پڑھ کر لبیک اور صلوة
 والسلام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تکبیر آواز بلند خود کہا اور مصلیوں سے کہلایا پھر باریک اللہ لنا و لکم پڑھ کر بیٹھا
 پھر دوسرا خطبہ پڑھا بعد فراغ سوال کیا گیا یہ غیر مشروع فعل کیوں کیا اس نے جواب دیا میرا یہ فعل غیر مشروع نہیں حالت
 کیف میں صادر ہوا مثل قول مبارک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ساریۃ الجبل ہے، یہ دعویٰ مدعی کا کہاں تک صحیح
 ہے اور ایسے فعل کا مرتکب لائقِ ملامت ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا
 الجواب:

لبیک و درود کہ اس نے خود کہا حرج نہیں البتہ مقتدیوں سے کہلانا بے محل وہ خطبہ میں مامور بالسکوت ہیں، اگر حالت وجد
 میں ایسا ہوا جیسا کہ اُس کا بیان ہے تو معذور ہے اور جب سائل اسے عالم سنی مقتدی کہتا ہے تو اس کا بیان کیوں نہ تسلیم کیا جائے
 معذرا مسئلہ شرعیہ معلوم کر لینا دوسری بات

وہ ضرور چاہئے مگر عوام کو سنی عالم متقی پر اُس کی لغزش کے سبب ملامت کی اجازت نہیں ہو سکتی کما نص علیہ الائمة
 و اشارت الیہ الاحادیث (جیسا کہ ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے اور احادیث میں بھی اس پر رہنمائی ہے۔ ت) یہ اس کے
 حق میں ہے جو سنی عالم ہو ورنہ آجکل بہت گمراہ بددین بلکہ مرتدین مثلاً دہابیہ دیوبندیہ اپنے آپ کو سنی عالم کہتے ہیں وہ ملامت کیا
 اُس سے ہزاروں درجہ سخت تر کہ مستحق ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔



سرور العید السعید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید

۱۳۳۹ھ

(نماز عید کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعاء مانگنے کا ثبوت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ نمبر ۱۳۱۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی نے اپنے فتاویٰ کی جلد ثانی میں یہ امر تحریر فرمایا کہ بعد دوگانہ عیدین یا بعد خطبہ عیدین دُعاء مانگنا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے کسی طرح ثابت نہیں اب وہابیہ نے اس پر بڑا غل شور کیا ہے دعائے مذکور کو ناجائز کہتے اور مسلمانوں کو اس سے منع کرتے اور تحریر مذکور سے سند لاتے ہیں کہ مولوی عبدالحی صاحب فتویٰ دے گئے ہیں اُن کی ممانعتوں نے یہاں تک اثر ڈالا کہ لوگوں نے بعد فرائض پنجگانہ بھی دعا چھوڑ دی اس بارے میں حق کیا ہے؟ بینو تو جروا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵ الحمد للہ الذی حببنا العید وجعله مقرر بالکل بعید و امرنا بالدعاء فی الیوم السعید و وعدنا بالاجابة فی الکلام الحمید والصلوة والسلام علی من وجہہ عید ولقاءہ عید ومولده عید وای عید وعلی آلہ الکرام وصحبہ	اللہ کے نام سے شروع جو رحمن و رحیم ہے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے ہمارے لئے عید کو محبوب بنایا اور اسے ہر بعید کو قریب کر نیوالا بنایا، یوم سعید میں دعا کا حکم دیا، کلام حمید میں قبولیت کا وعدہ فرمایا، اور صلوٰۃ و سلام ہو اس ذات اقدس پر جس کا چہرہ عید، دیدار عید، میلاد عید، آپ کی آل محترم اور صحابہ عظام

العظام مادعا لله في العيد عبد سعيد وتعانق النور والسرور غداة العيد واشهدان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمد عبده ورسوله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وصحبه من يوم ابدأ الى يوم يعيد امين امين يا عزيز يا مجيد ۵۔	پر بھی جب تک کوئی عبد سعید، عید کے موقع پر دعا کرنے والا ہے اور جب تک عید کی صبح کو نور و سرور باہم پائے جائیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ، لا شریک ہے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں آپ کی ذات، آل اور صحابہ پر درود و سلام ابتدائی دن سے لے کر آخری دن تک ہو۔ اے غالب اے صاحبِ مجد ! دعا قبول فرما دعا قبول فرما۔ (ت)

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ حق اور صواب کی ہدایت عطا فرما دے۔ ت) نماز عیدین کے بعد دعا حضرات
عالیہ تابعین عظام و مجتہدین اعلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت،

قال الفقير عبد المصطفى احمد رضا المحمدي السني الحنفي القادري البركاتي البريلوي غفر الله له وحقق امله، انبأنا المولى عبد الرحمن السراج المكي مفتي بلد الله الحرام ببیتہ عند باب الصفا لثمان بقين من ذي الحجة سنة خمس وتسعين بعد الالف والمائتين في سائر مروياته الحديثية والفقهية وغير ذلك عن حجة زمانة جمال بن عبد الله بن عمر المكي عن الشيخ الاجل عابد السندی عن عمه محمد حسين الانصاري اجازني به الشيخ عبد الخالق بن علي المزجاني قراءة علي الشيخ محمد بن علاء الدين المزجاني عن احمد النخعي عن محمد الباھلي عن سالم السنوري عن النجم الغيطي عن الحافظ زكريا الانصاري عن الحافظ ابن حجر العسقلاني انابه ابو عبد الله الجريري ان اقوام الدين الاتقاني انا	فقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی (اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے اور اسکی امید بر لائے) کہتا ہے کہ ہمیں شیخ عبدالرحمن السراجی مکی مفتی بلد اللہ الحرام نے باب صفا کے پاس اپنے گھر ۲۲ ذوالحجہ ۱۲۹۵ھ کو اپنی تمام مرویات کی اجازت دی خواہ وہ حدیث کی صورت میں تھیں یا فقہ کی صورت میں یا اس کے علاوہ تھیں انھیں مرویات کی اجازت حجت زمانہ جمال بن عبد اللہ بن عمر مکی نے دی انھیں شیخ اجل عابد سندی نے انھیں ان کے چچا محمد حسین انصاری نے دی، اس نے کہا مجھے ان کی اجازت شیخ عبد الخالق بن مزجانی نے، انھیں شیخ محمد بن علاء الدین مزجانی سے قراۃ کے طور، انھیں احمد نخعی نے انھیں محمد باہلی نے انھیں سالم سنوری نے انھیں نجم غیطی نے انھیں حافظ زکریا انصاری نے انھیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے انھیں ابو عبد اللہ جریری نے انھیں اقوام الدین اتقانی نے انھیں ۱۵ برہان احمد بن

سعد بن محمد البخاری اور حسام السفتاکی نے انہیں حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر بخاری نے^{۱۶} یہی حافظ الدین الکبیر ہیں انہیں^{۱۷} محمد بن عبدالستار الکروری نے انہیں^{۱۸} عمر بن عبد الکریم الوری نے انہیں عبدالرحمن بن محمد الکرمانی نے^{۱۹} انہیں^{۲۰} ابوبکر محمد بن الحسین بن محمد نے جو فخر القضاۃ الاشار بندی نے انہیں^{۲۱} عبداللہ الزوزنی نے انہیں^{۲۲} ابوزید الدبوسی نے انہیں^{۲۳} ابو جعفر الاستروشی نے "دوسری سند" جو چار درجے عالی ہے میرے شیخ، میری برکت، میرے دل، سیدی ذخری آج وکل کے لئے میرا اعتماد سیدنا امام ہمام عارف اجل اصل العالم الاکمل السید آل الرسول الاحمدی المارہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه اللہ تعالیٰ (اللہ ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس میں بنائے) نے مارہرہ منورہ میں اپنے آستانے پر ۵ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو تمام روایات کی اجازت دی جو انہیں ان کے استاد شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی انہیں اپنے والد گرامی سے انہیں شیخ تاج الدین القلعی مفتی حنفیہ نے انہیں شیخ حسن عجمی نے انہیں شیخ خیر الدین رملی نے انہیں

۱۵ البرہان احمد بن سعد بن محمد البخاری و الحاکم السفتاکی^{۱۶} قال ابنانا حافظ الدین محمد بن محمد بن نصر البخاری هو حافظ الدین الکبیر^{۱۷} ابنانا الامام محمد بن عبدالستار الکروری^{۱۸} ابنانا عمر بن عبد الکریم الوری^{۱۹} انا عبد الرحمن بن محمد الکرمانی^{۲۰} انا ابوبکر محمد بن الحسین من محمد هو الامام مخر القضاۃ الارشا بندی^{۲۱} انا عبداللہ الزوزنی انا^{۲۲} ابوزید الدبوسی انا ابو جعفر الاستروشنی ح و ابنانا عالیاً^{۲۳} باریع درج شیخی وبرکتی وولی نعمتی ومولائی وسیدی و ذخری و سندی لیومی وغدی سیدنا الانام الہمام العارف الاجل العالم الاکمل السید آل الرسول الاحمدی المارہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه وجعل الفردوس متقلبه ومشواه لخمس خلت من جمادی الاولیٰ سنة اربع وتسعين بدارة المطهرة بمارہرة المنورة فی سائر یوزله روایتہ^{۲۴} عن استاذہ

اس سند جلیل کی لطافت اور شانِ جلالت میں غور کرو کہ اس کے رجال سیدنا شیخ سے صاحبِ مذهب امام اعظم تک سارے کے سارے معروف و مشہور حنفی ہیں اور ان میں سے اکثر اصحاب کی مذهب میں تالیفات موجود ہیں ۲۱ منہ (م)

عہ: انظر الى لطافة هذا السند الجليل و جلالة شأنه فان رجاله كلهم من سيدنا الشيخ الى صاحب المذهب الامام الاعظم جميعاً من اجلة اعلام الحنفية ومشاهير واكثرهم اصحاب تالیفات فی المذهب ۲۱ منہ (م)

شیخ محمد بن سراج الدین الخانوقی نے انہیں^۸ احمد بن شبلی نے انہیں^۹ ابراہیم الکرکی صاحب کتاب الفیض نے انہیں^{۱۰} امین الدین یحییٰ بن محمد قصرائی نے انہیں^{۱۱} شیخ محمد بن محمد البخاری الحنفی یعنی سیدی محمد پارسا صاحب فصل الخطاب نے انہیں شیخ حافظ الدین محمد بن محمد بن علی بخاری طاہری نے انہیں^{۱۲} امام صدر الشریعہ یعنی شارح الوقایہ نے انہیں ان کے جد^{۱۳} تاج الشریعہ نے اپنے والد^{۱۴} صدر الشریعہ سے انہیں ان کے والد^{۱۵} جمال الدین محبوبی نے انہیں^{۱۶} محمد بن ابی بکر بخاری المعروف امام زادہ نے انہیں^{۱۷} شمس الائمہ الزر تاجری نے انہیں^{۱۸} شمس الائمہ حلوانی نے اور ان دونوں کے امام^{۱۹} اجل ابو علی نسفی سے ان دونوں نے کہا عن ابی علی، اسی طرح انہوں نے تمام سند کو عن کے ساتھ بیان کیا، استروشنی نے کہا ہمیں ابو علی الحسین بن خضر النسفی انہیں^{۲۰} ابوبکر محمد بن الفضل بخاری اور یہ امام فضل کے ساتھ مشہور ہیں انہیں^{۲۱} ابو محمد عبد اللہ بن محمد یعقوب الحارثی یعنی الاستاذ السند مونی انہیں^{۲۲} عبد اللہ محمد بن ابی حفص الکبیر انہیں ان کے^{۲۳} والد نے انہیں^{۲۴} محمد بن حسن الشیبانی نے انہیں امام ابو حنیفہ نے انہیں حماد نے انہیں ابراہیم نے بیان کیا کہ عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے ادا ہوتی پھر نماز کے بعد امام سواری پر کھڑے ہو کر دُعا کرتا تھا۔

عبدالعزیز المحدث الدهلوی^{۲۵} عن ابیه^{۲۶} عن الشیخ الدین القلعی مفتی الحنفیۃ^{۲۷} عن الشیخ حسن العجی^{۲۸} عن الشیخ خیر الدین الرملی^{۲۹} عن الشیخ محمد بن سراج الدین الخانوقی^{۳۰} عن احمد بن الشبلی^{۳۱} عن ابراہیم الکرکی یعنی صاحب کتاب الفیض^{۳۲} عن امین الدین یحییٰ بن محمد الاقصرائی^{۳۳} عن الشیخ محمد بن محمد البخاری الحنفی یعنی سیدی محمد پارسا صاحب فصل الخطاب^{۳۴} عن الشیخ حافظ الدین محمد بن محمد بن علی البخاری الطاہری^{۳۵} عن الامام صدر الشریعہ یعنی شارح الوقایہ^{۳۶} عن جدہ تاج الشریعہ^{۳۷} عن والدہ صدر الشریعہ^{۳۸} والدہ جمال الدین المحبوی^{۳۹} عن محمد بن ابی بکر البخاری عرف بامام زادہ^{۴۰} عن شمس الائمہ الزرتجی^{۴۱} شمس ائمہ الحلوانی کلاہما^{۴۲} عن الامام الاجل ابی علی النسفی امام حلوانی فقلاً عن ابی علی وذلك عنعن الى نهاية الاسناد واما لاستروشنی فقال انا ابو علی الحسین بن خضر النسفی انا ابوبکر محمد بن الفضل البخاری هو الامام الشهير بالفضل^{۴۳} انا ابو محمد بن عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی یعنی استاذ السند مونی^{۴۴} انا عبد اللہ محمد بن ابی حفص الکبیر^{۴۵} انا ابی^{۴۶} محمد بن الحسن الشیبانی اخبرنا ابو حنیفہ عن حماد عن ابراہیم قال کانت

الصلوة في العيدين قبل الخطبة ثم يقف الإمام على راحليه بعد الصلوة فيدعو ويصلي بغير اذان ولا اقامة ¹	نماز اذان و اقامت کے بغیر ہوتی تھی۔ (ت)

یعنی سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں مجھے امام اعظم الائمہ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام اجل حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے خبر دی کہ امام المجتہدین امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا نماز عیدین خطبہ سے پہلے ہوتی تھی پھر امام اپنے راحلہ پر وقوف کر کے نماز کے بعد دُعا مانگتا اور نماز بے اذان و اقامت ہوتی، یہ امام ابراہیم نخعی قدس سرہ، خود اجلہ تابعین سے ہیں تو یہ طریقہ کہ انہوں نے روایت فرمایا لاقلاً اکثر تابعین کا معمول تھا تو نماز عیدین کے بعد دُعا مانگنا ائمہ تابعین کی سنت ہوا اور پُر ظاہر کہ راحلہ پر وقوف و عدم وقوف سنت دُعا کی نفی نہیں کر سکتا کمالاً بخفی، پھر ہمارے امام مجتہد امام محمد اعلی اللہ درجۃ فی دار الابد نے کتاب الآثار شریف میں اس حدیث کو روایت فرما کر مقرر رکھا اور ان کی عادت کریمہ ہے جو اپنے خلاف مذہب ہوتا اُس پر تقریر نہیں فرماتے تو حنفیہ اہل عقیدہ مضمون و وہابیہ اہل تثلیث قرون، دونوں کے حق میں جواب مسئلہ اسی قدر بس ہے مگر فقیر غفرلہ الولی القدير ایضاً مرام و اتمام کلام کے لئے اس مسئلہ میں مقال کو دو عید پر منقسم کرتا ہے۔

عید اول میں قرآن و حدیث سے اس دُعا کی اجازت اور ادعائے مانعین کی غلطی و شاعت۔

عید دوم فتوایں مولوی لکھنوی سے اسناد پر کلام اور اوہام مانعین کا ازالہ تمام والعون من اللہ ولی الانعام (مدد اللہ کی جو انعام عطا کرنے والا ہے۔ ت) العید الاول و علی فضل اللہ المعول (عید اول، اللہ ہی کے فضل پر بھروسہ ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ شرع مطہر سے اس دعا کی کہیں ممانعت نہیں اور جس امر سے شرع نے منع نہ فرمایا ہر گز ممنوع نہیں ہو سکتا، جو ادعائے منع کرے اثبات ممانعت اس کے ذمہ ہے جس سے ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی عہدہ برآ نہ ہو سکے کا بقاعدہ مناظرہ ہمیں اسی قدر کہنا کافی، اور اسانید سائل کا شہرہ لیجئے تو جو کچھ قرآن و حدیث سے قلب فقیر پر فائز ہوا گوش ہوش استماع کیجئے۔

فاقول: وبالله التوفيق وبه الوصول الى ذرى التحقيق (اللہ ہی کی توفیق ہے اور اس سے تحقیق تک وصول ہوتا ہے۔ ت) اولاً قال البهولى سبىخنه وتعالى:

¹ کتاب الآثار للإمام محمد باب صلوة العیدین مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۱

فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ ۖ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَالْرَاغِبُ ۝ ¹	جب تو فراغت پائے تو مشقت کر اور اپنے رب کی طرف راغب ہو۔

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں اصح الاقوال قول حضرت امام مجاہد تلمیذ رشید سلطان المفسرین جلالہ عالم القرآن حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے کہ فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب دعا میں جد جہد کرنا ہے یعنی باری عزوجل حکم فرماتا ہے جب تو نماز پر پورے چکے تو اچھی طرح دعا میں مشغول ہو اور اپنے رب کے حضور الحاج و زاری کر۔ تفسیر شریف جلالین میں ہے:

فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الصَّلَاةِ فَانصَبْ ۖ تَعْبُ فِي الدَّعَاءِ، وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۖ "تَضَرَّع"۔ ²	جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں تعب اور مشقت کر اور اپنے رب کے سامنے تضرع و زاری بجالا۔

خطبہ جلالین میں ہے:

هذا تكملة تفسيرا لالامام جلال الدين المحلى على نمطه من الاعتماد على ارجح الاقوال وترك التطويل بذكر اقوال غير مرضية ³ املخصا	یہ تفسیر امام جلال الدین محلی کا تکرملہ ہے جو انہیں کے طریقہ پر ہے یعنی رائج اقوال پر اعتماد اور اقوال ضعیفہ کے ذکر سے بچتے اھ (ملخصاً ت)

علامہ زر قانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔

هو الصحيح فقد اقتصر عليه الجلال وقد التزم الاقتصار على ارجح الاقوال ⁴	یہی صحیح ہے اسی جلال نے اکتفاء کیا ہے حالانکہ انہوں نے یہ التزام کر رکھا کہ رائج اقوال ذکر کریں گے۔ (ت)

اور پُر ظاہر کہ آیہ کریمہ مطلق ہے اور باطلات نماز فرض و واجب و نفل سب کو شامل تو بلاشبہ نماز عیدین بھی اس پاک مبارک حکم میں داخل، یونہی احادیث سے بھی ادا بار صلوات کا مطلقاً محل دُعا ہونا مستفاد، ولہذا علماء بشادات حدیث نماز مطلق کے بعد دُعا مانگنے کو آداب سے گنتے ہیں، امام شمس الدین محمد ابن الجزری حصن حصین اور مولانا علی قاری اُس کی شرح حزر نمین میں فرماتے ہیں:

¹ القرآن ۱۹۳/۸۷

² جلالین کلاں سورہ الم نشرح میں مذکور ہے مطبوعہ اصح المطابع دہلی ہند ۵۰۲/۲

³ جلالین کلاں خطبۃ الکتاب مطبوعہ اصح المطابع دہلی ہند ۳/۱

⁴ شرح الزر قانی علی مواہب اللدنیہ المقصد الثانی فی اسماہ مطبوعہ مصر ۱۹۵/۳

والصلوة ای ذات الركوع والسجود والمراد ان یقع الدعاء المطلوب بعدها ¹	یعنی آداب سے ہے کہ مطلب کی دعا بعد نماز ذات رکوع و سجد واقع ہو۔

پھر فرمایا:

حب مس ای رواہ الاربعة وابن حبان و الحاکم کلہم من حدیث الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ²	یعنی یہ ادب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُس حدیث سے ثابت ہے جسے ابوداؤد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اقول یونہی یہ حدیث ابن السنی و بیہقی کے یہاں مروی اور صحیح ابن خزیمہ میں بھی مذکور، امام ترمذی نے اسکی تحسین کی۔ ظاہر ہے کہ نماز ذات رکوع و سجد، نماز جنازہ کے سوا ہر فرض و واجب و نافلہ کو شامل جن میں نماز عیدین بھی داخل۔ ثم اقول: وباللہ التوفیق (پھر میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اصل یہ ہے کہ اعمال صالحہ وجہ رضائے مولیٰ جل و علا ہوتے ہیں اور رضائے مولیٰ تبارک و تعالیٰ موجب اجابت دعا اور اس کا محل عمل صالح سے فراغ پا کر کما قال تعالیٰ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ³ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: پس جب آپ فارغ ہوں تو مشقت کرو۔ ت) ولہذا حدیث میں آیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الم تر الی العمال یعملون فاذا فرغوا من اعمالہم وفوا اجورہم ⁴ ۔ رواہ البیہقی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث طویل۔	کیا تو نے نہ دیکھا کہ مزدور کام کرتے ہیں جب اپنے عمل سے فارغ ہوتے ہیں اُس وقت پوری مزدوری پاتے ہیں۔ اسے بیہقی نے احادیث طویل کی صورت میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

¹ حواشی حصن حصین آداب الدعاء حاشیہ ۲۱۲ مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ص ۹

² حواشی حصن حصین آداب الدعاء حاشیہ ۲۲ مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ص ۹

³ القرآن ۷۹۳

⁴ شعب الایمان باب فی الصیام۔ حدیث ۳۳۶۰۳۶۰۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۰۳/۲

العامل انما یوفی اجرة اذا قضی عملہ ^۱ ۔ رواہ احمد والبزار والبیہقی وابوشیخ فی الثواب عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث۔	عامل کو اُسی وقت اجر کامل دیا جاتا ہے جب عمل تمام کر لیتا ہے۔ اسے امام احمد، بزار، بیہقی اور ابوشیخ نے ثواب میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

توسائل کے لئے بیشک بہت بڑا موقع دعا ہے کہ مولیٰ کی خدمت و طاعت کے بعد اپنی حاجات عرض کرے ولہذا وارد ہوا کہ ہر ختم قرآن پر ایک دُعا مقبول ہے بیہقی و خطیب و ابو نعیم و ابن عساکر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مع کل ختمة دعوة مستجابة^۲ ہر ختم کے ساتھ ایک دعا مستجاب ہے۔ طبرانی معجم کبیر میں عرابض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من ختم القرآن فله دعوة مستجابة^۳ جو قرآن ختم کرے اس کے لئے ایک دُعا مقبول ہے۔ اسی لئے روزہ دار کے حق میں ارشاد ہوا کہ افطار کے اس وقت اس کی ایک دعا رد نہیں ہوتی۔ امام احمد، مسند اور ترمذی بافادہ تحسین جامع اور ابنائے ماجہ و حبان و خزیمہ اپنی صحاح اور نراز مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاثة لاترد دعوتهم الصائم حين يفطر ^۴	تین شخصوں کی دُعا رد نہیں ہوتی ایک اُن میں روزہ دار جب افطار کرے۔ الحدیث

ابن ماجہ و حاکم حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان للصائم عند قطرة لدعوة ما ترد ^۵	بیشک روزہ دار کے لئے وقت افطار بالیقین ایک دُعا ہے کہ رد نہ ہوگی۔

امام حکیم ترمذی حضرت عبد اللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پُر نور

1 مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۹۲

2 شعب الایمان باب فی تعظیم القرآن حدیث ۲۰۸۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۳۷۴

3 المعجم الکبیر مروی از عرابض بن ساریہ حدیث ۶۳۷ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۸/ ۲۵۹

4 سنن ابن ماجہ باب فی الصائم لاترد دعوتہ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۶

5 سنن ابن ماجہ باب فی الصائم لاترد دعوتہ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۶

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لکل عبد صائم دعوة مستجابة عند افطاره اعطيها في الدنيا واذخر له في الآخرة ¹ ۔	ہر روزہ دار بندے کے لئے افطار کے وقت ایک دعا مقبول ہے خواہ دنیا میں دی جائے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ رکھی جائے۔

وفی الباب احادیث أخر اور بالیقین یہ فضیلت روزہ فرض واجب و نفل سب کو عام کہ نصوص میں قید و خصوص نہیں۔ ولہذا امام عبد العظیم منذری نے دو حدیث پیشین کو الترغیب فی الصوم مطلقاً میں ایراد فرمایا، اور علامہ منادی نے تیسرے شرح جامع صغیر میں زیر حدیث باب مروی عقیلی و بیہقی عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد لفظ دعوة الصائم (روزہ دار کی دعائے) کے ولو نفلاً² (اگرچہ وہ نفلی روزہ ہو۔) تحریر کیا تو بلاشبہ نماز بھی کہ افضل اعمال و اعظم ارکان اسلام اور روزے سے زائد موجب رضائے ذوالجلال والا کرام ہے۔ یونہی اپنے عموم و اطلاق پر رہے گی اور بعد فراغ محلیت دعا صرف فرائض سے خاص نہ ہوگی، اور کیونکر خاص ہو حالانکہ خود حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حکم دیا اور فرمایا: جو ایسا نہ کرے اُس کی نماز ناقص ہے۔ ترمذی و نسائی و ابن خزمیہ حضرت فضیل ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ حضرت مطلب بن ابی واء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلوة مثنی مثنی تشهد في كل ركعتين وتخشع وتضرع وتسكن وتفتح يدك يقول ترفعها الى ربك مستقبلاً ببطونهما وجهك وتقول يا رب يا رب لم يفعل ذلك فہی کذا وکذا ³ ۔	یعنی نماز نفل دو دو رکعت ہے ہر دو رکعت پر التحیات اور خضوع و زاری و تذلل، پھر بعد سلام دونوں ہاتھ اپنے رب کی طرف اٹھا اور ہتھیلیاں چہرے کے مقابل رکھ کر عرض کر اے میرے رب اے رب میرے رب جو ایسا نہ کرے تو وہ نماز چنیں و چننا یعنی ناقص ہے۔

مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں مصرحاً آیا:- فمن لم يفعل ذلك فهو خداج⁴ جو ایسا نہ کرے اُس کی نماز میں نقصان ہے۔

¹ نوادر الاصول الاصل الستون فی ان للصائم دعوة الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۸۳

² تیسرے شرح الجامع صغیر حدیث ثلاث دعوات مستجابات مطبوعہ مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۴۶۷/۱

³ جامع الترمذی باب ماجاء فی التخشع فی الصلوة مطبوعہ المین مکتب کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۵۱۵/۱

⁴ منہ احمد بخمبل حدیث مطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۶۷/۴

علامہ طاہر تکرملہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

فیہ ثم تقنع یدیک وهو عطف علی محذوف ای اذا فرغت منها فسلم ثم ارفع یدیک سائلا فوضع الخبر موضع الامر ^۱ ۔	پھر ہتھیلیاں چہرے کے مقابل کرے اس کا عطف محذوف پر ہے یعنی جب ان دو رکعتوں سے فارغ ہو اور سلام کہے تو دعا کے لئے ہاتھ بلند کرے یہاں خبر امر کی جگہ مذکور ہے۔ (ت)

تیسرے میں ہے:

ای اذا فرغت منها فسلم ارفع یدیک فوضع الخبر موضع الطلب ^۲ الخ۔	یعنی جب ان دو رکعات سے فارغ ہوں پس سلام کہے پھر ہاتھ اٹھائے یہاں خبر، طلب کی جگہ ہے الخ (ت)۔

لاجرم جبکہ حصین میں اس حدیث ابی امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف برمز ترمذی و نسائی نے اشارہ کیا کہ قلنا
یا رسول اللہ ای الدعاء اسبع قال جوف الیل الاخو بر الصلوات المکتوبات^۳ (ہم نے عرض کی یا رسول
اللہ! کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے، فرمایا رات کے نصف اخیر میں اور فرض نمازوں کے بعد) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری
نے اُس کی شرح میں لکھا:

دبر الصلوات المکتوبات ای عقیب الصلوات المفروضات والتقید بہا لكونها افضل الحالات فهی ارجی لاجابة الدعوات ^۴ ۔	دبر الصلوات المکتوبات کے معنی کہ فرض نمازوں کے بعد، اور ان کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ وہ سب حالتوں سے افضل ہیں تو ان میں امید اجابت زیادہ ہے۔

دیکھو صاف صریح ہے کہ نماز کے بعد محلیت دعا کچھ فرضوں ہی سے خاص نہیں بلکہ اُن میں بوجہ افضلیت زیادہ خصوصیت ہے
اور سائلین نے خود یہی پوچھا تھا کہ سب میں زیادہ کون سی دعا مقبول ہے لہذا اُن کی تفسیر فرمائی گئی، بالجملة جب تخصیص فرائض
باطل ہو چکی تو اخراج واجبات پر کوئی دلیل نہیں بلکہ اُن پر دلائل مطلقہ

۱ تکرملہ بحار الانوار ملحق بجمع البحار تحت لفظ تقع مطبوعہ منشی نوکشتور لکھنؤ ص ۱۷۷

۲ تیسرے شرح الجامع الصغیر حدیث صلوة الیل منشی الخ مکتبہ الامام الشافعی الریاض ۹۹/۲

۳ حصین اوقات الاجابة مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ہند ص ۲۲، جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کتب خانہ رشیدیہ دہلی

۱۸۸/۲

۴ حواشی حصین صفحہ مذکورہ کا حاشیہ ۱۶ مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ہند ص ۱۷

کے سوا حدیث نافلہ بر سبیل اولویت ناطق، کہ جب اوبار نوافل تک محل دُعا مظنہ اجابت ہیں تو واجبات کہ اُن سے اعلیٰ واعظم اور ارضائے الٰہی میں اوفروا تم ہیں کیونکہ اس فضل سے خارج ہوں گے ہل ہذا الاتر جیح المروج (یہ ترجیح مروجہ کے سوا کچھ نہیں۔ ت)

ثم اقول: بلکہ واقع نفس الامر کو لحاظ کیجئے تو فریضہ و نافلہ کے لئے ثبوت، خاص بعینہ واجبات کے لئے ثبوت خاص ہے کہ واجب حقیقہ کوئی تیسری چیز نہیں بلکہ انہیں دو طرفوں سے ایک میں ہے جسے شبہ فی الثبوت نے مجتہد کے نزدیک ایک امر متوسط کردیا صاحب شرع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس کے حضور روایہ و درایہ ظنون و شبہات کو بار نہیں اگر اُس کے نزدیک شئی مطلوب فی الشرع حقیقہ مامور بہ ہے قطعاً فرض ورنہ یقیناً نافلہ، لا ثالث لہما (ان دو کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں۔ ت) تلویح میں زیر قول تنقیح فصل فی افعالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فمخما ما یقتدی بہ و هو مباح مستحب و واجب و فرض (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ افعال قابل اقتداء مباح، کچھ مستحب، کچھ واجب اور کچھ فرض ہیں۔ ت) تحریر فرمایا:

ان فعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بالنسبۃ الینا یتصف بذلک بان جعل الوتر واجبا علیہ لامستحبا و فرضا و الا فالثابت عنده بدلیل یكون قطعیا لا محالة حتی قیاسہ واجتہادہ ایضا قطعیا الخ ¹	یعنی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے افعال ہماری نسبت ان سے متصف ہیں مثلاً وتر آپ پر واجب تھے نہ کہ مستحب یا فرض، ورنہ آپ کے ہاں دلیل ثابت شدہ امر یقیناً قطعی ہوگا حتی کہ آپ کا قیاس واجتہاد بھی قطعی ہے الخ (ت)

امام محقق علی الاطلاق امام الفتح میں فرماتے ہیں:

اللزوم یلاحظ باعتبارین باعتبار صدورہ من الشارع وباعتبار ثبوته فی حقنا فملاحظة باعتبار الثاني ان كان طریق ثبوته عن الشارع قطعیا كان متعلقه الفرض وان كان ظنیاً كان الوجوب ولذا لا یثبت هذا القسم اعنی الواجب فی حق من سيع من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مشافهة	لزوم میں دو اعتبار ہیں ایک یہ کہ وہ شارع علیہ السلام سے صادر ہوا اور دوسرا یہ کہ اس کا ثبوت ہمارے حق میں ہوا تو دوسرے اعتبار سے اگر اس کا ثبوت شارع سے قطعی ہے تو اس کا تقاضا فرضیت ہے، اور اگر ثبوت ظنی ہے تو وجوب۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قسم (وجوب) اس شخص کے حق میں ثابت نہیں ہو سکتی جس نے براہ راست حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے

¹ التوضیح والتوضیح فصل فی افعالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ نورانی مکتب خانہ پشاور ص ۴۹۱

مع قطعاً دلالة المسبوع فليس في حقه الا الفرض او غير اللازم من السنة فمابعدھا وظہر بهذا ان ملاحظة باعتبار الاول ليس فيه وجوب بل الفرضية او عدم اللزوم اصلاً ^۱ اھ ملخصاً	سُنّا حالانکہ مسبوع کی دلالت قطعی تھی تو اس کے حق میں وہ فرض ہی ہوگا، یا لازم نہ ہوگا سنت ہوگا یا اس سے نچلا درجہ، اس سے ظاہر ہو گیا کہ اول کے اعتبار سے وہاں وجوب نہیں بلکہ فرضیت ہے یا بالکل لزوم ہی نہیں اھ ملخصاً (ت)

پس بحمد اللہ لشہادتِ قرآن و حدیث و اقوالِ علماء ثابت ہوا کہ نماز پنجگانہ و عیدین و تہجد و غیر ہا ہر گونہ نماز کے بعد دُعا مانگنا شرعاً جائز بلکہ مندوب و مرغوب ہے و ہو المطلب۔

تاجیاقول: وبالله التوفيق دُعا نص قرآن و حدیث و اجماع ائمہ قدیم و حدیث اعظم مندوبات شرع سے ہے اور اس کے مظانِ اجابت کی تحریر مسنون و محبوب، قال جل ذكره: هُنَالِكَ دُعَاؤُكَ يَا رَبِّ^۲ (حضرت زکریا علیہ السلام نے وہاں اپنے رب سے دعا کی۔ ت) حدیث میں ہے حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات، فتعرضوا له لعله ان یصیبکم نفخة منها فلا تشقون بعدها ابدالاً ^۳ ۔ رواه الطبرانی فی الکبیر عن محمد بن مسلمة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	بیشک تمہارے رب کے لئے تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ وقت عطا و بخشش و تجلی و کرم و جود کے ہیں تو انہیں پانے کی تدبیر کرو شاید ان میں سے کوئی وقت تمہیں مل جائے تو پھر کبھی بد بختی تمہارے پاس نہ آئے۔ اسے طبرانی نے کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

اور خود حدیث نے اُن اوقات سے ایک وقت اجتماعِ مسلمین کا نشان دیا کہ ایک گروہِ مسلمانانِ جمع ہو کر دُعا مانگے کچھ عرض کریں کچھ آمین کہیں۔ کتاب المستدرک علی البخاری و مسلم میں ہے:

عن حبیب بن مسلمة الفهری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکان مجاب الدعوة قال سمعت رسول اللہ	یعنی حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مستجاب الدعوات تھے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پُر نور سید عالم

^۱ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ نوریہ رضویہ کھر ۳۰۱/۱

^۲ القرآن ۳۸/۳

^۳ المعجم الکبیر مروی از محمد بن مسلمہ حدیث ۵۱۹ مطبوعہ مکتبۃ فیصلیہ بیروت ۲۳۴/۱۹

يقول لا يجتمع ملؤ فيدعو بعضهم يؤمن بعضهم الا اجابهم الله ¹ ۔	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی گروہ جمع نہ ہوگا کہ اُن بعض دعا کریں بعض آمین کہیں، مگر یہ کہ اللہ عزوجل اُن کی دعا قبول فرمائے گا۔

علماء نے مجمع مسلمان کو اوقاتِ اجابت سے شمار کیا۔ حصین میں ہے: واجتماع المسلمین² یعنی مسلمین کا اوقاتِ اجابت سے ہونا حدیث صحاح ستہ سے مستفاد ہے۔ علی قاری شرح میں فرماتے ہیں:

ثم كل ما يكون الاجتماع فيه اكثر كالجمعة والعیدین وعرفة يتوقع فيه رجاء الاجابة اظهر ³ ۔	یعنی جس قدر مجمع کثیر ہوگا جیسے جمع و عیدین و عرفات میں، اسی قدر امیدِ اجابت ظاہر تر ہوگی۔

فقیر غفر اللہ کہتا ہے پھر دُعاے نماز پر اقتصار ہر گز شرعاً مطلوب نہیں بلکہ اس کے خلاف کی طلب ثابت، خود حدیث سے گزرا حضور پُر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر دو رکعت نفل کے بعد ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنے کا حکم دیا اور جو ایسا نہ کرے اس کی نماز کو ناقص بتایا، حالانکہ نماز میں دُعا میں ہو چکیں اور وہ وقت چار بار آیا جو انتہائی درجہ قُرب الہی کا ہے یعنی سجدہ جس میں بالتخصیص حکم دُعا تھا، حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

اقرب ما يكون العبد من ربه وهو ساجد فاكثروا الدعاء ⁴ ۔ رواه مسلم وابوداؤد والنسائی عن ابی ہريرة رضي الله تعالى عنه۔	سب سے زیادہ قُرب بندے کو اپنے رب سے حالتِ سجدہ میں ہوتا ہے تو اس میں دعا کی کثرت کرو۔ اسے مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابومریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔

بلکہ اگر سوال نہ بھی ہوں تو تسبیح کہ سجدہ میں ہوتی ہے خود دعا ہے کہ وہ ذکر ہے اور ہر ذکر دعا۔ مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: کل ذکر دعاء⁵ (ہر ذکر دُعا ہے۔ ت) امام حافظ الدین النسفی

1 المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء حبیب بن مسلمہ کان مجیب الدعوات مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴۷/۳

2 حصین اوقات الاجابة مطبوعہ افضل المطابع لکھنؤ ہند ص ۲۳

3 حرز عمین شرح حصین

4 سنن النسائی اقرب ما يكون العبد من الله عزوجل مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۷۱/۱-۱۷۰

5 مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب ثواب التسبیح فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۱۲/۵

کافی شرح وافی کی فصل فی تکبیر التشریق میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: تم اپنے رب کو پکارو گڑ گڑا کر اور آہستہ (ت)	قَالَ تَعَالَى اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ¹ ۔

کل ذکر دعاء² (ہر ذکر دعاء ہے۔ ت) اس معنی پر فقیر نے اپنے رسالہ "ایذان الاجر فی اذان القبر" (دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق۔ ت) میں دلائل واضح ذکر کئے اور اس سے زیادہ کلام مستوفی فقیر کے رسالہ "نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء" (صبح کی ہوا اس بارے میں کہ اذان سے وباء ٹل جاتی ہے۔ ت) میں ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح کی کتاب الدعوات میں باب الدعاء اذا هبط وادیا (جب کسی ٹحلی جگہ اترے تو دعا کرے۔ ت) وضع کیا اور اس میں فرمایا: فیہ حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ³ (اس بارے میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے۔ ت) ارشاد الساری میں ہے:

اس میں یعنی اس مسئلہ میں حضرت جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے جو کتاب الجہاد کے باب التسبیح اذا هبط وادیا میں گزری ہے الفاظ یہ ہیں: جب ہم بلند جگہ چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب اترتے تو سبحان اللہ کہتے۔ یہ حدیث کے آخری الفاظ ہیں اھ سند محذوف ہے۔ (ت)	فیہ ای فی الباب حدیث جابر الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ السابق فی باب التسبیح اذا هبط وادیا من کتاب الجہاد بلفظ کنا اذا صعدنا کبرنا و انزلنا سبحنا هذا اخر الحدیث اھ بحذف السند۔

دیکھو امام بخاری علیہ رحمۃ الباری نے صرف تسبیح کو دعا ٹھہرایا اور التسبیح اذا هبط وادیا والدعاء اذا هبط وادیا (جب نیچے اترے تو تسبیح پڑھے اور جب نیچے اترے تو دعا کرے۔ ت) کا ایک مصداق بتایا تو بانکہ ایسے قرب اتم کے وقت میں نماز میں دعائیں ہو چکیں پھر بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان پر قناعت پسند نہ فرمائی اور بعد سلام پھر دعا کی تاکید شدید کی۔ علاوہ بریں نماز میں آدمی ہر قسم کی دعا نہیں مانگ سکتا کما بسط الائمة فی کتب الفقہیہ (جیسا کہ ائمہ کرام نے کتب فقہیہ میں اس کی تفصیل بیان

¹ کافی شرح وافی فصل فی تکبیر التشریق

² صحیح البخاری کتاب الدعوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۴۴/۲

³ ارشاد الساری باب الدعاء اذا هبط وادیا الخ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۱۸/۹

کی ہے۔ ت) اور حاجت ہر قسم کی اپنے رب جل و علا سے مانگا چاہے اور طلب میں مظنہ اجابت کی تحری کا حکم اور یہ وقت بحکم احادیث اعلیٰ مظان اجابت سے، تو بلاشبہ مجمع عیدین میں نماز دعا، خاص اذن حدیث وارشاد شرع سے ثابت ہوئی اور حکم فتر ضوا لہا کی تعمیل ٹھہری وہو المقصود۔ ثم اقول: اگر مجمع عیدین کے لئے شرع میں کوئی خصوصیت نہ آتی تو اس عموم میں دخول ثابت تھانہ کہ احادیث نے اُس کی خصوصیت عظیم ارشاد فرمائی اور اُس میں دُعا پر نہایت تحریص و ترغیب آئی یہاں تک کہ حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس زمانہ خیر و صلاح میں کہ فتنہ و فساد سے یکسر پاک و منزہ تھا حکم دیتے کہ عیدین میں کنواریاں اور پردہ نشین خاتونیں باہر نکلیں اور مسلمانوں کی دُعا میں شریک ہوں حتیٰ کہ حائض عورتوں کو حکم ہوتا مصلے سے الگ بیٹھیں اور اس دن کی دُعا میں شریک ہو جائیں، امام احمد و اصحاب صحاح ستہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تخرج العواتق وذوات الخدور والحیض ويعتزل الحيض المصلیٰ ويشهدن الخير ودعوة المسلمین ¹	نوجوان کنواریاں اور پردہ والیاں اور حائض سب عید گاہ کو جائیں اور حیض والیاں عید گاہ سے الگ بیٹھیں اور اس بھلائی اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں۔

صحیح بخاری کی دوسری روایت ان لفظوں سے ہے:

قالت کنأ نومر ان نخرج يوم العيد حتى تخرج البكر من خدرها حتى تخرج الحيض فيكن خلف الناس فيكبرن بتكبيرهم ويدعون بعدائهم يرون بركة ذلك اليوم وطهرته ²	یعنی ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم عورتوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن باہر جائیں یہاں تک کہ کنواری اپنے پردے سے باہر نکلے یہاں تک کہ حیض والیاں باہر آئیں صفوں کے پیچھے بیٹھیں مسلمانوں کی تکبیر پر تکبیر کہیں اور اُن کی دُعا کے ساتھ دُعا مانگیں اس دن کی برکت پاکیزگی کی امیدیں۔

امام بیہقی اور ابوالشیخ ابن حبان کتاب الثواب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عہ: اقول: اس حدیث نفیس کا شاہد بروایت امام عقیلی حدیث انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرویات فقیر میں بندہ ضعیف
سے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سند موجود ہے الحمد للہ ۱۲ منہ (م)

¹ صحیح البخاری باب شہود الخائض العیدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۴ و ۱۳۵

² صحیح البخاری باب شہود الخائض العیدین الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۲/۱

سے راوی:

یعنی حضور پر نور سید یوم النشور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب عید کی صبح ہوتی ہے مولیٰ سجنہ تعالیٰ ہر شہر میں فرشتے بھیجتا ہے (اس کے بعد حدیث میں فرشتوں کا شہر کے ہر ناکہ پر کھڑا ہونا اور مسلمانوں کو عید گاہ کی طرف بلانا بیان فرمایا، پھر ارشاد ہوا جب مسلمان عید گاہ کی طرف میدان میں آتے ہیں (مولیٰ سجنہ تعالیٰ فرشتوں سے یوں فرماتا ہے اور ملائکہ اس سے یوں عرض کرتے ہیں) پھر فرمایا رب تبارک و تعالیٰ مسلمانوں سے ارشاد فرماتا ہے اے میرے بندو! مانگو کہ قسم مجھے اپنی عزت و جلال کی آج اس مجمع میں جو چیز اپنی آخرت کے لئے مانگو گے میں تمہیں عطا فرماؤں گا اور جو کچھ دنیا کا سوال کرو گے اس میں تمہارے لئے نظر کروں گا (یعنی دنیا کی چیز میں خیر و شر دونوں کو متحمل ہیں اور آدمی اکثر اپنی نادانی سے خیر کو شر، شر کو خیر سمجھ لیتا ہے، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے لہذا دنیا کے لئے جو کچھ مانگو گے اُس میں بحال رحمت، نظر فرمائی جائے گی، اگر وہ چیز تمہارے حق میں بہتر ہوئی عطا ہوگی ورنہ اس کے برابر بلا دفع کریں گے یا دعاروز قیامت کے لئے ذخیرہ رکھیں گے اور یہ بندے کے لئے ہر صورت سے بہتر ہے مجھے اپنی عزت کی قسم ہے جب تک تم میرا مراقبہ رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کی ستاری فرماؤں گا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں تمہیں اہل کبار میں فضیحت و رسوائی کروں گا پلٹ جاؤ مغفرت پائے ہوئے، بیشک تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے خوشنود ہوا۔

انہ سمع رسول للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 یقول اذا كانت غداۃ الفطربعث اللہ عزوجل
 الملائکۃ فی کل بلد (و ذکر الحدیث الی ان
 قال) فاذا برزوا الی مصلاہم فیقول اللہ عزوجل
 (وساق الحدیث الی ان قال) ویقول یا عبادی
 سلونی فوعزتی و جلالی لاتسئلونی الیوم شیئاً فی
 جمیعکم لاخرتکم الا اعطیتکم ولا لدنیاکم
 الا نظرت لکم، فوعزتی لاسترن علیکم
 عشراتکم ما راقبتونی وعزتی و جلالی لا اخزیکم
 ولا افضحکم بین اصحاب الحدود وانصرفوا
 مغفوراً لکم قد ارضیتونی ورضیت عنکم¹
 (مختصر من حدیث طویل)

فقیر غفر لہ الغنی القدر کہتا ہے اس کلام مبارک کا اوّل یا عبادی سلونی ہے یعنی میرے بندو! مجھ سے دعا کرو، اور آخر انصرفوا مغفوراً لکم گھروں کو پلٹ جاؤ تمہاری مغفرت ہوئی۔

¹ شعب الایمان ۲۳ باب فی الصیام فصل فی لیۃ القدر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۳/۷۳-۳۳۶

تو ظاہر ہوا کہ یہ ارشاد بعد ختم نماز ہوتا ہے ختم نماز سے پہلے گھروں کو واپس جانے کا حکم ہر گز نہ ہوگا تو اس حدیث سے مستفاد کہ خود رب العزت جل و علا بعد نماز عید مسلمانوں سے دُعا کا تقاضا فرماتا ہے، پھر وائے بد بختی اُس کی جو ایسے وقت مسلمانوں کو اپنے رب کے حضور دُعا سے روکے نسأل اللہ العفو والعافیۃ آمین (ہم اللہ سے فضل و بخشش طلب کرتے ہیں۔ آمین۔ ت) **عائلاً اقول:** وباللہ التوفیق ابوداؤد وترمذی و نسائی وابن حبان و حاکم باسانید صحیحہ جیدہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابوداؤد و دارمی و ابو بکر بن ابی شیبہ استاد بخاری و مسلم حضرت ابو ہریرہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نسائی و طبرانی بسند صحیح و ابن ابی الدنیا اور حاکم بافادہ تصحیح حضرت جبیر بن معطم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نسائی و ابن ابی الدنیا و حاکم و بیہقی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جب تم میں کوئی کسی جلسے میں بیٹھے تو زہار وہاں سے نہ ہٹے جب تک تین بار یہ دعا نہ کر لے "پاکی ہے تجھے اے رب ہمارے، اور تیری تعریف بجالاتا ہوں، تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں میرے گناہ بخش اور مجھے توبہ دے" کہ اگر اس جلسے میں اس نے کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ دُعا اس پر مہر ہو جائے گی اور اگر وہ جلسہ لغو تھا جو کچھ اس میں گزرا یہ دعا اس کا کفارہ ہو جائے گی۔	اذا جلس احدکم فی مجلس فلا یبرحن منہ حتی یقول ثلاث مرات سبّحک اللہم ربنا وبحمدک لا الہ الا انت اغفر لی وتب علی فان کان اتی خیرا کان کالطایع علیہ وان کان مجلس لغو کان کفارۃ لما کان فی ذلک المجلس¹۔

یہ لفظ بہ روایت امام ابو بکر ابن ابی الدنیا حدیث جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہیں، اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں یوں ہے:

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کوئی	کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

¹ الترغیب والترہیب بحوالہ ابن ابی الدنیا کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۴۱۱/۲، المعجم الکبیر مروی از جبیر بن مطعم مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۳۹۲/۲، المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۷/۱

اجلاس یقول فی آخرہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبّحْناک اللہم وبحمدک اشہد ان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک^۱۔	جلسہ فرماتے تو ختم اُٹھتے وقت یہ دعا کرتے "تیری پاکی بولتا اور تیری حمد و ثنا میں مشغول ہوتا ہوں اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں میں تیری مغفرت مانگتا اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں"۔

اسی طرح رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں لفظ اراد ان ینھض^۲ ہے یعنی جب اٹھنا چاہتے یہ دعا فرماتے۔ اور انہوں نے بعد الفاظ مذکورہ دعا میں اتنے الفاظ اور زائد کئے:

عملت سوءً وظلمت نفسی انه لا یغفر الذنوب الا انت۔^۳	میں نے بُرا کیا اور اپنی ہی جان کو آزار پہنچایا اب میری مغفرت فرمادے بیشک تیرے سوا کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں۔

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا میں مثل حدیث ابو ہریرہ ہے اُس میں بھی ارشاد ہوا: قبل ان یقوم من مجلسہ^۴ کھڑے ہونے سے پہلے دعا کرتے۔ غرض اس حدیث صحیح مشہور علی اصول المحدثین میں جسے امام ترمذی نے حسن صحیح اور حاکم نے بر شرط مسلم صحیح اور منذری نے جید الاسانید کہا، حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عام ارشاد و ہدایت قوی و فعلی فرماتے ہیں کہ آدمی کوئی جلسہ کرے اُس سے اُٹھتے وقت یہ دعا ضرور کرنی چاہئے کہ اگر جلسہ خیر کا تھا تو وہ نیکی قیمت تک سر بہ سر محفوظ رہے گی اور لغو تھا تو وہ لغو باذن اللہ محو ہو جائے گا تو لفظ و معنی دونوں کی رُو سے ثابت ہوا کہ ہر مسلمان کو ہر نماز کے بعد بھی اس دعا کی طرف اشارہ فرمایا گیا جہت لفظ

^۱ الترغیب والترہیب بحوالہ سنن ابی داؤد کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴/۱۱، سنن الدارمی ۲۹۔ باب فی کفارة المجلس مطبوعہ مدینہ

منورہ (تجاری) ۱۹۵/۲

^۲ المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء دعاء کفارة المجلس مطبوعہ دار الفکر بیروت ۷/۵۳، الترغیب والترہیب بحوالہ سنن نسائی وحاکم وابوداؤد وابن

حبان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲/۴۱۱

^۳ الترغیب والترہیب بحوالہ سنن نسائی وحاکم وابوداؤد وابن حبان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲/۴۱۱

^۴ الترغیب والترہیب بحوالہ سنن نسائی وحاکم وابوداؤد وابن حبان مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲/۴۱۱، جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ ائین کمپنی کتب

خانہ رشیدیہ دہلی ۱۸۱/۲

سے تو یوں کہ مجلس نکرہ سیاق شرط میں واقع ہے عام ہوا، تلخیص الجامع الکبیر میں ہے:

النكرة في الشرط تعمد وفي الجزاء تخص كهي في النفي والاثبات ¹ ۔	نکرہ مقام شرط میں عموم اور مقام جزا میں خصوص کا فائدہ دیتا ہے جیسا کہ نفی و اثبات میں ہے۔ (ت)

جامع صغیر میں ہے:

انه نكرة في موضع الشرط وموضع الشرط نفي والنكرة في النفي تعمد ² ۔	یہ موضع شرط میں نکرہ ہے اور مقام شرط نفی ہے اور نکرہ مقام نفی میں عموم کا مفید ہوتا ہے۔ (ت)

معتمد اسمائے شروط سب صورتوں کو عام ہوتے ہیں، امام محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

اذا عام في الصور على ما هو حال اسماء الشرط ³ ۔	ذا تمام صورتوں میں عام ہے جیسا کہ اسماء شرط کا حال ہوتا ہے۔ (ت)

تو قطعاً تمام صلوات فریضہ و واجبہ و نافلہ کے جلسے اس حکم میں داخل اور ادعائے تخصیص بے تخصیص محض مردود و باطل، اور جہت معنی سے یوں کہ جلسہ خیر سے اٹھتے وقت یہ دعا کرنا اُس خیر کے نگاہداشت کے لئے ہے تو خیر جس قدر اکبر و اعظم اُسی قدر اس کا حفظ ضروری و اہم، اور بلاشبہ خیر نماز سے سب چیزوں سے افضل و اعلیٰ تو ہر نماز کے بعد اس دعا کا مانگنا مؤکد تر ہوا یا رب، مگر نماز عیدین نماز نہیں یا اس کے حفظ کے جانب نیاز نہیں یا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنفس نفیس جلسہ نماز کو اس حکم میں داخل فرمایا تخریج حدیث تو اوپر سن چکے کہ نسائی وابن ابی الدنیا نے و حاکم و بیہقی نے روایت کی اب لفظ سنئے، سنن نسائی کی نوع من الذکر بعد التسليم میں ہے:

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم	یعنی ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب

¹ تلخیص الجامع الکبیر

² الجامع الصغیر

³ فتح القدیر

کسی مجلس میں بیٹھتے یا نماز پڑھتے کچھ کلمات فرماتے، ام المؤمنین نے وہ کلمات پوچھے، فرمایا وہ ایسے ہیں کہ اگر اس جلسہ میں کوئی نیک بات کہی ہے تو یہ قیامت تک اس پر مُسر ہو جائیں گے اور بُری کہی ہے تو کفارہ۔ الہی! میں تیری تسبیح و حمد بجالاتا ہوں اور تجھ سے استغفار و توبہ کرتا ہوں۔	کان اذا جلس مجلسا او صلی تکلم بکلمات و سالتہ عائشة عن الکلمات فقال ای تکلم بخیر کان تابعا علیہن یوم القیمة وان تکلم بشر کان کفارة له، سبّحْناک اللّٰهم و بحمدک استغفرک و اتوب الیک۔¹

پس بحمد اللہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ نماز عیدین کے بعد دُعا مانگنے کی خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی لفظ لایرحن بنون تاکید ارشاد ہوا بلکہ انصاف کیجئے تو حدیث ام المؤمنین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ زوجہا الکریم و علیہا وسلم خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بعد نماز عیدین دُعا مانگنا بتا رہی ہے کہ صلی زیر اذاء داخل تو ہر صورت نماز کو عام و شامل اور منجملہ صور نماز عیدین، تو حکم مذکور انہیں بھی متناول، پس یہ حدیث جلیل بحمد اللہ خاص جزئیہ کی تصریح کامل۔ راجعاً قول: وباللہ التوفیق ان سب سے قطع نظر کیجئے تو دُعا مطلقاً اعظم مندوبات دینیہ واجل مطلوبات شرعیہ سے ہے کہ شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں بے تقید وقت و تخصیص ہیأت مطلقاً اس کی اجازت دی اور اُس کی طرف دعوت فرمائی اور اسکی تکثیر کی رغبت دلائی اور اس کے ترک پر وعید آئی، مولیٰ سبحنہ و تعالیٰ فرماتا ہے:

اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔	وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ² ۔

اور فرماتا ہے:

قبول کرتا ہوں دُعا کرنے والے کی دُعا جب مجھے پکارے۔	اُجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ³ ۔

حدیث قدسی میں فرماتا ہے:

¹ سنن النسائی کتاب السنووع من الذکر بعد التسليم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱۹۷۱

² القرآن ۲۰/۳۹

³ القرآن ۱۸۶/۲

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ، إِذَا دَعَانِي¹۔ رواه البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجه عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ۔	میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوں جب مجھ سے دعا کرے۔ اسے بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ نے اپنے رب عزوجل سے روایت کیا۔

اور فرماتا ہے:

يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَتْ مِنْكَ وَلَا أَبَالِي²۔ رواه الترمذی وحسنہ عن انس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ تبارک وتعالیٰ۔	اے فرزند آدم! تو جب تک مجھ سے دعا مانگے جائے گا اور اُمید رکھے گا تیرے کیسے ہی گناہ ہوں بخشتار ہوں گا اور مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ ترمذی نے روایت کر کے اسے حسن قرار دیا ہے اور اسے حضرت انس بن مالک سے انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ سے بیان فرمایا۔

اور فرماتا ہے عزوجل:

مَنْ لَا يَدْعُونِي أَغْضِبُ عَلَيْهِ³۔ رواه العسکری فی المواعظ بسند حسن عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن ربہ تعالیٰ و تقدس۔	جو مجھ سے دعائے کرے گا میں اس پر غضب فرماؤں گا اسے عسکری نے مواعظ میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اور آپ نے رب تعالیٰ و تقدس سے بیان فرمایا۔

¹ صحیح البخاری کتاب التوحید مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۱۰۱/۲، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۳۴۱/۲ و

۳۵۴، ۳۴۳

² جامع الترمذی ابواب الزہد مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۶۲/۲

³ کنز العمال بحوالہ العسکری فی المواعظ حدیث ۳۱۲۷ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۶۳/۲، سنن ابن ماجہ باب فضل الدعاء مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۰

احادیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس باب میں سرحد تو اتر پر خیمہ زن، ایک جملہ صالحہ اُن سے حضرت ختام المحققین سنام المدققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے رسالہ مستطابہ "احسن الوعا لأداب الدعاء" میں ذکر فرمایا اور فقیر غفرلہ المولیٰ القدير نے اس کی شرح مسٹی بہ "ذیل المدعا لاحسن الوعا" میں اُن کی تخریجات کا پتہ بتایا، باقی کتاب الترغیب امام منذری و حسن حصین امام ابن الجوزی وغیرہما تصانیف علما ان احادیث کی کفیل ہیں، میں بخوف اطالت احادیث فضائل سے عطف عنان کر کے صرف ان بعض حدیثوں پر اقتصار کرتا ہوں جن میں دعا کی تاکید یا اس کے ترک پر تہدید یا اس کی تکثیر کا حکم اکید ہے۔

حدیث ۱: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم عباد اللہ بالدعاء ^۱ ۔ رواہ الترمذی	خدا کے بندو! دعا کو لازم پکڑو۔ اسے ترمذی نے روایت کر کے مستغرباً والحاکم وصححه۔
غریب کہا اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا۔	

حدیث ۲: زید بن خارجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

صلوا علیّ واجتهدوا فی الدعاء ^۲ ۔ رواہ الامام احمد والنسائی والطبرانی فی الکبیر وابن سعد وسمویہ والبغوی والباوردی وابن قانع۔	مجھ پر درود بھیجو اور دعا میں کوشش کرو۔ اسے امام احمد، نسائی اور طبرانی نے کبیر میں، ابن سعد، سمویہ، بغوی، باوردی اور ابن قانع نے روایت کیا۔

حدیث ۳: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تعجزوا فی الدعاء فانه لن یهلك مع الدعاء احد ^۳ ۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ والحاکم وصححه۔	دعا میں تقصیر نہ کرو جو دعا کرتا رہے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔ اسے ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے روایت کر کے صحیح قرار دیا۔

حدیث ۴: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تدعون اللہ لیلکم ونهارکم فان الدعاء	رواہ ابو یعلیٰ۔ رات دن خدا سے دعا مانگو کہ دعا مسلمان کا

^۱ جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۳/۱۹۳

^۲ سنن النسائی باب الصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۹۰

^۳ المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الکتب بیروت ۱/۴۹۴

سلاح المؤمن ^۱ ۔	تھیار ہے۔ اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

حدیث ۵: عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر والدعاء بالعافیۃ ^۲ ۔ رواہ الحاکم بسند حسن۔	عافیت کی دعا اکثر مانگ۔ امام حاکم نے اسے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حدیث ۶: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اکثر من الدعاء فان الدعاء يرد القضاء المبرم ^۳ ۔ اخرج ابوالشیخ فی الثواب۔	دعا کی کثرت کرو کہ دعا قضائے مبرم کو رد کرتی ہے۔ اسے ابوالشیخ نے ثواب میں نقل کیا ہے۔

اس حدیث کی شرح فقیر کے رسالہ ذیل المدعا میں دیکھئے۔

حدیث ۷: عبادہ صامت وابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی فضیلت ارشاد فرمائی، صحابہ نے عرض کی: اذا نکثر^۴ ایسا ہے تو ہم دعا کی کثرت کریں گے، فرمایا: اللہ اکثر^۵ اللہ عزوجل کا کرم بہت کثیر ہے وفی الروایۃ الاخری (دوسری روایت میں ہے۔ ت) اللہ اکبر اللہ بہت بڑا ہے،

رواہ الترمذی والحاکم عن عبادۃ وصحاحہ واحد والبزار وابویعلی باسناد جیدۃ والحاکم وقال صحیح الاسناد عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔	اسے امام ترمذی اور حاکم نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کر کے صحیح قرار دیا، امام احمد، بزار اور ابویعلیٰ نے اسانید جیدہ کے ساتھ روایت کیا ہے اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (ت)

حدیث ۱۰۰۹: سلمان فارسی وابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیثوں میں ہے حضور والا صلی اللہ

^۱ مسند ابی یعلیٰ مروی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث ۱۸۰۶ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۳۲۹/۲

^۲ المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۵۲۹/۱

^۳ کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ عن انس رضی اللہ عنہ حدیث ۳۱۲۰ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۶۳/۲

^۴ جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۴۳/۲

^۵ مسند احمد بن حنبل مروی از ابوسعید الخدری مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۸/۳

تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سرہ ان یتستجیب اللہ لہ عند الشدائد فلیکثر من الدعاء عند الرخاء ^۱ ۔ رواہ الترمذی عن ابی ہریرۃ والحاکم عنہ وعن سلیمان وقال صحیح واقرؤہ۔	جسے خوش آئے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں میں اس کی دعا قبول فرمائے وہ نرمی میں دعا کی کثرت رکھے۔ اسے ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حاکم نے ان سے اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا کہ یہ صحیح ہے اور محدثین نے اس کی صحت کو برقرار رکھا۔

حدیث ۱۱: ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من لم یسأل اللہ یغضب علیہ ^۲ ۔ رواہ احمد وابن ابی شیبۃ والبخاری فی الادب المفرد والترمذی وابن ماجہ والبزار وابن حبان والحاکم وصحاحہ۔	جو اللہ تعالیٰ سے دعائے کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر غضب فرمائے گا۔ اسے امام احمد، ابن ابی شیبہ اور بخاری نے ادب المفرد میں، ترمذی، ابن ماجہ، بزار، ابن حبان اور حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا۔

ایہا المسلمون تم نے اپنے مولا جل و علا اور اپنے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سنے ان میں کہیں بھی تخصیص و تقیید کی ہو ہے، یہ تو بار بار فرمایا کہ دعا کرو، کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں نماز کے بعد نہ کرو؟ یہ تو صاف ارشاد ہوا ہے کہ جس وقت دعا کرو گے میں سنوں گا، کہیں یہ بھی فرمایا کہ فلاں وقت کرو گے تو سنوں گا؟ یہ تو تاکید بار بار حکم آیا ہے کہ دعا سے عاجز نہ ہو، دعا میں کوشش کرو، دعا کو لازم پکڑو، دعا کی کثرت رکھو، رات دن دعا مانگو، کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز کے بعد نہ مانگو؟ یہ تو ڈر سنا گیا ہے کہ جو دعائے مانگے گا اس پر غضب ہوگا، کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں نماز کے بعد جو مانگے گا اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوگا؟۔ اور جب کہیں نہیں تو خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز کو عام و مطلق رکھا دوسرا اسے

^۱ جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۷۴/۲

^۲ جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۷۴/۲، ادب المفرد باب ۲۸۶ حدیث ۶۵۸ مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص ۱۷۱، مسند احمد بن حنبل مروی از ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴۴۳/۲، مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الدعاء حدیث ۹۲۱۸ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲۰۰/۱۰

مخصوص و مقید کرنے والا کون؟ خدا و رسول عز مجہد، و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس چیز سے منع نہ فرمایا دوسرا اسے منع کرنے والا کون؟ قال تعالیٰ:

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔	وَلَا تَقُولُوا لِمَا كُنْتُمْ لَا تَكْذِبُونَ هَذَا حَلَلٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَقْتُلُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْكَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ¹

اصل یہ ہے کہ اِنْ اَلْحَكَمَ اللّٰهُ² حکم صرف خدا ہی کے لئے ہے۔ جس چیز کو اس نے کسی ہیأت خاصہ محل معین سے مخصوص اور اس پر مقصور و محصور فرمایا اس سے تجاوز جائز نہیں، جو تجاوز کرے گا دین میں بدعت نکالے گا اور جس چیز کو اس نے ارسال و اطلاق پر رکھا ہر گز کسی ہیأت و محل پر مقصور نہ ہوگی اور ہمیشہ اپنے اطلاق ہی پر رہے گی جو اس سے بعض صور کو جدا کرے گا دین میں بدعت پیدا کرے گا، ذکر و دعا اسی قبیل سے ہیں کہ زہار شرع مطہر نے انہیں کسی قید و خصوصیت پر محصور نہ فرمایا بلکہ عموماً و مطلقاً ان کی تکثیر کا حکم دیا۔ دعا کے بارے میں آیات و حدیث سن ہی چکے اور دلائل مطلقہ تکثیر ذکر جنہیں اس سلسلہ شمار میں (خامساً) کہتے کہ ہر دعا بالبدیۃ ذکر الہی ہے اور اس پر علمائے تنصیف بھی فرمائی، مولانا قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: کلمہ دعاء ذکر (ہر دعا ذکر ہے۔ ت) تو اجازت عامہ ذکر کے دلائل بعینہ اجازت عامہ کے دلائل ہیں کہ تعیم افراد اعم یا مساوی، لاجرم تعیم افراد اخص و مساوی ہے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) ان دلائل جلائل کا و فور کامل حد احصا کا طرف مقابل، فقیر غفرلہ المولیٰ القدر نے اپنے رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء میں اس مدعا پر بکثرت آیات و احادیث لکھیں، ازانجملہ حدیث حسن ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عہ: ذکر اعم صرف بنظر کلیہ حاضرہ ہے ورنہ سابق گزرا کہ دوسری طرف سے یہی کلیہ ہے تو دعا و ذکر قطعاً مساوی اور اب اتحاد اولہ اور یہی واضح و جلی ۱۲ منہ (م)

¹ القرآن ۱۶/۱۱۶

² القرآن ۶/۵۷

اکثر و اذکر اللہ حتی یقولوا مجنون¹۔ ذکر الہی کی یہاں تک کثرت کرو کہ لوگ مجنون بتائیں۔

وحدیث حسن عبد اللہ بن بسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لا یزال لسانک رطباً من ذکر اللہ² ہمیشہ ذکر الہی میں تر زبان رہ۔

حدیث جید الاسناد ام انس رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اکثری من ذکر اللہ فانک لاتأتین بشیعی احب الیہ من کثرة ذکرہ³۔ اللہ کا ذکر بکثرت کر کہ تو کوئی چیز ایسی نہ لائے جو خدا کو اپنی کثرت ذکر سے زیادہ پیاری ہو۔

وحدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من لم یکثر ذکر اللہ فقد برئ من الایمان⁴ جو ذکر الہی کی کثرت نہ کرے وہ ایمان سے بیزار ہو گیا۔

وحدیث صحیح ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یدکر اللہ تعالیٰ علی کل اخیانہ⁵۔ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت ذکر خدا فرمایا کرتے۔

الی غیر ذلک من الاحادیث والآثار (ان کے علاوہ متعدد احادیث و آثار ہیں۔ ت) یہاں صرف بعض آیات اور ان کی تفسیروں پر اقتصار ہوتا ہے جو عموم تمامی اوقات و احوال میں نص ہیں: آیت: ا: قال جل ذکرہ :

فاذکروا اللہ قیماً و تعوداً و علی جُنُوبِکُمْ⁶ اللہ کا ذکر کرو کھڑے اور بیٹھے اور اپنی کروٹوں پر۔

علمائے کرام اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جمیع احوال میں ذکر الہی و دعا کی مداومت کرو۔ بیضاوی

1 المستدرک علی الصحیحین کتاب الدعاء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴۹۹/۱

2 جامع الترمذی ابواب الدعوات مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۷۳/۲

3 دُر منثور بحوالہ الطبرانی ذکر اکثر کے تحت مذکور ہے مطبوعہ آیت اللہ العظمیٰ قم ایران ۲۰۵/۵

4 دُر منثور بحوالہ المعجم الاوسط ذکر اکثر کے تحت مذکور ہے مطبوعہ آیت اللہ العظمیٰ قم ایران ۲۰۵/۵ الترغیب والترہیب کتاب الذکر والدعاء

مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۰۱/۲

5 سنن ابی داؤد باب فی الرجل یدکر اللہ تعالیٰ علی غیر وضوء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۴/۱

6 القرآن ۱۰۳/۴

میں ہے:

تمام احوال میں ذکر پر مداومت کرو۔ (ت) یعنی تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر دوام اختیار کرو۔ (ت)	داوموا علی الذکر فی جمیع الاحوال ^۱ ای داوموا علی ذکر اللہ تعالیٰ فی جمیع الاحوال ^۲

ارشاد العقل السليم میں ہے:

تمام احوال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مداومت کرو، اور مراقبہ، مناجات اور رب سے دعا کی محافظت کرو۔ (ت)	داوموا علی الذکر اللہ تعالیٰ۔ حافظوا علی مراقبتہ و مناجتہ و دعائہ فی جمیع الاحوال۔ ^۳

آیت ۲: قال عزاسمہ :

اے ایمان والو! اللہ کا ذکر بکثرت کرو۔	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ذُكِّرُوا لِلَّهِ ذِكْرًا كَثِيرًا ^۴

علامہ الوجہ مفتی ابوالسعود ارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں: یعمد الاوقات والاحوال^۵ یہ آیت تمام اوقات و احوال کو عام ہے۔

آیت ۳: قال تعالیٰ شانہ:

اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ۔	فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ^۶

امام نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں: ارید بہ ذکر اللہ تعالیٰ فی الاوقات کلھا^۷ اس

^۱ انوار التنزیل المعروف بتفسیر البیضاوی آیہ مذکورہ کے تحت مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱/ ۲۰۴

^۲ تفسیر النسفی المعروف بتفسیر المدارک آیہ مذکورہ کے تحت مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۱/ ۲۳۸

^۳ تفسیر ارشاد العقل السليم آیہ مذکورہ کے تحت مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۸

^۴ القرآن ۳۳/ ۴۱

^۵ تفسیر ارشاد العقل السليم آیہ مذکورہ کے تحت مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی بیروت ۷/ ۱۰۶

^۶ القرآن ۲/ ۲۰۰

^۷ کافی شرح وافی

آیت سے یہ مراد کہ ذکر الہی جمیع اوقات میں کرو۔

آیت ۴: قال تبارک مجدہ : وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا^۱ اور بکثرت خدا کا ذکر کرو۔ معالم میں ہے: فی جمیع المواطن علی السراء والضراء^۲ تمام مواضع میں خوشی و تکلیف میں۔

آیت ۵: قال تقدس اوصافہ :

وَالذِّكْرُ يَنْفَعُ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذِّكْرُ أَغْدًا لِلَّهِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمًا ^۳	خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتوں کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

مولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ، ماثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں:

لا يخفى ان الذكر والتسبيح والتهليل والدعاء لا بأس به لانها مشروعة في كل الامكنة والازمان ^۴ ۔	پوشیدہ نہیں کہ ذکر و تسبیح و تہلیل و دعا میں کچھ مضائقہ نہیں کہ یہ چیزیں ہر جگہ اور ہر وقت مشروع ہیں۔

اللہ اللہ کیا ستم جری ہیں وہ لوگ کہ قرآن و حدیث کی ایسی عام مطلق اجازتوں کے بعد خواہی نخواہی بندگان خدا کو اس کی یاد و دعا سے روکتے ہیں حالانکہ اس نے ہر گز اس دعا سے ممانعت نہ فرمائی،

اَللّٰهُ اِذْ نَكَحَ اَمْرًا عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ^۵	اے حبیب! ان سے پوچھئے کہ اللہ نے اس کی تمہیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ (ت)

ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔ پس بجز اللہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ دعائے مذکور فی السوال قطعاً جائز و مندوب، اور اس سے ممانعت محض بے اصل و باطل و معیوب،

^۱ القرآن ۱۰/۶۲ و ۴۵/۸

^۲ معالم التنزیل علی هامش خازن پ ۲۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۴۵/۵

^۳ القرآن ۳۵/۳

^۴ ماثبت بالسنۃ خاتمہ کتاب ادارہ نعیمیہ رضویہ لاہور ص ۳۲۶

^۵ القرآن ۵۹/۱۰

عوض اس امام کا ارشاد نقل کرتے، خصوصاً جبکہ سائل درخواست کرچکا تھا کہ بیٹنوا و افتوا بسند الکتاب (کتاب کی سند کے ساتھ بیان کرو اور فتویٰ دوت) تو آج کل کے ہندی علماء کا نہ دیکھنا نہ ہونے کی دلیل کیونکر ہو سکتا ہے آخر نہ دیکھا کہ فقیر غفرلہ المولیٰ القدير نے حدیث صحیح سے اس کا نص صریح، ائمہ تابعین قدس سرار ہم سے واضح کر دیا والحمد للہ رب العالمین پھر خصوص جزئیہ سے قطع نظر کیجئے، جس کا التزام عقلاً و نقلاً کسی طرح ضرور نہیں جب تو فقیر نے خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جس طرح اس کا ثبوت روشن کیا منصف غیر متعسف اس کی قدر جانے گا والحمد للہ والمنۃ، پھر سوال میں تبع تابعین و ائمہ اربعہ سے استفسار تھا مجیب نے ان کی نسبت اس قدر بھی نہ لکھا کہ نظر سے نہ گزرا، اب خواہ ان سے ثبوت نہ دیکھا یا پوری بات کا جواب نہ ہوا، بہر حال محل نظر و اسناد مستند صرف اس قدر کہ مجیب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نفی ثبوت کرتے ہیں اور تقریب یہ کہ حدیثوں میں یہی وارد ہے کہ نماز کے متصل خطبہ اور خطبہ کے متصل معاودت فرماتے تو دعا کا وقت کون سا رہا، اس تقدیر پر ثبوت عدم کا ادا ہوگا، دوسرے یہ کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ و معاودت کا ذکر ہے دعا مذکور نہیں، یہ عدم ثبوت کا دعویٰ ہوگا، اور کلام مجیب سے یہی ظاہر ہے کہ ثابت نہیں، کہتے ہیں، نہ کہ نہ کرنا ہی ثابت ہے، اور لفظ "اسی قدر معلوم ہوتا ہے" بھی اسی طرف ناظر، کہ اگر اس سے اثبات عدم مقصود ہوتا تو طرز ادایہ تھی، کہ حدیثوں سے صاف ثابت کہ نماز و خطبہ و معاودت میں فصل نہ تھا، پس دعا نہ مانگنا ثابت ہوا، باہنمہ شاید حضرات مانعین اپنے نفع کے گمان سے کلام مجیب کو خواہ مخواہ محمل اول پر حمل کریں، لہذا فقیر غفرلہ المولیٰ القدير دونوں محمل پر کلام کرتا ہے وباللہ التوفیق۔

محمل اول پر یہ کلام خود ہی بوجہ کثیر باطل:

اوّلاً یہ تو اصلاً کسی حدیث میں نہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلام پھیرتے ہی بغور حقیقی مکّاً خطبہ فرماتے تھے اور خطبہ ختم فرماتے ہی بے فصل فوراً واپس تشریف لاتے، غایت یہ کہ کسی حدیث میں فائے تعقیب آنے سے استدلال کیا جائے گا مگر وہ ہر گز اتصال حقیقی پر دال نہیں کہ دو حرف دعا سے فصل کی مانع ہو، فواتح شرح مسلم میں فرمایا:

الفاء للترتيب على سبيل التعقيب من غير مهلة	فاء ترتیب کے لئے ہے یہ بغیر مہلت و تراخی کے تعاقب کے
وتراخ، يعد في العرف مهلة وتراخياً ¹	لئے ہے عرف میں اسے مہلت شمار کیا جاتا ہے اور تراخی بھی صحیح ہے۔ (ت)

¹ فواتح الرحموت بذيّل المستنقى مسئلہ الفاء للترتيب مطبوعہ مطبعة اميريه قم ايران ۱/ ۲۳۴

یا ہذا یہ، تدقیقات ضمیمہ فلسفہ نہیں، محاورات صافیہ عرفیہ ہیں، اگر زید وعدہ کر لے نماز پڑھ کر فوراً آتا ہوں تو نماز کے بعد معمولی دوحرفی دعا ہر گز عرفاً یا شرعاً مبطل فوراً واجب خلاف وعدہ نہ ہوگی، مسئلہ سجود تلاوت صلاتیہ میں سنائی ہوگا کہ دو آیتیں بالاتفاق اور تین علی الاختلاف قاطع فوراً نہیں۔

ہیچا دعائے تابع ہے اور توابع فاصل نہیں ہوتے، واجبات میں ضم سورت سنا ہوگا مگر آئین فاصل نہیں کہ تابع فاتحہ ہے، حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تسبیح حضرت بتول زہرا صلوات اللہ وسلامہ علی ایہا الکریم وعلیہا کی نسبت فرمایا:

معقبات لایخیب قائلہن ^۱ ۔ رواہ احمد و مسلم والترمذی والنسائی عن کعب بن عجرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	کچھ کلمات نماز کے بعد بلا فاصلہ کہنے کے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں رہتا۔ اسے امام احمد، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

بالنہمہ علم فرماتے ہیں اگر سنن بعدیہ کے بعد پڑھے تعقیب میں فرق نہ آئے گا کہ سنن توابع فرائض سے ہیں دُر مختار میں ہے:

یکرہ تأخیر السنۃ الا بقدر اللہم انت السلام ^۲ الخ	سننوں میں اللہم انت السلام الخ کی مقدار سے زائد تاخیر مکروہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لما رواہ مسلم والترمذی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقعد الا بمقدار ما یقول اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام کی مقدار ہی بیٹھتے تھے، اور دیگر روایات میں جو نماز کے بعد اذکار کا ذکر ہے اس میں یہ دلالت نہیں کہ وہ اذکار سنن سے پہلے ہوتے تھے بلکہ بعد میں بھی بجلائے جاسکتے ہیں	لما رواہ مسلم والترمذی عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یقعد الا بمقدار ما یقول اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام واما ماورد من الاحادیث فی الاذکار عقیب الصلوۃ فلا دلالة فیہ علی الاتیان بہا قبل السنۃ

^۱ سنن النسائی نوع آخر من عدد التسبیح مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۹۸

^۲ در مختار فصل واذا ارادوا الشروع الخ مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۹

بل یحمل علی الاتیان بہا بعدھا لان السنة من لواحق الفریضة وتوابعھا ومکملاتھا فلن تکن اجنبیة عنها فما یفعل بعدھا یطلق علیہ انه عقیب الفریضة ¹ ۔	کیونکہ سنتیں فرائض کے لواحقات، توابع اور ان کی تکمیل کا سبب ہیں لہذا یہ فرائض سے اجنبی نہیں ہیں جو ان سنن کے بعد ہو اس پر یہ اطلاق کیا جاسکتا ہے کہ وہ فرائض کے بعد ہوا۔ (ت)

ثالثاً مانا کہ مفاد "فا" اتصال حقیقی ہے تاہم خوب متنبہ رہنا چاہئے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نورس عید کی نمازیں پڑھی ہیں تو احادیث متعددہ کا واقع متعددہ پر محمول ہونا ممکن، پس اگر ایک حدیث صلوٰۃ و خطبہ اور دوسری خطبہ و انصراف میں وقوع اتصال پر دلالت کرے اصلاً بکار آمد نہیں کہ ایک بار بعد خطبہ، دوبارہ بعد نماز دعا کا عدم ثابت نہ ہوگا، تو (یوں وہ) مقصود سے منزلوں دور ہے کما لایخفی۔

رابعاً مسلم کہ ایک ہی حدیث میں دونوں اتصال مصرح ہوں تاہم بلفظ دوام تو اصلاً کوئی حدیث نہ آئی ومن ادعی فعلیہ البیان (اور جو اس کا دعویٰ کرتا ہے وہ دلیل لائے۔ ت) اور ایک آدھ جگہ صلی فخطب فعاد (نماز پڑھائی، پس خطبہ دیا اور لوٹ گئے۔ ت) ہو بھی تو واقعہ حال ہے اور واقعہ حال کے لئے عموم نہیں کما نصو اعلیہ (جیسا کہ علماء نے اس پر تصریح کی ہے۔ ت) اور ہم قائل وجوب و لزوم نہیں کہ ترک مرۃ ہمارے منافی ہو اور اگر لفظ کان یصلی فی خطب فیعود (آپ نماز پڑھاتے خطبہ دیتے اور لوٹ جاتے۔ ت) بھی فرض کر لیں تو ہنوز اس کا تکرار پر دلیل ہونا محل نزاع نہ کہ دوام، خود مجیب اپنے رسالہ غایۃ المقال میں کلام حافظ ابو زرعہ عراقی:

ان فی الصحیحین وغیرہما عن سعید بن یزید قال سألت انس بن مالک کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی فی نعلیہ فقال نعم وظاہرہ ان ہذا کان شانہ وعادۃ المستبرۃ دائماً الخ ²	بخاری و مسلم وغیرہما میں حضرت سعید بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نعلین کے اندر نماز ادا فرماتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں، اس کے ظاہر سے یہی محسوس ہوتا ہے کہ آپ کا دائمی معمول تھا الخ (ت)

نقل کر کے لکھتے ہیں:

¹ رد المحتار فصل واذا ارادوا الشروع الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۳۹۱

² رسالہ غایۃ المقال من مجموعہ رسائل عبدالحی فصل فی الصلوٰۃ مطبع چشمہ فیض لکھنؤ ص ۱۰۹

مأذكرة من دلالة حديث انس على كون العادة النبوية مستمرة بالصلوة في النعال منظور فيه لعدم وجود ما يدل عليه فيه ولعله استخراج من لفظ كان وهو استخراج ضعيف لما نص عليه الامام النووي في كتاب صلوة الليل من شرح صحيح مسلم من ان لفظ كان لا يدل على الاستمرار والدوام في عرفهم اصلاً¹	حدیث انس سے ان کا اس پر استدلال کہ نعلین میں نماز ادا کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت دائمی تھی محل نظر ہے کیونکہ الفاظ حدیث میں ایسی کوئی شے موجود نہیں شاید انہوں نے لفظ کان سے استنباط کیا ہو حالانکہ یہ استنباط ضعیف ہے کیونکہ امام نووی نے شرح مسلم کے کتاب صلوة اللیل میں تصریح کی ہے کہ لفظ کان محدثین کے عرف میں ہرگز دوام واستمرار پر دلالت نہیں کرتا۔ (ت)

اس مسئلہ کی تمام تحقیق فقیر کے رسالہ التاج ۱۳۰۵ھ المکمل فی انارة مدلول کان یفعل میں ہے۔

خاصاً یہ سب تو بالائی کلام تھا احادیث پر نظر کیجئے تو وہ اور ہی کچھ اظہار فرماتی ہیں صحاح ستہ وغیرہ خصوصاً صحیحین میں روایات کثیرہ بلفظ ثم وارد، ثم فاصله و مہلت چاہتا ہے تو ادا کا احادیث میں اتصال ہی آیا محض غلط بلکہ حرف اتصال اگر دو ایک حدیث میں ہے تو کلمہ انفصال آٹھ دس میں، اب روایات سنئے:

حدیث ۱: صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

واللفظ لمسلم قال شهدت صلوة الفطر مع نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیت میں نماز عید الفطر ادا کی ان سب نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (ت)	واللفظ لمسلم قال شهدت صلوة الفطر مع نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم، حضرت ابو بکر وعمر و عثمان رضي الله تعالى عنهم فكلهم يصلوها قبل الخطبة ثم يخطب²

حدیث ۲: صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كان يصلي في الاضحية والفطر ثم يخطب بعد الصلوة³	رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عید الاضحیٰ اور عید الفطر کی نماز پڑھاتے پھر نماز کے بعد خطبہ ارشاد فرماتے۔ (ت)

¹ رسالہ غایۃ المقال من مجموعہ رسائل عبدالحی فصل فی الصلوٰۃ مطبع چشمہ فیض لکھنؤ ص ۱۰۹

² صحیح مسلم کتاب العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۸۹/۱

³ صحیح البخاری کتاب العیدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۱/۱

حدیث ۳: اسی کے باب استقبال الامام الناس فی خطبۃ العید میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم اضحیٰ فصلی العید رکعتین ثم اقبل علینا بوجہہ وقال الحدیث ^۱ ۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اضحیٰ کے دن تشریف لائے پھر عید کی دو رکعات پڑھائیں پھر آپ نے ہماری طرف رخ انور کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ (ت)

حدیث ۴: اسی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصلی یوم النحر ثم خطب الحدیث ^۲ ۔	بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ کے روز نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا۔ (ت)

حدیث ۵: اسی میں حضرت جندب بن عبد اللہ بکلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم النحر ثم خطب ثم ذبح ^۳ ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قربانی کے دن نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر قربانی کی (ت)

حدیث ۶: جامع ترمذی میں بإفادۃ تحسین و تصحیح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابو بکر وعمر یصلون فی العیدین قبل الخطبۃ ثم یخطبون ^۴ ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عیدین کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھاتے تھے پھر خطبہ دیتے۔ (ت)

حدیث ۷: سنن نسائی میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یخرج یوم العید فیصلی رکعتین ثم یخطب ^۵ ۔	بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن باہر تشریف لاتے آپ دو رکعتیں پڑھاتے پھر خطبہ دیتے (ت)

^۱ صحیح البخاری کتاب العیدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۳۱ھ

^۲ صحیح البخاری کتاب العیدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۴۱ھ

^۳ صحیح البخاری کتاب العیدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۴۱ھ

^۴ جامع الترمذی باب فی صلوٰۃ العیدین مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۷۰/۱

^۵ سنن نسائی کتاب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۳۴/۱

یہ سات حدیثیں ظاہر کرتی ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صدیق و فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نماز عیدین کا سلام پھیر کر کچھ دیر کے بعد خطبہ شروع فرماتے۔

حدیث ۸: صحیحین میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

واللفظ للبخاری كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يخرج يوم الفطر والاضحى الى المصلى فاول شيعي يبدؤ به الصلوة ثم ينصرف فيقوم مقابل الناس والناس جلوس على صفوفهم فيعظهم ويوصيهم فان كان يريد ان يقطع بعثا قطعه او يامر بشيئ امر به ثم ينصرف ¹	والفاظ بخاری یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر اور اضحیٰ کے دن باہر عید گاہ میں تشریف لاتے سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے لوگ اپنی اپنی صفوں میں بیٹھے رہتے آپ انہیں وعظ و نصیحت فرماتے، اگر آپ نے کسی لشکر کو بھیجنا ہوتا تو روانہ فرماتے اور کسی کا حکم دینا ہوتا تو حکم فرمادیتے پھر آپ واپس تشریف لاتے۔ (ت)

یہ حدیث خطبہ و معاودت میں فصل بتاتی ہے۔

حدیث ۹۹: بخاری و مسلم و دارمی و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت حبر اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال خرجت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم فطر او اضحى فصلى ثم خطب ثم اتى النساء فوعظهن وذكرهن وامرهن بالصدقة ²	فرمایا میں فطر اور اضحیٰ کے روز نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا آپ نے نماز پڑھائی پھر خطبہ دیا پھر خواتین کے اجتماع میں تشریف لے گئے انہیں وعظ و نصیحت فرمائی اور انہیں صدقہ کا حکم دیا۔ (ت)

یہ حدیث دونوں جگہ فصل کا اظہار کرتی ہے، سبحن اللہ! پھر کیونکر دعا کر سکتے ہیں کہ نماز و خطبہ و معاودت میں ایسا اتصال رہا جو عدم دعا پر دلیل ہوا، اگر کہتے ہیں کہ کبھی مجازاً بحالت عدم مہلت بھی آتا ہے قال الشاعر

كهر الديني تحت العجاج

جری فی الانابیب ثم اضطرب³

(اس کی حرکت اس روئی نیزے کی طرح ہے جو میدان کارزار میں اڑنے والے غبار میں حرکت کرتے ہوئے پوروں پر لگتا ہے تو جنبش کرتا ہے)

¹ صحیح البخاری کتاب العیدین باب خروج الصبیان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۱/۱

² صحیح البخاری کتاب العیدین باب خروج الصبیان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۳/۱

³ اوضح المسالك الى الفیہ ابن مالک بحث لفظ ثم مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۳/۳، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ فرع سادس من الفصل الثانی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۹/۸

اقول: تم متدل ہو اور متدل کو احتمال کافی نہیں خصوصاً خلاف اصل کما لا یخفی علی ذی عقل (یہ کسی صاحب عقل پر پوشیدہ نہیں۔ ت) معذاف بارہا مجرد ترتیب بے معنی اتصال و تعقیب کے لئے آتی ہے، امام جلال الدین سیوطی اتقان میں زیر بیان فرماتے ہیں:

قد تجعی لمجرد الترتیب نحو فراغ الی اہلہ فجاء بعجل سبین ۰ فقرہ الیہم فاقبلت امرأته فی صرة فصکت وجهہا۔ فالزاجرات زجرا ۰ فالتالیات ^۱ ۔	کبھی کبھی فاء محض ترتیب کے لئے آتی ہے، مثلاً ان آیات میں (ترجمہ آیات) پھر اپنے گھر گیا تو ایک فرہہ پھڑالے آیا پھر اسے ان کے پاس رکھا۔ اس پر اس کی بیوی چلاتی آئی پھر اپنا ماتھا ٹھونکا۔ پھر قسم ان کی کہ جھڑک کر چلائیں۔ پھر ان جماعتوں کی کہ قرآن پڑھیں۔ (ت)

بلکہ مسلم الثبوت میں ہے:

الفاء للترتیب علی سبیل التعقیب ولو فی الذکر ^۲ ۔	فاء بطریق تعقیب ترتیب کے لئے آتی ہے خواہ وہاں ترتیب ذکر کی ہو۔

تو ایک ف کا مجرد ترتیب یا ترتیب فی الذکر مجاز پر حمل اولیٰ ہے یا دس شمر کا مجاز پر۔ سادہً یہ عدم فصل بطور سلب عموم لیتے ہو تو ہمیں کیا مضر اور تمہیں کیا مفید کہ ہمیں ایجاب کلی کی ضرورت نہیں، کہ سلب جزئی ہمارے خلاف ہو، اور بطور عموم، سلب تو دونوں جگہ اس کا بطلان ثابت و واضح۔ صحیح حدیثیں تنصیف کر رہی ہیں کہ بالیقین دونوں جگہ فصل واقع ہوا، نماز و خطبہ میں وہ حدیث^{عہ} (۱۰) کہ ابوداؤد و

عہ اقول: یہ حدیث صحیح ہے، رواہ ابوداؤد عن محمد بن الصباح البزار صدوق والنسائی عن محمد بن یحییٰ بن ایوب ثقہ وابن ماجہ عن ہدیہ بن عبد الوہاب صدوق وعمر بن رافع البجلی (جو کہ ثقہ ہیں) تمام نے (باقی اگلے صفحہ پر)	اس کو ابوداؤد نے محمد بن الصباح البزار سے (جو صادق ہیں) اور نسائی نے محمد بن یحییٰ بن ایوب سے (جو ثقہ ہیں) اور ابن ماجہ نے ہدیہ بن عبد الوہاب سے (جو کہ صدوق ہیں) اور عمر بن رافع البجلی (جو کہ ثقہ ہیں) تمام نے (باقی اگلے صفحہ پر)

^۱ الاتقان النوع الاربعون فی معرفۃ معانی الادوات الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۶۱

^۲ مسلم الثبوت مسئلہ الفاء للترتیب مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۶۱

نسائی وابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی:

واللفظ لابن ماجہ قال حضرت العید مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فصلی بنا العید ثم قال قد قضینا الصلوٰۃ فمن احب ان یجلس للخطبة فلیجلس ومن احب ان یدہب فلیدہب ¹ ۔	ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں میں عید میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا حضور نے نماز عید پڑھائی پھر فرمایا ہم نماز تو پڑھ چکے اب جو سننے کے لئے بیٹھنا چاہے بیٹھے اور جو جانا چاہے چلا جائے۔

اگر تم کا خیال نہ بھی کیجئے تو یہ کلام نماز و خطبہ کے درمیان فاصل تھا تو ہمیشہ اتصال حقیقی ہونا باطل ہوا اور خطبہ و معاودت میں تو فصل کثیر اسی حدیث نہم سے ثابت جو عنقریب گزری جس کی ایک روایت بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی کے یہاں یوں ہے:

صلی (یعنی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ثم خطب ثم اتی النساء ومعہ بلال فوعظهن وذكرهن وامرهن بالصدقۃ فرایتھن یتھن بایدیھن یقذفھن فی ثوب بلال ثم انطلق هو وبلال الی بیتہ ² ۔	یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی پھر بعدہ، خطبہ فرمایا پھر بعد ازاں صفوف زنان پر تشریف لا کر انہیں وعظ وارشاد کیا اور صدقہ کا حکم دیا تو میں نے دیکھا کہ بیبیاں اپنے ہاتھوں سے گہنا اتار اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈالتی تھیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثقة ثبت کلھم قالوا ثنا الفضل بن موسی ثقة ثبت ثنا ابن جریج عن عطاء وھما ما ھما عن عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہما لہ ولا بیہ صحبتہ فتصویب دس وابن معین ارسالہ غیر متاثر عندنا بعد ثقة الرجال فالحدیث صحیح علی اصولنا^{۱۲} امنہ (م)

کہا کہ ہمیں فضل بن موسی (جو ثقہ اور مضبوط ہیں) انہوں نے کہا ہمیں ابن جریج نے عطاء سے (یہ دونوں مقام میں مسلم ہیں) نے عبداللہ بن السائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ان کو اور ان کے باپ کو صحبت ہے) پس ابوداؤد اور نسائی کی تصویب ہوئی اور ابن معین کا رجال کے ثقہ ہونے کے بعد اس کو مرسل بنانا متاثر نہیں کرے گا، پس ہمارے ہاں یہ حدیث صحیح ہے^{۱۲} امنہ (ت)

¹ السنن لابن ماجہ ماجاء فی صلوٰۃ العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۹۳

² صحیح البخاری کتاب العیدین، باب العلم بالصلی مطبوعہ نور محمد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۳۳۱ھ

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شانہ نبوت کو تشریف فرما ہوئے۔ دیکھو خطبہ کے کتنی دیر بعد معاودت ہوئی یہ وعظ وارشاد کہ بیبیوں کو فرمایا گیا جزء خطبہ نہیں بلکہ اس سے جدا ہے، صحیحین میں روایت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صاف فرماتے ہیں کہ:

ثم خطب الناس بعد فلما فرغ نبي الله صلى الله تعالى عليه وسلم نزل فأتى النساء فذكرهن ¹ الحديث-	یعنی پھر بعد نماز حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا، جب نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ سے فارغ ہوئے اتر کر بیبیوں کے پاس تشریف لائے اور انہیں تذکر فرمائی، الحدیث۔

علامہ زر قانی شرح مواہب میں ناقل:

هذه الرواية مصرحة بان ذلك كان بعد الخطبة ²	یہ روایت اس پر تصریح ہے یہ عمل خطبہ کے بعد تھا۔ (ت)

امام نووی منہاج میں فرماتے ہیں:

انما نزل اليهن بعد فراغ خطبة العيد ³	آپ خواتین کے اجتماع میں خطبہ عید کے بعد تشریف لے گئے تھے۔ (ت)

پس بحمد اللہ تعالیٰ ماہ نیم ماہ مہر نیم روز کی طرح روشن ہوا کہ اس تقریر سے عدم دعا کا ثبوت چاہنا محض ہوس خام اور اس محمل پر یہ کلام خود باطل و بے نظام والحمد للہ ولی الانعام (سب تعریف اللہ کے لئے جو انعام کا مالک ہے۔ ت) اب محمل دوم کی طرف چلے جس کا یہ حاصل کہ حدیثوں میں صرف نماز و خطبہ کا ذکر ہے ان کے بعد نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دعائے ناکام نہ ہو۔
اقول: یہ حضرات مانعین کے لئے نام کو بھی مفید نہیں، سائل نے اس فعل خاص بخصوصیت خاصہ کا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صدور پوچھا تھا کہ کس طور پر ہوا، اس کا جواب یہی تھا کہ حضور اقدس

¹ صحیح مسلم کتاب العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۸۹/۱

² شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ فرع سادس مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۹/۸

³ منہاج نووی شرح مسلم مع مسلم کتاب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲۸۹/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس فعل خاص کی نقل جزئی نظر سے نہ گزری مگر اسے عدم جواز کا فتویٰ جان لینا محض جہالت ہے مزہ۔

اولاً عید اول میں گزرا کہ حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے عموم میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس دعا کا ثبوت فعلی بتا رہی ہے۔

ثانیاً ثبوت فعلی نہ ہو تو قولی کیا کم ہے بلکہ من وجہ قول فعل سے اعلیٰ و اتم ہے۔ اب عید اول کی تقریریں پھر یاد کیجئے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو بعد نماز عید خود رب مجید جل و علا کا اپنے بندوں سے تقاضائے دعا فرمانا بتا رہی ہے، اس کے بعد اور کسی ثبوت کی حاجت کیا ہے، اگر کہئے وہ حدیث ضعیف ہے اقول: فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اثبات استحباب میں کافی و دافی ہے کما نص علیہ العلماء الفحول (جیسا کہ اکابر علماء نے اس پر تصریح فرمائی ہے۔ ت) خود مجیب کے آخر جلد دوم کے فتاویٰ میں ہے:

حدیث ضعیف استحباب کے لئے کافی ہوتی ہے جیسا کہ ابن ہمام نے فتح القدیر کے باب الجنائز میں لکھا ہے کہ حدیث ضعیف غیر موضوع سے مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے انتی (ت)	حدیث ضعیف برائے استحباب کافی ست چنانچہ امام ہمام در فتح القدیر در کتاب الجنائز می نویسد والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع انتھی ¹ ۔

ثالثاً جب شرع مطہر سے حکم مطلق معلوم کہ جواز و استحباب ہے تو ہر فرد کے لئے جداگانہ ثبوت قولی یا فعلی کی اصلاً حاجت نہیں کہ باجماع و اطباق عقل و نقل حکم مطلق اپنی تمام خصوصیات میں جاری و ساری اطلاق حکم کے معنی ہی یہ ہیں کہ اس ماہیت کلیہ یا فرد منتشر کا جہاں وجود ہو حکم کا ورود ہو اور فردیت بے خصوصیت محال اور وجود عینی و تعین متساوق تو جس قدر خصوصیات و تعینات معقول ہوں سب بالیقین اسی حکم مطلق میں داخل، جب تک کسی خاص کا استثناء شرع مطہر سے ثابت نہ ہو، اس قاعدہ جلیلہ کی تحقیق مبین حضرت ختام المحققین امام المدققین حجتہ اللہ فی الارضین سیدنا والوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں افادہ فرمائی من شاء فلیتشر ف بمطالعتہ (جو چاہے اس کے مطالعہ کا شرف حاصل کرے۔ ت) یہاں اسی قدر کافی کہ خود حضرات وہابیہ کے امام ثانی و معلم اول میاں اسماعیل دہلوی رسالہ بدعت میں لکھتے ہیں:

¹ مجموعہ فتاویٰ محمد عبدالحی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبعہ یوسفی لاہور ۲۴/۸/۱

در باب مناظرہ در تحقیق حکم صورت خاصہ کسے کہ دعوے جریان حکم مطلق در صورت خاصہ مجبوث عنہا می نماید ہمانست متمسک باصل کہ در اثبات دعوے خود حاجت بدلیل ندارد و دلیل اوہماں حکم مطلق ست و بس ¹ ۔	مناظرہ میں کسی صورت خاصہ کے ثبوت کے لئے یہ دعویٰ کہ حکم مطلق ہے اور اس کا اطلاق صورت خاصہ پر بھی ہوتا ہے اصل کے ساتھ استدلال ہے کیونکہ اصل کے ساتھ استدلال میں دلیل کی حاجت نہیں ہوتی یہی دلیل کافی ہے کہ حکم مطلق ہے۔ (ت)

رباعاً ہم صدر جواب میں حضرت ائمہ تابعین سے اس دعا کا ثبوت روایت کرائے پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہونے کو مانعین کس منہ سے منع ٹھہرا سکتے ہیں کہ ان کے نزدیک تشریح احکام تابعین تک باقی رہتی اور ان کے بعد منقطع ہوتی ہے پھر قرن اول سے عدم ثبوت کیا مضرومنافی ہے۔

خامساً ہر عاقل جانتا ہے کہ ادعائے ثبوت میں قابل جزم و تصدیق صرف عدم وجدان قائل ہے اور عدم وجدان، عدم وجود کو مستلزم نہیں خصوصاً ابنائے زماں میں۔ اور امر واضح ہے اور سب واضح۔ اور گزر اشارہ اور آئے گا دوبارہ۔ ہم نے اس کا کچھ بیان اپنے رسالہ صفائح اللجین وغیرہ میں لکھا یہاں اتنا ہی بس ہے کہ خود مجیب اپنی کتاب السعی المشکور فی رد المذہب الماثور میں لکھتے ہیں: "نفی روایت سے نفی وجود لازم نہیں، نظائر اس کے بکثرت ہیں کم نہیں منجملہ ان کے حدیث عائشہ ہے جو صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے:

ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یسبح سبحة الضحیٰ وانی لا سبحةا ² انتھی۔	میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز چاشت ادا کرتے نہیں دیکھا اور میں ادا کرتی ہوں انتی (ت)

جب ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نزدیک عدم ثبوت عدم ثبوت واقعی کو مستلزم نہ ہوا تو زید و عمرو من و تو کس شمار و قطار میں ہیں۔

سادساً عدم ثبوت مان بھی لیں تو اس کا صرف یہ حاصل کہ منقول نہ ہوا پھر عقلاء کے نزدیک عدم نقل نقل عدم نہیں یعنی اگر کوئی فعل بخصوصہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا بھی نہ ہو، امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں:

¹ رسالہ بدعت میاں اسماعیل دہلوی

² کتاب السعی المشکور لعبدالحی بحت اسکی کہ نفی روایت سے نفی وجود لازم نہیں مطبع چشمہ فیض لکھنؤ ص ۱۱۳

عدم النقل (لا ینفی الوجود)¹ (عدم نقل نفی وجود کو مستلزم نہیں۔ ت) خود مجیب اپنی سعی مشکور میں تنزیہہ الشریعہ امام ابن عراق سے نقل کرتے ہیں: عدم الثبوت لایلزم منه اثبات العدم² (عدم ثبوت سے اثبات عدم لازم نہیں آتا۔ ت)

سابقا خادم حدیث جانتا ہے کہ بار بار واۃ حدیث امور مشہورہ معروفہ کو چھوڑ جاتے ہیں اور ان کا وہ ترک، دلیل عدم نہیں ہوتا، ممکن کہ یہاں بھی بر بنائے اشتہار حاجت ذکر نہ جانی ہو، اس اشتہار کا پتا اس حدیث صحیح سے چلے گا جو ہم نے صدر کلام میں روایت کی کہ جب تابعین عظام میں بعد نماز عیدین دعا کا رواج تھا تو ظاہر انہوں نے یہ طریقہ انیقہ صحابہ کرام اور صحابہ کرام نے حضور سید الانام علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سے اخذ کیا، حضرات مانعین اگر دیانت پر آئیں تو سچ بتادیں گے کہ عیدین کے قعدہ اخیرہ میں خود بھی دعا و درود پڑھتے اور اسے جائز و مستحب جانتے ہیں، اس کی خاص نقل حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دکھادیں یا اپنے بدعتی ہونے کا اقرار کریں، اور اگر فرائض پر قیاس یا اطلاقات سے تمسک کرتے ہیں تو یہاں کیوں یہ طرق نامقبول ٹھہرتے ہیں واللہ الموفق۔

ہامنا نقل عدم بھی سہی پر وہ نقل منع نہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے کہ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلرَّسُولِ فَخُذْهُ وَمَا نَهَيْكُم عَنْهُ فَأَتَّبُوا³ جو رسول دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے باز رہو۔ یہ نہیں فرمایا کہ ما فعل الرسول فخذوه وما لم يفعل فانتہوا رسول جو کرے کرو اور جو نہ کرے اس سے بچو، کہ شرعاً یہ دونوں قاعدے منقوض ہیں۔ امام الوہابیہ کے عم نسب و پدر علم و جد طریقت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

نکردن چیزے دیگرست و منع فرمودن چیزے دیگر ⁴ ۔	کسی چیز کا نہ کرنا اور شئی ہے اور منع کرنا اور شئی ہے۔ (ت)

تاسعاً اگر مجرد عدم نقل یا عدم فعل مستلزم ممانعت ہو تو کیا جواب ہوگا، شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب اور صاحب زادے شاہ عبدالعزیز صاحب اور امام الطائفہ میاں اسماعیل اور ان کے

¹ فتح القدر کتاب الطہارۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھر ۲۰۱۱

² کتاب السعی مشکور فی رد المذہب المشہور لعبدالحی ضعیف روات وجہات الخ مطبعہ چشمہ فیض لکھنؤ ص ۱۹۷

³ القرآن ۲۳/۵۷

⁴ تحفہ اثنا عشریہ باب دہم مطاعن ابو بکر رضی اللہ عنہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۶۹

پیر سید احمد اور شیخ السلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب اور عمائد سلسلہ مرزا مظہر صاحب و قاضی ثناء اللہ صاحب وغیرہم سے جنہوں نے اذکار و اشغال و اوراد وغیرہ کے صدہا طریقے احداث و ایجاد کئے اور ان کے محدث و مخترع ہونے کے خود اقرار لکھے پھر انہیں سبب قرب الہی و رضائے ربانی جانا کئے اور خود عمل میں لاتے اوروں کو ان کی ہدایت و تلقین کرتے رہے۔ شاہ ولی اللہ قول الجلیل میں لکھتے ہیں:

لم یثبت تعین الاداب ولا تلك الاشغال ¹	نہ یہ تعین آداب ثابت ہے اور نہ یہ اشغال۔ (ت)

مرزا جان جانا صاحب مکتوب الامین فرماتے ہیں:

ذکر جسر یا کیفیات مخصوصہ و نیز مراقبات نہ اطوار معمولہ کہ در قرون متاخرہ رواج یافتہ از کتاب و سنن ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام و اعلام از مبداء فیاض اخذ نموده اند و شرع ازاں ساکت است و داخل دائرہ اباحت و فائدہ در اں متحقق و انکار آں ضرورتے۔ ²	ذکر بالجسر مخصوص کیفیات کے ساتھ اس طرح اطوار معمول کے ساتھ مراقبات جو متاخرین کے دور میں رواج پا چکے ہیں یہ کتاب و سنت سے ماخوذ نہیں بلکہ حضرات مشائخ نے بطریق الہام و اعلام مبداء فیاض سے حاصل کئے ہیں، اور شریعت ان کے بارے میں خاموش ہے اور یہ دائرہ اباحت میں داخل، اور ان کے فوائد ہیں نقصان کوئی نہیں۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس کی قدرے تفصیل اپنے رسالہ انہار الانوار من یم صلوة الاسرار (۱۳۰۵ھ) ذکر کی و باللہ التوفیق۔

عاشرا ان سب صاحبوں سے در گزریے، خود وہ عالم جن کا فتویٰ اس مسئلہ میں تمہارا مبلغ استناد و منتہائے استمداد ہے یعنی مولوی لکھنوی مرحوم انہیں کے فتاویٰ کی تصریحات جلیہ تفسیحات قویہ دیکھئے کہ ان کے اصول، فروع کس درجہ تمہارے فروع و اصول کے قاطع و قاطع ہیں، پھر ان مسائل میں ان کا دامن تھامنا، چراغ خرد کا، صرصر جہل سے سامنا، عقل و ہوش سے لڑائی ٹھاننا، نافع و مضر میں فرق نہ جانا، نہیں تو کیا ہے۔ میں یہاں ان کی صرف دو عبارتیں نقل کروں گا جو حضرات وہابیہ کے اسی مغالطہ عامۃ الورد یعنی حدود خصوص اور قرون ثلثہ سے عدم ورود کو دلیل منع جاننے کی قاطع و واضح ہیں اور وہ بھی صرف اسی مجموعہ فتاویٰ، نہ ان کے دیگر رسائل سے، تاکہ سب پر ظاہر ہو

1 القول الجلیل مع شفاء العلیل فصل ۱۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۳

2 مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں از کلمات طیبات مکتوب ۱۱ مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ص ۲۳

کہ باکہ باختہ عشق در شبِ دیبور
(تو نے اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی)

پھر ان میں بھی قصدِ استیعاب نہیں بلکہ صرف چند عبارتیں پیش کروں گا، بعض مفید ضوابط و اصول اور بعض میں فروع قاطعہ اصولِ فضول واللہ المستعان علی کل جہول۔
الاصول ___ عبارت ۱: مجموعہ فتاویٰ جلد اول کے صفحہ ۵۶ پر علامہ سید شریف کے حواشی مشکوٰۃ سے استناداً نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے حدیث:

من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فہو رد۔	جس نے ہمارے امر میں نئی ایجاد کی وہ اس میں سے نہ تھی وہ مردود ہوگی۔ (ت)

کی شرح میں فرمایا:

المعنی ان من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الكتاب والسنة سند ظاہر او خفی ملفوظ او مستنبط فہو مردود علیہ انتہی ^۱ ۔	یعنی حدیث کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص دین میں ایسی رائے پیدا کرے جس کے لئے قرآن و سنت میں ظاہر یا پوشیدہ، صراحۃً یا استنباطاً کسی طرح کی سند نہ ہو وہ مردود ہے انتہی۔

توصاف ثابت ہوا کہ قرونِ ثلاثہ سے ورودِ خصوصیت، زہار ضرور نہیں بلکہ عوام و اطلاق اباحت میں دخول بسند کافی ہے کہا ہو مذہب اہل الحق (جیسا کہ اہل حق کا مذہب ہے۔ ت)
عبارت ۲: اُسی کے صفحہ ۵۷ پر امام ابن حجر مکی کی فتح مبین شرح اربعین سے ناقل:

المراد من قوله صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه ماینا فیہ اولا یشہد له قواعد الشرع والادلة العامة انتہی ^۲ ۔	یعنی حدیث کی مراد یہ ہے کہ وہی نوپیدا چیز بدعتِ سیئہ ہے جو دین و سنت کا رد کرے یا شریعت کے قواعد اطلاق و دلائل عموم تک اس کی گواہی نہ دیں۔

عبارت ۳: اُسی صفحہ میں خود لکھتے ہیں:

گمان نہری کہ استحسان شرعی صفت آن مامور بہ	یہ گمان نہ ہو کہ استحسان شرعی ایسے مامور بہ کی

^۱ مجموعہ فتاویٰ کتاب الخطر والاباحۃ مطبوعہ یوسفی فرنگی محلّی لکھنؤ ۸/۲

^۲ مجموعہ فتاویٰ کتاب الخطر والاباحۃ مطبوعہ یوسفی فرنگی محلّی لکھنؤ ۹/۲

صفت ہوگا جس پر دلائل اربعہ میں سے صراحۃً کوئی دلیل وارد ہوگی بلکہ استحسان ہر اس مامور بہ کی صفت بن سکتا ہے خواہ صراحۃً اس پر امر وارد ہو یا قواعد کلیہ شرعیہ سے اس پر سند ہے۔ (ت)	است کہ صراحۃً در دلیل از دلائل اربعہ امر با و وارد شدہ باشد بلکہ استحسان صفت ہر مامور بہ است خواہ صراحۃً امر با و وارد شدہ باشد یا از قواعد کلیہ شرعیہ سندش یافتہ شدہ باشد ^۱ ۔

عبارت ۴: صفحہ ۵۸ پر لکھا:

ہر وہ نئی شے جس کا وجود تین زمانوں میں سے کسی زمانہ میں نہ ہو لیکن اس پر ادلہ اربعہ سے سند موجود ہو تو وہ بھی مستحسن ہوگی آپ مدارس وغیرہ کی ایجاد نہیں دیکھتے الخ (ت)	ہر محدثیکہ وجودش بخصوصہ در زمانے از ازمینہ ثلاثہ نباشد لیکن سندش در دلیل از ادلہ اربعہ یافتہ شود ہم مستحسن خواہد شد نمی بینی کہ بنائے مدارس ^۲ الخ۔

عبارت ۵: صفحہ ۵۳۱:

کتب فقہ میں نظائر اس کے بہت موجود ہیں کہ ازمینہ سابقہ میں ان کا وجود نہ تھا مگر بہ سبب اغراض صالحہ کے حکم اس کے جواز کا دیا گیا^۳۔
الفروع۔ عبارت ۶: صفحہ ۶۲:

اگر میں تسلیم کنم کہ ذکر مولد در ازمینہ ثلاثہ نبود نہ از مجتہدین حکم او منقول شد لیکن چوں در شرع ایں قاعدہ ممد شدہ است کل فرد من افراد نشر العلم فہو مندوب و ذکر مولد نیز زیر آنست لابد حکم مندوبیت اودادہ خواہد شد ^۴ ۔	اگر میں تسلیم کر لوں کہ ذکر مولد تین زمانوں میں سے کسی میں نہیں اور مجتہدین سے اس کا حکم منقول نہیں ہے لیکن شرع میں جب یہ بنیادی قاعدہ ہے کہ ہر وہ فرد جس سے علم کی اشاعت ہو وہ مندوب ہوتا ہے تو ذکر مولد بھی اسی میں شامل ہے تو ضروری ہے اسے بھی مندوب کہا جائے۔ (ت)

عبارت ۷: صفحہ ۲۹۸:

بعد دو رکعت سنت ظہر و مغرب و عشاء کے دو رکعت نفل پڑھنا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا

۱ مجموعہ فتاویٰ کتاب النظر والا باحۃ مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ ۹/۲

۲ مجموعہ فتاویٰ کتاب النظر والا باحۃ مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ ۹/۲

۳ مجموعہ فتاویٰ کتاب المساجد مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ ۹۱۳

۴ مجموعہ فتاویٰ کتاب المساجد مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلی لکھنؤ ۹۱۳/۲

اب تک نظر سے نہیں گزرا لیکن جو شخص بقصدِ ثواب بدون اعتقادِ سنت پڑھے گا ثواب پائیگا کیونکہ حدیث میں وارد ہے:

الصلوة خیر موضوع فمن شاء فليقلل ومن شاء فليكثر ^۱ ۔	نماز سب سے بہتر عمل ہے جو چاہتا ہے کم کرے اور جو چاہتا ہے زیادہ کرے۔ (ت)

اقول: سائل سے پوچھا تھا اصل اس کی سنت و اجماع و قیاس سے ثابت ہے یا نہیں اور ان میں بعض کے لئے ثبوت خاص احادیث سے نظر فقیر میں حاضر مگر کلام رد خیالات و ہدیت میں ہے وھو حاصل (اور یہی حاصل ہے۔ ت)

عبارت ۸: صفحہ ۲۹۴:

الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلماتِ حسرت و رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعثِ ندامت و توبہ سامعان ہوئے تو امیدِ ثواب ہے مگر اس طریقہ کا ثبوت قرونِ ثلاثہ میں نہیں ملتا^۲

عبارت ۹: مجموعہ فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۱۷۰:

کسیکہ می گوید وجودیہ و شہودیہ از اہل بدعت اند قولش قابلِ اعتبار نیست و منشاءِ قولش جہل و ناواقفیت است از احوالِ اولیاء از معنی توحید وجودی و شہودی و شاعری کہ ذم ہر دو فرقہ ساختہ قابلِ ملامت است واللہ اعلم ^۳ ۔	جو شخص یہ کہتا ہے کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود والے اہل بدعت ہیں اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں اور اس کی وجہ اس کا احوالِ اولیاء اور معنی توحید وجودی اور شہودی سے جہالت و ناواقفیت ہے اور وہ شاعر جو ان دونوں طبقات پر طعن کرتا ہے وہ قابلِ مذمت ہے واللہ اعلم۔ (ت)

ذرا تقویۃ الایمان کی بالا خوانیاں یاد کیجئے۔

عبارت ۱۰: صفحہ ۴۲۱:

فی الواقع شغلِ برزخ اُس طور پر کہ حضراتِ صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت،

^۱ مجموعہ فتاویٰ کتاب الصلوۃ مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلّی لکھنؤ ۱۵۳

^۲ مجموعہ فتاویٰ کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلّی لکھنؤ ۲۴، ۲۵/۲

^۳ مجموعہ فتاویٰ کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلّی لکھنؤ ۵۸/۲

ہاں افراط و تفریط اُس میں منجر ضلالت کی طرف ہے، تصریح اس کی مکتوب مجدد الف ثانی میں جا بجا موجود ہے واللہ اعلم¹
سببِ نحلہ اللہ وہ عالم کہ تمہارے مذہب نامہذب پر معاذ اللہ صراحۃً مشرک و مجوز شرک ہو چکا اُس پر اعتقاد اور اس کے فتوے سے استناد کس دین و دیانت میں روا۔

عبارت ۱۱: اُسی کی جلد سوم صفحہ ۵۸ میں ہے:

سوال: وقت ختم قرآن در تراویح سہ بار سورہ اخلاص می خوانند مستحسن است یا نہ۔ جواب: مستحسن است ^۲ ۔	سوال: تراویح میں ختم قرآن کے وقت تین بار سورہ اخلاص پڑھنا مستحسن ہے یا نہیں؟ جواب: مستحسن ہے۔

عبارت ۱۲: صفحہ ۱۲۵:

اما جمیع میان تکلم بالفاظ سلام و دست برداشتن و بر سر یا سینہ نہادن پس ظاہر الا باس بہ است ^۳ ۔	لفظ سلام کہتے ہوئے سر یا سینہ پر ہاتھ رکھنے میں ظاہراً کوئی حرج نہیں۔ (ت)

عبارت ۱۳: صفحہ ۱۲۷:

سوال: بسم اللہ نوشتن پر پیشانی میّت از انگشت درست یا نہ؟ جواب: درست است ^۴ ۔	سوال: میت کی پیشانی پر انگلی سے بسم اللہ لکھنا درست ہے یا نہیں؟ جواب: درست ہے۔ (ت)

عبارت ۱۴: صفحہ ۱۳۳:

سوال: قیام وقت ذکر و ولادت با سعادت کے جواب میں قیام بالقصد کا قرونِ ثلاثہ سے منقول نہ ہونا اور بعض احوال میں صحابہ کرام کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے قیام نہ کرنا نقل و تحریر کر کے لکھتے ہیں:

لیکن علمائے حریمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً قیام می فرمایند امام برزنجی رحمۃ اللہ تعالیٰ در رسالہ مولد	لیکن حریمین شریفین (اللہ تعالیٰ ان کو اور شرف عطا فرمائے) کے علماء قیام کرتے ہیں، امام برزنجی رحمۃ اللہ

¹ مجموعہ فتاویٰ

² مجموعہ فتاویٰ باب التراویح مطبوعہ مطبعہ یوسفی فرنگی محلّی لکھنؤ ۱۳/۵۷

³ مجموعہ فتاویٰ باب المصافحہ والمعانقہ مطبوعہ مطبعہ یوسفی فرنگی محلّی لکھنؤ ۱۳/۱۲۱

⁴ مجموعہ فتاویٰ باب ما یعلق بالموتی مطبوعہ مطبعہ یوسفی فرنگی محلّی لکھنؤ ۱۳/۱۲۳

می نویسند وقد استحسن القيام عند ذکر مولدہ الشریف ائمة ذر رواية ودرایة فطوبی لمن کان تعظیبه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غایة مرامہ و مرامہ انتہی ^۱ ۔	رسالہ مولد میں لکھتے ہیں صاحب روایت ودرایہ ائمة ذکر مولد شریف کے وقت قیام مستحسن تصور کرتے ہیں مبارک ہے ان علمائے کے لئے جس کا مقصد منزل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تعظیم ہے انتہی (ت)

یعنی ذکر ولادت شریف کے وقت قیام کرنے کو ان اماموں نے مستحسن فرمایا ہے جو صاحب روایت ودرایت تھے تو خوشی و شادمانی ہو اسے جس کی نہایت مراد و مقصد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے اور خود مجیب لکھنؤی حریمین طیسین کی مجالس متبرکہ میں اپنا حاضر و شریک ہونا بیان کرتے اور انھیں مجالس متبرکہ لکھتے ہیں حالانکہ بشادات مجیب و مشاہدہ تو اتران مجالس ملائک مانس کا قیام پر مشتمل ہونا یقینی، مجیب موصوف اسی جلد فتاویٰ صفحہ ۵۲ میں لکھتے ہیں:

در مجالس مولد شریف کہ از سورۃ والضحی تا آخری خوانند البتہ بعد ختم ہر سورہ تکبیر می گویند راقم شریک مجالس متبرکہ بودہ ایں امر را مشاہد کردہ ام ہم در مکہ معظمہ وہم در مدینہ منورہ وہم در جدہ ^۲ ۔	مولد شریف کی مجالس میں سورہ والضحیٰ سے لے کر آخر تک پڑھتے ہیں ہر سورت کے اختتام پر تکبیر کہتے ہیں راقم الحروف مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور جدہ میں ان مجالس مبارکہ میں شریک ہوا ہے۔ (ت)

عبارت ۱۵: طرفہ یہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں:

سوال: پارچہ جھنڈا سالار مسعود غازی ودر مصرف خود آرد یا تصدق نماید؟	سوال: سالار مسعود غازی کے جھنڈے کا کپڑا اپنے مصرف میں لایا جاسکتا ہے یا اسے صدقہ کر دیا جائے؟
جواب: ظاہراً در استعمال پارچہ مذکور بصرف خود و جہی کہ موجب ہزہ کاری باشد نیست واولے آنست کہ بمساکین و فقراء دہد ^۳	جواب: ظاہراً اپنے استعمال میں لانے میں کوئی گناہ نہیں، ہاں بہتر یہ ہے کہ مساکین و فقراء پر خرچ کر دیا جائے۔ (ت)

ذرا حضرات مخالفین اس اولیٰ آنست (بہتر یہ ہے۔ ت) کی وجہ بتائیں اور اسے اپنے اصول پر منطبق

^۱ مجموعہ فتاویٰ باب قیام میلاد شریف مطبوعہ مطبعہ سنی فرنگی محلّی لکھنؤ ۱۳۰/۱۳

^۲ مجموعہ فتاویٰ باب القراءۃ فی الصلوۃ قراءۃ فاتحہ خلف الامام مطبوعہ مطبعہ سنی فرنگی محلّی لکھنؤ ۵۲/۱۳

^۳ مجموعہ فتاویٰ باب ما یحل استعمالہ و ما یحل مطبوعہ مطبعہ سنی فرنگی محلّی لکھنؤ ۱۱۶/۱۳

فرمائیں ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم اس قسم کے کلام رسائل و مسائل مجیب میں بکثرت ملیں گے و فیما ذکرنا کفایۃ اللہ واللہ سبحنہ ولی الہدایۃ (جو کچھ ہم نے ذکر کیا یہ کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور وہی ہدایت کا مالک ہے۔ ت) بحمد اللہ جواب اپنے منتہی کو پہنچا اور تحقیق حق تا زودۃ علیاب نہ رہا مگر سعی مانعین کا وہ پہلا رونا یعنی عوام کا بعد نماز فرائض بھی دعا سے دست کش ہونا، یہاں اگر میں نقل احادیث پر اتروں تو ایک مستقل رسالہ املا کروں مگر بحکم ضرورت صرف مولوی عبدالح صاحب کا ایک فتویٰ ملخصاً نقل کرتا ہوں جس پر غیر مقلدین زمانہ کے امام اعظم نذیر حسین دہلوی کی بھی مہر ہے، مجموعہ فتاویٰ جلد دوم صفحہ ۷۷۷:۴

اس بارے میں علماء کیا فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد دعا میں ہاتھ اٹھا نا جیسا کہ اس علاقے کے ائمہ کا طریقہ ہے کیا ہے؟ فقہاء نے اسے مستحسن لکھا ہے احادیث میں مطلقاً دعا میں ہاتھ اٹھانے کا تذکرہ بھی آیا ہے کیا اس سلسلہ میں کوئی حدیث ہے یا نہیں؟ بیان کر کے اجر پاؤ۔

هو المصوب، اس بارے میں خصوصاً حدیث بھی وارد ہے حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق بن السنی اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لکھتے ہیں کہ مجھے احمد بن حسن انھیں ابو اسحاق یعقوب بن خالد بن یزید الیالیسی نے انھیں عبدالعزیز بن عبدالرحمن القرشی نے انھیں خصیف نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد اپنے ہاتھوں کو پھیلا یا اور پھر عرض کیا: اے اللہ میرے معبود، سیدنا ابراہیم واسحاق اور یعقوب کے معبود، جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے الہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میری دعا قبول کیجے، میں مضطر، مجھے میرے دین میں محفوظ رکھے، میں مبتلا ہوں مجھے

چہ می فرماید علمائے دین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دعا بعد نماز چنانکہ معمول ائمہ ایں دیارست ہر چند فقہا مستحسن می نویسند واحادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد دریں خصوص ہم حدیث واردست یانہ، بینواتوجروا۔

هو المصوب دریں خصوص نیز حدیث واردست حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق بن السنی در عمل الیوم واللیلہ می نویسند حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحاق یعقوب بن خالد بن یزید الیالیسی حدثنا عبدالعزیز بن عبد الرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انه قال ما من عبد بسط کفیه فی دبر کل صلوۃ ثم یقول اللهم الھی والہ ابراہیم واسحاق و یعقوب والہ جبرئیل و میکائیل واسرافیل اسئلك ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمی

فی دینی فانی مبتلی و تنالنی

برحمتك فانی مذنّب وتنفي عني الفقر فانی متمسك الا كان حقاً على الله عز وجل ان لا يرد يديه خائبتين والله تعالى اعلم ¹	اپنی رحمت عطا کیجئے میں نہایت گنہگار ہوں میرے فقر کو دور کر دیجئے میں نہایت مسکین ہوں، تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی نہ لوٹائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

محمد عبدالحی ابوالحسنات

الجواب صحیح: ویؤیدہ ما رواہ ابوبکر ابن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیه ودعا الحدیث فثبت بعد الصلوۃ المفروضة رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کما لا یخفی علی العلماء الاذکیاء۔	جواب صحیح ہے: اور اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جو ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسود عامری سے انھوں نے اپنے والد سے بیان کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز فجر ادا کی آپ نے سلام پھیرا، ہاتھ اٹھائے اور دُعا کی الحدیث، لہذا نماز فرض کے بعد سید الانبیاء اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہاتھ اٹھا کر دُعا مانگنا ثابت ہے جیسا کہ علماء اذکیاء پر مخفی نہیں۔ (ت)

محمد سید نذیر حسین

لطیفہ: فقیر غفر لہ المولیٰ القدر نے وہابیہ کے اس خیال ضلال کے رد و ابطال کو کہ جو کچھ بخصوصہ قرون ثلاثہ سے منقول نہیں
ممنوع ہے، مجیب کی پندرہ^{۱۵} عبارتیں نقل کیں مگر لطف یہ ہے کہ خود ہی فتوے جس سے یہاں انھوں نے استناد کیا اس خیال
کے ابطال کو بس ہے، مجیب کی عادت ہے کہ شروع جواب میں ہوا المصوب (وہی درست کرنے والا ہے۔ ت) یہی لفظ اُس
فتوے کی ابتداء میں بھی لکھا کما سبعت نصہ (جیسا کہ اس کے الفاظ آپ پیچھے پڑھ چکے۔ ت) اب حضرات مخالفین ثابت کر
دکھائیں کہ حضور

¹ مجموعہ فتاویٰ کتاب الصلوۃ رفع یدین در دو عابد اداۓ نماز پنجگانہ مطبوعہ مطبع یوسفی فرنگی محلّی لکھنؤ ۱۴۸۱ھ

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام و تابعین عظام علیہم الرضوان، اللہ جل و علا کو مَصُوب کہا کرتے ہوں خصوصاً بحالیکہ اسمائے البیہ توقیفی ہیں،

جب ہم لفظ توقیف پر پہنچ چکے قلم رک گیا اس کا اختتام ۱۳۰۷ھ میں شعبان المعظم کے وسط میں ہوا، سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو رہنمائی کرتا ہے صلوٰۃ و سلام مولیٰ اعظم پر، آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو کہ امت کے سربراہ ہیں۔ واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)	واذ قد بلغنا الى ذكر التوقيف وقف القلم و كان ذلك الليلة بقیت من اوسط عشرات شعبان المعظم سنة الف (۱۳۰۷ھ) وثلاثمائة و سبع من هجرة سيد العالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحمد لله على ما اللهم والصلوة والسلام على المولى الاعظم وأله وصحبه سادات الامم واللہ سبخنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۴۱۵ھ تا ۱۴۱۳ھ: بنارس محلّہ کنڈی گڑ تولہ مسجد بی بی راجی شفا خانہ از مولوی عبدالغفور صاحب ۶ جمادی الآخر ۱۳۱۲ھ بخد مت لازم البرکتہ جامع معقول و منقول حاوی فروع و اصول جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب مد اللہ فیضانہ از جانب خادم الطالبہ عبدالغفور سلام علیک قبول باد، کچھ مسائل میں یہاں درمیان علما کے اختلاف ہے لہذا مسئلہ ارسال خدمت لازم البرکتہ ہے امید ہے کہ جواب سے مطلع فرمائیں

(۱) زید کہتا ہے نماز عیدین صحر امیں پڑھنی سنت ہے لیکن شہر میں بھی جائز ہے جس شخص نے نماز مذکور شہر میں پڑھی نماز اس کی ضرور ادا ہوئی البتہ ترک سنت اس نے کیا اور ثواب سنت سے محروم رہا، عمر و کچھ روز تک قائل تھا نماز عیدین شہر میں جائز نہیں مگر چند روز سے بذات خود یا بوجہ تعلم کسی غیر کے کہتا ہے گو نماز مذکور شہر میں جائز ہے لیکن پڑھنے والے گنہگار ہوں گے۔

(۲) زید کہتا ہے نماز عیدین مسجد پختہ چھت دار کے اندر جو صحر امیں واقع ہے پڑھنے سے ثواب صحر امیں پڑھنے کا نہ ملے گا عمر و کہتا ہے گو مسجد پختہ چھت دار ہے مگر چونکہ صحر امیں واقع ہے لہذا ثواب صحر امیں پڑھنے کا ملے گا، ان سب مسائل میں قول زید کا صحیح ہے یا عمر و کا؟ بینوا توجروا

الجواب:

(۱) قول زید صحیح ہے عامہ کتب مذہب متون و شروح و فتاویٰ میں تصریح ہے کہ نماز عیدین بیرون شہر مصلیٰ یعنی عید گاہ میں پڑھنی مندوب ہے، مستحب ہے، افضل ہے، مسنون ہے، فرض نہیں کہ شہر میں ادا ہی

نہ ہو، واجب نہیں کہ شہر میں پڑھنا مطلقاً گناہ ہو، نقایہ و کنز و وافی و غرر و اصلاح و ملتقی و غیرہا متون میں بلفظ ندب¹، و قایہ بکلمہ حب²، ہدایہ میں بلفظ یستحب³ تعبیر فرمایا۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں علامہ ابن ملک سے ہے:

الافضل اداؤها في الصحراء في سائر البلدان وفي مكة خلاف ⁴ ۔	تمام شہروں میں میدان میں عید ادا کرنا افضل ہے لیکن مکہ میں اختلاف ہے۔ (ت)

متن تنویر و فتح القدر و درر و ہندیہ و مضمرات و زرازیہ و غنیہ و خانیہ و خلاصہ و خزائن المفتین و فتاویٰ ظہیریہ و غیرہا میں ہے:

الخروج اليها سنة⁵ (عید گاہ کی طرف نکلنا سنت ہے۔ ت)۔ بحر میں ہے:

التوجه الى المصلى مندوب كما افاده في التجنيس وان كانت صلوة العيد واجبة حتى لو صلى العيد في الجامع ولم يتوجه الى المصلى فقد ترك السنة ⁶ ۔	عید گاہ کی طرف جانا مندوب ہے جیسا کہ تجنیس میں ہے اگر چہ نماز عید واجب ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے جامع مسجد میں عید پڑھی اور عید گاہ کی طرف نہیں گیا تو اس نے سنت کو ترک کیا۔ (ت)

شرح نقایہ قسستانی میں ہے:

الخروج اليه يندب وان كان الجامع يسعهم فالخروج ليس بواجب ⁷ ۔	عید گاہ کی طرف نکلنا مندوب ہے اگر جامع مسجد میں لوگوں کی گنجائش ہو البتہ نکلنا واجب نہیں۔ (ت)

¹ کنز الدقائق باب العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۹

² شرح و قایہ باب العیدین مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۲۴۵

³ الہدایہ باب العیدین مطبوعہ المکتبہ العربیہ کراچی ۱/۱۵۱

⁴ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب صلوة العیدین مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳/۲۹۸

⁵ تنویر الابصار مع الدر المختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی ۱/۱۱۳

⁶ بحر الرائق باب العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۵۹

⁷ جامع الرموز فصل صلوة العیدین مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۱

غنیہ میں جامع الفقہ و منیہ المفتی و ذخیرہ سے ہے:

یجوز اقامتها فی البصر و فنائنه و موضعین فاکثرو به قال الشافعی واحمد ¹ ۔	شہر اور فنائے شہر میں عید دو یا زیادہ مقامات پر ادا کی جاسکتی ہے، امام شافعی اور امام احمد کی یہی رائے ہے۔ (ت)

ہاں جو سنت مؤکدہ ہو اور کوئی شخص بلا ضرورت بے عذر، براہ تہاون و بے پروائی اس کے ترک کی عادت کرے اُسے ایک قسم اٹھ لاحق ہوگی نہ ترک سنت بلکہ اس کی کم قدری و قلت مبالغات کے باعث،

فی شرح النیة للعلامة ابراهيم الحلبي لا يتوكل رفع اليدین عند التكبير لانه سنة مؤكدة ولو اعتاد ترکه یا ثم لا لنفس التوكل بل لانه استخفاف و عدم مبالاة بسنة و اظب عليها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مدة عمره امالو تركه بعض الاحيان من غير اعتداد لا یا ثم وهذا مطرد في جميع السنن المؤكدة ² اهوالله سبحانه وتعالى اعلم۔	شرح نیتہ میں علامہ ابراہیم حلبي کہتے ہیں کہ تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا ترک نہ کیا جائے کیونکہ یہ سنت مؤکدہ ہے اور اگر ترک کو عادت بنا لیتا ہے تو سناہ گار ہوگا مگر نفس ترک کی وجہ سے نہیں بلکہ ایسی سنت کو ہلکا سمجھنے اور اس سے لاپرواہی کی وجہ سے ہوگا جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام عمر ہمیشگی فرمائی، ہاں بغیر عادت کے بعض اوقات ترک کردے تو گنہگار نہ ہوگا اور یہی اصول تمام سنن مؤکدہ میں جاری ہوتا ہے اھواللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

(۲) عمرو کا قول صحیح ہے اور زید کا دعویٰ بھی وجہ صحت رکھتا ہے اگر صحر اسے اُس کی مراد فضائے خالی ہو۔

اقول: وبالله التوفیق تحقیق یہ ہے کہ یہاں دو چیزیں ہیں ایک اصل سنت کہ نمازی عیدین بیرون شہر جنگل میں ہو
شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس میں حکمت اظہار شعار اسلام و شوکت و کثرت مسلمین رکھی ہے یہ بات نفس خروج و اجتماع سے حاصل
اگرچہ صحرا میں کوئی عمارت بنالیں پس قول عمرو کہ جب مسجد صحرا میں ہے تو بیرون شہر جانے جنگل میں پڑھنے کا ثواب حاصل بلاشبہ
صحیح ہے۔ دوم سنت، سنت کہ تکمیل و تاکید اصل سنت کے لئے ہے یعنی فضائے خالی بے عمارت میں پڑھنا کہ اس میں زیادت اظہار
شعار و شوکت ہے، مسجد عید گاہ واقع صحرا میں پڑھنے سے اگرچہ اصل اظہار شعار و صلوٰۃ فی الصحرا کا ثواب حاصل، مگر صلوٰۃ فی الفضا میں
اتباع اتم پر جو ثواب ازید ملتا وہ نہ ہوا جبکہ جانب تعمیر کسی مصلحت شرعیہ سے مترج نہ ہوا، اس معنی پر

¹ غنیۃ المستملی شرح منیہ المصلیٰ فروع خروج الی المصلیٰ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷۲

² غنیۃ المستملی شرح منیہ المصلیٰ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۰۰

قول زید بھی رو بصحت ہے زمانہ اکرم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں مصلائے عید کف دست میدان تھا جس میں اصلاً تعمیر نہ تھی مدینہ طیبہ کے شرقی دروازے پر، کہا فی المقصد التاسع من المواہب (جیسا کہ مواہب اللدنیہ کے نویں مقصد میں ہے۔ ت) مسجد اطہر کے باب السلام سے ہزار قدم کے فاصلے پر، کہا فی الزرقانی عن فتح الباری عن عمر بن شبہة فی الاخبار المدینة عن ابن غسان الکتانی صاحب مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسا کہ زر قانی میں فتح الباری سے ہے کہ عمر بن شبہ نے اخبار المدینہ میں ابو غسان الکتانی صاحب مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں سے روایت کیا ہے۔ ت) سنن ابن ماجہ و صحیح ابن خزیمہ و مستخرج اسمعیل میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یغد والی المصلی فی یوم عید والعنزة تحمل بین یدیه فاذا بلغ المصلی نصبت بین یدیه فصلی الیہا وذلك ان المصلی کان فضاء لیس فیہ ما یستوبہ ¹	بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید کے دن صبح سویرے عید گاہ کی طرف نکلتے آپ کے آگے آگے کسی کے ہاتھ میں نیزہ اٹھایا ہوتا، جب آپ عید گاہ میں تشریف فرما ہوتے تو آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا آپ اس کے سامنے ہو کر نماز پڑھاتے اور یہ عید گاہ میدان میں تھی وہاں کوئی دیوار وغیرہ نہ تھی (ت)

اب صد ہا سال سے اس کا احاطہ بن گیا، علامہ سید نور الدین سمودی قدس سرہ استظہار فرماتے ہیں کہ یہ عمارت زمانہ امیر المومنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تعمیر ہوئی، کہا فی کتابہ قدس سرہ فی تاریخ طیبہ الطیبہ صلی اللہ تعالیٰ علی طیب اطیب طیبہا بطیبہ والہ الطائب وبارک وسلم (جیسا کہ ان کی کتاب تاریخ طیبہ میں ہے تمام پاکوں سے پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو، اُن کی آل پاک پر ہو اور برکات و سلام ہو، ت) اور واقعی جب امیر المومنین مدوح نے مسجد اقدس حضور پر نور صلوات اللہ و سلامہ علیہ کی تجدید تعمیر فرمائی ہے جہاں جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا معلوم ہو اُن سب کی بھی تعمیر جدید، خواہ تجدید فرمائی کہا یستفاد من عمدة القاری للعلامة الامام البدر محمود العینی عن عمر بن شبہة عن ابی غسان عن غیر واحد من اهل العلم (جیسا کہ عمدة القاری علامہ بدر الدین محمود العینی نے عمر بن شبہہ سے انھوں نے ابو غسان سے اور انھوں نے متعدد اہل علم سے بیان کیا ہے۔ ت) علمائے کرام کو عیدین کے لئے مصلیٰ کو جانا مسنون و مستحب بتاتے ہیں وہی یہ بھی

¹ السنن لابن ماجہ باب ماجاء فی الحریر یوم العید مطبوعہ المجمع سید کمپنی کراچی ص ۹۳

بحث فرماتے ہیں کہ مصلائے عید جمع احکام میں مسجد ہے یا صرف بعض میں، اور اس میں بول و براز و وطی جائز ہیں یا نہیں کہ اگرچہ وہ سب احکام میں مسجد نہ سہی مگر بانی نے یہ عمارت اس لئے نہ بنائی، بحر الرائق میں ہے:

جنازہ گاہ اور عید گاہ میں اختلاف ہے محیط میں اسے صحیح کہا کہ جنازہ گاہ کا حکم بالکل مسجد والا نہیں اور عید گاہ کے بارے میں یہی صحیح ہے مگر جواز اقتدا کے حق میں مسجد والا ہے اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں، عنایہ وغیرہ میں ہے کہ لوگوں کی رعایت کی وجہ سے فتویٰ میں مختار یہ ہے کہ عید گاہ اور جنازہ گاہ جواز اقتدا کے حوالے سے مسجد کے حکم میں ہیں اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں اور ان کے علاوہ میں مسجد کا حکم نہیں اہ نہایہ کی عبارت سے یہی ظاہر ہے کہ عید گاہ اور جنازہ گاہ کے اوپر وطی اور بول و براز جائز ہے اور یہ محل نظر ہے کیونکہ بانی نے اسے اس لئے نہیں بنایا لہذا اگرچہ انھیں ہم مسجد کا حکم نہیں دیتے مگر یہ تینوں چیزیں (وطی، بول و براز) اس کے اوپر جائز نہیں اور اس کا فائدہ بقیہ احکام میں ظاہر ہوگا جو ہم ذکر کر رہے ہیں اور جنبی وحائضہ کا داخلہ بھی ہو سکتا ہے اہ (ت)	اختلفوا في مصلى الجنائز والعيد فصحيح في المحيط في مصلى الجنائز انه ليس له حكم المسجد اصلا وصحيح في مصلى العيد كذلك الا في حق جواز الاقتداء وان لم تتصل الصفوف وفي النهاية وغيرها والمختار للفتوى في المسجد الذي اتخذ لصلوة الجنائز والعيد انه مسجد في حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس وفيما عد اذلك ليس له حكم المسجد اھ وظاهر ما في النهاية انه يجوز الوطئ والبول والتخلى في مصلى الجنائز والعيد ولا يخفى ما فيه فان الباني لم يعده لذلك فينبغي ان لا تجوز هذه الثلاثة وان حكمنا بكونه غير مسجد وانما تظهر فائدته في بقية الاحكام التي ذكرناها وفي حل دخول للجنب والحائض¹ اھ

جواہر الاخلاطی فصل فی العیدین میں ہے:

اگر عید گاہ کا محراب دس ذراع تھا اور لوگوں کی صف سَو ذراع، صفیں متصل نہ ہوں تو تب بھی تمام کی نماز جائز ہوگی۔ (ت)	لوكان محراب المصلى عشرة اذرع وصف القوم مائة ذراع ولا يتصل الصفوف جازت صلوة الكل²۔

¹ بحر الرائق باب ما يفسد الصلوة وما يكره فيها مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۶/۲

² جواہر الاخلاطی فصل فی العیدین غیر مطبوعہ نسخہ ص ۵۱

جامع الرموز میں ہے: المصلى محوط بالبناء¹ (عید گاہ وہ ہے جو میدان میں احاطہ بنا ہو۔ ت) صحیح بخاری شریف میں ایک باب وضع فرمایا: باب العلم بالمصلى² یعنی مصلائے عید میں شناخت کے لئے کوئی علامت امام بدر محمود نے اس علامت میں عمارت مصلے کو بھی داخل فرمایا: عمدة القاری میں ہے:

ص باب العلم الذى بالمصلى ش اى هذا باب فى بيان العلم الذى هو بمصلى العيد والعلم بفتح تحتين هو الشيعى الذى عمل من بناء او وضع حجر او نصب عمود ونحو ذلك يعرف به المصلى ³ ۔	باب عید گاہ کی علامت کے بیان میں ہے ش یعنی یہ باب اس علامت کے بیان میں ہے کہ یہ جگہ عید گاہ ہے العلم عین اور لام دونوں پر زبر ہے اس سے مراد علامت ہے خواہ بنا کی صورت میں ہو یا پتھر و لکڑی وغیرہ نصب کرنے سے ہو جس سے اس کے عید گاہ ہونے کا پتا چل سکے۔ (ت)

بالجملہ تعمیر عید گاہ جواز ظاہر، اگر افضل فضائے خالی ہو بلکہ امام تاج الشریعہ کی تصحیح پر نظر کیجئے (کہ انھوں نے فرمایا صحیح یہ ہے کہ مصلائے عید جمیع احکام میں مسجد ہے) جب تو اس کی تعمیر ضروری ہوگی خصوصاً بلاد ہندوستان میں جہاں کفار کا غلبہ ہے کہ یوں ہی رکھیں تو آدمی جانور، جنب، حائض سب اس میں چلیں گے، پیشاب کریں گے، مسجد کی بے حرمتی ہوگی، علامہ شرنبلالی غنیہ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں:

ذكر الصدر الشهيد المختار للفتوى فى الموضع الذى يتخذ لصلوة الجنازة والعید انه مسجد فى حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس و فیما عدا ذلك لیس له حکم المسجد کذا ذکره الامام المحبوبي اه ذکره الکاکي ومثله فى فتح القدير ويخالفه ما قاله	صدر الشہید نے فرمایا کہ لوگوں کی رعایت کی وجہ سے فتویٰ کے لئے مختار یہ کہ وہ جگہ جو جنازہ یا عید کی نماز کے لئے بنائی گئی ہو اسے جواز اقتداء میں مسجد کا حکم دیا جائے گا اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں اور اس کے علاوہ اس کا حکم مسجد والا نہ ہوگا، امام محبوبی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے اھ اسے کاکي نے ذکر کیا اور اسی کی مثل فتح القدير میں ہے

¹ جامع الرموز فصل صلوة العیدین مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۷۱

² صحیح بخاری کتاب العیدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۳۳

³ عمدة القاری شرح البخاری باب العلم بالمصلى مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۶/۲۹۸

اور تاج الشریعہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور اصح یہ ہے کہ عید گاہ مسجد والا حکم رکھتی ہے کیونکہ عید گاہ جماعت اعظم کے ساتھ اجتماعی صورت میں بطور اعلان اقامت نماز کے لئے بنائی گئی ہوتی ہے البتہ اس میں چار پایوں کا داخلہ مباح اس لئے قرار دیا گیا ہے تاکہ ان کا ضیاع نہ ہو اور عذر و ضرورت کے پیش نظر مساجد کی جگہ میں چو پایوں کا داخلہ جائز ہوتا ہے، عید گاہ میں تصحیح اقوال میں اختلاف ہے مگر جنازہ گاہ میں اتفاق ہے۔ (ت)	تاج الشریعہ والاصح انه ای مصلی العید یاخذ حکمها ای المساجد لانه اعد لاقامة الصلوة فيه بالجماعة لاعظم الجوع على وجه الاعلان الا انه ابیح ادخال الدواب فيها ضرورة الخشية على ضیاءها وقد یجوز ادخال الدواب فی بقعة المساجد لسان العذر والضرورة اه فقد اختلف التصحیح فی مصلی العید واتفق فی مصلی الجنائز¹۔

اس قول پر زمانہ اقدس میں عمارت نہ ہونا وارد نہ ہوگا کہ مدینہ طیبہ میں روز اول سے بحمد اللہ تعالیٰ اسلام ہی حاکم اسلام ہی غالب ہے عہد اطہر کے حضرات میں آداب شریعت کا جو تحفظ تھا روشن ہے۔ جمہور ائمہ ترجیح اگرچہ اس تصحیح کے خلاف پر ہیں تاہم قول مصحح ہے اور خلاف علماء کا لحاظ بالاجماع مستحب اگرچہ غیر مذہب میں ہو نہ کہ خود اپنے مذہب میں خلاف قوی باختلاف تصحیح، بہر حال اس قدر میں شک نہیں کہ اس تعمیر سے وہ جگہ صحرا سے نکل کر آبادی نہ ہو جائے گی اور اس میں نماز صحرا ہی میں نماز رہے گی اور نماز صحرا کا ثواب ہاتھ سے نہ جائے گا، تو قول عمرو واضح الصحتہ ہے هذا كله مآظہری والعلم بالحق عند العليم العلی (مجھ پر یہی واضح ہوا ہے اور حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ ت) واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۱۹ھ/۱۴۱۹: مسئلہ مولوی رحیم بخش صاحب از آراء شاہ آباد مدرسہ فیض الغر بار ۳۰ محرم ۱۳۳۲ھ
علمائے دین ان سوالوں میں کیا فرماتے ہیں:

- (۱) نماز عید اور خطبہ کے درمیان یا خطبہ اول و دوم کے درمیان تحریک چندہ اور کسی (مسلمان نج) کی مدح و ثناء، خوشامد وغیرہ (مثلاً امام نے حج کو قاضی وقت و قاضی شرع کہا اور یہ بھی کہا کہ قاضی (نج) صاحب کے ہوتے مجھے نماز پڑھانے کا حق نہ تھا لہذا ان کی اجازت سے نماز پڑھاتا ہوں قرآن و حدیث، اجماع مجتہد و تعامل علمائے ثقہ کسی سے ثابت ہے یا نہیں؟
- (۲) ثابت نہ ہونے کی صورت میں نماز اور خطبہ میں کسی قسم کی کراہت پیدا ہوئی یا نہیں؟

¹ غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ درر غرر باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا مطبوعہ احمد کامل الکاظمہ دار سعادت بیروت ۱۱۰/۱

(۳) امامت جمعہ و عیدین و امامت نماز پنجگانہ کا حکم ایک ہی ہے یا فرق ہے؟

(۴) قاضی شرع کسے کہتے ہیں، قاضی کے شرائط کیا ہیں، حج شرعی قاضی ہے یا نہیں، اگر ہے تو ہر حج یا صرف مسلمان حج، اگر صرف مسلمان حج تو کیوں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

چندہ کی تحریک اگر کسی امر دینی کے لئے ہو تو عین خطبہ میں اس کی اجازت اور خود حدیث میں ثابت ہے ایک بار خطبہ فرماتے ایک صاحب کو ملاحظہ فرمایا کہ بہت حالت فقر و مسکنت میں تھے، حاضرین سے ارشاد فرمایا: تصدقوا، صدقہ دو، ایک صاحب نے ایک کپڑا، دوسرے صاحب نے دوسرا کپڑا دیا، پھر ارشاد فرمایا: تصدقوا، صدقہ دو۔ یہ مسکین جن کو ابھی دو کپڑے ملے تھے اٹھے اور ان دو کپڑوں میں سے ایک حاضر کیا، یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم کہ تصدقوا حاضرین کے لئے عام ہے اور میں بھی حاضر ہوں اور اس وقت دو کپڑے رکھتا ہوں ایک حاضر کر سکتا ہوں، ان کو اس سے باز رکھا گیا تو تمہارے ہی لئے تصدق کا حکم فرمایا جاتا ہے نہ کہ تم کو، مگر ہندوستان میں تحریک چندہ اگرچہ کیسے ہی ضروری کام کے لئے ہو زبان اردو میں ہوگی اور خطبہ میں غیر عربی کا غلط مکروہ و خلاف سنت ہے، لہذا اُس وقت نہ چاہئے بلکہ بعد ختم خطبہ عید جس طرح صحیحین میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ عید تمام فرما کر گروہ نساء پر تشریف لے گئے اور ان کو تصدق کا حکم فرمایا وہ اپنے زیور اتار اتار کر حاضر کرتی تھیں اور بلال رضی اللہ تعالیٰ اپنے دامن میں لئے تھے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جو قاضی خلاف احکام شرعیہ حکم کرتا ہو، اگرچہ مسلمان ہو، اگرچہ سلطنت اسلامیہ کا قاضی ہو، ہر گز اس کی مدح جائز نہیں خصوصاً منبر پر خصوصاً خطبہ جمعہ یا عیدین میں اس کے سبب خطبہ میں تو کراہت یقینی ہے لاشتمالاً علی المحرم (کیونکہ یہ حرام پر مشتمل ہے۔ ت) اور اگر خطبہ جمعہ میں ہو تو اس کی کراہت نماز کی طرف بھی سرایت کرے گی کہ جمعہ میں خطبہ شرائط نماز سے ہے اور نماز سے قبل ہوتا ہے، ہاں عیدین میں کہ نماز ہو چکی اور خطبہ نہ اس کی شرائط نہ اس میں فرض نہ واجب بلکہ ایک سنت مستقلہ ہے، خطبہ کی کراہت نماز کی طرف سرایت نہ کرے گی، یہ تو خطبہ ہے کہ خاص امر دین ہے اور منبر کہ خاص مسند سید المرسلین ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، مطلقاً مدح فاسق کی نسبت میں ارشاد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتزله عرش الرحمن	جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب عزوجل غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب رحمن کا عرش بل جاتا ہے۔

۱۔ واللہ تعالیٰ اعلم

¹ اکامل لابن عدی تحت اسم سابق عبد اللہ مطبوعہ المکتبۃ الاشریہ سانگلہ بل ۱۳۰۷/۱۳

شرعی احکام اور عرفی خیالات میں بہت تفاوت ہے، شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ ہر حاکم پر فرض ہے کہ مطابق احکامِ الہیہ کے حکم کرے، اگر خلاف حکمِ الہی کرے تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک عہد اور ایک خطا۔ عہد کے لئے قرآن عظیم میں تین ارشاد ہوئے کہ:

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ فاسق ہیں، وہ ظالم ہیں، وہ کافر ہیں، (ت)	وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ¹ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ² فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ³

قرآن مجید ایسے حکم کو فسق و ظلم و کفر فرماتا ہے یعنی اگر عہد اہو کہ حکم کو حق نہیں مانتا تو کافر ہے ورنہ ظالم و فاسق، اور اگر خطا ہو تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ خطا بوجہ جہل ہو یعنی علم نہ رکھتا تھا کہ صحیح احکام سے واقف ہوتا، یہ صورت بھی حرام و فسق ہے، صحیح حدیث میں قاضی کی تین قسمیں فرمائیں: قاضی فی الجنة وقاضیان فی النار۔ ایک قاضی جنت میں ہے اور دو قاضی دوزخ میں، وہ کہ عالم و عادل ہو جنت میں ہے اور وہ کہ قصداً خلاف حکم کرے یا بوجہ جہل، یہ دونوں نار میں ہیں، بوجہ جہل پر ناری ہونے کا یہ سبب ہے کہ اس نے ایسی بات پر اقدام کیا جس کی قدرت نہ رکھتا تھا وہ جانتا تھا کہ میں عالم نہیں اور بے علم مطابقت احکام ممکن نہیں، تو مخالفت احکام پر قصداً راضی ہوا، بلکہ اُس سے اگر کوئی حکم مطابق شرع بھی صادر ہو جو بھی وہ مخالفت شرع کر رہا ہے کہ اس اتفاقی مطابقت کا اعتبار نہیں، ولہذا حدیث میں فرمایا:

جس نے قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہا اگر ٹھیک کہا تو بھی غلط کہا۔	من قال فی القرآن برأیه فاصاب فقد اخطأ ⁴ ۔

دوسری صورت خطا کی یہ ہے کہ عالم ہے احکام شرعیہ سے آگاہ ہے قابلیت قضا رکھتا ہے احکامِ الہیہ کے مطابق ہی فیصلہ کرنا چاہا اور براہ بشریت غلط فہمی ہوئی۔ اس کی پھر دو صورتیں ہیں: اگر وہ مجتہد ہے اور اس کے اجتہاد نے خطا کی تو اس پر اُس کے لئے اجر ہے اور وہ فیصلہ جو اس نے

¹ القرآن ۴۷/۵

² القرآن ۴۵/۵

³ القرآن ۴۴/۵

⁴ السنن لابن داؤد کتاب العلم مطبوعہ آفتاب پریس لاہور ۱۵۸/۲

کیا نافذ ہے، اور اگر مقلد ہے جیسے عموماً قاضیانِ زمانہ، اور جدوجہد میں اس نے کمی نہ کی اور فہم حکم میں اس سے غلطی واقع ہوئی اور ہے پورا عالم اور اس عہدہ جلیلہ کے قابل، تو اس کی یہ خطا معاف ہے مگر وہ فیصلہ نافذ نہیں، یہ سب احکام قاضیانِ سلطنت اسلامیہ سابقہ کے لئے ہیں جو اسی کام کے لئے مقرر ہوئے تھے کہ مطابق احکام الہیہ فیصلہ کریں بخلاف حال کہ اکثر اسلامی سلطنتوں کے جن میں خود سلاطین نے احکام شرعیہ کے ساتھ اپنے گھڑے ہوئے باطل قانون بھی خلط کئے ہیں اور قاضیوں کو ان پر فیصلہ کرنے کا حکم ہے ان کی شناخت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ اللہ و رسول کے خلاف حکم کرنے ہی پر مقرر ہوئے، ان اسلامی سلطنتوں کے ایسے قاضیوں کو بھی قاضی شرع کہنا حلال نہیں ہو سکتا بلکہ اس کلمہ کی تہ میں جو خباثت ہے قائل اگر اس پر آگاہ ہو اور اس کا ارادہ کرے تو قطعاً خارج از اسلام ہو جائے کہ اس نے باطل کا نام شرع رکھا، ولہذا ائمہ کرام نے اپنے زمانہ کے سلاطین اسلام کی نسبت فرمایا کہ:

من قال لسلطان زماننا عادل فقد كفر ¹ ۔	ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہنا کفر ہے۔

کہ وہ خلاف احکام الہیہ حکم کرتے ہیں اور خلاف احکام الہیہ عدل نہیں ہو سکتا، عدل حق ہے، تو اسے عدل کہنے کے یہ معنی ہوئے کہ خلاف احکام الہیہ حق ہے، تو معاذ اللہ احکام الہیہ ناحق ہوئے اور یہ کفر ہے، بہر حال جو قاضی خلاف احکام الہیہ حکم کرتا ہو، ہر گز قاضی شرع نہیں ہو سکتا، جب قاضیانِ سلطنت اسلامیہ کی نسبت یہ احکام ہیں تو سلطنت غیر اسلامیہ کے حکام تو مقرر ہی اس لئے کئے جاتے ہیں کہ مطابق قانون فیصلہ کریں، رہی رجٹری اس میں اگرچہ کوئی حکم نہیں مگر وہ دستاویزوں پر شہادت ہے اور انھیں رجٹری پر چڑھانا اور ان میں بہت دستاویزیں سود کی بھی ہوتی ہیں اور صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اكل الربو وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء ² ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر۔ اور فرمایا سب برابر ہیں۔

جمعہ وعیدین کی امامت پنجگانہ کی امامت سے بہت خاص ہے، امامت پنجگانہ میں صرف اتنا

¹ رد المحتار کتاب الاثریہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۵۳۷

² سنن ابوداؤد باب فی اکل الربو مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱۱/۲

ضرور ہے کہ امام کی طہارت و نماز صحیح ہو، قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو، بد مذہب نہ ہو، فاسق معین نہ ہو، پھر جو کوئی پڑھائے گا نماز بلا خلل ہو جائے گی۔ بخلاف نماز جمعہ و عیدین کہ ان کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا ماذون، اور جہاں یہ نہ ہوں تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے جمعہ و عیدین کا امام مقرر کیا ہو کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) دوسرا شخص اگر ایسا ہی عالم و صالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کر سکتا اگر کرے گا نماز نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۲۰: از ملک بنگالہ ضلع میمن سنگھ مرسلہ عبدالحکیم ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس بارہ میں کہ جمعہ مسجد میں نماز عید پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا
الجواب:

جائز ہے مگر سنت یہ ہے کہ نماز عیدین عید گاہ میں چاہئے جبکہ کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۳۲۱: از گلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کو نماز عید کی خبر دی جائے اہل اسلام کو اور وہ دغوی کرتا ہے اسلام کا اور اس کو فرصت بہت ہے، اگر وہ قصد آنے تو اس کو کیا کیا جائے؟ بینوا توجروا
الجواب:

نماز عید شہروں میں ہر مرد آزاد، تندرست، عاقل، بالغ، قادر پر واجب ہے، قادر کے یہ معنی کہ نہ اندھا ہو، نہ لولا ہو، نہ لٹھا، نہ قیدی، نہ کسی ایسے مریض کا تیماردار ہو کہ یہ اُسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مریض ضائع رہ جائے، نہ ایسا بوڑھا کہ چل پھر نہ سکے، نہ اسے نماز کو جانے میں حاکم یا چور یا دشمن کی طرف سے جان یا مال یا عزت کا سچا خوف ہو، نہ اس وقت مینہ یا برف یا کچڑ یا سردی اس قدر شدت سے ہو کہ نماز کو جانا سخت مشقت کا موجب ہو،

فی التنویر تجب صلوتہما ای العیدین علی من تجب علیہ الجبۃ بشرائطہا سوی الخطبۃ ^۱ اھو فی جبۃ الدر المختار	تنویر میں ہے عیدین کی نماز ان پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم ہے، خطبہ کے علاوہ شرائط بھی وہی ہیں اھ تنویر میں ہے عیدین کی نماز ان پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم ہے، خطبہ کے علاوہ شرائط بھی وہی ہیں اھ در مختار کے باب جمعہ میں ہے کہ

^۱ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱/ ۱۱۴

اس کی فرضیت کے لئے شہر میں مقیم ہونا اور صحتمند ہونا شرط ہے اور مریض کے ساتھ مریض (مریض کا تیمار دار کہ یہ اسے چھوڑ کر گھر سے جائے تو مریض ضائع رہ جائے) شیخ فانی ملحق ہے، حریت، ذکورت، بلوغ، عقل، نظر کا ہونا، چلنے پر قدرت، نہ قیدی، نہ خوف، نہ شدید بارش، نہ کیچڑ، نہ برف وغیرہ ہوا کہ ملخصاً، ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول کہ مریض یعنی مریض کا تیمار دار وہ کہ اسے چھوڑ کر گھر سے چلا جائے تو مریض ضائع رہ جائے، حلیہ و جوہرہ، اور ماتن کا قول عدم خوف، سلطان کا یا چور کا، منخ، امداد میں ہے اس کے ساتھ مفلس بھی لاحق ہے جب اسے جس کا خوف ہو جیسا کہ اس کے لئے تیمم جائز ہے، ماتن کا قول ونحوہا یعنی دونوں کی مثل یعنی شدید سردی اہ ملتقطا۔ (ت)	شرط لافتراضها اقامة بصر و صحة و الحق بالمریض المریض والشیخ الفانی وحرية وذكورة وبلوغ وعقل ووجود بصر وقدرته على البشی وعدم حبس و خوف ومطر شديد ودحل وثلج ونحوهما¹ اہ ملخصاً فی ردالمحتار قوله المریض، هذا ان بقى المریض ضائعاً بخروجه في الاصح حلیة وجوهرة²، قوله وعدم خوف ای من السلطان اولص، منح، قال فی الامداد ویلحق به المفلس اذا خاف الحبس كما جاز التییم به قوله ونحوهما ای کبرد شدید³ اہ ملتقطاً

جو شخص شہر میں ان صفات کا جامع اور ان موانع سے خالی ہو اور وہاں عید روجہ شرعی ہو پھر نہ پڑھے تو گنہگار اور شرعاً مستحق سزا و تعزیر ہوگا لار تکابہ معصیۃ لاحد فیہا (کیونکہ یہ ایسی معصیت کا ارتکاب ہے جس میں حد نہیں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم مسئلہ ۱۴۲۲: از رام پور متصل مراد آباد محلہ ملا ظریف گھیر فرنگن محل مرسلہ مولوی ریاست حسین صاحب ۴ رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ

اس بارے میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ عیدین کی تکبیرات زائد کس سال شروع ہوں اور ان کی علت کیا ہے؟	چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ تکبیرات زوائد عیدین بکدام سال مشروع شدہ اند و علتش چہ بود؟

¹ در مختار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۲

² ردالمحتار مطلب فی شروط الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۶۰۲

³ ردالمحتار مطلب فی شروط الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۶۰۳

الجواب:

نماز عید ہجرت کے سال اول میں شروع ہوئی، در میں ہے کہ نماز عید ہجرت کے پہلے سال شروع ہوئی، اور وہ شرع میں معروف نہ ہوئی تھی، مگر اسی سلوب و طریقہ پر، اور تکبیرات میں حکمت دینی سرور کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل ہے کہ تم اس مدت (رمضان) کو مکمل کرو اور اللہ کی عطا کردہ ہدایت پر اللہ کی بڑائی بیان کرو، یہ عید الفطر میں ہے، اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے تم اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایت پر تکبیر کہو اور محسنین کو بشارت دو، یہ عید الاضحیٰ کے بارے میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)	تشریح نماز عید در سال اول از ہجرت ست فی الدر شرع فی الاولی من الهجرة و او معروف نہ شد در شرع مگر بھیں نہج و وضع و حکمت در تکبیرات اظہار سرور دینی و امتثال قول او تعالیٰ ست عز جلالہ وَلْيُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلْيُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاهُمْ¹ هَذَا فِي عِيدِ الْفِطْرِ وَقَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ لْيُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاهُمْ² وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ³ فِي عِيدِ الْاَضْحَى۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۲۲: سائل مذکورہ بالا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر بلا عذر عید روز اول نہ پڑھیں تو روز دوم مع الکرہت جائز ہے جیسا کہ بعض خطبوں میں لکھا ہے یا اصلاً صحیح نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

نماز عید الفطر میں جو بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر روارکھی ہے وہاں شرط عذر صرف نفی کرہت کے لئے نہیں بلکہ اصل صحت کے لئے ہے یعنی اگر بلا عذر روز اول نہ پڑھے تو روز دوم اصلاً صحیح نہیں، نہ یہ کہ مع الکرہت جائز ہو، عامہ معتبرات میں اس کی تصریح ہے مصنف خطبہ کہ شخص مجہول ہے قابل اعتماد نہیں اسے نماز عید الاضحیٰ سے اشتباہ گزرا کہ وہاں دوروز کی تاخیر بوجہ عذر بلا کرہت اور بلا عذر بوجہ کرہت روا ہے۔

در مختار میں ہے کہ عذر مثلاً بارش کی وجہ سے فقط دوسرے دن زوال تک مؤخر کی جاسکتی ہے اور عید الفطر کے احکام عید الاضحیٰ کی طرح ہیں لیکن عید الاضحیٰ	فی الدر لمختار وتأخر كمطر الى الزوال من الغد فقط واحكامها احكام الاضحي لكن يجوز تأخيرها الى آخر ثالث ايام النحر

¹ القرآن ۱۸۵/۲

² القرآن ۳۷/۲۲

کو بلا عذر ایامِ نحر کے تیسرے دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے، ہاں کراہت ہے اور عذر ہوگا تو کراہت نہیں ہوگی، یہاں عذر کا ہونا نفی کراہت کے لئے ہے اور عید الفطر میں صحت کے لئے اہ تلخیصاً نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں علامہ شرنبلالی فرماتے ہیں کہ عذر کی وجہ سے عید الفطر کو دوسرے دن تک مؤخر کیا جاسکتا ہے، عذر کی قید جواز کے لئے ہے نفی کراہت کے لئے نہیں، تو جب عذر نہ ہو تو دوسرے دن میں نماز صحیح نہ ہوگی اہ ملتقطاً، مجمع الانہر میں فاضل ششی زادہ کہتے ہیں کہ اضحیٰ میں عذر نفی کراہت اور فطر میں جواز کے لئے ہے، شرح نقایہ للشمس قسستانی میں ہے کہ اگر نماز عید بغیر عذر کے چھوڑ دی تو ساقط ہو جائے گی، خزانہ میں بھی اسی طرح ہے اہ شرح منیہ کبیر للعلامہ حلبی میں ہے کہ عید الاضحیٰ کی نماز دوسرے اور تیسرے دن بھی جائز ہے خواہ عذر کی وجہ سے مؤخر ہوئی یا بلا عذر، لیکن نماز عید الفطر اگر پہلے دن کسی عذر کی وجہ سے ادا نہ کی جاسکی تو فقط دوسرے دن پڑھی جاسکتی ہے اہ فتاویٰ خانہ میں ہے کہ اگر کسی عذر کی وجہ سے عید الفطر پہلے دن رہ گئی تو دوسرے دن

بلا عذر مع الکراہۃ وبہ ای بالعذر بدونها فالعذر هنا نفی الکراہۃ وفي الفطر للصحة¹ اہ ملخصاً وفي نور الایضاح وشرحه مراقی الفلاح كلاهما للعلامة الشرنبلالی تؤخر صلوة عيد الفطر بعذر الى الغد فقط وقيد العذر للجواز لان نفی الکراہۃ فاذا لم یکن عذر لاتصح فی الغد² اہ ملتقطاً وفي مجمع الانهر للفاضل شیخی زاده العذر فی الاضحی لنفی الکراہۃ وفي الفطر للجواز³ وفي شرح النقایۃ للشمس القہستانی لو ترکت بغیر عذر سقطت کما فی الخزانۃ⁴ اہ ففی شرح المنیۃ الکبیر للعلامۃ الحلبي صلوة عيد الاضحی تجوز فی الیوم الثانی والثالث سواء اخرت بعذر او بدونه اما صلوة الفطر فلا تجوز الا فی الثانی بشرط حصول العذر فی الاول⁵ اہ وفي الفتاوی الخانیۃ ان فاتت صلوة الفطر فی الیوم الاول بعذر یصلی فی الیوم الثانی وان فاتت بغیر عذر لا یصلی فی الیوم الثانی

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۶/۱

² مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی باب احکام العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۳۹۳

³ مجمع الانهر شرح ملتقى الأبحر باب صلوة العیدین مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۷۵

⁴ جامع الرموز فصل فی العیدین مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۷۵

⁵ غنیۃ المستملی شرح منیۃ الصلی باب العیدین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۷۱

فان فأت في اليوم الثاني بعذر او بغير عذر لا يصلي بعد ذلك واما عيد الاضحى ان فأت في اليوم الاول بعذر او بغير عذر يصلي في اليوم الثاني فان فأت في اليوم الثاني بعذر او بغير عذر يصلي في اليوم الثالث فان فأت في اليوم الثالث بعذر او بغير عذر لا يصلي بعد ذلك¹ وفي الهندية عن تبیین الامام الزيلعي، العذر ههنا لنفي الكراهة حتى لو اخروها الى ثلاثة ايام من غير عذر جازت الصلوة وقد اساء اوفي الفطر للجواز حتى لو اخروها الى الغد من غير عذر لا يجوز² انتهى ومثله في رمز الحقائق للعلامة العيني۔	ادا کی جائے اور اگر عذر نہ تھا تو دوسرے دن نہیں پڑھی جاسکتی، اور اگر دوسرے دن بھی نہ پڑھی جاسکتی خواہ عذر تھا یا نہیں، تو اس کے بعد نہیں پڑھی جاسکتی، باقی نماز عید الاضحیٰ اگر عذر یا بغیر عذر پہلے دن رہ گئی تو دوسرے دن پڑھ لی جائے، اگر دوسرے دن فوت ہو گئی عذر تھا یا نہ تھا تو تیسرے دن پرھ لی جائے، اور اگر تیسرے دن بھی رہ گئی خواہ عذر تھا یا نہ تھا تو اس کے بعد ادا نہیں کی جاسکتی، ہندیہ میں امام زیلعی کی تبیین سے ہے کہ یہاں عذر نفی کراہت کے لئے ہے، حتیٰ کہ اگر بغیر عذر کے تین دن نماز مؤخر کر دی تو اب بھی نماز جائز البتہ تاخیر کر کے بُرا کیا اور فطر میں عذر جواز کے لئے ہے حتیٰ کہ اگر بغیر عذر کے نماز دوسرے دن تک مؤخر کی تو اب اس کی ادائیگی جائز نہ ہوگی انتہی، علامہ عینی کی رمز الحقائق میں اسی طرح ہے۔ (ت)

بالجملہ اس کا خلاف کتب متداولہ میں فقیر کی نظر سے کسی روایت ضعیفہ میں بھی نہ گزرا۔

اللهم الا ما رأيت في جواهر الاخلاط من قوله اذا فأت صلوة عيد الفطر في اليوم الاول بعذر او بغيره صلى في يوم الثاني ولم يصل بعده اه فيظن ان يكون خلطاً من الاخلاط فاني رأيت له غير ما مسئله خالف فيها الكتب المعتمدة والاسفار المعتمدة او يكون من خطأ النسخ۔ والله تعالى اعلم	مگر یہ کہ میں نے جواہر اخلاطی میں یہ عبارت دیکھی کہ جب نماز عید الفطر پہلے دن فوت ہو خواہ عذر تھا یا نہ تھا دوسرے دن ادا کی جائے اور اس کے بعد نہیں پڑھی جاسکتی اھ تو گمان یہ ہے کہ اخلاطی کا خلط ہے کیونکہ میں نے متعدد مسائل میں دیکھا ہے کہ وہ کتب معتمدہ اور اسفار معتبرہ کے خلاف لکھتے ہیں یا یہ کاتب کی غلطی ہو سکتی ہے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

¹ فتاویٰ قاضی خاں باب صلوة العیدین مطبوعہ منشی نوکسور لکھنؤ ۸۸/۱

² فتاویٰ ہندیہ باب صلوة العیدین نوری کتب خانہ پشاور ۱۵۳ / ۱

مسئلہ ۱۴۲۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ میں ایک دن ایک ہی خطبہ ہے دو امام نے دو جماعت نماز پڑھائی ان میں سے پہلے امام نے مع خطبہ نماز پڑھائی اور ثانی امام نے بدون خطبہ کے نماز ادا کی اب ان دونوں جماعتوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو دونوں کی جائز ہوئی یا ایک کی، اور اگر ایک جائز ہوئی تو پہلے کی یا ثانی کی، اور اگر ناجائز ہے تو دونوں کی ناجائز ہے یا ایک کی؟ اگر ایک ہے تو پہلے کی یا ثانی کی؟ بینوا بحوالہ الکتب و توجروا یوم الحساب (کتاب کے حوالے کے ساتھ بیان کرو اور حساب کے دن اجر پاؤ ت)

الجواب:

اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے دونوں جائز ہو گئیں اگرچہ امام دوم نے ترک سنت کیا کہ عیدین میں خطبہ ہے فرض و شرط نہیں تو اس کا ترک موجب ناجوازی نہ ہوگا البتہ موجب اساءت و کراہت ہے۔

در مختار میں ہے کہ عیدین کی نماز ان لوگوں پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم اور خطبہ کے علاوہ تمام شرائط بھی جمعہ والی ہی ہیں کیونکہ عید کے بعد خطبہ سنت ہے، ردالمحتار میں ہے کہ بحر میں ہے حتیٰ کہ اگر بالکل خطبہ دیا ہی نہیں تو نماز صحیح ہوگی لیکن ترک سنت کی وجہ سے برا کیا۔ تنویر میں ہے کہ شہر میں بالاتفاق متعدد مقامات پر عید ادا کی جاسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)	فی الدر المختار تجب صلواتہما علی من تجب علیہ الجمعة بشرائطها المتقدمة سوى الخطبة فانها سنة بعدها¹ فی ردالمحتار قال فی البحر حق لو لم یخطب اصلا صح واساء لتروک السنة² فی التنویر تؤدی بمصر بمواضع اتفاقا³۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۲۵ تا ۱۴۲۶: از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاک خانہ بدیعار بازار موضع قاضیہ گاؤں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں:

(۱) جس جگہ میں عید کی نماز کے واسطے احتیاط نہیں بلکہ بیچ یا چھ ماہ تک پانی کے نیچے ڈوبا ہوا رہتا ہے

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

² ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۲۱۱

³ تنویر الابصار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

اور باقی چھ ماہ بکریاں اُسی جگہ میں چرتی ہیں اور وہ جگہ خراجی ہے وقفی نہیں، تو اس جگہ کو شرع میں عید گاہ کہتے ہیں یا نہیں اور اس میں نماز عید درست ہے یا نہیں؟

(۲) عید کے دن بعد نماز عید کے مصافحہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر مصافحہ کریں تو حرام ہے یا نہیں؟ اور معافقہ کرنا بھی درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) اگر وہ زمین کسی شخص کی ملک ہے اور اس نے نماز عید کے لئے وقف نہ کی تو وہ عید گاہ نہ ہوگی،

فان مصلی العید عرفاھو عادی الارض المقرر من جهة سلطان الاسلام او جماعة مسلمی البلد لصلوة العید او للمملوک الموقوف لها من جهة المالك۔	کیونکہ عید گاہ عرفاً زمین کا وہ ٹکڑا ہے جسے بادشاہ اسلام یا مسلمانوں کی ایک جماعت نے نماز عید کے لئے چھوڑا ہو یا وہ مالک کی طرف سے نماز عید کے لئے وقف ہو۔ (ت)

ہاں باجائز مالک اُس میں نماز درست ہے،

فانه ليس المسجد ولا الوقف من جهة شرائط صحة صلوة اصلا، صلوة العید كانت او الجمعة او غير ذلك كما نصوا عليه في كتب المذهب۔ والله تعالى اعلم	کیونکہ نہ مسجد اور نہ صحت صلوة کے لئے شرائط وقف کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے خواہ وہ نماز عید ہو یا جمعہ یا اس کے علاوہ کوئی نماز ہو جیسا کہ کتب میں فقہاء نے تصریح کی ہے۔ (ت) والله تعالى اعلم

(۲) بعد نماز عید مصافحہ و معافقہ دونوں درست ہیں جبکہ کسی منکر شرعی پر مشتمل یا اس کی طرف منجر نہ ہوں جیسے خوبصورت امر، اجنبی محل قتنہ سے معافقہ بلکہ مصافحہ بھی کہ بحالت خوف قتنہ اس کی طرف نظر بھی مکروہ ہے نہ کہ مصافحہ نہ کہ مضائقہ،

كما في الدرالمختار وغيره من معتمدات الاسفار وتفصيل المسائل موكول الى رسالتنا وشاح الجيد في تحليل معانقه العید۔ والله تعالى اعلم۔	جیسا کہ در مختار جیسی معتبر کتب میں ہے اور اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "وشاح الجید فی معانقۃ العید" میں خوب ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۲۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر ہلال شوال دن چڑھے تحقیق ہو اور بارش شدید ہو بعض اہل شہر نماز عید پڑھیں بعض بسبب بارش نہ پڑھیں تو جماعت باقیماندہ دوسرے دن

ادا کریں یا اب انھیں اجازت نہ دی جائے گی کہ نماز ہو چکی، اور قسمستانی میں ہے:

اذا صلى الامام صلواته مع بعض القوم لا يقضى من فائت تلك الصلوة عنه لافي اليوم الاول ولا من الغد ¹ انتهي بينوا توجروا۔	جب امام نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھادی تو جن کی نماز فوت ہو گئی وہ اسے قضا نہیں کر سکتے، نہ پہلے دن اور نہ دوسرے دن۔ انتہی (ت) بینوا توجروا

الجواب:

اللهم هداية الحق والصواب (اے اللہ! حق اور صواب کی توفیق عطا فرما۔ ت) صورۃ مستفسرہ میں جماعت باقیماندہ بیشک دوسرے دن ادا کرے عید الفطر میں بوجہ عذر ایک دن کی تاخیر جائز ہے اور بارش عذر شرعاً مسموع،

في الدر المختار و توخر بعذر كمطر الى الزوال من الغد فقط ² انتهي	در مختار میں ہے عذر کی وجہ سے نماز فطر فقط دوسرے دن تک مؤخر کی جائے گی جیسے بارش۔ انتہی (ت)

اور صلوٰۃ عید میں جواز تعدد متفق علیہ ہے بخلاف جمعہ کہ اس میں خلاف ہے اور رائج جواز،

في الدر المختار تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة اتفاقاً ³ اه	در مختار میں ہے کہ ایک شہر میں بالاتفاق متعدد مقامات پر نماز عید ادا کی جاسکتی ہے (ت) اه

تو ادائے بعض اہل شہر سے بعض دیگر کو دوسرے روز پڑھنا کیونکر ممنوع ہو سکتا ہے، کلام قسمستانی وغیرہ اس صورت میں ہے جب عامہ اہل بلد پڑھ لیں اور ایک آدمی باقی رہ جائے کہ نماز عید بے جماعت مشروع نہیں ناچار پڑھنے سے باز رہے گا، ہدایہ کی تعلیل اس پر صاف دلیل،

قال من فائتته صلوة العيد مع الامام لم يقضها لان الصلوة بهذه الصفة لم تعرف قربة الا بشرائط لا تتم بالنفرد ⁴ اه	فرمایا جس کی نماز عید امام کے ساتھ فوت ہو گئی وہ اسے قضا نہیں کر سکتا کیونکہ اس طرح کی نماز شرائط کے ساتھ مشروع ہے اور وہ شرائط تنہا ہونے کی صورت میں پوری نہیں ہوتیں (ت) اه

¹ جامع الرموز فصل في صلوٰۃ العیدین مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱۱/ ۷۴۷

² در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۱۱/ ۱۱۶

³ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہائی دہلی ۱۱/ ۱۱۶

⁴ الہدایۃ باب العیدین المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱۱/ ۱۵۴

اور عبارت تنویر الابصار مورث تنویر الابصار امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ غزی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ابتداءً اس مسئلہ کو ایسے پیرا میں ادا فرمایا وہم واہم، راہ نہ پائے،

یہاں انھوں نے کہا تنہا نماز نہ پڑھے جب امام کے ساتھ فوت ہو گئی اھ (ت)	حيث يقول ولا يصليها وحده ان فاتت مع الامام ¹ اھ

یونہی امام حافظ الدین ابوالبرکات نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ کا اپنے متن و شرح وافی و کافی میں ارشاد ازالہ اوہام ایقظ افہام کے لئے کافی و وافی،

نہ قضا کی جائے اگر امام کے ساتھ رہ گئی ہو یعنی امام نے نماز عید پڑھادی اور ایک شخص کی فوت ہو گئی تو وہ اسے قضا نہ کرے کیونکہ یہ نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معمول کے مطابق ہی مشروع ہے اور آپ نے اسے جماعت ہی سے ادا فرمایا لہذا اب اس صفت کے علاوہ اسے ادا نہیں کیا جاسکتا اھ ملخصاً (ت)	لم يقض ان فاتت مع الامام اي صلى الامام العيد وفاتت من شخص فانها لا تقضى لانها ماعرفت قربة الابفعله عليه الصلوة و السلام وما فعلها الابالجماعة فلا تؤدى الابتلك الصفة ² اھ ملخصاً

علامہ بدر الدین محمود عینی رمز الحقائق میں فرماتے ہیں:

امام نے جماعت کروادی لیکن اس شخص نے نہیں پڑھی تو اب وہ قضا نہ کرے نہ وقت کے اندر نہ بعد میں کیونکہ یہ کچھ شرائط کے ساتھ مشروع تھی اور وہ اکیلا ہونے کی صورت میں پوری نہیں ہوتیں اھ (ت)	صلاها الامام مع الجماعة ولم يصلها هو لا يقضيها الا في الوقت ولا بعده لانها شرعت بشرائط لا تتم بالمنفرد ³ اھ

متخلص میں زیر قول کنز، لم تقض ان فاتت مع الامام (قضا نہ کی جائے اگر امام کے ساتھ رہ گئی ہو۔ ت) لکھتے ہیں:

معنی اس کا یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے امام کے ساتھ نماز عید نہیں پڑھی تو وہ اب تنہا قضا نہ کرے (ت)	معناه لو لم يصل رجل مع الامام لم يقضها منفرداً ⁴ ۔

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۶

² کافی شرح وافی

³ رمز الحقائق باب فی احکام صلوٰۃ العیدین مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵۸/۱

⁴ متخلص الحقائق باب فی احکام صلوٰۃ العیدین کانشی رام پرنٹنگ پریس، لاہور ۲۹۹/۱

یا تو یہ معنی ہیں کہ امام معین ماذون من السلطان ادا کر چکا اور ان باقیماندہ میں کوئی مامور نہیں، اقامت کون کرے، فاضل محقق حسن شرنبالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں اس طرف ناظر

اذ قال من فاتته الصلوة فلم يدركها مع الامام لا يقضيها لانها لم تعرف قربة الابشرائط لاتتم بدون الامام اى السلطان او مأموره ¹ ۔	کیونکہ انھوں نے کہا ہے کہ جو نماز امام کے ساتھ نہ پڑھ سکا وہ اب قضا نہ کرے کیونکہ یہ نماز شرائط کے ساتھ مشروع ہے اور وہ امام یعنی سلطان یا اس کے نائب کے بغیر پوری نہیں ہو سکتی (ت)

اس لئے فاضل سید احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

ای وقد صلاها الامام او مأموره فان كان مأمورا باقامتها له ان يقبها ² اقول: وقد يشير اليه تعريف الامام في عبارة النقاية المذكورة وغيرها كما لا يخفى على العارف باساليب الكلام۔	یعنی امام یا اس کے نائب نے نماز پڑھادی پس اگر وہ امامت عید کے لئے مامور تھا تو وہ اسے پڑھا سکتا ہے (ت) اقول: اس کی طرف عبارت نقایہ وغیرہ میں ہیں جو امام نے تعریف کی ہے وہ بھی اشارہ کرتی ہے جیسا کہ کلام کے اسالیب کے ماہر پر مخفی نہیں۔ (ت)

بہر طور عبارت جامع الرموز سے بدیں وجہ کہ نماز ایک بار ہو چکی باقیماندہ لوگوں کے لئے ممانعت تصور کرنا محض خطا اقول بلکہ اگر نظر سلیم ہو تو وہی عبارت بعینہا مانحن فیہ میں جواز پر دال، کہ اس میں صرف دوسرے ہی دن کی نسبت ممانعت نہیں بلکہ جب امام جماعت کرچکے تو اس روز بھی نہ پانے والے کو منع کرتے ہیں حیث قال لانی الیوم الاول ولا من الغد (نہ پہلے اور دوسرے دن۔ ت) اور اول بیان ہو چکا کہ تعدد جماعت عیدین میں بالاتفاق جائز اور معلوم ہے کہ یہ تعدد تاخر سے خالی نہیں ہوتا اگر عبارت مفرج، نقایہ کے یہ معنی ہوتے کہ جب ایک جماعت پڑھ لے تو دوسروں کو مطلقاً اجازت نہیں تو یہ تعدد کیونکر روا ہوتا اور نماز عید کا بھی حکم اس امر میں اُس کے مذہب پر جو تعدد جمعہ روا نہیں رکھتا، مانند نماز جمعہ ہو جاتا یعنی جماعت سابقہ کی تو نماز ہو گئی باقی سب کی ناجائز کما فی الدر المختار علی المروج فی الجمعة لمن سبق تحریمتہ (جیسا کہ در مختار میں مروج قول کے مطابق ہے کہ جمعہ ان لوگوں کا ہے جن کی تحریمہ پہلے ہو۔ ت) تو بالیقین معنی کلام وہی ہیں جو ہم نے

¹ مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب احکام العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۹۲

² حاشیہ الطحاوی علی مراقی الفلاح باب احکام العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۹۲

بیان کئے اور قاطع شغب یہ ہے کہ در مختار میں در صورت فوت مع الامام تصریح کی:

لو امکنہ الذہاب الی الامام الآخر فعل لانہا تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقاً ^۱ ۔	اگر دوسرے امام کی طرف جانا ممکن ہو تو چلا جائے کیونکہ ایک شہر میں بالاتفاق متعدد جگہوں پر نماز عید ادا کی جاسکتی ہے (ت)

حاشیہ طحاوی علی مراتب الفلاح میں ہے:

لو قدر بعد الفوات مع الامام علی ادرا کہا مع غیر فعل للاتفاق علی جواز تعددہا ^۲ ۔	اگر ایک امام کے ساتھ فوت ہونے کے بعد دوسرے امام کے ساتھ نماز ادا کی جاسکتی ہے تو نمازی وہاں چلا جائے کیونکہ متعدد مقامات پر عید کے جواز پر اتفاق ہے (ت)

دیکھو نص فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے نہ پڑھے تو دوسرے امام کے پیچھے پڑھے اور حالِ عذر میں روز اول و دوم یکساں، آج پڑھے تو کل کون مانع، مگر یہ ضرور ہے کہ جو امام عیدین و جمعہ کے لئے مقرر ہوا اسے بھی فوت ہوئی ہو کہ اہمیت کے لئے امام معین مل سکے اور اگر مقرر کردہ امام سب پڑھ چکے اور بعض لوگ رہ گئے تو یہ بیشک نہیں پڑھ سکتے نہ آج نہ کل واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والیہ المآب۔

مسئلہ ۱۴۲۸ھ/۱۴۳۱ھ: از پبلی بھیت مدرستہ الحدیث جناب مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمہ اللہ تعالیٰ ۸ ذی الحجہ ۱۴۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں:

(۱) اگر حاکم وقت نے عام طور پر اجازت دے دی کہ تم لوگ فلاں زمین پر اپنی عید گاہ بنا لو یا بلا اجازت عید گاہ بنانے کے، فقط دو گانہ ادا کرنے کی اجازت دی تو ان دونوں صورتوں میں نماز کا ثواب اسی قدر ملے گا جس قدر مسلمان کی وقف کردہ عید گاہ میں ملتا ہے یا اس سے کم؟

(۲) اور صورتِ اولیٰ میں اگر مسلمانوں نے عید گاہ بنالی تو وہ وقف سمجھی جائے گی اور احکام عید گاہ اس کے لئے ثابت ہوں گے یا وہ زمین ملک حاکم پر باقی ہے اور وقف کے احکام جاری نہ ہوں گے؟

(۳) اگر بے اجازت گورنمنٹ گورنمنٹ کی زمین پر نماز عید پڑھی گئی تو نماز بلا کراہت ہو گئی یا نہیں؟

(۴) مصلیٰ اعمیٰ عید گاہ کے مفہوم میں اس کا محاط ہونا داخل ہے جیسے کہ جامع الرموز کی عبارت سے واضح

^۱ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۶/۱

^۲ مراتب الفلاح مع حاشیہ الطحاوی باب احکام العیدین مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۹۲

ہے یا نہیں بلکہ جس جگہ نماز ہو محاط ہو یا نہ ہو وہ عید گاہ ہے۔ بیادینا تو جروا

الجواب:

(۱) ہاں اتنا ہی ثواب ہے، زمین وقف کردہ میں پڑھنا نہ عیدین کے سنن سے ہے نہ مستحبات سے، سنت اس قدر ہے کہ صحرا میں ہو،

وقد كان المصلي في زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم و زمن الخلفاء الراشدين رضي الله تعالى عنهم من عادی الارض بغير وقف ولا بناء -	کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور میں عید گاہ افتادہ زمین تھی، نہ وقف تھی اور نہ تعمیر شدہ تھی۔ (ت)

(۲) صحراؤں جنگلوں کی افتادہ زمینیں بادشاہ کی ملک نہیں ہوتیں وہ اصل ملک خدا اور رسول پر ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حدیث میں ہے:

عادی الارض لله ورسوله ^۱ رواه البيهقي في الشعب عن طاؤس عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وقفاً -	افتادہ زمینیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیں، اسے بیہقی نے شعب الایمان میں طاؤس سے اور انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ موقوفاً روایت ہے (ت)

حاکم وقت نے جب اجازت دے دی اور استر داد کا خوف نہ رہا اور مسلمانوں نے وقف کردی وقف صحیح لازم ہو گئی احکام مصلی اس پر جاری ہوں گے۔ (۳) نماز بلا کراہت صحیح ہے،

لما مر ان الارض لله ورسوله جل وعلا و صلى الله تعالى عليه وسلم -	جیسا کہ گزرا کہ زمین اللہ جل وعلا اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہے۔ (ت)

(۴) محاط ہونا مفہوم مصلی میں داخل نہیں،

لما قد منا ان الصلوة في زمنه و زمن الخلفاء كانت في ارض بيضاء بدون بناء وما	پیچھے ہم نے بیان کیا کہ نماز عید سرورِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات اور خلفاء کے دور

^۱ الجامع الرموز مع فیض التقدير بحوالہ بیہقی حدیث ۵۳۶۳ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۹۸/۴

فی القہستانی فله علی العادة الحادثة بناء قصد به التعریف لا اشتراط بناء - واللہ تعالیٰ اعلم	میں چٹیل میدان میں بغیر کسی عمارت کے ہوتی تھی، اور قہستانی میں جو کچھ ہے وہ عادت معروفہ پر مبنی ہے یہ نہیں کہ بناء کو بطور شرط بیان کیا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم - (ت)

مسئلہ ۱۳۳۲: قاضی عبدالحمید صاحب از قصبہ کیکڑی ضلع اجیر شریف ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فضلاء شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد عید گاہ میں جبکہ مسلمانوں میں رنج ہو اور مذہب غیر ہو تو اس صورت میں نماز عید کی دونوں گروہ اپنے اپنے امام کے ساتھ علیحدہ علیحدہ نماز و خطبہ ایک مسجد میں ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب دوپروردگار اجر دے گا۔

الجواب:

نماز عید مثل نماز جمعہ ہے نماز پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امامت کر سکتا ہے، عیدین اور جمعہ کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اس کا ماذون، اور نہ ہو تو بصورت جسے عام مسلمانوں نے امامت جمعہ و عیدین کے لئے مقرر کیا ہو، ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لئے دو شخص امام مقرر نہیں ہوتے تو جوان میں مقرر نہیں ہے اسکی اور اس کے پیچھے والوں کی نماز نہ ہوگی اور یہاں اختلاف مذہب حنفیت و شافعییت عذر نہیں ہو سکتا، ہاں اگر ایسا اختلاف مذہب ہے کہ ان میں ایک گروہ سُنی اور دوسرا وہابی یا غیر مقلد، تو اس صورت میں اُس امام اور اُس کے مقتدیوں کی نماز باطل محض ہے، اور سنیوں پر لازم ہے کہ اپنا امام اپنے میں سے مقرر کریں انھیں کی نماز نماز ہوگی و بس واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳۳: از شہر محلہ بازار صندل خاں مرسلہ ہدایت اللہ صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

زید عید کی نماز سے پہلے درزی کا کام کرتا رہا، بکرنے کہا کہ زید نے نماز سے پہلے جتنی مزدوری کی وہ حرام ہے اس لئے کہ اس نے جتنا کام قبل از نماز کیا وہ ناجائز تھا، آیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب:

بکر محض غلط کہتا ہے جبکہ زید نے ادائے نماز میں قصور نہ کیا تو نہ قبل نماز کام کرنا حرام تھا نہ بعد نماز نہ اُس اُجرت میں کوئی حرج ہے، ہاں اگر کام کے سبب نماز نہ پڑھتا تو وہ کام حرام ہوتا اُجرت پھر بھی حرام نہ تھی، یہ تو حلت و حرمت کا حکم ہے البتہ مستحب ہے کہ ضرورت نہ ہو تو عید کے دن نماز سے پہلے متعلقات عید کے سوا کوئی دنیوی کام نہ کرے کہ خوشی کا دن ہے نہ کہ محنت کا، اُس دن کا اور دنوں سے امتیاز چاہئے، اسی واسطے ہر گروہ میں اپنی اپنی عیدوں کے دن تعطیل کا معمول ہے پھر بھی یہ کوئی واجب نہیں، اور

ضرورت ہو جب تو کوئی گنجائش کلام ہی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۳۴: نماز عید میں امام نے تکبیر تحریمہ کے بعد سورہ فاتحہ شروع الحمد للہ رب العلمین کہنے کے بعد مقتدی کے یاد دلانے پر تکبیر ثلثہ کہیں اور بعد تکبیرات دوبارہ قرأت شروع کی، اس شکل میں نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

پہلی صورت میں نماز نہ ہوئی دوسری میں ہو گئی، ایسا شخص احق بالاثم نہیں ہو سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۳۵: از پبلی بھیت محلہ شیر مرسلہ حاجی حامد حسین صاحب و عزیز الدین صاحب ۳ شوال ۱۴۳۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین، زید نے ایک مسجد میں جو شہر میں واقع ہے مقتدی بن کر نماز عید الفطر پڑھی، بعد اس کے زید عید گاہ کو گیا اور وہاں بکر امام تھا، اُس سے نماز پڑھاتے وقت اخیر رکعت میں تکبیریں چھوٹ گئی تھیں جس سے نماز فاسد ہو گئی، تب زید نے دوبارہ امام بن کر نماز عید الفطر پڑھائی حالانکہ وہ نماز مقتدی کی حالت میں پڑھ کر گیا تھا، ایسی حالت میں زید کو نماز پڑھانا چاہئے تھا یا نہیں؟ آیا زید کی نماز جو اس نے پیشتر مقتدی ہو کر پڑھی تھی صحیح ہے یا امام کی حالت میں ہے؟ اور دیگر مقتدیان کی نماز جنہوں نے زید کے پیچھے کہ جس نے دوبارہ امام میں نماز پڑھائی اُن کی نماز درست ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

زید کو امامت ہر گز جائز نہ تھی، جن لوگوں نے اُس کے پیچھے نماز پڑھی ان کی نماز باطل ہوئی، اُن میں جو ناواقف تھے ان کی نماز رہ جانے کا وبال بھی زید کے سر رہا، درمختار میں ہے:

لا یصح اقتداء مفترض بمتنفل ولا ناذر بمتنفل	فرض پڑھنے والے کی نفل پڑھنے والے کی اقتداء درست نہیں اور نہ نذر پوری کر نیوالے کی متنفل کی اقتداء۔ (ت)

۱۔

ردالمحتار میں ہے:

لان النذر واجب فیلزم بناء القوی علی الضعیف	کیونکہ نذر واجب ہے لہذا قوی کی ضعیف پر بنا لازم آئے گی۔

ح^۲۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

^۱ در مختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۴

^۲ ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱/۴۲۹

مسئلہ ۱۳۳۶: از سلہٹ ۲۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند محلے کے لوگ مسجد میں جمعہ و عید کی نماز پڑھتے ہیں اور ہر شخص از روئے تغافل و تکاسل وقتِ معین میں حاضر نہیں ہوتے لہذا بعض لوگوں کی نماز فوت ہوتی ہے اس لئے جھگڑا فساد لڑائی برپا کرتے ہیں اب سب محلہ والے مل کر ایک صاحب علم سے مشورہ کیا اُس نے یہ امر کیا کہ تین بنگولہ جلانا مناسب ہے، یکے بعد دیگرے اگر تیسرے بنگولے کے متصل کوئی حاضر نہ ہو تو جھگڑائی نہیں، سب لوگوں نے اس بات پر متفق ہو کر یہ عمل شروع کیا کہ عید کے دن تین بنگولہ جلاتے ہیں اور کہتا ہے کہ یہ واسطے اعلام اور اعلان مصلیوں کے کرتے ہیں، اب یہ بات جب دوسرے کسی صاحب علم نے سنا تو کہا یہ آتش بازی فعل بدعتِ سیدہِ محرمہ ہنود کا کام ہے وہ لوگ اپنے عیدوں تہواروں میں کیا کرتے ہیں، ہر گز جائز نہیں۔

الجواب:

فی الواقع یہ بدعتِ سیدہ ہے اور مشابہت کفار ہے، اس سے بچنا واجب، حدیث اذان میں اس کا فیصلہ ہو چکا، نارونا تو سب رد کردئے گئے اور اذان مقرر فرمائی گئی جس سے اعلائے کلمۃ اللہ ہے، اور عیدین کے لئے تو اذان کا بھی حکم نہیں، احادیث صحیحہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عیدین میں نہ اذان دلوائی نہ اقامت کہلوائی صرف الصلوٰۃ جامعۃ دو بار پکارا جاتا ہے، اسی پر اختصار کریں اور اس سے زائد ہر گز کچھ نہ ہو، تغافل والوں کا وبال اُن پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۷: از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئلہ مولوی رحیم بخش صاحب بنگالی ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عید گاہ میں مسجد کے بستر وغیرہ لے جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

عید گاہ میں مسجد کا مال لے جانا ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۸: از تاراکاندی مدرسہ اسلامیہ پوسٹ پاکند یہ ضلع میمن سگھ مسئلہ محمد عبدالحافظ صاحب مدرس اول تاراکاندی ۲۴

محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عیدین کی نماز کے بعد قبل از خطبہ یا بعد از خطبہ دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو حنفی کتب سے متعدد حوالہ جات سے بیان فرمائیں مولوی اشرف علی کی کتاب بہشتی گوہر میں لکھا ہے

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ ذیل کہ بعد نماز عیدین قبل الخطبہ یا بعد الخطبہ دعا خواستن جائز است یا نہ، بر تقدیر اول دلیلش چہ بحوالہ کتب حنفیہ بانٹھار دلائل متعدد بیان فرمایند در بہشتی گوہر مصنفہ مولوی اشرف علی مرقوم است

کہ اس صورت میں سنت کی پیروی کرتے ہوئے دعا نہ مانگنا بہتر ہے۔	کہ اس صورت میں سنت کی پیروی کرتے ہوئے دعا نہ مانگنا بہتر ہے۔

الجواب:

بہشتی گوہر و بہشتی زیور ہر دو تصنیف ہچو کسے ست کہ ہمہ علمائے کرام حرمین شریفین زاد ہما اللہ شرفاً و تعظیماً بالاتفاق تحریر فرمودہ اند کہ او مرتد ست و آنکہ ہر کہ بر اقوال ملعونہ او مطلع شدہ در کفر او شک آرد خود کافر است و اس کتاب بہا بر بسیاری از مسائل فاسدہ و غلط کاسدہ مشتمل ست دیدن آنہا حرام و موجب ضلالت عوام و دعا بعد نماز عید باتباع سنت عامہ و آثار خاصہ جائز و مستحب است و التفصیل فی رسالتنا سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید، واللہ تعالیٰ اعلم۔	بہشتی گوہر اور بہشتی زیور دونوں کتابیں اس شخص کی ہیں جس کے بارے میں علمائے حرمین (حرمین کو اللہ تعالیٰ زیادہ شرف و تعظیم عطا فرمائے) نے تحریر فرمایا ہے کہ وہ شخص (اپنے کفریہ الفاظ کی وجہ سے) مرتد ہے، اور جو شخص اس کے کفریات پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر ہوگا، یہ بہت سے غلط اور فاسد مسائل پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا حرام ہے اور عوام کی گمراہی کا سبب ہے جبکہ عید کی نماز کے بعد سنت معروفہ اور آثار مخصوصہ کی اتباع میں جائز اور مستحب ہے، اور اس کی تفصیل ہمارے رسالہ "سرور العید فی حل الدعاء بعد صلوٰۃ العید" میں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۳۰، ۱۳۳۹: از تین سو کیا ڈاک خانہ خاص ضلع ڈبر و گڑھ ملک آسام مسئلہ عبد اللطیف ۱۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) اگر تار کی خبر پر افطار کرنا جائز ہو تو عید کی نماز پانے کے سبب دور دراز کے آدمی کی خبر گیری کے لئے ایسے موقع پر ایک روز کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) اور مسلم جماعت کے سردار پر ہیز گار نے کہا آج تار کی خبر سے افطار تو کر لیں گے اگر شرعاً جائز ہو، لیکن ایسے تنگ وقت پڑھنے سے دور دراز کے آدمی سب نماز سے محروم رہیں گے لہذا بہتر ہے کہ دوسرے روز نماز پڑھی جائے تاکہ سب لوگ شامل ہوں اور کوئی محروم نہ رہے، اب بغیر رضا سردار کے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

(۱) تاریکی تو خبر معتبر ہی نہیں اگر شہادت شرعیہ ایسے وقت گزری کہ وقت تنگ ہے شہر میں اطلاع اور لوگوں کا اجتماع متعذر ہے تو دوسرے دن پڑھیں لانہا تو خبر بعد از الغد کما نصوا علیہ (کیونکہ عذر کی وجہ سے نماز عید کو دوسرے دن تک موخر کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اس پر نص ہے۔ ت) اور اگر شہر کے لئے وقت کافی ہے مگر دور دراز کے دیہات کو خبر جانا اور ان لوگوں کا آنا نہیں ہو سکتا تو واجب ہے کہ عید آج کر لیں، دیہاتوں کے لحاظ سے کل کے لئے تاخیر جائز نہیں کہ نماز عید الفطر کی تاخیر بلا عذر گناہ و ممنوع ہے اور دیہاتوں کا نہ آسکنا کوئی عذر ہی نہیں۔ در مختار میں ہے:

تؤخر بعذر کمطر الى الزوال من الغد فقط و الاضحي يجوز تأخيرها الى آخر ايام النحر بلا عذر مع الكراهة وبالعذر بدونها فالعذر هنا لنفي الكراهة وفي الفطر للصحة ¹ ۔	عذر کی وجہ سے فقط دوسرے دن تک موخر کیا جاسکتا ہے مثلاً بارش، اور نماز عید الاضحیٰ کو بغیر عذر کے ایام نحر کے آخری دن تک موخر کیا جاسکتا ہے البتہ کراہت ہوگی، اور اگر عذر ہو تو کراہت بھی نہیں، تو یہاں عذر نفی کراہت کے لئے اور فطر میں عذر صحت کے لئے ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله بعذر كمطر دخل فيه ما اذا لم يخرج الامام وما اذا غم الهلال فشهدوا به بعد الزوال او قبله بحيث لا يمكن جمع الناس ² ۔	ما تن کا قول کہ عذر ہو مثلاً بارش، تو اس میں وہ صورت بھی شامل ہے جب امام نہ آیا ہو اور وہ صورت بھی جب چاند مخفی رہا، اور اس کے نظر آنے پر زوال کے بعد گواہی ملی یا اتنی پہلے کہ لوگوں کا جمع ہونا ممکن نہ تھا۔ (ت)

در مختار میں ہے:

تجب صلواتهما (ای العیدین) علی من تجب علیہ الجمعة ³ ۔	عیدین کی نماز انھیں لوگوں پر لازم ہے جن پر جمعہ لازم ہے۔ (ت)

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۶/۱

² ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۱۸

³ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۳/۱

ردالمحتار میں برہان شرح مواہب الرحمن سے ہے:

وجوبها مختص بأهل المصبر^۱ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس کا وجوب اہل شہر کے لئے مخصوص ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اوپر معلوم ہوا کہ تار پر افطار حرام ہے اور اس پر عید کر کے نماز پڑھنا بھی گناہ اور وہ نماز نہ ہوگی کہ سردار درکنار شریعت ہی کی رضا نہیں کہ پیش از وقت ہے، ہاں اگر شرعی ثبوت ہو جاتا تو دیہاتوں کے لئے تاخیر ناجائز تھی اور دوسرے دن پڑھتے تو نماز ہی نہ ہوتی، ایسی حالت میں سردار کے قول پر عمل ناجائز تھا اسی روز نماز عید پڑھ لینی واجب ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۴۱: از اوجین مکان میر خادم علی اسٹنٹ مرسلہ یعقوب علی خاں صاحب ۹ محرم الحرام ۱۴۰۹ھ

الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على رسوله محمد وآله واصحابه اجمعين چه می فرمایند علما و فضلاء دین دریں مسئلہ کہ نماز عیدین در قصبہ خواہ شہر باشد بجز عید گاہ بشرط تکرار یا ہمیں در مساجد دیگر بگزارد درست است یا ممنوع و بر تقدیر قاضی فاسق نماز را ملک خود قرار داده نماز عید دیگر مساجد شہر را بجماعت حکام بند کنانیدہ و ہدیدی سبب کہ مردمان شہر پس من نماز ادا نمایند پس باقتدائے فاسق نماز درست است یا نہ و حکم قضائے قاضی فاسق پیر وان او چیست بیان فرمایند بالتشریح بحوالہ کتب رحمہ اللہ اجمعین۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور آخرت متقین کی ہے اور صلوة و سلام نازل ہو اللہ کے رسول محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل و اصحاب تمام پر، علماء و فضلاء دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ عیدین کی نماز قصبہ یا شہر میں عید گاہ کے علاوہ بشرط تکرار یا انھیں دیگر مساجد میں ادا کی جاسکتی ہے یا ممنوع ہے، اگر قاضی فاسق نماز کو اپنی ملک سمجھتے ہوئے شہر کی دوسری مساجد میں حکام کو جماعت سے منع کر دیتا ہے تاکہ تمام لوگ میرے پیچھے ہی نماز ادا کریں تو فاسق کی اقتداء میں نماز درست ہوگی یا نہ؟ قاضی فاسق کی قضا کا حکم اور اس کی پیروی کرنے والوں کا کیا حکم ہے، بحوالہ کتب تفصیلاً جواب عطا کریں رحمہ اللہ اجمعین۔

(ت)

الجواب:

عید گاہ کی جانب جانا سنت ہے در مختار میں ہے

رفتن عید گاہ سنت است فی الدر المختار الخروج

^۱ ردالمحتار، باب العیدین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۱۱۱ھ

جماعت عید کے لئے جہانہ (نماز کی وہ جگہ جو جنگل میں بنائی جائے) کی طرف نکلنا سنت ہے اگرچہ جامع مسجد میں لوگوں کی گنجائش ہو، اور یہی صحیح ہے لیکن نکلنا واجب نہیں، اگرچہ شہر کی مسجد میں نماز پڑھ لی تو یقیناً درست ہے اس میں کوئی کمی نہیں اگرچہ سنت کا ترک ہوا ہے، ردالمحتار میں ہے کہ واجب مطلق نکلنا ہے نہ کہ مخصوص عید گاہ کی طرف نکلنا،

اور ایک شہر میں تکرار نماز عید بالاتفاق جائز ہے، درمختار میں ہے کہ ایک شہر میں بالاتفاق متعدد مقامات پر عید ادا کی جاسکتی ہے، فاسق معین کی اقتداء مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہے، اور دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے اور اس درایت سے عدول مناسب نہیں جو روایت کے موافق ہو، علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اور اسی طرح بدعتی کی، جب تک کسی صالح صحیح القراءۃ سلیم العقیدہ کی اقتداء میسر ہو ہر گز کسی فاسق کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اگر ظلماً دیگر مساجد نماز کے لئے بند کر دی گئی ہیں اور اس کی اقتداء کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تو اب مجبوری اور معذوری ہے، اس کا

الیہا ای الجبانۃ لصلوۃ العید سنة وان وسعهم المسجد الجامع هو الصحیح^۱ اما واجب نیست اگرچہ مسجد شہر نماز گزارند قطعاً درست وبے خلل باشد اگرچہ ترک سنت کردہ باشند فی ردالمحتار الواجب مطلق التوجه لا التوجه الی خصوص الجبانۃ^۲ و تکرار نماز عید در مصر واحد بموضع کثیرہ بالاتفاق جائز ست فی الدرالمختار تؤدی بمصر واحد بمواضع کثیرۃ اتفاقاً^۳ و اقتداء بفاسق معین مکروہ تحریمی قریب بحرام ست وهو الذی یقتضیہ الدلیل ولا یعدل عن درایۃ ما وافقتہا روایۃ. علامہ ابراہیم حلبی در غنیہ فرمودہ یکرہ تقدیم الفاسق کراہۃ تحریم و کذا المبتدع^۴ پس تا وقتیکہ نماز پس مصالح صحیح القراءۃ سلیم العقیدہ زہار اقتداء با نکلند اما اگر ظلماً نماز دیگر مساجد بند کردہ شود و جز باقتدائے اور اسے نیابند مجبور باشند و معذور و وبال این ظلم و جبر بر گردن آں فاسق مغرور لا یمکلف اللہ نفساً الا و سعھا^۵ نماز عید از اعظم شعائر اسلام ست بایں علت عارضہ ترکش نتوان گفت فی

^۱ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ۱۱۳/۱

^۲ ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۱۲/۱

^۳ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہبائی دہلی ۱۱۶/۱

^۴ غنیۃ المستملی شرح منیہ المصلی فصل الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۵۱۳/۱

^۵ القرآن ۲/۲۸۶

وبال بھی اس فاسق پر ہی ہوگا اور اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم نہیں دیتا، نماز عید اسلام کے عظیم شعائر میں سے ہے، اس عارضہ کی وجہ سے اسے ترک نہ کیا جائے، ردالمحتار میں معراج کے حوالے سے ہے کہ ہمارے اصحاب نے فرمایا جمعہ کے علاوہ فاسق کی اقتداء نہ کی جائے کیونکہ دوسری نمازوں میں کسی دوسرے کی اقتداء ہو سکتی ہے اہ فتح میں ہے کہ اس بنا پر جمعہ میں بھی اقتداء مکروہ ہے کیونکہ امام محمد کے مفتی بہ قول کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے تو دوسرے مقام کی طرف چلے جانا ممکن ہوا اور یہ جو نصاریٰ کی طرف سے نکاح، امامت جمعہ و اعیاد کے لئے عہدہ قضاء پر مقرر لوگ ہیں، یہ اسم بے مسٹی اور لفظ بے معنی ہیں، ان کی قضا کیا حقیقت رکھتی ہے حکم موجود پر ہوگا اور ان کی قضا خود معدوم ہے جو درحقیقت قضا ہی نہیں، اگر سوال یہ ہے کہ ایسے فاسق لوگوں کو اس عہدہ پر مقرر کرنا کیسا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ ہر گز جائز نہیں، اور امامت کا معاملہ خود اہم ہے، والی بنانے سے مقصد ان کی توثیق و اشہاد ہے جو فاسق سے حاصل نہیں ہوتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ردالمحتار عن المعراج قال اصحابنا لا ينبغي ان يقتدى بالفاسق الا في الجمعة لانه في غيرها يجد اماماً غيره اه قال في الفتح وعليه فيكرة في الجمعة اذا تعددت اقامتها في المصر على قول محمد المفتي به لانه بسبيل الى التحول¹ وائناك برنكاح وامامت جمعہ واعیاد از جانب نصاری و غیر ہم حکام زمانہ مقرر باشند از عہدہ قضا جز اسم بے مسٹی و لفظ بے معنی بہرہ ندارند پس حکم قضائے ایشان چہ گفتہ آید حکم بر موجود باشد و قضائے ایشان خود معدوم ست کہ حقیقت در کنار صورت قضا ہم ندارد آرے اگر مراد آنست کہ فاسق را بایں کار ہا معین کردن جواب آنست کہ ہر گز نشاید حال امامت خود حالے شد و غرض از تولیت آنکہ توثیق و اشہاد ست و آن خود از فاسق حاصل نباشد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۴۲: از دمن خرد ملک پرنگال محلہ کھاراموڑ مرسلہ مولوی محمد ضیاء الدین صاحب ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ کیافر ماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عید گاہ ایک چھوٹی سی بستی میں ۱۲۲۶ھ سے بنی ہوئی ہے، بعض مسلمان اہل شہر کو اپنے محلہ سے ربع میل کے قریب مسافت طے کر کے جانا پڑتا ہے اور بعض اہل محلہ ربع میل سے بھی کم چل کر داخل عید گاہ ہو جاتے ہیں، سال مذکور سے جملہ اہل شہر اُسی عید گاہ میں برابر

¹ ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۱۴۱۱ھ

نماز عید ادا کرتے رہے، حال میں ان اشخاص نے جن سے بہت نزدیک عید گاہ تھی باعث نفسانیت دنیوی کے عید گاہ میں نماز عید پڑھنا ترک کر دیا حالانکہ ان کو کسی نے عید گاہ سے ممانعت بھی نہیں کی، آخر صرف اسی نفسانیت کی بنا پر یا کسی مفسد کے بہکانے سے یہ بات اپنی طبیعت سے گھڑلی کہ ہم بانیان عید گاہ کی طرف والے عید گاہ میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں بایں وجہ ہم نے عید گاہ میں دو گانہ ادا کرنا ترک کر دیا، دو تین سال سے میدان میں جو عید گاہ کے قریب ہے نماز عید پڑھتے تھے اس سال ان کا ارادہ اسی میدان میں دوسری عید گاہ کی تعمیر کا ہے، تو آیا ان چند اشخاص کو صورت مذکورہ بالا میں اپنی جدید گاہ کا ایسے مختصر شہر میں تعمیر کرنا از روئے شرع شریف درست ہے یا نادرست؟ اگر درست ہے تو اب دو عید گاہوں کے ہو جانے سے قلت جماعت عید گاہ سابق موجب کمی ثواب ہے یا نہیں؟ اور باعث قلت ثواب کے ایسی حالت میں بانیان عید گاہ جدید ٹھہریں گے یا نہیں؟ اگر یہ لوگ ٹھہرے تو عید گاہ سابق کو محض نفسانیت دنیوی کے سبب ترک کر دینے والوں کی نیت اور ثواب کثیر کو قلیل کرنے والوں کی بابت ہماری شریعت مطہرہ کیا حکم کرتی ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

نماز عید ایک شہر میں متعدد جگہ اگرچہ بالاتفاق روا ہے مگر ایک شہر کے لئے دو عید گاہ بیرون شہر مقرر کرنا زمان برکت نشان حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اب تک معہود نہیں نہ زہار اس میں شرع مطہر و دین منور کی کوئی مصلحت خصوصاً ایسی چھوٹی بستی میں تو اگر اس میں اس کے سوا کوئی حرج نہ ہوتا تو اسی قدر اس فعل کی کراہت کو بس تھا کہ محض بے ضرورت شرعی و مصلحت دینی خلاف متواتر مسلمین ہے اور ایسا فعل ہمیشہ مکروہ ہوتا ہے، در مختار باب العیدین میں ہے: لان المسلمين توارثوا ثوبه فوجب اتباعهم¹ (کیونکہ یہ مسلمانوں کے ہاں متواتر ہے لہذا ان کی اتباع لازم ہے۔ ت) رد المحتار کتاب الذبائح میں غایۃ البیان سے ہے: توارثه الناس فیکرہ ترکہ بلا عذر² (لوگوں کے ہاں متواتر ہے لہذا اس کا ترک بلا عذر مکروہ ہوگا۔ ت) اور یہیں سے ظاہر کہ تعدد مساجد پنجگانہ پر اس کا قیاس نہیں ہو سکتا کہ وہ خود متواتر و مطلوب فی الشرع ہے، سنن ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے:

¹ در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتہبی دہلی ۱/۱۷۷

² رد المحتار کتاب الذبائح مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۲۰۸

امر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببناء مساجد فی الدور وان تنظف و تطیب ¹ ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہر علاقے میں مسجد کی تعمیر اور ان کی نظافت و طہارت کا حکم دیا۔ (ت)

جب یہ تعمیر مصلحت دینی سے خالی ہوئی اور اس میں کوئی مصلحت دنیوی نہ ہونا بدیہی، تو محض عبث ہوئی اور ایسا ہر عبث ناجائز و ممنوع ہے، ہدایہ میں ہے:

العبث خارج الصلوة حرام فمأظنك فی الصلوة ² ۔	عبث کام نماز سے باہر حرام تو نماز میں کیا حال ہوگا۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

الفرق بین العبث والسفه علی ما ذکرہ بدر الدین الکردی ان السفه مالا غرض فیہ اصلا والعبث فعل فیہ غرض لکن، لیس بشرعی وعبارة غیرہ العبث ما لیس فیہ غرض صحیح لفاعله ³ ۔	عبث اور سفہ میں فرق بقول علامہ بدر الدین الکردی کے یہ ہے کہ سفہ وہ عمل جس میں کوئی غرض نہ ہو اور عبث وہ فعل جس میں غرض ہو لیکن شرعی نہ ہو، دیگر لوگوں کے الفاظ میں عبث وہ فعل ہے جس کے فاعل کی غرض صحیح نہ ہو۔ (ت)

یہ عمارت بے حاجت کی تعمیر ہوئی اور ہر عمارت بے حاجت اپنے بنانے والے پر روز قیامت وبال ہے۔

کما وردت بہ احادیث عند البیہقی عن انس والطبرانی عن واثلة وفیہ عن غیرہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	جیسا کہ اس پر بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، طبرانی نے حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اس سلسلہ میں ان کے علاوہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مرویات ہیں۔ (ت)

جنگل میں بے حاجت شرعی ایک عمارت بنا کر کھڑی کر دینا اسراف ہو اور اسراف حرام ہے قال اللہ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

التَّسْرِيفَ⁴ (اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور اسراف نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ اسراف

¹ سنن ابن ماجہ اتخاذ المساجد فی الدور مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۶

² الہدایۃ باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱۱۹/۱

³ حلیۃ النحلی شرح منیۃ المصلی

⁴ القرآن، ۶/۱۳۱ و ۷/۳۱

کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ت) صورت مستفسرہ میں یہ سب شاعتیں خود اس فعل بے معنی میں موجود تھیں اگرچہ اس کی تعمیر بام نفسانیت نہ ہو اور جبکہ یہ بناء بام نفسانیت ہے جیسا کہ بیان سوال سے ظاہر، تو اس کا مذموم و مردود ہونا خود واضح و روشن ہے کمالا یخفی، واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۴۳: از موضع مچندی ضلع پبلی بھیت مرسلہ حاجی نصیر الدین صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ عید قرباں میں مستحب ہے کہ جب تک نماز نہ پڑھی جائے کھانا نہ کھائے یعنی جو کہ نگاہ رکھے اپنے آپ کو کھانے اور پینے سے اور جماع کرنے سے دن قربانی کے یہاں تک کہ پڑھی جائے نماز عید کی، اب مردمان اہل اسلام دن قربان کے دس ذی الحجہ کو اپنے مکان سے کھانا کھا کر اور حقہ پانی پی کر واسطے نماز عید کے عید گاہ کو جاتے ہیں، یہ حکم نہیں مانتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکم عدولی کرتے ہیں تو ان کے واسطے شرع شریف سے کیا ہے، پس اس امر میں اس سے کیا کہا جائے گا اور نماز ان کی صحیح طور پر ہوگی و یا کوئی نقصان ان کی نماز میں عائد ہوگا۔ بینوا توجروا

الجواب:

اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی حدیث قوی جس طرح سائل نے ذکر کی وارد نہیں، ہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل ثابت ہوا ہے کہ عید قرباں میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھاتے بعد نماز گوشت قربانی سے تناول فرماتے۔

الترمذی وابن ماجہ عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان لا یخرج یوم الفطر حتی یأکل وکان لا یأکل یوما النحر حتی یصلی^۱ ورواہ الدار قطنی فی سننہ حتی یرجع فیأکل من اضحیتہ^۲ صححہ ابن قطن۔ وفی اوسط الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ	ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر کو کوئی چیز کھائے بغیر تشریف نہ لاتے اور یوم النحر کو نماز ادا کر کے تناول فرماتے، اسے دارقطنی نے سنن میں ذکر کیا اور اس سلسلہ میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ یہاں تک کہ نماز سے واپس لوٹے اور اپنی قربانی سے تناول فرماتے، اسے

^۱ جامع الترمذی باب فی صلوة العیدین مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۷۱

^۲ سنن الدار قطنی کتاب العیدین حدیث ۷ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۵۱/۴

تعالیٰ عنہما من السنة ان لا یخرج یوم الفطر حتی یطعم ولا یأکل یوم النحر حتی یرجع ^۱ ۔	ابن قتان نے صحیح قرار دیا، طبرانی کی اوسط میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ سنت یہ ہے کہ یوم الفطر کو کھانے کے بغیر نہ نکلا جائے اور یوم النحر کو نماز سے واپسی پر کھایا جائے۔ (ت)

بہر حال یہ امر استحباً ہی ہے یعنی کرے ثواب، نہ کرے تو حرج نہیں، ایسے امر کے ترک کو حکم عدولی نہیں کہہ سکتے اور نماز میں نقص کا تو کوئی احتمال ہی نہیں، درمختار میں ہے:

یندب تأخیر اکلہ عنہا وان لم یضح ولو اکل لم یکرہ ^۲ اہ باختصار	یوم النحر میں کھانا مؤخر کرنا مندوب ہے اگرچہ قربانی نہ دینی ہو اور اگر کھایا تو اس میں کراہت نہیں اہ اختصاراً (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای یندب الامساك عما یفطر الصائم من صبحہ الی ان یصلی قال فی البحر وہم مستحب ولا یلزم من ترك المستحب ثبوت الکراہة اذ لا بدلہا من دلیل خاص اہ وفی البدائع ان شاء ذاق وان شاء لم یزق والادب ان لا یدوق شیئاً الی وقت الفراغ من الصلوۃ حتی یکون تناولہ من القرابین ^۳ اہ مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم	یعنی نماز کی ادائیگی تک ہر اس شی سے رکنا مندوب ہے جس سے صائم کا روزہ افطار ہوتا ہے، بحر میں فرمایا: یہ مستحب ہے اور ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے لئے مستقل دلیل ضروری ہے اہ بدائع میں ہے اگر چاہے تو چکھ لے اور نہ چاہے نہ چکھے، اور ادب یہی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے کوئی شے نہ کھائے یہاں تک کہ اس کا تناول قربانی کے جانور سے ہو۔ اہ مختصراً واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۴۴: زید بغیر کچھ اپنی رائے ظاہر کرے علمائے حاضرہ کی تحقیق و ثبوت شہادت صحیح جان کر سہ شنبہ کو دس ذی الحجہ یقینی جان کر عید الاضحیٰ کی امامت کرتا ہے لیکن شب سہ شنبہ کو ایک بڑے متدین مستند عالم

^۱ مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی والاوسط باب الاکل یوم الفطر الخ مطبوعہ دار الکتب بیروت ۱۹۹/۲

^۲ درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۶/۱

^۳ ردالمحتار باب العیدین مصطفیٰ البابی مصر ۱/۱۱۸

تشریف لائے اور انھوں نے ثبوت رویت صحیح نہ جان کر سہ شنبہ کو عید نہیں کی، لوگوں سے کوشش کرائی گئی کہ کسی صورت سے مجھ کو ثبوت رویت معلوم ہو جائے تو میں بھی عید کروں مگر کسی سے پتا نہیں چلا جن کے پاس ثبوت گزرا وہ اس قدر فرما کر گئے کہ مجھے سچا جانتے ہیں تو عید کریں ورنہ جواب کچھ نہیں، اس وجہ سے ایک عالم صاحب نے عید نہیں کی ان کے موافق موجود علماء میں سے ایک عالم اور ہو گئے زید امامت و خطبہ سے فارغ ہو کر یوں کہتا ہے کہ دینی بھائیو! آج عید ہے، اور نماز بھی پڑھئے مگر قربانی جو دس گیارہ بارہ کو جائز ہے بجائے سہ شنبہ کے چار شنبہ کو کرو احتیاطاً تو بہتر ہو، اس آخری فقرہ پر سوال ہوتا ہے لوگوں کی جانب سے کہ کیا مطلب احتیاط کا، تو زید جواب دیتا ہے کہ اگر آج قربانی کرو تو جن علماء نے عید نہیں وہ فرمائیں گے کہ قربانی نہیں ہوئی اور اگر چار شنبہ کو کرو گے تو سب بالاتفاق فرمائیں گے کہ صحیح ہے اور اختلاف سے بچنا اولیٰ، زید کا اس فقرہ کے تلفظ سے مجرم شرعی ہے یا نہیں، اور جو لوگ مشورہ کر کے اور لوگوں کو فراہم کر کے اپنے زعم میں زید کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں کوشش بلیغ کرتے ہیں کہ جرم ثابت ہو، یہ لوگ اچھا کام کرتے ہیں یا نا محمود؟

الجواب:

زید اس فقرہ کے سبب مجرم شرعی نہیں کہ احتیاط کرنے اور اختلاف معتبر شرعی سے بچنے کا حکم شرع مطہر میں ہے اتنی بات پر جو اسے ذلیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اچھا کام نہیں کرتے بلکہ گناہ کے ساعی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کل المسلم علی المسلم حرام ماله وعرضه ودمه حسب امرئ من الشرع ان يحقر اخاه المسلم ۱۔ رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	مسلمان کا سب کچھ دوسرے مسلمان پر حرام ہے اُس کا مال، اُس کا آبرو، اس کا خون، آدمی کے بد ہونے کو یہ بہت ہے کہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ اسے ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

البتہ وہ نماز کہ پڑھی اس میں بہت شقوق ہیں جن میں سے شخص یہ کہ اگر وہ جن کو علمائے حاضرہ کہا رسی علماء ہیں نہ کہ فقیہ ماہر جن کے فتوے پر اعتماد جائز ہو، ان کی تحقیق پر وثوق جائز نہ تھا اور اگر اس وقت تک ان کی بات زید کے حق میں لائق وثوق تھی اور جب دوسرے عالم جن کو بڑے متدین متقدم عالم کہا ہے انھوں نے وہ ثبوت صحیح نہ جانا تو زید کو انگلوں کے بیان پر وثوق نہ رہا، اور سہ شنبہ کو دسویں ہونا بے ثبوت ہو گیا، پھر نماز پڑھی تو نماز ہی نہ ہوئی کہ نماز کے لئے جس طرح وقت شرط ہے یونہی اعتقاد مصلیٰ میں وقت آجانا شرط ہے مثلاً اگر صبح کی نماز پڑھی اور اسے طلوع صبح میں شبہ تھا، نماز نہ ہوئی اگرچہ واقع میں صبح ہو گئی ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

¹ سنن ابن ماجہ باب حریم المؤمن وماله مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۰

وکذا يشترط اعتقاد دخول فلو شك لم تصح صلوته وان ظهر انه قد دخل ¹ ۔	اسی طرح اس کے دخول کا اعتقاد بھی شرط ہے لہذا اگر شک ہوا تو نماز صحیح نہ ہوگی اگرچہ ظاہر یہی ہو کہ وقت شروع ہو چکا ہے۔ (ت)

اور اگر وہ قابل وثوق تھے اور اسے وثوق ہی رہا تو قربانی میں احتیاط کی کیا حاجت تھی، اور تھی تو کیا نماز میں احتیاط درکار نہ تھی، عید الاضحیٰ کی نماز بھی بارہویں تک ہو سکتی ہے اگرچہ بلا عذر تاخیر مکروہ ہے، تنویر الابصار میں ہے:

يجوز تأخيرها الى ثالث ايام النحر بلا عذر مع الكراهة وبه بدونها ² ۔ واللہ تعالیٰ اعلم	عذر کے بغیر نماز عید الاضحیٰ کو ایام نحر کے آخر تک مؤخر کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور عذر کی صورت میں بغیر کراہت کے جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۳۵: از کانپور محلہ نئی سڑک مرسلہ حاجی فہیم بخش عرف چھٹن ۱۳ صفر المظفر ۱۳۳۵
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں عمرو نے نماز عید الاضحیٰ اپنی امامت سے کثیر التعداد مقتدیوں کے ساتھ ادا کی، نماز خطبہ کے بعد عمرو نے بوجہ اختلاف رویت قربانی کے لئے بخیال مزید احتیاط ممانعت کی، بکرنے دوسرے روز نماز عید الاضحیٰ مع قلیل التعداد مقتدیوں کے شہر کی ایک مسجد میں پڑھی عمرو نے جو ہنگام ادائے نماز وہاں موجود تھا بکر کی اقتداء میں تکرار نماز کی، پس ایسی صورت میں عمرو کی کون سی نماز واجب اور کون سی نفل ہوگی؟ بینوا تو جروا

الجواب: پہلے دن اگر عمر کو روز عید ہونے میں شک تھا یا بلا ثبوت شرعی عید مان کر نماز عید پڑھی تھی تو وہ نماز ہی نہ ہوئی یہ دوسری ہی واجب واقع ہوئی اور اگر یہ ثبوت شرعی بلا تردد پہلے دن پڑھی تو وہی واجب تھی دوسری بلا وجہ رہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۳۶: از ملک بنگالہ ضلع کمرلہ موضع چاند پور مرسلہ مولوی عبد الحمید صاحب غرہ ۱۳ صفر ۱۳۲۰
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز عید الاضحیٰ کی نیت میں عید الاضحیٰ کہے یعنی یوں کہے نیت ان اصلی اللہ تعالیٰ رکعتی صلوٰۃ العید الاضحیٰ الخ (میں نے نیت کی کہ میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نماز عید الاضحیٰ پڑھ رہا ہوں الخ۔ ت) تو نماز اس کی صحیح ہوگی یا نہیں؟

¹ رد المحتار باب شروط الصلوٰۃ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۲۹۶/۱

² در مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۶

بینوا تو جروا عند اللہ۔

الجواب:

اگرچہ یہ لفظ غلط ہے صحیح صلوٰۃ عید الاضحیٰ ہے مگر نہ نیت زبانی کی نماز میں حاجت ہے نہ وہ نماز کے اندر ہے نہ اس میں فساد معنی ہے، تو اس غلطی کا صحت نماز پر اصلاً اثر نہیں ہو سکتا، دل میں عید الاضحیٰ ہی کا قصد ہے اگرچہ نام میں غلطی کی بلکہ دل میں نماز عید الاضحیٰ کا ارادہ کرتا اور زبان سے عید الفطر بلکہ مثلاً نماز ترواح کا نام نکلتا جسے اس نماز سے کوئی مناسبت ہی نہیں، جب بھی صحت نماز میں شبہ نہ تھا کہ نیت فعل قلب ہے۔ جب قلب کا ارادہ ہے زبان کا کچھ اعتبار نہیں، درمختار میں ہے:

المعتبر فیہا عمل القلب اللازم للارادة فلا عبدة للذكر باللسان ان خالف القلب لانه كلام لانية ¹ ۔	یہاں اعتبار فعل دل کا ہے جو ارادہ کو لازم ہے لہذا زبان کے ذکر کا کوئی اعتبار نہیں اگرچہ اس نے دل کی مخالفت کر دی ہو کیونکہ وہ تو کلام والفاظ ہیں نیت نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فلو قصد الظهر وتلفظ بالعصر سهواً اجزاء کما فی الزاھدی قہستان ² ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اگر ارادہ ظہر کا تھا مگر سہواً عصر کہہ دیا تو نماز ہو جائیگی جیسا کہ زاہدی میں ہے قہستانی، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۴: از شہر بریلی محلہ ملوکپور مسئلہ منشی ہدایت یار خاں صاحب قیس ۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عید گاہ مثل مساجد قابل حرمت و وقعت ہے یا نہیں؟ اس کا حکم حکم مسجد ہے یا نہیں؟ اس احاطہ کے اندر غیر قومیں جوتے پہنچے ہوئے جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اس چار دیواری کے اندر خرید و فروخت ہو سکتی ہے؟ خطبہ کے وقت دکانداروں یا خوانچہ والوں کا گشت اس میں جائز ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بالتشریع اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے۔

الجواب:

عید گاہ ایک زمین ہے کہ مسلمانوں نے نماز عید کے لئے خاص کی، امام تاج الشریعہ نے فرمایا صحیح یہ ہے

¹ در مختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۶

² ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مصطفیٰ البابی مصر ۱/۳۰۵

کہ وہ مسجد ہے اس پر تمام احکام احکام مسجد ہیں نہایہ میں اگرچہ مختار للفتویٰ یہ رکھا کہ وہ عین مسجد نہیں، مگر اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اس کی تنظیف و تطہیر ضروری نہیں، غیر وقت نماز و خطبہ میں اس میں خرید و فروخت قول اول پر مطلقاً حرام ہے اور خرید و فروخت کے لئے اس متعین کرنا بالاتفاق حرام ہے۔

اذ لا يجوز تغيير الوقف عن هياتة فضلا عن ضيعته كما في الهندية وغيرها ¹ ۔	وقف کی ہیئت و حالت میں تبدیلی جائز نہیں چہ جائیکہ اسے ضائع کرنا جائز ہو ہندیہ وغیرہ۔ (ت)

اور یوں کہ اتفاقاً غیر وقت نماز خطبہ میں ایک کے پاس کوئی شے ہو وہ دوسرے کے ہاتھ بیچ کرے، قول دوم پر اس میں حرج نہیں، وقت نماز یا خطبہ میں خوانچہ والوں کا گشت بلاشبہ ممنوع و واجب الانسداد ہے کہ محل استماع و ناقض ہے اور ان کے غیر اوقات میں وہی اختلاف قولین، یونہی کفار کی آمد و رفت خصوصاً جو تاپہنے کہ یہ نجاست سے خالی نہیں ہوتے نہ وہ جنابت سے کماحقہ فی الحلیۃ و بیناہ فی فتاونا (جیسا کہ اس کی تحقیق حلیہ میں ہے اور ہم نے اپنے فتاویٰ میں اسے تفصیلاً بیان کیا ہے۔ ت) در مختار میں ہے:

اما المتخذ لصلوة جنازة او عيد فهو مسجد في حق جواز الاقتداء وان انفصل الصفوف رفقا بالناس لا في حق غيره به يفتي نهاية ²	لوگوں کی سہولت کی وجہ سے عید گاہ اور جنازہ گاہ جواز اقتداء کے حق میں مسجد ہے اگرچہ صفیں متصل نہ ہوں، ہاں اس کے علاوہ میں یہ حکم نہیں، اسی پر فتویٰ ہے۔ نہایہ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال في البحر ظاهره انه يجوز الوطء والبول والتخلى فيه ولا يخفى ما فيه فان الباني لم يعده لذلك فينبغي ان لا يجوز وان حكما بكونه غير مسجد وانما تظهر فائدته في حق بقية الاحكام و حل دخوله للجنب والحائض ³ انتهي	بحر میں ظاہر عبارت بتاری ہے کہ وطی اور بول و التخلی فیہ ولا یخفی ما فیہ فان البانی لم یعدہ لذلك فینبغی ان لا یجوز وان حکما بکونہ غیر مسجد وانما تظهر فائدتہ فی حق بقیۃ الاحکام و حل دخوله للجنب والحائض انتہی

¹ فتاویٰ ہندیہ کتاب الوقف الباب الرابع عشر فی المتفرقات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱۲/ ۱۳۹۰

² در مختار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکبر فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱/ ۱۳۹۳

³ ردالمحتار باب ما یفسد الصلوۃ وما یکبر فیہا مصطفیٰ البانی مصر ۱/ ۱۸۶

اسی میں ہے:

صحیح تاج الشریعة ان مصلی العید له حکم المساجد ^۱ - واللہ تعالیٰ اعلم۔	تاج الشریعة نے عید گاہ کے لئے مسجد کے حکم کی تصحیح کی ہے - (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۴۴۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز عید کو امام نے اس طور ادا کیا کہ پہلی رکعت میں بعد ثناء کے اول قرأت سے چار تکبیریں کہیں، دوسری رکعت میں قبل از قرأت کے چار تکبیریں کہیں اور قرأت کر کے نماز تمام کی پہلی رکعت میں بعد ثناء کے تین تکبیریں کہیں بعد کو قرأت اور دوسری رکعت میں اول میں تین تکبیریں کہیں اور قرأت ادا کر کے نماز تمام کی، تو اس صورت سے نماز عید ہو گئی یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب:

پہلی صورت میں دو باتیں خلافِ اولیٰ کیں چار چار تکبیریں کہنی اور دوسری رکعت قبل قرأت تکبیر ہونی، اور دوسری صورت میں یہی بات خلافِ اولیٰ ہوئی، مگر دونوں صورتوں میں نہ نماز میں نقصان آیا نہ کسی امر ناجائز و گناہ کا ارتکاب ہوا، ہاں بہتر نہ کیا، درمختار میں ہے:

ھی ثلاث تکبیرات فی کل رکعة ولو زاد تابعہ الی ستة عشر لانه ماثور ^۲ ۔	یہ ہر رکعات میں تین تکبیرات ہیں اگر امام اضافہ کر دے تو سولہ تک اس کی اتباع کی جائے کیونکہ یہاں تک منقول ہیں، (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ذکر فی البحران الخلاف فی الاولیة ونحوہ فی الحلیۃ ^۳ ۔	بحر میں ہے کہ اختلافِ اولیٰ ہونے میں ہے، اور اسی طرح حلیہ میں ہے (ت)

ردمختار میں ہے: یوالی ندباً بین القرأتین^۴ (دونوں رکعتوں کی قرأت کو تکبیراتِ زائدہ کے فصل کے بغیر ادا کرنا مستحب ہے۔ ت)

^۱ ردالمحتار باب ما یفسد الصلوة وما یکرہ فیہا مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۸۶

^۲ رد مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۵/۱

^۳ ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۴۱۵/۱

^۴ رد مختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۱۵

ردالمحتار میں ہے:

اشار الی انه لو کبر فی اول رکعتہ جائز لان الخلاف فی الاولویۃ ^۱ ۔	اس میں اشارہ ہے کہ اگرچہ رکعت کی ابتداء میں تکبیر کہہ لی تو جائز ہے کیونکہ اختلاف اولیٰ ہونے میں ہے۔ (ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۳۴۹: از اورنگ آباد ضلع گیامر سلہ محمد اسماعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۵ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید عید الاضحیٰ میں بعد اختتام نماز منبر پر گیا اور خطبہ شروع کیا، اثنائے خطبہ اولیٰ میں مستمعین سے ہی آپ لوگ ذرا زور سے سبحان اللہ پڑھیں۔ سب چپ رہے، پھر دوبارہ سہ بارہ کہہ کر لوگوں کو مجبور کیا کہ کیوں نہیں پڑھتے، تم لوگوں کا منہ کیوں بند ہو گیا، تب لوگوں نے باواز بلند سبحان اللہ پڑھنا شروع کیا پھر لبیک واللہ اکبر کہلوا یا پھر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھوایا پھر نعتیہ خطبہ پڑھ کر منبر پر بیٹھا اور اٹھ کر خطبہ شروع کیا، ابھی خطبہ ثانیہ تمام ہونے نہ پایا تھا کہ لوگوں کو کھڑے ہو کر یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک پڑھنے کو کہا، چنانچہ لوگوں نے اٹھ کر زور زور سے یا نبی سلام علیک مع اشعار اردو و کتب میلاد مروجہ ترنم سے پڑھا اور زید نے پھر کچھ اردو میں دعا مانگی اور خطبہ ثانیہ کو اسی طرح نا تمام چھوڑ دیا آیا یہ فعل موافق سنت متوارثہ ہوا یا خلاف سنت سراسر عبث اور ایسا کرنے والے پر عند الشرع کیا حکم لگایا جائے گا؟ بینوا تو جروا

الجواب:

حالت خطبہ میں کلام اگرچہ ذکر ہو مطلقاً حرام ہے اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام^۲ (جب امام آجائے تو صلوة و کلام نہیں، ت) امام نے جو کچھ کیا سب بدعت شنیعہ سیدہ ہے، اُن جابلوں کا وبال بھی اس پر بغیر اس کے کہ ان کے وبال میں کمی ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من دعا الی ہدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ينقص ذلك من	جس نے کسی اچھی بات کی طرف بلایا اس کو اتباع کرنے کے اجر کی مثل اجر ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی

^۱ ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۶۱۶/۱

^۲ نصب الراية کتاب الصلوة باب صلوة الجمعة مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ الریاض ۲/۲۰۱، فتح الباری کتاب الجمعة مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/۳۳۸

اجورہم شیئاً ومن دعا الى ضلالة كان عليه من الاثم مثل اثام من تبعه لا ينقص ذلك من اثامهم شيئاً¹ رواہ الائمة احمد ومسلم والاربعة عن ابی ہريرة رضي الله تعالى عنه۔ واللہ تعالیٰ اعلم	نہ ہوگی اور جس نے برائی کی طرف بلایا اس پر گناہ ہوگا اتباع کرنے والوں کی مثل، اور ان کے گناہ میں بھی کمی نہ ہوگی، اسے امام احمد، مسلم اور چار ائمہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم



¹ صحیح مسلم باب من سن سنة حسنة او سيئة الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۳۴۱/۲

وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید

۱۳۱۲ھ

(نماز عید کے بعد معانقہ کے جائز ہونے کا ثبوت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریف اللہ کے لئے جس کی عید رحمت ہر دور نزدیک کو محیط ہے، اور جس نے اہل ایمان کی عیدوں کو صفائی وعدہ اور معافی و عید سے بگلگیر کیا، اور بہتر درود اور کامل ترین سلام ہو ان پر جن کی عید جمال (ان کی) عید جود و نوال سے ہم آغوش ہے، جن کا چہرہ زیبا بھی عید اور دست عطا بھی عید، ہر خوش نصیب ان دونوں سے فیروز مند ہے، ان کی آل و اصحاب دونوں جماعتوں پر جو ایام ایمان کی دو عیدیں ہیں اور ہر اس شخص پر جس کی گردن گوہر یقین سے آراستہ قلابہ شہادتین سے ہمکنار ہے، (یہ درود سلام ہوں) جب تک روز و شب باہم بگلگیر اور دونوں عیدیں یکے بعد دیگرے درود پذیر رہیں، اللہ انھیں عید ہائے اسلام اور جنت میں عید دیدار کی مبارکباد سے نوازے۔ (ت)

الحمد لله الذي عيد رحمته وسع كل قريب و بعيد، وجعل اعياد المؤمنين مُعَانَقَةً بصفر الوعد وعفو الوعيد، وافضل الصلوة واكمل السلام على من تعانق عيد جباله بعيد نواله، فوجهه عيد، ويده عيد، يسعد بهما كل سعيد، وعلى حزبي الال والا صحاب الذين هما العيدان لا يام الايمان، وعلى كل من عانق جيده وشاح الشهادتين بجمان الايقان ماتعانق الملوان، وتوارد العيدان، هتأهم الله بأعياد الاسلام، وعيد الروية في دار السلام، ولد له مزيد، والله يبدئ ويعيد،

أَمَّا بَعْدُ چند سال ہوئے کہ روز عید الفطر بعض تلامذہ مولوی گنگوہی نے بعض اہلسنت پر دربارہ معانقہ طعن و انکار کیا کہ: "شرع میں معانقہ صرف قادم سفر کے لئے وارد ہوا، بے سفر بدعت، ناروا، میں نے اپنے اساتذہ سے یوں ہی سنا۔" ان سنیوں نے اس باب میں فقیر حقیر عبدالمصطفیٰ احمد رضا محمدی سُنی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفر اللہ لہ و حَقَّقْ اَمَلہ سے سوال کیا فقیر نے ایک مختصر فتویٰ لکھ دیا کہ احادیث میں معانقہ سفر و بے سفر دونوں کا اثبات اور تخصیص سفر تراشیدہ حضرات ف۔۲۔ بحمد اللہ اس تحریر کا یہ نفع ہوا کہ ان صاحب نے اپنے دعوٰی سے انکار کر دیا کہ: "نہ میں اس تخصیص کا مدعی تھا نہ اپنے اساتذہ سے نقل کیا۔"

خیر یہ بھی ایک طریقہ توبہ و رجوع ہے اور الزام کذب بھی زائل و مدفوع ہے کہ جب اپنے معبود کا کذب ممکن جانیں، کیا عجب کہ اپنے واسطے فرض و واجب مانیں ف۔۳۔

ف۔۱۔ قادم سفر: سفر سے آنے والا۔ (مترجم)

ف۔۲۔ یعنی میں نے اپنے فتوے میں لکھا کہ سفر سے آنے کی حالت اور اس کے علاوہ احوال میں بھی احادیث سے معانقہ کا جائز ہونا ثابت ہے۔ اور معانقہ کا جواز محض آمد سفر کی حالت سے خاص کر نا ان حضرات کی اپنی گھڑی ہوئی بات ہے، حدیث فقہ سے اس پر کوئی معتبر دلیل ہرگز نہیں۔ (مترجم)

ف۔۳۔ جب انھوں نے اپنے دعوے سے انکار کر دیا تو اتنا ظاہر ہو گیا کہ وہ اپنے پہلے قول پر نہ رہے اور جواز معانقہ بلا تخصیص تسلیم کر لیا۔ البتہ ان پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ انھوں نے دروغ گوئی سے کام لیا کہ پہلے ایک بات کہی پھر کچھ سے انکار کر ڈالا۔ مگر دیوبندی حضرات جب اپنے معبود کے لئے جھوٹ بولنا ممکن مانتے ہیں، تو خود ان پر جھوٹ بولنے کا الزام عائد کیا جاسکتا ہے، بعید نہیں کہ وہ اسے اپنے لئے فرض و واجب مانتے ہوں، استاد محترم حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب مراد آبادی علیہ رحمۃ بانی الجامعۃ الاثریہ مبارکپور فرمایا کرتے تھے کہ علمائے دیوبند اور ان کے متبعین کا عقیدہ ہے کہ "خدا جھوٹ بول سکتا ہے مگر بولتا نہیں" اگر خود ان کا بھی یہی حال ہو کہ "جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں" تو ان کے عقیدے کی رو سے شرک اور خدا کے ساتھ اس وصف میں برابری لازم آجائے گی، اس لئے ان کے اپنے عقیدہ و قاعدہ پر "فرض اور ضروری ہے کہ وہ جھوٹ بولیں"۔ اگر "جھوٹ بول سکتے ہیں مگر بولتے نہیں" کی منزل میں رہ گئے تو مشرک ٹھہریں گے۔ (مترجم)

اب اس عید الاضحیٰ ۱۳۱۱ھ میں بعض علمائے شہر کے ایک شاگرد بعض اہلسنت سے پھر اُچھے، انھوں نے پھر وہی فتوے فقیر پیش کیا، خیالات کے پکے تھے ہر گز نہ سلجھے، انھوں نے ان کے استاذ کو فتویٰ دکھایا، تصدیق نہ فرمائیں تو جواب چاہا، مدت تک انکار پھر بعد اصرار وعدہ و اقرار، بالآخر مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالح صاحب صفحہ ۵۳۹ جلد اول پر نشانی رکھ کر ارسال فرمایا، اور بعض عبارات ردالمحتار و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف سے حاشیہ چڑھایا، سائل مُصر ہوئے کہ "جواب ضرور ہے آخر تحقیق حق نامنظور ہے" فقیر نے چند ورق لکھ کر بھیج دیے اور رسالہ میں فتویٰ سابقہ کے ساتھ جمع کئے کہ ناظر دیکھیں، نفع پائیں، فقیر کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں وبالله التوفیق وھدایۃ الطریق۔

اس رسالہ کا بلحاظ فتویٰ سابق و تحریر لاحق دو عید پر انقسام۔ اور بنظر تاریخ مکہ بستم ۲۰ محرم ۱۳۱۲ھ لکھا گیا "وَشَاحُ الْجَيْدِ فِي تَحْلِيلِ مُعَانَقَةِ الْعِيدِ" نام فہم والحمد لله ولی الانعام (اور تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے جو احسان کا مالک ہے (ت۔

عید اول میں فتویٰ اول

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ ۱۲۵۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معانقہ حالت سفر کا بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کہ جو اسے قدوم مسافر کے ساتھ خاص اور اس کے غیر میں ناجائز بتاتا ہے، قول اس کا شرعاً کیسا ہے؟
الجواب:

کپڑوں کے اوپر سے معانقہ بطور برّ و کرامت و اظہار محبت۔ بے فسادیت و موافق شہوت، بالاجماع جائز جس کے جواز پر احادیث کثیرہ و روایات شہیرہ ناطق، اور تخصیص سفر کا دعویٰ محض بے دلیل، احادیث نبویہ و تصریحات فقہیہ اس بارے میں بروجہ اطلاق وارد، اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب اور بے مدرک شرعی تقیید و تخصیص مردود باطل، ورنہ نصوص شرعیہ سے امان اٹھ جائے، کما لا یخفی^۲ (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

ف۱: معانقہ کی تائید مدورہ حسب قاعدہ "ہ" مانی گئی ہے اس لئے اس کا عدد ۴۰۰ نہیں بلکہ ۵ ہوگا اور پورے نام کا عدد ۷۰۷ نہیں بلکہ ۱۳۱۲ ہوگا۔ (مترجم)

ف۲: ان ہی سطور میں اعلیحضرت نے پورے فتوے کا ماحصل اور تمام اعتراضات کا جواب ذکر کر دیا، ان جامع سطور کی قدرے تشریح درج ذیل ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ابن عباسی الدینا کتاب الاخوان اور دیلمی مسند الفردوس اور ابو جعفر عقیلی حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی واللفظ للعقیلی:

انہ قال سألت رسول الله صلى تعالیٰ علیہ وسلم	میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معافۃ کو
عن المعافۃ فقال تحیۃ الامم و	پوچھا، فرمایا: تحیت ہے امتوں کی، اور ان

جوازِ معافۃ کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

(۱) معافۃ کپڑوں کے اوپر سے ہو۔

(۲) نیکی، اعزاز اور اظہارِ محبت کے طور پر ہو۔

(۳) خرابی نیت اور شہوت کا کوئی دخل نہ ہو۔

مذکورہ بالا شرطوں کے ساتھ معافۃ سفر، غیر سفر ہر حال میں جائز ہے۔

دلیل: اس کا ماخذ روایات و احادیث ہیں جن میں قیدِ سفر کے بغیر معافۃ کا ثبوت ہے، جو لوگ صرف آمدِ سفر کے بعد معافۃ جائز بتاتے

ہیں ان کا جواب یہ ہے:

تمام احادیث و روایات میں مطلق طور پر جوازِ معافۃ کا ثبوت ہے، یہ کسی حدیث میں نہیں کہ بس سفر سے آنے کے بعد معافۃ جائز ہے،

باقی حالات میں ناجائز۔ بلکہ بعض احادیث سے صراحۃً آمدِ سفر کے علاوہ حالات میں بھی معافۃ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔

(۴) شریعت کا قاعدہ ہے کہ جو حکم، مطلق اور کسی قید کے بغیر ہو، اسے مطلق ہی رکھنا واجب و ضروری ہے،

(۵) معافۃ کے بارے میں جب یہ حکم مطلق اور قیدِ سفر کے بغیر ہے، تو اسے مطلق رکھتے ہوئے سفر، غیر سفر ہر حال میں

معافۃ جائز ہوگا۔

(۶) ہاں اگر کسی حکم میں خود شریعت کی جانب سے تخصیص اور تفسید کا ثبوت ہو تو اس حکم کو مخصوص اور مقید ضرور مانا جائے گا۔ مگر

معافۃ کے بارے میں سوائے شرائط کے جو ابتدا میں ذکر کی گئیں آمد و سفر وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔

لہذا جوازِ معافۃ کے بارے میں بے دلیل شرعی آمدِ سفر کی قید لگانا محض باطل اور نامقبول ہے۔ (مترجم)

ف: یہاں سے دلیل کی تفصیل فرمائی، سب سے پہلے ایک حدیث ذکر کی جس سے معافۃ کی تاریخ آغاز معلوم ہوتی ہے، پھر فقہ حنفی کے

مستند ماخذ سے وہ نصوص تحریر فرمائے جن کا حاصل ابتداءً رقم فرما چکے۔ (مترجم)

صالح و دھم وان اول من عانق خليل الله ابراهيم 1۔	کی اچھی دوستی، او بیشک پہلے معافقہ کرنے والے ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

خانہ میں ہے:

ان كانت المعانقة من فوق قميص او جبة جاز عند الكل اه ² ملخصاً۔	اگر معافقہ کرتے یا جٹے کے اوپر سے ہو تو سب کے نزدیک جائز ہے اھ ملخصاً (ت)

مجمع الانهر میں ہے:

اذا كان عليهما قميص او جبة جاز بالاجماع ³ اه ملخصاً۔	گر معافقہ کرنے والے دونوں مردوں پر کُرتا یا جُبّہ ہو تو یہ معافقہ بالاجماع جائز ہے اھ ملخصاً (ت)

ہدایہ میں ہے:

قالوا الخلاف في المعانقة في ازار واحد واما اذا كان عليه قميص او جبة فلا باس بها بالاجماع وهو الصحيح ⁴ ۔	طرفین (امام اعظم و امام محمد) اور ابو یوسف میں اختلاف ایک تہہ کے اندر معافقہ کے بارے میں ہے لیکن جب معافقہ کرنے والا کُرتا یا جُبّہ پہنے ہو تو بالاجماع اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

لو كان عليه قميص او جبة جاز بلا كراهة بالاجماع وصححه في الهداية وعليه المتنون ⁵ ۔	اگر اس کے جسم پر کُرتا یا جُبّہ ہو تو بلا کراہت بالاجماع جائز ہے، ہدایہ میں اسی کو صحیح قرار دیا، متون فقہ میں یہی ہے۔ (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

عناقته اذا كان معه قميص او جبة	اس کا معافقہ جب اسی طرح ہو کہ کُرتا یا جُبّہ

¹ کتاب الضعفاء الکبیر ترجمہ نمبر ۱۱۴ عمر بن حفص بن مخرمہ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۵۵/۳

² فتاویٰ خانہ کتاب الخطر والاباحۃ مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ ۸۳/۴

³ مجمع الانهر کتاب الکراہیۃ مطبوعہ بیروت ۵۴/۲

⁴ ہدایہ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۶۶/۴

⁵ در مختار کتاب الخطر والاباحۃ مطبوعہ مجتہبی دہلی ۲/۲۴۴

او غیرہ لم یُکرہ بالاجماع وهو الصحيح ^۱ اہم لخصاً۔	یا کچھ حائل ہو تو بالاجماع مکروہ نہیں، اور یہی صحیح ہے اہم لخصاً (ت)

اسی طرح امام نسفی نے کافی پھر علامہ اسماعیل نابلسی نے حاشیہ درر مولیٰ خسرو وغیرہا میں جزم کیا، اور یہ وقایہ و نقایہ و اصلاح وغیرہا متون کا مفاد، اور شروح ہدایہ و حواشی در مختار وغیرہا میں مقرر ان سب میں کلام مطلق ہے کہیں تخصیص سفر کی ہو نہیں۔ اشیۃ الملتعات میں فرماتے ہیں:

اما معانقہ اگر خوف فتنہ نباشد مشروع است خصوصاً نزد قدم از سفر ^۲ ۔	معانقہ میں اگر فتنے کا خوف نہ ہو تو جائز و مشروع ہے خصوصاً جب سفر سے آ رہا ہو۔ (ت)

یہ "خصوصاً" بطلانِ تخصیص پر نص صریح۔ رہیں احادیث نہیں، ان میں زید کے لئے حجت نہیں کہ ان سے اگر ثابت ہے تو نہیں مطلق۔ پھر اطلاق پر رکھے تو حالتِ سفر بھی گئی، حالانکہ اس میں زید بھی ہم سے موافق۔ اور توفیق پر چلئے تو علماء کرام فرماتے ہیں وہاں معانقہ بروجہ شہوت مراد۔ اور اوپر ظاہر کہ ایسی صورت میں تو بحالتِ سفر بھی مصافحہ بھی ممنوع، تا بمعانقہ چہ رسد^۳۔

ف: یہ اُن احادیث سے استدلال کا جواب ہے جن میں معانقہ سے ممانعت آئی ہے۔ توضیح جواب یہ ہے کہ احادیث میں ممانعت مذکور ہے۔ اب اگر ان سے مطلقاً ہر حال میں ممانعت مراد لیں تو سفر، غیر سفر ہر جگہ معانقہ ناجائز ہوگا جب کہ سفر سے آنے کے وقت مانعین بھی معانقہ جائز مانتے ہیں۔ اس لئے وہ اگر احادیث نہیں ہمارے خلاف پیش کریں تو خود ان کے بھی خلاف ہوں گی۔ لامحالہ جوازِ معانقہ اور ممانعتِ جواز دونوں قسم کی حدیثوں میں تطبیق کرنا ہوگی، اور دونوں کے ایسے معنی لینے ہوں گے جن سے تمام احادیث پر عمل ہو سکے۔ اور تطبیق یوں ہے کہ جہاں معانقہ سے ممانعت ہے وہاں معانقہ بطور شہوت مراد ہے۔ اور جہاں جوازِ معانقہ کا ثبوت ہے وہاں معانقہ بے شہوت و فساد نیت مراد ہے جیسا کہ ہم نے ابتداءً ذکر کیا۔ اور ظاہر ہے کہ معانقہ بطور شہوت تو سفر سے آنے کے بعد بھی ناجائز ہے بلکہ اس طرح تو معانقہ کیا مصافحہ بھی ناجائز ہے۔ احادیث جواز منع کے درمیان تطبیق مختلف فقہاء کرام نے فرمائی ہے علیحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان کا حوالہ کتاب میں پیش کر دیا ہے۔ (مترجم)

^۱ شرح نقایہ (ملا غازی) کتاب الکراہیۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۲۹/۲

^۲ اشیۃ الملتعات باب المصافحۃ والمعانقہ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۰/۱۴

امام فخر الدین زلیحی تبیین الحقائق اور اکمل الدین بابر قی عنایہ اور شمس الدین قسستانی جامع الرموز اور آفندی شیخی زادہ شرح ملتبی
الاجر اور شیخ محقق دہلوی شرح مشکوٰۃ اور امام حافظ الدین شرح وافی اور سیدی امین الدین آفندی حاشیہ شرح تنویر اور مولیٰ
عبدالغنی نابلسی شرح طریقہ محمدیہ میں، اور ان کے سوا اور علماء ارشاد فرماتے ہیں:

(یہ اکمل الدین بابر قی کے الفاظ ہیں) انھوں نے فرمایا شیخ ابو منصور (ماتریدی، اہل سنت کے امام اور حنفیہ کے سردار) نے (معانقہ کے جواز و منع دونوں طرح کی) حدیثوں میں تطبیق دی ہے، انھوں نے فرمایا مکروہ وہ معانقہ ہے جو بطور شہوت ہو۔ اور مصنف (یعنی امام برہان الدین فرغانی صاحب ہدایہ) نے اسی کو ایک تمہید میں معانقہ کرنے سے تعبیر کیا ہے، اس لئے کہ یہ سبب شہوت ہو سکتا ہے، لیکن نیکی اور راعاز کے طور پر کُرتا یا جبہ پہنے ہوئے معانقہ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)	وهذا لفظ الاكمل، قال وفق الشيخ ابو منصور) يعنى الماتريدى امام اهل السنة وسيد الحنفية) بين الاحاديث فقال المكروه من المعانقه ما كان على وجه الشهوة وعبر عنه المصنف (يعنى الامام برهان الدين الفرغانى) بقوله ازارواحد فانه سبب يفضى اليها فاما على وجه البر والكرامة اذا كان عليه قميص او جبة فلا باس به¹

اور کیونکر روا ہو گا کہ بے حالت سفر معانقہ کو مطلقاً ممنوع ٹھہرائے حالانکہ احادیث کثیر میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بار بار بے صورت مذکورہ بھی معانقہ فرمایا ہے۔

ف: یہاں سے استدلال نے ایک دوسرا رنگ اختیار کیا، علیحضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے سولہ احادیث ان کے حوالوں کے ساتھ پیش فرمائی ہیں جن میں اُسی معانقہ کا ذکر ہے جو نیکی، اعزاز اور اظہار کے طور پر ہے۔ خرابی نیت اور مواد شہوت سے ہر طرح دور ہے۔ مگر بے حالت سفر ہے۔ لہذا احادیث سے صراحتاً یہ ثبوت فراہم ہو جاتا ہے کہ صرف قدوم سفر کے بعد ہی نہیں بلکہ دیگر حالات میں بھی معانقہ بلاشبہ جائز درست ہے۔ اور جب خود سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان تمام احوال میں معانقہ کا ثبوت حاصل ہو جاتا ہے تو کوئی دوسرا اسے "بدعت و ناروا" کہنے کا کیا حق رکھتا ہے! (مترجم)

¹ العنایہ مع فتح القدیر شرح ہدایہ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکر ۸/ ۵۸۸

حدیث اول^۱: بخاری و مسلم و نسائی وابن ماجہ بطریق عدیدہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی و هذا اللفظ مؤلف منها دخل حدیث بعضهم فی بعض (آئندہ الفاظ ان متعدد روایات کا مجموعہ ہے، بعض کی احادیث بعض میں داخل ہیں۔ ت)

یعنی ایک بار سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا، حضرت زہرا نے بھیجنے میں کچھ دیر کی، میں سمجھا انھیں ہار پہناتی ہوں گی یا نہلا رہی ہوں گی، اتنے میں دوڑتے ہوئے حاضر آئے، گلے میں ہار پڑا تھا، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست مبارک بڑھائے حضور کو دیکھ کر امام حسن نے بھی ہاتھ پھیلائے، یہاں تک کہ ایک دوسرے کو پٹ گئے، حضور نے "گلے لگا کر" دعا کی: الٰہی! میں اسے دوست رکھتا ہوں تو اسے دوست رکھ اور جو اسے دوست رکھے اسے دوست رکھ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ جہم وبارک وسلم۔

قال خرج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فجلس بفناء بیت فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقال ادعی الحسن بن علی فحبسته شیئاً فظننت انها تلبيسه سخاباً او تغسله فجاء یشدد وفي عنقه السخاب فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ببیده هكذا فقال الحسن ببیده هكذا حتی اعتنق کل منهما صاحبه فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللهم انی احبه، فأحبّه، وأحبّ من یحبّه،¹

حدیث دوم^۲: صحیح بخاری میں امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑ کر ایک ران پر مجھے بٹھا لیتے اور دوسری ران پر امام حسین کو، اور ہمیں "پٹنا لیتے" پھر دعا فرماتے: الٰہی! میں ان پر رحم کرتا ہوں تو ان پر رحم فرما۔

كان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاخذ ببیدی فیقعنی علی فخذہ ویقعہ الحسین علی فخذہ الأخری ویضئناً ثم یقول رب انی ارحبهما فارحبهما²۔

حدیث سوم^۳: اسی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

¹ الصحیح للمسلم باب فضل الحسن والحسین مطبوعہ راولپنڈی ۲/ ۲۸۲

² الصحیح البخاری باب وضع الصبی فی الحجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/ ۸۸۸

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے "سینے سے لپٹایا" پھر دُعا فرمائی: اَللّٰہی! اِسے حکمت سکھا دے۔	صَمَّيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ - فَقَالَ اللَّهُمَّ عَلَيْهِ الْحِكْمَةُ ¹ -

حدیث چہارم^۴: امام احمد اپنی مُسنَد میں یعلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای:

ایک بار دونوں صاحبزادے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آپس میں دوڑ کرتے ہوئے آئے حضور نے دونوں کو "پٹالیا"	ان حسناً وحُسیناً رضی اللہ تعالیٰ عنہما یستبقا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُمَا إِلَيْهِ ² -

حدیث پنجم^۵: جامع ترمذی میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث ہے:

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا حضور کو اپنے اہل بیت میں زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا: حسن اور حسین۔ اور حضور دونوں صاحبزادوں کو حضرت زہرا سے بلوا کر "سینے سے لگا لیتے" اور ان کی خوشبو سُوگھتے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم۔	سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَى أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُولُ لِفَاطِمَةَ ادْعِي لِي ابْنِي فَيَضُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا ³ -

حدیث ششم^۶: امام ابوداؤد اپنی مُسنَد میں حضرت اُسَید بن خُضَیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای:

اس اثنا میں کہ وہ باتیں کر رہے تھے اور ان کے مزاج میں مزاح تھا، لوگوں کو ہنس رہے تھے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لکڑی ان کے پہلو میں چبھوئی، انھوں نے عرض کی مجھے بدلہ دیجئے، فرمایا: لے۔ عرض کی: حضور تو کرتا پہنے ہیں اور میں نہنگ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کرتا اُٹھایا	بَيْنَمَا هُوَ يَحْدُثُ الْقَوْمَ وَكَانَ فِيهِ مَزَاحٌ بَيْنَمَا يَضْحَكُهُمْ فَطَعَنَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي خَاصِرَتِهِ بَعْدَ فَقَالَ اصْبِرْ نِي قَالَ اصْطَبِرْ قَالَ انْ عَلِيَّكَ قَبِيصًا وَلَيْسَ عَلَيَّ قَبِيصٌ فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَبِيصِهِ

¹ الصبح البخاری مناقب ابن عباس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۳۱/۱

² مسند احمد بن حنبل مناقب ابن عباس مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۷۲/۴

³ جامع ترمذی مناقب الحسن والحسين مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰-۵۳۹

فَاَحْتَضَنَهُ وَ جَعَلَ يَقْبَلُ كَشْعَهُ قَالَ اِنَّمَا اَرَدْتُ هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ¹ ۔	انھوں نے حضور کو اپنی "کنار میں لیا" اور تہیگاہِ اقدس کو چومنا شروع کیا پھر عرض کی: یا رسول اللہ! میرا یہی مقصود تھا۔

ع دلِ عشاق حیلہ گر باشد
(عاشقوں کے دل بہانہ تلاش کرنے والے ہوتے ہیں)
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ کل من احبہ وبارک وسلم۔
حدیث ہفتم^۲: اسی میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

مَالَقِيْتَهُ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطَّ الْاَصَافِحِي وَبَعَثَ اِلَى ذَاتِ يَوْمٍ وَلَمْ اَكُنْ فِي اَهْلِ فَلَمَّا جِئْتُ اخْبَرْتُ بِهِ فَاتَيْتُهُ وَهُوَ عَلَى سُرِيرٍ فَالْتَزَمَنِي فَكَانَتْ تِلْكَ اَجُودَ وَاَجُودَ ² ۔	میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو حضور ہمیشہ مصافحہ فرماتے۔ ایک دن میرے بلانے کو آدمی بھیجا میں گھر میں نہ تھا، آیا تو خبر پائی، حاضر ہوا، حضور تخت پر جلوہ فرماتے "گلے سے لگا لیا" تو زیادہ جید اور نفیس تر تھا۔

حدیث ہشتم^۳: ابو یعلیٰ اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی:

قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّزَمَ عَلِيًّا وَقَبْلَهُ، وَهُوَ يَقُولُ بَابِي الْوَحِيدُ الشَّهِيدُ ³ ۔	میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے مولیٰ علی کو "گلے لگایا" اور پیار کیا، اور فرماتے تھے میرا باپ نثار اس وحید شہید پر۔

حدیث نہم^۴: طبرانی کبیر اور ابن شاہین کتاب السنۃ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابُهُ غَدِيرًا فَقَالَ لِيَسْبِحَ كُلُّ رَجُلٍ اِلَى صَاحِبِهِ فَسَبَّحَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ ایک تالاب میں تشریف لے گئے، حضور نے ارشاد فرمایا: ہر شخص اپنے یار کی طرف پیرے۔ سب نے

¹ سنن ابوداؤد باب قبلۃ الجحد (کتاب الادب) مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۹۳

² سنن ابوداؤد باب فی المعانقۃ (کتاب الادب) مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی ۲/ ۳۵۲

³ مسند ابویعلیٰ مسند عائشہ مطبوعہ موسسہ علوم القرآن بیروت ۳/ ۳۱۸

ایسا ہی کیا یہاں تک کہ صرف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق باقی رہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صدیق کی طرف پیر کے تشریف لے گئے اور انھیں گلے لگا کر فرمایا: میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن وہ میرا یار ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحبہ¹	الی صاحبہ حتی بقی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ابو بکر فسبح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الی ابی بکر حتی اعتنقه فقال لو كنت متخذًا خليلًا لا اتخذت ابا بکر خليلًا ولكنّه صاحبی¹

حدیث دہم: "خطیب بغدادی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

ہم خدمت اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے، ارشاد فرمایا: اس وقت تم پر وہ شخص چمکے گا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بعد اس سے بہتر و بزرگ تر کسی کو نہ بنایا اور اس کی شفاعت شفاعتِ انبیاء کے مانند ہوگی، ہم حاضر ہی تھے کہ ابو بکر صدیق نظر آئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور صدیق کو پیار کیا اور "گلے لگایا"	قال كنا عند النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال يطلع عليكم رجل لم يخلق الله بعدى احدا خيرا منه ولا افضل وله شفاعه مثل شفاعه النبيين فما برحنا حتى طلع ابو بکر فقام النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقبله والتزمه²

حدیث یازدہم: "حافظ عمر بن محمد لا اپنی سیرت میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، کے ساتھ کھڑے دیکھا اتنے میں ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے مصافحہ فرمایا اور "گلے لگایا" اور ان کے دہن پر بوسہ دیا۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی: کیا حضور	قال رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم واقفاً مع علي بن ابی طالب اذا قبل ابو بکر فصافحه النبي صلى الله تعالى عليه وسلم وعانقه، وقبل فاه فقال علي اتقبل فابي بکر فقال صلى الله تعالى عليه وسلم يا ابا الحسن منزلة

¹ طبرانی کبیر حدیث ۱۱۶۷۶ و ۱۱۹۳۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۶۱ و ۳۳۹

² تاریخ بغداد ترجمہ ۱۱۴۱ محمد بن عباس ابو بکر القاص مطبوعہ دار الکتب العربیۃ بیروت ۳/ ۲۴-۱۲۳

ابی بکرؓ عندی کہنزلتی عند ربی ^۱ ۔	ابو بکر کا منہ چومتے ہیں؟ فرمایا: اے ابوالحسن! ابو بکر کا مرتبہ میرے یہاں ایسا ہے جیسا میرا مرتبہ میرے رب کے حضور۔

حدیث دوازدہم^۲: ابن عبد ربہؒ کتاب سجدۃ الجالس میں مختصرًا اور ریاض نضرہ میں ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مطوٰک، صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائے اسلام میں اظہار اسلام اور کفار سے حرب و قتال فرمانا، اور ان کے چہرہ مبارک پر ضرب شدید آنا، اس سخت صدمے میں بھی حضور اقدس سیدہ محبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خیال رہنا، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دارالارقم میں تشریف فرما تھے اپنی ماں سے خدمت اقدس میں لے چلنے کی درخواست کرنا مفصلًا مروی، یہ حدیث ہماری کتاب مَطْلَعُ الْقَمَرَيْنِ فِي أَبَانَةِ سَبْقَةِ الْعُمَرَيْنِ (۱۲۹۷ھ) میں مذکور، اس کے آخر میں ہے:

حتی اذا هدأت الرجل وسكن الناس خرجتابة يتكى عليها حتى ادخلتاه على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فانكب عليه فقبله وانكب عليه المسلمون ورق له صلى الله تعالى عليه وسلم رقة شديدة ^۲ ۔ الحديث۔	یعنی جب پھیل موقوف ہوئی اور لوگ سو رہے ان کی والدہ اُم الخیر اور حضرت فاروق اعظم کی بہن ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا انھیں لے کر چلیں، بوجہ ضعف دونوں پر تکیہ لگائے تھے، یہاں تک کہ خدمت اقدس میں حاضر کیا، دیکھتے ہی "پروانہ وار شمع رسالت پر گر پڑے" (پھر حضور کو بوسہ دیا) اور صحابہ غایت محبت سے ان پر گرے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے لئے نہایت رقت فرمائی۔

حدیث سیزدہم^۳: حافظ ابوسعید شرف المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال سعد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم المنبر ثم قال اين عثمان بن عفان؟ فوثب وقال انا	حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا: عثمان کہاں ہیں؟ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے تابانہ اُٹھے اور عرض کی: حضور! میں یہ

^۱ سیرت حافظ عمر بن محمدؒ

^۲ الریاض النضرۃ: کرام الخیر مطبوعہ چشتی کتب خانہ فیصل آباد ۱۱/۷۶

ذایا رسول اللہ فقال اُذُنٌ مِنِّي فَكَدْنَا مِنْهُ فَضَمَّهُ إِلَى صَدْرِهِ وَقَبَلَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ^۱ الخ	حاضر ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس آؤ۔ پاس حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "سینہ سے لگایا" اور آنکھوں کے بیچ میں بوسہ دیا۔

حدیث چہارم^۲: حاکم صحیح مستدرک میں بافادہ تصحیح اور ابویعلیٰ اپنی مسند اور ابو نعیم فضائل صحابہ میں اور برہان خجندی کتاب اربعین مسمیٰ بالماء المعین اور عمر بن محمد ملا سیرت میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای:

قال بينا نحن مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في نفر من المهاجرين منهم ابو بكر وعمر و عثمان و علي و طلحة و الزبير و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابى وقاص فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم لِيَنْهَضُ كُلُّ رَجُلٍ اِلَى كَفُوهِ وَ نَهَضَ النَّبِيُّ صلى الله تعالى عليه وسلم اِلَى عُثْمَانَ فَاعْتَنَقَهُ، وَقَالَ اَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ^۳۔	ہم چند مہاجرین کے ساتھ خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھے حاضرین میں خلفائے اربعہ و طلحہ و زبیر و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں ہر شخص اپنے جوڑ کی طرف اٹھ کر جائے اور خود حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف اٹھ کر تشریف لائے ان سے "معانقہ" کیا اور فرمایا: تو میرا دوست ہے دنیا و آخرت میں۔

حدیث پانزدہم^{۱۵}: ابن عساکر تاریخ میں حضرت امام حسن مجتبیٰ وہ اپنے والد ماجد مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجوہا سے روای:

ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم عَاتَقَ عُثْمَانَ بن عفان وقال قد عَاتَقْتُ أَخِي عُثْمَانَ فَمَنْ كَانَ لَهُ أَخٌ فَلْيُعَاتِقْهُ^۳۔	حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معانقہ کیا اور فرمایا: میں نے اپنے بھائی عثمان سے معانقہ کیا جس کے کوئی بھائی ہو اسے چاہئے اپنے بھائی سے "معانقہ کرے"

اس حدیث میں علاوہ فعل کے مطلقاً حکم بھی ارشاد ہوا کہ ہر شخص کو اپنے بھائیوں سے معانقہ کرنا چاہئے۔

^۱ شرح المصطفیٰ (شرف النبی) باب بیست و نہم میدان انقلاب تہران ص ۲۹۰

^۲ المستدرک باب فضائل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ بیروت ۱۳/ ۹۷

^۳ کنز العمال بحوالہ ابن عساکر حدیث ۳۶۲۴۰ مطبوعہ دار الکتب الاسلامی حلب ۱۱۳/ ۵۷

حدیث شانزدہم^۱: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بتول زہرا سے فرمایا کہ عورت کے حق میں سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی کہ نا حرم شخص اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے "گلے لگا لیا اور فرمایا: دُرَّيَّةٌ بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ^۱ (یہ ایک نسل ہے ایک دوسرے سے۔ ت) او کما ورد عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وبارک وسلم (یا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وارد ہے۔ ت) بالجملہ احادیث اس بارے میں بکثرت وارد اور تخصیص سفر محض بے اصل و فاسد۔ بلکہ سفر و بے سفر ہر صورت میں معافتہ سنت، اور سنت جب ادا کی جائے گی سنت ہی ہوگی تا وقتیکہ خاص کسی خصوصیت پر شرع سے تصریح نہ ہو، یہاں تک کہ خود امام الطائفہ مانعین اسمعیل دہلوی رسالہ مذکور میں کہ مجموعہ زبدۃ النصاب میں مطبوع ہوا صاف مقرر کہ معافتہ روز عید گو بدعت ہو بدعت حسنہ ہے۔ حیث قال (یوں کہات) ف:

ہمہ وقت از قرآن خوانی فاتحہ خوانی و خوراندن طعام سوائے کندن چاہ و امثال دعا و استغفار و اُضحیہ بدعت ست	سُنواں کھودنے۔ اور اسی طرح حدیث میں سے ثابت دوسری چیزوں، اور دعا استغفار، قربانی کے سوا تمام طریقے، قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھانا

ف: مولوی اسمعیل دہلوی پیشویان علماء دیوبندی کی اس عبارت میں چند باتیں قابل غور ہیں:

(۱) ایصال ثواب کے لئے کٹواں کھدوانا، دعا، استغفار، قربانی اور اسی طرح کی دوسری چیزیں بدعت نہیں بلکہ سنت سے ثابت ہیں۔

(۲) قرآن خوانی، فاتحہ خوانی، کھانا کھانا اور اس طرح کے دوسرے طریقے بدعت ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں۔

(۳) اس سے بدعت کی دو قسمیں معلوم ہوئیں: 'بدعت حسنہ'۔ 'بدعت سیدہ'۔ لہذا ہر بدعت بُری نہیں۔ اور ہر نیا کام صرف بدعت ہونے کے باعث ناجائز و حرام نہیں ہو سکتا بلکہ بعض کام بدعت ہوتے ہوئے بھی حسن اور اچھے ہوتے ہیں

(۴) روز عید کا معافتہ، اور ہر روز فجر و عصر کے بعد مصافحہ بدعت حسنہ جائز اور اچھا ہے ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

منکرین اعلیٰ حضرت کا پورا رسالہ نہ مانیں، تمام احادیث و فقہی نصوص سے آنکھیں بند کر لیں مگر انھیں اپنے "پیشوائے اعظم" کے اقرار صریح اور کلام واضح سے ہر گز مفر نہ ہونا چاہئے۔ (مترجم)

بدعت حسنہ بالخصوص است مثل معانقہ روز عید و مصافحہ بعد نماز صبح یا عصر ¹ ۔	سب بدعت ہیں۔ مگر خاص بدعت حسنہ ہیں، جیسے عید کے دن معانقہ۔ اور نماز فجر یا عصر کے بعد مصافحہ کرنا (بدعت حسنہ ہے)۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سنی حنفی قادری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں ۱۳۰۱ھ

اس کے معارضے میں جو فتویٰ مولوی عبدالح صاحب کا پیش کیا گیا اس کی عبارت یہ ہے: "کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد خطبہ عیدین کے جو مصافحہ و معانقہ لوگوں میں مروج ہے وہ مسنون ہے یا بدعت؟ بَيِّنُوا تَوَجُّرُوا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

ہو المصوّب (وہی درستی تک پہنچانے والا ہے۔ ت) بعد عید مصافحہ و معانقہ مسنون نہیں، اور علماء اس باب میں مختلف ہیں، بعض بدعت مباحہ کہتے ہیں اور بعض بدعت مکروہہ۔ علی کل تقدیر ترک^ع اس کا

عہ: اس کے بعد فتویٰ مذکور میں چار^ع عبارتیں نقل کیں:

(۱) عبارت اذکار کہ اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں۔

(۲) عبارت در مختار کہ یہ بدعت مباحہ بلکہ حسنہ ہے کما ہو موجود فی الدر وان اقتصر المجیب فی النقل (یہ در مختار میں موجود ہے اگرچہ مجیب نے صرف نام پر کفایت کی ہے۔ ت)

(۳) عبارت رد المحتار کہ کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ہمیشہ بعد نماز کئے جاؤ تو جاہل سنت سمجھ لیں گے۔ اور ابن حجر شافعی نے اسے مکروہ کہا ہے۔

(۴) عبارت مدخل ابن حاج مالکی المذہب کہ غیبت کے بعد ابن عیینہ نے جائز رکھا، اور عید میں ان لوگوں سے جو اپنے ساتھ حاضر ہیں، نہیں^ف۔ اور مصافحہ بعد عید مجھے معروف نہیں مگر (باقی صفحہ آئندہ)

ف: یعنی عید میں ان لوگوں سے معانقہ جائز نہیں جو اپنے ساتھ حاضر ہیں۔ (مترجم)

¹ مجموعہ زبدۃ النصائح

اولیٰ ہے (ف) الخ۔ ابوالحسنات محمد عبدالحی عبارات کہ حاشیہ پر لکھ کر پیش کی گئیں بخروافہ یہ ہیں:

اذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة ^۱ اردالمحتار ^۱	جب حکم سنت و بدعت کے درمیان متردد ہو تو ارکان بدعت پر ترک سنت کو ترجیح دی جائیگی۔ ^۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عبد اللہ بن نعمان فرماتے ہیں میں نے مدینہ خاص میں جبکہ وہاں علماء صالحین بکثرت موجود تھے، دیکھا کہ وہ نماز عید سے فارغ ہو کر آپس میں مصافحہ کرتے، تو اگر سلف سے نقل مساعد ہو تو کیا کہنا ورنہ ترک اولیٰ ہے۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ف: مولانا عبدالحی صاحب فرنگی کے اس فتوے کا حاصل یہ ہے کہ بعد عید مصافحہ و معانقہ حدیث سے ثابت نہیں۔ رہے علماء و فقہاء۔۔۔ تو ان میں اختلاف ہے کچھ بدعت مباحہ کہتے ہیں کچھ بدعت مکروہہ۔ بہر تقدیر اسے نہ کرنا بہتر ہے۔ ("نہ کرنا بہتر ہے" سے اتنا ضرور ثابت ہو جاتا ہے کہ کر لیا تو جائز ہے) مولانا فرنگی محلی کا یہی فتویٰ (جو ان کے مجموعہ فتاویٰ طبع اول کے ج ۱ ص ۵۲۸ پر ہے) بریلی کے ان عالم نے بھیجا جن سے اعلیٰ حضرت اپنے جواب میں خطاب کر رہے تھے، ساتھ ہی انھوں نے اس مجموعہ فتاویٰ کے حاشیہ پر معانقہ عید کی ممانعت کے ثبوت میں وہ عبارات بھی لکھ دیں جنہیں کتاب "وشاح الجید فی تحلیل معانقۃ العید" میں اعلیٰ حضرت نے بعینہ نقل فرمایا اور التماس چہارم سے ان پر بحث کی۔ (مترجم)

ف: یعنی جب معاملہ ایسا ہو کہ کرے تو کسی بدعت کا مرتکب ہوتا ہے، نہ کرے تو کوئی سنت چھوٹی ہے، ایسی صورت میں یہی حکم ہے کہ نہ کرے اس سے سنت اگرچہ چھوٹ جائے گی مگر بدعت کا مرتکب نہ ہوگا۔ معانقہ عید کا بھی یہی حال ہے، لہذا اس سے بھی ممانعت ہی کا حکم دیا جائے گا۔ اعلیٰ حضرت نے التماس نعم میں اس استدلال کا جواب دیا ہے کہ یہاں بدعت سے مراد بری بدعت ہے، اور معانقہ عید ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اپنی اصلیت کے لحاظ سے سنت اور خصوصیت بعد عید کے لحاظ سے مباح، اور قصد حسن کے ساتھ ہو تو مستحسن ہے۔ لہذا آپ کی عبارت مذکورہ معانقہ عید پر منطبق (فٹ) ہو ہی نہیں سکتی، (مترجم)

^۱ ردالمحتار مطلب از تردد الحكم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۸۲

ردالمحتار میں ہے کہ تبیین المحارم میں ملتقط سے منقول ہے کہ ادائے نماز کے بعد مصافحہ بہر حال مکروہ ہے (۱) اس لئے صحابہ نے بعد نماز مصافحہ نہیں کیا، (۲) اس لئے کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے اہ پھر علامہ ابن حجر شافعی سے منقول ہے کہ یہ مصافحہ بدعت مکروہہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں اس کے مرتکب کو اوکا متنبہ کیا جائے گا۔ نہ مانے تو سرزنش کی جائے گی، پھر فرمایا کہ ابن الحاج مالکی مدخل میں لکھتے ہیں کہ یہ مصافحہ بدعت ہے (۳) اور شریعت میں مصافحہ کا محل مسلمان کی اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کا وقت ہے۔ نمازوں کے بعد اوقات مصافحہ کا شرعی محل نہیں، شریعت نے جو محل مقرر کیا ہے اسے وہیں رکھے، تو نمازوں کے بعد مصافحہ کرنے والے کو رد کا اور زجر کیا جائے گا اس لئے کہ وہ خلاف سنت فعل کا مرتکب ہے اہ ردالمحتار (حاشیہ ذیل میں مندرج امام نووی کی عبارت اذکار پر

نقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انه تكره المصافحة بعد اداء الصلوة بكل حال لان الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ماصافحوا بعد اداء الصلوة ولانہا من سنن الروافض اھ ثم نُقل عن ابن حجر من الشافعية انها بدعة مكروهة لا اصل لها في الشرع وانه ينبه فاعلمها اولاً و يعزّر ثانياً ثم قال وقال ابن الحاج من المالكية في البدخل انها من البدع وموضع المصافحة في الشرع انما هو عند لقاء المسلم لاختيه لافي ادبار الصلوات فحيث وضعها الشرع يضعها فينهى عن ذلك و يزجراً فاعلمه لما أتى به من خلاف السنة اھ ردالمحتار قوله ع لا يخرج الخ ولا يخفى ان في كلام الامام نوع تناقض لان

فتاویٰ مولوی عبدالحلہ لکھنوی میں امام نووی کی کتاب اذکار سے منقولہ عبارت پر بریلی کے معترض مولوی صاحب نے یہ حاشیہ لکھا ہے امام نووی کی عبارت یہ ہے: "اس مصافحہ میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ اصل مصافحہ سنت ہے، اور اکثر حالات میں لوگ مصافحہ کے اندر کوتاہی کرنے کے ساتھ صرف بعض حالات میں اگر مصافحہ کی پابندی کرتے ہیں تو اس سے بعض حالات والا مصافحہ (مثلاً مصافحہ بعد نماز) اس مصافحہ جائزہ کے دائرے سے خارج نہ ہوگا جس کی اصلیت شرع سے ثابت ہے۔ (ت)

عہ: کتبہ المعتبر حاشیہ علی مأثقل فی الفتاویٰ المکنویۃ فی عبارة الاذکار للامام النووی رحمہ اللہ تعالیٰ من قوله "لا بأس به فان اصل المصافحة سنة وكونهم حافظوا عليها في بعض الاحوال وفرطوا في كثير من الاحوال او اكثرها لا يخرج ذلك البعض عن كونه من المصافحة التي ورد الشرع بأصلها" اھ ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

اعتراض کرتے ہوئے مولوی صاحب مذکور نے حاشیہ لکھا ہے (ظاہر ہے کہ امام نووی کے کلام میں ایک طرح کا تعارض ہے۔ اس لئے کہ اگر لوگ بعض اوقات "سنت کے مطابق" مصافحہ کرتے ہیں تو اسے بدعت نہیں کہا جائے گا۔ لیکن فجر وعصر کے بعد کا عمل استحباب مشروع کے طور پر نہیں ہے اس لئے کہ جائز مشروع مصافحہ کا محل بس اول ملاقات ہے، اور یہاں تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کچھ لوگ ملاقات بلا مصافحہ کرتے ہیں اور دیر تک گفتگو و علمی بحث وغیرہ میں ایک ساتھ رہتے ہیں پھر جب نماز پڑھ لیتے ہیں تو مصافحہ کرتے ہیں، یہ سنت مشروع کہاں! اسی لئے تو بعض علماء نے صراحت فرمایا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور اس کا شمار مذموم بدعتوں میں ہے، یہی عبارت مرقاۃ میں ہے۔ (ت)	اتیان السنة فی بعض الاوقات لایسی بدعة مع ان عمل الناس فی الوقتین المذكورین لیس علی وجه الاستحباب المشروع. لان محل المصافحة المذكورة اول الملاقاة وقد یکون جماعة یتلاقون من غیر مصافحة ویتصاحبون بالکلام وبمذاکرة العلم وغیره مدة مدیده ثم اذا صلوا یتصافحون فاین هذا من السنة المشروعة وبهذا صرح بعض العلماء بانها مکروهة عه وح انها من البدع المذمومة¹ کذا فی المرقاة۔

عید ثانی میں

تحریر جواب و تقریر صواب و ازالہ اوہام و کشف حجاب۔ یعنی اس تحریر کی نقل جو برسم جواب مولوی معترض کے پاس مرسل ہوئی۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مولانا! دام مجدکم، بعد ما هو السنون ملتس، فتویٰ فقیر در بارہ معانقہ کے جواب میں مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی جناب نے ارسال فرمایا اور اس کی جلد اول صفحہ ۵۲۸ طبع اول میں جو فتویٰ معانقہ

صاحب موصوف کی تحریر میں اسی طرح یہ "ح" بنی ہوئی ہے مگر یہ عبارت مرقاۃ میں نہیں ہے، عبارت میں اس کا موقع بھی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ (ت)

عہ: هکذا بخطه وليست بهذه الحاء في عبارة المرقاة ولا لها محل في العبارة كما لا يخفى ۱۲ منه رضي الله تعالى عنه (م)

مندرجہ ہے پیش کیا اور اس کے حاشے پر تائید کچھ عبارت ردالمحتار مرقاة بھی تحریر فرمادی، سائل منظر کہ جب جناب سے یہ گزارش ہوئی کہ آیا یہ مجموعہ آپ کے نزدیک مستند ہے تو فرمایا: "ہمارے نزدیک مستند نہ ہوتا تو ہم پیش کیوں کرتے"۔ اور واقعی یہ فرمانا ظاہر و بجا ہے، فقیر کو اگرچہ ایسے معارضہ کا جواب دینا ضرور نہ تھا مگر حسبِ اصرار سائل، محض بغرض احقاقِ حق و ازہاقِ باطل چند التماس ہیں، معاذ اللہ کسی دوسری وجہ پر حمل نہ فرمائیے فقیر ہر محسنِ مسلمان کو مستحقِ ادب جانتا ہے خصوصاً جناب تو اہل علم سادات سے ہیں، مقصود صرف اتنا ہے کہ جناب بھی بمقتضائے بزرگی حسبِ و نسب و عمر و علم ان گزارشوں کو بنظر غور تحقیق حق استماع فرمائیں، اگر حق واضح ہو تو قبول مرجوح و مامول کہ علماء کے لئے رجوع الی الحق عارض نہیں بلکہ معاذ اللہ اصرار علی الباطل۔۔۔ قال تعالیٰ:

فَبَشِّرْ عِبَادَ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهُ ^۱ ۔	تو خوشی سناؤ ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (ت)

التماس اول: اس مجموعہ فتاویٰ سے استناد الزام ہے یا تحقیق؟ علی الاول فقیر نے کب کہا تھا کہ کسی معاصر کی تحریر مجھ پر حجت ہے، علی الثانی پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب خادمانِ علم پر احتجاجاً پیش کرنے کے قابل ہے ف^۲۔

ف۱: حاصل یہ ہے کہ ہم نے معانقہ عید کا جواز احادیثِ کریمہ سے ثابت کیا، مستند فقہی عبارتیں پیش کیں، اس احادیث اور نصوص سے مدلل فتوے کے جواب میں آپ مولوی عبدالحق صاحب کا فتویٰ مستند بنا کر پیش کر رہے ہیں، ایسی مخالف دلیل کا جواب تو کوئی ضروری نہ تھا مگر سائل کے اصرار پر حق کو حق دکھانے اور باطل و ناحق کو مٹانے کی خاطر آپ کی خدمت میں چند التماس ہیں، ان التماسوں کا مقصد صرف یہ ہے کہ آپ بنگاہ غور دیکھیں اگر حق واضح ہو تو آپ سے اسے قبول کر لینے کی امید ہے اس لئے کہ حق کی طرف رجوع اور اسے قبول کر لینا علماء کے لئے عار نہیں بلکہ معاذ اللہ باطل و ناحق بات پر اڑے رہنا شانِ علماء کے خلاف ہے۔ (ت)

ف۲: توضیح: آپ نے میرے فتوے کے جواب میں مولوی عبدالحق صاحب کا مجموعہ فتاویٰ مستند بنا کر پیش کیا ہے اس کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) یا تو مجھے الزام دینا مقصود ہے کہ دیکھئے آپ کی مستند اور مانی ہوئی کتاب میں (باقی اگلے صفحہ پر)

دوم: شاید جناب نے اس مجموعہ کو استیعاباً ملاحظہ نہ فرمایا اس میں بہت جگہ وہ مسائل و کلمات ہیں جو آج کل کے فرقہ مانعین کے بالکل مخالف و قانع اصل مذہب ہیں۔ تمثیلاً ان میں سے چند کا نشان دوں۔

جلد اول صفحہ ۵۳۱ پر لکھتے ہیں: "کتب فقہیہ میں نظر اس کے بہت موجود ہیں کہ ازمنہ سابقہ میں اُن کا وجود نہ تھا مگر بسبب اغراض صالحہ کے حکم اس کے جواز کا دیا گیا"۔¹

صفحہ ۲۹۴ پر ہے: "الوداع یا الفراق کا خطبہ آخر رمضان میں پڑھنا اور کلمات حسرت و رخصت کے ادا کرنا فی نفسہ امر مباح ہے بلکہ اگر یہ کلمات باعث ندامت و توبہ سامعان ہوئے تو امیدِ ثواب ہے مگر اس طریقہ کا ثبوت قرونِ ثلثہ میں نہیں²

جلد دوم صفحہ ۷۰ میں ہے:

کسے کہ می گوید کہ وجودیہ و شہودیہ از اہل بدعت اند قولش قابل اعتبار نیست و منشاء قولش جہل و ناواقفیت است از احوال اولیاء و از معنی توحید وجودی و شہودی و شاعرے کہ ذم ہر دو فرقہ ساخت قابل ملامت ست ³ ۔	جو کہتا ہے کہ وجودیہ اور شہودیہ اہل بدعت سے ہیں اس کا قول قابل اعتبار نہیں، اور اس کے قول کی بنیاد یہ ہے کہ وہ اولیاء کے احوال اور توحید وجودی و شہودی کے معنی سے جاہل و بے خبر ہے اور جس شاعر نے دونوں فرقوں (وجودیہ و شہودیہ) کی مذمت کی ہے وہ قابل ملامت ہے۔ (ت)

صفحہ ۴۲۱ پر ہے: شغلِ برزخ اس طور پر کہ حضرات صوفیہ صافیہ نے لکھا ہے نہ شرک ہے نہ ضلالت۔ ہاں افراط و تفریط اس میں منجر ضلالت کی طرف ہے۔ تصریح اس کی مکتوبات مجدد الف ثانی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

آپ کے خلاف ہے، مگر میں نے کب کہا کہ اس زمانے کے کسی عالم کی تحریر مجھ پر حجت ہے۔ (۲) یا یہ کہ آپ نے خود تحقیقی طور پر اُسے سب کے لئے معتمد اور مستند جان کر پیش کیا ہے۔ تو آپ کو پہلے دلیل سے ثابت کرنا تھا کہ یہ کتاب قابل استدلال اور علماء پر حجت و سند بنا کر پیش کرنے کے لائق ہے۔ اور جب یہ دونوں صورتیں صحیح نہیں تو اس مجموعہ فتاویٰ کو یہاں پیش کرنا ہی بے محل ہے۔ (مترجم)

¹ مجموعہ فتاویٰ عبدالح

² مجموعہ فتاویٰ عبدالح کتاب المحظر والاباحۃ مطبوعہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ ۲۴/۲۵-۲۵

³ مجموعہ فتاویٰ عبدالح کتاب المحظر والاباحۃ مطبوعہ مطبعہ یوسفی لکھنؤ ۲۴/۵۸

میں جا بجا موجود ہے¹ ف¹ جلد سوم صفحہ ۸۵ میں ہے:

سوال: وقت ختم قرآن در تراویح سے بار سورۃ اخلاص می خوانند مستحسن است یا نہ؟ جواب: مستحسن است ² ۔	سوال: تراویح میں ختم قرآن کے وقت تین بار سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں یہ مستحسن ہے یا نہیں؟ جواب: مستحسن ہے۔ (ت)

صفحہ ۱۲۷ پر ہے:

سوال: بسم اللہ نوشتن بر پیشانی میت از انگشت درست است یا نہ؟ جواب: درست است ³ ۔	سوال: انگلی سے میت کی پیشانی پر بسم اللہ لکھنا درست ہے یا نہیں؟ جواب: درست ہے۔ (ت)

صفحہ ۱۵۲ میں ہے:

در مجالس مولد شریف کہ از سورۃ والضحی تا آخر می خوانند البتہ بعد ختم ہر سورۃ تکبیر می گویند راقم شریک مجالس متبرک بودہ ایں امر را مشاہدہ کردم ہم در مکہ معظمہ وہم در مدینہ منورہ وہم در جدہ ⁴ ۔	میلاد شریف کی محفلوں میں سورۃ والضحی سے آخر قرآن تک پڑھتے ہیں ہر سورۃ ختم کرنے کے بعد تکبیر کہتے ہیں، راقم نے ان متبرک محفلوں میں شریک ہو کر اس امر کا مشاہدہ کیا ہے کہ معظمہ میں بھی، مدینہ منورہ میں بھی اور جدہ میں بھی۔ (ت)

طرفہ یہ کہ صفحہ ۱۲۰ پر لکھتے ہیں:

ف^۱: ارواح سے توجہ طلبی، تصور شیخ، شغل برزخ وغیرہ سے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک مدلل رسالہ ہے الیاقوت الواسطۃ فی قلب عقد الرابطة (۱۳۰۹ھ) جس میں نصوص علماء اور مستندین مانعین کی عبارتوں سے اس کا جواز ثابت فرمایا ہے۔ قابل مطالعہ ہے۔ (مترجم)۔

¹ مجموعہ فتاویٰ عبدالح

² مجموعہ فتاویٰ عبدالح باب التراویح مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۳/ ۵۷

³ مجموعہ فتاویٰ عبدالح باب ما یعلق بالموتی مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۲۳/

⁴ مجموعہ فتاویٰ عبدالح باب القراۃ فی الصلوۃ مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۵۲/ ۳

سوال: سید سالار مسعود غازی کے جھنڈے کا کپڑا اپنے مصرف میں لائے یا صدقہ کر دے؟ جواب: مذکورہ کپڑا اپنے مصرف میں لانے کے اندر بظاہر گناہ کی کوئی وجہ نہیں، اور بہتر یہ ہے کہ مساکین و فقراء کو دے دے۔ (ت)	سوال: پارچہ جھنڈا سالار مسعود غازی در مصرف خود آرد یا تصدق نماید؟ جواب: ظاہراً در استعمال پارچہ مذکور بصرف خود و جے موجب بزه کاری باشد نیست و اولی آنست کہ بمساکین و فقراء بدهد¹۔

جناب سے سوال ہے کہ مولوی صاحب کے یہ اقوال کیسے؟ اور ان کے قائل و معتقد کا حکم کیا ہے؟ خصوصاً شغل برزخ کو جائز جاننے والا معاذ اللہ مشرک یا گمراہ ہے یا نہیں؟ اور جس کتاب میں ایسے اقوال مندرج ہوں مستند و معتمد ٹھہرے گی یا پایہ احتجاج سے ساقط ہوگی؟ بینوا تو جروا

سوم: مولوی صاحب نے اس فتویٰ میں معافہ عید کی نسبت صرف اتنا حکم دیا ہے کہ "ترک اس کا اولیٰ ہے" اس سے ممانعت درکنار اصلاً کراہت بھی ثابت نہیں ہوتی "اولویت ترک نہ مشروعیت و اباحت کے منافی نہ کراہت کو مستلزم" ف۔ رد المحتار میں ہے:

نماز فرض کی تیسری چوتھی رکعتوں میں سورہ فاتحہ پر اکتفا کرنا صرف مسنون ہے، واجب نہیں، تو ان رکعتوں میں سورہ ملانا خلاف اولیٰ ہوگا اور یہ اس کے جائز و مباح ہونے کے منافی نہیں، اباحت باین معنی کہ کرنے نہ کرنے دونوں میں کوئی گناہ نہیں۔ (ت)	الاقتصاد علی الفاتحة مسنون لا واجب فکان الضم خلاف الاولیٰ وذلك لا ینافی المشروعية والاباحة بمعنى عدم الاثم فی الفعل والترك²۔

ف: فقہاء اگر یہ حکم کریں کہ فلاں امر کا ترک بہتر ہے تو اس سے ہر گز یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ چیز ناجائز ہے بلکہ مکروہ ہونا بھی لازم نہیں آتا۔ یہ ایک عظیم قاعدہ ہے جو حفظ کر لینے کے قابل اور بہت سے مقامات میں مفید ہے۔ اس قاعدے کے پیش نظر مولانا عبدالحی صاحب نے معافہ عید کے متعلق جب صرف اتنا لکھا کہ اس کا نہ کرنا بہتر ہے تو اس سے معافہ مذکورہ ناجائز یا مکروہ ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ کر لے تو کوئی حرج نہیں۔ پھر ممانعت معافہ کے بارے میں فتویٰ مذکور سے استدلال ہی بالکل بیکار اور اپنے خلاف استدلال ہے۔ (ت)

¹ مجموعہ فتاویٰ باب مایکل استعمالہ و مایکل مطبوعہ مطبعہ پوسنی لکھنؤ ۱۱۶/۳

² رد المحتار مطلب کل صلوٰۃ مکروہۃ تجب اعادتها مطبوعہ انجاء ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۹۴

اسی میں ہے:

بجرا لائق میں جہاں یہ مسئلہ کہ نماز عید سے پہلے کچھ کھا لینا مستحب ہے وہیں ہے کہ اس مستحب کو اگر کسی نے ترک کر دیا تو وہ فعل مکروہ کا مرتکب نہ ہوگا، کیونکہ ترک مستحب سے کراہت کا ثبوت لازم نہیں، اس لئے کہ مکروہ ہونے کے لئے کوئی خاص دلیل ضروری ہے، اور اس کی طرف تحریر اصولی میں بھی اشارہ کیا ہے کہ "خلاف اولیٰ وہ ہے جس میں ممانعت اور نہی کا صیغہ نہ ہو" جیسے نماز چاشت کا ترک بخلاف مکروہ تنزیہی کے کہ اس میں نہی و ممانعت کا صیغہ ہوتا ہے۔ (ت)	صَرَخَ فِي الْبَحْرِ فِي صَلَوةِ الْعِيدِ عِنْدَ مَسْئَلَةِ الْاَكْلِ بَاَنَّهُ لَا يَلِزَمُ مَنْ تَرَكَ الْمُسْتَحَبَّ ثُبُوتَ الْكِرَاهَةِ "اذلًا بَدَلَهَا مِنْ دَلِيلٍ خَاصٍّ" اهـ وَاشارَ اِلَى ذَلِكَ فِي التَّحْرِيرِ الْاَصُولِيِّ بِأَنْ خِلَافَ الْاَوَّلَى مَا لَيْسَ فِيهِ صِيغَةُ نَهْيٍ كَتَرَكَ صَلَوةَ الضُّحَى بِخِلَافِ الْمَكْرُوهَةِ تَنْزِيهًا¹۔

پھر اگر جناب کے نزدیک بھی حکم وہی ہے جو مولوی صاحب نے اپنے فتویٰ میں لکھا تو تصریح فرما دیجئے کہ عید کا معانقہ شرعاً ممنوع نہیں، نہ اس میں اصلاً کوئی حرج ہے، ہاں نہ کرنا بہتر ہے کر لے تو مضائقہ نہیں،

چہارم: آپ نے جو عبارات ردالمحتار و مرقات نقل فرمائیں ان میں معانقہ عید کی ممانعت کا کہیں ذکر نہیں ان میں تو مصافحہ بعد نماز فجر و عصر یا نماز پنجگانہ کا بیان ہے، اور جناب کو منصب اجتہاد حاصل نہیں کہ ایک مسئلہ کو دوسرے پر قیاس فرما سکیں، اگر فرمائے کہ "جو دلائل اس میں لکھے ہیں یہاں بھی جاری"

اقول: یہ محض ہوس ہے اُن عبارتوں میں تین دلیلیں مذکور ہوئیں:

(۱) محل مصافحہ ابتدائے ملاقات ہے نہ بعد صلوات۔

(۲) یہ مصافحہ مخصوصہ سنت روافض ہے۔

(۳) صحابہ کرام نے یہ خاص مصافحہ نہ کیا۔

یہ تینوں تعلیلیں اگرچہ فی آنفسہا خود ہی علیل اور ناقابل قبول ہیں کما حقنہا بتوفیق اللہ تعالیٰ فی فتاؤنا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے اپنے فتویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) ولہذا قول اصح یہی ٹھہرا کہ وہ مصافحہ مخصوصہ بھی جائز و مباح ہے کما سنذکر ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ

¹ ردالمحتار مطلب لا یلزم من ترک المستحب ثبوت الکراہۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۷۷/۲

ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کریں گے۔ ت) مگر ہمارے مسئلہ دائرہ یعنی معانقہ عید سے دو دلیل پیشیں کو تو اصلاً علاقہ نہیں۔ محل "مصافحہ" خاص ابتدائے لقا ہو تو بھی "معانقہ" کی اس وقت سے تخصیص ہر گز مسلم نہیں ومن ادعیٰ فعلیہ البیان (جو مدعی ہو بیان اس کے ذمہ۔ ت)

مولوی صاحب لکھنوی کا بے دلیل و سند لکھنا مسوع نہیں ہو سکتا۔ بلکہ معانقہ مثل تقبیل اظہار سرور و بشاشت و داد و محبت ہے جیسے تقبیل خاص ابتدائے لقا سے مخصوص نہیں، یوں ہی معانقہ۔

جناب نے فتویٰ فقیر میں حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی کتاب السنۃ ابن شاپین و معجم کبیر امام طبرانی ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تالاب پیر نے میں امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گلے لگایا۔ و نیز حدیث اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی سنن ابی داؤد کہ انھوں نے باتیں کرتے کرتے حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کُرتا اٹھانے کی درخواست کی حضور نے قبول فرمائی، وہ حضور کے بدن اقدس سے لپٹ گئے اور تہی گاہ مبارکہ پر بوسہ دیا۔ و نیز حدیث صحیح مستدرک کہ اثنائے مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ذی النورین سے معانقہ فرمایا۔ و نیز حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: عورت کے لئے سب سے بہتر کیا ہے؟ عرض کی: یہ کہ کوئی نامحرم اُسے نہ دیکھے۔ حضور نے گلے سے لگالیا۔ ان سب صورتوں میں ابتدائے لقا کا وقت کہاں تھا کہ معانقہ فرمایا گیا، یوں ہی پیار سے اپنے بچوں۔ بھائیوں، زوجہ کو گلے لگانا شاید اول ملاقات ہی پر جائز ہوگا۔ پھر ممانعت کی جائے گی؟

یوں ہی مصافحہ بعد نماز فجر و عصر اگر کسی وقت کے روافض نے ایجاد کیا اور خاص ان کا شعار رہا ہو، اور بدیں وجہ اس وقت علماء نے اہلسنت کے لئے اسے ناپسند رکھا ہو تو معانقہ عید کا زبردستی اسی پر قیاس کیونکر ہو جائے گا، پہلے ثبوت دیجئے کہ یہ "رافضیوں کا نکالا اور انھیں کا شعار خاص ہے" ورنہ کوئی امر جائز کسی بدمذہب کے کرنے سے ناجائز یا مکروہ نہیں ہو سکتا۔ لاکھوں باتیں ہیں جن کے کرنے میں اہلسنت و روافض بلکہ مسلمین و کفار سب شریک ہیں۔ کیا وہ اس وجہ سے ممنوع ہو جائیں گی؟ بحر الرائق و در مختار و رد المحتار و غیرہ ملاحظہ ہوں کہ "بدمذہبوں سے مشابہت اُسی امر میں ممنوع ہے جو انی نفسہ شرعاً مذموم یا اس قوم کا شعار خاص یا خود فاعل کو ان سے مشابہت پیدا کرنا مقصود ہو ورنہ زہار وجہ ممانعت نہیں"

رہا صاحب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہ کرنا، یہ دلیل منع نہیں ہو سکتا، آپ تینوں کتب مُستندہ اُغنیٰ مجموعہ فتاویٰ وردالمختار و مرقاۃ شریف اور ان کے سوا صد ہا کتب معتمدہ اسکے بطلان پر گواہ ہیں، فقہاء کرام سیکڑوں چیزوں کو یہ تصریح فرما کر کہ نوپیدا ہیں، جائز بلکہ مستحب و مستحسن بلکہ واجب بتاتے اور مُحَدَّثات کو اقسامِ خمسہ کی طرف تقسیم فرماتے ہیں۔ مجموعہ فتاویٰ کی عبارتیں گزریں۔ ردالمختار میں ہے:

قوله ای صاحب بدعة ای محرمة والا فقد تكون واجبة كنصب الادلة للرد على اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم الكتاب والسنة ومندوبة کا حدث نحو رباط ومدرسة وكل احسان لم يكن في الصدر الاول ومكروهة كزخرفة المساجد ومباحة كالتوسع بلذ يذالمأكول والمشارب و الثياب كما في شرح الجامع الصغير للمناوي عن تهذيب النووي ومثله في الطريق المحمدية للبرکوی¹۔	شرح کا قول "جو صاحب بدعت" یہاں بدعت سے مراد حرام بدعت ہے، ورنہ بدعت واجب بھی ہوتی ہے، جیسے گمراہ فرقوں کا رد کرنے کے لئے دلائل قائم کرنا علم نحو سیکھنا جس سے کتاب و سنت سمجھ سکیں، مستحب بھی جیسے سرائے اور مدرسہ جیسی چیزیں تعمیر کرنا، اور ہر وہ نیک کام جو زمانہ اول میں نہ رہا ہو، مکروہ بھی جیسے مسجدوں کو آراستہ و منقش کرنا۔ مباح بھی جیسے کھانے پینے کی لذیذ چیزوں اور کپڑوں میں وسعت و فراخی کی راہ اختیار کرنا، جیسا کہ علامہ مناوی کی شرح جامع صغیری میں علامہ نووی کی کتاب تہذیب سے منقول ہے، اور اسی طرح علامہ برکوی کی کتاب "الطريق المحمدية" میں مذکور ہے۔ (ت)

مرقاۃ شریف میں ہے:

احداث ما لا ينافي مع الكتاب والسنة كما سنقرره بعد ليس بمذموم²۔	ایسا فعل ایجاد کرنا جو کتاب و سنت کے مخالف نہ ہو برا نہیں، جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے۔ (ت)

پھر ایک صفحہ کے بعد بدعت کا واجب و حرام و مندوب و مکروہ و مباح ہونا مفصلاً ذکر فرمایا۔ عالمگیری میں ہے:

لا بأس بكتابة أسامي السور وعدد الآتي	مصنف شریف میں سورتوں کے نام، اور آیتوں کی

¹ ردالمختار باب الامامت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۵۶۰

² مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة مطبوعہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۱۵

وهوان كان احدا اثا فهو بدعة حسنة وكم من شيعي كان احدا اثا وهو بدعة حسنة ¹ ۔	تعداد لکھنے میں کوئی حرج نہیں، اور وہ اگرچہ نئی ایجاد اور بدعت ہے مگر بدعت حسنہ ہے اور بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو نوا ایجاد تو ہیں مگر بدعت حسنہ ہیں۔ (ت)

امام ابن القدير فتح القدير میں رکعتیں قبل مغرب کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت نہ ہونا ثابت کر کے بتاتے ہیں:

ثم الثابت بعد هذا هو نفى البندوبية اما ثبوت الكراهة فلا الا ان يَدُلَّ دليل اخر ² ۔	پھر اس ساری بحث کے بعد صرف یہ ثابت ہوا کہ نماز مغرب سے پہلے دو رکعتیں مندوب و مستحب نہیں لیکن مکروہ ہونا ثابت نہیں، ہاں اگر ثبوت کراہت پر کوئی اور دلیل ہو تو البتہ۔ (ت)

مع ہذا حضرات مابین زمانہ تین قرن تک اختیار تشریع مانتے، اور محدثات تابعین کو بھی غیر مذموم جانتے ہیں تو صرف فعل صحابہ سے استدلال ان کے طور پر بھی ناقص و نامتہم ہے^۱۔ کلام ان مباحث میں طویل ہے کہ ہم نے اپنے رسائل عدیدہ میں ذکر کیا یہاں بھی دو حرف مجمل کافی ہیں وبالله التوفیق۔

پہچم: رد المحتار و مرقا کی یہ عبارتیں اگر جناب نے دیکھیں تو درر و غرر و کنز الدقائق و وقایہ و نقایہ و مجمع و مستقی و اصلاح و ایضاح و تنویر و غیرہ عامہ متون مذہب کے اطلاق ملاحظہ فرمائے ہوتے جنہوں نے مطلقاً بلا تقييد و تخصیص مصافحہ کی اجازت دی، در مختار و حاشیہ علامہ طحاوی و شرح علامہ شہاب شلبی و

ف: مابین کسی چیز کی ایجاد اور جائز و مشروع قرار دینے کا اختیار صرف تین زمانوں تک محدود مانتے ہیں:

(۱) زمانہ رسالت (۲) زمانہ صحابہ (۳) زمانہ تابعین

ان کے اس نظریہ سے اتنا ثابت ہے کہ زمانہ تابعین کی ایجادات بھی بری نہیں، تو مصافحہ مذکورہ کی ممانعت کے ثبوت میں صرف صحابہ کرام کے نہ کرنے سے استدلال ناقص و نامتہم ہے، اپنے ہی نظریہ کے مطابق یہ بھی ثابت کرنا تھا کہ زمانہ تابعین میں بھی اس کا وجود و ثبوت نہیں۔ (ت)

¹ عالمگیری (فتاویٰ ہندیہ) باب آداب المسجد مطبوعہ پشاور ۱۵/ ۳۲۳

² فتح القدير باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹

فتح اللہ المعین حاشیہ کنز وغنیہ ذوی الاحکام حاشیہ درر وحاشیہ مراقی الفلاح و نسیم الریاض شرح شفاۃ امام قاضی عیاض و مجمع بحار الانوار و مطالب المؤمنین و موسوی شرح مؤطا و تکملہ شرح اربعین علامہ بر کوئی للعلامہ محمد آفندی و حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ للعلامہ النابلسی و فتویٰ امام شمس الدین بن امام سراج الدین حانوتی و غیر ہم علمائے حنفیہ کی تصریحات جلیلہ بھی دیکھی ہوتی ہیں کہ صاف صاف مصافحہ مذکورہ اور اسی طرح مصافحہ عید کو بھی جائز بلکہ مستحسن بلکہ سنت بتاتے ہیں۔ در مختار میں ہے:

درر، کنز، وقایہ، مجمع، ملتقى، وغیرہا کے اتباع میں مصنف نے بھی یہاں مصافحہ کا ذکر مطلق رکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز ہے خواہ بعد عصر ہی کیوں نہ ہو، اور لوگوں کا یہ کہنا کہ وہ بدعت ہے تو اس سے مراد بدعت مباحہ حسنہ ہے، جیسا کہ امام نووی نے اذکار میں اور دوسرے علماء نے دوسری کتابوں میں افادہ فرمایا ہے۔ (ت)

اطلاق المصنف تبعاً للدرر والکنز والوقایة و المجمع والملتقى وغیرہا یفید جوازها مطلقاً ولو بعد العصر وقولهم انه بدعة ای مباحة حسنة كما افاده النووی فی اذکاره وغیرہ فی غیرہ۔¹

اصلاح والیضاح میں ہے:

آدمی کا بوسہ دینا اور معانقہ کرنا ایک ازار میں مکروہ ہے اور کرتا پہن کر ہو تو جائز ہے۔ جیسے مصافحہ جائز ہے۔ (ت)

كُره تقبيل الرجل وعناقته فی ازار واحد وجاز مع قميص كمصافحته²۔

حدیقہ ندیہ میں ہے:

بعض متاخرین حنفیہ نے اس مصافحہ کے بدعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے اسے صراحۃً مکروہ بتایا ہے باوجودیکہ وہ مطلق مصافحہ کے عموم میں داخل ہو کر مسنون ہے۔ (ت)

بعض المتأخرين من الحنفية صرح بالكراهة في ذلك ادعاء بأنه بدعة مع انه داخل في عموم سنة المصافحة مطلقاً۔³

¹ در مختار کتاب الخطر والاباحہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۱

² اصلاح والیضاح

³ الحدیقہ الندیہ الخلق الثامن والاربعون الخ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۵۰

مجمع البحار میں ہے: **هِيَ مِنَ الْبَدْعِ الْمُبَاكَةِ**^۱ (یہ مصافحہ ان بدعتوں سے ہے جو مباح ہیں۔ ت) آپ کی اسی ردالمحتار میں بعد نقل عبارت امام نووی ہے:

قال الشيخ ابو الحسن البكري وتقييده بما بعد الصبح والعصر على عادة كانت في زمنه والافق ب الصلوات كلها كذلك، كذا في رسالة الشُّرُّنْبُلَاكِي في المصافحة ونُقِلَ مثله عن الشمس الحانوتي وانه آفتى به مستدلا بعموم النصوص الواردة في مشروعيتها وهو الموافق لما ذكره الشارح من اطلاق المتن^۲۔	شیخ ابوالحسن بکری فرماتے ہیں امام نووی نے بعد فجر وعصر کی قید کے ساتھ مصافحہ کا ذکر اس لئے فرمایا کہ ان کے زمانے میں یہی رائج تھا، ورنہ بعد فجر وعصر کی طرح تمام نمازوں کے بعد مصافحہ جائز ہے۔ یہی علامہ شرنبلالی کے اس رسالہ میں ہے جو انھوں نے مصافحہ کے بارے میں لکھا ہے اور اسی کے مثل علامہ شمس الدین حانوتی سے منقول ہے۔ انھوں نے جوازِ مصافحہ کے بارے میں وارد شدہ احادیث اور نصوص سے استدلال فرماتے ہوئے اس مصافحہ کے بھی جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔ اور یہی اس کے موافق ہے جو شارح (صاحب در مختار علاء الدین حصکفی) نے متونِ فقہ کا اطلاق ذکر کیا ہے۔ (ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی مسویٰ میں کلام امام نووی نقل کر کے کہتے ہیں:

اقول: وهكذا ينبغي ان يقال في المصافحة يوم العيد^۳۔	میں کہتا ہوں جس طرح امام نووی نے مصافحہ بعد فجر وعصر کے جواز میں استدلال کیا ہے یہی استدلال مصافحہ روز عید میں بھی جاری ہونا چاہئے۔ (ت)

اور بعض نسخِ مسویٰ میں "والمعانقة يوم العيد ايضاً" (اور روز عید کے "معانقہ" میں بھی۔ ت) بھی ہے۔

^۱ مجمع البحار الانوار تحت لفظ صبح مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۲/۲۵۰

^۲ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۸۱

^۳ مسویٰ باب استحباب المصافحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲/۲۲۱

"مناصحہ فی تحقیق مسائل المصافحہ" میں مکملہ شرح اربعین سے ہے:

علامہ ابن حجر شافعی نے مصافحہ بعد نماز سے متعلق جواب دیتے ہوئے اسے بدعت کہا ہے، ان کے اس جواب کی کوئی قابل قبول وجہ نہیں، اس لئے کہ مصافحہ بعد نماز بھی مصافحہ اول ملاقات ہے کیونکہ سلام نماز کی حالت، حالت ملاقات ہے۔ اس لئے کہ جب مصلیٰ نے تحریمہ باندھ لیا تو انسانوں سے غیر حاضر اور خدا کی طرف متوجہ ہو گیا، پھر جب حق اللہ کی ادائیگی سے فارغ ہوا تو اس سے کہا گیا کہ اب اپنے کاموں اور مصالح کی طرف واپس ہو اور اپنے مسلمان بھائیوں کو سلام کر، کیونکہ تو اپنی غیر حاضری اور غیبت سے آ رہا ہے اسی لئے تو اپنے سلام میں لوگوں کی بھی نیت کرے گا، جیسے محافظ فرشتوں کی نیت کرے گا، اور جب سلام کیا تو مصافحہ اس کے لئے مندوب یا مسنون ہے، جیسے سلام، اسی طرح شیخ الاسلام ہمارے مشائخ کے شیخ شمس الدین محمد بن سراج الدین حانوتی نے جواب دیا ہے، ان کے سامنے یہ سوال پیش کیا گیا تھا تو انھوں نے فرمایا علماء نے کافر سے تو نہیں مگر مسلمان سے مصافحہ کو کسی خاص وقت کی کوئی قید لگائے بغیر مسنون ہونے پر نص فرمایا ہے، اسی لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور اپنے ہاتھ کو حرکت دی تو اس کے گناہ جھڑتے ہیں، اور دونوں پر کل سو^{۹۹} رحمتیں نازل ہوتی ہیں، نناوے^{۹۹} اس کے لئے جس نے مصافحہ میں سبقت و پیش قدمی کی اور

لا وجه لجواب ابن حجر الشافعی وقد سئل عن المصافحة بعد الصلوة فقال هي بدعة انتهى، لان حالة السلام حالة اللقاء لان المصلي لما احرم صار غائبا عن الناس مقبلا على الله تعالى، فلما ادى حقه قيل له ارجع الى مصالحك وسلم على اخوانك لقد ومك عن غيبتك، و لذلك ينوي القوم بسلام كما ينوي الحفظة و اذا سلم يندب المصافحة او تسن كالسلام، كما اجاب شيخ الاسلام شيخ مشائخنا شمس الدين محمد بن سراج الدين الحانوتي وقد رفع له هذا السؤال فقال نص العلماء على ان المصافحة للمسلم لا للكافر مسنونة من غير ان يقيدها بوقت دون وقت لقوله عليه الصلوة والسلام من صافح اخاه والمسلم وحرك يده تناثرت ذنوبه و نزلت عليها مائة رحمة تسعة وتسعون منها لا سبقهما و واحدة لصاحبه

ایک اس کے دوسرے ساتھی کے لئے "اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ "جب دو مسلمان ایک دوسرے سے ملتے پھر مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ان کی مغفرت ہو جاتی ہے" پہلی حدیث کا مقتضی ہے کہ مصافحہ مطلقاً جائز و مشروع ہو، خواہ نماز پنجگانہ، جمعہ و عیدین کے بعد ہو یا کسی اور وقت، اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مصافحہ کو کسی خاص وقت سے مقید نہ فرمایا، اور حنفیہ کے نزدیک دلیل عام کا بھی وہی رتبہ ہے جو دلیل خاص کا ہے جبکہ دلیل عام کا حکم کو قطعی طور پر لازم کرنے والی دلیلوں سے کوئی تخصیص نہ ہوئی ہو، بلکہ وہ تو اس کے قائل ہیں کہ دلیل عام اتنی قوی ہوتی ہے کہ دلیل خاص کے معارض اور اس پر ترجیح یافتہ ہوا کرتی ہے، اور یہاں دلیل مصافحہ بھی عام ہے، اس لئے کہ حدیث میں کلمہ "مَنْ" ہے جو صیغہ عموم سے ہے، یوں ہی ہمارے شیخ المشائخ علامہ مقدسی سے یہ حدیث منقول ہے "جس نے کسی مسلمان سے مصافحہ کیا اور بوقت مصافحہ (درود شریف) اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد" پڑھا تو اس کے گناہوں سے کچھ باقی نہیں رہ جاتا" اس حدیث کا صیغہ بھی عموم کا صیغہ ہے۔ اسے علامہ شرنبلالی نے اپنے رسالہ "سعادة الاسلام" میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

وقال ايضاً ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان الا غفر لهما قبل ان يتفرقا فالحدیث الاول يقتضى مشروعية المصافحة مطلقاً اعم من ان تكون عقب الصلوات الخمس والجمعة و العیدین او غير ذلك، لان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یقیدها بوقت دون وقت والدلیل العام عند الحنفیة اذا لم یقع فیہ تخصیص من الادلة الموجبة للحکم قطعاً، کالدلیل الخامس وقالوا لدلیل العام یعارض الخاص لقوته۔ والدلیل ههنا عام لان صیغة "مَنْ" من صیغ العیوم وكذا نقل عن شیخ مشائخنا العلامة المقدسی حدیث "من صافح مسلماً وقال عند المصافحة اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد لم یبق من ذنوبه شیء" فصیغته ایضاً من صیغ العیوم ذكره الشُّرْنُبَلَالی فی رسالته المسماة "بسعادة اهل الاسلام"¹

علامہ سید ابوالسعود ازہری حاشیہ کنز میں فرماتے ہیں؛

¹ مناصحہ فی تحقیق مسائلہ المصافحہ

فی شرح لشہاب الشلبی وما اعتاده الناس بعد صلوٰۃ الصبح والعصر فلا اصل له لكن لا بأس به ¹ الخ۔	شہاب الدین شلبی کی شرح میں ہے: نماز فجر وعصر کے بعد جو مصافحہ رائج ہے اس کی کوئی اصل نہیں، مگر اس میں کوئی حرج بھی نہیں۔ (ت)

غنیہ حاشیہ غرر و درر باب صلوٰۃ العیدین میں ہے:

المستحب الخروج ماشياً والرجوع من طريق آخر والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لأننكر كما في البحر وكذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوات كلها عند كل لقي ولنا فيها رسالة سيبتها سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلوٰۃ والسلام ² ۔	عید کے دن عید گاہ کو پیادہ جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا یہی مستحب ہے۔ اور بالفاظ تقبل الله مِنَّا وَمِنْكُمْ (اللہ ہمارے تمہارے عمل قبول فرمائے) مبارکباد پیش کرنا کوئی منکر اور بُرا نہیں، جیسا کہ بحر الرائق میں ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ وہ تو تمام نمازوں کے بعد ہر ملاقات کے وقت سنت ہے اور اس بارے میں "سعادة اهل الاسلام بالمصافحة عقب الصلوٰۃ والسلام" نامی ہمارا ایک رسالہ ہے۔ (ت)

فتح اللہ المعین علی شرح العلامة الملا مسکین میں ہے:

من المستحب اظهار الفرح والبشاشة (الی قوله) والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم وكذا المصافحة بل هي سنة عقب الصلوٰۃ كلها وعند كل لقي۔ شرنبلاية ³ ۔	عید کے دن مسرت و خندہ روئی ظاہر کرنا اور تقبل الله منا ومنكم (اللہ ہم سے اور تم سے قبول فرمائے) کے ذریعہ مبارک باد دینا مستحب ہے، اسی طرح مصافحہ بھی، بلکہ یہ تو تمام نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے، شرنبلاية۔ (ت)

علامہ سید احمد طحطاوی حاشیہ نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

كذا تطلب المصافحة فهي سنة	اسی طرح مصافحہ بھی مطلوب ہے بلکہ یہ تو تمام نمازوں

¹ فتح المعین حاشیہ علی شرح ملا مسکین کتاب الکراهیۃ فصل فی الاستبراء مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۰۲

² غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ غرر باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ احمد مصر ۱/۱۴۲

³ فتح المعین علی شرح العلامة الملا مسکین باب صلوٰۃ العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۲۵

عقب الصلوات کھا ¹	کے بعد سنت ہے۔ (ت)

حاشیہ در مختار میں ہے:

تستحب المصافحة بل هی سنة عقب الصلوات کھا وعند کل لقی، ابو السعود عن الشُّرُوبِیَّة ² ۔	مستحب ہے مصافحہ، بلکہ یہ تو نمازوں کے بعد اور ہر ملاقات کے وقت سنت ہے۔ ابو السعود عن الشُّرُوبِیَّة۔ (ت)

افسوس کہ دو اُعبار تیں جناب نے دیکھیں، اور اتنی عبارات کثیرہ جو کہ جناب کے خلاف تھیں نظر سے رہ گئیں۔ خیر مانا کہ اس میں اکثر کتب مطالعہ سامی میں نہ آئی ہوں، آخر در مختار اور رد المحتار تو پیش نظر تھیں، در مختار کی وہ عبارت ملاحظہ فرمائی ہوگی کہ مصافحہ مذکورہ بدعت حسنہ ہے۔ رد المحتار میں رسالہ علامہ شرنبلالی کا کلام اور علامہ شمس الدین حانوتی کا فتویٰ دیکھا ہی ہوگا، سب جانے دیجئے، یہ فتاویٰ لکھنؤ جو استناداً پیش فرمایا اسی میں یہیں یہیں یہ الفاظ موجود کہ علماء اس باب میں مختلف ہیں بعض بدعت مباحہ کہتے ہیں اور بعض بدعت مکروہہ۔ مسئلہ مصافحہ کا اختلافی ہونا پایا نہیں؟ بہت واضح راہ تھی کہ ترجیح تلاش فرمائی جاتی، جو قول مرجح نکلتا اُسی پر عمل کرنا تھا، اگر جناب کی نظر ترجیح تک نہ پہنچتی تو فقیر سے سنئے علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی نسیم الریاض شرح شفاء امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ھی بعد الصلوة بدعة عندنا ، والاَّ صَحُّ انها مباحة لما فیها من الاشارة الى انه کان قدم من غيبة لانه کان عند ربہ یناجیہ فافهم ³ ۔	یہ مصافحہ، نماز کے بعد ہمارے نزدیک بدعت ہے، اور صحیح تر یہ ہے کہ مباح ہے کیونکہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ غیبت اور غیر حاضری سے آیا ہے اس لئے کہ وہ اپنے رب کے حضور مصروفِ مناجات تھا۔ اسے سمجھو۔ (ت)

ملاحظہ فرمائیے کیسی صاف تصریح ہے کہ مصافحہ مذکورہ کی اباحت ہی قولِ اصح ہے، پھر اگر بالفرض دوسری طرف بھی تصحیح پائی جاتی، تاہم، یہی قول مرجح رہتا کہ خود باقرار رد المحتار "مذہب اباحت ہی موافقِ اطلاقِ مُثُون ہے"۔ اور خود انھیں کی تصریح ہے کہ "اختلافِ فتویٰ کے وقت اُسی قول پر عمل اولیٰ جو

¹ حاشیہ طحاوی علی مراقی الفلاح باب العیدین مطبوعہ نور محمد کراچی ص ۲۸۸

² حاشیہ طحاوی علی الدر المختار باب العیدین دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۵۳

³ نسیم الریاض شرح شفاء

اطلاق متون کے موافق ہو۔

انہوں نے یوں فرمایا کہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو تصحیح اور فتویٰ میں اختلاف ہو گیا، اور عمل اُسی پر اولیٰ ہے جو اطلاق متون کے موافق ہو، بحر (ت)	حيث قال قد اختلف التصحيح والفتوى كما رأيت والعمل بما وافق اطلاق المُنُونِ اُولَىٰ۔ بحر ¹ ۔

در مختار میں ہے:

یہ حکم برہنائے مُعتمد ہے، اس لئے کہ اختلاف ترجیح کے وقت اطلاق متون ہی کو ترجیح ہے، بحر (ت)	على المعتمد لانه متى اختلف الترجيح رجح اطلاق المتون، بحر ² ۔

اور جب کہ ترجیح صرف اسی طرف ہے تو اب اس قول کا اختیار فقہات سے بالکل برطرف ہے، در مختار میں ہے:

ہم عام مقلدین پر تو بس اُسی کی پیروی کرنا ہے جسے ان بزرگوں نے رائج و صحیح قرار دے دیا۔ (ت)	امانحن فعلينا اتباع ما رجحوه وصحّوه۔ ³

اسی میں ہے:

مرجوح قول پر حکم اور فتویٰ دینا جہالت اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)	الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهل و خرق للاجماع ⁴ ۔

الحمد للہ اب حق باحسن وجہ واضح ہو گیا، اُمید کرتا ہوں کہ جناب بھی اب تو مصنف مذکورہ و معانقہ عید کے جواز و اباحت پر فتویٰ دیں گے اور اپنے تلامذہ کو ان امور جائزہ کے طعن و انکار سے باز رہنے کی ہدایت کریں گے واللہ الہادی و ولیّ الاکیادی۔
ششم: الحمد للہ کہ ضمن تقریر میں مسئلہ مصنف بعدِ صلوٰۃ بھی صاف ہو گیا، اور تعلیلاتِ ثلثہ کا علیل ہونا بھی منکشف ہو لیا، ثالث پر کلام تو صراحۃً گزرا اور اول کا جواب عبارتِ تکملہ شرح اربعین و نسیم الریاض سے واضح ہوا کہ بعد ختم نماز ملنا بھی ابتدائے لقا ہے، ولہذا اس وقت سلام مشروع ہوا، تو مصنف کیوں

¹ رد المحتار مطلب رسم المفتی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷۲/۱

² رد المحتار مطلب رسم المفتی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۷۷

³ رد المحتار مطلب رسم المفتی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۷۴

⁴ رد المحتار مطلب رسم المفتی مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱/۷۴

نامشروع ہونے لگا۔ رہی تعلیل ثانی اس کے جواب کا اشارہ کلام فقیر میں گزرا مشابہت صرف ان تین صورتوں میں مذموم ہے ورنہ نہیں۔

تکمیل کلام: اتنا اور سن لیجئے کہ کسی طائفہ باطلہ کی سنت جہی تک لائق احتراز رہتی ہے کہ وہ ان کی سنت رہے، اور جب ان میں سے رواج اٹھ گیا تو ان کی سنت ہونا ہی جاتا رہا، احتراز کیوں مطلوب ہوگا، مصافحہ بعد نماز اگر سنتِ روافض تھا تو اب ان میں رواج نہیں، نہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں نہ بعد نماز مصافحہ کرتے ہیں، بلکہ شاید اول لقاء پر بھی مصافحہ ان کے یہاں نہ ہو کہ ان اعدائے سنن کو سنن سے کچھ کام ہی نہ رہا، تو ایسی حالت میں وہ علت سرے سے مرفوع ہے۔ درمختار میں ہے:

یجعلہ لبطن کفہ فی یدہ الیسری . وقیل الیمنی الانہ من شعار الروافض فیجب التحرز عنہ قہستانی وغیرہ . قلت ولعلہ کان وبان فتبصر ¹ -	(مرد) انگوٹھی بائیں ہاتھ میں ہتھیلی کی طرف کرے، اور کہا گیا دائیں ہاتھ میں پہنے، مگر یہ رافضیوں کا شعار ہے، تو اس سے بچنا ضروری ہے، (قہستانی وغیرہ) میں نے کہا یہ کسی زمانے میں رہا ہوگا پھر ختم ہو گیا، تو اس پر غور کرلو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای کان ذلک من شعار ہم فی الزمن السابق ثم انفصل وانقطع فی هذه الازمان فلا ینھى عنہ کیفما کان ² -	یعنی وہ گزشتہ زمانے میں ان کا شعار تھا پھر ان زمانوں میں نہ رہا اور ختم ہو گیا تو اب اس سے ممانعت نہ ہوگی، جیسے بھی ہو - (ت)

اب تو بحمد اللہ سب شکوک کا ازالہ ہو گیا، فاحفظ واحمد وکن من الشاکرین والحمد للہ رب العلمین (تو اسے یاد رکھو اور حمد کرو اور شکر گزار بنو اور ساری تعریف اللہ کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ ت)
ہفتم: سخت افسوس کا مقام ہے کہ عبارتِ مرقات کی نقل میں بہت تقصیر واقع ہوئی، مرقاۃ شریف میں اُس عبارت کے بعد یہ الفاظ تھے:

¹ درمختار کتاب الخطر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۶۱/۶

² ردالمحتار کتاب الخطر والاباحۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۶۱/۶

نعم لو دخل احد في المسجد والناس في الصلوة او على ارادة الشروع فيها فبعد الفراغ لو صافحهم لكن بشرف سبق السلام على المصافحة فهذا من جملة المصافحة المسنونة بلاشبہ ¹ ۔	ہاں اگر کوئی مسجد میں داخل ہو اور لوگ نماز میں، یا نماز شروع کرنے والے ہیں، تو فارغ ہونے کے بعد اگر ان سے مصافحہ کرے بشرطیکہ مصافحہ سے پہلے سلام ہو لے تو بلاشبہ مصافحہ مسنونہ ہی کے مجموعہ میں شامل ہوگا۔ (ت)

ان میں صاف تصریح تھی کہ وہ کراہت صرف اس صورت میں ہے کہ نماز سے پہلے مل لئے، باتیں کر چکے، ملاقات ہوئی، اُس وقت مصافحہ نہ ہو انہ کچھ اور، اب بعد سلام آپس میں مصافحہ کرنے لگے اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ یہی وقت ابتدائے لقا کا ہو کہ یہ اس وقت آیا کہ نماز شروع ہو گئی تھی یا شروع کا ارادہ تھا، اب بعد سلام مصافحہ کرے تو یہ یقیناً مصافحہ مسنونہ ہے کہ خاص اول لقا پر واقع ہوا، ظاہر ہے کہ جماعت عید میں اکثر لوگوں کی باہم یہی حالت ہوتی ہے کہ بعد سلام ان کی لقا اول ہوتی ہے، تو مرقات کے طور پر بھی انھیں معافقہ سے اصلاً ممانعت نہیں ہو سکتی، پھر معافقہ عید شرکائے جماعت واحدہ ہی سے خاص نہیں بلکہ تمام احباب جنہوں نے مختلف مساجد میں نمازیں پڑھیں اس دن بلکہ اس دن کے دوسرے دن تک اول ملاقات بعد الصلوٰۃ پر باہم معافقہ کرتے ہیں، یہ معافقہ تو یقیناً ابتدائے پر ہوتے ہیں، جو عبارت مرقات سے برسمیل قیاس جناب اور عبارت فتاویٰ لکھنؤ سے صراحت ٹھیک موقع پر درست و بجا واقع ہیں، حالانکہ مانعین زمانہ کا منع مصافحہ بعد نماز اور معافقہ عید دونوں میں سب صورتوں کو عام و مطلق اور وہ آپ ہی کی عبارات مستندہ کی رو سے باطل و ناحق، پس اگر انھیں عبارتوں پر عمل فرمادیتے کہ نماز عید سے پہلے جو لوگ مل لیتے ہیں صرف وہ بعد نماز معافقہ نہ کریں، اور جو ہنوز نہیں ملے انھیں معافقہ بلا کراہت جائز و مباح ہے، یوں ہی ایک دوسرے کے پاس جو ملنے جاتے یا راہ میں ملتے ہیں وہ بھی بلا تاثر معافقہ کریں خواہ پیش از نماز یا بعد از نماز مل لئے ہوں یا نہ ملے ہوں کہ اس وقت تو ابتدائے لقا ہے، ان سب صورتوں کا جواز آپ ہی کے مستندات سے ثابت۔ لاجرم آپ کو اس کی تصریح کرنا ہوگی، اس کے بعد دیکھئے کہ حضرات مانعین آپ کو کیا کہتے ہیں، واللہ المستعان علی جہالات الزمان (اور اللہ ہی وہ ہے جس سے زمانے کی جہالتوں کے خلاف مدد طلبی ہے۔ ت)

ہشتم: اس سے زیادہ عجیب تر یہ ہے کہ ان لفظوں کے متصل ہی مرقات میں اور تحقیق جلیل و نافع،

¹ مرقات شرح مشکوٰۃ باب المصافحہ والمعاطفہ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۹/ ۷۴

خیالات مانعین پر سیف قاطع تھی وہ بھی نقل میں نہ آئی، فرماتے ہیں:

یعنی ہانکہ اُس صورت خاصہ میں کہ ملاقات پیش از نماز کر چکیں، اور مصافحہ تحیت بعد نماز کریں، کراہت مانی جاتی ہے، پھر بھی اگر کوئی مسلمان مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے تو ہاتھ نہ کھینچنا چاہئے بلکہ مصافحہ کر لیا جائے، اگرچہ اسے معاونت بدعت کہا جائے کہ اس حالت میں مصافحہ نہ کرنا صرف ایک ادب و اولیٰ تھا، اور اب اس کے ترک میں مسلمان کی ایذا ہے کہ وہ تو ہاتھ بڑھائے اور ہم ہاتھ کھینچ لیں، مسلمان کی خاطر داری اُس ادب کی مراعات پر مقدم ہے، لہذا اس صورت میں کراہت نہیں بلکہ مصافحہ کرنا ہی چاہئے (ت)	ومع هذا اذا مَدَّ مُسْلِمٌ يَدَهُ لِلْمَصَافَحَةِ فَلَا يَنْبَغِي الْأَعْرَاضُ عَنْهُ بِجَذْبِ الْيَدِ لِمَا يَتَرْتَّبُ عَلَيْهِ مِنْ أَذًى يَزِيدُ عَلَى مُرَاعَاةِ الْأَدَبِ فَحَاصِلُهُ أَنْ لَا ابْتِدَاءَ بِالْمَصَافَحَةِ حِينَئِذٍ عَلَى الْوَجْهِ الْمَشْرُوعِ مَكْرُوهٌ لَا الْمَجَازِبَةُ وَأَنْ كَانَ قَدِيقًا فِيهِ نَوْعٌ مُعَاوَنَةٌ عَلَى الْبِدْعَةِ¹ - وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ

للہ انصاف! اس منصفانہ کلام کو مانعین زمانہ کے خیالات سے کتابتاً بعد ہے، یہ حضرات تو خواہی نخواہی اپنی مشیخت بنانے اور شہرت پیدا کرنے کے لئے جماعات کی مخالفت کو ذریعہ فخر اور غایت تشرع سمجھے ہوئے ہیں مگر علمائے محققین مسلمان کا دل رکھنے کو رعایت آداب اور ترک مکروہات پر بھی مقدم جانتے اور ان کے رسوم و عادات میں مخالفت کو مکروہ و باعث شہرت مانتے ہیں، لہذا تصریح فرماتے ہیں کہ جب تک کوئی نہی صریح، غیر قابل تاویل نہ آئی ہو، عادات اُناس میں موافقت ہی کر کے ان کا دل خوش کیا چاہے اگرچہ وہ فعل بدعت ہو، عین العلم میں ارشاد ہوا:

اُن امور میں لوگوں کی موافقت کر کے انھیں خوش کرنا اچھا ہے جن (امور) سے شریعت میں ممانعت نہیں ہے۔	الْإِسْرَارُ بِالنَّسَاعَةِ فِيمَا لَمْ يَنْهَ وَصَارَ مُعْتَادًا فِي عَصْرِ هُمْ

ف: یعنی ادب و اولیٰ چھوڑنے سے مسلمانوں کی خاطر داری ہوتی ہے تو ادب و اولیٰ کی رعایت نہ کرے، دل مسلم کی رعایت کرے، دل مسلم کو تکلیف پہنچانا اور اسے شکستہ کرنا ترک اولیٰ و مخالف ادب سے زیادہ بُرا ہے، البتہ جہاں رعایت ادب و اولیٰ اور مومن کا پاس خاطر دونوں جمع ہو سکتے ہیں وہاں بلاشبہ ترک ادب کا حکم نہیں، ہاں اگر کسی امر سے صراحتاً ممانعت آئی ہے تو محض مسلمان کی خاطر داری کے لئے اُس امر ممنوع کا ارتکاب نہ کرے۔ (مترجم)

¹ مر قاعہ شرح مشکوٰۃ باب المصافحہ والمعافحہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۹/ ۷۴

حَسَنٌ وَإِنْ كَانَ بِدْعَةً ¹	اور لوگوں کے عہد میں وہ رائج ہو چکے ہیں خواہ بدعت اور نویجاد ہی ہوں۔ (ت)

امام حجة الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احياء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

الموافقة في هذا الامور من حسن الصحبة والعشرة اذ المخالفة موحشة ولكل قوم رسم لا بد من مخالفة الناس باخلاقهم كما ورد في الخبر لاسيما اذا كانت اخلاقها حسن العشرة و لمجاملة وتطبيب القلب بالمساعدة وقول القائل ان ذلك بدعة لم يكن في الصحابة رضى الله تعالى عنهم وانما المحذور بدعة تراغم سنة مأمورا بها ولم ينقل النهى عن شئ من هذا (الى قوله) وكذلك سائر انواع المساعدات اذ قصد بها تطبيب القلب واصطلاح عليها جماعة فلا بأس بمساعدة الا فيما ورد فيه نهى لا يقبل التاويل ²	یعنی ان امور میں لوگوں کی موافقت کرنا حسن صحبت اور معاشرت سے ہے اس لئے کہ مخالفت وحشت دلاتی ہے اور ہر قوم کی کچھ رسمیں ہوتی ہیں کہ ان میں ان کا حکم آیا خصوصاً وہ عادتیں جن میں حسن معاشرت اور باہم اچھا برتاؤ اور موافقت کر کے دل خوش کرنا ہو اور کہنے والے کا کہنا یہ بدعت ہے، صحابہ کے زمانے میں ہی نہ تھا، تو کیا جو کچھ مباح کہا جائے سب صحابہ سے ہی منقول ہوتا ہے، بُری تو وہ عادت ہے جو کسی سنت مامور بہا کا رد کرے اور اس فعل سے شرع میں کہیں ممانعت نہ آئی۔ اس طرح تمام مساعدت کی باتیں جبکہ ان سے دل خوش کرنا مقصود ہو، ایک گروہ کی رسم ہو گئی تو ان کی موافق کرنا کچھ حرج نہیں بلکہ موافقت ہی بہتر ہے مگر اُس صورت میں کہ صاف نہی وارد ہو جو قابل تاویل نہ ہو۔ (ت)

دیکھئے اطباء قلوب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشاد یہ ہیں، اللہ عزوجل جسے نیک توفیق دے وہی ان نفیس الہی ہدایتوں پر عمل
کرے۔ حضرات مانعین ان سے منزلوں دور ہیں ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم
بالجملہ اگر آپ کو مرقعات پر عمل ہے تو صاف تصریح فرمادیجئے کہ بعد عید جو شخص معانقے کو ہاتھ بڑھائے

¹ عین العلم الباب التاسع فی الصمت الخ مطبوعہ امرت پریس، لاہور ص ۴۱۲

² احياء العلوم آداب السماع والوجد مطبوعہ قاہرہ، مصر ۱۲/۳۰۵

اس سے انکار ہرگز نہ کیا جائے بلکہ فوراً معاف کر لیں، افسوس کہ مرقاۃ سے سند لانا تو بالکل الٹا ہے۔ مجھے جناب کی بزرگی سے امید ہے کہ شاید مرقاۃ شریف خود ملاحظہ نہ فرمائی ہو بلکہ مانعین زمانہ عبارات میں قطع و رید و سرقہ کے عادی ہیں، کسی سارق نے آدھی عبارت کہیں نقل کر دی ہے آپ کے اعتماد پر اسناد کر لیا، اب کہ پوری عبارت پر مطلع ہوئے ضرور حق کی طرف رجوع فرمائے گا واللہ الموفق۔

نہم: بحمد اللہ تعالیٰ ہماری تحقیقات رائقہ سے آفتاب روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ معاف عید کو بدعت مذمومہ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ وہ سنت مباح کے اندر دائر ہے، یعنی من حیث الاصل سنت اور من حیث الخصوص مباح، اور بقصد حسن محمود مستحسن، تو ظاہر ہوا کہ عبارت ردالمحتار:

جب حکم کسی سنت و بدعت کے درمیان دائر ہو تو ترک سنت کو ارتکاب بدعت پر ترجیح حاصل ہے۔ (ت)	إِذَا تَرَدَّدَ الْحُكْمُ بَيْنَ سُنَّةٍ وَبِدْعَةٍ الْخ ^۱

کو اسی مسئلہ سے اصلاً تعلق نہیں کہ وہاں بدعت سے مراد بدعت مذمومہ ہے۔ جب تو اس سے بچنے کے لئے سنت کا چھوڑنا تک گوارا کیا ورنہ بدعت مباحہ سے بچنا خود ہی مطلب نہیں، نہ کہ اس کے لئے سنت چھوڑ دینے کا حکم دیا جائے، وھذا ظاہر علی کل من لہ حظاً من عقل صفی (یہ ہر اس شخص پر عیار ہے جسے پسندیدہ اور خالص عقل سے کچھ حصہ ملا ہے۔ ت)

دہم: فتویٰ فقیر میں میاں اسماعیل دہلوی کی بھی عبارت تھی جس میں معاف عید کے مستحسن ہونے کی صاف تصریح ہے، اس سے جناب نے کچھ تعرض نہ فرمایا بلکہ مجموعہ فتاویٰ و عبارات ردالمحتار و مرقاۃ پیش فرمائیں۔ اس میں دو احتمال ہیں: ایک وہ، طائفہ مانعین جس کے خوگر ہیں یعنی ہنوات باطلہ و خرافات عاقلہ میں دہلوی مذکور کا امام اکبر مانتے ہیں اور جو باتیں وہ بعلت مناقضت جس کا اس کے یہاں حد سے زائد جوش و خروش ہے اصول و فروع طائفہ کے خلاف لکھتا ہے دیوار سے مارتے ہیں۔

دوم یہ کہ جناب کو اس سے کچھ کام نہیں جو کلام اس کا تصریحاً امثال مرقات و ردالمحتار حتیٰ کہ مولوی صاحب لکھنوی کے خلاف ہو قابل قبول نہیں۔ اگر شق اخیر مختار ہے اور جناب کی انصاف پسندی سے یہی مامول، تو صراحۃً اس کی تصریح فرمادیتے کہ جو مسائل تقویۃ الایمان و صراطِ مستقیم و ایضاً الحق و غیر ہاتصانیف شخص مذکور، مولانا علی قاری و علامہ شامی یہاں تک کہ مولوی صاحب لکھنوی اور ان کے امثال کی

^۱ ردالمحتار مطلب از ترذو الحکم مطبوعی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۶۸۲

تصریحات سے رد ہوتے ہیں ان کا بطلان تسلیم فرماتے جائیے، امید کرتا ہوں کہ بہت مسائل نزاعیہ جن میں جملائے مانعین کو بے حد شور و شغب ہے یوں باحسن و مجاہدہ انفصال پائیں گے اور ہم آپ بتوفیقہ تعالیٰ شخص مذکور کی ضلالت عقائد و بطالت مکائد پر متفق ہو کر حق ناصح کے اعلان میں باہم مُدد و معاون یک دیگر ہو جائیں گے۔

و بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ وَالْوَصُولِ اِلٰی سِوَاءِ الطَّرِیْقِ، وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَصَحْبِهِ اٰجْمَعِیْنَ، اٰمِیْن!	اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق اور سیدھی راہ تک رسائی ہے، اور ہماری آخری پکاریہ ہے کہ ساری تعریف اللہ کے لئے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے، اور درود و سلام ہو رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کی آل و اصحاب سب پر۔ خداوند قبول فرما۔ (ت)

کتبہ، عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عَفِیَ عَنْہُ بِمُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی النَّبِیِّ الْاَمِّیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

باب الاستسقاء

(نمازِ استسقاء کا بیان)

مسئلہ ۱۴۵۱: از محلہ کوٹ پرگنہ سنبھل ضلع مراد آباد مکان مولوی لئیق احمد صاحب مرسلہ مظہر حسین صاحب ۲۳ ذیقعدہ

۱۳۳۱ھ

نمازِ استسقاء نماز ہے یا دُعا، اور استسقاء کیسے وقت میں ہونا چاہئے؟ بینوا توجروا

الجواب:

نمازِ استسقاء صاحبین کے نزدیک سنت ہے اور اسی پر عمل ہے اور اُس وقت ہونا چاہیے جبکہ حاجت شدید ہو اور امید منقطع ہو چکی ہو اور لوگ اس کے آداب کے طور پر اسے بجالاتیں خشیت و خشوع اس کی اصل ہے اور وہ آج کل اکثر قلوب سے مرتفع الا ماشاء اللہ اس ملک میں ہمسایہ کفار ہیں ہماری بے طوریوں کے باعث کہ نہ دعا کے طور پر کرتے ہیں نہ نماز کے طور پر نماز پڑھتے، اگر اجابت نہ فرمائی جائے تو کفار کے مضحکہ کا اندیشہ ہے اس لئے یہاں کی حالت کے مناسب تر اس عمل پر اقتصار رہے جو قرآن عظیم میں نزول بارانِ رحمت کے لئے ارشاد ہوا یعنی کثرت استغفار و توجہ عزیز غفار فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝^۱ (تو میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف کرنے والا ہے تم پر شرالے کا مینہ بھیجے گا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

^۱ القرآن ۷۰/۱۱

ماخذ و مراجع

سن وفات ہجری

مصنف

نام کتاب

۴۱۶	عبدالرحمن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۱۔ الاجزاء فی الحدیث
۴۴۶	ابوالعباس احمد بن محمد الناطقی الحنفی	۲۔ الاجناس فی الفروع
۶۸۳	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۳۔ الاختیار شرح المختار
۲۵۶	محمد بن اسلمیل البخاری	۴۔ الادب المفرد للبخاری
۹۲۳	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری
۹۵۱	ابوسعود محمد بن محمد الحمادی	۶۔ ارشاد العقل السلیم
۱۲۲۵	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۷۔ الارکان الاربع
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۸۔ الاشباہ والنظائر
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۹۔ اشعة المبعثات شرح مشکوٰۃ
۴۸۲	علی بن محمد البرزوی	۱۰۔ اصول البزوی
۹۴۰	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۱۱۔ الاصلاح والایضاح للوقایۃ فی الفروع
۷۶۹	قاضی بدر الدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۱۲۔ اکھام المرجان فی احکام الجنان
۷۵۸	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۱۳۔ انفع الوسائل الی تحریر المسائل
۱۰۶۹	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۴۔ امداد الفتاح شرح نور الایضاح
۷۹۹	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۱۵۔ الانوار لعل الابرار

۴۳۲	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	امانی فی الحدیث	۱۶
۳۶۴	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	الایجاز فی الحدیث	۱۷
۴۰۷	احمد بن عبدالرحمن الشیرازی	القاب الروات	۱۸
۱۸۹	ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	الاصل (مبسوط)	۱۹
۲۰۰	محمد بن حسن المدنی ابن زبالہ	اخبار مدینہ	۲۰
۲۰۴	محمد بن ادریس الشافعی	الامر	۲۱
۲۵۶	زبیر ابن بکار الزبیری	اخبار مدینہ	۲۲
۳۶۰	الحسن بن عبدالرحمن الرامہرمزی	امثال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۲۳
۴۰۵	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری	اربعین للحاکم	۲۴
۵۰۵	امام محمد بن محمد الغزالی	احیاء العلوم	۲۵
۶۷۶	محی الدین یحییٰ بن شرف النووی الشافعی	اربعین نووی	۲۶
۶۷۶	سید البرار ابو زکریا یحییٰ شرف النووی	الاذکار المنتخبہ من کلام	۲۷
۶۳۰	علی بن محمد ابن اثیر الشیبانی	اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	۲۸
۸۰۶	امام زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی	الفیۃ العراقی فی اصول الحدیث	۲۹
۸۵۲	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	الاصابۃ فی تہذیب الصحابہ	۳۰
۹۰۳	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی	انہودج العلوم	۳۱
۹۱۱	عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	الاتقان جلال الدین	۳۲
۹۷۴	احمد بن حجر الھیتمی المکی	اعلام بقواطع الاسلام	۳۳
۱۰۱۴	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری (ملا علی القاری)	الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ	۳۴
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم	الانتبہۃ فی سلاسل اولیاء	۳۵
۱۲۰۵	سید محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی	اتحاف السادۃ المتقین	۳۶
۱۲۷۳	عبدالغنی الدہلوی المدنی	انجاء الحاجۃ حاشیۃ سنن ابن ماجہ	۳۷
		اعانة الطالبین سید محمد شطرا الدمیاطی	۳۸
۴۲۸	ابو علی حسن بن عبداللہ الشیربانی	الاشارات ابن سینا	۳۹

۵۸۷	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۴۰۔ بدائع الصنائع
۵۹۳	علی بن ابی بکر المرغینانی	۴۱۔ البدایۃ (بدایۃ المبتدی)
۹۷۰	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۴۲۔ البحر الرائق
۹۲۲	ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی	۴۳۔ البرہان شرح مواہب الرحمن
۳۷۲	فقیہ ابوالیث نصر بن محمد السمرقندی	۴۴۔ بستان العارفین
۵۰۵	حبیب الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۴۵۔ البسیط فی الفروع
۸۵۵	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۴۶۔ البنایۃ شرح الہدایۃ
۷۱۳	یوسف بن جریر اللغنی الشطنوفی	۴۷۔ بہجۃ الاسرار
۸۵۲	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۴۸۔ بلوغ العرام
۱۲۳۹	شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ	۴۹۔ بستان المحدثین
۱۹۰۵ء	رشید احمد گنگوہی	۵۰۔ براہین قاطعہ
ت		
۱۲۰۵	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۵۱۔ تاج العروس
۵۷۱	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۲۔ تاریخ ابن عساکر
۲۵۶	محمد بن اسماعیل البخاری	۵۳۔ تاریخ البخاری
۵۹۳	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۴۔ التجنیس والمزید
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن المہام	۵۵۔ تحریر الاصول
۵۴۰	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۶۔ تحفۃ الفقہاء
۷۳۰	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۵۷۔ تحقیق الحسابی
۸۷۹	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۵۸۔ الترجیح والتصحیح علی القدوری
۸۱۶	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۵۹۔ التعریفات لسیّد شریف
۴۶۳	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر الاندلسی	۶۰۔ التہیید لہام فی الموطا من المعانی والاسانید

۶۱۔	تنبیہ الانام فی آداب الصیام	۸۶۴-۹۱۱
۶۲۔	تفسیر الجلالین	۸۵۲
۶۳۔	تہذیب التہذیب	۹۲۳
۶۴۔	تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن اخبار الشنیعۃ الموضوعۃ	۳۲۷
۶۵۔	تفسیر ابن ابی حاتم	۱۳۱۰
۶۶۔	تہذیب الآثار	۹۱۱
۶۷۔	تقریب القریب	۸۷۹
۶۸۔	التقریر والتحبیر	۱۰۳۱
۶۹۔	التیسیر شرح الجامع الصغیر	۷۴۳
۷۰۔	تبیین الحقائق	۸۵۲
۷۱۔	تقریب التہذیب	۸۱۷
۷۲۔	تنویر البقیاس	۱۰۰۴
۷۳۔	تنویر الابصار	۲۹۴
۷۴۔	تعظیم الصلوٰۃ	۴۶۳
۷۵۔	تاریخ بغداد	۷۷۳
۷۶۔	التوشیح فی شرح الہدایۃ	۷۷۳
۷۷۔	تاریخ الطبوی	۳۱۰
۷۸۔	تنبیہ الغافلین	۳۷۳
۷۹۔	تاریخ ابن نجار	۶۴۳
۸۰۔	التزغیب والتزیب	۶۵۶
۸۱۔	التوضیح شرح التنقیح فی اصول الفقہ	۷۷۷
۸۲۔	تذکرۃ الحفاظ	۷۷۸
۸۳۔	تذیب تہذیب الکمال	۷۷۸
۸۴۔	التلویح شرح توضیح	۷۹۲
۸۵۔	تدریب الراوی	۹۱۱

۸۶۔	التعقبات علی الموضوعات	جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۸۷۔	تاریخ الخیسیس	شیخ حسین بن محمد بن الحسن دیاربکری	۹۶۶
۸۸۔	تذکرہ اولی الالباب انطاکی	داؤد بن عمر انطاکی	۱۰۰۸
۸۹۔	التبیان فی بیان ما فی لیلة النصف من شعبان	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۳
۹۰۔	تفسیرات احمدیہ	احمد بن ابوسعید المعروف ملا جیون	۱۱۳۰
۹۱۔	التفسیر المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۹۲۔	تحفہ اثناء عشریہ	الشاہ عبدالعزیز دہلوی	۱۲۳۹
۹۳۔	تنبیہ ذوی الافہام	محمد امین ابن عابدین	۱۲۵۲
۹۴۔	التحریر المختار (تقریرات الراجعی)	عبدالقادر الراغی الفاروقی	۱۳۲۳
۹۵۔	تذکرۃ الموضوعات للفتنی	محمد بن طاہر الفتنی	۹۸۶
۹۶۔	تجنیس الملتقط		
۹۷۔	تحفۃ المومنین فی الطب	محمد مومن بن محمد زمان الحسینی	
۹۸۔	تحفۃ الصلوٰۃ (فارسی)	حسین بن علی اکاشفی الواعظ	۹۱۰
ث			
۹۹۔	الثمانون فی الحدیث	ابوبکر محمد بن الحسین الآجری	۳۶۰
۱۰۰۔	ثبت ابو محمد بن امیر المکی المصری		
ج			
۱۰۱۔	جامع الترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی	۲۷۹
۱۰۲۔	جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۱۰۳۔	الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسماعیل البخاری	۲۵۶
۱۰۴۔	الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۰۵۔	الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۱۰۶۔	جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶

۸۲۳	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل باین قاضی	جامع الفصولین	۱۰۷
۳۴۰	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	الجامع الكبير في فروع الحنفية	۱۰۸
۰	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	جواهر الاخلاطی	۱۰۹
۹۸۹	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	الجواهر الزکیة	۱۱۰
۵۶۵	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	جواهر الفتاویٰ	۱۱۱
۸۰۰	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد البیہقی	الجوہرۃ النبیۃ	۱۱۲
۲۳۳	یحییٰ بن معین البغدادی	الجرح والتعديل في رجال الحديث	۱۱۳
۹۱۱	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی	الجامع الصغير في الحديث	۱۱۴
۳۱۰	محمد بن جریر الطبری (تفسیر طبری)	جامع البیان فی تفسیر القرآن	۱۱۵
۲۵۶	ابو علی حسن بن عرفہ بعداز	جزء حديثي حسن بن عرفه	۱۱۶
۴۶۳	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	الجامع للاحلاق الراوی والسامع	۱۱۷
۶۳۶	محمد بن محمود الاستروشنی	جامع احكام الصغار في الفروع	۱۱۸
۶۴۶	ضیاء الدین عبداللہ بن احمد المالقی	جامع الادویہ والاغذیہ	۱۱۹
۹۱۱	نور الدین علی بن احمد السموودی والمصری	جواهر العقدين في فضل الشرفين	۱۲۰
۹۷۰	محمد غوث بن عبداللہ گوالیاری	جواهر خمسہ	۱۲۱
۹۱۱	ابوبکر جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین سیوطی	جمع الجوامع في الحديث	۱۲۲
۹۷۴	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	جوہر منظر فی زیارت قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم	۱۲۳
۱۰۵۲	عبداللہ بن سیف الدین محدث دہلوی	جذب القلوب الى ديار المحبوب	۱۲۴
۵۵۶	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	الجامع الكبير في الفتاوى	۱۲۵
		ح	
۱۱۷۶	محمد بن مصطفیٰ ابوسعید الخدیمی	حاشیہ علی الدرر	۱۲۶
۱۰۲۱	احمد بن محمد الشلبی	حاشیہ ابن شلبی علی التبيين	۱۲۷
۱۰۱۳	عبداللہ بن محمد الرومی	حاشیہ علی الدرر	۱۲۸
۸۸۵	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	حاشیہ علی الدرر لملا خسرو	۱۲۹

۱۳۰	حاشیة على المقدمة العشماوية	علامہ سقظی	۹۴۵
۱۳۱	الحاشیة لسعدی آفندی علی العنایة	سعد اللہ بن عیسی الآفندی	۱۱۴۳
۱۳۲	الحدیقة الندیة شرح طریقہ محمدیة	عبد الغنی النابلسی	۶۰۰
۱۳۳	الحاوی القدسی	قاضي جمال الدین احمد بن محمد نوح القابلی الحنفی	۳۷۲
۱۳۴	حصر المسائل فی الفروع	امام ابو الیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۴۳۰
۱۳۵	حلیة الاولیاء فی الحدیث	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۸۷۹
۱۳۶	حلیة المحلی شرح منیة المصلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۵۹۰
۱۳۷	حز الامانی ووجه التهانى	ابو محمد قاسم بن فیرہ الشاطبی المالکی	۶۸۲
۱۳۸	حیوة الحیوان الکبری للدمیری	زکریا بن محمد بن محمود الفروینی	۸۳۳
۱۳۹	الحصن الحصین من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	۸۸۵
۱۴۰	حاشیة التلویح ملاحسرو	محمد بن فراموز ملا خسرو	۶۶۸
۱۴۱	حاشیة التلویح حسین چلبی	حسن بن محمد شاه الفناری چلبی	۱۰۱۴
۱۴۲	حز ثمین شرح حصن حصین	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	۱۱۷۹
۱۴۳	حجة الله البالغة	شاه ولی اللہ بن شاه عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۱۴۴	حاشیة مکتوبات شاه ولی اللہ	شاه ولی اللہ بن شاه عبد الرحیم الدہلوی	۱۲۵۷
۱۴۵	حصر الشارح فی اسانید الشیخ	محمد عابد السندی	
۱۴۶	حاشیة الکثری علی الانوار		
۱۴۷	حاشیة کفایة الطالب الریانی		
۱۴۸	حاشیة الحنفی علی الجامع الصغیر علامہ الحنفی		
۱۴۹	الحاوی للفتاوی	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۰	حسن المقصد فی عمل المولد	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
خ			
۱۵۱	خزانة الروایات قاضی جکن الحنفی		
۱۵۲	خزانة الفتاوی	طاهر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲

۱۵۳۔	خزانة المفتین	حسین بن محمد السعانی السیقانی	۷۷۰ کے بعد
۱۵۴۔	خلاصة الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۱۵۵۔	خلاصة الفتاوی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۱۵۶۔	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۵۷۔	الخصائص الكبرى	جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۸۔	خلاصة الوفا	علی بن احمد السمودی	۹۱۱
۱۵۹۔	خزائن الاسرار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین محمد بن علی الحصفی	۱۰۸۸

۲

۱۶۰۔	الدراية شرح الهداية	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۶۱۔	الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۶۲۔	الدر المختار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین الحصفی	۱۰۸۸
۱۶۳۔	الدر النثیر علامہ	جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	۹۱۱
۱۶۴۔	الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور	علامہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	۹۱۱

۳

۱۶۵۔	ذخيرة العقبي	یوسف بن جنید الجبلی (چلبی)	۹۰۵
۱۶۶۔	ذخيرة الفتاوی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۱۶۷۔	ذم الغيبة	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

۴

۱۶۸۔	الرحمانية		
۱۶۹۔	رد المحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۰۔	رحمة الامة فی اختلاف الائمة	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمن الدمشقی	۷۸۱
۱۷۱۔	رغائب القرآن ابو مروان	عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹

۹۷۰	شیخ زین الدین بابر بن نجیم	رفع الغشاء في وقت العصر والعشاء	۱۷۲
۲۸۰	عثمان بن سعيد الدارمی	رد على الجهبية	۱۷۳
۱۲۴۶ء ۱۸۳۱	مولوی اسماعیل دہلوی	رساله نذور	۱۷۴
۴۶۵	عبد الکریم بن ہوازن القشیری	رساله قشیریہ	۱۷۵
۸۵۵	بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	۱۷۶
۸۷۹	قاسم بن قطلوبغا المصری	رفع الاشتباه عن سبل البیاء	۱۷۷
۹۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	رساله طلوع شریا	۱۷۸
۹۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن کمال الدین السیوطی	رساله اتحاف الغرفه	۱۷۹
۹۷۰	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	رسائل ابن نجیم	۱۸۰
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	رساله ابتداء	۱۸۱
۱۰۹۸	احمد بن سید محمد مکی الحموی	رساله القول البلیغ فی حکم التبلیغ	۱۸۲
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ دہلوی	رساله انصاف	۱۸۳
۱۲۵۲	محمد امین آفندی ابن عابدین	رسائل ابن عابدین	۱۸۴
۱۳۱۷	جعفر اسماعیل البرزنجی	۱۸۵- رساله میلاد مبارک (الکوکب الانوار علی عقد الجوہر)	
۶۹۴	ابو جعفر احمد بن احمد الشیر بالمحب الطبری المکی	الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ	۱۸۶
۱۲۴۶	میاں اسماعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی ۱۸۳۱ء	رساله بدعت	۱۸۷
	مولوی خرم علی	رساله وعائیه	۱۸۸
۱۳۴۳	ابوالحسنات محمد عبداللہ	رساله غایۃ المقال	۱۸۹
		ز	
	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسیجانی التونی اواخر القرن السادس	زاد الفقہاء	۱۹۰
۸۶۱	کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن المہام	زاد الفقیر	۱۹۱
۱۰۱۶	محمد بن محمد التمر تاشی تقریباً	زواہر الجواہر	۱۹۲
۱۸۹	امام محمد بن حسن الشیبانی	زیادات	۱۹۳
۱۲۵۰	محمد بن علی الشوکانی	زہر النسرین فی حدیث المعبرین	۱۹۴

۱۹۵۔	زہر الدہی علی المجتبی	جلال الدین عبدالرحمن السیوطی	۹۱۱
۱۹۶۔	زہر الروض فی مسئلۃ الحوض	محمد بن عبداللہ ابن شحہ	۹۲۱
۱۹۷۔	الزواج عن الكبائر	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۱۹۸۔	زبدۃ الآثار فی اخبار قطب الاخبار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲
۱۹۹۔	زبدۃ الاسرار فی مناقب غوث الابرار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲

س

۲۰۰۔	السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادی البیہقی	۸۰۰
۲۰۱۔	السنن لابن ماجہ	ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ	۲۷۳
۲۰۲۔	السنن لابن منصور	سعید بن منصور الحر اسافی	۲۷۳
۲۰۳۔	السنن لابن داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۲۰۴۔	السنن للنسائی	ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۲۰۵۔	السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۰۶۔	السنن لدارقطنی	علی عمر الدارقطنی	۳۸۵
۲۰۷۔	السنن لدارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی	۲۵۵
۲۰۸۔	سیرت ابن ہشام	ابو محمد عبد الملک بن ہشام	۲۱۳
۲۰۹۔	سیرت عیون الاثر	محمد بن عبد اللہ ابن سید الناس	۷۳۴
۲۱۰۔	سراجی فی المیراث	سراج الدین سجاوندی ساتویں صدی ہجری	
۲۱۱۔	سیر اعلام النبلاء	نفس الدین محمد احمد الذہبی	۷۳۸
۲۱۲۔	السعایہ فی کشف ما فی شرح الوقایہ	محمد بن عبد الحلہ لکھنوی	۱۳۰۴
۲۱۳۔	سیرت عمر بن محمد ملا	عمر بن محمد ملا	
۲۱۴۔	سیرت ابن اسحاق	محمد بن اسحاق بن یبار	۱۵۱
۲۱۵۔	سراج القاری		
۲۱۶۔	السعدیہ		
۲۱۷۔	السعی المشکور فی رد المذہب المأثور	محمد بن عبد الحلہ لکھنوی ہندی	۱۳۰۴

ش

۲۱۸۔	الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری
۲۱۹۔	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی
۲۲۰۔	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیہ المالکی
۲۲۱۔	شرح الاربعین للنووی	علامہ احمد بن الحجازی
۲۲۲۔	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری
۲۲۳۔	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور
۲۲۴۔	شرح الدرر	شیخ اسماعیل بن عبد الغنی النابلسی
۲۲۵۔	شرح سفر السعاده	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی
۲۲۶۔	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی
۲۲۷۔	شرح شرعۃ الاسلام	لیقوب بن سیدی علی زادہ
۲۲۸۔	شرح مختصر الطحاوی للاسبغیانی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبغیانی
۲۲۹۔	شرح الغریبین	
۲۳۰۔	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی
۲۳۱۔	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی
۲۳۲۔	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنیہ
۲۳۳۔	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابد بن الشامی
۲۳۴۔	شرح الصدور بشرح حال الموتی والقبور	علامہ جلال الدین عبدالرحمن السیوطی
۲۳۵۔	شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی
۲۳۶۔	شرح مؤطا امام مالک	علامہ محمد بن عبدالباقی الزرقانی
۲۳۷۔	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی
۲۳۸۔	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجنڈی
۲۳۹۔	شرح الوقایۃ	صدر الشریعہ عید اللہ بن مسعود
۲۴۰۔	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنیہ

۲۴۰۔	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنتہ	۸۹۰
۲۴۱۔	شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۲۴۲۔	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۴۳۔	شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسمیجانی	۴۸۰
۲۴۴۔	شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	۵۳۶
۲۴۵۔	الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	ابوالفضل عیاض بن موسیٰ قاضی	۵۴۴
۲۴۶۔	شرح شافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاسترابی	۶۸۶
۲۴۷۔	شرح کافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاسترابی	۶۸۶
۲۴۸۔	شرح طالع الانوار	محمود بن عبدالرحمان الاصفہانی	۷۳۹
۲۴۹۔	شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	۷۵۶
۲۵۰۔	شرح عقائد النسفی	سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۱۔	شرح المقاصد سعد الدین	مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۲۔	شرح الواقف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۳۔	شرح السراجی	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۴۔	شرح چغیبنی	موسیٰ پاشا بن محمد الرومی	۸۴۱
۲۵۵۔	شرح حاشیۃ الكنز ملا مسکین	معین الدین الہروی ملا مسکین	۹۵۴
۲۵۶۔	شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۷۔	شرح عین العلم	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۸۔	شرح قصیدۃ اطیب النغم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۵۹۔	شرح قصیدۃ ہمزہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۰۔	شرح رباعیات	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۱۔	شرح فوائج الرحموت	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۲۔	شفاء العلیل	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۳۔	شرح النقایہ لابن البکار	ابوالکلام بن عبداللہ بن محمد بعداز	۹۰۷
۲۶۴۔	شرف المصطفیٰ	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	۴۰۶
۲۶۵۔	شرح مقدمہ عشمایہ	احمد بن ترکی الماکلی	

۲۶۴	شرف المصطفیٰ	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	۳۰۶
۲۶۶	شرح جامع الاصول للمضيف	مبارک بن محمد المعروف بابن الاثير الجزري	۶۸۶
۲۶۷	شرح السلتقى للبهنسی	محمد بن محمد المعروف بابن البهنسی	۹۸۷
۲۶۸	شرح در البحار	عبدالوہاب ابن احمد الشير با بن وہبان	۷۶۸

ص

۲۶۹	صحاح الجوبیری	اسماعيل بن حماد الجوبیری	۳۹۳
۲۷۰	صحیح ابن حبان (کتاب التفسیر والادعاء)	محمد بن حبان	۳۵۴
۲۷۱	صحیح ابن خزیمہ	محمد بن اسحاق ابن خزیمہ	۳۱۱
۲۷۲	الصراح	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشي تقریباً	۶۹۰
۲۷۳	صغیری شرح منیہ	ابراہیم الحلبي	۹۵۶
۲۷۴	صراط مستقیم	سید احمد شہید ریلوی	۱۲۴۶
۲۷۵	الصواعق المحرقة	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

ط

۲۷۶	الطحاوی علی الدر	سید احمد الطحاوی	۱۳۰۲
۲۷۷	الطحاوی علی المراق	سید احمد الطحاوی	۱۳۰۲
۲۷۸	طبقات المقرئين	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۹	طبقات القراء	محمد بن محمد الجزري	۸۳۳
۲۸۰	الطريقة المحمدية	محمد بن بر علی المعروف ببر کلی	۹۸۱
۲۸۱	طلبة الطلبة	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۲۸۲	عمدة القاری شرح صحيح البخاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۲۸۳	العناية شرح الهداية	اکمل الدین محمد بن محمد الباری	۷۸۶
۲۸۴	عناية القاضی حاشیة علی تفسیر البیضاوی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹

۲۸۵۔	عیون المسائل	ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۲۸۶۔	عقود الدرّیّة	محمد امین ابن عابد بن الشامی	۱۲۵۲
۲۸۷۔	عدّة کمال الدین	محمد بن احمد الشیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۲۸۸۔	عمل الیوم واللیلۃ	ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی	۳۶۴
۲۸۹۔	عوارف المعارف	شہاب الدین سہروردی	۶۳۲
۲۹۰۔	عقد الفرید	ابوعبداللہ محمد بن عبد القوی المقدسی	۶۹۹
۲۹۱۔	عین العلم	محمد بن عثمان بن عمر الخفّی البلیخی	۸۳۰
۲۹۲۔	عقد الجید	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۹۳۔	عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	محمد امین آفندی ابن عابد بن	۱۲۵۲
۲۹۴۔	عمدة الراعیہ فی حل شرح الوقایہ	محمد بن عبدالحلہ الکھنونی	۱۳۰۴
غ			
۲۹۵۔	غایۃ البیان شیخ قوام الدین	امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۲۹۶۔	غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۲۹۷۔	غریب الحدیث	ابوالحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۲۹۸۔	غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۱۰۹۸
۲۹۹۔	غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۳۰۰۔	غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبي	۹۵۶
۳۰۱۔	غیث النفع فی القراء السبع	یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
ف			
۳۰۲۔	فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۳۰۳۔	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الامام	۸۶۱
۳۰۴۔	فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۳۰۵۔	فتاوی بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷

۳۰۶۔	فتاویٰ حجہ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۳۰۷۔	فتاویٰ خیریہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۳۰۸۔	فتاویٰ سراجیہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۳۰۹۔	فتاویٰ عطاء بن حمزہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۳۱۰۔	فتاویٰ غیاثیہ	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۳۱۱۔	فتاویٰ قاضی خان	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۳۱۲۔	فتاویٰ ہندیہ	ظہر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۳۱۳۔	فتاویٰ ظہیریہ	عبد الرشید بن ابی حنیفہ الولو الجی	۵۴۰
۳۱۴۔	فتاویٰ ولوالحیہ	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبد العزیز	۵۳۶
۳۱۵۔	فتاویٰ الکبریٰ	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۳۱۶۔	فقہ الاکبر	سید محمد ابی السعود الحنفی	
۳۱۷۔	فتح المعین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۳۱۸۔	فتح المعین شرح ترقۃ المعین	حجی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۳۱۹۔	الفتوحات المکیۃ	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۳۲۰۔	فواتح الرحموت	تمام بن محمد بن عبد اللہ البجلی	۴۱۴
۳۲۱۔	الفوائد	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۳۲۲۔	فوائد المخصّصۃ	شرح الجامع الصغیر عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۳۲۳۔	فیض القدیر	اسمعیل بن عبد اللہ الملّقب بسمویہ	۲۶۷
۳۲۴۔	فوائد سیویۃ	ابو عبد اللہ محمد بن ایوب ابن ضریس البجلی	۲۹۴
۳۲۵۔	فضائل القرآن لابن ضریس	ابو الحسن علی بن الحسین الموصلی	۴۹۲
۳۲۶۔	فوائد الخلیجی	محمد بن محمود استر و شنی	۶۳۶
۳۲۷۔	فصول العبادی	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶
۳۲۸۔	فتاویٰ تاتار خانہ	امام محمد بن عبد الرحمن السخاوی	۹۰۳
۳۲۹۔	فتح المغیث	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۷۰
۳۳۰۔	فتاویٰ زینیہ		

۳۳۱۔	فتح المعین شرح اربعین	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۲۔	فتح الالہ شرح المشکاة	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۳۔	فتاویٰ الفقہیہ ابن حجر مکی	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۴۔	فتاویٰ انقرویہ	محمد بن حسین الانقروی	۱۰۹۸
۳۳۵۔	فتاویٰ اسعدیہ	سید اسعد ابن ابی بکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶
۳۳۶۔	فوائد مجموعہ	شوکانی محمد بن علی بن محمود اشوکانی	۱۲۵۰
۳۳۷۔	فتاویٰ جمال بن عمر المکی	جمال بن عمر المکی	۱۲۸۴
۳۳۸۔	فضل لباس العباءم	ابو عبد اللہ محمد بن وضاح	
۳۳۹۔	فتاویٰ قاعدیہ	ابو عبد اللہ محمد بن علی القاعدی	
۳۴۰۔	فتاویٰ غزی	محمد بن عبد اللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۳۴۱۔	فتاویٰ شمس الدین الرملی		
۳۴۲۔	فتح الملك المجید		
۳۴۳۔	فتح العزیز (تفسیر عزیزی)	عبد العزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۹
ق			
۳۴۴۔	القاموس المحيط	محمد بن یعقوب الفیروز آبادی	۸۱۷
۳۴۵۔	قرة العين	علامہ زین الدین بن علی الملباری	۹۲۸
۳۴۶۔	القنیه	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۳۴۷۔	القرآن الکریم		
۳۴۸۔	قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	ابوطالب محمد بن علی المکی	۳۸۶
۳۴۹۔	القول المسدد	شہاب الدین احمد بن علی القسطلانی	۸۵۲
۳۵۰۔	قرة العینین فی تفضیل الشیخین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۳۵۱۔	القول الجمیل	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۳۵۲۔	قمر الاقباء حاشیہ نور الانوار	محمد بن عبد الحکیم لکھنوی انصاری	۱۳۰۴
۳۵۳۔	القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب	ابراہیم بن عبد اللہ البیہقی	۱۳۰۴

ک

۳۵۴۔	الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۳۵۵۔	الکامل لابن عدی	ابو احمد عبد اللہ بن عدی	۳۶۵
۳۵۶۔	الکبریٰ الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۳۵۷۔	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۵۸۔	کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۳۵۹۔	کتاب الہمام فی آداب دخول الحمام	ابو الحاس محمد بن علی	
۳۶۰۔	کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ	۴۳۰
۳۶۱۔	کتاب الہدیۃ لابن عماد	عبد الرحمن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۳۶۲۔	کتاب الطہور لابن عیینہ		
۳۶۳۔	کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۳۶۴۔	کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۶۵۔	کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داؤد	
۳۶۶۔	کشف الاسرار	علاء الدین عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۶۷۔	کشف الرمز علامۃ المقدسی		
۳۶۸۔	کشف الاستار عن زوائد البزار	ابن الدین عبد الوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۳۶۹۔	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۳۷۰۔	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین النوارزمی	تقریباً ۸۰۰
۳۷۱۔	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر الحمفی	۹۷۳
۳۷۲۔	کنز الدقائق	عبد اللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۳۷۳۔	الکنی للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۳۷۴۔	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۳۷۵۔	کتاب الجرح والتعديل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۳۷۶۔	کتاب المغازی	یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۸

۳۷۷۔	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۳۷۸۔	کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۳۷۹۔	الکشاف عن حقائق التنزیل	جار اللہ محمود بن عراز محشری	۵۳۸
۳۸۰۔	کتاب الحجہ	امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۸۱۔	کتاب المشیخۃ	امام محمد ابو عبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۸۲۔	کتاب المراسیل	سلیمان بن اشعث السجستانی	۲۷۵
۳۸۳۔	کتاب البعث والنشور	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۲۸۱
۳۸۴۔	کتاب الاخوان	ابوبکر عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۲۸۱
۳۸۵۔	کتاب الضعفاء الکبیر	ابو جعفر محمد بن عمرو لعقلی المکی	۳۲۲
۳۸۶۔	کتاب الزہد الکبیر للبیہقی	احمد بن حسن البیہقی	۴۵۸
۳۸۷۔	کتاب الرواۃ عن مالک ابن انس	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۴۶۳
۳۸۸۔	کتاب الحجہ علی تارک الحجہ	نصر بن ابراہیم المقدسی	۴۹۰
۳۸۹۔	کیمیائے سعادت	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۳۹۰۔	کفایۃ الطالب الربانی شرح لرسالہ ابن ابی زہر القہروانی	ابوالحسن علی بن ناصر الدین الشاذلی	۹۳۹
۳۹۱۔	کشف الظنون	مصطفیٰ بن عبداللہ حاجی خلیفہ	۱۰۶۷
۳۹۲۔	کشف الغمہ	شیخ عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳
۳۹۳۔	کتاب الصفین	یحییٰ بن سلیمان الجعفی (استاد امام بخاری)	
۳۹۴۔	کتاب المصاحف ابن الانباری		
۳۹۵۔	کمالین حاشیہ جلالین	شیخ سلام اللہ بن محمد شیخ الاسلام محدث رامپوری	۱۲۳۳
۳۹۶۔	کتاب المغازی	محمد بن عمر بن واقد الواقدی	۲۰۷
۳۹۷۔	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۳۹۸۔	لقطہ المرجان فی اخبار الجآن	علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن محمد السیوطی	۹۱۱

۳۹۹۔	لسان العرب	جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور المصری	۷۱۱
۴۰۰۔	الآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ	ابوبکر عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۰۱۔	لواقح الانوار القدسیہ سیدالمنتخب من الفتوحات المکیہ	عبدالوہاب بن احمد الشحرانی	۹۷۳
ف			
۴۰۲۔	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۴۰۳۔	مبسوط خواہر زادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۴۰۴۔	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۴۰۵۔	مجری الانہر شرح ملتقى الابحر	نور الدین علی الباقانی	۹۹۵
۴۰۶۔	مجمع بحار الانوار	محمد طاهر الصدیقی	۹۸۱
۴۰۷۔	مجموع النوازل	احمد بن موسیٰ بن عیسیٰ	۵۵۰
۴۰۸۔	مجمع الانہر فی شرح ملتقى الابحر	عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی ششی زادہ	۱۰۷۸
۴۰۹۔	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۴۱۰۔	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۴۱۱۔	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۱۲۔	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۴۱۳۔	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۴۱۴۔	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۵۔	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۴۱۶۔	مراق الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الايضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۴۱۷۔	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان لما علی قاری	۱۰۱۴
۴۱۸۔	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۹۔	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۴۲۰۔	المستدرک للحاکم	ابو عبد اللہ الحاکم	۴۰۵
۴۲۱۔	المستصفی شرح الفقہ النافع	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰

۱۱۱۹	محب اللہ الباری	مسلم الثبوت	۴۲۲۔
۲۰۴	سلیمان بن داؤد الطیالسی	مسند ابی داؤد	۴۲۳۔
۳۰۷	احمد بن علی الموصلی	مسند ابی یعلیٰ	۴۲۴۔
۲۳۸	حافظ اسحاق ابن راہویہ	مسند اسحاق ابن راہویہ	۴۲۵۔
۲۴۱	امام احمد بن محمد بن حنبل	مسند الامام احمد بن حنبل	۴۲۶۔
۲۹۲	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق البرزازی	مسند الکبیر فی الحدیث	۴۲۷۔
۲۹۴	ابو محمد عبد بن محمد حمید الکشی	مسند الکبیر فی الحدیث	۴۲۸۔
۵۵۸	شہر دار بن شیر ویہ الدلمی	مسند الفردوس	۴۲۹۔
۷۷۰	احمد بن محمد بن علی	مصباح المنیر	۴۳۰۔
۷۱۰	حافظ الدین عبد اللہ بن احمد النسفی	المصنفی	۴۳۱۔
۲۳۵	ابو بکر عبد اللہ بن محمد احمد النسفی	مصنف ابن ابی شیبہ	۴۳۲۔
۲۱۱	ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی	مصنف عبد الرزاق	۴۳۳۔
۶۵۰	امام حسن بن محمد الصغانی البندی	مصباح الدجی	۴۳۴۔
۴۳۰	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	معرفة الصحابة	۴۳۵۔
۳۶۰	سلیمان بن احمد الطبرانی	المعجم الاوسط	۴۳۶۔
۳۶۰	سلیمان بن احمد الطبرانی	المعجم الصغیر	۴۳۷۔
۳۶۰	سلیمان بن احمد الطبرانی	المعجم الکبیر	۴۳۸۔
۷۴۹	محمد بن محمد البخاری	معراج الدراية قوام الدین	۴۳۹۔
۷۴۲	شیخ ولی الدین العراقی	مشکوٰۃ المصابیح	۴۴۰۔
۶۹۱	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	المغنی فی الاصول	۴۴۱۔
۶۱۰	ابو الفتح ناصر بن عبد السید المطرزی	المغرب	۴۴۲۔
۴۲۸	ابو الحسن احمد بن محمد القدوری الحنفی	مختصر القدوری	۴۴۳۔
۹۳۱	یعقوب بن سید علی	مفاتیح الجنان	۴۴۴۔
۵۰۲	حسین بن محمد بن مفضل الاصفہانی	المفردات للامام راغب	۴۴۵۔
	ابو العباس عبد الباری العشماوی المالکی	المقدمة العشماویة فی الفقه المالکیة	۴۴۶۔

۵۵۶	الملتقط (فی فتاویٰ ناصری) ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۴۴۷۔
۸۰۷	نور الدین علی بن ابی بکر السیتمی	۴۴۸۔ مجمع الزوائد
۸۲۷	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۴۴۹۔ مناقب الکودری
۳۰۷	عبد اللہ بن علی ابن جارود	۴۵۰۔ المنتقى فی الحدیث
۳۳۴	الحاکم الشیر محمد بن محمد بن احمد	۴۵۱۔ المنتقى فی فروع الحنیفہ
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشامی	۴۵۲۔ منحة الخالق حاشیہ بحر الرائق
۱۰۰۴	محمد بن عبد اللہ التمر تاشی	۴۵۳۔ منح الغفار
۹۵۶	امام ابراہیم بن محمد الحلبي	۴۵۴۔ ملتقى الابرار
۶۷۶	شیخ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۴۵۵۔ منهاج النووی (شرح صحیح مسلم)
۶۹۴	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۴۵۶۔ مجمع البحریں
	شیخ عیسیٰ بن محمد ابن ایناج الحنفی	۴۵۷۔ المبتغی
۴۵۶	عبد العزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۸۔ المبسوط
۵۱۰	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم البردی	۴۵۹۔ مسند فی الحدیث
۲۶۲	یعقوب بن شیبہ السدوسی	۴۶۰۔ المسند الکبیر
۷۰۵	سید الدین محمد بن محمد اکاشغری	۴۶۱۔ منیة المصلی
۱۷۹	امام مالک بن انس المدنی	۴۶۲۔ موطا امام مالک
۸۰۷	نور الدین علی بن ابی بکر السیتمی	۴۶۳۔ موارد الظمان
۶۴۲	احمد بن مظفر الرازی	۴۶۴۔ مشکلات
۴۷۶	ابی اسحق ابن محمد الشافعی	۴۶۵۔ مہذب
۹۷۳	عبدالوہاب الشعرانی	۴۶۶۔ میزان الشریعة الکبیری
۷۴۸	محمد بن احمد الذہبی	۴۶۷۔ میزان الاعتدال
۴۱۰	احمد بن موسیٰ ابن مردویہ	۴۶۸۔ المستخرج عل الصحیح البخاری
۳۲۷	محمد بن جعفر الخراکلی	۴۶۹۔ مکارم اخلاق
۱۵۰	ابو حنیفہ نعمان بن ثابت	۴۷۰۔ مسند الامام اعظم
۱۸۹	ابو عبد اللہ محمد بن الحسن الشیبانی	۴۷۱۔ موطا الامام محمد

۳۰۳	حسن بن سفیان النسوی	المسند فی الحدیث	۴۷۲
۳۸۸	احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی	معالم السنن لابی سلیمان الخطابی	۴۷۳
۵۱۶	قاسم ابن علی الحریری	مقامات حریری	۴۷۴
۵۱۶	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی	معالم التنزیل تفسیر البغوی	۴۷۵
۵۴۸	ابو الفتح محمد بن عبد الکریم الشسرستانی	الملل والنحل	۴۷۶
۵۹۷	ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن الجوزی	موضوعات ابن جوزی	۴۷۷
۶۴۲	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح	مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث	۴۷۸
۶۵۶	عبد العظیم بن عبد القوی المنذری	مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری	۴۷۹
۷۱۰	ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی	مدارک التنزیل تفسیر النسفی	۴۸۰
۷۵۶	عضد الدین عبد الرحمن بن رکن الدین احمد	الواقف السطانیہ فی علم الکلام	۴۸۱
۸۳۳	محمد بن محمد الجزری	مقدمہ جزریہ	۴۸۲
۹۰۲	شمس الدین محمد بن عبد الرحمن السحاوی	مقاصد حسنہ	۴۸۳
۹۲۳	احمد بن محمد القسطلانی	الوابب الدینیہ	۴۸۴
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزریہ	۴۸۵
۱۰۱۴	علی بن سلطان محمد القاری	المسلك المتقسط فی المنسک المتوسط	۴۸۶
۱۰۵۲	شیخ عبد الحق بن سیف الدین الدہلوی	ما ثبت بالسنة	۴۸۷
۱۰۹۶	قاضی میر حسین بن معین الدین	المیبذی	۴۸۸
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	مسوی مصفی شرح موطا امام مالک	۴۸۹
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	مکتوبات شاہ ولی اللہ	۴۹۰
۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	مکتوبات	۴۹۱
۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	ملفوظات	۴۹۲
۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	معمولات	۴۹۳
	محمد حسین بن محمد الہادی بہادر خاں	مخزن ادویہ فی الطب	۴۹۴
۱۲۴۳	ابو الحسنات محمد عبدالح	مجموعہ فتاویٰ	۴۹۵
۱۲۴۳	سید نذیر حسین الدہلوی	معیار الحق	۴۹۶

۴۹۷۔	مظاہر حق مولوی	نذیر الحق میرٹھی	۱۰۳۴
۴۹۸۔	مکتوبات امام ربانی	شیخ احمد سرہندی	
۴۹۹۔	مناصحہ فی تحقیق مسئلۃ المصافحہ		
۵۰۰۔	مفتاح الصلوٰۃ		
۵۰۱۔	مجتبیٰ شرح قدوری		
۵۰۲۔	مشیحہ ابن شاذان		
۵۰۳۔	معرفۃ الصحابہ لابن نعیم	احمد بن عبد اللہ اصہبانی	۴۳۰
۵۰۴۔	مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) امام فخر الدین رازی		۶۰۶

ن

۵۰۵۔	النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبد اللہ بن مسعود	۷۴۵
۵۰۶۔	نصب الراية	ابو محمد عبد اللہ بن یوسف الحنفی الزلیلی	۷۶۲
۵۰۷۔	نور الايضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۵۰۸۔	النهاية	حسام الدین حسین بن علی السغنائی	۷۱۱
۵۰۹۔	النهاية لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۵۱۰۔	النهر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۵۱۱۔	نواذر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۵۱۲۔	نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانی زاده	۱۰۳۱
۵۱۳۔	النوازل فی الفروع	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۵۱۴۔	نواذر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبد اللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

۵۱۵۔	الوافی فی الفروع	عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۵۱۶۔	الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۵۱۷۔	الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳

۵۱۸۔	الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۵۱۹۔	الہدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۵۲۰۔	البواقیت والجواب	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۵۲۱۔	ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹



ضمیمہ مآخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن وفات ہجری
۱۔	انوار التنزیل فی اسرار التاویل (تفسیر البیضاوی)	ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی حدیدہ العارفین	۶۸۵/۶۹۶/۶۹۱ ۴۶۳/۱
۲۔	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمر یوسف بن عبداللہ النمری القرطبی	۴۶۲
۳۔	اوضح رمز علی شرح نظم الكنز	علی بن محمد ابن غانم المقدسی	۱۰۰۴
۴۔	الاستذکار	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر اللاندلی	۴۶۳
۵۔	الافراد	علی بن عمر الدار قطنی	۳۸۵
۶۔	الایضاح فی شرح التجرید	امام ابوالفضل عبدالرحمن بن احمد الکرمانی	۵۴۳
۷۔	اسباب النزول	ابوالحسن علی بن احمد الواحدی	۴۶۸
۸۔	ایضاح الحق الصریح فی احکام البیت والضریح	شاہ محمد اسماعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶
۹۔	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۰۔	انسان العین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۱۔	انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون	علی بن برہان الدین حلبی	۱۰۴۴
۱۲۔	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۳۔	الاعلام بأعلام بلد اللہ الحرام	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۸۹

۱۴۔	ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری	حسین بن محمد سعید عبدالغنی المکی الخنفی
۱۵۔	الآداب الحمیدہ والاخلاق	محمد بن جریر الطبری
۱۶۔	الاربعمین طائیفہ	ابوالفتح محمد بن محمد الطائی الہمدانی
۱۷۔	انیس الغریب	جلال الدین عبداللہ بن ابی بکر السیوطی
۱۸۔	الارشاد فی الکلام	امام ابوالمعالی عبدالملک ابن عبداللہ البجینی الشیر بامام الحرمین
۱۹۔	افضل القراء بقراء امر القراء	احمد بن محمد ابن حجر مکی
۲۰۔	الاعتبار فی بیان الناسخ والمنسوخ من الاخبار	محمد بن موسیٰ الحارمی الشافعی

ت

۲۱۔	تلخیص الجامع الکبیر	کمال الدین محمد بن عباد الخنفی
۲۲۔	تحفة الحریص فی شرح التلخیص	علی بن بلبان الفارسی المصری الخنفی
۲۳۔	تقویۃ الایمان	شاہ محمد اسماعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی
۲۴۔	تعلیم المتعلم	امام برہان الدین الزرنوجی
۲۵۔	التغییب والتہییب	ابوالقاسم اسماعیل بن محمد الاصبہانی
۲۶۔	تذکرۃ الموتی والقبور	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی
۲۷۔	التشبیہ عند التبیہ	جلال الدین عبدالرحمن بن کمال الدین السیوطی
۲۸۔	تلخیص الادلہ لقواعد التوحید	ابواسحق ابراہیم بن اسماعیل الصغار البخاری
۲۹۔	تفہیم المسائل	
۳۰۔	تنبیہ الغافل والاسنان	محمد امین ابن عابدین الشامی

ث

۳۱۔	ثقفیات	ابوعبداللہ قاسم بن الفضل الثقفی الاصفہانی
۳۲۔	ثواب الاعمال لابن حبان	محمد بن حبان

ج

۳۳۔	الجامع لاحکام القرآن (تفسیر طبری)	ابوعبداللہ محمد ابن احمد القرطبی

۶۷۱	ابو عبد اللہ محمد ابن احمد القرطبی	الجامع لاحکام القرآن (تفسیر طبری)	۳۳
۸۳۲	یوسف بن عمر الصوفی	جامع المضمرات والمشکلات (شرح قدوری)	۳۴
۱۳۴۰	امام احمد رضا بن نقی علی خاں	جد المبتار علی رد المبتحار	۳۵

ح

۶۴۴	محمد بن محمد بن عمر حسام الدین الحنفی	الحسابی	۳۶
۱۰۶۲	اسمعیل بن عبد الغنی نابلسی	حاشیہ در غرر نابلسی	۳۷
۹۸۲	عبد القادر الفاکھی	حسن التوسل فی زیارة افضل الرسل	۳۸
۱۳۴۰	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	حواشی علی معالم التنزیل	۳۹
۱۳۴۰	امام احمد رضا خاں بن نقی علی خاں	حسام الحرمین علی منحہ الکفر والبدع	۴۰

خ

۹۱۱	نور الدین علی بن احمد السہودی	خلاصۃ خلاصۃ الوفاء	۴۱

د

۴۵۸	ابوبکر بن احمد بن حسین البیہقی	دلائل النبوة	۴۲
۱۱۷۶	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	در شہین فی مبشرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۴۳
۸۶۷	ابوالقاسم محمد بن عثمان الوائلی الدمشقی	در منظم فی مولد النبی المعظم صلی اللہ علیہ وسلم	۴۴
۴۵۸	احمد بن حسین البیہقی	کتاب الدعوات	۴۵
۱۰۱۴	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	الدرۃ المغیبة فی زیارة المصطفویۃ	۴۶
۶۴۳	حافظ محب الدین محمد بن محمود بن نجار	الدرۃ الثمنیہ فی اخبار المدنیۃ	۴۷
۱۳۰۴	مفتی احمد بن السید زینی وحلان	الدرر السننیۃ فی الرد علی الوہابیۃ	۴۸

ذ

۲۸۱	عبد اللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	ذکر الموت	۴۹

۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشیر بابن عابدین	رفع الانتقاض ودفع الاعتراض الخ	۵۰۔
س			
۵۸۶	حافظ ابو الطاهر احمد بن محمد السلفی	سلفیات من اجزاء الحديث	۵۱۔
۱۰۷۰	علی بن محمد بن ابراہیم المعری العزیزی	السراج المنیر فی شرح جامع الصغیر	۵۲۔
	عبدالغنی بن احمد بن شاہ عبدالقدوس گنگوہی	سنن الہدی	۵۳۔
۳۵۳	حافظ ابو علی سعید بن عثمان ابن السکن البغدادی	سنن فی الحديث	۵۴۔
ش			
۱۲۷۶	علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری	شرح رسالہ فضالیہ	۵۵۔
۸۹۵	علامہ محمد یوسف السنوسی	شرح الصغری	۵۶۔
۴۰۲	ابو القاسم اسماعیل بن حسین البیہقی الحنفی	الشامل فی فروع الحنفیہ	۵۷۔
۷۹۶	محمد بن یوسف الکرمانی	شرح صحیح بخاری الکواکب الدراری	۵۸۔
۱۲۷۱	مولوی خرم علی بابوری غالباً	شفاء العلیل شرح القول الجبیل	۵۹۔
	ناصر الدین علی بن محمد ابن منیر	شرح صحیح بخاری	۶۰۔
۹۳۳	عبدالعلی بن محمد بن حسین	شرح زینج سلطانی	۶۱۔
۱۲۵۲	ابن عابد بن محمد امین آفندی	شفاء العلیل وبل الغلیل	۶۲۔
ص			
	الصالح الماثور عن النبی صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم		۶۳۔
۹۵۶	شیخ ابراہیم بن محمد الحلبي	صغری شرح منیة المصلی	۶۴۔
۱۲۴۶	شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی	صراط مستقیم	۶۵۔

۱۲۴۶	شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی	صراط مستقیم	۶۵۔
		<u>ط</u>	
۲۳۰	محمد بن سعد الزہری	الطبقات الکبریٰ	۶۶۔
		<u>ع</u>	
۷۲۸	نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری	غرائب القرآن و غائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری)	۶۷۔
۲۲۴	قاسم بن سلام البغدادی	غریب الحدیث	۶۸۔
۲۸۵	ابراہیم بن اسحاق الحرابی	غریب الحدیث	۶۹۔
۱۲۷۱	مولوی خرم علی بلبوری غالباً	غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار	۷۰۔
		<u>ف</u>	
۱۲۰۴	سلیمان بن عمر الشافعی الشیرازی	الفتوحات الالہیہ (تفسیر جمل)	۷۱۔
۲۸۱	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	الفرج بعد الشدة	۷۲۔
		فاتح شرح قدوری	۷۳۔
		فوائد حاکم و خلاص	۷۴۔
۱۰۳۱	عبدالرؤف المناوی	فیض القدير شرح الجامع الصغير	۷۵۔
۱۱۷۶	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	فیوض الحرمین	۷۶۔
۱۱۳۳	شاہ رفیع الدین	فتاویٰ شاہ رفیع الدین	۷۷۔
۹۷۴	احمد بن محمد ابن حجر مکی	الفتح المبین شرح اربعین نووی	۷۸۔
		فصل الخطاب فی رد ضلالت ابن عبد الوہاب	۷۹۔
۵۶۱	سید شیخ عبدالقادر گیلانی	فتوح الغیب	۸۰۔
۱۰۰۴	عبدالعزیز بن ولی اللہ دہلوی	فتاویٰ عزیز	۸۱۔
		<u>ق</u>	
۱۲۵۲	محمد امین ابن عابدین الشیرازی	قوة عیون الاخبار	۸۲۔

ک

- ۸۳۔ کشف الغطاء ما لزم لموتی علی الاحیاء محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین
- ۸۴۔ کتاب اتباع الاموات ابراہیم بن اسحاق الحرابی ۲۸۵
- ۸۵۔ کتاب الدعوات سلیمان بن احمد الطبرانی ۳۶۰
- ۸۶۔ کتاب الثواب فی الحدیث ابو الشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر ۳۹۹
- ۸۷۔ کشف النور عن اصحاب القبور عبدالغنی نابلسی ۱۱۴۳
- ۸۸۔ کتاب الزہد امام احمد بن محمد بن حنبل ۲۴۱
- ۸۹۔ کتاب القبور عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا ۲۸۱
- ۹۰۔ کتاب الروضہ ابو الحسن بن براء ۲۸۱
- ۹۱۔ کتاب الزہد حافظ ہناد بن السری التیمی الدارمی ۲۴۳
- ۹۲۔ کتاب ذکر الموت
- ۹۳۔ کتاب ادعیۃ الحج والعمرة قطب الدین الدہلوی ۱۲۸۹
- ۹۴۔ کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق عبدالرؤف بن تاج الدین بن علی المناوی ۱۰۳۱
- ۹۵۔ کتاب الخروج قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی ۱۸۲
- ۹۶۔ کف الرعاع عن المحرمات للہود السماع ابو العباس احمد بن محمد ابن حجر مکی ۹۷۴

ل

- ۹۷۔ لباب المناسک شیخ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ السندی ۹۷۸

م

- ۹۸۔ منح الدروس الاذہب فی شرح الفقہ الاکبر علی بن سلطان محمد القاری ۱۰۱۴
- مجموعہ خانی (فارسی)
- ۹۹۔ مقامات مظہر و ضمیمہ مقامات مظہر مرزا مظہر جان جاناں ۱۱۹۵
- ۱۰۰۔ مشارق الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ عبد الوہاب بن احمد الشعرانی ۹۷۴

۱۱۹۵	مرزا مظہر جان جاناں	مقامات مظہر و ضمیمہ مقامات مظہر	۹۹۔
۲۴۹	ابو محمد عبید بن حمید الکاشی	مسند الکبیر فی الحدیث	۱۰۱۔
۷۲۸	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	المنتقى فی احادیث الاحکام عن خیر الانام	۱۰۲۔
۵۳۷	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	منظومة النسفی فی الخلاف	۱۰۳۔
۷۳۹	امام قوام الدین بن محمد الکاکی	معراج الدراية فی شرح ہدایہ	۱۰۴۔
۳۱۶	ابو عوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی	المسند الصحیح فی الحدیث	۱۰۵۔
		مسند الشامیین	۱۰۶۔
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مدارج النبوة	۱۰۷۔
۱۰۵۲	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	مجمع البرکات	۱۰۸۔
۹۱۱	جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی	مناهل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء	۱۰۹۔
۷۱۱	امام محمد بن مکرم المعروف بابن منظور	مختصر تاریخ ابن عساکر	۱۱۰۔
۱۲۶۲	محمد اسحق محدث دہلوی	مائة مسائل	۱۱۱۔
۱۲۶۲	محمد اسحق محدث دہلوی	مسائل اربعین	۱۱۲۔
۱۲۲۵	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مالا بدمنہ	۱۱۳۔
۷۴۰	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب	مشکوٰۃ المصابیح	۱۱۴۔
۱۰۸۸	علاء الدین الحصکفی	منتقى یادر منتقى فی شرح الملتقى	۱۱۵۔
۱۲۳۰	شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ دہلوی	موضح القرآن ترجمۃ القرآن	۱۱۶۔
۷۲۲	ملا جلال الدین محمد بن محمد بن محمد الرومی السیاحی القونوی	مثنوی شریف فارسی منظوم	۱۱۷۔
۸۱۶	علی بن السید محمد بن علی البحر جانی سید شریف	مصطلحات الحدیث	۱۱۸۔
۷۹۱	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی	المقاصد فی علم الکلام	۱۱۹۔
	علامہ حامد آفندی	مغنی المستفتی عن سوال المفتی	۱۲۰۔
۱۲۸۹	قطب الدین دہلوی	مظاہر فی ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح	۱۲۱۔
۱۲۵۲	ابن عابد بن محمد امین آفندی	منة الجلیل	۱۲۲۔
۱۰۵۲	عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	مفتاح الغیب فی شرح فتوح الغیب	۱۲۳۔
		ن	
۴۰۲	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	نافع فی الفروع	۱۲۴۔

۱۲۵۰	محمد بن علی الشوکانی	نبیل الاوطار شرح منتقى الاخبار	۱۲۵
۱۲۷۱	خرم علی بابوری	نصيحة المسلمين	۱۲۶
۸۹۸	عبدالرحمن بن احمد الجامی	نفحات الانس من حضرات القدس	۱۲۷
۱۰۶۹	قاضی عیاض احمد بن محمد الخفاجی	نسیم الرياض فی شرح شفاء قاضی عیاض	۱۲۸
۸۳۳	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	النشر فی قراة العشر	۱۲۹
۸۵۲	احمد بن علی حجر القسطلانی	نزیه النظر فی توضیح نخبة الفكر	۱۳۰
۱۳۰۶	مولوی عبدالعلی مدراسی	نفع المفتی والمسائل	۱۳۱
۲۵۵	ابو عبد اللہ محمد بن علی حکیم الترمذی	نواذر الاصول	۱۳۲
	عمر بن محمد بن عوف الشامی	نصاب الاحتساب فی الفتاوی	۱۳۳
	علی بن غانم المقدسی	نور الشیعة فی ظفر الجبعه	۱۳۴
۹۴۴	عبدالرحیم بن علی الرومی المعروف شیخ زادہ	نظم الفرائد و جمع الفوائد فی الاصول	۱۳۵
		نافع شرح قدوری	۱۳۶
	شرف الدین بخاری	نام حق	۱۳۷
۹۸۸	شمس الدین احمد بن قورد المعروف بقاضی زادہ	۱۳۸۔ نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار	
		و	
۶۸۱	شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان	وفیات الاعیان	۱۳۹
۳۲۵		واقعات المفتیین	۱۴۰
۹۱۱	نور الدین علی بن احمد السمودی	وفاء الوفا	۱۴۱
		ھ	
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم دہلوی	ہوامع	۱۴۲
۱۱۷۹	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم دہلوی	ہمعات	۱۴۳

ڈائمند اردو بکس

پی ڈی ایف دنیا کا ایک منفرد اور الگ گروپ

- ✳ - ڈائمند اردو بکس میں سب کا خیر مقدم کرتے ہیں
- ✳ - یہاں آپ کو ملے گا کتابوں کا خزانہ
- ✳ - پی ڈی ایف میں موجود ہر طرح کی کتاب آپ کی ڈیمانڈ کرنے پہ بھیج دی جائے گی
- ✳ - ماہانہ رسائل ، ڈائجسٹس ، ناولز ، اسلامی کتب ، درسی کتب ، تدریسی کتب کے علاوہ یہاں آپ کو ہر قسم کی پی ڈی ایف کتاب پڑھنے کو ملے گی
- ✳ - ٹیم ڈائمند اردو بکس جن کا ایک ہی مشن ہے اور وہ کتابوں کی ترسیل ، ادب کی خدمت ، کتاب دوستی کی ترویج و اشاعت
- ✳ - ٹیم ڈائمند اردو بکس نے آپ سب کی انٹرٹینمنٹ کے لیے بھی مختلف گروپس تشکیل دیئے ہیں جن میں شامل ہو کر آپ اپنی ادبی اور معلوماتی تسکین کو پورا کر سکتے ہیں
- ✳ - ہمارے تمام گروپس کی کوئی فیس نہیں ، تمام کتب اور مواد آپ کو پی ڈی ایف بھیجا جاتا ہے
- ✳ - قادیانی مرتد ، گستاخ انبیاء ، گستاخ صحابہ و اہل بیت ، منکرین حدیث ، گستاخ اولیاء ہمارے گروپس سے دور رہیں ، معلوم پڑنے پر ریموو کر دیا جائے گا
- ✳ - واٹس ایپ گروپس کے علاوہ آپ ہمارے ٹیلی گرام کے گروپس کو بھی جوائن کر سکتے ہیں جہاں ایک لاکھ اسی ہزار کتابوں کا خزانہ محفوظ ہے بس ایک کلک کر کے آپ اپنی کتاب خود بھی ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔۔

ٹیم ڈائمند اردو بکس کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

جزاکم اللہ خیرا کثی؟

ڈائمند اردو بکس ٹیم

شاہ زر خانج 03176699066

ایڈمنس cool 03415008107

گروپس میں شامل ہونے کے لیے ہمارے
ایڈمن پینل سے واٹس ایپ پہ رابطہ کیجیے

DIAMOND

URDU BOOKS

923176699066